

تفسیر ابن کثیر

إمام المفسرين حافظ عماد الدين
أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي
المتوفى ٧٤٣هـ

www.sirat-e-mustaqeem.net

ترجمہ

إمام العصر مولانا محمد جونا گڑھی

تحقیق و نظر ثانی

تخریج

حافظ زبیر علی زئی

کامران طاہر

مکتبہ اسلامیہ



تفسیر ابن کثیر

إمام المفسرين حافظ عثمان الدين

أبو الفداء اسمعيل بن عمر بن كثير الدمشقي

المتوفى ٧٤٣ هـ

ترجمته

إمام العصر مولانا محمد جونگراهي

تحقيق ونظر ثانی

حافظ زبير علي زئي

تخریج

کامران طاہر

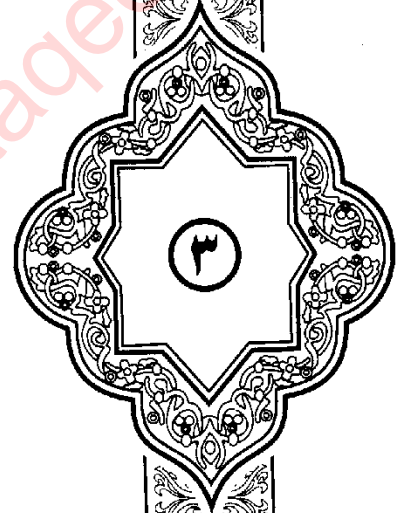
نائب مدیر مجلس التحقیق الاسلامی

تقریظ

أبو الحسن مبشر أحمد بآني

حافظ صلاح الدين يوسف

محمد علی شاہ



جلد حقوق بنی ناشر محفوظ ہیں

کتاب تفسیر ابن کثیر

جلد سوم

تالیف امام المفسرین حافظ عماد الدین

ترجمہ امام العصر مولانا محمد جوگاردھی

ناشر محمد سرور خطاطی

کمپوزنگ / ڈیزائننگ مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز

سرورق خطاطی حافظ انجم محمود

اشاعت اپریل 2009

قیمت



بالتقابل رحمان مارکیٹ عزیزی سٹریٹ، لاہور - پاکستان فون: 042-7244973

بیسمنٹ ایٹس بینک بالتقابل شیل پٹرول پمپ کوئالی روڈ، فیصل آباد - پاکستان فون: 041-263124

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
30	نبوت و رسالت مردوں میں ہی رہی	5	نفس کی شرارتوں سے وہی بچتا ہے جس پر اللہ کا رحم ہو
31	انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کا انجام	6	بوقت ضرورت اپنی قابلیت کو بیان کرنا
33	ماضی کے واقعات باعث عبرت و نصیحت ہیں	6	حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے حاکم بن گئے
34	تفسیر سورہ رعد	7	برادران یوسف علیہ السلام کی آمد
34	اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام باتیں حق ہیں	9	برادران یوسف علیہ السلام کی واپسی
34	آسمان اور عرش کی تخلیق	9	یوسف علیہ السلام کا برتاؤ
36	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان	10	حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹیوں کو وصیت
37	انکار قیامت کا بیان	11	حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پہچان لیا
38	عذاب کا وقت مقرر ہے	12	بھائی کو روکنے کی حکمت عملی
39	ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے	12	برادران یوسف کے مذہب میں چور کی سزا
40	رحم مادر میں پرورش پانے والے بچے کی حقیقت	13	یوسف علیہ السلام کی طرف چوری کی نسبت
41	سے صرف اللہ آگاہ ہے	13	بنیامین کی قید اور بھائیوں کا منت سماجت کرنا
44	اللہ تعالیٰ کا علم تمام مخلوق کو محیط ہے	14	برادران یوسف کا مایوسی کے بعد مشورہ
47	آسمانی بجلی کی گرج چمک	15	حزن یعقوب علیہ السلام
47	مشرکین کو سمجھانے کے لئے ایک مثال	16	حکم یعقوب علیہ السلام کہ دونوں بھائیوں کو تلاش کرو
47	ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے	17	حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسری ملاقات
48	حق اور باطل کی ایک مثال	18	حضرت یوسف علیہ السلام کی قیص اور معجزہ
49	حق کی پائیداری باطل کی بے ثباتی	19	یعقوب علیہ السلام کی بیٹائی لوٹ آئی
50	نیک کام کا اچھا جبکہ برے کام کا برا بدلہ	20	قافلہ یعقوب مصر میں
51	مومن بندوں کی نیک صفات	22	دعائے یوسف علیہ السلام اور موت کی دعا کرنے کی حقیقت
53	نافرمان بندوں کی علامات	25	انبیاء کو وحی کے ذریعے واقعات کی خبر دی جاتی ہے
54	دنیا کی حقیقت	26	شرک خفی کی حقیقت
		29	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
81	میدان محشر میں تمام مخلوقات جمع ہوگی	54	جنتیوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات
	قیامت کے دن شیطان کا اعتراف جرم اور اپنے	58	آقا علیہ السلام کی حوصلہ افزائی
82	تبعین سے اظہارِ لافعلی	59	قرآن کریم کی تعریف
84	کلمہ طیبہ اور شجرہ طیبہ کی مثال	60	انبیاء کے ساتھ مذاق کرنے والوں کو بھی مہلت ملی
86	قبر کا امتحان اور جزا و سزا	61	اللہ تعالیٰ ہی حقیقی محافظ ہے
94	نعت کی ناقدری کی سزا	62	جہنم کے عذاب اور جنت کے نظارے
	اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور صدقہ کا	64	نزول قرآن سے خوشی ایمانداروں کو ہوئی ہے
95	حکم دیتے ہیں	65	معجزات کا صدور رسولوں کے اختیار میں نہیں
96	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی شکرگزاری	68	نبی ﷺ کے ذمہ تبلیغ ہے
98	مکہ کے لئے دعائے امن	68	کافروں کی تدبیریں ناکام، اللہ کا ارادہ کامیاب
98	بچوں کی فراوانی کے لئے دعائے ابراہیم علیہ السلام	69	رسالت و نبوت کے منکر
99	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا	71	تفسیر سورہ ابراہیم
	اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مہلت سے ناجائز فائدہ نہ	71	مؤمن روشنی اور کافر تاریکی میں
100	اٹھاؤ	72	ہر نبی اسی قوم سے ہوتا تھا
	قیامت کے دن دنیا میں لوٹائے جانے کی آرزو	72	بنی اسرائیل کی طرف موسیٰ علیہ السلام کی بعثت
100	نامنظور	73	بنی اسرائیل پر اللہ کے احسانات
102	قیامت کے دن زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے	74	بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کا وعظ
104	اہل جہنم گندھک کے لباس میں قید	76	قوم کی ایذا رسانہوں پر انبیاء علیہم السلام کا اللہ پر توکل
105	قرآن کا لوگوں کے نام کھلا پیغام	77	اہل جہنم کی خوراک
106	تفسیر سورہ حجر	79	بے سود اعمال کی مثال
		80	کائنات رنگ و بو کا خالق

وَمَا أَتَىٰ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي فَلَبَّاهُ كَلِمَةً قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتی بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔ (۵۳) بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص ذاتی کاموں کیلئے مقرر رکھوں پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ تو تو ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانتدار ہے (۵۴) یوسف علیہ السلام نے کہا آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔ (۵۵)

نفس کی شرارتوں سے وہی بچتا ہے جس پر اللہ کا رحم ہو: [آیت: ۵۳-۵۵] پھر زلیخا (عزیز مصر کی بیوی) نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتی اور نہ اسے ہر قسم کے جرم سے بری کرتی ہوں نفس میں تو طرح طرح کے بد خیالات اور ناجائز تمنائیں آتی ہی ہیں اور وہ برائی کرنے پر اکساتا ہی رہتا ہے لہذا نفس کے دھوکے اور پھسلانے میں آ کر میں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے پھندے میں لانا چاہا (مگر وہ نہ آئے) کیونکہ نفس برائی پر ابھارتا تو ہے مگر جس کو اللہ رحم فرما کر بچالے (اس کو نہیں ابھارتا) بیشک میرا رب بخشے والا مہربان ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا ہی ہے یہی بات زیادہ مشہور اور قابل قبول ہے اور واقعہ کے سیاق و سباق سے بھی یہی بات زیادہ مناسب رکھتی ہے اور معنوی لحاظ سے بھی یہی زیادہ مطابق معلوم ہوتی ہے اور اسی کو امام ماوردی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو اس کے بارے میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں اس قول کی پوری حمایت و تائید کی ہے لیکن بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے یعنی ﴿ذَلِكَ لِيَعْلَمَ﴾ سے لے کر ﴿عَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ تک جس کا مطلب یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تاکہ عزیز مصر جان لے کہ اس کی بیٹی پیچھے اس کی بیوی کے بارے میں میں نے اس کی کوئی خیانت نہیں کی ابن حریر اور ابن ابی حاتم نے تو سوائے اس قول کے اور کوئی قول بیان ہی نہیں کیا چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے کہنے پر بادشاہ نے شہر کی عورتوں سے انکے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی اور زلیخا نے بھی اقرار کر لیا کہ حق بات یہی ہے میں نے ہی ان کو پھسلانے کی کوشش کی تھی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ صرف اس لئے کرایا تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ کیا اس دن بھی نہیں کی جب اس عورت نے آپ کا ارادہ کیا اور آپ نے اس عورت کا (واضع رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی نشانی (دلیل) نہ دکھائی دیتی تو اس وقت ضرور آپ اس کا ارادہ کر لیتے۔ مگر ان نشانیوں کو دیکھ کر آپ تقویٰ پر قائم رہے)۔ تب آپ نے فرمایا کہ ”میں اپنے نفس کو بری نہیں کہتا۔ نفس تو برائی کی ترغیب دیتا ہی ہے۔“ مجاہد سعید بن جبیر، مکرّمہ ابن ابی الہدیٰ، ضحاک، حسن، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں لیکن پہلا قول (یعنی اس کا زلیخا کا کلام ہونا) ہی زیادہ قوی اور ظاہر ہے۔

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُوا مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا جُرْ الْأُخْرَىٰ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا

يَتَّقُونَ ۝

ترجمہ: اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو ملک کا قبضہ دے دیا۔ کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے ہے۔ ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں ہم نیک کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ (۵۶) یقیناً ایمانداروں اور پرہیزگاروں کا اخروی اجر بہت ہی بہتر ہے۔ [۵۷]

= کیونکہ پچھلے کلام کا آخری حصہ عزیز کی بیوی زلیخا ہی کا ہے جو وہ سب کے سامنے بادشاہ سے بیان کر رہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس جگہ موجود نہ تھے (بلکہ جیل میں تھے) اس تمام گفتگو کے بعد بادشاہ نے ان کو بلوایا تھا۔ بوقت ضرورت اپنی قابلیت کو بیان کرنا: جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کھل گئی تو خوش ہو کر کہا کہ انہیں میرے پاس بلاؤ کہ میں انہیں اپنے خاص مشیروں میں کر لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے جب وہ آپ سے ملا آپ کی صورت دیکھی آپ کی باتیں سنیں آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں اس پر آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز بھی ہے کہ جب وہ ان جان لوگوں میں ہو تو اپنی قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے اس خواب کی بنا پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی آپ نے یہی آرزو کی کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں نیز اپنے علم کے مطابق عمل کر سکوں تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانت داری کا سچائی کا سلیقہ مندی کا اور کامل علم کا سکھ بیٹھ چکا تھا۔ اسی وقت اس نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے حاکم بن گئے: [آیت: ۵۶-۵۷] زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ یا اس قید اور تنہائی کو دیکھیں یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھیں۔ سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے صابروں کا صبر بھل لا کر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑی اور قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔ نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقوے والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت و سلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ ۱ الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی۔ پہلے اس عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اسی نے آپ کو خرید لیا تھا۔ آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطہیر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہ کیا یہ اس تمہارے ارادے سے بہتر نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے =

وَجَاءَ اخُوهُ يُوسُفَ فَدْخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝ وَلَبَّآ جَهَازَهُمْ

بِجَهَازِهِمْ قَالَ اِنتُونِي بِاَخِي لَكُمْ مِّنْ اَبِيكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّي اَوْفِي الْكَيْلِ وَاَنَا

خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝ قَالُوا

سَرَّ اَوْدَعْنَاهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ وَقَالَ لِفَتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا اِذَا انْقَلَبُوا اِلَى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

ترجمہ: یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اور یوسف کے پاس گئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ [۵۸] جب انہیں ان کا اسباب مہیا کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے ناپ بھی پورا دیا اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں۔ [۵۹] پس اگر تم اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ نہ ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ چکنا۔ [۶۰] انھوں نے کہا اچھا ہم اس کے باپ سے اس کی بابت بات چیت کر کے کوشش پوری کریں گے۔ [۶۱] اپنے خدمتگاروں سے کہا کہ ان کی پونجیاں انہی کی بور یوں میں رکھ دو کہ جب لوٹ کر اپنے اہل و عیال میں جائیں اور پونجیوں کو پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں۔ [۶۲]

= آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردی سے محروم تھے وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کنواری پایا پھر ان کے بطن سے آپ کے دواڑ کے ہوئے افراسیم اور میثا۔ افراسیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع علیہ السلام کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئیں جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شان باری تعالیٰ کے قربان جس نے اپنی فرماں برداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

برادران یوسف کی آمد: [آیت: ۵۸-۶۲] کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلہ اور اناج کو بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا۔ یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں کو بھی شامل تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو ادھ بھر کر غلہ عطا فرمایا کرتے تھے اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے۔ پس اس زمانے میں یہ بات ایک رحمت الہی تھی۔ یہ بھی مردی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا۔ دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے، تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے پس خود لوگ ان کی اولادیں اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا اور ان کے مال =

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ آيِهِمْ قَالُوا يَا بَانَا مَنِيْعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا
 نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ قَالَ هَلْ أَمْنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ
 أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَفِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ۝ وَلَمَّا فَتَحُوا
 مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوا يَا بَانَا مَا نَبْغِي هَذِهِ بِضَاعَتُنَا
 رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزِدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ذَلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ۝
 قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُوا مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَنْ يُحَاطَ
 بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝

ترجمہ: جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ ہم سے تو غلہ کا پیمانہ روک لیا گیا۔ اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی
 کو بھیجئے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں۔ [۶۳] کہا کہ مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے۔ جیسا اس
 سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا۔ پس اللہ ہی بہترین حافظ ہے اور ہے بھی وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان۔ [۶۴] جب انہوں
 نے اپنا اسباب کھولا تو انہوں نے اپنا سرمایہ موجود پایا جو ان کی جانب لوٹا دیا گیا تھا۔ کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیے۔ دیکھئے
 تو یہ ہمارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے خاندان کو رسد لادیں گے اور اپنے بھائی کی گمرانی رکھیں گے اور ایک اونٹ کا پیمانہ
 زیادہ لائیں گے۔ یہ تاپ تو بہت آسان ہے۔ [۶۵] یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم
 اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس پہنچا دو گے۔ جزا اس ایک صورت کے کہ تم سب گرفتار کر لئے جاؤ۔ جب
 انہوں نے پکا قول قرار دیدیا تو اس نے کہا کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔ [۶۶]

= بھی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ روایت بنو اسرائیل کی ہے جسے ہم صحیح جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے
 والوں میں برادران یوسف بھی تھے جو باپ کے حکم سے آئے تھے انہیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ
 نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے نزدیک
 بہت ہی پیارے تھے اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے تو بیک نگاہ سب کو پہچان لیا لیکن
 ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سودا گروں کے
 ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا اور یہ تو ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بچے جسے بحیثیت غلام بیچا تھا آج وہی عزیز مصر بن بیٹھا
 ہے اور ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انہیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے
 آ گئے؟ انہوں نے کہا یہ سن کر کہ آپ غلہ عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انہوں نے کہا
 معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ ہے۔ آپ

نے پوچھا تمہارے سوا ان کے اور لڑکے بھی ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تار تھا وہ تو ہلاک ہو گیا اسی کا ایک بھائی اور ہے اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا آپ کو اطمینان اور تسلی رہے۔ ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انہیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارات کی جائے اور اچھی جگہ ٹھرایا جائے۔ اب جب انہیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب کے آؤ تو لیتے آنا۔ دیکھو میں نے تم سے خوش سلوکی کی ہے اور تمہاری بڑی خاطر تواضع کی ہے اس طرح رغبت دلا کر پھر دھکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمہیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا بلکہ تمہیں اپنے نزدیک بھی نہ آنے دوں گا۔ انھوں نے وعدے کئے کہ ہم انہیں کہیں کر لالچ و کھا کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تاکہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدی سَدِی تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن رکھ لیا کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے لیکن یہ بات کچھ جی لوگ نہیں اسلئے کہ آپ نے تو انہیں واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں سے اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انہوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انہیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا ہو کہ اب گھر میں کیا ہوگا جسے لے کر یہ غلہ لینے کے لئے آئیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں گے تو اس بہانے ہی بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

برادران یوسف کی واپسی: [آیت: ۶۳-۶۶] بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انہوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تا وقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہیے ہم آپ اس کی نگہبانی کر لیں گے۔ ﴿تَكْتُمُ﴾ کی دوسری قرأت ﴿تُكْتَلُ﴾ بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم اس کے ساتھ کرو گے جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچ کر کوئی بات بنادی ﴿حَافِظًا﴾ کی دوسری قرأت ﴿حَفِظًا﴾ بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین حافظ اور نگہبان ہے اور ہے بھی وہ ﴿أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ﴾ میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچے کا ہے وہ دور کر دے گا مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پراگندگی کو دور کر دے گا اس پر کوئی کام مشکل نہیں نہ وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو روکتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کا برتاؤ: یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کا مال متاع ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر جب انھوں نے کجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو اپنی سب چیزیں جوں کی توں واپس موجود پائیں۔ تو اپنے والد سے کہنے لگے لیجئے اب آپ کو اور کیا چاہیے۔ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے اور بدلے کا غلہ پورا پورا دیدیا ہے۔ اب تو آپ بھائی صاحب کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ =

وَقَالَ يَبْنِي لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ط
وَمَا أَغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ط إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ج
وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ ط
مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ
قَضَاهَا ۖ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ع

ترجمہ: اور کہنے لگا: میرے بچو تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ کئی ایک دروازوں میں سے جدا جدا طور پر داخل ہونا۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کسی چیز کو تم سے نال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔ میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ [۶۷] جب وہ انہی راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا، گئے۔ کچھ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچالے۔ ہاں یعقوب علیہ السلام نے اپنے ضمیر کے ایک خطرے کو سرانجام دے لیا وہ ہمارے سکھلائے ہوئے علم کا عالم تھا لیکن اکثر الناس اسے جانتے نہیں۔ [۶۸]

== بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو انہیں ہمارے ساتھ کرنے میں تامل کیوں ہے؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری طرح کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے۔ یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجوں گا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ نہ کرے تم سب ہی گھر جاؤ اور چھوٹ نہ سکو چنانچہ بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کو سچ میں رکھ کر مضبوط عہد و پیمان کیا۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا اللہ تعالیٰ وکیل ہے اپنے پیارے بچے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ نقطہ کے مارے غلے کی ضرورت تھی اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹوں کو وصیت: [آیت: ۶۷-۶۸] چونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا حکم تھا۔ کیونکہ وہ سب اچھے خوب صورت، تو مند طاقتور، مضبوط دیدار و نوجوان تھے۔ اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو! تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو ہو کر جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے گھوڑے سوار کو یہ گرا دیتی ہے پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیر نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادے کو بدل سکے؟ اس کے فرمان کو نال سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہیے چنانچہ بیٹوں نے باپ کی حکم برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ اللہ کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذِنَ مُؤَدِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسِرْقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ۝ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ ۝ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ فَبَدَأَ أَبَاوَعِيثُهُمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ ۝ كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ۝ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۝ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ ۝ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: یہ سب جب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا کچھ رنج نہ کر۔ [۶۹] پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی کا پیالہ رکھ دیا۔ پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلے والو! تم لوگ تو چور ہو۔ [۷۰] انھوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ تمہاری کیا چیز گھونٹی ہے؟ [۷۱] جواب دیا کہ شاہی جام گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا۔ اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔ [۷۲] انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کیلئے نہیں آئے اور نہ ہم چور ہیں۔ [۷۳] انھوں نے کہا اچھا چور کی کیا سزا ہے اگر جھوٹے ہو۔ [۷۴] جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے۔ ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ [۷۵] پس یوسف علیہ السلام نے ان کے تھیلوں کی تلاش شروع کی اپنے بھائی کے تھیلے کی تلاش سے پہلے پھر اس جام کو اپنے بھائی کے تھیلے سے نکالا۔ ہم نے یوسف علیہ السلام کے لئے اسی طرح یہ تدبیر کی۔ اس بادشاہ کے انصاف کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ منظور الہی ہو۔ ہم جس کے چاہیں درجے بلند کر دیں ہر ذی علم سے فوقیت رکھنے والا دلا دلا سزا دی علم موجود ہے۔ [۷۶]

تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بند سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے اللہ کا علم ان کے پاس تھا۔ ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پہچان لیا: [آیت: ۶۹-۷۶] بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے گئے بھائی تھے انہیں لے کر آپ کے اور بھائی جب مصر پہنچے آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرایا۔ بڑی عزت و تکریم کی اور صلہ اور انعام و اکرام دیا۔ اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام و اکرام فرمایا ہے۔ اب تمہیں چاہیے کہ

قَالُوا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ فَأَسْرَهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ

وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ مَكَانٍ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ۝ قَالُوا يَا أَيُّهَا

الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبَاسِيخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدًا مَكَانَهُ ۚ إِنَّا نَنزِلُكَ مِنَ الْبُحْسَنِينَ ۝ قَالَ مَعَاذَ

اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ إِنَّا إِذًا ظَالِمُونَ ۝

ترجمہ: کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہ کیا۔ کہا کہ تم گھنڈیا رہے گے ہواور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ [۷۷] کہنے لگے کہ اے عزیز مصر اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے محسن شخص ہیں۔ [۷۸] یوسف علیہ السلام نے کہا ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے کی گرفتاری کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تو ہم یقیناً نا انصاف ہو جائیں۔ [۷۹]

بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو بھی ان پر نہ کھولو۔ میں کوشش میں ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

بھائی کو روکنے کی حکمت عملی: جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لد نے لگا تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اس میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا بلکہ دیسا ہی پیالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کے تھیلے میں رکھ دیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آ رہا ہے کہ اے قافلہ والو! تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے رک گئے۔ ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی گئی ہے۔ جواب ملا کہ شاہی پیانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا۔ سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا اور میں آپ ضامن ہوں۔

برادران یوسف کے مذہب میں چور کی سزا: اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات و خصائل سے واقف ہو چکے ہو ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں نہ ایسے ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیانے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہیے۔ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے۔ ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے۔ چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی۔ حالانکہ معلوم تھا کہ ان کے تھیلے خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو آپ نے یہ کام کیا اور جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلتا ہی تھا۔ نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت

یوسف علیہ السلام کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود یہی فیصلہ کر چکے تھے اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی کہلوایا تھا۔ جس کے درجے اللہ تعالیٰ بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے جیسے فرمان ہے ”تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔“ ① اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں (فَوَقَىٰ كَلِّی عَلَیْمٍ) ہے۔

یوسف علیہ السلام کی طرف چوری کی نسبت: [آیت: ۷۷] بھائی کے تھیلے میں سے جام نکلتا دیکھ کر بات بنا دی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کر لی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے اور اسے توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر پٹہ تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا بہن صاحبہ سے درخواست کی لیکن بہن نے جدائی کو ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔ ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحبہ نے فرمایا اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا اسی اثنا میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا پھر تلاش شروع کی گھر بھر چھان مارا نہ ملا۔ شور مچا آخر یہ پٹھری کہ گھر میں جو ہیں ان کی تلاشیاں لی جائیں گی گئیں کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی۔ ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو۔ اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

بنیامین کی قید اور بھائیوں کا منت سماجت کرنا: [آیت: ۷۸-۷۹] جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں ان کا ایک سگ بھائی پہلے ہی تم ہو چکا ہے جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چور ہیں۔ اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی، بھرے کوئی، چور کو رد کا جائے گانہ کہ شاہ کو۔ نا کردہ گناہ کو سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح نا انصافی اور بدسلوکی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْسَوْا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذُنَ لِيَ إِلَىٰ أُوْحُكُمُ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَكِيمِينَ ۖ [رُجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ۖ] ۖ وَسَلِّ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيَازَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۖ]

ترجمہ: جب یہ اس سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر پختہ قول قرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں تم زبردست قصور کر چکے ہو۔ پس میں تو اس سرزمین سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ والد صاحب خود مجھے اجازت نہ دیں۔ یا اللہ تعالیٰ میرا یہ معاملہ فیصلہ کر دے وہی بہترین حاکم ہے۔ [۸۰] تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ باجی آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم آپ جانتے تھے ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے تو نہ تھے۔ [۸۱] آپ اس شہر کے لوگوں سے دریافت فرمائیں جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ واللہ ہم بالکل سچے ہیں۔ [۸۲]

برادران یوسف کا مایوسی کے بعد مشورہ: [آیت: ۸۰-۸۲] جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھکارے سے مایوس ہو گئے انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کے حضور میں پہنچا دیں گے اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے الزام ثابت ہو چکا۔ ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی بٹھہر چکے۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے۔ اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں اب انہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کر لیں۔ پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو یوسف کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے۔ پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سمجھا دے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے کر جاؤں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روئیل تھا یا یہود تھا یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا انھوں نے روکا تھا۔ اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم باجی کے پاس جاؤ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کر لیں گے چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے۔ ہم سے تو مسئلہ کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرمائیے یا جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے کہ ہم نے صداقت امانت حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ رَاط فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ط عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي

بِهِمْ جَمِيعًا ط إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٧٧﴾ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا سَفَى عَلَى

يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَوْا تَذْكُرُ

يُوسُفَ حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٧٩﴾ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي

وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَاعْلَمُوا مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾

ترجمہ: کہا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنائی پس اب صبر ہی بہتر ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچا دے وہی علم و حکمت والا ہے۔ [۸۳] پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا آہ یوسف! اس کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہو چکی تھیں اور وہ غم کے مارے گھٹا جا رہا تھا۔ [۸۳] بیٹوں نے کہا واللہ تم ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل جاؤ یا ختم ہی ہو جاؤ۔ [۸۵] اس نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جن سے تم سراسر بے خبر ہو۔ [۸۶]

حزن یعقوب علیہ السلام: [آیت: ۸۳-۸۶] بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے پیرا ہن یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ تعالیٰ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھہر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقع لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حکم دے اور یہ اس کی رضامندی کے ساتھ واپس لوٹیں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے اس کی قضاء قدر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس سننے رنج نے پرانارنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد دل میں چمکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ﴿إِنَّا لِلَّهِ﴾ پڑھنے کی ہدایت صرف اسی امت کو کی گئی ہے اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقع پر ﴿يَا سَفَى عَلَى يُوسُفَ﴾ کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ غم نے آپ کو ناپاک کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گیس رہا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے رب! تو ایسا کر کہ ان تینوں ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے جواب ملا کہ اے داؤد (حضرت) ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کرنی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے تحت جگر کو الگ کر دیا اس نے بھی صبر کیا۔ تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا۔ ❶ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اس میں بیان ہوا =

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَآخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا
يَاْيِسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا يٰهٰ
الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاهْلٰنَا الضَّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ
وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿٨٨﴾

ترجمہ: میرے پیارے بچو تم جاؤ اور یوسف کی اور اس کے بھائی کی پوری طرح تلاش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ یقیناً
رحمت الہی سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔ [۸۷] پھر جب یہ لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ اے عزیز ہم
اور ہمارا خاندان بڑی تکلیف میں ہیں۔ ہم حقیر پونجی لے کر آئے ہیں پس آپ ہمیں پورا ناپنا دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے اللہ تعالیٰ خیرات
کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔ [۸۸]

= ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن
جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بہت ممکن ہے کہ اخف بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ روایت بنی
اسرائیل سے لی ہو جیسے کعب وہب وغیرہ سے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس موقع پر جب کہ بنیامین قید میں
تھے ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کیلئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں
ڈالے گئے میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سنداً
ثابت نہیں۔ بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ باجی آپ تو اسی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر
ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم
سے تو کچھ نہیں کہہ رہا میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں وہ بھلائیوں والا ہے
مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے
ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بیٹائی کیسے جاتی رہی اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یوسف کو رو کر آنکھیں کھو
بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ
میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی
شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا آپ کی شکایت کا اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے۔ ① یہ حدیث بھی غریب
ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

حکم یعقوب علیہ السلام کہ دونوں بھائیوں کو تلاش کرو: [آیت: ۸۷-۸۸] حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے
ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور (حضرت) یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں (تَحَسَّس) کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا =

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ يُوْسُفُ وَآخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جُهْلُونَ ﴿٨٩﴾ قَالُوا إِنَّكَ لَأَنْتَ

يُوْسُفُ ط قَالَ أَنَا يُوْسُفُ وَهَذَا آخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَصِيرُ

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسِنِينَ ﴿٩٠﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا

لَخٰطِئِينَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٩٢﴾

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے کہا جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی جہالت میں کیا کیا کیا؟ [۸۹] انھوں نے کہا شاید تو ہی یوسف ہے۔ جواب دیا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ بات یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکو کار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ [۹۰] انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے۔ اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم خطا کار تھے۔ [۹۱] جواب دیا آج تم پر کوئی ننگی بھرا الزام نہیں ہے۔ اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ [۹۲]

= ہے۔ اور برائی کی ٹٹول کے لئے (تَجَسُّس) کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہی جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے تم تلاش بند نہ کرو اللہ تعالیٰ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے پھر مصر پہنچے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قسط سالی نے ہمارے خاندان کو ستار کھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جس سے غلہ خریدتے اب ردی داہی ناقص بے کار کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں گو یہ بدلہ نہیں کہا جا سکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دیجئے جو کچی صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھرد دیجئے۔ ہماری خورجیاں پر کر دیجئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ﴾ کے بدلے ﴿فَأَوْفِرْ لَنَا بِنَا﴾ ہے یعنی ہمارے اونٹ غلہ سے لا دو دیجئے اور ہم پر صدقہ کیجئے۔ ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلے نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ! مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسری ملاقات: [آیت: ۸۹-۹۲] جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے۔ اپنے تمام دکھ روئے لگے۔ اپنے والد کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھرا یا نہ رہا گیا اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ زہری جہالت کا کرشمہ تھا۔ اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے ﴿فَمِنْ أَيْنَ رَبِّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ﴾ ① بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام =

إِذْهَبُوا بِقَبِيصِي هَذَا فَأَقُوهُ عَلَى وَجْهِ أُنَى يَاتٍ بَصِيرًا وَأَتُونِي بِأَهْلِكُمْ
 أَجْمَعِينَ ۝ وَلَكَا فَصَلَّتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنَِّّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ
 تَقِفُدُون ۝ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝

ترجمہ: میرا یہ کرتا تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں اور آجائیں۔ اور اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ [۹۳] جب یہ قافلہ جدا ہوا تو ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم مجھے کم عقل نہ بناؤ۔ [۹۴] وہ کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنی اسی پرانی غلطی پر قائم ہیں۔ [۹۵]

== کو اپنے تئیں ظاہر کرنے کا حکم الہی نہ تھا اب کی مرتبہ حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی تھی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دیدی اور کشادگی عطا فرمائی۔ جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ ۱ اب بھائی چونک پڑے۔ کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی۔ کچھ اس قسم کے سوالات کچھ حالات کچھ اگلے واقعات سب سامنے آ گئے۔ تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ پھڑنے کے بعد ملا دیا۔ تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا۔ تقویٰ اور صبر رائیگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد اپنی خطا کاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں آج کے دن کے بعد تمہیں یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا۔ میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر یہ الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہارِ خشکی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمائے وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کرنے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اور معجزہ: [آیت: ۹۳-۹۵] چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے تباہ یا ہوا ہو گئے تھے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لے کر تم ابا کے پاس جاؤ۔ اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی ان شاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی پھر انہیں اور اپنے گھرانے کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچادی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند یوسف کی خوشبو آ رہی ہے لیکن تم تو مجھے سترابہتر اکم عقل بوڑھا کہہ کر میری اس بات کو باور نہیں کرنے کے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا جو حکم الہی ہوا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرا ہن کی خوشبو پہنچادی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسی (۸۰) سال کی گزر چکی =

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ ۖ
 إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۖ قَالُوا يَا بَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا
 خَاطِئِينَ ۖ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ فَلَمَّا دَخَلُوا
 عَلَى يُوسُفَ أَوَى إِلَيْهِ أَبُوهُ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ أَمِينٌ ۖ وَرَفَعَ أَبُوهُ
 عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا بَنِي هَذَا تَوِيلُ رُءُيَايَ مِنْ قَبْلُ ۖ قَدْ
 جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ
 مِنْ بَعْدِ ۖ أَنْ تَزْعُمَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۖ إِنَّ رَبِّي لَطِيفٌ لِمَا يَشَاءُ ۖ إِنَّهُ
 هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۖ

ترجمہ: جب خوشخبری دینے والے نے پہنچ کر اس کے منہ پر وہ کرتا ڈالا اسی وقت وہ پھر سے بینا ہو گئے۔ کہنے لگا کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف کی وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ [۹۶] وہ کہنے لگا باجی آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بیشک ہم قصور وار ہیں۔ [۹۷] کہا اچھا میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا۔ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔ [۹۸] جب یہ سارا گھرانہ یوسف کے پاس پہنچ گیا تو یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر میں آؤ۔ [۹۹] اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے جب کہا کہ باجی یہ ہے میرے پہلے کے خواب کی تعبیر میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور تمہیں صحرا سے لے آیا اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا۔ میرا رب جو چاہے اس کے لئے بہترین تدبیر کرے گا اور ہے بھی وہ بہت علم و حکمت والا۔ [۱۰۰]

= تھی اور قافلہ اسی فرخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ وہ آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا۔ کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے۔

یعقوب علیہ السلام کی بیٹائی لوٹ آئی: [آیت: ۹۶-۱۰۰] کہتے ہیں کہ پیرا بن یوسف حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے یہود والائے تھے اس لئے کہ انھوں نے ہی پہلے جھوٹ موٹ وہ کرتا پیش کیا تھا جسے خون آلود کر کے لائے تھے اور باپ کو یہ سمجھایا تھا کہ یہ یوسف کا خون ہے۔ اب بدلے کیلئے یہ کرتا بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے بری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے یوسف کو

ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ اب بیٹے نام ہو کر اپنی خطا کا اقرار کر کے باپ سے استغفار طلب کرتے ہیں باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرمادے گا۔ اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے۔ میں صبح سحری کے وقت تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے اللہ تو نے پکارا میں نے مان لیا تو نے حکم دیا میں بجالایا یہ سحر کا وقت ہے پس توجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا انھوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ ”یہ رات جمعہ کی رات تھی۔“ ابن جریر میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”مرا داس سے یہ ہے کہ جب جمعہ کی رات آ جائے، لیکن یہ حدیث غریب ہے بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔“

قافلہ یعقوب مصر میں: بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے تئیں ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ اباجی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ بھائیوں نے یہی کیا۔ اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امر اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا اس کے جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو ان شاء اللہ امن اور بے خطر رہو گے۔ اب شہر میں داخلے کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور انھیں اونچے تخت پر بٹھایا۔ لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں سدی رحمہ اللہ کا قول بالکل ٹھیک ہے کہ جب پہلی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں اپنے پاس کر لیا۔ اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلے لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے (ابو۱۱) اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے ﴿اَوْتٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ﴾ ① میں ہے اور حدیث میں بھی ہے ((مَنْ اَوْتٰی مُحَدِّثًا)) ② پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آ جانے کے بعد انہیں جگہ دینے کے بعد ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر با آرام رہو سہو۔ مشہور ہے کہ اور جو قحط سالی کے سال باقی تھے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیے جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی کے باقی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے ہٹ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر بدعا کی ((اللہم اعنی علیہم بسبع کسبع یوسف)) ③ جب کہ قحط سالی سے تنگ آ کر ابوسفیان نے آپ سے شکایت کی اور بہت روئے پیٹے اور سفارش چاہی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حضرت

① ۱۲ / یوسف: ۶۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب حرم المدینۃ رقم: ۱۸۷۰؛ صحیح مسلم، ۱۳۷۰؛ ترمذی، ۲۱۲۷؛ ابو داود، ۲۰۳۴؛ نسائی، ۴۴۲۲؛ ابن حبان، ۳۲ / ۹؛ مسند ابی عوانہ، ۷۶ / ۵؛ مجمع الزوائد، ۳ / ۳۰۷؛ بیہقی، ۹۹ / ۶؛ السنن الکبریٰ، ۲۱۷ / ۴؛ مسند احمد، ۱۵۲ / ۱؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۵۰ / ۱؛ شعب الایمان، ۱۸۹ / ۱؛ المعجم الکبیر، ۲۷۳ / ۱۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الإستسقاء، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((اجعل سنین کسنی یوسف)) رقم: ۱۰۰۷؛ صحیح مسلم، ۲۷۹۸؛ ترمذی، ۳۲۵۴؛ مسند احمد، ۴۳۱ / ۱؛ بیہقی، ۳۵۲ / ۳؛ ابن حبان، ۸۰ / ۱۱؛ مسند الحمیدی، ۶۳ / ۱؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۳ / ۹؛ المعجم الکبیر، ۲۱۴ / ۹۔

یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر اور امام محمد بن اسحاق رحمہما اللہ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں۔ یہی بات ٹھیک بھی ہے۔

آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا اباجی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہوگئی۔ یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدے کو مطلقاً حرام کر دیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے قول کا ماحصل مضمون یہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا ”معاذ یہ کیا بات ہے۔“ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا ”اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے یہ سب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔“ ① اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا ”سلمان! مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس رب کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا ② الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا لیجئے اباجی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے۔ ﴿يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ﴾ ③ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ یہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا الحمد للہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا۔ فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ادلاج میں حسی کے نیچے رہا کرتے تھے اور موسیٰ پالتے تھے اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھیں۔

پھر فرماتے ہیں اسکے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلا دی تھی اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے دیسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے افعال اقوال قضا و قدر مختار و مراد میں وہ با حکمت ہے۔ سلیمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں یہ آخری مدت ہے۔ =

① سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب حق الزواج علی المرأة، (حدیث، ۱۸۵۳) وسندہ حسن۔

② ہمیں یہ روایت نہیں ملی۔

③ ۷/ الاعراف: ۵۳۔

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطَرَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۖ أَنْتَ وَبِىَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اے میرے پروردگار تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی۔ اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا دلی اور کارساز ہے تو مجھے مسلمان مارا اور نیکوں میں ملا دے۔ [۱۱]

= حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسی (۸۰) برس کے بعد ملے۔ تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ رب کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گزری۔ ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی (۸۳) سال کی تھی فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ڈالے گئے اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسی (۸۰) برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر ملاقات کے بعد تیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول قتادہ رضی اللہ عنہ تین (۵۳) برس کے بعد باپ بیٹے ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ (۱۸) سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس (۴۰) سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ (۱۷) سال زندہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں ان کی تعداد صرف تیسٹھ (۶۳) کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار (۱۷۰۰۰۰) کی تھی مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد و عورت تین سو نوے (۳۹۰) تھے۔ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی (۸۶) تھے یعنی مرد و عورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی گنتی چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) سے اوپر ادا تھی۔

دعاے یوسف علیہ السلام اور موت کی دعا کرنے کی حقیقت: [آیت: ۱۰۱] نبوت مل چکی بادشاہت عطا ہوگئی دکھ کٹ گئے ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما۔ جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں میں (صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ) بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ ”اے اللہ رفیق اعلیٰ میں ملا دے“ تین مرتبہ ① آپ نے یہی دعا کی ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہو کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کیلئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آجائے یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے۔ یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مارا نیک کاروں میں ملا اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو چنانچہ قتادہ رضی اللہ عنہ کا

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاته؛ صحیح مسلم، ۷۱۱۶؛ ۲۴۴۴؛ حاکم، ۸/۴؛ مؤطا

۲۳۹/۱؛ المعجم الاوسط، ۷۱/۴؛ احمد، ۸۹/۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷/۴۳۶؛ المعجم الکبیر، ۲۳/۳۳۔

قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں ملک مال عزت آبرؤ خاندان برادری کی بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے جیسے کہ یہ دعا ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ﴾ ① سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تم میں کوئی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اور اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے کہ اے اللہ! جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو مجھے موت دیدے۔“ ② بخاری و مسلم کی ③ اسی حدیث میں ہے کہ ”تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے تو بہت ممکن ہے اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گھیا گردہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ! جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔“ مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں وعظ فصیح کی اور ہمارے دل گرمادیئے۔ اس وقت ہم میں سب سے زیادہ رونے والے (حضرت) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ روتے ہی روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش میں مر جاتا۔ آپ نے فرمایا ”سعد میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟“ ④ تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے پھر فرمایا ”اے سعد! اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوگی تیرے حق میں بہتر ہے۔“ مسند میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو تم میں سے جو مرتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں۔“ ⑤ یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے جیسے کہ فرعون کے جادو گروں نے اس وقت دعا کی تھی جبکہ فرعون انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا کیا اے اللہ! ہم پر صبر بہادری اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب دروزہ سے گھبرا کر کھجوروں کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی

① ۷۱/نوح: ۲۸۔ ② صحیح بخاری، کتاب الدعاء بالموت والحياة، ۶۳۵۱؛ صحیح مسلم، ۲۶۸؛ احمد، ۱۰۱/۳

ابو داؤد، ۳۱۰۹؛ ابن ماجہ، ۴۲۶۵؛ ترمذی، ۹۷۱؛ نسائی، ۱۸۲۰۔ ③ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت رقم: ۵۶۷۱؛ صحیح مسلم، ۲۶۸۲؛ معنیٰ اور اس کے علاوہ لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل به فان كان لا بد متمنيا الموت کے الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں روایات موجود ہیں۔ نسائی، ۱۸۱۸؛ ابن حبان، ۲۶۷/۷؛ دارمی، ۲۷۵۸؛ السنن الکبریٰ، ۱/۵۹۹؛ احمد، ۲۶۳۔ ④ احمد، ۲۶۷/۵ وسندہ ضعیف جداً علی بن یزید ضعیف جداً ومعاذ بن رفاعة ضعیف؛ والمعجم الکبیر، ۸/۲۱۷، ح ۷۸۷۰؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۰۳۔

⑤ مسند احمد، ۲/۳۵۰ وسندہ ضعیف اس میں ابن لہیعہ مختلط راوی ہے (التقريب، ۱/۴۴ رقم: ۷۵۴) جبکہ بعض مفہوم کی روایت دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب العزم بالدعاء ولا یقل إن شئت ۲۶۸۲؛ میں موجود ہے۔ مزید دیکھئے ابن حبان، ۷/۲۸۵؛ بیہقی، ۳/۳۷۷۔

ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان و دل سے بھلا دی گئی ہوتی۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انھیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں۔ اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور صل نظر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بدعورت ہے نہ ماں بری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلاصی کر دی اور اپنے بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھادیا۔

ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ ”اے اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنے میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لے۔“ ① حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”دو چیزوں کو انسان اپنے حق میں بری جانتا ہے۔ موت کو بری جانتا ہے اور موت مومن کے لئے فتنے سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو انسان اپنے لیے برائی خیال کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے۔“ ② الغرض دینی فتنوں کے وقت طلب موت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا تو دعا کی کہ الہ العالمین مجھے تو اپنی طرف قبض کر لے یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو گیا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے بڑے معرکے پیش آئے تو آپ نے جناب باری سے دعا کی کہ اے اللہ! اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کاش کہ میں اس جگہ ہوتا۔“ ③ کیونکہ فتنوں بلاؤں زلزلوں اور غمیتوں نے ہر ایک مفتون کو فتنوں میں ڈال رکھا ہوگا۔“

ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لئے جن سے بہت تصور سرزد ہو چکے تھے استغفار کیا تو اللہ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انہیں بخش دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادران یوسف علیہ السلام نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے اباجی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے ہم نے بھائی یوسف علیہ السلام پر جو ظلم توڑے ہیں ظاہر ہیں۔ اب گویہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطا سے درگزر فرما جائیں لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھہری کہ آؤ اباجی کے پاس چلیں اور ان سے التجا کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی انہوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک ایسے اہم امر کے لیے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے اہم کام کے لیے آپ کے پاس نہیں آئے تھے۔ اباجی اور اے بھائی صاحب ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو اور ایسے ڈر کیوں رہے ہو؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا ہم نے بھائی پر کیسے ظلم و ستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر کہا کیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرمادی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے ہم دل سے معاف کر چکے تب لڑکوں نے کہا آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے جب تک کہ =

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، ۳۲۳۳ وهو حسن، احمد، ۴/۶۶، حاکم، ۱/۷۰۲، مجمع الزوائد،

۷/۱۷۷، المعجم الکبیر، ۸/۲۹۰۔

② احمد، ۵/۴۲۷ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۱۰/۲۵۷۔

③ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یغبط اهل القبور، رقم: ۷۱۱۵، صحیح مسلم، ۱۵۷۔

ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ

وَهُمْ يَمْكُرُونَ ۝ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا سَأَلْتَهُمْ

عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کی ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ انہوں نے اپنی بات ٹھان لی تھی اور وہ فریب کرنے لگے تھے۔ [۱۰۲] کو تو لاکھ چاہے لیکن اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے۔ [۱۰۳] تو ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا۔ یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے۔ [۱۰۴]

= اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ جواب دیا کہ یہی آپ ہمارے لئے اللہ سے بخش طلب فرمائیں یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہاں سے گئے گزرے۔ اسی وقت آپ کھڑے ہو گئے قبلے کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے بڑے ہی خشوع و خضوع سے جناب باری میں گڑ گڑا کر دعائیں شروع کیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے تھے حضرت یوسف آمین کہتے تھے کہتے ہیں کہ بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔ آخر بیس سال تک جبکہ بھائیوں کا خون خوف الہی سے خشک ہونے لگا تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندوں کی بشارت سنائی گئی۔ بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انہیں ملے گی۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں یزید رقاشی صاحب مری۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم و اسحاق کی جگہ میں دفن کرنا چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی اور ملک شام کی زمین میں آپ کو آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

انبیاء علیہم السلام کو وحی کے ذریعے واقعات کی خبر دی جاتی ہے: [آیت ۱۰۲-۱۰۴] حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام و کمال کا قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح بچایا اور کس طرح عروج و ترقی پر پہنچایا۔ اب اپنے نبی سے فرماتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری حجت قائم ہو جائے۔ تو اس ہیں تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں۔ اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے۔ تو اس وقت کچھ ان کے پاس تھوڑے ہی تھا جب وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کھلا داؤ فریب کر رہے تھے۔ کنوئیں میں ڈالنے کے لیے سب مستعد ہو گئے۔ صرف ہمارے بتلانے سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے قصے کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ ① حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی اس قسم کا ارشاد فرمایا کہ بجانب مغربی جب ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا۔ ② اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملا علی کی آپس کی گفتگو میں تو موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی =

وَكَايْنٍ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ أَفَأَمِنُوا أَن تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ

مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منہ موڑے گزر جاتے ہیں۔ [۱۰۵] ان میں اکثر لوگ باوجود اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔ [۱۰۶] کیا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کوئی عام عذاب آجائے یا ان پر ایک قیامت ٹوٹ پڑے اور وہ محض بے خبر ہی ہوں۔ [۱۰۷]

= تجھے بتلایا گیا۔ یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گزشتہ واقعات تو اس طرح لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے آپ پر چشم خود دیکھے ہیں اور تیرے ہی سامنے گزر رہے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت حکمت و موعظت سے پر ہیں جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے۔ باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مومن بن جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَإِنْ تُطِيعُوا أَكْثَرَكُمْ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَصْلُوكُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ① اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ الہی سے بہکا اور بھٹکا دیں گے۔ بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گواں میں بڑا بدوست نشان ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں۔ آپ جو کچھ بھی جفا کشی کر رہے ہیں اور مخلوق الہی کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھا رہے ہیں اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مخلوق کے نفع کے لیے ہے۔ یہ تو تمام جہاں کے لیے سرا سر ذکر ہے کہ وہ راہ راست پائیں۔ نصیحت حاصل کریں عبرت پکڑیں ہدایت و نجات پائیں۔

شرک خفی کی حقیقت: [آیت: ۱۰۵-۱۰۷] بیان ہو رہا ہے کہ قدرت کی بہت سی نشانیاں وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان کے سامنے ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین کیا یہ روشن ستارے یہ گردش والا سورج چاند یہ درخت اور یہ پہاڑ یہ کھیتیاں اور سبزیاں یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ زور سے چلنے والی ہوائیں یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ایک عقلمند کو اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں کہ وہ ان سے اپنے رب کی جواحد ہے جو فرد ہے جو واحد ہے جو لاشریک ہے جو قادر و قیوم ہے جو باقی اور کافی ہے ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفات کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک مبڑ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے پھر شرک سے دست برداری نہیں آسمان وزمین پہاڑ اور درخت کا انسان اور جن کا خالق اللہ کو مانتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں احرام باندھ کر لیکر پکارتے ہیں کہ اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں جو بھی شریک ہیں ان کا خود مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے کہ ہم حاضر ہیں اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”بس بس یعنی اب

آگے کچھ نہ کہو۔“ ① فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کی جائے۔ بخاری و مسلم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ”تیرا رب کے ساتھ شریک ٹھہرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔“ ② اسی طرح اس آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل بھی اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ ③ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود دھوکے میں ہیں۔ یہ نماز کو بڑے ہی ست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ ذکر اللہ تو برائے نام ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک ہوئے جاتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے ”اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا۔“ ④ ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”جھاڑ پھونک ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔“ ⑤ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے“ ⑥ (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صلحہ فرمانی ہیں کہ حضرت عبداللہ کی عادت تھی جب کبھی باہر سے آتے زور سے کھنکھارتے تھوکتے کہ گھر والے سمجھ جائیں اور آپ انہیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ برا لگے۔ ایک دن اسی طرح آپ آئے اس وقت میرے پاس ایک بوہیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم جھاڑا کرنے کو آئی تھی۔ میں نے آپ کی کھنکھاری کی آواز سننے ہی اسے چار پائی تلے چھپا دیا۔ آپ آئے میرے پاس میری چار پائی پر بیٹھ گئے اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کر میں نے باندھ لیا ہے۔ آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا اور فرمایا عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے خود میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”جھاڑ پھونک تعویذات اور ڈورے دھاگے شرک ہیں۔“ میں نے کہا یہ آپ کیسے فرماتے ہیں میری آنکھ دکھ رہی تھی میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دم جھاڑا کرتا تھا تو سکون ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مارا کرتا تھا اور اس کی پھونک سے وہ رک جاتا تھا تجھے یہ کافی تھا کہ وہ کہتی جو رسول اللہ نے سکھایا ہے۔ ((أَذْهَبَ الْبَأْسُ رَبَّ النَّاسِ أَشْفَى وَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشِفَاؤِكَ شِفَاءٌ لَا يَغَادِرُ سَقَمًا)) ⑦

① صحیح مسلم، کتاب الحج باب التلبیۃ وصفنتھا ووقتھا رقم: ۱۱۸۵؛ بیہقی، ۴۵/۵؛ المعجم الکبیر، ۱۹۸/۱۲۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ ۷۴۶۱؛ صحیح مسلم، ۸۶؛ ابو داود، ۲۳۱۰؛ ترمذی، ۳۱۸۲؛ ابن حبان، ۱۰/۲۶۱؛ مسند ابی عوانہ، ۵۹/۱؛ بیہقی، ۱۵/۸؛ السنن الکبریٰ، ۲۹۰/۲۔

③ النساء: ۱۴۲۔ ④ ترمذی، کتاب النذور والایمان، باب ماجاء فی أن من حلف بغیر الله فقد أشرك رقم: ۱۵۳۵ وهو صحیح مزید دیکھئے ابو داود، ۳۲۵۱؛ ابن حبان، ۱۰/۲۰۰؛ حاکم، ۶۵/۱؛ مسند ابی عوانہ، ۴۴/۴؛ مسند الطیالسی، ۱۸۹۶؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۵۹۲۶؛ احمد، ۳۴/۲۔

⑤ ابو داود، کتاب الطب باب فی تعلیق التمام: ۳۸۸۳ وسندہ ضعیف سلیمان الاعمش راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ابن ماجہ، ۳۵۳۰؛ احمد، ۱/۳۸۱؛ ابن حبان، ۶۰۹۰؛ بیہقی، ۳۵۰/۹۔

⑥ ترمذی، کتاب السیر باب ماجاء فی الطیرۃ ۱۶۱۴ وسندہ صحیح، ابو داود، ۳۹۱۰؛ ابن ماجہ، ۳۵۳۸۔

⑦ مسند احمد، ۱/۳۸۱ سندہ ضعیف، ابو داود، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمام، ۳۸۸۳ وسندہ ضعیف اعمش مدلس کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ مسند ابی یعلیٰ، ۵۲۰۸؛ البغوی، ۳۲۴۰؛ ابن ماجہ، ۳۵۳۰۔

مسند احمد کی اور حدیث میں عیسیٰ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن حکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کے لیے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ذورادھا گا لٹکا لیں تو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا میں ذورادھا گا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”جو شخص جو چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔“ ① آپ ﷺ نے فرمایا جس نے تمہیں لٹکایا اس نے شرک کیا ② مسند میں ہے ”جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے اللہ اس کا کام پورا نہ کرے اور جو شخص اسے لٹکائے اللہ اسے لٹکا ہوا ہی رکھے۔“ ③ ایک حدیث قدسی میں ہے ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے بے نیاز و بے پرواہ ہوں جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھہرائے میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں“ ④ (مسلم)۔ مسند میں ہے ”قیامت کے دن جبکہ اول آخر سب جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ جس نے اپنے عمل میں شرک کیا ہے وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کر لے اللہ تعالیٰ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے“ ⑤ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں ”مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے۔“ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا ”ریا کاری قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ریا کارو تم جاؤ اور جن کے دکھائے سنانے کے لیے تم نے عمل کئے تھے انہی سے اپنا اجر طلب کرو اور دیکھو کہ وہ دیتے ہیں یا نہیں؟“ ⑥ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں ”جو شخص کوئی بد شکونی لے کر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہو گیا۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا حضور پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہنا ((اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ)) ⑦ یعنی اے اللہ! سب بھلائیاں سب نیک شکون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تیرے سوا کوئی بھلائیوں اور نیک شکونیوں والا نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ لوگو شرک سے بچو وہ توجیوئی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن حرب اور حضرت قیس بن مضارب کھڑے ہو گئے اور کہا یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی شکایت کریں۔ آپ نے فرمایا لو دلیل لو ہمیں حضرت محمد ﷺ نے ایک دن خطبہ سنایا اور فرمایا ”لوگو شرک سے بچو وہ توجیوئی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔“ پس کسی نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس سے بچاؤ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا ”یہ دعا پڑھا کرو۔“ ((اللَّهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُّشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ وَنَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ))۔ ⑧

حضرت ابو بکر صدیق سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ((الشرك اخفى فيكم من ديب.....)) الخ ⑨

① احمد، ۴/۳۱۰ وسندہ ضعیف، ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی کراهیة التعلیق ۲۰۷۲ وسندہ ضعیف محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ راوی ضعیف ہے۔ حاکم، ۴/۲۱۶؛ ابن حبان، ۷۵۰۳؛ المعجم الکبیر، ۹۶۰۳۔

② احمد، ۴/۱۵۶ وسندہ صحیح۔

③ احمد، ۴/۱۵۴ وسندہ حسن، ابن حبان، ۶۰۸۶؛ حاکم، ۴/۱۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۷۵۹؛ الطحاوی، ۴/۳۲۵؛ مجمع الزوائد، ۵/۱۰۳؛ بیہقی، ۹/۳۵۰؛ مسند الشامیین، ۱/۱۴۶۔

④ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب تحریم الربا، ۲۹۸۵؛ ابن ماجہ، ۴۲۰۲۔

⑤ احمد، ۳/۴۶۶ وسندہ حسن، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب تفسیر سورة الکہف ۳۱۵۴ وسندہ حسن، ابن ماجہ، ۴۲۰۳؛ ابن حبان، ۲/۱۳۱؛ المعجم الکبیر، ۷۷۸۔

⑥ احمد، ۵/۴۲۸ وشرح السنة للبغوی، ۴۱۳۵، وسندہ حسن۔

⑦ احمد، ۲/۲۲۰ وهو حدیث حسن، عبد اللہ بن وہب فی الجامع، ۱/۱۱۰۔

⑧ احمد، ۴/۴۰۳ وسندہ ضعیف، ابو علی رجل من بنی کاهل مجهول الحال راوی ہے۔ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۲۳۔

⑨ ابو یعلیٰ، ۵۸، ۶۱ وسندہ ضعیف۔

④ ١٦ / النحل: ٤٥ - ⑤ ٧ / الاعراف: ٩٧، ٩٩ -

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرَى ۚ اَفَلَمْ
يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَكَذٰلِكَ
الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰتَقُوْا ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ: تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے ہیں سب شہری مرد ہی تھے۔ جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے کیا زمین میں چل پھر کر
انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہت ہی بہتر ہے۔ کیا پھر
بھی تم نہیں سمجھتے۔ [۱۰۹]

نبوت و رسالت مردوں میں ہی رہی: [آیت: ۱۰۹] بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے نہ کہ عورتیں۔ جمہور اہل
اسلام کا یہ قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ہوئی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ
کی بیوی حضرت سارہ، موسیٰ کی والدہ اور عیسیٰ کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو ان کے لڑکے اسحاق اور
پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے تمام جہان کی عورتوں پر اے مریم
اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہ اس کے لیے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ ① اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو
ہم ماننے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنا حکم کسی کی
نبوت کے لیے دلیل نہیں۔ اہل سنت جماعت کا سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں۔ ہاں ان میں صدیقات
ہیں جیسے کہ سب سے اشرف و افضل عورت حضرت مریم علیہا السلام کی نسبت قرآن میں فرمایا ہے ﴿وَاَمَّا صِدْقَةٌ﴾ ② پس اگر وہ نبیہ
ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے رہے نہ کہ آسمان
سے کوئی فرشتہ اترتا ہو چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا اَنَّهُمْ لِيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى
الْاَسْوَاقِ﴾ ③ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں آمد و رفت بھی رکھتے تھے وہ
ایسے جتنے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں نہ ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہ ہوں۔ ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے
کیے۔ انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا نجات دی اور سرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ ④ اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا
كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ⑤ اے نبی! میں کوئی پہلا رسول تو نہیں؟ یاد رہے کہ اہل قرئی سے مراد اہل شہر ہیں نہ کہ بادیہ نشین وہ تو بڑے کج
طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بستیوں کے دور والے پرے
کنارے کے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی نیڑے تر تھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے ﴿الْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا﴾ ⑥ جنہوں
میں رہنے والے بد کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں۔ قنادہ بھی یہی مطلب بیان فرماتے ہیں کیونکہ شہریوں میں علم و حلم زیادہ ہوتا ہے۔

① ۳/ آل عمران: ۴۲، ۴۳۔ ② ۵/ المائدہ: ۷۵۔ ③ ۲۵/ الفرقان: ۲۰۔

④ ۲۱/ الانبیاء: ۸، ۹۔ ⑤ ۴۶/ الاحقاف: ۹۔ ⑥ ۹/ التوبة: ۹۷۔

حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَرَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ

نَشَاءُ ۖ وَلَا يَرُدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٠﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب رسول نامید ہونے لگے اور یہ خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا۔ فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی جسے ہم نے چاہا۔ اسے نجات دی گئی۔ بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گنہگاروں سے واپس نہیں کیا جاتا۔ [۱۰]

ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اس نے اسے بہت کم سمجھا۔ آپ نے اور دیا اور دیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا پھر فرمایا ”میرا تو جی چاہتا ہے کہ سوائے قریش اور انصاری اور ثقفی اور دوسری لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔“ ① ایک حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”وہ مؤمن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے غلط ملط ہو نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے۔“ ② یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں کہ اپنے سے پہلے کے جھٹلانے والوں کی حالتوں کو دیکھیں اور ان کے انجام پر غور کریں جیسے فرمان ہے ﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُوا لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا﴾ ③ الخ۔ یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھ رہے ہوتے۔ ان کے کان سن لیتے ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عتاب الہی انہیں غارت کر دیتا ہے۔ عالم آخرت ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گزار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی۔ اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدہ الہی ہے ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ ④ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی امداد کریں گے۔ اس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے۔ ان پر لعنت برے گی اور ان کے لیے برا گھر ہوگا۔ گھر کی اضافت آخرت کی طرف کی جیسے صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحہ الاولیٰ اور یوم النہیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کا انجام: [آیت: ۱۱۰] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر پورے موقع پر اترتی ہے۔ دنیا کے جھکے جب زوروں پر ہوتے ہیں مخالفت جب تن جاتی ہے اختلاف جب بڑھ جاتا ہے دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے انبیاء اللہ کو جب چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا ہے مع اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچتی ہے۔ ﴿كُذِّبُوا﴾ اور كُذِّبُوا دونوں قراتیں ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرات ذال کی تشدید سے ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ لفظ کُذِّبُوا ہے یا ﴿كُذِّبُوا﴾ ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا كُذِّبُوا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں

① ترمذی، کتاب المناقب، باب فی تقیف وینی حنیفہ، ۳۹۴۵ و مسند حسن، ابو داود، ۳۵۳۷؛ نسائی، ۲۷۹۰؛ مختصر۔

② ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب فی فضل المخالطۃ مع الصبر علی أذى الناس: ۲۵۰۷۔ وهو صحیح، ابن ماجہ، ۴۰۳۲؛

بیہقی، ۸۹/۱۰؛ ابن ابی شیبہ، ۲۹۳/۵؛ احمد، ۴۳/۲؛ شعب الایمان، ۱۲۷/۷؛ الادب المفرد، ۳۸۸۔

③ ۲۲/الحج: ۴۶۔ ④ ۴۰/غافر: ۵۱۔

نے گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے تو یہ گمان کی کوئی بات تھی یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا بے شک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آئے کہ ایماندار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں آئی کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہوگی۔ اب مدد الہی آئی اور انہیں غلبہ ہوا۔ تم اتنا تو خیال کرو کہ ﴿كُذِّبُوا﴾ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ کیا انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انہیں رب کی طرف سے جھوٹ کہا گیا؟ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿كُذِّبُوا﴾ ہے۔ آپ اس کی دلیل میں آیت ﴿حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ﴾ ② پڑھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انبیاء اور ایماندار کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں ہے۔ یاد رکھو مدد الہی بالکل قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سختی سے انکار کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے آپ کو یقین کامل تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ آخری دم تک کبھی اللہ نہ کرے آپ کے دل میں یہ وہم ہی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ الہی غلط ثابت ہوگا یا ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں یہاں تک کہ ان کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلانہ رہے ہوں۔ ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی ﴿كُذِّبُوا﴾ پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو میں نے رسول اللہ کی زوجہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ وہ ﴿كُذِّبُوا﴾ پڑھتی تھیں۔ یعنی ان کے ماننے والوں نے انہیں جھٹلایا۔ پس ایک قرأت تو تنہا کے ساتھ ہے دوسری تخفیف کے ساتھ ہے۔ پھر اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو وہ مروی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھ کر فرمایا یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مانگی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا اسی وقت اللہ کی مدد آجھنچی اور جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا نجات بخشی۔ اسی طرح کی تفسیر اوروں سے بھی مروی ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت ہمیں بتلائیے اس لفظ کو کیا پڑھیں۔ مجھ سے تو اس لفظ کی وجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کا پڑھنا ہی جھوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا سنو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مان کر دے گی۔ اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا۔ اگر میں یہاں سے یمن پہنچ کر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میں اسے بھی بہت آسان جانتا۔ مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا یہ جواب سنا اٹھ کر آپ سے معاف کیا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی۔ بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ بلکہ مجاہد کی تو قرأت ذال کے زبر سے ہے یعنی ﴿كُذِّبُوا﴾ ہاں بعض مفسرین فاعل ﴿وَكُذِّبُوا﴾ کا فاعل مؤمنوں کو بتلاتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مؤمنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت الہی میں دیر دیکھ کر ان کی قوم گمان کرنے لگی کہ ان کو جھوٹے وعدے دیئے گئے تھے۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے مروی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریر =

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ط مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ
تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے یقیناً نصیحت اور عبرت ہے۔ یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں اور کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے ہر چیز کی اور ہدایت اور رحمت ہے ایماندار لوگوں کے لیے۔ [۱۱۱]

== بھی قول صدیقہ کی طرف داری کرتے ہیں اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔
ماضی کے واقعات باعث عبرت و نصیحت ہیں: [آیت: ۱۱۱] نبیوں کے واقعات مسلمانوں کی نجات کافروں کی ہلاکت کے قصے
عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں بلکہ اگلی آسمانی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ ان میں جو حقیقی
باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں انہیں سچا بتاتا ہے اور جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اسے چھانٹ دیتا ہے۔ جو باتیں ان کی باقی رکھنے کی تھیں انہیں
اور جو احکام منسوخ ہو گئے انہیں بیان کرتا ہے۔ ہر ایک حلال و حرام محبوب و مکروہ کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات و اجبات
مستحبات و محرمات مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے۔ اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے اللہ تعالیٰ جل و علا کے صفات بیان فرماتا ہے اور
بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں انکی اصلاح کرتا ہے مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت
اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مؤمنوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔ ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے
سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں۔ اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ ہمیں بھی دنیا و آخرت میں ایسے ہی مؤمنوں کا ساتھ دے اور قیامت کے دن جبکہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے
منہ کالے ہو جائیں گے ہمیں مؤمنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے۔ آمین۔

الحمد لله سورة يوسف کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

www.Sirafat.com

تفسیر سورۃ رعد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْمَرَّةَ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ ۖ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی

عَلَى الْعَرْشِ وَسَحَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ

يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بَلِقَاءَ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ رحمان و رحیم کے نام سے

یہ ہیں قرآن کی آیتیں اور جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے سب حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ [۱] اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے ہر ایک میعاد معین پر پشت کر رہا ہے۔ وہی کام کی تدبیر کرتا ہے وہ اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام باتیں حق ہیں: [آیت ۱: ۲] سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں اور یہ بھی ہم کہہ آئے ہیں کہ جس سورت کے اول میں یہ حروف آئیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام الہی ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ مراد کتاب سے توراۃ انجیل ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف ڈال کر اور صفحہ اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ ﴿الْحَقُّ﴾ خبر ہے اس کا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے یعنی ﴿الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ لیکن ابن جریر کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائدہ ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد ہٹ دھرمی اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

آسمان اور عرش کی تخلیق: کمال قدرت اور عظمت سلطنت ربانی دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا ہے۔ زمین سے آسمان کو اللہ تعالیٰ نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے ارد گرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے۔ زمین سے پانچ سو (۵۰۰) سال کی راہ پر ہے۔ ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اسی کی اپنی موٹائی اور ڈل بھی پانچ سو (۵۰۰) سال کے فاصلے کا ہے۔ پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر

چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں جیسے فرمان الہی ہے ﴿اِنَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ ① یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین حدیث شریف میں ہے ”ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ چھیل میدان میں کوئی حلقہ ہو ② اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔“ ③

بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یا قوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے لیکن ایسا بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبة کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے اور آیت ﴿وَيُمْسِكُ السَّمَاءُ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ﴾ ④ سے بھی یہی ظاہر ہے پس ﴿تَرَوْنَهَا﴾ اس نفی کی تاکید ہوگی۔ یعنی آسمان بلا ستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو یہ ہے کمال قدرت امیہ بن ابوالصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے ⑤ اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ہیں جن میں ہے۔

وَأَنْتَ الَّذِي مِنْ فَضْلٍ مَنِّ وَرَحْمَةٍ
لَقُلْتُ لَهُ: كَذُفَبٌ وَمَارُونَ كَادُعُوا
وَقُولُوا لَهُ: هَلْ أَنْتَ مَسْوِيَةٌ هَذِهِ
وَقُولُوا لَهُ: أَنْتَ رَكْعَتٌ هَذِهِ
وَقُولُوا لَهُ: هَلْ أَنْتَ مَسْوِيَةٌ وَسَطُهَا
وَقُولُوا لَهُ: مَنْ يُرْسِلُ الشَّمْسَ غَدُوَّةً
وَقُولُوا لَهُ: مَنْ أَنْتَ الْحَبَّ فِي الْقُرَى
وَيَخْرُجُ مِنْهُ حَبَّةٌ فِي رُؤُوسِهِ
بَعَثْتَ إِلَى مُوسَى رَسُولًا مِّنَّا دِينًا
إِلَى اللَّهِ لِرُغْوَنِ الَّذِي كَانَ طَاغِيًا
بَلَا وَكَدٍ حَتَّى اسْتَقَلَّتْ كَمَا هِيَ؟
بَلَا عَمَلٍ أَوْ قُرْبَى ذَلِكَ بَالِيًا؟
مُسِيرًا إِذَا مَا جَنَّكَ الْيَلُ هَادِيًا؟
لَيُصْبِحَ مَا مَسَّتْ مِنَ الْأَرْضِ طَاجِيًا؟
لَيُصْبِحَ مِنْهُ الْعُشْبُ يَهْتَزُّ رَاجِيًا
لَفِي ذَلِكَ آيَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيًا

یعنی تو وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مع ہارون علیہ السلام کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمایا کہ اس سرکش کو قاتل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے وانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورہ اعراف میں گزر چکی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے۔ کیفیت، تشبیہ، تعطیل، تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر اور بلند و بالا ہے۔ سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج برابر اپنی جگہ چل رہا =

① ۶۵ / الطلاق: ۱۲۔ ② الطبری، ۳۹۹ / ۵ وسندہ ضعیف اس میں عبد الرحمن بن زید العدوی راوی ہے اس کو علی بن مدینی، ابوداؤد

اور نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب الکمال ۴ / ۴۰۴، رقم: ۳۸۰۸)

③ ابن جریر وسندہ ضعیف جداً۔ ④ ۲۲ / الحج: ۶۵۔

⑤ ضعیف جداً دیکھئے (السلسلة الضعيفة: ۱۵۴۶)

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ
 جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى اللَّيْلُ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ
 يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرَاتٍ وَجَدَّتْ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ
 وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَى بِبَاءٍ وَآحِدٍ ۖ وَنُفِضَ لِبَعْضِهَا عَلَى
 بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: اسی نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں۔ اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دو ہرے
 دو ہرے پیدا کر دیے ہیں رات کو دن سے چھپا دیتا ہے۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ [۳] اور زمین
 میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھجوروں کے درخت ہیں شاخ دار اور
 بعض ایسے ہیں جو دو شاخے نہیں۔ سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں اس میں
 عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [۴]

= ہے۔ ① اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملتی ہے۔ یہ اور تمام ستارے یہاں تک
 پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قہر ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ
 محیط نہیں۔ اس لیے کہ اسکے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں اور یہ بات آسمان مستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں
 نہیں آ سکتی۔ جو بھی غور کرے گا اسے سچ مانے گا۔ آیات و احادیث کا جانچنے والا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ (وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ) صرف
 سورج چاند کا ہی ذکر یہاں اس لیے ہے کہ ساتویں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں۔ پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور
 اولیٰ مسخر ہوئے جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سے مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور روایت میں تصریح بھی موجود ہے۔
 فرمان ہے ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ﴾ ② یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں وہی
 خلق و امر والا ہے وہی برکتوں والا ہے۔ وہی رب العالمین ہے۔ وہ آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم
 اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملکہ کا بیان: [آیت: ۳-۴] اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا۔ یہاں عالم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے۔ زمین
 کو طول و عرض میں پھیلا کر اللہ تعالیٰ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں۔ اس میں دریاؤں اور
 چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل و صورت، مختلف رنگ، مختلف ذائقوں کے پھل پھول درخت اس سے سیراب
 ہوں۔ جوڑ جوڑ میوے اس نے پیدا کئے کھئے میٹھے وغیرہ رات دن برابر ایک دوسرے کے پے در پے برابر آتے جاتے رہتے ہیں۔
 ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ پس مکان، مکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کو ان حکمتوں =

وَأِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا تُرْبَاءً إِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَٰئِكَ

الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥﴾

ترجمہ: اگر تجھے تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ کہنا بھی عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے کیا ہم نئی پیدائش میں ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا۔ یہی ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ اور یہی ہیں جو جہنم کے رہنے والے ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ [۵]

= کو اور ان دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں پھر قدرت کو دیکھے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ ایک کی مٹی سرخ دوسرے کی سفید یہ زرد یہ سیاہ یہ پتھریلی یہ نرم یہ میٹھی یہ شور ایک ریتیلی، ایک صاف غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل خود مختار مالک الملک لا شریک ایک وہی اللہ تعالیٰ خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا ﴿زُرْعٌ وَ نَخِیلٌ﴾ کو اگر ﴿جَنَّتْ﴾ پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہیے اور ﴿أَعْنَابٌ﴾ پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ ائمہ کی جماعت کی دونوں قراتیں ہیں۔ ﴿صُنُونٌ﴾ کہتے ہیں ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریں۔ ﴿عُتْرُ صُنُونٌ﴾ جو اس طرح نہ ہو ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے بچے کو ﴿صُنُونُ الْاَبِّ﴾ کہتے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ آیا ہے کہ حضور نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ”کیا تمہیں معلوم ہیں کہ انسان کا چچا شل باپ کے ہوتا ہے“ ① براءؓ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخ و درخت کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی ﴿صُنُونٌ﴾ اور ﴿عُتْرُ صُنُونٌ﴾ ہے۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کے لیے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا لیکن ہر مزے اور پھل میں کی بیشی میں بے انتہا فرق ہے کوئی میٹھا ہے کوئی کٹھا ہے۔ حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی ② الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف رنگ کا اختلاف بو کا اختلاف مزے کا اختلاف پتوں کا اختلاف تردنازگی کا اختلاف ایک بہت میٹھا ایک سخت کڑوا ایک نہایت خوش ذائقہ ایک بے حد بد مزہ۔ رنگ کسی کا زرد کسی کا سرخ، کسی کا سفید، کسی کا سیاہ۔ اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف۔ حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لیے عبرتیں ہیں۔ اور فاعل مختار اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے عقلمندوں کے لیے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی دوانی ہیں۔

انکار قیامت کا بیان: [آیت: ۵] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں۔ یہ ہیں ہی ایسے اتنی اتنی نشانیاں دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ پھر قیامت کے منکر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار =

① صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی تقدیم الزکاة ومنعها ۹۸۳، ابو داود، ۱۶۶۳، بیہقی، ۶/۱۶۳، دار فطنی، ۲/۱۲۳۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الرعد ۳۱۸، وسندہ ضعیف أمش بدس کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلُ ط وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ①

ترجمہ: جو تجھ سے سزا کی طلبی میں جلدی کر رہے ہیں راحت سے پہلے ہی یقیناً ان سے پہلے سزائیں بطور مثال گزر چکی ہیں۔ بے شک تیرا رب البتہ بخشنش والا ہے لوگوں کی بے جا حرکتوں پر بھی۔ اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ تیرا رب بڑی سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ [۱]

= پیدا کرنے کے بہت آسان ہے۔ جیسے فرمان الہی ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْصِ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ يُخَيِّصَ الْمَوْتٰی بَلٰی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①﴾ یعنی جس نے آسمان اور زمین بغیر تھکے پیدا کر دیا کیا وہ مردود کو جلانے پر قادر نہیں؟ بے شک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل یہ کفار ہیں۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے اور یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

عذاب کا وقت مقرر ہے: [آیت: ۶] یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر عذاب الہی جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ تجھ پر ذکر الہی اترتا ہے ہمارے نزدیک تو تو پاگل ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں۔ جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت و سہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ ②﴾ دو آیتوں تک اور ایک جگہ ہے ﴿مَسٰلٍ مَّسٰلٍ ③﴾ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی بچا رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اس سے برحق جان رہے ہیں۔ ④ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ قیامت سے پہلے ہی ہمارا معاملہ نمٹا دے۔ ⑤ اور آیت میں ہے کہ کہتے تھے کہ اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ ⑥ مطلب یہ ہے کہ بوجہ اپنے کفر و انکار کے عذاب الہی کا آنا محال سمجھ کر اس قدر غرور اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذابوں کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب الہی میں پکڑ لیے گئے۔ یہ تو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم و کرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا ورنہ روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے۔ دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگزر فرماتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت اور بہت درد دھک دینے والے ہیں چنانچہ فرمان ہے ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ⑦﴾ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے لیکن اس کے آئے ہوئے عذاب گنہگار پر سے نہیں ہٹائے جاسکتے۔ اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا اور بخشنے اور مہربانی کرنے والا ہے۔ ⑧ اور آیت میں ہے ﴿تَبٰی عِبَادِیْ ⑨﴾ میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور و رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک ہیں۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں امید و بیم خوف و لالچ کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے =

① ۴۶ / الاحقاف: ۳۳۔ ② ۲۹ / العنکبوت: ۵۵، ۵۳۔ ③ ۷۰ / المعارج: ۱۔

④ ۴۲ / الشوری: ۱۸۔ ⑤ ۳۸ / ص: ۱۶۔ ⑥ ۸ / الانفال: ۳۲۔

⑦ ۶ / الانعام: ۱۴۷۔ ⑧ ۷ / الاعراف: ۱۶۷۔ ⑨ ۱۵ / الحجر: ۴۹۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ
وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا
تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ①

ترجمہ: اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اتارا گیا۔ بات یہ ہے کہ تو صرف آگاہ کرنے والا ہے۔
اور ہر قوم کے لیے ہادی ہے۔ [۷] آمادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی۔ ہر چیز اس کے
پاس انداز سے ہے۔ چھپے کھلے کا وہ عالم ہے۔ [۸] سب سے بڑا اور سب سے بلند والا۔ [۹]

= اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگزر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی
نہ رہتا اور اگر اس کا دم کا ناؤ رانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پرواہی سے ظلم و زیادتی میں مشغول ہو جاتا۔“ ① ابن عساکر میں ہے
کہ حسن بن عثمان ابوحسان رمادی رحمہ اللہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے
اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں جس پر فرمان باری سرزد ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں تجھ پر آیت
﴿وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ﴾ نازل فرمائی ہے۔ ابوحسان فرماتے ہیں اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے: [آیت: ۷-۹] کافر لوگ اذروئے اعتراض کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے
لے کر آئے یہ پیغمبر کیوں نہیں لائے مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنادیتے یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں سے ہٹ جاتے اور یہاں سبزہ اور
نہریں ہو جاتیں۔ پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے مگر اگلوں کی طرح ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے
ہی عذاب ان پر آ جاتے۔ تو ان کی ان باتوں سے مغموں و متشکرنہ ہو جایا کر تیرے ذمے تو صرف تبلیغ ہی ہے تو ہادی نہیں۔ ان کے نہ
ماننے سے تیری پکڑ نہ ہوگی۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے یہ تیرے بس کی بات نہیں ہر قوم کے لیے رہبر اور داعی ہے یا یہ مطلب کہ
ہادی میں ہوں تو ڈرانے والا ہے اور آیت میں ہے۔ ﴿وَإِنَّ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ ② ہر امت میں ڈرانے والا گزرا ہے
اور مراد یہاں ہادی سے پیغمبر ہے۔ پس پیشوار ہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے جس کے علم و عمل سے دوسرے راہ پائیں۔ اس امت کے پیشوا
آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ایک نہایت ہی منکر و انبی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ
پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ”منذر تو میں ہوں“ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”تو اے علی ہادی ہے میرے بعد ہدایت
پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔“ ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے۔ ④
جنید کہتے ہیں وہ حضرت علی خود ہیں۔ ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہادی ہونے کی روایت کی ہے لیکن اس میں سخت نکارت ہے۔

① ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف۔ ② ۳۵/۳۵ فاطر: ۲۴۔

③ الطبری، ۱۳/۱۰۸، حاکم، ۳/۱۳۰، ح ۶۶۶۶ و سندہ موضوع امام ذہبی نے اسے جھوٹ قرار دیا ہے۔

④ المعجم الاوسط، ۱۳۸۳؛ المعجم الصغیر، ۲/۳۸ و عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند، ۱/۱۲۶ و سندہ حسن ورجل

من بنی ہاشم ہو الرسول ﷺ۔

رحم مادر میں پرورش پانے والے بچے کی حقیقت سے صرف اللہ آگاہ ہے: اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمام جاندار مادہ میں حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا ان کے حمل کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟ عمر والا ہے یا بے عمر؟ چنانچہ ارشاد ہے ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ﴾ ① الخ وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جبکہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو الخ اور فرمان ہے ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ﴾ ② الخ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھروں میں۔ ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلالَةٍ﴾ ③ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے نطفے کو خون بستہ کیا۔ خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا۔ لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی کو گوشت چڑھایا پھر آخری اور پیدائش میں پیدا کیا۔ پس بہترین خالق بابرکت ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ ”تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق عمر اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے“ ④ اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے ”اے اللہ مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ دیتا ہے“ ⑤ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کل کی بات اللہ کے سوا اور نہیں جانتا۔ پیٹ کیا بڑھتے ہیں اور کیا گھٹتے ہیں کوئی نہیں جانتا۔ بارش کب برے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہوگی اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔“ ⑥

پیٹ کیا گھٹاتے ہیں اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے؟ کیسے پورا ہو رہا ہے؟ یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینہ لیتی ہے کوئی نو کسی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا نو ماہ سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا۔ جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دودانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کسی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچا اچھا ہو جاتا ہے اور نہ گرنے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت سکول رحمہ اللہ فرماتے ہیں بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بے غم بے کھٹکے اور با آرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے جو بے طلب با آرام اسے پہنچتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو زمین پر نکتے ہی چلاتا =

① ۵۳/ النجم: ۳۲۔ ② ۳۹/ الزمر: ۶۔ ③ ۲۳/ المؤمنون: ۱۲۔

④ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات الله عليهم ۳۲۰۸، ۳۳۳۲؛ صحیح مسلم، ۲۶۴۳؛ ابو داود، ۴۷۰۸؛ ترمذی، ۲۱۳۷؛ ابن ماجہ، ۷۶؛ احمد، ۱/ ۳۸۲؛ مسند حمیدی، ۱۲۶۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الحيض، باب مخلقة وغير مخلقة ۳۱۸؛ صحیح مسلم، ۲۶۶۶۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ﴾ ۴۶۹۷؛ ابن حبان، ۱/ ۲۷۲؛ السنن الكبرى، ۶/ ۳۷۰؛ المعجم الأوسط، ۲/ ۲۵۸؛ احمد، ۲/ ۵۲؛ الطبري، ۲۸/ ۲۱۔

سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ
وَسَارٍ بِالنَّهَارِ ۝ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِّنْ
أَمْرِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۖ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ
بِقَوْمٍ سُوءًا فَمَا مَرَدُّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۝

ترجمہ: تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور با آواز بلند اسے کہنا اور جو اس کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو سب اللہ پر برابر
ویسا ہیں (۱۱۰) اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو حکم الہی اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت اللہ
تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلنا نہیں
کرتا۔ اور جو اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں ہوتا۔ [۱۱]

= ہے۔ اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا
ہے اور اب بھی بے طلب و بے جستجو بے رنج و غم بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھوں کھانے
پینے لگتا ہے لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو
پس و پیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم! تجھ پر حیرت ہے جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی جس نے تجھے تیری ماں
کی گود میں روزی دی جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانا تک روزی دی۔ اب تو بالغ اور عقلمند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں
گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس باندازہ ہے رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ
کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آ دی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے۔ آپ کا تشریف لانا میرے لیے خوشی کا
باعث ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے ہر چیز کا صحیح
اندازہ اس کے پاس ہے ان سے کہہ دو کہ صبر کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں“ ① الخ۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا
ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ وہ سب سے بڑا وہ ہر ایک سے بلند ہے۔
ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز لاچار ہے۔ تمام سر اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ تمام بندے اس کے
سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

اللہ کا علم تمام مخلوق کو محیط ہے: [آیت: ۱۰-۱۱] اللہ کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔
پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے۔ چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں وہ اللہ
پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم اللہ تعالیٰ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ ((بعذب الميت ببعض بکاء اہله علیہ اذا کان النوح من سنته))

۱۲۸۴: صحیح مسلم، ۹۲۳: نسائی، ۱۸۶۸: بیہقی، ۱/۶۱۲، مصنف عبدالرزاق، ۳/۵۵۲: احمد، ۵/۲۰۴: ابن حبان،

۴۶۱: ابن ابی شیبہ، ۳/۳۹۲: مسند الطیالسی، ۶۳۶۔

اللہ ﷻ سے اس طرح کا ناپھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آمیتیں ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ﴾ ① الخ اتاریں۔ ② یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سب سے بصیر ہے جو اپنے گھر کے تہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہودہ اور جودن کے وقت کھلم کھلا آداب راستوں میں چلا جا رہا ہودہ علم الہی میں برابر ہیں جیسے آیت ﴿الْأَحْمَنُ يَسْتَعِشُونَ فَيَأْتِيهِمْ﴾ ③ الخ۔ میں فرمایا ہے اور آیت ﴿مَاتُكُونُ فِي شَأْنٍ﴾ ④ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ کوئی ذرہ ہماری معلومات سے خارج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دوفرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے بائیں جانب والا بدایاں لکھتا ہے اسی طرح دوفرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے دو کا تب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے۔ پھر رات کے الگ دن کے الگ۔ چنانچہ حدیث میں ہے ”تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں رات کے اور دن کے ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔“ ⑤ اور حدیث میں ہے ”تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوائے پاخانے اور جماع کے وقت تم سے علیحدہ نہیں ہوتے۔ پس تمہیں ان کا لحاظ اور ان کی شرم اور ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔“ ⑥

پس جب اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے۔ ہر چیز کو روک دیتا ہے مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے۔ ﴿أَفْرِ اللّٰہ﴾ سے یعنی شرکین اور طاہرین سے وَاللّٰہُ أَغْلَمُ۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہوتے ہیں۔ ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمائیے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب

① ۵۸/ المجادلة: ۱۔ ② نسائی، کتاب الطلاق، باب الظہار ۳۴۹۰؛ ابن ماجہ، ۲۰۶۳، وهو صحیح، صحیح بخاری

تعلیقا ومختصراً قبل حدیث ۷۳۸۶؛ حاکم، ۴۸۱/۲۔

③ ۱۱/ ہود: ۵۔ ④ ۱۰/ یونس: ۶۱۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات اللہ

علیہم، ۳۲۲۳؛ صحیح مسلم، ۶۳۲؛ نسائی، ۴۸۵؛ ابن حبان، ۱۷۳۶؛ مسند ابی عوانہ، ۱/ ۳۱۵؛ السنن الکبریٰ، ۱/ ۱۷۵؛

موطا امام مالک، ۴۱۱؛ احمد، ۴۸۶/۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۱/ ۲۱۵؛ شعب الایمان، ۳/ ۵۰؛ صحیح ابن خزیمہ، ۱/ ۱۶۵۔

⑥ ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء فی الاستار عند الجماع، ۲۸۰۰ باختلاف الفاظ وسندہ ضعیف، لیث بن ابی سلیم راوی

ضعیف و مدلس ہے۔

والے پر امیر ہے۔ جب تو کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیس والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید توبہ واستغفار کر لے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے۔ تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے۔ اللہ ہمیں اس سے چھوڑائے یہ تو بڑا افساسی ہے اسے اللہ تعالیٰ کا لحاظ نہیں۔ یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ فرمان الہی ہے ﴿كُلُّ مَعْصِيَةٍ﴾ الخ اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے۔ ① جب تو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اللہ کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں۔ جو درد تو تجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں۔ پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے من جانب اللہ موكل ہیں۔ ادھر بہکانے کے لیے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور ہر رات کو اس کی اولاد کی۔ ② مندا احمد میں ہے ”تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے۔“ لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ”ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا“ ③ (مسلم) ”یہ فرشتے بحکم الہی اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔“ بعض قراءتوں میں (مِنْ أَمْرِ اللَّهِ) کے بدلے (بِأَمْرِ اللَّهِ) ہے۔ کعب بن علقمہ کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لیے ہرزم و سخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو اللہ تم تو اچک لائے جاؤ۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا کی اور تمام بلاؤں کو اس سے دفع کرتا رہتا ہے۔ ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں بغیر تقدیر کے لکھے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے۔ سنو اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے اور کہا گیا ہے کہ بحکم الہی امر الہی سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔“ ④ ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی الہی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت مرفوعہ بھی آئی ہے۔ عمیر بن عبد الملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے =

① ۵۰/۱۸۔ ② الطبری، ۹/۲۹۴ یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ کثرت نے عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

③ احمد، ۱/۴۰۱، ۳۸۵؛ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب مع کل انسان قرینا ۲۸۱۴؛ دارمی، ۲۷۳۴؛ مشکل الآثار ۱۰۹؛ المعجم الاوسط، ۳/۹۳ بدون ذکر الملائکہ؛ ابن حبان، ۶۴۱۷ مختصر۔

④ ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقی والأدویۃ ۲۰۶۵ وسندہ ضعیف ابن ابی خزیمہ راوی مجهول الحال ہے۔ ابن ماجہ،

۳۴۳۷؛ حاکم ۴/۴۰۲؛ المعجم الكبير، ۳۰۹۰؛ مجمع الزوائد، ۵/۸۵۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۖ وَيُسَبِّحُ

الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ ۖ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ

يَشَاءُ وَهُمْ مُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ ۖ وَهُوَ شَدِيدُ الْحَالِ ۝

ترجمہ: وہی اللہ ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لیے دکھاتا ہے۔ اور جو جھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ [۱۳] اگرچہ اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔ وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ سخت قوت والا ہے۔ [۱۳]

== ہمیں خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور ﷺ بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ ﷺ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔“ ① یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

آسمانی بجلی کی گرج چمک: [آیت: ۱۲-۱۳] بجلی بھی اس کے حکم میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور قیام برکت و نفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے۔ وہی جو جھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین سے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ ② ایک حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔“ ③ ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اور اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک انسان جیسا، ایک تیل جیسا، ایک گدھا جیسا، ایک شیر جیسا۔ وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج کڑک سن کر یہ دعا پڑھتے ((اَللّٰهُمَّ لَا تَقْعَلُنَا بِفَضْلِكَ وَلَا تَهْلِكُنَا بَعْدَ اِيْلِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ)) ④ (ترمذی) اور روایت میں یہ دعا ہے ((سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ))۔ ⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ گرج سن کر پڑھتے ((سُبْحَانَ مَنْ

① اس کی سند میں عمیر بن عبد اللہ اور ہشیم بن الأشعث وغیرہ مجہول راوی ہیں۔ ② ۱۷/ الاسراء: ۴۴۔

③ احمد، ۵/ ۴۳۵ وسندہ صحیح، الأسماء والصفات للبيهقي ۹۸۸ الامثال للرامهرمزي ۱۲۵۔

④ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا سمع الرعد ۳۴۵۰ وسندہ ضعیف حجاج بن ارطاة ضعیف ولس راوی ہے۔ الادب المفرد، ۲۷۱: السنن الكبرى، ۱۰۷۶: ابن ابی شیبہ، ۷/ ۳۱، عمل اليوم والليلة للنسائي، ۹۲۷: بیهقي، ۳/ ۳۶۲: احمد،

۱۰۰/۲: حاکم، ۴/ ۲۸۶۔

⑤ الطبري، ۹/ ۲۹۸ یہ روایت رجل مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سَبَّحْتَ لَهُ))۔ ① ابن ابی زکریا فرماتے ہیں جو شخص گرج کڑک سن کر کہے ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ)) اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے ((سُبْحَانَ اللَّهِ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلِيكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ)) ② اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لیے بڑی ڈراوے کی چیز ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو میں راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔“ ③ طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں ”گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑا کا نہیں گرتا۔“ ④ وہ کڑا کا بھیجتا ہے جسے چاہے اس پر عذاب کرتا ہے۔ اس لیے آخر زمانہ میں بکثرت بجلیاں گریں گی۔“ مسند کی حدیث میں ہے کہ ”قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آکر پوچھے گا کہ کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں پر فلاں پر۔“ ⑤ ابویعلیٰ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا۔ اس نے کہا کون رسول اللہ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا پتیل کا؟ قاصد واپس آیا اور حضور سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ متکبر مغرور شخص ہے آپ اسے نہ بلوائیں آپ نے فرمایا ”دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو۔“ اس نے جا کر پھر بلایا۔ لیکن اس فرعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آ کر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا۔ اب کی تیسری مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا کڑا کا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اڑا کر لے گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔ ⑥ انسؓ سے اس معنی کی روایت بھی مذکور ہے۔ ⑦ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تاجے کا ہے یا موتی کا یا باقوت کا۔ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا کہ بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ ⑧ قتادہ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کیا۔ اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ ⑨

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے۔ یہ دونوں سرداران عرب مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھوں آدھ کا شریک کر لیں۔ آپ نے

① صحیح الأدب المفرد ۷۲۲ عن ابن عباس عن قوله وسنده حسن۔

② مؤطا امام مالك رواية ابی مصعب، ۱۷۱/۲، ح ۲۰۹۴ وسنده صحيح۔

③ احمد، ۳۵۹/۲ وسنده ضعيف؛ حاكم، ۳۴۹/۲؛ مسند الطيالسي، ۲۵۸۶ اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ ضعیف راوی ہے۔ (تہذیب التہذیب، ۴/۴۱۸)

④ طبرانی، ۱۱۳۷۱ وسنده ضعيف؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۱۳۶ اس روایت میں یحییٰ بن کثیر ابو نصر ضعیف راوی ہے۔ (البحر والتعذیل، ۷۵۹/۹) ⑤ احمد، ۳/۶۴، ۶۵ وسنده ضعيف؛ مجمع الزوائد، ۸/۹؛ حاکم، ۴/۴۴۴ اس روایت کی سند میں محمد بن مصعب ضعیف راوی ہے۔

⑥ مسند ابی یعلیٰ، ۳۴۶۸ وسنده ضعيف علی بن ابی سارة ضعيف كما فی التقريب وغيره؛ الطبری، ۱۳/۱۲۵۔

⑦ مسند ابی یعلیٰ، ۳۳۴۱؛ البزار، ۲۲۲۱۔

⑧ الطبری، ۱۳/۱۲۵ وسنده ضعيف (مرسل)

⑨ الطبری، ۱۳/۱۲۶ وسنده ضعيف مرسلاً، لیکن اس کی شاہد حضرت انسؓ والی روایت گزر چکی ہے۔

انہیں اس سے مایوس کر دیا تو عامر ملعون نے کہا واللہ! میں سارے عرب کے میدان کو لشکر سے بھر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا۔ پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقعہ پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں۔ چنانچہ ایک دن انہیں موقع مل گیا۔ ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا دوسرا تلوار تو لے پیچھے سے آ گیا۔ لیکن اس حافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھو لے پھوڑنے کے لیے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے۔ اسی حال میں ارد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کا کام تو تمام ہو گیا۔ عامر طاعون کی گھٹی سے پڑا گیا اور اسی میں ہلک کر جان دی اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ ارد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا ”جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال“ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ ”امر خلافت نہ تیرے لیے ہے نہ تیری قوم کے لیے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا۔“ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ اب بھی نجدی لشکر میری پشت بنانی پر ہے۔ مجھے تو کچے کچے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کر لوں گا آپ نے فرمایا ”نہیں۔“ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ! میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کر لوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔“ اب دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کر دے۔ پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا جھوٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ اٹھ کر یہاں آئیے میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے۔ اس کے ساتھ چلے۔ ایک دیوار تلے وہ باتیں کرنے لگا۔ حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ ارد بنے موقع پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینے سے چلے۔ حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے۔ لیکن سعد بن معاذ اور اسید بن حمیر بنی النضیر وہاں پہنچے اور انہیں وہاں سے نکالا۔ راقم میں ہی تھے جو ارد پر بجلی گری اسکا تودہیں ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگا بھاگا چلا لیکن خرمیم میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گھٹی نکلی۔ بنو سلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گھٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کو ہوتی ہے۔ افسوس میں سلول یہ عورت کے گھر پر مردوں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا۔ گھوڑا منگوایا سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا۔ پس ان کے بارے میں یہ آیتیں ﴿اَلَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ رَجُلٌ وَابِعَاكَ بِهِنَّ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهُمَا﴾ سے ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُوْهُمْ يَوْمَ الْمُلْحَمٰتِ﴾ تک نازل ہوئیں۔ ان میں آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ ① پھر ارد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت ﴿وَمَكْرُوْهُمْ وَمَكْرَئِنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ② الخ کے ہے۔ یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو آپ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے۔ بہت قوی ہے۔ پوری قوت و طاقت والا ہے۔

① طبرانی، ۱۰۷۶۰، وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۷/ ۴۲ اس میں عبدالعزیز بن عمران ضعیف راوی ہے۔ التقریب، ۱/ ۵۱۱،

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْمَعُونَ لَهُمْ شَيْءٌ إِلَّا كِبَاسٌ
 كَفَّيْهِ إِلَى الْبَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝ وَلِلَّهِ
 يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طُوعًا وَكَرْهًا وَظُلْمًا لَهُمُ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ ۝ قُلِ
 مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ قُلِ أَفَاتَّخَذْتُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لَا
 يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا قُلِ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرَةُ أَمْ هَلْ
 تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ
 عَلَيْهِمْ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

ترجمہ: اسی کو پکارنا حق ہے۔ جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کے کسی کام پر نہیں پہنچتے مگر جیسے کہ کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلانے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں پڑ جائے تو وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں۔ ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی میں ہے۔ [۱۳] اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی سب مخلوق خوشی اور ناخوشی سے سجدہ کرتی رہتی ہے اور ان کے سامنے بھی صبح و شام۔ [۱۵] پوچھ کہ آسمان اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دے اللہ! کہہ دے کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو مائی بنارہے ہو؟ جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے کہہ دے کیا اندھا اور دیکھتا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہے کیا جنھیں یہ شریک الہی ٹھہرا رہے ہیں انھوں نے بھی رب کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں مخلوق مشتبہ ہو گئی ہو کہہ دے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے۔ [۱۶]

مشرکین کو سمجھانے کے لیے ایک مثال: [آیت: ۱۳-۱۶] حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے دعوت حق ہے۔ اس سے مراد توحید ہے۔ محمد بن مکرر کہتے ہیں مراد (لا الہ الا اللہ) ہے۔ پھر مشرکوں، کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ کفار جنھیں پکارتے ہیں اور جن سے امید رکھتے ہیں وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کر سکتے اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کر لے تو وہ رہ نہیں سکتا۔ پس باسط بمعنی (قابض) ہے۔ عربی شعر میں بھی (قَابِضُ مَاءٍ) آیا ہے۔ پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے ایسے ہی یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو گو پکاریں۔ لیکن رہیں گے محروم ہی۔ دین دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا انکی پکار بے سود ہے۔

ہر چیز اللہ کو سجدہ کرتی ہے: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و سلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مؤمن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہیں۔ ان کی پرچھائیں صبح شام ان کے سامنے جھکتی رہتی ہے۔ اصل جمع ہے اصل کی اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے۔ فرمان ہے ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰهٰی مَآءَ﴾

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةً يَقْدَرُهَا فَاَحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا
 رَابِيًا وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حُلِيٍّ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ط
 كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ه فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا
 يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝

ترجمہ: اسی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اپنی اپنی سائی کے مطابق تالے بہہ نکلے پھر پانی کے ریلے نے اوپر چڑھے جھاگ کو اٹھالیا اور
 اس چیز میں بھی جس کو آگ میں ڈال کر پاتے ہیں۔ زیور یا ساز و سامان کے لئے اسی طرح کے جھاگ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل
 کی مثال بیان فرماتا ہے۔ اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں بٹھری رہتی ہے اللہ تعالیٰ
 اسی طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔ [۱۴]

== خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَقَّهُوا اَطْلَالًا ۝ - ① یعنی کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق الہی کے سائے دائیں بائیں جھک کر اللہ کو
 سجدہ کرتے ہیں۔ اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

حق اور باطل کی ایک مثال: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں یہ مشرکین بھی اسی کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر
 بھی اللہ ہی ہے باوجود اس کے دوسرے اولیا کی عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع
 و نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں۔ پس یہ اور اللہ تعالیٰ کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے یہ تو اندھیروں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بندہ نور میں ہے
 جتنا فرق اندھے میں اور دیکھتے میں جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے پھر فرماتا ہے کہ کیا ان کا
 مشرکین کے مقرر کردہ شریک الہی ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں کہ ان پر تیز مشکل ہوگئی کہ کس چیز کا خالق اللہ ہے اور کس چیز
 کے خالق ان کے معبود ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں اللہ تعالیٰ کے مشابہ اس جیسا اس کے برابر کا اور اس کے مثل کا کوئی نہیں وہ وزیر سے
 شریک سے اولاد سے بیوی سے پاک ہے۔ اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے یہ تو مشرکین کی پوری بیوقوفی ہے کہ اپنے
 جھوٹے معبود کو اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے
 کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے وہ بھی
 دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔ ② قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ ③
 یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں ان کے اس اعتقاد کی رگ گردن توڑتے ہوئے
 ارشاد ربانی ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر لب نہیں ہلا سکتا ④ یہاں تک کہ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس
 کی اجازت کے بغیر کہہ نہیں سکتے سورۃ مریم میں فرمایا زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے غلام بن کر آنے والی ہے سب
 اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور اس کی کنتی میں ہیں۔ اور ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری دینے والا ہے۔ ⑤ پس جبکہ

① ۱۶/ النحل: ۴۸۔ ② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیہ و صفتہا و وقتہا، ۱۱۸۵: المعجم الکبیر، ۱۲۸۸۳۔

③ ۳۹/ الزمر: ۳۔ ④ ۳۴/ سبا: ۲۳۔ ⑤ ۱۹/ مریم: ۹۳، ۹۵۔

سب کے سب بندے اور غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں۔ پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہے۔ وہی عبادتوں کے لائق ہے اس کے سوا کوئی اور عبادتوں کے لائق نہیں۔ لیکن انہوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ کیا بلکہ مخالفت کی رسولوں کو جھٹلایا تو کلمہ عذاب ان پر صادق آ گیا یہ رب کا ظلم نہیں۔

حق کی پاسداری باطل کی بے ثباتی: [آیت: ۱۷] حق و باطل کے فرق حق کی پاسداری اور باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہادلوں سے بارش برساتا ہے چشموں دریاؤں نالوں وغیرہ کے ذریعے برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ کوئی چھوٹی کوئی بڑی۔ یہ مثال ہے دلوں کی اور ان کے تفاوت کی کوئی آسانی علم بہت زیادہ لیتا ہے کوئی کم پھر پانی کی اس رو پر جھاگ تیرنے لگتے ہیں ایک مثال تو یہ ہوئی دوسری مثال سونے چاندی لوہے تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے سونے چاندی زیور کے لئے لوہا تانبا برتن بھانڈے وغیرہ کے لئے ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں۔ تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے آخر چھٹ جاتا ہے اور حق نکل آتا ہے جیسے پانی تھر کر صاف ہو کر رہ جاتا ہے اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی رہتی ہے اور اس پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لئے کئی صاف صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ سوچیں سمجھیں جیسے فرمایا ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علما خوب سمجھتے ہیں ① بعض سلف کی سمجھ میں جب کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ روئے نکلنے لگتے تھے کیونکہ انہیں نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کا وصف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم اللہ تعالیٰ کے حامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں جن میں شک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ کاعمل بے سود ہوتا ہے یقین پورا فائدہ دیتا ہے ﴿زَبَدٌ﴾ سے مراد شک ہے جو کبھی چیز ہے یقین کا رآمد چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتی ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے شک مردود ہے پس جس طرح پانی رہ گیا اور پیئے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور زیور وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح تانبا لوہا وغیرہ رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں ہدایت و حق پر جو عامل رہے وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری تلوار بغیر تپائے بن نہیں سکتی اسی طرح باطل اور شک اور ریا کاری والے اعمال اللہ کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا اور اہل حق کو حق نفع دے گا سورۃ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں ایک پانی کی ایک آگ کی۔

سورہ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں ایک ﴿سَرَابٌ﴾ یعنی ریت کی دوسری سمندر کی تہہ کی اندھیروں کی ریتا موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائیگا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ وہ کہیں گے پیا سے ہو رہے ہیں پانی چاہیے تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر جاتے کیوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریتلے میدان“ ② دوسری آیت میں فرمایا ﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ﴾ ③ بخاری و مسلم میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”جس ہدایت و علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو =

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحَسَنَىٰ ۖ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۚ

وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَيُسُّ إِلَهُهُ ۙ

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی ان کے لئے بھلائی ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کی حکم برداری نہ کی اگر ان کے لئے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہوا اور اسی کے ساتھ وہیابی اور بھی ہو جب بھی وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دیدیں یہی ہیں جن کے لئے حساب کی سختی ہے اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے۔ [۱۸]

= زمین پر برسی۔ زمین کے ایک حصہ نے تو پانی کو قبول کیا، گھاس چارہ بکثرت اگایا بعض زمین جاذب تھی اس نے پانی کو روک لیا پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا پانی ان کے پینے کے پلانے کے کھیت کے کام آیا اور کلزا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا۔ نہ اس میں پانی ٹھہرا نہ وہاں کچھ پیداوار ہوئی پس یہ مثال ہے اس کی جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا اس نے خود علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس کی جس نے اس کے لئے سر بھی نہ اٹھایا اور نہ اللہ کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں پس وہ مثل سنگلاخ سخت زمین کے ہے۔ ① اور حدیث میں ہے ”میری اور تمہاری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزیں روشن کر دیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر کر جان دینے لگے وہ انہیں ہر چند روکتا ہے لیکن اس پر بھی وہ برابر گر رہے ہیں بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہو لیکن تم میری نہیں سنتے نہیں مانتے مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو۔“ ② پس حدیث میں بھی پانی کی اور آگ کی دونوں مثالیں آچکی ہیں۔

نیک کام کا اچھا جبکہ برے کام کا برابر بدلہ: [آیت: ۱۸] نیکوں بدوں کا انجام بیان ہو رہا ہے اللہ رسول کو ماننے والے احکام کے پابند خدوں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلے پائیں گے ذوالقرنین نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم ان سے نری کی باتیں کریں گے اور آیت میں فرمان الہی ہے۔ نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے۔ اور زیادتی بھی۔ ③ پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر بروز قیامت نہ فدیہ ہوگا نہ بدلہ نہ عوض نہ معاوضہ ان سے سخت باز پرس ہوگی ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا ④ حساب میں پورے نہ اتریں گے عذاب ہوگا جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم، ۷۹؛ صحیح مسلم، ۲۲۸۲؛ احمد، ۹۹/۴؛ ابن حبان، ۴؛ مسند البزار، ۳۱۶۹؛ السنن الکبریٰ، ۴۲۷۱۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۳۱۱۔

② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ ﷺ علی امتہ ومبالغتہ فی تحذیرہم مما یضرہم، ۲۲۸۴؛ صحیح بخاری، ۶۴۸۳؛ ترمذی، ۲۸۷۴؛ ابن حبان، ۶۴۰۸؛ احمد، ۳۱۲/۲؛ مسند الشہاب، ۱۱۳۲۔

③ ۱۰/یونس: ۲۶۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿فسوف یحاسب حسابا یسیرا﴾، ۴۹۳۹؛ صحیح مسلم، ۲۸۷۶؛ ابن حبان، ۷۳۷۰؛ احمد، ۱۲۷/۶۔

أَفَسَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
 أُولُو الْأَلْبَابِ ۖ الَّذِينَ يُؤْفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْبَيْثَاقَ ۖ وَالَّذِينَ
 يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ط
 وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ وَرَزَقْنَاهُمْ
 سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۖ
 جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ
 يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ط

ترجمہ: کیا وہ ایک شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو اتارا گیا ہے حق ہے اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو۔ نصیحت تو وہی قبول کرتے ہیں جو عقل مند ہوں۔ [۱۹] جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور تول و قرا کو توڑتے نہیں۔ [۲۰] اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا کھنا رکھتے ہیں۔ [۲۱] اپنے رب کی رضا مندی کی طلب کی وجہ سے صبر کرتے رہتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اسے چھپے کھلے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے رہتے ہیں۔ ان ہی کے لیے عاقبت کا گھر ہے۔ [۲۲] ہمیشہ رہنے کے لئے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیک کار ہوں ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔ [۲۳] انہیں گے کہ تم پر سلامتی ہوتی رہے صبر کے بدلے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اس گھر کا۔ [۲۴]

[آیت ۱۹-۲۴] ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا اس پر حق مانتا ہو سب پر ایمان رکھتا ہو۔ ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو۔ سب خبروں کو سچ جانتا ہو۔ سب حکموں کو مانتا ہو۔ سب برائیوں کو بد جانتا ہو آپ کی سچائی کا قائل ہو اور دوسرا وہ شخص جو ناپسندیدہ ہو۔ بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو نہ سچا جانتا ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی کامیاب ہیں۔ ① یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھداروں کی ہی ہوتی ہے۔

مؤمن بندوں کی نیک صفات: ان بزرگوں کی نیک صفات بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی اور غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں۔ جھگڑوں میں گالیاں بکسیں۔ باتوں میں جھوٹ بولیں۔ امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا فقیر محتاج کو دینے کا بھلی باتوں کے نبانے کا جو حکم الہی ہے یہ اس کے عامل ہیں رب کا

خوف دل میں رچا ہوا ہے۔ نیکیاں کرتے ہیں فرمان الہی سمجھ کر۔ بدیاں چھوڑتے ہیں نافرمانی الہی سمجھ کر۔ آخرت کے حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں اسی لیے برائیوں سے بچتے ہیں۔ نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کے راستے نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الہی کا لحاظ رکھتے ہیں حرام کاموں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی طرف گونفس گھسیٹے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں۔ اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولاً رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع سجدہ کے وقت خشوع و خضوع شرعی طور پر بجالاتے ہیں جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقر محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ الہی میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ قباحت کو احسان سے برائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے نال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں۔ دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔ دوسروں کے ظلم سے لیتے ہیں اور خود سلوک کرتے ہیں تعلیم قرآن ہے ﴿ادْفَعْ بِاللَّيْئِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ① الخ بہت اچھے طریقے سے نال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا۔ صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبہ کو پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے اچھا انجام ہے۔ وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو بیشکی والی اور پائیدار ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔ وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں کے لیے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے۔ جس میں انبیاء ہوں گے شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے اور ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے ارد گرد اور جنتیں ہیں۔ وہاں یہ اپنے اور چیمپتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔ ان کے بڑے باپ دادا ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے بھی جو ایماندار اور نیک کار تھے۔ ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں سرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے اعمال اس درجہ بلندی تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا۔ جیسے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ ② الخ جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں الخ۔ ان کے پاس مبارک باد اور سلام کے لیے ہر ہر دروازے سے ہر ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تاکہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔ نبیوں صدیقیوں شہیدوں کا پڑوس فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔

مسند کی حدیث میں ہے ”جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟“ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور اس کے رسول ﷺ کو۔ فرمایا ”سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے جو تکلیفوں میں مبتلا تھے۔ جن کی انگلیوں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آگئی۔ رحمت کے فرشتوں کو حکم الہی ہو گا کہ جاؤ انہیں مبارک باد دو۔ فرشتے کہیں گے اے اللہ! ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں سلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں۔ جناب باری تعالیٰ جواب دے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی تھی۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا۔ دنیوی راحتوں سے محروم رہے۔ مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ کوئی مراد پوری نہ ہونے پائی اور یہ صابر و شاکر رہے۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی بہ شوق ان کی طرف دوڑیں گے۔ ادھر ادھر کے ہر دروازے سے گھنٹیں گے اور سلام کر کے مبارکباد پیش کریں گے“ ③ =

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ
يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ لَا أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم ربانی ہے انہیں توڑتے رہتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں ان پر لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے۔ [۲۵]

= طبرانی میں ہے کہ ”سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ فقراءِ مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ جب انہیں جو حکم ملا بجالاتے رہے۔ انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھی لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروزی قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا۔ وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازیکیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے۔ میری راہ میں ستائے جاتے تھے میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں۔ آؤ بغیر حساب و عذاب کے جنت میں چلے جاؤ اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔ اور عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم تو صبح و شام تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہے۔ یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی۔ اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا۔ میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے جا پہنچیں گے۔ سلام کریں گے اور مبارکباد پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔“ ① حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن جنت میں اپنے تخت پر بآرام نہایت شان سے ٹکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا۔ خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا وہ اور سے کہے گا وہ اور سے یہاں تک کہ مؤمن سے پوچھا جائے گا۔ مؤمن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو۔ یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر سال کے سرے پر شہدائی قبروں پر آتے اور کہتے ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ② اور اسی طرح ابو بکرؓ عمرؓ عثمان رضی اللہ عنہم بھی (اس کی سند ٹھیک نہیں۔)

نافرمان بندوں کی علامات: [آیت: ۲۵] مؤمنوں کی صفیتیں اور پر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے۔ رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بد نصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے۔ نہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور نہ احکام ربانی کی پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ یہ لعنتی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے ”منافق کی تین نشانیاں ہیں: باتوں میں جھوٹ بولنا۔ وعدوں کے خلاف کرنا۔ امانت میں خیانت کرنا۔“ ③

ایک حدیث میں ہے۔ ”جھگڑوں میں گالیاں بکنا۔“ ④ اس شان کے لوگ رحمت الہی سے دور ہیں۔ ان کا انجام برا ہے۔

① احمد، ۱۶۸/۲، مسند حسن، ابن حبان، ۷۴۲۱، مجمع الزوائد، ۲۵۹/۱۰، حاکم، ۷۱/۲۔

② الطبری، ۲۰۳۴۴، مسند ضعیف۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ۲۳، صحیح مسلم، ۵۹۔

④ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، ۳۴، صحیح مسلم، ۵۸۔

اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرَحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۚ وَيَقُولُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ
مِّن رَّبِّهِ قُلْ اِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۚ ۝ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا وَتَطْمِئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَّآبٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کی روزی جانتا ہے بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے یہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے۔ حالانکہ دنیا آخرت کے مقابلے میں نہایت حقیر پونجی ہے۔ [۲۶] کافر کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ تو جواب دے کہ جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اسے راستہ دکھا دیتا ہے۔ [۲۷] جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ [۲۸] جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام بھی کئے ان کے لیے خوش حالی ہے اور بہترین ٹھکانا ہے۔ [۲۹]

یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوں جو منافقین سے اپنے غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اللہ کے عہد کو توڑ دینا، اللہ تعالیٰ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا، ملک میں فساد پھیلانا اور یہ جب دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت: [آیت: ۲۶] اللہ تعالیٰ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے۔ یہ سب کچھ حکمت و عدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر سہارا ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے۔ سمجھنے لگے کہ یہاں کی کشادگی کوئی حقیقی اور بھلی چیز ہے۔ حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور شروع ہے آہستہ پکڑ ہوگی۔ لیکن انہیں کوئی تیز نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں۔ یہ نہایت نا پسند اور حقیر چیز۔ آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ ”اسے کوئی سمندر میں ڈبوئے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلے پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے“ ① (مسلم) ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بیکار اور نا چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری دنیا ہے۔“ ②

جنتیوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات: [آیت: ۲۷-۲۹] مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے نبیوں کی طرح یہ ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گزر چکی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ شس سے مس نہ ہوئے تو تہیں نہیں کر کے اڑا دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں

① صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، ۲۸۵۸۔

② صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر، ۲۹۵۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۵۹۳؛ احمد، ۱/۳۲۹۔

صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں۔ زمین عرب میں بیٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں۔ لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا کروں گا۔ جو کسی کو نہ ہوئی ہو۔ اگر چاہو تو یہ کہ دوں اور اگر چاہو تو ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔“ ① سچ ہے ہدایت ضلالت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں۔ بے ایمانوں کے لیے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں۔ جن پر کلمہ عذاب صادق آچکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے۔ ہاں عذابوں کو دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بے کار چیز ہے فرماتا ہے ﴿وَلَوْ أَنَّنَا﴾ ② الخ یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اس سے مدد چاہے اس کی طرف عاجزی کرے وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے جن کے دلوں میں ایمان جم گیا ہے جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ راضی خوشی ہو جاتے ہیں اور فی الواقع ذکر الہی اطمینان دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کے لیے خوشی اور نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ان کا انجام اچھا ہے۔ یہ مستحق مبارکباد ہیں۔ یہ بھلائی کے سینے والے ہیں۔ ان کا لوٹنا بہتر ہے۔ ان کا عمل نیک ہے۔ مروی ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبش ہے اور نام ہے جنت کا اور مراد اس سے جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کی جب پیدائش ہو چکی اس وقت جناب باری تعالیٰ نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے۔ لولؤ کے دانے سے پیدا کیا ہے اور حکم الہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اسی کی جڑوں سے جنتی شہد اور شراب اور پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ”طوبیٰ نامی جنت کا ایک درخت ہے سو سال کے راستے کا۔ اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔“ ③ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جس نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اسے بھی مبارک ہو اور اسے دینی مبارک ہو جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔“ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”جنتی درخت ہے جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔“ ④ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جنت میں ایک درخت ہے کہ سو ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا۔“ اور روایت میں ہے کہ ”چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔“ ⑤ صحیح بخاری شریف میں آیت ﴿وَوُضِّلَ مَعْدُودُ﴾ ⑥ کی تفسیر میں بھی یہی ہے۔ ⑦ اور حدیث میں ہے ”ستر سال یا سو سال اس کا نام شجرة الخلد ہے۔“ ⑧ سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے ”اس کی ایک

① احمد، ۱/۲۴۲ وهو حسن۔ ② الانعام: ۱۱۱۔ ③ احمد، ۳/۷۱۔ وسندہ ضعیف؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۷۴؛ ابن حبان، ۷۴۱۳؛ الطبری، ۱۳/۱۴۹۔ ④ اس روایت کا حکم بھی سابقہ روایت کا ہے۔ لیکن اس میں (طوبیٰ لمن رانی وامن بی ثم طوبیٰ لمن امن بی ولم یرنی) کے الفاظ صحیح سند سے ثابت ہیں۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۶۵۵۲، ۶۵۵۳؛ صحیح مسلم، ۲۸۲۷، ۲۸۲۸۔

⑥ ۵۶/ الواقعة: ۳۰۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة ۳۲۵۲؛ ترمذی، ۳۲۹۳۔

⑧ احمد، ۲/۴۵۵ وسندہ ضعیف مزید تخریج کے لیے دیکھئے مسند الطیالسی، ۲۵۴۷؛ الدارمی، ۲۸۳۹۔

شاخ کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار چلتا رہے گا اور سو سو سال اس کی ایک شاخ تلے ٹھہر سکتے ہیں اس میں سونے کی ٹنڈیاں ہیں اس کے پھل بڑے بڑے منکوں کے برابر ہیں۔“ ① (ترمذی) آپ ﷺ فرماتے ہیں ”ہر جنتی کو طوبی کے پاس لے جائیں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کر لے۔ سفید سرخ، زرد سیاہ جو نہایت خوبصورت نرم اور اچھی ہوں گی۔“ ② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طوبی کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں نکالے۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسے لگیں گے۔ سبہ جائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔ ابن جریر نے اس جگہ ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے۔ وہ ب کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبی ہے جس کے سائے تلے سو سو سال تک چلتا رہے گا لیکن ختم نہ ہوگا۔ اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے۔ اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں۔ اس کے خوشے غبرین ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی کا نور ہے۔ اس کا گرامشک ہے۔ اس کی جڑ سے شراب کی دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔ اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی۔ یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ جوان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی۔ جن کے چہرے چراغ جیسے چمکتے ہوئے ہوں گے۔ بال ریشم جیسے نرم ہوں گے جن پر یاقوت جیسے پالان ہوں گے۔ جن پر سونا جڑاؤ ہو رہا ہوگا۔ جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی۔ وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار الہی میں تمہارا بلاوا ہے۔ یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی رفتار سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے۔ اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے۔ پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی۔ راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود دھٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے۔ یوں ہی رحمن و رحیم اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹا دے گا۔ یہ اپنے رب کے منہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے (اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ اِلَيْكَ السَّلَامُ وَ حَقُّ لَكَ الْجَلَالُ وَ الْاَكْوَامُ) ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا (اِنَّا السَّلَامُ وَ مِیْنِی السَّلَامُ) تم پر میری رحمت سابق ہو چکی اور محبت بھی میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے۔ میری فرمانبرداری کرتے رہے۔ جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدر ہوئی۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں راحتوں اور مال مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی۔ مزے لوٹنے کے دن آ گئے۔ جو چاہو مانگو پاؤ گے۔ تم میں سے جو شخص جو مانگے اسے دوں گا پس یہ مانگیں گے۔ کم سے کم سوال والا کہے گا کہ اے پروردگار! تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کچھ نہ مانگا۔ اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کیا ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو۔ چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔

ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دودو حوریں ہوں گی جو دودو حلے پہنے ہوئے ہوں گی جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں۔ ان کی پنڈلی کے

① ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة ثمار اهل الجنة ۲۵۴۱ و هو حسن۔

② اسماعیل بن عیاض و سندہ ضعیف، الترغیب والترہیب، ۲۹۴/۴۔

اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ یا قوت میں ڈورا پرویا ہوا اور وہ اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر۔ اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ! ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم الہی اسی طرح صف بندی کے ساتھ سوار یوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی اللہ وہاں نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالا خانوں میں جوڑے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جن کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ جن کے تخت یا قوت کے ہوں گے جن کے فرش نرم اور موٹے ریشم کے ہوں گے جن کے منبر نور کے ہوں گے جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے۔ یا قوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کرے گا۔ جو محلات یا قوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زرد یا قوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مائل ہوں گے جو زمر اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے۔ ان پر چھتیں نولٹو کی ہوں گی۔ ان کے برج مرجان کے ہوں گے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے تختے وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ سفید یا قوتی گھوڑے غلام لیے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ کا ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم دبیر فرش بچھے ہوں گے۔ یہ ان سوار یوں پر سوار ہو کر بہ تکلف جنت میں جائیں گے۔ دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے مبارکبادیں گے مصافحہ کریں گے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے انعامات ربانی وہاں موجود پائیں گے۔ اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہو گئے؟ وہ کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم خوب خوش ہو گئے بہت ہی رضامند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی ہوئی ہے۔ تو بھی ہم سے خوش رہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے دکھاتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو یا آرام رہو تمہیں مبارک ہو تم چلو پھولو اور سکھ چین اٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں اس وقت وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کر دیا اور ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف، کوئی مشقت نہیں یہ اسی کا فضل ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا اور قدردان ہے یہ سیاق غریب ہے اور یہ اثر عجیب ہے ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا فرمائے گا کہ مانگ وہ مانگتا جائے گا اور کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا اب اس کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ یہ مانگے گا اور پائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا“ ① صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ ”اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے گی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈبوئے سے سمندر کے پانی =

كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لَّتَتَّبَعُوا عَلَيْهِمُ الذِّكْرَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابٌ ۝

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تجھے اس امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں کہ تو انہیں ہماری طرف سے جو جی تجھ پر اتارے پڑھ کر سنائے یہ اللہ رحمن کے منکر ہیں تو کہہ دے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا اور حقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے اوپر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔ [۳۰]

== میں آئے۔ ① الخ۔ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے اس میں تھن ہیں جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں قیامت کے قائم ہونے تک پھر چالیس سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

آقاعی السلام کی حوصلہ افزائی: [آیت: ۳۰] ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انہیں کلام الہی پڑھ کر سنائے اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا انہوں نے بھی پیغام الہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا مگر انہوں نے جھٹلایا اسی طرح تو بھی جھٹلایا گیا تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہیے ہاں ان جھٹلانے والوں کو ان کا انجام دیکھنا چاہیے جو ان سے پہلے تھے کہ عذاب الہی نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں یہی فرمان آیت ﴿قَالَ لِلَّهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا﴾ ② الخ میں اور آیت ﴿وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ﴾ ③ الخ میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے اپنے والوں کی کس طرح مدد فرمائی؟ اور انہیں کیسے غالب کیا؟ تیری قوم کو دیکھ کہ رحمن سے کفر کر رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس وصف اور نام کو ماننی ہی نہیں حدیبیہ کی صلح کے لکھنے کے وقت اس پر اڑ گئے کہ ہم (بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) لکھتے نہیں دیں گے ہم نہیں جانتے کہ رحمن اور رحیم کیا ہے پوری حدیث بخاری میں ④ موجود ہے قرآن میں ہے ﴿قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ﴾ ⑤ اللہ کہہ کر اسے پکارو یا رحمن کہہ کر اسے پکارو وہ تمام بہترین ناموں والا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن نہایت پیارے نام ہیں“ ⑥ جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں وہی میرا پروردگار ہے میرے بھروسے اسی کے ساتھ ہیں اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع اور دل کا میل ہے اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

① صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم، ۲۵۷۷؛ ابن حبان، ۶۱۹؛ احمد، ۵/۱۶۰؛ الأدب المفرد، ۴۹۰۔

② النحل: ۶۳۔ ③ الانعام: ۳۴۔

④ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب وکتابہ الشروط، ۲۷۳۱۔

⑤ ۱۷/بني اسراء یل: ۱۱۰۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الأدب، باب النهی عن التکني بأبی القاسم، ۲۱۳۲؛ ابو داود،

۴۹۴۹؛ ترمذی، ۲۸۳۴؛ ابن ماجہ، ۳۷۲۸۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتُ ۚ
 بَلْ لِلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۖ أَفَلَمْ يَأْتِئِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهْدَى
 النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ
 قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ ۚ

ترجمہ: اگر بالفرض قرآن کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یا مردوں سے باتیں کرادی جاتیں پھر بھی انہیں ایمان نہ آتا۔ بات یہ ہے کہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو کیا ایمان والوں کو اس بات پر دلچسپی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت دے دے کفار کو تو ان کے کفر کے بدلے ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی سخت سزا پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانات کے ارد گرد گھومتی رہے گی تاوقتیکہ وعدہ الہی آپہنچے اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ [۳۱]

قرآن کریم کی تعریف: [آیت ۳۱] اللہ تعالیٰ اس پاک کتاب قرآن کریم کی تعریفیں بیان فرما رہا ہے کہ اگر اگلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام اگلی کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات و انسان مل کر بھی اس جیسی ایک سورت نہ بنا کر لاسکے یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں۔ تو معاملہ اللہ تعالیٰ کی سپرد کردہ مالک کل ہے تمام کاموں کا مرجع وہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئی کی گراہی کسی کے قبضے میں نہیں یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی آسانی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے شائق ہے مسند میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن اسقدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ قرآن کو ختم کر لیتے۔ سوال ہے ہاتھ کی کمائی کے وہ اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ ① پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار اب تک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لانے کی۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ منشا ہی نہیں اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر اس سے واضح اس سے صاف اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کون سا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے بڑے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ بھی خشیت الہی سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں۔ میری ایسی چیز اللہ تعالیٰ کی یہ وحی ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا میں ہو جاؤں گا۔“ ② مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا۔ نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہونہ اس سے علما کا پیٹ بھر جائے۔ یہ فیصل ہے دل لگی نہیں۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ اسے توڑ دے گا۔ جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کرے گا اسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت ﷺ سے کہا اگر آپ یہاں =

① احمد، ۳۱۴/۲؛ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَاتَيْنَا دَاوُدَ زُبُورًا﴾ ۳۴۱۷؛ ابن حبان،

۶۲۲۵۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب کیف نزل الوحي وأول ما نزل ۴۹۸۱؛ صحیح مسلم، ۱۵۲۔

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَامْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝

ترجمہ: یقیناً تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کے ساتھ مسخر اپن کیا گیا تھا اور میں نے بھی کافروں کو ڈھیل دی تھی پھر انہیں پکڑ لیا تھا پس میرے عذاب کی کیسی کچھ تکلیف ہوئی ﴿۱۳۲﴾

= کے پہاڑ یہاں سے ہٹوا دیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے آپ بھی کرادیتے یا جس طرح (حضرت عیسیٰ) مردوں کو زندہ کردیتے تھے آپ بھی کر دیتے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ①
 قادمہ ﷺ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کیساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو تمہارے اس قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔
 سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا تا کہ تم سب کو آزمائے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ ﴿يَا يَنْسُ﴾ کے بدلے دوسری جگہ ﴿يَتَّبِعُنَ﴾ بھی ہے۔ ایمانداران کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے۔ یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب برابر ان پر برستے رہتے ہیں یا ان کے آس پاس آ جاتے ہیں۔ پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا خَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرَىٰ﴾ ② یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو انکی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں اور آیت میں ہے ﴿أَفَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا﴾ ③ کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے۔ ﴿تَحُلُّ﴾ کا فاعل ﴿قَادِرٌ عَدَّ﴾ ہے۔ یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی محمد ﷺ یہاں تک کہ وعدہ الہی آپ پہنچے۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی مروی ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت ﷺ کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ مجاہد قادمہ عکرمہ ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدہ ربانی سے مراد فتح مکہ ہے لیکن حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے۔ وہ کبھی ملنے والا نہیں۔ انہیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا تَحْزَبْنَ اللَّهُ مُخْلِفٌ وَعْدُهُ﴾ ④ یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

انبیاء کے ساتھ مذاق کرنے والوں کو بھی مہلت ملی: [آیت: ۳۲] اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج و فکر نہ کریں آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا بھی یوں ہی مذاق اڑایا گیا تھا۔ میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی۔ آخر بے طرح پکڑ لیا تھا اور کھوڑا اکھوڑا دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام =

① اس کی سند میں علیہ بن سعد العوفی ضعیف راوی ہے۔ ابو حاتم اور نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب، ۷/ ۲۵۵)

② ۴۶ / الاحقاف: ۲۷۔ ③ ۱۳ / الرعد: ۴۱۔ ④ ۱۴ / ابراہیم: ۴۷۔

اَفَمِنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ ۖ قُلْ سَمُّوهُمْ

اَمْ تَتَّبِعُوْنَہٗ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی الْاَرْضِ اَمْ یَظْہِرُ مِنَ الْقَوْلِ ۚ بَلْ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ

کَفَرُوْا مَکْرُهُمْ وَّصُدُّوا عَنِ السَّبِیْلِ ۚ وَمَنْ یُّضِلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ ہَادٍ ۝۱

ترجمہ: آیادہ اللہ جو کہ خبر لینے والا ہے ہر شخص کی اس کے کئے ہوئے اعمال پر ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں کہہ کہ ذرا ان کے نام تو لکھو یا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا صرف اوپری اوپری باتیں بنا رہے ہو بات اصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کو ان کے مکر بھلے سمجھائے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں۔ جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کا راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ [۳۳]

= کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے بہت سی بستیاں ہیں جو باوجود ظلم کے بہت دنوں دنیا میں مہلت لیے رہیں ① لیکن آخر شمس اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ ظلم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو ظلم حیران رہ جاتا ہے۔“ پھر آپ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخَذَ رَبُّكَ﴾ ② کی تلاوت کی۔ ③ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی محافظ ہے: [آیت: ۳۳] اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے۔ ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے۔ ہر نفس پر نگہبان ہے۔ ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے ہر عمل پر وہ موجود ہے۔ ہر پتے کے چھڑنے کا اسے علم ہے۔ ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے۔ ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے۔ ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے کھلی چھپی ہر بات کو وہ جانتا ہے تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ ان صفوں والا رب کیا تمہارے ان جھوٹے معبودوں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لیے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دلالت کلام موجود ہے اور وہ فرمان الہی ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ﴾ ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادروں کو شریک ٹھہرایا اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ ان کے حالات تو بیان کر دو تا کہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں کیا تم زمین کی ان چیزوں کی خبر اللہ تعالیٰ کو دے رہے ہو جنہیں وہ نہیں جانتا یعنی جن کا وجود ہی نہیں۔ اس لیے کہ اگر وجود ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہ ہوتا۔ کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں۔ یا صرف اٹکل بچو باتیں بنا رہے ہو؟ فضول گپ مار رہے ہیں تم نے ہی آپ ان کے نام گھڑ لیے تم نے ہی انہیں نفع نقصان کا مالک قرار دیا اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی ربانی دلیل ہے نہ اور کوئی دلیل ہے۔ یہ تو صرف دہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا مکر انہیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے وہ اپنے کفر پر اور اپنے شرک پر ہی ناز کر رہے ہیں۔ دن رات اسی میں مشغول ہیں اور اسی کی طرف ادروں کو بلارہے ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ﴾ ④ الخ ان کے شیطانوں نے ان کی بے ڈھنگیاں ان کے سامنے زینت وار کر دی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے طریقہ بدی سے روک دیئے گئے ہیں۔ ایک قرأت اس کی (صَدُّوْا) =

① ۲۲/ الحج: ۴۸۔ ② ۱۱/ ہود: ۱۰۲۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَكَذٰلِكَ اَخَذَ رَبُّكَ﴾ الخ: ۶۷۸۶؛ صحیح مسلم، ۲۵۸۳۔ ④ ۴۱/ ختم السجده: ۲۵۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ
مِنْ وَاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
۝ كُلُّهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا ۖ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۝

ترجمہ: ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی زیادہ سخت ہے۔ انہیں غضب الہی سے بچانے والا کوئی بھی نہیں [۳۳] اس جنت کی صفت جس کا وعدہ پرہیزگاروں کو دیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں اس کے نیچے بہتی ہیں اور اس کے سائے بھی۔ یہ ہے انجام کار پرہیزگاروں کا۔ اور کافروں کا انجام کار دوزخ ہے۔ [۳۵]

= بھی ہے یعنی انہوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو اس میں پھانسا شروع کر دیا اور راہ رسول سے لوگوں کو روکنے لگے۔ رب کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو کون راہ دکھاسکے؟ جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾ ① جسے اللہ تعالیٰ فتنے میں ڈالنا چاہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ بھی تو اختیار نہیں رکھتا اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو لیکن اللہ ان گمراہوں کو راہ دکھانا نہیں چاہتا۔ پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے؟ ②

جہنم کے عذاب اور جنت کے نظارے: [آیت: ۳۴-۳۵] کفار کی سزا اور نیک کار کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے۔ کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے بدرجہا بدتر ہیں۔ ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے۔ ③ یہاں کے عذاب فانی ہیں وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آ سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَكَيْفَ مَسِيذٌ لَا يُعَذِّبُ عَذَابُهُ أَحَدًا﴾ ④ آج اس جیسے نہ عذاب کسی کے نہ اس جیسی قید و بند کسی کی۔ فرمان ہے ﴿وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا﴾ ⑤ قیامت کے منکروں کے لیے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ دور سے ہی انہیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی۔ وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے ایک ہی موت کیا مانگتے ہو۔ بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتلاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنت خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے۔ اور ان کا بیشکلی کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اسکے چاروں طرف نہریں جاری ہیں۔ جہاں چاہیں پانی لے جائیں۔ پانی بھی نہ بگڑنے والا۔ پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں۔ جس میں صرف لذت ہی لذت ہے۔ نہ بد مزگی نہ بے ہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور ساتھ ہی رب کی رحمت مالک کی مغفرت۔ اس کے پھل بیشکلی والے ہیں اس کے کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ جب آنحضرت ﷺ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور ﷺ! ہم نے آپ کو دیکھا

① ۵ / المائدة: ۴۱ ② ۱۶ / النحل: ۳۷ ③ صحیح مسلم، کتاب اللعان، ۱۴۹۳۔

④ ۸۹ / الفجر: ۲۵ ⑤ ۲۵ / الفرقان: ۱۱۔

کہ آپ ﷺ نے کسی چیز کو گویا لینے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے۔ آپ نے فرمایا ”ہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں اگر لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔“ ① ابویعلیٰ میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ ناگہاں آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تر و تازگی سے مہک رہی تھی۔ میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لوں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی۔ اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا اسے کھاتی اور پھر بھی ذرا سا بھی کم نہ ہوتا۔“ ② اس معنی کی روایت مسلم میں بھی ہے ③ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ”ہاں۔“ اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا ”اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کو امہینہ بھرا تار رہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔“ ④ اور حدیث میں ہے کہ ”جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔“ ⑤ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جنتی خوب کھائیں پیئیں گے لیکن نہ تھوک آئے گی نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ مثک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی“ ⑥ (مسلم وغیرہ)۔ ایک اہل کتاب نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پیئیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہاں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے اور جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سوا آدمیوں کو مل کر ہو۔“ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پیئے گا اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت ہوگی پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپ نے فرمایا ”نہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہو جائے گا“ اور وہ پسینہ مثک ہو گا ⑦ (مسند و نسائی) فرماتے ہیں کہ ”جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا“ ⑧ بعض روایتوں میں ہے کہ ”پھر وہ اسی طرح بحکم ربانی زندہ رہ کر اڑ جائے گا۔“ ⑨ قرآن میں ہے وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کٹیں نہ ٹوٹیں ⑩ نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سائے جھکے ہوئے شاخیں نیچی سائے بھی پھٹکی =

① صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف جماعة ۱۰۵۲؛ صحیح مسلم، ۹۰۷؛ ابن حبان، ۲۸۳۲؛

احمد، ۲۹۸/۱۔ ② احمد، ۳/۳۵۲؛ مسند ضعیف، عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف راوی ہے۔ ۳/۲۷۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب صلاة الکسوف، باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاة الکسوف من امر الجنة والنار، ۹۰۴۔

④ احمد، ۱۸۴/۴۔ مسند ضعیف؛ طبرانی، ۸۲۰۸؛ مجمع الزوائد، ۴۳۱/۱۰؛ حریر تخریج کے لیے دیکھئے ابن حبان، ۷۴۱۶؛

موارد الظمان، ۲۶۲۷؛ المعجم الأوسط، ۱/۱۲۷؛ الطبرانی، ۳۱۲۔ ⑤ طبرانی، ۱۴۴۹؛ مسند ضعیف عباد بن

منصور ضعیف مدلس، مجمع الزوائد، ۱۰/۴۱۴۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفات الجنة واهلها

وتسیحهم فیها بکرة وعشیا ۲۸۳۵؛ ابن حبان، ۷۴۳۵؛ الدارمی، ۲۸۲۷؛ احمد، ۳/۳۴۹؛ مسند شامیین، ۳/۱۱۴؛ مسند

ابی یعلیٰ، ۴۱۸/۳۔ ⑦ احمد، ۴/۳۶۷؛ مسند ضعیف الاعمش مدلس وعنن، السنن الکبریٰ، ۱۱۴۷۸؛ الدارمی،

۲۸۲۵؛ ابن حبان، ۷۴۲۴؛ موارد الظمان، ۲۶۳۷؛ المعجم الأوسط، ۲/۲۰۲؛ طبرانی، ۱۷۸/۵؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۴۱۶؛

بدون (لیعطی قوة مئة) ⑧ البزار، ۳۵۳۲؛ مسند ضعیف حمید الاعرج ضعیف، مجمع الزوائد، ۱۰/۴۱۴؛ سنن

سعید بن منصور، ۱۱۷۱۔ ⑨ ابن ابی الدنيا وسند ضعیف، الترغیب والترہیب، ۵۵۰۹؛ دیکھئے (ضعیف الترغیب، ۲۲۰۸)

⑩ ۵۶/الواقعة: ۳۲، ۳۳۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ
بَعْضَهُ ۖ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۖ إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ
مَأْبٍ ۖ وَكَذَلِكَ أُنْزِلُنَا حُكْمًا عَرَبِيًّا ۖ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا
جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لَا مَالَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّابٍ وَلَا وَاقٍ ۚ

ترجمہ: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ تجھ پر اتارا جاتا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں اور دوسرے فرقتے اس کی بعض باتوں کے منکر ہیں تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں میں اس کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ [۳۶] اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان اتارا ہے۔ اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کر لی اس کے بعد کے تیرے پاس علم آچکا ہے تو نہ اللہ کے عذابوں سے تجھے کوئی حمایتی ملے گا اور نہ بچانے والا۔ [۳۷]

والے ہوں گے جیسے فرمان ہے ایمان دار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے۔ ① حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جنت کے ایک درخت کے سائے تلے تیز سواری والا سوار سوسال تک تیز دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔“ ② قرآن میں ہے سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔ ③ عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق ہو اور دوزخ سے ڈر لگے۔ یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پر ہمیز گار اور تقویٰ شعار لوگوں کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی برادر ہیں۔ ④ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے بس میں آنے والے نہیں ہو۔ واللہ اگر اطاعت الہی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مر گئے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں؟ جس کے پھل اور جس کے سائے بیشک والے ہیں۔

نزول قرآن سے خوشی ایمانداروں کو ہوئی ہے: [آیت: ۳۶-۳۷] جو لوگ اس سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور وہ اس کے حامل ہیں وہ تو قرآن کے تجھ پر اترنے سے شاداں و فرحاں ہو رہے ہیں کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اس کی صداقت موجود ہے جیسے آیت ﴿الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ ⑤ میں ہے کہ اگلی کتابوں کو اچھے طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ تم مانویا نہ مانو اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی خبر ہے اور وہ اس وعدے کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں پس وہ شاداں ہوتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں بعض نہیں تو

① ۴/ النساء: ۲۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۶۵۵۳؛ صحیح مسلم، ۲۸۲۸۔

③ ۵۶/ الواقعة: ۳۰۔ ④ ۵۹/ الحشر: ۲۰۔ ⑤ ۲/ البقرة: ۱۲۱۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ۖ وَمَا كَانَ
لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَسْأَلُونَكَ مَا يَأْتِيكَ
وَيُغَيِّبُكَ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ ۝

ترجمہ: ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا کسی رسول سے نہیں ہو سکتا کہ کوئی
نشانِ نبی بغیر اللہ کی اجازت کے لے آئے ہر مقررہ وعدہ کی ایک لکھت ہے۔ [۳۸] اللہ جو چاہے نابود کر دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح
محفوظ اسی کے پاس ہے۔ [۳۹]

= اے نبی! اعلان کر دے کہ مجھے صرف واحد رب کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی عبادت اس
کی توحید کے ساتھ کروں یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا اسی راہ کی طرف اسی رب کی عبادت کی طرف میں تمام
دنیا کو دعوت دیتا ہوں اسی اللہ کی طرف سب کو بلاتا ہوں اور اسی اللہ تعالیٰ کی طرف میرا لوٹنا ہے جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے
ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے۔ عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے اس قرآن
کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح ظاہر مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا۔ نہ اس کے
آگے سے باطل نہ اس کے پیچھے سے آکر اس میں مل سکے۔ یہ حکیم و حمید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی ہی اتری ہے اے نبی! تیرے پاس علم
ربانی آسانی وحی آپکی ہے اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے تجھے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔
نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہوگا سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہ ﷺ کے علم کے بعد جو گمراہی والے راستوں کو اختیار کریں ان علما کے لیے
اس آیت میں زبردست وعید ہے۔

معجزات کا صدور رسولوں کے اختیار میں نہیں: [آیت: ۳۸-۳۹] ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول
اللہ ﷺ ہیں ایسے ہی آپ سے پہلے کے تمام رسول بھی انسان ہی تھے کھانا کھاتے تھے بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ بیوی بچوں
والے تھے اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ﴿إِنَّمَا آتَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ ① میں بھی
تم جیسا ایک انسان ہوں میری طرف وحی الہی کی جاتی ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میں نفلی
روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے بھی ملتا
ہوں جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑے وہ میرا نہیں۔“ ② مسند احمد میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”چار چیزیں تمام انبیاء کا
طریقہ ہیں خوشبو لگانا، نکاح کرنا، مسواک کرنا اور مہندی۔“ ③ پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں یہ اللہ
عزوجل کے قبضے کی چیز ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے ہر ایک کا مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی

① ۱۸/ الکہف: ۱۱۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۵۰۶۳: صحیح مسلم، ۱۴۰۱۔

③ احمد، ۵/ ۴۲۱: ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی فضل التزوید والحث علیہ ۱۰۸۰ وسندہ ضعیف حجاج بن ارطاة
ضعیف و مدلس راوی ہے نیز ابوالشمال راوی مجہول ہے۔

ہوئی ہے ہر شے کی ایک مقدار معین ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے سب کچھ کتاب میں لکھا موجود ہے یہ تو اللہ پر بہت ہی آسان ہے ہر کتاب کی جو آسان سے اتری ہے ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں اللہ تعالیٰ جو چاہے منائے جو چاہے باقی رکھے سال بھر کے امور مقرر کر دیے لیکن اختیار سے باہر نہیں جو چاہا باقی رکھا جو چاہا بدل دیا سوائے شقاوت سعادت حیات ممات کے کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے ❶ ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ ❷ منصور رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے مٹا دے اور نیکوں میں کر دے آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تھا تو میں نے ان سے پھر یہی بات دریافت کی آپ نے ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ﴾ ❸ سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزیاں تفسیف مقرر ہو جاتی ہیں پھر جو اللہ تعالیٰ چاہے مقدم مؤخر کرتا ہے ہاں سعادت شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے پروردگار! اگر تو نے ہمیں بد بختوں میں لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہماری گنتی نیکوں میں لکھ لے اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسے باقی رکھ تو جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے باقی رکھے اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ ❹ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے اے مالک! اگر تو نے مجھ پر برائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انہیں مٹا دے تو جو چاہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے تو اسے سعادت اور رحمت کر دے۔ ❺ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعب رحمہ اللہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں سب آپ کو بتا دیتا پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ❻

ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کی الٹ پلٹ اللہ تعالیٰ کے اختیار کی چیز ہے چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ”بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز بدل نہیں سکتی اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں۔“ ❷ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ ”صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے“ ❸ اور حدیث میں ہے کہ ”دعا اور قضا دونوں کی مدد بھیڑ آسمان و زمین کے درمیان ہوتی ہے۔“ ❹ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچ سو سال کے راستے کی چیز ہے سفید موتی کی ہے یا قوت کے دو پتھوں کے درمیان تریٹھ بار =

❶ الطبری، ۱۶/ ۴۸۰، وسندہ ضعیف۔ ❷ الطبری وسندہ ضعیف۔

❸ ۴۴/ الدخان: ۳، ۴۔ ❹ الطبری، ۱۶/ ۴۸۱ وسندہ ضعیف۔

❺ الطبری، ۱۶/ ۴۸۱، وسندہ حسن۔

❻ اس میں ابوہریرہ متروک الحدیث ہے (میزان الاعتدال، ۴/ ۲۳۴ رقم ۸۹۶۹)

❼ احمد، ۵/ ۲۲۲، ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات ۴۰۲۲ وسندہ ضعیف سفیان ثوری مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں

ہے۔ ابن ابی شیبہ، ۱۰/ ۴۴۱: الطبرانی، ۱۴۴۲، حاکم، ۱/ ۴۹۳۔

❽ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب من أحب البسط فی الرزق، ۲۰۶۷: صحیح مسلم، ۲۵۵۷ معنہ۔

❾ ما وجبت۔

وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَقَّيْتُكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَعَلَيْنَا
 الْحِسَابُ ۝ أَوْ لَمْ يَدْرُوا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۖ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا
 مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلَّهِ
 الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۖ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

ترجمہ: ان سے کئے ہوئے وعدوں میں سے کوئی اگر ہم تجھے دیکھا دیں یا تجھے ہم فوت کر لیں تو تجھ پر صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب تو ہمارے
 ذمہ ہی ہے [۱۰۰] کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے احکام پیچھے ڈالنے والا
 نہیں وہ جلد حساب لینے والا ہے [۱۰۱] ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکاری میں کمی نہ کی تھی لیکن تمام تدبیریں اللہ ہی کی ہیں جو شخص جو کچھ کر رہا
 ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اس جہان کی جزا کس کے لیے ہے۔ [۱۰۲]

== اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے ام الکتاب اسی کے پاس ہے حضور ﷺ کا
 ارشاد ہے کہ ”رات کی تین ساعتمیں باقی رہنے پر ذکر کھولا جاتا ہے پہلی ساعت میں اس ذکر پر نظر ڈالی جاتی ہے جسے اس کے سوا کوئی
 اور نہیں دیکھتا پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔“ ① الخ کہلی فرماتے ہیں روزی کو بڑھانا گھٹانا عمر کو بڑھانا گھٹانا
 اس سے مراد ہے ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابوصالح نے ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ بن
 ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نبی ﷺ ② نے پھر ان سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ سب باتیں لکھی جاتی ہیں
 جمعرات کے دن ان میں سے جو باتیں جزا سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا میں نے پیامیں آیا میں
 گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں اور ثواب عذاب کی چیزیں نہیں اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں وہ رکھ لی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور اللہ کے پاس ہے اصل کتاب وہی ہے
 فرماتے ہیں مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانے تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے پھر معصیت میں لگ جاتا ہے اور اسی پر مرتا
 ہے ③ پس اس کی نیکی ختم ہو جاتی ہے اور جس کے لیے ثابت رہتی ہے یہ وہ ہے جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے لیکن اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے اس کے لیے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے اور اطاعت الہی پر مرتا ہے یہ
 ہے جس کے لیے ثابت رہتی ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے نہ بخشے۔ ابن
 عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے جو چاہتا ہے متغیر نہیں کرتا ناخ اسی کے پاس ہے اور اول بدل بھی ④ بقول قتادہ رضی اللہ
 عنہ یہ آیت مثل آیت ﴿مَا تَنْسَخُ﴾ کے ہے یعنی جو چاہے منسوخ کر دے جو چاہے باقی اور جاری رکھے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب

① الطبری، ۲۰۵۰۲ وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۱۰/۴۱۵ اس کی سند میں زیادہ بن محمد مکر الہدیث ہے۔ (التقریب،

② (۲۷۱/۱) اس کی سند میں کبھی محمد بن سائب متروک راوی ہے (التقریب، ۲/۱۶۳)

③ الطبری، ۲۰۴۸۲ وسندہ ضعیف۔

④ سندہ ضعیف۔

اس سے پہلے کی آیت اتری کہ کوئی رسول بغیر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دیکھا سکتا تو قریش کے کافروں نے کہا پھر تو محمد ﷺ بالکل بے بس ہیں کام سے فراغت حاصل ہو چکی ہے پس انہیں ڈرانے کے لیے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں نوپید کر دیں ہر رمضان میں نوپید ہوتی ہے پھر اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے روزی بھی تکلیف بھی دیتا ہے اور تقسیم بھی۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کی اجل آ جائے چل بستا ہے نہ آئی ہو رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے دن پورے کر لے۔ ابن جریر رحمہ اللہ بھی اس قول کو پسند فرماتے ہیں حلال حرام اس کے پاس ہے۔ کتاب کا خلاصہ اور جزا سی کے ہاتھ ہے۔ کتاب خود رب العالمین کے پاس ہی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب رحمہ اللہ سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا پھر کہا کہ کتاب کی صورت میں ہو جائے ہو گیا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

نبی کے ذمہ تبلیغ ہے: [آیت ۴۰-۴۲] تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے وہ تو کر چکا ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے تو صرف انھیں نصیحت کر دے تو ان پر کوئی وار وغہ اور نگہبان نہیں جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ آپ بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا ان کا لونٹا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈر اور ویران بنتے جارہے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جارہی ہیں خرابیاں آتی جارہی ہیں لوگ مرتے جارہے ہیں زمین اجڑتی جارہی ہے خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو انسان کو چھپر ڈالنا بھی محال ہو پڑتا۔ مقصد انسانوں کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے مراد اس سے زمین کی خشکی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علما فقہاء اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے۔ ① عرب شاعر کہتا ہے۔

الْأَرْضُ تَحْيَا إِذَا مَاتَ عَاشٌ عَالِمُهَا مَتَى يَمُتُ عَالِمٌ مِّنْهَا يَمُتُ طَرَفٌ
گھا لڑھیں تَحْيَا إِذَا مَاتَ الْغَيْثُ حَلَّ بِهَا وَإِنِ أَسَىٰ عَادِي فِي أَكْنَافِهَا الْفَلَكُ

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے وہاں کی زمین کی زندگی اسی سے ہے اس کی موت اس زمین ویرانی اور خرابی ہے جیسے کہ بارش جس زمین پر برے لہلہا نے لگتی ہے اور اگر نہ برے تو سوکھنے اور بخر ہونے لگتی ہے پس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے ایک کے بعد ایک ہستی کو نابالغ کرنا ہے جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ﴾ ② الخ یہی قول ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے۔

کافروں کی تدبیریں ناکام اللہ کا ارادہ کامیاب: اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا انھیں نکالنا چاہا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا انجام کار پر بیزگاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دلس نکالا دینے کا مشورہ کر رہے تھے وہ مکر میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر ہے دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود =

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ لَا

وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝

ترجمہ: یہ کافر کہتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں تو جواب دے کہ مجھ اور تم میں اللہ گواہی دینے والا ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے [۴۳]

ہیں ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل دل کے کھلے اس پر ظاہر ہیں ہر عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا ﴿الْكَافِرُ﴾ کی قرأت (الْكَافِرُ) بھی ہے ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے ان کا یا مسلمانوں کا؟ ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا و آخرت ان ہی کی سنورتی ہے۔

رسالت و نبوت کے منکر: [آیت ۴۳] کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں رسالت کے منکر ہیں تو غم نہ کر۔ کہہ دیا کر کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے میری نبوت کا وہ خود گواہ ہے میری تبلیغ پر تمہاری تکذیب کو وہ شاہد ہے میری سچائی اور تمہاری تہمت پر وہ دیکھ رہا ہے علم کتاب جس کے پاس ہے اس سے مراد عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ قول مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے لیکن بہت غریب قول ہے اس لیے کہ یہ آیت مکہ میں اتری ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد مدینے میں مسلمان ہوئے ہیں اس سے زیادہ ظاہر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہود نصاریٰ کے حق کو عالم مراد ہیں ہاں ان میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور حضرت سلمان اور تمیم داری رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ مجاہد رحمہ اللہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اس سے مراد بھی خود اللہ تعالیٰ ہے حضرت سعید رحمہ اللہ اس سے انکاری تھے کہ اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ لئے جائیں کیونکہ یہ آیت مکہ ہے اور آیت کو ﴿مَنْ عِنْدَهُ﴾ پڑھتے تھے یہی قرأت مجاہد اور حسن بصری رحمہما سے بھی مروی ہے ایک حدیث مرفوعہ میں بھی یہی قرأت ہے ① لیکن وہ حدیث ثابت نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے۔ اس میں داخل ہے ان کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیشین گوئی کر دی تھی جیسے فرمان رب ذیشان ہے ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ② یعنی میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو حق ہیں زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ رسول نبی امی ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہیں جس کا ذکر اپنی کتاب تورات انجیل میں موجود پاتے ہیں اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کے لئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہونے کا علم علمائے بنی اسرائیل کو بھی ہے ③ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علمائے یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم واسمعیل علیہما السلام کی مسجد میں جا کر عید منائیں گے پہنچے آنحضرت ﷺ یہیں تھے یہ لوگ جب حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبد اللہ بن سلام ہیں کہا ہاں فرمایا قریب آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے فرمایا آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے اس وقت حضرت

① الطبری، ۱۳/۱۷۶ وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ، ۵۵۷۴؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۵۵؛ سنن سعید بن منصور، ۱۱۷۷۔

② ۷/الاعراف: ۱۵۶۔ ③ ۲۶/الشعراء: ۱۹۷۔

جبریل علیہ السلام آئے آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ کہو ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ ❶ آپ ﷺ نے پوری سورت پڑھ سنائی ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گئے مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے جو آپ کو خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آ جاتے تو تم درخت سے نہ کودتے کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے شتم المرسلین کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ یہ سند سخت نکارت والی ہے۔ ❷

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ رَعْدٍ كِي تَفْسِيْر خْتَمِ هُوِيْ-



❶ ۱۱۲/الاخلاص: ۱-

❷ الطبرانی وسنده ضعيف اس کی سند ضعیف اور متن باطل ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے یہ روایت مجمع الزوائد، ۱۴۹/۷، ۱۵۰ میں بھی ہے اس میں حمزہ نے اپنے دادا عبداللہ بن سلام کو نہیں پایا۔ ولید بن مسلم مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔

تفسیر سورۃ ابراہیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّاسِ کُتِبَ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلَى صِرَاطٍ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ اللّٰهُ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۝ وَوَلِیُّ الْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۝ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلٰی الْاٰخِرَةِ ۝ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۝ اُولٰٓئِکَ فِی ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ مہربان رحم کرنے والے کا نام سے۔

یہ عالی شان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائے انکے پروردگار کے حکم سے زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف [۱] جس اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مکرروں کے لئے توخت عذاب کی خرابی ہے۔ [۲] جو آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو پسند رکھتے ہیں اور راہ الہی سے روکتے رہتے ہیں اور اس میں ٹیڑھ پن پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی لوگ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔ [۳]

مومن روشنی اور کافرتاریکی میں: [آیت: ۱-۳] حروف مقطعه جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اے نبی ﷺ اے عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے۔ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ تمام رسولوں سے افضل و بالا۔ جہاں اتاری وہ جگہ دنیا تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ اس کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اجالے میں لا سکتا ہے۔ تیرا پہلا کام یہ کہ گمراہیوں کو ہدایت سے برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے۔ ایمانداروں کا حقیقی خود اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ انہیں اندھیروں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی اللہ کے سوا اور ہیں جو انہیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے غلام پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اتارتا ہے کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی طرف پہنچا دے۔ اصل ہادی اللہ ہی ہے۔ رسولوں کے ہاتھوں جس کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے وہ راہ پالیتے ہیں اور غیر مغلوب پورے غالب زبردست اور ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں۔ اور ہر حال میں تعریفوں والے اللہ کی راہ کی طرف ان کی رہبری ہو جاتی ہے۔ اللہ کی دوسری قرأت اللہ بھی ہے۔ پہلی قرأت بطور صفت کے ہے اور دوسری بطور نئے جملے کے جیسے آیت ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِیْعًا اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ۝ میں جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے انہیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں۔ رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ راہ الہی جو سیدھی اور صاف ہے اسے ٹیڑھی ترجیحی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسی جہالت و ضلالت میں رہیں گے لیکن راہ الہی نہ ٹیڑھی ہوئی نہ ہو پھر ایسی حالت میں ان کی صلاحیت کی کیا امید۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلَّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلَّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلَّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝

ترجمہ: ہم نے ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ تاکہ ان کے سامنے وضاحت سے بیان کر دے۔ اب اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے راہ دکھا دے۔ وہ غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ [۴] یاد کر جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے۔ [۵]

ہر نبی اسی قوم سے ہوتا تھا: [آیت: ۳۰-۵] یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی غایت درجہ کی مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قومی زبان میں ہی بھیجا تاکہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ہر نبی رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ ① حق ان پر کل تو جاتا ہی ہے پھر ہدایت ضلالت اللہ کی طرف سے ہے اس کے چاہنے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وہ غالب ہے اس کا ہر کام حکمت سے ہے گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اسی کے مستحق ہوں اور ہدایت پر وہی آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں“ چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس قوم کی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی۔ اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔ آنحضرت محمد ﷺ کی رسالت عام تھی۔ ساری دنیا کی سب قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے۔ جیسے خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مہینے بھر کی راہ سے صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی قرار دی گئی ہے مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے۔ مجھے شفاعت سونپی گئی ہے ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا اور میں تمام عام لوگوں کی طرف رسول اللہ بنایا گیا ہوں۔“ ② قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی! اعلان کر دو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ ③

بنی اسرائیل کی طرف موسیٰ علیہ السلام کی بعثت: بے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تارکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں جن کا بیان آیت ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ سِنْعَ آيَاتٍ﴾ ① الخ میں ہے انہیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے۔ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت ضلالت سے ہٹا کر علم و ہدایت کی طرف لے آ۔ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون جیسے ظالم جابر کی غلامی سے آزاد کیا۔ ان کے لئے دریا کو کھڑا کر دیا ان پر ابر کا سایہ کر دیا ان پر من و سلوی اتارا اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ﴿إِنَّمَا اللَّهُ﴾ کی تفسیر اللہ کی نعمتوں سے مروی =

① احمد، ۵/۱۵۸ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۷/۴۳ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن مذکورہ آیت سے یہی مطلب مراد ہے۔ ② صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فَلَمَّ تَجَدَّوْا مَاءً فَلَيَمُمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ ۳۳۵، صحیح مسلم، ۵۲۱۔ ③ ۷/الاعراف: ۱۵۸۔ ④ ۱۷/بنی اسرائیل: ۱۰۱۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

يَسُوءُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي

ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ① وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ② وَقَالَ مُوسَى إِنَّ تَكْفُرًا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي

الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ③

ترجمہ: جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں جب کہ اس نے تمہیں فرعونوں سے نجات دی جو تمہیں بڑے دکھ پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑا احسان تھا۔ ① جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب سخت ہے۔ ② موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔ ③

① ہے۔ لیکن ابن جریر میں یہ روایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی آئی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے فرعون سے نجات دلوانا اس کے ذیل عذابوں سے چھڑوانا اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے عبرت ہے جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مومن کا تمام کام عجیب ہے اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے راحت و آرام ملے شکر کرتا ہے اس کا انجام بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔“ ②

بنی اسرائیل پر اللہ کے احسانات: [آیت: ۶-۸] فرمان الہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلوا رہے ہیں۔ مثلاً فرعونوں سے انہیں نجات دلوانا جو انہیں بے وقت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ تمام زینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے۔ صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکر گزاری کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس جملہ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فرعون بنی اسرائیل پر اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہیں واللہ اعلم۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَكُونُوا لَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ③﴾ یعنی ہم نے انہیں بھلائی برائی سے آزمایا کہ وہ لوٹ آئیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی اپنی عزت جلالت اور کبریائی کی جیسے آیت ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَسْخَرَنَّ ④﴾ الخ۔ میں پس اللہ کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ =

① احمد، ۵/ ۱۲۲ وسندہ ضعیف، الطبری، ۱۳/ ۱۸۴؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر، ۲۳۸۰ میں قصہ خضر موسیٰ کے ضمن میں ”ایام اللہ نعاوہ“ کے الفاظ اس متن سے بے نیاز کرتے ہیں۔ ② صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ۲۹۹۹؛ ابن حبان، ۲۸۹۶؛ احمد، ۴/ ۳۳۲؛ المعجم الكبير، ۷۳۱۶؛ شعب الایمان، ۴۴۸۷۔

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٍ وَكُودَةُ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ
لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّواْ اَيْدِيَهُمْ فِىْ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْا

اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِ وَاِنَّا لَفِىْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝

ترجمہ: کیا تمہارے پاس تم سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں؟ یعنی قوم نوح کی اور عاد و ثمود کی اور ان کے بعد والوں کی؟ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول معجزے لائے۔ لیکن وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں پھیر لئے گئے اور صاف کہہ دیا جو کچھ تمہیں دے کر بھیجا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔ اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلارہے ہو ہمیں تو اس میں بڑا بھاری شبہ ہے ہم اس سے خاطر جمع نہیں۔ [۹]

= شکر گزاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور جھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں ہے ”بندہ بوجہ گناہ کے اللہ تعالیٰ کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔“ ① مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک سائل گزرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی وہ بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے اسے بہ خوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ ”اللہ کے رسول کا عطیہ ہے“ آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم دیا اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے لوطی سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوادو۔ ② حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوقات بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا پاؤں گے؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکر گزاری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے۔ ﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفِيْرٌ عَنكُمْ﴾ ③ تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے اور آیت میں ہے ﴿تَكْفُرُوْا وَتَوَلَّوْا وَاسْتَغْنٰی اللّٰهُ﴾ ④ انہوں نے کفر کیا منہ موڑ لیا تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم میں قدسی حدیث ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول آخرا انسان جن سب مل کر بہترین تقویٰ والے دل فحش کے جیسے بن جائیں تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا۔ اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ذرہ بھی نہ گھٹے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی کسی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو“ ⑤ پس ہمارا رب پاک ہے بلند ہے غنی ہے اور حمید ہے۔

بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کا وعظ: [آیت: ۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد=

① ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات ۴۰۲۲ وسندہ ضعیف سفیان ثوری مدلس راوی کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

② احمد، ۱۵۵/۳ وسندہ ضعیف علامہ بن زاذان کی ثابت سے روایت منکر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت البزار ۹۳۹: شعب الایمان میں مختصر موجود ہے جس میں صالح بن بشیر المری ضعیف راوی ہے۔ تقریب ۳۵۸/۱۔

③ ۳۹/ الزمر: ۷۔ ④ ۶۴/ التغابن: ۶۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم، ۲۵۷۷: الترغیب والترہیب، ۴۱۲/۲۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طِيدُكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُخْرِجَكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى طَقَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا طُرِيْدُونَ اَنْ نَّصُدُّوْنَ عَنْكَ اَنْ يَّعْبُدَ اَبَاؤُنَا فَاقْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنۢ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ طَمَا كَانَ لَنَا اَنْ نَّآتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ طوَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَا اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا اٰذَيْتُمُوْنَا طوَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

ترجمہ: ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں و زمین کا بنانے والا ہے۔ وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے وہ کہنے لگے کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو۔ جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی سند پیش کرو۔ [۱۰] ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن رب تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ بے حکم الہی ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں۔ ایمانداروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ [۱۱] آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں۔ اسی نے ہمیں ہماری راہیں بھائی ہیں۔ واللہ جو ایذا میں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے تو کل کرنے والے کو یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کریں۔ [۱۲]

== دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے کے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے اور کس طرح وہ عارت کئے گئے ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول ذرا مائل طلب ہے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا ہے اب یہ نیا بیان قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عادیوں اور خودیوں کے واقعات تورات میں تھے ہی نہیں۔ تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے۔ اور یہ دونوں واقعات بھی ان رات میں تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے۔ ان کی گنتی کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ حضرت عبد اللہ ﷺ فرماتے ہیں نسب کے بیان کر نیوالے غلط گو ہیں۔ ① بہت سی امتیں ایسی بھی گزری ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ محد بن عدنان کے بعد کا نسب نامہ صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لے گئے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض

جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں جو اب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں۔ ایک معنی یہ بھی ہے کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر ﴿فی﴾ معنی میں ب کے ہو۔ جیسے بعض عرب کہتے ہیں (أَذْخَلَكَ اللَّهُ بِالْجَنَّةِ یعنی فی الْجَنَّةِ) شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے اور بقول مجاہد رحمہ اللہ اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ ① چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارے میں ہے ﴿وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَىٰ كُمْ الْأَمَانَةَ مِنَ الْغِيْطِ﴾ ② یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں۔ ہم تمہیں سچا نہیں جانتے بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قوم کی ایذا رسائیوں پر انبیاء علیہم السلام کا اللہ پر توکل: [آیت: ۱۰-۱۲] رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے قوم نے اللہ کی عبادت میں شک و شبہ کا اظہار کیا۔ اس پر رسولوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے۔ انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان و زمین کیسے پیدا ہو گئے۔ موجود کے لئے موجد کا ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اس عالم کا نوپید مطیع و مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو پھر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کی قائل تھیں پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں۔ اس لئے پیغمبر الہی انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو مقدر وقت ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے۔ ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کی تسلیم کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں؟ تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہی ہے اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اس کے جواب میں پیغمبر ان الہی نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن رسالت و نبوت اللہ کا عطیہ ہے۔ وہ جسے چاہے دے انسانیت رسالت کے منافی نہیں اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں میں دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے۔ اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بے شک ہم دکھا دیں گے۔ مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ تعالیٰ ہی پر توکل ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دو دکھو لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ دامن توکل تو ہمارے ہاتھ سے چھوٹے کا نہیں۔ متوکلین کے گرد وہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا توکل کافی دانی ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِي مِلَّتِنَا
فَاُوْحِيَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۖ وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ
ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝ ۙ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝
مِّنْ وَرَآئِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ ۙ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِغُهُ وَيَأْتِيهِ
الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَآئِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝

ترجمہ: کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں دس بدر کر دیں گے۔ یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہی عارت کر دیں گے [۱۳۶] اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے یہ ہے ان کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میرے وعدے سے خوف زدہ رہیں۔ [۱۳۷] آخر فیصلے کو طلب کرنے لگے تو سرکش ضدی لوگ نامراد ہو گئے۔ [۱۳۸] اس کے سامنے دوزخ ہے جہاں وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ [۱۳۹] جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ اٹھ لے گا۔ پھر بھی اسے گلے سے اتار نہ سکے گا۔ ہر جگہ سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن وہ مرنے والا نہیں۔ پھر اس کے پیچھے بھی سخت عذاب ہے۔ [۱۴۰]

اہل جہنم کی خوراک: [آیت: ۱۳۷-۱۴۰] کافر جب تنگ ہوئے کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دس نکالے سے ڈرانے لگے۔ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ تمہیں اپنی ہستی سے نکال دیں گے۔ لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو۔ مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ قید کر لو قتل کر دو یا ملک سے باہر نکال دو۔ وہ گو ٹکر کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ بھی ان کے داؤں میں تھا اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا۔ مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنادیا۔ وہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقیاں دیں۔ یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا۔ اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ دین الہی لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں۔ تمام روئے زمین کے دیوں پر دین اسلام چھا گیا۔ کلمہ رب بلند و بالا ہو گیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہو گئی **قَالَ حَمْدُ لِلّٰہ**۔ یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر اللہ تعالیٰ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے اور زمین کے مالک تم بنو گے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور ہمارے لشکر ہی غالب رہیں گے۔ ① اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَا غَلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي﴾ ② الخ۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے۔ ③ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو صبر و سہار کرو۔ زمین اللہ ہی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے۔ انجام کار پر ہیزگاروں کا ہی ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاَوْزَنُنَا الْفُقَرَاءَ الَّذِیْنَ كَانُوْا

يُسْتَضَعُ فُؤُونُ ﴿١﴾ الخ ضعيف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا جہاں ہماری برکتیں تھیں۔ بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا۔ ان کے دشمن فرعون اور فرعون کی کرائی تیاریاں سب یکشت خاک میں مل گئیں۔ نبیوں سے فرما دیا گیا کہ زمین تمہارے قبضے میں آئے گی۔ یہ وعدہ ان کے لیے ہیں جو قیامت کے دن کے میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں اور میرے ڈراوے اور عذاب سے خوف کھاتے رہیں۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿لَمَّا مَنَّ طُغْيٰی﴾ یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے کیا اسے دوہری جنتیں ہیں۔ ﴿٣﴾

رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح و فیصلہ طلب کیا یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش کہ نہ کہا تھا کہ الہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا ادھر سے رسولوں نے بھی اللہ سے دعا کی جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ ﷺ دعا مانگ رہے تھے دوسری طرف سرداران کفر بھی کہہ رہے تھے کہ الہی آج بچے کو غالب کر۔ یہی ہوا بھی۔ مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے۔ لو اب وہ آگئی اب بھی اگر باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے الخ۔ ﴿١﴾ نقصان یافتہ وہ ہیں جو منکبر ہوں۔ اپنے تئیں کچھ گنتے ہوں۔ حق سے عناد رکھتے ہوں۔ قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر سرکش بھلائی سے روکنے والے کو جہنم میں داخل کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو پوجا کرتا تھا اسے سخت عذاب میں لے جاؤ۔ حدیث میں ہے کہ ”قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لیے مقرر کی گئی ہوں“ ﴿٥﴾ الخ۔ اس وقت ان بد لوگوں کا کیا ہی برا حال ہوگا جب کہ انبیاء علیہم السلام تک اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔ وَرَأٰیہَاں پر معنی میں (امسامہ) (سامنے) کے ہے جیسے آیت ﴿وَوَكَّانَ وَرَأٰیہُمْ مِّلَکٌ﴾ ﴿٦﴾ میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہی (وَوَكَّانَ اَمَامَهُمْ مِّلَکٌ) ہے۔ غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر پھر نکلتا نہ ہوگا۔ قیامت کے دن تک تو صبح و شام وہ پیش ہوتی رہی اب وہی ٹھکانا بن گئی۔ پھر وہاں اس کے لیے پانی کے بدلے آگ جیسی پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رتبھا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿هٰذَا فَلْيَذُوقُوْهُ حَمِيْمٌ وَعَسَاقٌ﴾ ﴿٧﴾ پس ایک گرمی میں حد سے زیادہ گزرا ہوا۔ صدید کہتے ہیں ﴿٨﴾ پیپ اور خون کو جو جہنمیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ ﴿٩﴾ اسی کو (طِبْنَةُ الْخَبَالِ) بھی کہا جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”جب اس کے پاس لا یا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی۔ منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی۔“ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے =

① ۷/ الاعراف: ۱۳۷۔ ② ۷۹/ التازعات: ۳۷۔ ③ ۵۵/ الرحمن: ۴۶۔

④ ۸/ الانفال: ۱۹۔ ⑤ ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب ما جاء فی صفة النار ۲۵۷۴ معناً وهو حسن اس کے علاوہ

احمد، ۴۰/۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۳۸ میں بھی موجود ہے۔

⑥ ۱۸/ الکہف: ۷۹۔ ⑦ ۳۸/ ص: ۵۷۔

⑧ احمد، ۶۰/۶؛ وسندہ حسن غریب، مجمع الزوائد، ۵/ ۶۹۔

⑨ احمد، ۱۷۸/۲؛ وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۵/ ۶۹؛ السنن الکبریٰ، ۵۲۱۸؛ ابن ابی شیبہ، ۲۶۵۸۴۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ ذَلِكَ هُوَ الصَّلُ الْبُعِيدُ ۝

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے۔ جو ابھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔ [۱۸]

= جوان کی آنتیں کاٹ دے گا۔ ① اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریاد سی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ چھلکا دے گا۔ ②، ③ جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا فرشتے لوہے کے گھن مار مار کر پلائیں گے بد مزگی برائی بد بو حرارت گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا۔ بدن میں اعضاء میں جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے۔ لیکن موت نہ آئے گی۔ رگ رگ پر عذاب لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک رُواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آ رہی ہے لیکن آن نہیں چکیتی۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی۔ نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لیے کافی سے زیادہ لیکن وہاں تو موت کو موت آگئی ہے تاکہ مزائے دوام ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت مصیبت ناک الم افزا عذاب اور ہیں جیسے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جز سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کھائیں گے پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے۔ الغرض کبھی زقوم کھانے کا کبھی جیم پینے کا کبھی آگ میں جلنے کا کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔ فرمان الہی ہے ﴿هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُعْصِرُونَ﴾ ④ الخ یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے۔ آج جہنم کے اور اُلتے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے۔ اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنگا کی رود کی غذا ہے جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا۔ پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھد بدیاں لے رہا ہو۔ اسے پکڑا اور اسے بچ جہنم میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریزے کا عذاب بہاؤ مزا چکھ۔ تو تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور کرم والا تھا۔ یہی ہے وہ جس سے تم ہمیشہ شک و شبہ کرتے رہے۔ ⑤ سورۃ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے کیسے بد لوگ ہیں گرم ہوگا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سایے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت۔ ⑥ دوسری آیت میں ہے سرکشوں کے لیے جہنم کا برا ٹھکانا ہے جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے۔ اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ اور لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے ⑦ جو دوزخیوں کو بھگتتے پڑیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کا ظلم۔

بے سود اعمال کی مثال: [آیت: ۱۸] کافر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے =

① ۴۷/ محمد: ۱۵۔ ② احمد، ۵/ ۲۶۵؛ ترمذی کتاب صفة جہنم باب ماجاء فی صفة تراب اهل النار ۲۵۸۳

وسندہ حسن السنن الکبری، ۱۱۲۶۳؛ حاکم، ۲/ ۳۵۱ لیکن سورۃ الکہف آیت ۲۹ کے مطابق اس کا معنی درست ہے۔

③ ۱۸/ الکہف: ۲۹۔ ④ ۵۵/ الرحمن: ۴۳۔

⑤ ۴۴/ الدخان: ۴۳۔ ⑥ ۵۶/ الواقعة: ۴۱، ۴۴۔ ⑦ ۳۸/ ص: ۵۵، ۵۸۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنْ يَّشَآئِذْ هَبَكُمْ وِيَاۤتٍۢ بِخَلْقٍ جَدِيۡدٍ ۝۳ وَمَا ذٰلِكَ عَلٰی اللّٰهِ بِعَزِیۡزٍ ۝۴

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بہترین تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے [۱۹] اللہ پر یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں۔ [۲۰]

= جن کے اعمال ایسے تھے جیسے بغیر پائے کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔ پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال قیامت کے دن جبکہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب بھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملا۔ لیکن کچھ نہ پائیں گے مایوس رہیں گے۔ حسرت سے منہ تکتے لگیں گے۔ جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ ادھر ادھر کر دے۔ اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے جیسے اس بکھری اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں۔ ان کے آنے سے پہلے ہی ﴿هَبَاءٌ مُّثْثُوْرًا﴾ ① ہو گئے۔ فرمان الہی ہے ﴿مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ لَمْ يَلِدْهُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ﴾ ② الخ یہ کفار جو کچھ اس حیات دنیا میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس آگ بگولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی بھلسا دے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ ایمان والو! اپنے صدقے خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو۔ جیسے وہ جو ریا کاری کے لیے خرچ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی لیکن مینہ کے پانی نے اسے دھو دیا۔ اب وہ بالکل صاف ہو گئی۔ یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کی رہبری نہیں فرماتا۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے۔ ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں۔ سخت حاجت مندی کے وقت ثواب کم پائیں گے یہی دور کی بد نصیبی ہے۔

کائنات رنگ و بو کا خالق: [آیت: ۱۹-۲۰] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔ جب میں نے آسمان و زمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔ آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے اور یہ زمین پہاڑوں اور جنگلوں درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں بے شک قادر ہیں۔ سورۃ یس میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ جھگڑا لو بن بیٹھا۔ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا۔ اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی اللہ تعالیٰ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے۔ اسی نے سبز درخت سے تمہارے لیے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان و زمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بے شک ہے۔ وہی بڑا خالق اور بہت بڑا عالم ہے اس کے ارادے کے بعد اس کا صرف اتنا حکم بس ہے کہ ہو۔ اسی وقت وہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کالوٹنا ہے۔ ③ اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے۔ اس پر یہ کام بھی ہماری نہیں۔ تم اس =

وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ
 أَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ قَالُوا لَوْ هَدَيْنَا اللَّهَ
 لَهَدَيْنَاكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝

ترجمہ: سب کے سب اللہ کے سامنے برو کھڑے ہوں گے۔ اس وقت کمزور لوگ بڑائی والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابعدار تھے۔
 تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کچھ عذاب ہم سے دور کر سکتے والے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی
 ضرور تمہاری رہنمائی کرتے۔ اب تو ہم پر بے قراری کرنا اور صبر کرنا دونوں ہی برابر ہے ہمارے لئے کوئی چھکارا نہیں۔ [۳۱]

== امر کے خلاف کر دے تو یہی ہوگا۔ جیسے فرمایا اگر تم منہ موڑ لو گے تو وہ تمہارے بدل اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح کی نہ ہوگی۔ ①
 اور آیت میں ہے اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہو
 گی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی۔ ② اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسری لائے۔ اللہ اس پر قادر ہے۔ ③
 میدان محشر میں تمام مخلوقات جمع ہوگی: [آیت: ۳۱] صاف چٹیل میدان میں ساری اللہ تعالیٰ کی مخلوق نیک و بد اللہ تعالیٰ کے
 سامنے موجود ہوگی۔ اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول کی
 اطاعت سے روکتے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے ہم بجالاتے تھے جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے۔ پس جیسے
 کہ تم ہم سے وعدہ کرتے تھے اور ہمیں تنہائیں دلاتے تھے کیا آج اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور
 سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے؟ ہم پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ سبقت کر گیا۔ عذاب کے مستحق ہم سب
 ہو گئے اب نہ ہائے وائے اور بے قراری نفع دے اور نہ صبر و سہار۔ عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن
 زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے روتے دھوتے تھے اس وجہ سے وہ جنت میں
 پہنچے۔ آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گز گزائیں۔ خوب روئیں پیشیں گے چیخیں چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا۔ تو کہیں گے جنتیوں
 کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں۔ اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی نہیں دیکھا گیا
 لیکن یہ بھی لا حاصل رہے گا۔ اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی بے نفع۔ ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور
 تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت ﴿وَإِذْ يَتَحَفَّضُونَ لِمَا فِي السَّارِ﴾ ④ الخ جب کہ وہ جہنم میں
 جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصے سے تم ہمیں نجات دلا سکو
 گے؟ وہ تکبر لوگ کہیں گے ہم تو سب جہنم میں موجود ہیں۔ اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں اور آیت میں ہے ﴿قَالَ ادْخُلُوا فِي
 أُمَمٍ﴾ ⑤ الخ فرمائے گا کہ جاؤ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو انسان جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں۔ جو گروہ جائے گا وہ
 دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا۔ جب سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ =

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ
فَاُخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ
لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي
إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝

ترجمہ: جب کہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تو تمہیں سچا وعدہ دیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کئے تھے ان کا خلاف کیا میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں ہاں میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی۔ پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا فریادرس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے۔ میں تو سرے سے ماننا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے شریک ربانی ماننے رہے۔ یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ [۲۲] جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ ان جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے چشمے جاری ہیں جہاں انہیں پہنچتی ہوگی اپنے رب کے حکم سے۔ جہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا۔ [۲۳]

== پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا انہیں دوہرا عذاب کر۔ جواب ملے گا ہر ایک کو دوہرا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اپنے کئے ہوئے کاموں کا عذاب پکھو اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے ﴿رَبَّنَا إِنَّا أَعْطَيْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا﴾ ① اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پالنہار تو انہیں دوہرا عذاب کر اور بڑی لعنت کر۔ یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے۔ فرمان ہے ﴿إِذَا الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ② کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو ایماندار بن جاتے۔ یہ بڑے چھوٹوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آ جانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور اگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمہارے رات دن کے داؤں گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں اس کے شریک ٹھہرائیں۔ اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جب کہ عذابوں کو سامنے دیکھ لیں گے۔ ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

قیامت کے دن شیطان کا اعتراف جرم اور اپنے متبعین سے اظہار لا تعلقی: [آیت: ۲۲-۲۳] اللہ تعالیٰ جب بندوں کی قضا سے فارغ ہوگا۔ مومن جنت میں اور کافروں میں پہنچ جائیں گے اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ

کے وعدے سچے اور برحق تھے۔ رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی۔ میرے وعدے تو دھوکے تھے۔ میں تو تمہیں غلط راہ پر ڈالنے کے لیے سبز باغ دکھایا کرتا تھا۔ میری باتیں بے دلیل تھیں میرا کلام بے حجت تھا۔ میرا کوئی زور اور غلبہ تم پر نہ تھا۔ تم خواہ مخواہ میری ایک آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا تم نے مان لیا۔ رسولوں کے سچے وعدے ان کی بادل کیل آواز ان کی کامل حجت والی دلیلیں تم نے ترک کر دیں۔ ان کا خلاف اور میری موافقت کی جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا۔ یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا بدلہ ہے۔ مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا۔ گناہ تمہارا اپنا ہے تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی آج میں تمہیں کچھ کام نہ آؤں گا۔ نہ تمہیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمہارے شرک کے باعث تمہارا منکر ہوں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ میں شریک الہی نہیں جیسے فرمان الہی ہے ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ﴾ ① اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟ جو اللہ کے سوا اور دن کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں۔ بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿تَكَلَّأَ سَبْكَفَرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ ② الخ یقیناً وہ لوگ ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے یہ ظالم لوگ ہیں اس لیے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیروکار بن گئے ایسے ظالموں کے لیے الناک عذاب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہو گا تا کہ وہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جب اگلوں پچھلوں کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کر دے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی۔ مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں۔ اب ہماری سفارش کے لیے کون کھڑا ہوگا؟ حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نبی امی ﷺ کے پاس پہنچو۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک و تعالیٰ اجازت دے گا۔ اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تر اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ اس سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی۔ میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا۔ میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک جسم نورانی ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھی ہم بھی کسی کو سفارش بنا کر لے چلیں۔ اور اس کے لیے ہمارے پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اس نے ہم کو بہکا دیا تھا۔ چلو اس سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پالیا اب تو ہماری طرف سے شفیع بن جا اس لیے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے۔ یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو پھر وہ کہے گا“ ③ جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا۔ اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بے زار ہو جائیں گے۔ ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بیزاری سے بھی زیادہ بیزاری اللہ تعالیٰ کی تم سے اس وقت تھی جبکہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے۔ عامر شعفی فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالیتا۔ یہ آیتیں ﴿هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ﴾ ① تک اسی بیان میں ہیں۔ اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا ﴿مَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ﴾ ② بے لوگوں =

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۚ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ يَأْذِنُ رَبُّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ
الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ
اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال کس طرح بیان فرمائی مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی بڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں۔ [۲۴] جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرما رہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ [۲۵] اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا۔ اسے کچھ مضبوطی تو ہے ہی نہیں۔ [۲۶]

= کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور اہلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے۔ جہاں چاہیں جائیں آئیں چلیں پھریں کھائیں پیئیں۔ ہمیشہ ہمیش کے لیے وہیں رہیں کہیں نہ آزرده ہوں نہ دل بھرے نہ طبیعت بھرے نہ مارے جائیں نہ نکالے جائیں نہ نعتیں کم ہوں۔ وہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا جیسے فرمان ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ وَهَبُوا نَفْسَهُمْ﴾ ① یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کے لیے کھولے جائیں گے اور وہاں کے دار و نہاد نہیں سلام علیک کہیں گے الخ۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور سلام علیکم کہیں گے ② اور آیت میں ہے وہاں تحسینہ اور سلام ہی سنائے جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ ③ ان کی پکار وہاں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحفہ وہاں سلام ہوگا اور ان کی آواز اللہ رب العالمین کی حمد ہوگی۔

کلمہ طیبہ اور شجرہ طیبہ کی مثال: [آیت: ۲۳-۲۶] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کلمہ طیبہ سے مراد (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کامو من ہے اس کی بڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) جما ہوا ہے۔ اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ ”پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔“ ④ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے فرمایا ”مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے“

① ۳۹/ الزمر: ۷۱۔ ② ۱۳/ الرعد: ۲۳، ۲۴۔ ③ ۱۰/ یونس: ۱۰۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة ابراهيم ۳۱۱۹ وسنده صحيح۔

يَشِيتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝

ترجمہ: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کچی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہاں نا انصاف لوگوں کو رب بہکا دیتا ہے۔ اللہ جو چاہے کر گزرے۔ [۲۷]

== جو مسلمان کے مشابہ ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔“ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں کہ وہ درخت کجھور کا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپکا ہو رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”وہ درخت کجھور کا ہے۔“ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ ① حضرت مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا تھا جب کہ آپ کے سامنے کجھور کے درخت کے بیج کا گودا لایا گیا تھا۔ میں یوں چپکا رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ ② اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ③

ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچنے کی ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔“ اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ) ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے ہر وقت اپنا پھل لائے۔ یعنی صبح شام ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ بعد میں یا ہر ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت جائزے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل اچھے بہت اور عمدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لیے مثالیں واضح فرماتا ہے۔ پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی جس کی کوئی اصل نہیں جو مضبوط نہیں۔ اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی جسے حظل اور شریان کہتے ہیں۔ ⑤ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور یہی روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ اس درخت کی جڑ زمین کی تہہ میں نہیں ہوتی۔ جھک مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے۔ کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿كَشَجَرَةٍ طَبِيعَةً أَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾ ۴۶۹۸؛ صحیح مسلم، ۲۸۱۱۔

② صحیح بخاری، کتاب العمل، باب الفہم فی العلم ۷۲؛ صحیح مسلم، ۲۸۱۱؛ ابن حبان، ۲۴۴۴؛ احمد، ۱۲/۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، ۱۳۱؛ صحیح مسلم، ۲۸۱۱؛ ابن حبان، ۲۴۳۳؛ احمد، ۶۱/۲۔

④ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ابراہیم، ۳۱۹ وسندہ صحیح۔

قبر کا امتحان اور جزا و سزا: [آیت: ۲۷] صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ہیں۔“ یہی مراد اس آیت کی ہے۔ ❶ مسند میں ہے کہ ایک انصاری کے جنازے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچے۔ ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جو تکا تھا اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے جو سراٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ ”عذاب قبر سے پناہ چاہو۔ بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں۔ ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے۔ اس کے آس پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضا مندی کی طرف چل۔ وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو۔ ایک آنکھ جھپکنے کے برابر کی دیر بھی وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔ وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے۔ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں۔ آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان کے تیسرے آسمان تک۔ اس طرح ساتوں آسمان پر وہ پہنچتا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو۔ پس جنت کی روح پرور خوشبودار ہواؤں کی لپیٹیں اسے آنے لگتی ہیں۔ اس کی قبر بقدر درازی نظر وسیع کردی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے آپ خوش ہو جائیے۔ اسی دن کا وعدہ آپ دیئے جاتے تھے۔ یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ اے پروردگار! قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل و عیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں اور کافر بندہ جب دینا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے اس کے پاس سیاہ چہرے کے آسانی فرشتے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے۔ جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں تک وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر حضرت ملک الموت آکر اس کے سر ہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں۔ اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کی طرف چل۔ اس کی روح جسم میں جھپتی پھر جاتی ہے

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ۴۶۹۹، صحیح مسلم، ۲۸۷۱، ابو داود،

جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے جتنی دیر میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں اور اسے جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس میں ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی۔ اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ نصیث روح کس کی ہے۔ وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں لیکن کھولا نہیں جاتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آیت ﴿لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ ① الخ کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلیں۔ نہ وہ جنت میں جاسکیں۔ یہاں تک کہ سوئی کے نا کے میں سے اونٹ گزر جائے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کی کتاب سجدین میں لکھ لو جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے پس اس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے آیت ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ﴾ ② الخ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ یا تو اسے پرندہ اچک لے جائیں گے یا آندھی کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔ پھر اس کی روح اسی جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اٹھاتے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ کا فرش کرو اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو۔ وہاں سے اسے دوزخی ہوا اور دوزخ کا بھارا پہنچتا رہتا ہے اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بڑی اور ڈراؤنی صورت والا برے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے اعمال بدکا مجسمہ ہوں۔ تو یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو“ ③ (ابوداؤد نسائی ابن ماجہ وغیرہ)

مسند میں ہے کہ ”نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان وزمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں۔ ہر دروازے کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح ان کے دروازے سے چڑھائی جائے الخ اور برے شخص کے بارے میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا گونا فرشتہ مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گھن ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے یہ مٹی ہو جاتا ہے اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسے تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ اسے بھر وہی گھن مارتا ہے۔ یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں اور جن کے ہر کوئی سنتا ہے۔“ ④ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت ہوتا ہے۔ ⑤ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مرا اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مؤمن کو استقامت کا ملنا ہے۔

① ۷/ الاعراف: ۴۰۔ ② ۲۲/ الحج: ۳۱۔ ③ احمد، ۴/ ۲۸۷؛ ابو داود، کتاب السنۃ، باب المسئلۃ فی القبر

وعذاب القبر، ۴۷۵۳ وهو حسن، نسائی، ۲۰۰۳ مختصر ابن ماجہ، ۱۵۴۸؛ حاکم، ۱/ ۳۷۔

④ احمد، ۴/ ۲۹۵ وهو حسن بالشواہد۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه ۲۸۷۱ مرفوعاً۔

مسند عبد بن حمید میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کی چال کی جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں ہی میں ہے جو دفرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ مؤمن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں یہ تیرا ٹھکانا تھا لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں۔“

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے اور قیامت تک سر سبزی سے بھری رہتی ہے۔ ① مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مؤمن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری پہنچا دوں۔ وہ کہتے ہیں ٹھہر جاؤ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھا دی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا ہے اسی پر اٹھایا جاتا ہے مؤمن اپنے ایمان پر منافق اپنے نفاق پر۔“ ② مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ”فرشتہ جو آتا ہے اسکے ہاتھ میں لوہے کا تھوڑا ہوتا ہے۔ مؤمن اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور توحید کی اور محمد ﷺ کی عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے لیکن اسے کہا جاتا ہے کہ ابھی یہیں آرام کرو۔“ اس کے آخر میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جب ایک فرشتے کو ہاتھ میں گرز لیے دیکھیں گے تو حواس قائم رہیں گے تو آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی ملتی ہے۔ ③ اور حدیث میں ہے کہ ”روح نکلنے کے وقت مؤمن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح! جو پاک جسم میں تھی نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔ یا راحت و آرام اور پھل پھول رحیم و کریم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس روح کو مرحبا کہتے ہیں اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح جو خبیث جسم میں تھی نکل بری بن کر اور تیار ہو جا آگ جیسا پانی پینے کے لیے اور لہو پیپ کھانے کے لیے اور اسی جیسے اور بے شمار عذابوں کے لیے اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کے لیے دروازے نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا تیرے لیے دروازہ نہیں کھلیں گے۔“ ④ اور روایت میں ہے کہ ”آسمانی فرشتے نیک روح کے لیے کہتے ہیں اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جس میں تو تھی۔ یہاں تک اسے اللہ عز و جل کے پاس پہنچاتے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے آخری مدت تک کے لیے لے جاؤ۔ اس میں ہے کہ کافر کی روح کی بدبو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ نے اپنی چادر مبارک اپنی ناک پر رکھ لی۔“ ⑤ اور روایت میں ہے کہ ”رحمت کے فرشتے مؤمن کی روح کیلئے جنتی سفید ریشم لے کر اترتے ہیں ایک ایک کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے کے مؤمنوں کی ارواح سے ملتی ہے تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں اس سے زیادہ

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر ۱۳۷۴؛ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیہ واثبات عذاب القبر، ۲۸۷۰؛ ابن حبان، ۳۱۲۰؛ السنن الکبریٰ، ۲۱۷۶؛ احمد، ۱۲۶/۳، ۲۳۳؛ الإیمان لابن مندہ، ۱۰۶۶۔

② احمد، ۳/۳۶۶ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۳/۴۸ اس میں ابن لہیعہ مخطوط راوی ہے۔

③ احمد، ۳/۳، ۴ وسندہ حسن، البزار، ۸۷۲؛ مجمع الزوائد، ۳/۴۷۰۔ ④ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد له ۴۲۶۲، ۴۲۶۸ وسندہ حسن، احمد، ۱۶۰/۲؛ السنن الکبریٰ، ۱۴۴۲۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار، ۲۸۷۲۔

یہ روحمیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی ہیں پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال جواب نہ کرو۔ ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔ لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا۔ وہ کہتے ہیں کہ چھوڑو اس کے ذکر کو وہ اپنی ماں ہادیہ میں گیا۔ ”کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبراتے ہیں۔ ① آخر اسے سب سے نیچے کی زمین میں پہنچاتے ہیں۔“ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحمیں جاہلین میں اور کافروں کی روحمیں برہوت نامی حضرموت کے قید خانے میں جمع رہتی ہیں اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ”میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ایک منکر دوسرا نکیر۔ اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا کہ تم ایسے ہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنادی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے سورہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا لیکن وہ دونوں کہتے ہیں کہ دولہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا۔ جسے اس کے اہل میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ اسے اس خوابگاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سٹ جا۔ وہ سمیٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اوھر اوھر گھس جاتی ہیں۔ پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔“ ②

اور حدیث میں ہے کہ ”مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا اور اسی پر تیری موت ہے اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔“ ابن جریر میں فرمان رسول کریم ﷺ ہے ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جب کہ تم اسے دفن کر داپس لوٹتے ہو۔ اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سر ہانے ہوتی ہے زکوٰۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتا ہے نیکیاں مثلاً صدقہ خیرات صلہ رحمی بھلائی لوگوں سے احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتا ہے جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف سے زکوٰۃ روکتی ہے بائیں طرف سے روزہ پیروں کی طرف سے اور نیکیاں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم چھوڑو پہلے میں نماز ادا کر لوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی ابھی ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا ہے اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کیا حضرت محمد ﷺ کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارے میں۔ یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے۔ ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مر اور اسی پر ان شاء اللہ دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے اور نورانی کر دی جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانا۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح پاک روجوں میں سبز پرندوں کے قالب میں جنتی درختوں میں رہتی ہے اور اس کا جسم

① نسائی، کتاب الجنائز، باب ما یلقی بہ المؤمن من الکرامۃ عند خروجہ نفسہ ۱۸۳۴ وهو صحیح، حاکم، ۱/۳۵۳؛ ابن

حبان، ۳۰۱۴۔ ② ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر ۱۰۷۱ وسندہ حسن، ابن حبان، ۳۱۱۷۔

جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے یعنی مٹی کی طرف۔“ ① یہی اس آیت کا مطلب ہے۔

اور روایت میں ہے کہ ”موت کے وقت کی راحت و نور کو دیکھ کر مؤمن اپنے روح کے نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے تو اس کے پاس مؤمنوں کی اور روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوالات کرتے ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو زندہ ہے تو خیر اور اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں یہاں نہیں لایا گیا۔ مؤمن کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پوچھا جاتا ہے تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے میرے نبی محمد ﷺ ہیں فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے تو نہیں چاہتا کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناخوش ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اس سے سوال و جواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سوچیسے سانپ کٹا ہوا“ ② اور روایت میں ہے کہ ”جب یہ حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا۔ کیا تو نے آپ کے زمانے کو پایا ہے؟ اس میں ہے کہ کافر کی قبر میں ایسا بھرا جانور عذاب کرنے والا ہوتا ہے جو نہ کبھی سنے نہ رحم کرے۔“ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں موت کے وقت مؤمن کے پاس فرشتے آ کر سلام کرتے ہیں۔ جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ اس کے جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مارتے ہیں۔ اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول مروی ہے۔ اس میں ہے کہ مؤمن کہتا ہے کہ میرے نبی محمد بن عبد اللہ ہیں۔ کئی دفعہ اس سے سوال کرتے ہیں اور یہ بھی جواب دیتا ہے۔ اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی اور جنت کا ٹھکانا دیکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے یہ ٹھکانا ہے۔ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں ثابت قدمی کلمہ تو حید پر استقامت ہے اور آخرت میں ثابت قدمی مکر تکبر کے جواب کی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں اور قبر میں بھی۔ ابو عبد اللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں لائے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے پاس آ کر حضور ﷺ نے مدینہ کا مسجد میں فرمایا کہ ”گزشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس کے وضو نے آ کر اسے چمڑا لیا۔ میرے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہیں لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے پانی پلا دیا اور آسودہ کر دیا۔ آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں۔ یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں دالے اسے اٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھایا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں

① حاکم، ۱/۳۷۹، ۳۸۰ و سندہ حسن، ابن حبان، ۳۱۱۳؛ عبدالرزاق، ۶۷۰۳۔

② البزار، ۸۷۴ و سندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۳/۵۳۰۵۲۔

③ احمد، ۶/۳۵۲، ۳۵۳ و سندہ ضعیف، لانقطاعہ مجمع الزوائد، ۳/۵۱۔

گھرا ہوا ہے کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مؤمنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں۔ اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو۔ چنانچہ وہ بولنے چالنے لگتے ہیں۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پہ سایہ بن گئی۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ میں اور اس میں حجاب ہے۔ اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوف الہی نے آ کر اسے اسکے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا اسی وقت اس کا اللہ تعالیٰ سے کپکپانا آیا اور اسے جہنم سے بچا لے گیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اسے اوندھا کر دیا گیا ہے کہ جہنم میں ڈال دیں لیکن اسی وقت خوف الہی سے اس کا رونما آیا اور ان آنسوؤں نے اسے بچا لیا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا اور وہ پار اتر گیا۔ ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا لیکن دروازہ بند ہو گیا۔ اسی وقت لا الہ الا اللہ کی شہادت پہنچی دروازے کھلوا دیئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔ ① قرطبی رحمہ اللہ اس حدیث کو وارد کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں (تذکرہ) اس بارے میں حافظ ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے جس میں ہے ”اللہ تبارک و تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے دوست کے پاس جا میں نے آسمانی تختی سے ہر طرح آ زما لیا ہے ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا۔ تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام و عیش دوں۔ ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے۔ سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سب آتے ہیں ملک الموت علیہ السلام تو اس کے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تختہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مشک افزا اس کی ٹھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی جنتی پھولوں سے اس طرح بھلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچے کو لوگ بھلاتے ہیں اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں۔ روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے ملک الموت فرماتے ہیں ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیروں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھروں کی طرف چل۔ واللہ ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت و رحمت کرتا ہے اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضی مجھ پر ہوگی بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔ انہیں کے بارے میں فرمان الہی ہے کہ ان کی روح کو طیب فرشتے فوت کرتے ہیں۔ اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقررین میں سے ہے تو اس کے لیے آرام و آسائش

① الحکیم الترمذی وسندہ ضعیف جداً اس میں عبداللہ بن نافع کو امام بخاری نے منکر الحدیث (التاریخ الکبیر، ۵/ ۲۱۴) اور نسائی نے متروک کہا ہے (المیزان، ۵۱۳/ ۲، رقم: ۴۶۶۶)

ہے۔ یعنی موت آرام کی اور آسائش کی ملنے والی اور دنیا کے بدلے کی جنت۔ ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت الہی کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں اس پر روتے ہیں۔ اسی وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں۔ انسان اس کی کروٹ بدلے اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں۔ ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دور رخ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس زور سے رنج کے ساتھ چیخا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور کہتا ہے میرے لشکر یوم برباد ہو جاؤ۔ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو مصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں ہر ایک اسے جداگانہ بشارت ربانی سناتا ہے۔ یہاں تک اس کی روح عرش الہی کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔ اس وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیروں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے۔ ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لگتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چکرنا رہا اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے۔ یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا۔ سر ہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پانچ سو سے آتی ہے یہاں سے اس کا نمازوں کے لیے چل کر جانا اسے روک دیتا ہے غرض چاروں طرف سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کے لیے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ وہ واپس چلا جاتا ہے اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا۔ اب میں پل صراط پر اور میز ان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دفر شتے بھیجے جاتے ہیں۔ ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے دانت سیہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں ان کے بال پیروں تلے لٹکتے ہوتے ہیں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ اٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے گا؟ آپ نے اسی آیت ﴿يَسْتُ اللّٰهُ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا ”وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا دین اسلام ہے جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبیین تھے۔ وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا اب تو وہ اس کیلئے

اس کی قبر کو اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے اس کے سر کی طرف سے اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں۔ وہ دوسو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظریں اٹھا۔ یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے اللہ تعالیٰ کے دوست چونکہ تو نے اللہ تعالیٰ کی بات مان لی ہے تیری منزل یہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس پروردگار کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں دیکھ اس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے ہمیشہ کے لیے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابد الابد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لیے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں۔ جہاں سے باد صبا کی پٹیلیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عز و جل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اٹھائے۔ ① اسی اسناد سے مروی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ برے بندے کے لیے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور میرے اس دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے روزی میں برکت دے رکھی تھی۔ اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھی۔ لیکن بھر بھی میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آ تا کہ میں اس سے انتقام لوں۔ اور اس وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے نہایت بدادور ڈراؤنی صورت میں آتے ہیں ایسی کہ کسی نے اتنی بھیاں اور گھناؤنی صورت نہ دیکھی ہو۔ بارہ آنکھیں ہوتی ہیں۔ جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے۔ پانچ سو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لیے ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنمی آگ کی ہے اس کے جسم پر مارتے ہیں روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں۔ پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا دشمن بے ہوش ہو جاتا ہے۔ پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرے پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔ پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں اور اس کی روح اس کی ایڑیوں کی طرف سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں پھر اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ دشمن الہی اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے۔ فرشتہ موت پھر اس بے ہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے پھر اس کے چہرے اور کمر پر کوڑے برسائے لگتے ہیں۔ آخر یہاں تک کہ روح سینے پر چڑھ آتی ہے پھر حلق پر پکڑتی ہے پھر فرشتے اس جہنمی تانبے اور جہنمی انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں اے لعین و ملعون روح چل سینک میں اور بھلتے پانی میں اور کالے سیاہ دھوئیں کے غبار میں جس میں نہ تو خشکی ہے نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنے جسم سے کہتی ہے اللہ تجھ سے سمجھے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لیے جارہا تھا خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کرتا تھا اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔ شیطان لشکر دوڑاتا ہے شیطان کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں دائیں میں گھس جاتی ہیں۔ کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں۔ اور =

① اس روایت میں یزید بن ابان الرقاشی (التقریب ۲۱۹) ضرار بن عمرو المملطی (المیزان، ۲/۳۲۸) اور کبر بن حمیس (المیزان، ۱/۳۴۴) ضعیف راوی ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت تحت ضعیف ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۖ جَهَنَّمَ
 یَصْلُوْنَهَا وِیْسُ الْقُرَارِ ۖ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهِ ۖ قُلْ
 تَتَّبِعُوْا اِنِّیْ مَصِیْرُكُمْ اِلَى النَّارِ ۖ

ترجمہ: کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا تارا۔ [۲۸] یعنی دوزخ ہے جس میں یہ سب جائیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ [۲۹] انہوں نے اللہ کے ہمسر بنا لیے کہ لوگوں کو راہ الہی سے بہکائیں۔ تو کہہ دے کہ خیر مزے کرو۔ تمہاری بازگشت تو آخر جہنم ہی ہے۔ [۳۰]

= اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دوفرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی جن کی آواز گرج جیسی جن کے دانت درندے جیسے جن کے سانس آگ کے شعلے جیسے جن کے بال پیروں کے نیچے تک جن کے دھونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے۔ جن کے دل میں رحمت و رحم کا نام و نشان بھی نہیں جن کا نام ہی منکر نکیر ہے۔ جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں جنہیں ربیعہ اور مضر مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے۔ وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہہ باندھنے کی جگہ اس کا کفن آ پڑتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا۔ پھر اس زور سے ہتھوڑا اسے مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پر کر دیتے ہیں۔ پھر لوٹ کر اس سے کہتے ہیں اپنے اوپر کو دیکھ۔ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں واللہ! اگر تو اللہ تعالیٰ کا فرماں بروار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہوگی۔ پھر وہ کہتے ہیں اب اپنے نیچے دیکھ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے دشمن الہی چوں کہ تو نے اللہ کی نافرمانی کے کام کئے ہیں اب تیری یہ جگہ ہے۔ واللہ اس وقت اس کا دل رنج و افسوس سے بیٹھ جاتا ہے۔ جو صدمہ اسے کبھی بھولنے کا نہیں اس کے لیے ستر دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں جہاں سے گرم ہوا اور بھاپ اسے ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اٹھا بیٹھائے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بھی بہت عجیب ہے اور اس کا راوی یزید رقاشی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نیچے کا راوی ہے اس کی غرائب و منکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے۔ ① وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۖ ابوداؤد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہر جاتے اور فرماتے ”اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدی طلب کرو اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔“ ② حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری ﴿وَلَوْ تَسَوَّیْ اِذَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْ عَمَرَآتِ الْمَوْتِ﴾ ③ الخ کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث وارد کی ہے۔ وہ بھی غرائب سے پر ہے۔

نعمت کی ناقدری کی سزا: [آیت: ۲۸-۳۰] صحیح بخاری میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ معنی میں اَلَمْ تَعْلَمْ کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا الخ۔ ﴿بَوَارِ﴾ کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ بَارِ یُؤْرُ بَوْرًا سے بوار کے معنی هَالِکِیْن کے ہیں۔ مراد ان لوگوں سے بقول =

① یہ روایت بھی الرقاشی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ② ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت

قُلْ لِّلْعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَ عَلٰنِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَ یَوْمٌ لَاْ یَبِیْعُ فِیْهِ وَلَا خِلَالٌ ۝۶

ترجمہ: میرے ایماندار بندوں سے کہہ دے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ بھی کرتے رہیں اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید وخت ہوگی نہ دوستی اور محبت۔ [۳۱]

= ابن عباس رضی اللہ عنہما کفار اہل مکہ ہیں ① اور قول ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن اسہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے۔ لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اول ہی ہے گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار کو شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کے لیے نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے اس رحمت و نعمت کی قدروانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پہلے قول کی موافقت میں مروی ہے۔ ابن الکواء کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کے کفار قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا مراد اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ اعلم۔ میرے علم میں اگر کوئی آج مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو گو مسندروں پار ہو لیکن میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سن کر عبداللہ بن الکواء کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا یہ مشرکین قریش ہیں ② ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو قابر ہیں بنو امیہ اور بنو مغیرہ، بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنو امیہ نے احوالے دن اپنے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابو جہل تھا اور احد میں ابوسفیان۔ اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے۔ اور روایت میں ہے کہ بنو مغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنو امیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ ③ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔ میرے ماموں اور تیرے چچا میری میال والے تو بدر کے دن تاپید ہو گئے اور تیرے چچا والوں کو اللہ تعالیٰ نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بری جگہ ہے۔ انہوں نے خود شرک کیا دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ اے نبی تم ان سے کہہ دو کہ دینائیں کچھ کھالی لو چہن اوڑھ لو۔ آخری ٹھکانا تو تمہارا جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے ہم انہیں یونہی سا آرام دے دیں گے پھر سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے۔ ④ دنیاوی نفع گوہو لوٹیں گے تو ہماری ہی طرف۔ اس وقت ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے۔ ⑤

اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور صدقہ کا حکم دیتے ہیں: [آیت: ۳۱] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنا =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿الْم تَرٰ اِلٰی الَّذِیْنَ بَدَلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ﴾ ۴۷۰۰۔

② حاکم، ۳۵۲/۲، وسندہ حسن امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ حاکم، ۳۵۲/۲ وسندہ الذہبی وسندہ ضعیف۔

④ ۳۱/ لقمان: ۲۴۔ ⑤ ۱۰/ یونس: ۷۰۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآبِّينَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاتَّكُم مِّنْ كُلِّ مَآسَا لَتُمُوتُوا وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعے سے تمہاری روزی کے لیے پھل نکالے ہیں۔ اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں۔ اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں۔ [۳۲] اسی نے تمہارے لیے سورج چاند کو مقرر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ [۳۳] اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے ہی دے رکھا ہے۔ اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ [۳۴]

= حق ماننے کا اور مخلوق خدا سے احسان و سلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں قربت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی حدود کی رکوع کی خشوع کی سجدے کی حفاظت کرنا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی کو اس کی راہ میں پوشیدگی سے اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لیے اور دن کو بھی دینی چاہیے تاکہ اس دن مخلصی ملے جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہوگی نہ کوئی دوستی آشنائی ہوگی۔ کوئی اپنے تئیں بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن ہے جیسا فرمان ہے ﴿فَالْيَوْمَ لَا يُوَفِّدُكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ① یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گناہیں بلکہ وہاں عدل و انصاف ہی ہوگا۔ ﴿خلال﴾ مصدر ہے۔ امر و القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ ہے۔ دنیا میں لین دین محبت دوستی کام آ جاتی ہے لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کے لیے نہ ہو محض بے سود رہے گی۔ کوئی سوداگری کوئی میل وہاں کام نہ آئے گا۔ زمین بھر کر سونا فدیے میں دینا چاہے لیکن رد ہے۔ کسی کی دوستی کسی کی سفارش کا فرق کام نہ دے گی۔ فرمان الہی ہے ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا﴾ ② الخ اس دن کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائیگا نہ کسی کو کسی کی شفاعت نفع دے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔ فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ يَوْمٌ لَا يَبِيعُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ ③ ایماندارو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ بیوپار ہے نہ دوستی نہ شفاعت۔ کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اللہ کی نعمتیں اور اس کی شکر گزاری: [آیت: ۳۲-۳۴] اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے۔ زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ
 الْأَصْنَامَ ۚ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي
 وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ
 ذِي زُرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْحَرَامِ لَا رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ
 النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝

ترجمہ: ابراہیم کی یہ دعا بھی یاد ہے کہ اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا دے۔ [۳۵]
 میرے پالنے والے رب انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا رکھا ہے۔ میری تابعداری کرنے والا میرا ہے۔ اور جو میری نافرمانی
 کرے تو تو بہت ہی معاف اور کریم کرنے والا ہے۔ [۳۶] اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے
 حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف
 مائل کر دے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرماتا کہ یہ شکرگزاری کریں۔ [۳۷]

ملک پہنچائیں۔ تم وہاں کا مال یہاں اور یہاں کا دہاں لے جاؤ لے آؤ نفع حاصل کرو تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں
 لگا رکھی ہیں۔ تم ان کا پانی پیو پلاؤ اس سے کھیتیاں کرو۔ نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دھما چلتے پھرتے اور کبھی نہ
 تھکنے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان میں
 ٹکرا ہونا آگا چھپنا ہو۔ دن رات انہیں کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔
 وہ رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکاے مشغول ہے۔
 وہ اللہ عز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لیے مہیا کر دی ہیں۔ تم اپنے حال و حال سے جن جن چیزوں
 کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں۔ مانگتے پر بھی دے دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی
 تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے۔ تم سے تو انکی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے
 بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے انکی گنتی کر سکیں لوگوں کو صبح شام تو بہ استغفار
 کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ”اے پروردگار! تیرے ہی لیے سب حمد و ثناء اور ہے۔
 ہماری ثنائیں ناکافی ہیں۔ پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں۔ یا اللہ تو معاف فرما۔“ ① ہزار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ
 ”قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے۔ ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی۔ دوسرے میں گناہ ہوں گے تیسرے میں اللہ
 کی نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے
 لے۔ اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں
 ہوئی۔ خیال کیجیے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا

ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھادے گا۔ اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔“ ① اس کی سند ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل و علا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ واؤ داب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ ہی کے لیے تو حمد ہے جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکر یہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ روٹکے روٹکے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔ مکہ کے لئے دعائے امن: [آیت: ۳۵-۳۷] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتداء اللہ کی توحید پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اوّل بانی خلیل اللہ علیہ السلام کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس شہر کے باطن ہونے کی دعا کی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ سب سے پہلا بابرکت اور باہدایت اللہ کا گھر مکہ مکرمہ اللہ کا ہی ہے جس میں علاوہ اور بہت سی واضح نشانوں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا وہ امن و امان میں آ گیا۔ اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل اللہ نے دعا کی کہ یا اللہ اس شہر کو پر امن بنا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق علیہما السلام جیسے بچے عطا فرمائے۔ ② حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے تیرہ سال بڑے تھے۔ اس سے پہلے جبکہ آپ حضرت اسماعیل کو دودھ پیتا ان کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے تب بھی آپ نے اس شہر کے باطن ہونے کی دعا کی تھی لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے ﴿وَرَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا﴾ ③ پس اس دعا میں بلد پر لام نہیں ہے اس لیے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے اور اب چونکہ شہر بس چکا تھا بلد کو معرف بالام لائے۔ سورہ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعا میں اپنی اولاد کو بھی اور اپنے ماں باپ کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی ان کا فتنہ اکثر لوگوں کا بہکا یا جانا بیان فرما کر ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں اللہ کے حوالے کیا کہ وہ چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ جیسے روح اللہ علیہ السلام بروز قیامت کہیں گے کہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف خدا کی مشیت اور اس کے ارادے کی طرف لوٹنا ہے نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور ﷺ نے خلیل اللہ کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا یہ قول ﴿إِنْ تَعْلَيْهِمْ﴾ الخ تلاوت کر کے رورود کر اپنی امت کو یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کر دو کہ کیوں رورہے ہو؟ آپ نے سب بیان کیا حکم ہوا کہ جاؤ اور کہہ دو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کردیں گے ناراض نہ کریں گے۔ ④

پھلوں کی فراوانی کے لیے دعائے ابراہیم علیہ السلام: یہ دوسری دعا ہے۔ پہلی دعا اس شہر کو آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے تب کی تھی اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد کی۔ اسی لیے یہاں ﴿بِسْمِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ کا لفظ لائے اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ متعلق ہے لفظ =

① الزوار: ۳۴۴ و سند موضوع، داؤد بن المحبر کذاب و باقی السند ضعیف، مجمع الزوائد، ۱۰/۳۵۷۔

② ۱۴/ابراہیم: ۳۹۔ ③ ۲/البقرہ: ۱۲۶۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی ﷺ لامتہ

و بکاتہ شفقہ علیہم، ۲۰۲، ابن حبان، ۷۲۳۴؛ السنن الکبریٰ، ۱۱۲۶۹۔

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۖ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ
وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۖ إِنَّ
رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ
دُعَاءَ ۖ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۖ وَلَا تَحْشَبَنَّ
اللَّهُ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۖ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمَ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۖ
مُهْطِعِينَ مُقْنِبِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۖ

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ہم ظاہر کریں۔ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں۔ [۳۸]
اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پالنہار اللہ دعاؤں کا سننے والا ہے۔ [۳۹]
اے میرے پالنے والے مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما۔ [۴۰] اے ہمارے پروردگار
مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش دے جس دن حساب ہونے لگے۔ [۴۱] انصافوں کے اعمال سے
اللہ کو غافل نہ سمجھو تو انہیں اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ [۴۲] اپنے سرو پر اٹھائے دوڑ
بھاگ کر رہے ہوں گے خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں نہ لوٹیں گی۔ اور ان کے دل اڑے اور گرے ہوئے خالی ہوں گے۔ [۴۳]

﴿الْمُعْرَم﴾ کے ساتھ یعنی اسے باحرمیت اس لیے بنایا ہے کہ یہاں والے باطمینان یہاں نمازیں ادا کر سکیں۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے
کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اگر سب لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکانے کی دعا
ہوتی تو فارس و روم ہیود و نصاریٰ غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔ آپ نے صرف مسلمانوں کے لیے یہ دعا کی۔ اور دعا
کرتے ہیں کہ انہیں پھل بھی عنایت فرما۔ یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ
دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُعْبَثُ إِلَيْهِ فُتُورَاتُ كُلِّ شَيْءٍ وَرِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ۱ یعنی کیا
ہم نے انہیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس
کی روزی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر طرح کے وہاں موجود جو
طرف سے وہاں چلے آئیں۔ یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کی دعا کی قبولیت۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا: [آیت: ۳۸-۴۳] خلیل اللہ علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ اللہ تو میرے ارادے
اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ میری چاہت ہے کہ یہاں رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب
رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے
میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسمعیل بھی اسحق بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا =

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا آخِرْنَا اِلٰى
 اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ لَّعَلَّكَ دَعْوَتُكَ وَنَتَّبِعِ الرَّسُلَ ۙ اَوْ لَمْ تَكُنُوْا اَقْسَبْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
 مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ وَسَكَنتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ
 كَيْفَ فَعَلْنَا بِهُمْ وَضَرَبْنَا لَكُمْ الْاَمْثَالَ ۙ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ
 مَكْرُهُمْ ۙ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۙ

ترجمہ: لوگوں کو اس دن سے ہشیا کر دے جب کہ ان کے پاس عذاب آ جائے گا اور ظالم کہنے لگیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں بہت
 تھوڑے قریب کے وقت تک کی ہی مہلت دے ہم تیری تبلیغ مان لیں اور تیرے پیغمبروں کی تابعداری میں لگ جائیں۔ کیا تم اس سے
 پہلے بھی تسلیں نہیں کھا رہے تھے کہ تمہارے لیے زوال ہی نہیں۔ [۴۴] اور کیا تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جو اپنی جانوں
 پر ہی ظلم کرتے تھے اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا کچھ کیا۔ ہم نے تو تمہارے سمجھانے کو بہت سی مثالیں بیان کر
 دی تھیں۔ [۴۵] یہ اپنی چالیں چل ہی رہے ہیں۔ اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ ان کی چالیں ایسی ہوں کہ ان
 سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ [۴۶]

== تو نے دیا۔ پس تیرا شکر ہے یا اللہ تو مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ۔ میری تمام دعائیں قبول فرما
 ﴿وَلَوْ اِلٰہِیْنَ﴾ کی قرأت بعض نے ﴿وَلَوْ اِلٰہِیْنَ﴾ بھی کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے
 معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد اللہ کی دشمنی پر ہی مرا ہے جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے
 ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔
 اللہ کی عطا کردہ مہلت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ: کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا خدا کو علم ہی نہیں اسی لیے یہ دنیا
 میں پھل پھول رہے ہیں۔ نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ یہ ڈھیل خود اس کی دی
 ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے جس دن ہولناکیاں آنکھیں
 پتھر اداں گی دیدے چڑھادیں گے۔ سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گی۔ کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے۔
 سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے۔ دوڑے بھاگے حضور ﷺ کی حاضری کے لیے بیٹا بنائے آئیں گے۔ آنکھیں
 نیچے کو نہ جھکیں گی گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہو گا کہ گویا اڑے جاتے ہیں خالی پڑے ہیں
 خوف کے سوا کوئی چیز نہیں وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں وہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

قیامت کے دن دنیا میں لوٹائے جانے کی آرزو نا منظور: [آیت: ۴۳-۴۶] ظالم اور نا انصاف لوگ اللہ کا عذاب دیکھ کر
 تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں وراسی مہلت مل جائے کہ ہم حکم برداری کر لیں اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کر لیں۔

اور آیت میں ہے موت کو دیکھ کر کہتے ہیں ﴿رَبِّ ارْجِعُونَا﴾ ① یا اللہ! اب واپس لوٹا دے الخ۔ یہی مضمون آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ﴾ ② الخ میں ہے یعنی اے مسلمانو! تمہیں تمہارے مال اور اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ ایسا کرنے والے لوگ ظاہر خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ موت کے وقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کر لوں اور نیک لوگوں میں مل جاؤ۔ یاد رکھو! جل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ محشر میں بھی ان کا یہی حال ہوگا چنانچہ سورہ سجدہ کی آیت ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُعْجُونَ﴾ ③ میں ہے کہ کاش تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں دنیا میں ایک بار بھیج دے کہ ہم یقین والے ہو کر نیک اعمال کر لیں۔ یہی بیان آیت ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ﴾ ④ اور آیت ﴿وَهُمْ يَصْطَرِّحُونَ فِيهَا﴾ ⑤ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہاری نعمتوں کو زوال ہی نہیں۔ قیامت کوئی چیز ہی نہیں۔ مگر کرائٹھا ہی نہیں اب اس کا حرا چکھو یہ کہا کرتے تھے اور ر خوب مضبوط قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مردوں کو اللہ دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔

پھر فرماتا ہے کہ تم آپ دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلے کہ تم جیسوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا۔ ان کی مثالیں ہم تم سے بھی بیان کر چکے کہ ہمارے عذابوں نے انہیں کیسے عارت کر دیا۔ باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور چونکا نہیں ہوتے یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اللہ کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا اس نے دو بچے گدھ کے لے کر پالے۔ جب وہ بڑے ہو گئے جوانی کو پہنچے طاقت و قوت والے ہو گئے تو ایک چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا۔ دوسرے سے دوسرے کو باندھ دیا۔ انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا۔ خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کواٹھایا۔ بھوکے گدھ وہ کھانے کے لیے اوپر کواڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے۔ اب جبکہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں بھی کی طرح کی نظر آنے لگی تو اس نے لکڑی جھکا دی۔ اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا اس لیے جانوروں نے پرسمش کر گوشت لینے کے لیے نیچے اترنا شروع کر دیا اور تخت بھی نیچا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن سا ہو جائے۔ عبد اللہ ﷺ کی قرأت میں ﴿كَذَٰلِكَ نَكْشِرُكُمْ﴾ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قرأت بھی یہی ہے۔ یہ قصہ مرد کا ہے جو کعبان کا بادشاہ تھا۔ اس نے اس جیل سے آسمان کا قبضہ چاہا تھا۔ اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خط سایا تھا۔ بڑا بلند منارہ تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہو گئی اور زلزلت و خوری پستی و تنزل کے ساتھ حقیر و ذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب بخت نصر اس جیلہ سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا۔ یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اس کی نظروں سے غائب ہو گئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش طاغی کیا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا ذرا سی دیر بعد پھر یہی غیبی ندا سنائی دی اب تو اس کا پتہ پانی ہو گیا اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کر دیا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿لَنُزَوِّلَنَّ﴾ ہے بدلے میں ﴿لَنُزَوِّلَنَّ﴾ کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے مگر پہاڑوں کو زائل نہیں کر سکتے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ اس کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک و کفر پہاڑوں وغیرہ کو نہیں ہٹا سکتا کوئی ضرر دے نہیں سکتا۔ صرف اس کا وبال انہیں کی جانوں پر =

① ۲۳/ المؤمنون: ۹۹۔ ② ۶۳/ المنافقون: ۹۔ ③ ۳۲/ السجدة: ۱۲۔

④ ۶/ الانعام: ۲۷۔ ⑤ ۳۵/ فاطر: ۳۷۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ

الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

ترجمہ: تو ہرگز یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ اپنے نبیوں سے وعدہ خلافی کرے۔ اللہ بڑا ہی غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔ [۳۷:۱] جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے رو برو ہوں گے۔ [۳۸]

== ہے۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ فرمان باری بھی ہے ﴿وَلَا تَمْنِشْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾ ① زمین پر اکڑنوں سے نہ چل نہ تو زمین کو چیر سکتا ہے نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کر دینے والا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿تَكْنَادُ السَّمَوَاتُ يَتَّقَطُونَ مِنْهُ﴾ ② اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے۔ ضحاک وقتادہ رحمہما اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

قیامت کے دن زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے: [آیت: ۳۷-۳۸] اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کو مقرر اور موکد کر رہا ہے کہ دنیا و آخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی اس کا خلاف کرنے والا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں وہ سب پر غالب ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا۔ قیامت کے دن ان پر حسرت و مایوسی طاری ہوگی۔ اس دن زمین ہوگی لیکن اس کے سوا اور ہوگی۔ اسی طرح آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ایسی سفید صاف زمین پر حشر کئے جائیں گے جیسے میدے کی سفید تکیا ہو جس پر کوئی نشان اور اونچ نہ ہوگی۔“ ③ مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ”پہل صراط پر۔“ ④ اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ”تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی۔“ ⑤ اور روایت میں ہے کہ یہی سوال مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا آیت ﴿وَالْأَرْضُ جَمِيعًا بِقَبْضَتِهِ﴾ ⑥ کے متعلق تھا اور آپ نے یہی جواب دیا تھا۔ ⑦ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام علیک کہا۔ میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ اس نے مجھ سے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا۔ میں نے کہا بے ادب یا رسول اللہ نہیں کہتا اور آپ کا نام لیتا ہے۔ اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے۔ آپ نے فرمایا ”میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے۔“ یہودی نے کہا سنئے میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا ”پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟“ اس نے کہا سن تولوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تھکا تھا اسے آپ نے زمین

① ۱۷/ بنی اسرائیل: ۳۷۔ ② ۱۹/ مریم: ۹۰۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب يقبض الله الارض

يوم القيامة ۶۵۲۱؛ صحیح مسلم، ۲۷۹۰؛ ابن حبان، ۷۳۲۰۔ ④ احمد، ۶/ ۳۵؛ صحیح مسلم، کتاب صفات

المنافقين، باب في البعث والنشور، ۲۷۹۱؛ ترمذی، ۳۱۲۱؛ ابن ماجہ، ۴۲۷۹؛ ابن حبان، ۷۳۸۰۔

⑤ احمد، ۶/ ۱۰۱ اس کی سند منقطع یعنی ضعیف ہے۔ لیکن صحیح مسلم، (۲۷۹۱) کی حدیث اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

⑥ ۳۹/ الزمر: ۶۷۔ ⑦ احمد، ۶/ ۱۱۷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزمر ۳۲۴۱ وسندہ صحیح

لیکن اس میں (علی متن جہنم) کے الفاظ نہیں۔

پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ ”اچھا دریافت کرلو۔“ اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ فرمایا ”پل صراط کے پاس اندھیروں میں۔“ اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے کون لوگ پار ہوں گے؟ فرمایا ”مہاجرین فقرا“ اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا ”مچھلی کی کچلی کی زیادتی“ اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی؟ فرمایا ”جنتی تیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چلتا رہا تھا“ اس نے پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا ”جنتی نہر سلسیل کا پانی۔“ یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک اور بات پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی۔ آپ نے فرمایا ”کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟“ اس نے کہا نہ تو لوں گا۔ بچے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ”مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے“ یہودی نے کہا بے شک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا ”اس نے جب مجھ سے سوال کیا مجھے کوئی جواب معلوم نہ تھا لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے جواب سکھایا“ ① (مسند احمد) ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ”اس وقت مخلوق اللہ کی مہمانی میں ہوگی۔ پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی۔“ ② عمرو بن میمون کہتے ہیں اس زمین کو بدل دیا جائے گا اور زمین سفید میدے کی نکلیا جیسی ہوگی جس میں نہ کوئی خون بہا ہوگا اور نہ کوئی خطا ہوگی آنکھیں تیز ہوں گی داعی کی آواز کانوں میں ہوگی سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے ③ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ”سفید رنگ کی وہ زمین ہوگی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہوگا۔ نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہوگا۔“ ④ اسے مرفوع کرنے والا ایک ہی راوی ہے یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا پھر صحابہ سے پوچھا ”جانتے ہو میں نے ان کے پاس آدمی کیوں بھیجا ہے۔“ انہوں نے کہا اللہ ہی کو علم ہے اور اسکے رسول کو۔ آپ نے فرمایا ”آیت ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَايَةً﴾ کے بارے میں یاد رکھو وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہوگی۔“ ⑤ جب وہ لوگ آئے آپ نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ سفید ہوگی جیسے میدہ اور بھی سلف سے مروی ہے کہ چاندی کی زمین ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہوگا ابی بنی اللہ فرماتے ہیں وہ باغات بنا ہوا ہوگا۔ محمد بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں روٹی بن جائے گی کہ مؤمن اپنے قدموں تلے سے ہی کھالیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی۔ اس کے پیچھے جنت ہوگی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آ رہی ہوں گی لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حساب کتاب شروع نہ ہوا۔

① صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب بیان صفة منی الرجل والمرأة، ۳۱۵، ابن حبان، ۷۴۲۲۔

② اس کی سند میں ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی مریم ضعیف جبکہ سعید بن ثوبان مجہول ہے جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

③ حاکم، ۵۷۰/۴، ذہبی نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۱۶۳/۱۳ و سندہ صحیح۔

④ البزار، ۳۴۳۱، و سندہ ضعیف جداً؛ طبرانی ۱۰۳۳۳، مجمع الزوائد، ۷/۴۵، ترمذی کہتے ہیں اس روایت میں جریر بن ایوب بکلی

متروک راوی ہے۔ جبکہ طبرانی نے اسے ۹۰۰۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے جسکی سند صحیح ہے۔ ⑤ الطبری، ۱۳/۲۵۰۔

و سندہ ضعیف جداً اس روایت میں جابر بن یزید الجعفی ہے اور مجہور کے مطابق یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب الکمال، رقم ۸۶۳)

وَتَرَى الْمَجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۖ سَرَابٍ لَّهُمْ مِّنْ قِطْرٍ اِنٍ وَتَغْشَىٰ
وُجُوهُهُمُ النَّارُ ۚ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۖ اِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ: تو اس دن گنہگاروں کو دیکھے گا کہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے۔ [۴۹] ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر بھی چڑھی ہوئی ہوگی۔ [۵۰] یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لینے کچھ دیر نہیں لگے گی۔ [۵۱]

= ہوگا۔ انسان کا پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہوگا پھر بڑھ کر ناک تک پہنچ جائے گا پھر اس سختی اور گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کعب کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے۔ سمندر آگ ہو جائیں گے۔ زمین بدل دی جائی گی۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے ”سمندر کا سرفراز غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں گے کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے“ ① صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عطا کی چیز کی طرح کھینچے گا۔ اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔ پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اس نئی زمین پر پھیل پڑے گی۔“ ② پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ واحد و تبارک کے سامنے روبرو ہو جائے گی۔ وہ اللہ جو اکیلا ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے۔ سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

اہل جہنم گندھک کے لباس میں قید: [آیت: ۴۹-۵۱] زمین و آسمان بدلے ہوئے ہیں مخلوق اللہ کے سامنے کھڑی ہے اس دن اے نبی تم دیکھو گے کہ کفر و فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَحْشَرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاْجُهُمْ﴾ ③ ظالموں کو اور ان کے جوڑے کو لوگوں کو اکٹھا کر دو۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاِذَا السُّفُوْسُ رُوِّجَتْ﴾ ④ جبکہ نفس کے جوڑے ملا دیے جائیں گے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ مِنْهَا مَكَانًا صَفِیْقًا مُّقَرَّنٰیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا﴾ ⑤ یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ ملائے جلائے ڈالے جائیں گے تو وہاں موت موت پکاریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی ﴿مُقَرَّرٰیْنَ فِی الْاَصْفَادِ﴾ کا لفظ ہے اصفا د کہتے ہیں قیدی کی زنجیروں کو۔ عمرو بن کلثوم کے شعر میں مصفد بمعنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے آیا ہے جو کپڑے انہیں پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے۔ یہ لفظ (قَطْرَان) بھی ہے (قَطْرَان) بھی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پچھلے ہوئے تانبے کو قطر ان کہتے ہیں اس سخت گرم آگ جیسے تانبے کے ان جہنیوں کے لباس ہوں گے ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے۔ چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی۔ سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ منہ بگڑ گئے ہوں گے۔ مندا احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے =

① ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر فی الغزو ۲۴۸۹ وسندہ ضعیف، بیہقی، ۴/ ۳۳۴؛ (التاریخ الکبیر رقم ۱۸۴۶) اس روایت میں بشر ابوعبداللہ اور بشر بن مسلم دونوں مجہول ہیں (التقریب، ۱/ ۱۰۲، ۱۰۳)

② الطبری، ۱۳/ ۲۵۲ وسندہ ضعیف۔

③ ۳۷/ الصافات: ۲۲۔ ④ ۸۱/ التکویر: ۷۔ ⑤ ۲۵/ الفرقان: ۱۳۔

هَذَا بَلَّغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذِرُوْا بِهِ وَيَعْلَمُوْا اَنْهَا هُوَ اِلَهُ وَّاحِدٌ وَلِيَذْكُرْ اُولُو

الْاَلْبَابِ ٤

ترجمہ: یہ قرآن تمام لوگوں کے لیے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ ہوشیار کر دیے جائیں اور بخوبی معلوم کر لیں کہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقلمند لوگ سوچ (سمجھ) لیں۔ [۵۲]

= ہیں ”میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جو ان سے نہ چھوٹیں گے حسب پر فخر نسب میں طعنہ زنی، ستاروں سے بارش کی طلبی، میت پر نوحہ سنو نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کر لی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔“ ① مسلم میں بھی یہ حدیث ہے ② اور روایت میں ہے کہ ”وہ جنت و دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی۔ گندھک کا کرتا ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔“ ③ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دے گا بروں کی برائیاں سامنے آ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت ﴿اَقْرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ ④ کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ پھیرے ہوئے ہی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بندے کے حساب کے وقت کا بیان ہو یعنی بہت جلد حساب ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں۔ جیسے ایک ویسی ساری مخلوق جیسے فرمان ہے ﴿مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْزُبُ عَنْكُمْ اِلَّا كُنُفُسٌ وَّاجْدُفٌ﴾ ⑤ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطہ میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں یعنی وقت حساب بھی قریب اور اللہ کو حساب میں دیر بھی نہیں ادھر شروع ہوا ادھر ختم ہوا واللہ اعلم۔

قرآن کا لوگوں کے نام کھلا پیغام: [آیت: ۵۲] ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف اللہ کا کھلا پیغام ہے۔ جیسے اور آیت میں نبی ﷺ کی ربانی کہلوا یا گیا ہے کہ ﴿لَا تُنْذِرُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ ⑥ یعنی تاکہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دیئے جائیں ڈرا دیئے جائیں اور اس کی دلیلیں جتیں دیکھ کر پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت و عظة و نذہ حاصل کر لیں۔ سوچ سمجھ لیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ سورۃ ابراہیم کی تفسیر ختم ہوئی۔

- ① احمد، ۵/۳۴۲، ۳۴۳ وهو حدیث صحیح، ابن حبان، ۳۱۴۳، بیہقی، ۴/۶۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، ۹۳۴۔ ③ طبرانی، ۶/۲۳۸ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۳/۱۴۔ ④ الانبیاء: ۱۔ ⑤ ۳۱ لقمان: ۲۸۔ ⑥ ۶ الانعام: ۱۹۔

تفسیر سورۃ حجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝

ترجمہ: معبود مہربان رحم والے کے نام سے شروع

یہ ہیں کتاب الہی کی آیتیں اور کھلا اور روشن قرآن۔ ۱۱

[آیت: ۱] سورتوں کے اول میں جو حروف مقطعہ آئے ہیں ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تیر ہویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
131	قیامت آنے کی جلدی نہ چاؤ	109	قیامت کے دن کافر مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے
132	وحی الہی انبیاء علیہم السلام پر ہوئی ہے	111	کافروں کی سرکشی، ضد اور تکبر
132	انسان کا اپنی پیدائش کو بھولنا اور باتیں بنانا	111	انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑانے کا نتیجہ
133	چوپائے انسان کے فائدہ کے لئے ہیں	112	باطل پرستی کفار کی حد؟
134	مسئلہ گھوڑے کی حلت و حرمت کا	112	آسمانی برجوں سے کیا مراد ہے؟
135	دین و دنیا کی مثالیں	113	ہر قسم کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں
136	پانی اور پھل اللہ کی نعمتیں	115	انسان کی پیدائش کا ذکر
	چاند سورج اور ستارے	116	فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ اور ابلیس کا انکار
137	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں	116	ابلیس راندہ درگاہ ہے
138	سمندر سے لوگوں کے لئے فوائد ہیں	117	ابلیس کا ناپاک عہد
139	ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے	118	جنت میں اخوت اسلامی کا ایک منظر
140	فقط اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے	120	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت
140	منکرین قرآن کا تذکرہ	121	قوم لوط پر عذاب الہی کا نزول
141	نزد و دور غیرہ کا انجام	122	قوم لوط کی غیر اخلاقی اور غیر فطری حالت
142	موت کے وقت ظالموں کی کیفیت	123	قوم لوط کی تباہی کا ذکر
143	نیک لوگوں کا بہترین انجام	124	قوم شعیب کا انجام
144	مشرکین کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟	124	محمود یوں کا المناک انجام
144	مشرکین کا مشیت الہی سے غلط استدلال	124	مشرکین سے چشم پوشی کا حکم
146	قیامت قائم کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے انتہائی آسان ہے	125	سبع مثانی سے کیا مراد ہے؟
147	اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرنے کی فضیلت	127	قیامت کے دن انکار کرنے والوں سے سوال ہوگا
148	منصب رسالت کا حقدار انسان	129	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا عبرتناک انجام
149	اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کا بیان		
150	عرش تا فرش ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے	131	تفسیر سورہ نحل

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
169	قسموں اور عہد و پیمان کی حفاظت کا حکم	151	سب کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے
171	ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں	152	مشرکین کا عجیب و غریب اور قابل افسوس رویہ
172	نیک اعمال کا بہتر بدلہ ضرور ملے گا	153	اللہ تعالیٰ کا کرم کہ گناہ پر فوری گرفت نہیں کرتا
	حلاوت قرآن کے آغاز میں شیطان کے شر سے	154	ہر نبی کو ہی جھٹلایا گیا
173	اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا		خون اور گوہر کی آمیزش سے پاک
174	تسخیر کی حکمت مشرک نہیں جانتے	154	دودھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے
174	کافروں کا ایک بہتان اور اس کا رد	155	شہد کی کبھی قدرت کا نمونہ نیز شہد قابل شفا ہے
175	آقا ﷺ کی صداقت کا بیان	158	بخیلی اور شدید بڑھاپے سے پناہ مانگنے کا حکم
176	مجبوراً کفر کا ارتکاب ناقض ایمان نہیں		تم اپنے حق میں شریک برداشت نہیں کرتے اللہ
178	ہجرت اور جہاد کا بدلہ بخشش ہے	158	کیوں کر کرے
179	نعمتوں کی ناشکری کا نتیجہ	159	اللہ تعالیٰ کا ایک اور احسان
180	بعض حرام کردہ اشیاء کا تذکرہ	160	کافر اور مومن کی مثال
181	یہودیوں پر بعض حرام چیزوں کا ذکر	161	بتوں کے متعلق ایک مثال کا ذکر
182	ابراہیم علیہ السلام رشد و ہدایت کے امام تھے	161	اللہ کا کمال علم اور کمال قدرت
183	ہرامت کے لئے ہفتہ کے بعض دنوں کی حرمت کا بیان	163	راحت و آرام والی نعمتیں
184	نصیحت اور حکمت سے مراد	164	مشرک سب سے بڑا گمراہ ہے
184	حصول قصاص اور صبر کا بیان	166	قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان
		167	عدل، احسان، صلہ رحمی اور بخشش و مکر کا مطلب

رُبَايُودُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ ذَرُّهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِمُ
الْأَمْلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قُرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝ مَا
تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝

ترجمہ: وہ بھی وقت ہوگا کہ کافر اپنے مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے۔ [۲] تو انہیں کھاتا نفع اٹھاتا اور امیدوں میں مشغول ہوتا چھوڑ دے یہ خود بھی جان لیں گے۔ [۳] کسی ہستی کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر کہ اس کیلئے مقررہ نوشتہ تھا [۴] کوئی گروہ اپنی موت سے نہ آگے بڑھتا ہے نہ پیچھے رہتا ہے۔ [۵]

قیامت کے دن کافر مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے: [آیت: ۲-۵] کافر اپنے کفر پر عنقریب نادم و پشیمان ہوں گے اور مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی تمنا کریں گے۔ یہ بھی مروی ہے کہ کفار بدر جب جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے آرزو کریں گے کہ کاش کہ وہ بھی دنیا میں مومن ہوتے یہ بھی ہے کہ ہر کافر اپنی موت کو دیکھ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کرتا ہے اسی طرح قیامت کے دن بھی ہر کافر کی یہی تمنا ہوگی جہنم کے پاس کھڑے ہو کر کہیں گے کہ کاش کہ اب ہم وہاں دنیا میں بھیج دیئے جائیں تو نہ تو اللہ کی آیات کو جھٹلائیں نہ ترک ایمان کریں جہنمی لوگ اوروں کو جہنم سے نکلتے دیکھ کر بھی اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گناہ گار مسلمانوں کو جہنم میں مشرکوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ روک لے گا تو مشرک ان مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس اللہ کی تم دنیا میں عبادت کرتے رہے اس نے تمہیں آج کیا فائدہ دیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اور ان مسلمانوں کو جہنم سے نکال لے گا اس وقت کافر تمنا کریں گے کہ کاش کہ وہ دنیا میں مسلمان ہوتے ① ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں کے اس طعنے پر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے آزاد کر دو اٹحطیرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”لا الہ الا اللہ کے کہنے والوں میں سے بعض لوگ بسبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جائیں گے پس لات وعزلی کے پجاری ان سے کہیں گے کہ تمہارے لا الہ الا اللہ کہنے نے تمہیں کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا اور نہر حیات میں غوطہ دے کر انہیں ایسا کر دے گا جیسے چاند گہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جائیں گے وہاں انہیں جہنمی کہا جائے گا“ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر کسی نے کہا کیا آپ نے اسے رسول ﷺ کی زبانی سنا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ ”مجھ پر قصد آجھوٹ بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں بنالے“ باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول کریم ﷺ کی زبانی سنی ہے ② اور روایت میں ہے کہ ”مشرک لوگ اہل قبلہ سے کہیں گے کہ تم تو مسلمان تھے پھر تمہیں اسلام نے کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں ہمارے گناہ تھے جن کی پاداش میں ہم پکڑے گئے اٹح۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے چھکارے کے وقت کفار کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اور ان کی طرح جہنم سے چھکارا پاتے“ ③ پھر حضور ﷺ نے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ =

① الطبری، ۳/۱۴۔ ② المعجم الأوسط، ۷۲۸۹ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۸۲، ۳۸۳ بیہمی کہتے ہیں اس روایت میں مجہول راوی ہیں۔ ③ مجمع الزوائد، ۷/۴۵؛ حاکم، ۲/۲۴۲، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَجُنُونٌ ۖ لَّوَمَا تَأْتِيَنَا بِالْمَلِكَةِ
 إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۖ مَا نُزِّلَ الْمَلِكَةُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذَا
 مُنْظَرِیْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ: کہنے لگے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے یقیناً تو کوئی دیوانہ ہے [۱۶]۔ اگر تو سچائی ہے تو ہمارے پاس فرشتوں کو کہیں
 نہیں لاتا؟ [۱۷] ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں اور اس وقت وہ مہلت دیئے گئے نہیں ہو سکتے۔ [۱۸] ہم نے ہی اس قرآن
 کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ [۱۹]

پڑھ کر شروع سورۃ سے ﴿مُسْلِمِیْنَ﴾ تک تلاوت فرمائی یہی روایت اور سند سے ہے اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا
 پڑھنا ہے عوض (اَعُوْذُ) کے اور روایت میں ہے کہ ”ان مسلمان گنہگاروں سے مشرکین کہیں گے کہ تم تو دنیا میں یہ خیال کرتے تھے کہ تم
 اولیاء اللہ ہو پھر ہمارے ساتھ یہاں کیسے؟ یہ سن کر اللہ ان کی شفاعت کی اجازت دے گا پس فرشتے اور نبی اور مومن شفاعت کریں گے
 اور اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے نکالتا جائے گا اس وقت مشرک لوگ کہیں گے کاش کہ وہ بھی مسلمان ہوتے تو شفاعت سے محروم نہ رہتے اور
 ان کے ساتھ جہنم سے چھوٹ جاتے“ یہی معنی اس آیت کے ہیں یہ لوگ جب جنت میں جائیں گے تو ان کے چہروں پر قدرے سیاہی
 ہوگی اس وجہ سے انہیں جہنمی کہا جاتا ہوگا پھر یہ دعا کریں گے کہ اے اللہ یہ لقب بھی ہم سے ہٹا دے پس انہیں جنت کی ایک نہر میں
 غسل کرنے کا حکم ہوگا اور وہ نام بھی ان سے دور کر دیا جائے گا ❶ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”بعض لوگوں کو
 آگ ان کے گھٹنوں تک پکڑ لے گی اور بعض کو زانو تک اور بعض کو گردن تک جیسے جن کے گناہ اور جیسے جن کے اعمال بعض ایک مہینے کی
 سزا بھگت کر نکل آئیں گے سب سے لمبی سزا والا وہ ہوگا جو جہنم میں اتنی مدت رہے گا جتنی مدت دنیا کی ہے یعنی دنیا کے پہلے دن سے
 دنیا کے آخری دن تک جب ان کے نکالنے کا ارادہ اللہ کرے گا اس وقت یہود و نصاریٰ اور دوسرے دین والے جہنمی ان اہل توحید سے
 کہیں گے کہ تم اللہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے تھے پھر بھی آج ہم اور تم جہنم میں یکساں ہیں پس اللہ تعالیٰ کو سخت
 غصہ آئے گا کہ اور کسی اور بات پر اتنا غصہ نہ آیا تھا پھر ان موحدوں کو جہنم سے نکال کر جنت کی نہر کے پاس لایا جائے گا“ ❷ یہ ہے
 فرمان ﴿رَمَسًا یَّوْذُ﴾ میں پھر بطور ڈانٹ کے فرماتا ہے کہ انہیں کھاتے پیتے اور مزے کرتے چھوڑ دے آخر تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے تم
 کھانی لو تمہارا مجرم ہونا ثابت ہو چکا ہے انہیں ان کی دور دراز کی خواہشیں تو بہ کرنے کے اللہ کی طرف جھکنے سے غافل رکھیں گی عنقریب
 حقیقت کھل جائے گی۔

ہم کسی بستی کو دلیلیں پہچانے اور ان کا مقررہ وقت ختم ہونے سے پہلے ہلاک نہیں کرتے ہاں جب وقت مقررہ آ جاتا ہے پھر تقدیم
 تاخیر ناممکن ہے اس میں اہل مکہ کی تنبیہ ہے کہ وہ شرک سے الحاد سے پیغمبر (ﷺ) کی مخالفت سے باز آ جائیں ورنہ مستحق ہلاکت

❶ المعجم الأوسط، ۸۱۰۶، وهو حدیث حسن۔

❷ ابن ابی حاتم، وسندہ ضعیف۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شَيْعِ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا
كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ
وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ
يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ۝

ترجمہ: ہم نے انہی امتوں میں بھی اپنے رسول برابر بھیجے۔ [۱۰] لیکن جو رسول آیا اسی کا انھوں نے مذاق اڑایا۔ [۱۱] انہی گناہوں کے دلوں میں ہم
اسی طرح یہی رچا دیا کرتے ہیں۔ [۱۲] وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً انھوں کا طریقہ گنہگار ہوا ہے۔ [۱۳] اگر ہم ان پر آسمان کا دروازہ
کھول بھی دیں اور یہ وہاں چڑھنے بھی لگ جائیں [۱۴] جب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر دیا ہے۔ [۱۵]

ہو جائیں گے اور اپنے وقت پر تباہ ہو جائیں گے۔

کافروں کی سرکشی خدا اور تکبر: [آیت: ۶-۹] کافروں کا کفر ان کی سرکشی تکبر اور ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ بطور مذاق اور ہنس کے
رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہیں کہ اسے وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ تجھ پر قرآن اللہ کا کلام اترا رہا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو سراسر
پاگل ہے کہ اپنی تابعداری کی طرف ہمیں بلارہا ہے اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ دیں۔ اگر سچا ہے تو
ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ جو تیری سچائی ہم سے بیان کریں۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿فَلَوْلَا الْفُلُ عَلَيْهِ اسْوَرَةٌ
مِنْ ذَهَبٍ﴾ ① اس پر سونے کے ٹنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ اس کے ساتھ مل کر فرشتے کیوں نہیں آئے؟ رب کی ملاقات کے
منکروں نے آواز اٹھائی کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے یا یہی ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے دراصل یہ گھمنڈ میں آ
گئے اور بہت ہی سرکش ہو گئے فرشتوں کو دیکھ لینے کا جب دن آ جائے گا اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی یہاں بھی فرمان ہے
کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں یعنی رسالت یا عذاب کے ساتھ اس وقت پھر کافروں کو مہلت نہیں ملے گی۔ اس ذکر
یعنی قرآن کو ہم نے ہی اتارا ہے اور اس کی حفاظت کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں ہمیشہ تغیر و تبدل سے بچا رہے گا بعض کہتے ہیں کہ لہٰذا
ضمیر کا مرجع نبی ﷺ ہیں یعنی قرآن اللہ ہی کا نازل کیا ہوا ہے اور نبی ﷺ کا حافظہ وہی ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ
النَّاسِ﴾ ② تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے اللہ محفوظ رکھے گا لیکن پہلا معنی اولیٰ ہے اور عبارت کی ظاہر روانی بھی اسی کو ترجیح دیتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا مذاق اڑانے کا نتیجہ: [آیت: ۱۰-۱۵] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسکین دیتا ہے کہ جس طرح لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا
رہے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ سے پہلے کے نبیوں کو بھی وہ جھٹلا چکے ہیں ہر امت کے رسول کی تکذیب ہوئی ہے اور اسے مذاق
میں اڑایا گیا ہے ضدی اور متکبر گروہ کے دلوں میں بسبب ان کے حد سے بڑھے ہوئے گناہوں کے تکذیب رسول رچا دی جاتی
ہے یہاں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں نہ کریں انھوں کی عادت ان کے سامنے ہے جس طرح وہ
ہلاک اور برباد ہوئے اور ان کے انبیاء نجات پا گئے اور ایمان دار عافیت حاصل کر گئے وہی نتیجہ یہ بھی یاد رکھیں دنیا آخرت کی بھلائی
نبی ﷺ کی متابعت میں اور دونوں جہاں کی رسوائی نبی ﷺ کی مخالفت میں ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۖ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۖ إِلَّا مِنْ أَسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ مُبِينٌ ۖ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَكْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ ۖ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۖ

ترجمہ: یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لیے اسے زینت والا کیا ہے [۱۶] اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔ [۱۷] ہاں جو سننے کو چرانا چاہے اس کے پیچھے کھلا شعلہ لگتا ہے۔ [۱۸] اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر پہاڑ لارکھے ہیں اور اس میں ہم نے ہر چیز باندازہ لگا دی ہے [۱۹] اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنا دی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔ [۲۰]

باطل پرستی کفار کی حد؟ ان کی سرکشی ضد ہٹ خود بینی اور باطل پرستی کی تو یہ کیفیت ہے کہ بالفرض اگر ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں وہاں چڑھا دیا جائے تو بھی یہ حق کو حق کہہ نہ دیں گے بلکہ اس وقت بھی ہانک لگائیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے آنکھیں بہکادی گئی ہیں جادو کر دیا گیا ہے نگاہ چھین لی گئی ہے دھوکہ ہو رہا ہے بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔

آسمانی برجوں سے کیا مراد ہے: [آیت: ۱۶-۲۰] اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ جو بھی اسے غور و فکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لئے بہت پاسکتا ہے۔ بروج سے مراد یہاں پرستارے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿تَبَرَّكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا﴾ ① بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں عطیہ ﷺ کہتے ہیں وہ جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں جو آگے بڑھتا ہے شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے۔ کبھی تو یہ نیچے والے کے کان میں ڈال دے اس سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں صراحتہ مروی ہے کہ ”جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں جیسے زنجیر پتھر پر پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا؟ وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔“ فرشتوں کی باتوں کو چوری چوری سننے کے لئے جنات اوپر کو چڑھتے ہیں اور اسی طرح ایک پر ایک ہوتا ہے راوی حدیث حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتلایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لیا اس سننے والے کا کام شعلہ کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے کان میں کہہ دے اسی وقت وہ جل جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک آجائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشا ہو جائیں پھر وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں دوکئی لیتا ہے جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان کی بات اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی، صحیح نکلے ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں =

وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝ وَأَرْسَلْنَا

الرِّيْحَ لَوَاقِحِهِ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ ۖ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَزَائِنٍ ۝

وَإِنَّا لَخَنَّ نُحْيٍ وَنُمِيتُ وَنُخْضِنُ الْوُرُثُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۖ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: جتنی بھی چیزیں ہیں سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔ [۲۱] ہم بوجھل کرنے والی ہوائیں چلا کر پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں وہ پلاتے ہیں تم کچھ اس کے ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو [۲۲] ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی بالآخر وارث ہیں [۲۳] تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں۔ [۲۴] تیرا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا یقیناً وہ بڑی حکمتوں والا بڑے علم والا ہے۔ [۲۵]

دن یہ کہا تھا بالکل سچ نکلا ① پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا پھیلا یا اس میں پہاڑ بنائے جنگل اور میدان قائم کئے کھیت اور باغات اگائے اور تمام چیزیں باندازہ اور بمناسبت اور بموزونیت ہر ہر زمین کے ہر ہر موسم کے ہر ہر ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کی خوشگواہی کی ہیں۔ زمین میں قسم قسم کی معیشت اس نے پیدا کر دی اور انہیں بھی بنادے جن کے روزی رساں تم نہیں ہو یعنی چوپائے اور جانور، لونڈی غلام وغیرہ پس قسم قسم کی چیزیں قسم قسم کے اسباب قسم قسم کی راحت ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لئے مہیا کر دیئے کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے جانوروں کو تمہارے زیر دست کر دیا کہ کھا بھی سواریاں بھی کرو لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو ان کی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمے نہیں بلکہ ان کا رزاق بھی اللہ تعالیٰ عالم پروردگار ہے۔ نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے۔ فسبحانہ ما اعظم شأنہ۔

ہر قسم کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ [آیت: ۲۱-۲۵] تمام چیزوں کا تہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں جتنا جب اور جہاں چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے یہ محض اس کی مہربانی ہے ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برتی ہے ہاں تقسیم اللہ کے ہاتھ میں ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی حکم بن عبیدہ سے بھی یہی قول مروی ہے کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا اُگا۔ بزار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس خزانے کیا ہیں؟ صرف کلام ہے جب کہا ہو جا ہو گیا ② اس کا ایک راوی قوی نہیں۔ ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں اس میں سے پانی برسنے لگتا ہے یہی ہوائیں

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجر باب ﴿لَا مِنْ اسْتَرْقِ السَّمْعَ فَاتَّبِعْهُ شَهَابٌ مَبِينٌ﴾ ۴۷۰۱؛ ترمذی، ۳۲۲۳؛ ابن ماجہ، ۱۹۹۴؛ ابن حبان، ۳۶؛ مسند حمیدی، ۱۱۵۱؛ الإیمان لابن مندہ، ۷۰۰۔

② اس روایت میں أغلب بن تمیم راوی ضعیف ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ (النسایخ الکبیر، ۷۰/۲) لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کوٹلیں پھوٹنے لگتی ہیں اس وصف کو بھی خیال میں رکھئے کہ یہاں جمع کا صیغہ لائے ہیں اور رت عقیقہ میں وصف وحدت کے ساتھ کیا ہے تاکہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو بارداری کم از کم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو ادھر ادھر سے اٹھاتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے جو جھل کر دیتی ہے ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے ابن جریر میں بسند ضعیف ایک حدیث مروی ہے کہ ”جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے“ ① مسند حمید کی حدیث میں ہے ”کہ ہواؤں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی رہتی ہے اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا نام ازیب ہے تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو“ ② پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر بیٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لو اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں جیسے سورۃ واقعہ میں بیان فرمایا کہ جس بیٹھے کو تم پیا کرتے ہو اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں تعجب ہے کہ تم ہماری شکر گزاری نہیں کرتے ③ اور آیت میں ہے کہ اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا ہے ④ تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو ہم ہی برساتے ہیں ہم جہاں چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں جہاں چاہتے ہیں محفوظ کر دیتے ہیں اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسا یا بجایا بیٹھا کیا تھرا کیا کہ تم پیو اپنے جانوروں کو پلاؤ اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ اپنی ضرورتیں پوری کرو ہم مخلوق کی ابتدا پھر اسکے اعادہ پر قادر ہیں سب کو عدم سے وجود میں لائے سب کو پھر معدوم ہم کریں گے پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بیٹھائیں گے زمین کے اور زمین والوں کے وارث ہم ہی ہیں سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے ہمارے علم کی کوئی انتہا نہیں اول آخر سب ہمارے علم میں ہے پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانہ سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے اور پچھلوں سے مراد اس زمانے کے اور آئندہ زمانہ کے لوگ ہیں۔ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھل صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ⑤ اس بارے میں ایک غریب حدیث بھی وارد ہے ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بہت ہی خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ وہ نگاہ نہ چڑھے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ آتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے پس یہ آیت اتری ⑥ لیکن اس روایت میں سخت نکارت ہے عبدالرزاق میں =

① الطبری، ۸۸/۱۷، وسندہ ضعیف جداً؛ العظمة، ۸۰۱۴، اس کی سند میں عیسیٰ بن میمون (الجرح والتعذیل، ۳۴/۷، التاريخ الكبير، ۷۹/۷) اور ابو المہزم (التاريخ الكبير، ۸/۳۳۹) متروک راوی ہیں۔

② مسند حمیدی، ۱۲۹، وسندہ ضعیف جداً؛ مسند البزار، ۹/۴۵۲؛ اس سند میں یزید بن عیاض بن جعدہ علیہ السلام کذاب راوی ہے۔

③ ۵۶/الواقعة: ۶۸، ۷۰۔

④ ۱۶/النحل: ۱۰۔

⑤ الطبری، ۲۶/۱۴ وسندہ ضعیف۔

⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجر ۳۱۲۲، وسندہ ضعیف عمرو بن مالک النکری ضعیف راوی ہے۔ نسائی،

۸۷۱؛ ابن ماجہ، ۱۰۴۶؛ مسند الطیالسی، ۱۲۱۲؛ بیہقی، ۳/۹۸؛ ابن خزیمہ، ۱۶۹۶؛ حاکم، ۲/۳۵۳۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ وَالْجَبَّارِ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُومِ ۝ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ السَّاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلِكَةُ كُلُّهُمْ أَعْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ أَبَى أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۖ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو خشک مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی تھی پیدا فرمایا ہے۔ [۲۶] اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے نوالی آگ سے پیدا کیا [۲۷] جبکہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو خمیر کی ہوئی ٹھنکانی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ [۲۸] تو جبکہ میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح بھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔ [۲۹] چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کر لیا۔ [۳۰] مگر ابلیس کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ [۳۱] ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ [۳۲] وہ بولا کہ میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی ٹھنکانی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ [۳۳]

= ابوالجوزا کا قول اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نماز کی صفوں میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے یہ صرف ان کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں ذکر نہیں امام ترمذی فرماتے ہیں یہی زیادہ مشابہ ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے عون بن عبد اللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مرچکے اور پچھلوں سے مراد اب پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں تیرا رب سب کو جمع کرے گا وہ حکمت و علم والا ہے یہ سن کر حضرت عون رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

انسان کی پیدائش کا ذکر: [آیت: ۲۶-۳۳] ﴿صَلْصَالٍ﴾ سے مراد خشک مٹی ہے اسی جیسی آیت ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ وَخَلَقَ الْجَبَّارَ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ ۝ ہے یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حما کہتے ہیں۔ مسنون کہتے ہیں چکنی کو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ترمی۔ اور دوں سے مروی ہے بودار مٹی اور گندمی ہوئی مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا ہے۔ سوم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی پیش اس گرمی کا ستر واں حصہ ہیں جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلوں سے بنائے گئے ہیں یعنی بہتر آگ سے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے ۲ اس آیت سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت و شرافت =

① ۵۵/الرحمن: ۱۴، ۱۵۔ ② صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب فی احادیث متفرقة ۲۹۹۶: بیہقی، ۳/۹، مسند احمد،

۱۵۳/۶: مسند اسحاق بن راہویہ، ۷۸۶: مسند عبد بن حمید، ۱۴۷۹: شعب الایمان، ۱۴۳۔

قَالَ فَأَخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۖ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ۖ

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۖ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۖ إِلَى يَوْمِ

الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۖ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ

أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۖ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۖ

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَايِينَ ۖ وَإِنَّ جَهَنَّمَ

لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۖ

ترجمہ: فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیونکہ تورا نہ درگاہ ہے۔ [۳۳] تجھ پر میری پینکار ہے قیامت کے دن تک۔ [۳۵] کہنے لگا کہ اے میرے رب مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں۔ [۳۶] فرمایا کہ اچھا تو ان میں ہے جنہیں مہلت ملی ہے۔ [۳۷] روز مقرر کے وقت تک کی۔ [۳۸] کہنے لگا کہ اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لئے حزن کروں گا اور ان سب کو بھی بہکاؤں گا۔ [۳۹] بجز تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ [۴۰] ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ [۴۱] میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔ [۴۲] یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ [۴۳] جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔ [۴۴]

= اور ان کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ اور ابلیس کا انکار: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کی پیدائش کا ذکر فرشتوں میں اس نے کیا اور بعد پیدائش کے ان کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اس حکم کو سب نے تو مان لیا لیکن ابلیس لعین نے انکار کر دیا اور کفر و حسد انکار و تکبر و فخر و غرور کیا۔ صاف کہا کہ میں آگ کا بنایا ہوا یہ خاک کا بنایا ہوا۔ میں جو اس سے بہتر ہوں۔ اس کے سامنے کیوں جھکوں؟ گو تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی لیکن میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ ابن جریر نے یہاں ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے فرشتوں کو پیدا کیا ان سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں تم اسے سجدہ کرنا انھوں نے کہا ہم ایسا نہ کریں گے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو آگ نے جلادیا پھر اور فرشتے پیدا کئے گئے ان سے بھی یہی کہا گیا انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا مگر ابلیس جو پہلے کے منکروں میں سے تھا اپنے انکار پر جمارہا لیکن اس کا ثبوت ان سے نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابلیس راندہ درگاہ ہے: [آیت: ۳۴-۳۳] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت کا امر کیا جو نہ ملے نہ ٹالا جاسکے کہ تو اس بہترین اور اعلیٰ جماعت سے دور ہو جا تو پینکارا ہوا ہے قیامت تک تجھ پر ابدی اور دوامی لعنت برسا کرے گی۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی صورت بدل گئی اور اس نے نوحہ خوانی شروع کی۔ دنیا میں تمام نوحے اسی ابتدا سے ہیں مردود و مطرود ہو کر پھر آتش حسد سے جلتا ہوا آرزو کرتا ہے کہ قیامت تک کی اسے ڈھیل دی جائے۔ اسی کو یوم البعث کہا گیا ہے پس اس کی یہ درخواست منظور کی گئی اور مہلت مل گئی۔

ابلیس کا ناپاک عہد: ابلیس کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر کہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کہا کہ چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی اولاد آدم کے لئے زمین میں تیری نافرمانیوں کو خوب زینت دار کر کے دکھاؤں گا اور انہیں رغبت و لاولا کر نافرمانیوں میں مبتلا کروں گا جہاں تک ہو سکے گا کوشش کروں گا کہ سب کو ہی بہکا دوں لیکن ہاں تیرے مخلص بندے میرے ہاتھ نہیں آ سکتے اور آیت میں بھی ہے کہ تو نے اسے مجھ پر برتری دی ہے لیکن اب میں بھی اس کی اولاد کے پیچھے پڑ جاؤں گا۔ چاہے کچھ تھوڑے سے چھوٹ جائیں باقی سب کو ہی لے ڈوبوں گا ❶ اس پر جواب ملا کہ تم سب کا لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اعمال کا بدلہ میں ضرور دوں گا۔ نیک کو نیک بد کو بد۔ جیسے فرمان ہے کہ تیرا رب تاک میں ہے ❷ غرض لوٹنا اور لوٹنے کا راستہ اللہ ہی کی طرف ہے ﴿عَلَيْكَ﴾ کی ایک قرأت (عَلَيْكَ) بھی ہے جیسے آیت ﴿وَأَنَّهُ يَفِي أَمَّ الْكِتَابِ لَدُنَّا لَعَلِّي حَكِيمٌ ❸﴾ میں ہے یعنی بلند لیکن پہلی قرأت مشہور ہے۔ جن بندوں کو میں نے ہدایت پر لگا دیا ہے ان پر تیرا کوئی زور نہیں ہاں تیرا زور تیرے تابعداروں پر ہے یہ استثناء منقطع ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ بستیوں سے باہر نیویں کی مسجدیں ہوتی تھیں جب وہ اپنے رب سے کوئی خاص بات معلوم کرنا چاہتے تو وہاں جا کر جو نماز مقدر میں ہوتی ادا کر کے سوال کرتے ایک دن ایک نبی کے اور اس کے قبلہ کے درمیان شیطان بیٹھا اس نبی نے تین بار کہا ﴿أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ شیطان نے کہا اے نبی اللہ! آخر آپ میرے داؤں سے کیسے بچ جاتے ہیں؟ نبی نے کہا کہ تو بتا کہ تو نبی آدم پر کس داؤ سے غالب آ جاتا ہے؟ آخر معاہدہ ہوا کہ ہر ایک صحیح چیز دوسرے کو بتا دے تو نبی اللہ نے کہا سن اللہ کا فرمان ہے کہ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی اثر نہیں صرف ان پر ہے جو خود گمراہ ہوں اور تیری ماتحتی کریں۔ اس اللہ کے دشمن نے کہا یہ آپ نے کیا فرمایا اسے تو میں آپ کی پیدائش سے بھی پہلے جانتا ہوں نبی نے کہا اور سن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب شیطان کی حرکت ہو تو اللہ سے پناہ طلب کرو وہ سننے جانتے والا ہے ❹ واللہ تیری آہٹ پاتے ہی میں اللہ سے پناہ چاہ لیتا ہوں اس نے کہا بچ ہے اسی سے آپ میرے پھندے میں نہیں پھنستے۔ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا اب تو بتا کہ ابن آدم پر کیسے غالب آ جاتا ہے اس نے کہا کہ میں اسے غصے اور خواہش کے وقت دبوچ لیتا ہوں پھر فرماتا ہے کہ جو کوئی بھی ابلیس کی پیروی کرے وہ جہنمی ہے یہی فرمان قرآن سے کفر کرنے والوں کی نسبت ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ جہنم کے کئی ایک دروازے ہیں ہر دروازے سے جانوالا ابلیسی گروہ مقرر ہے اپنے اپنے اعمال کے مطابق ان کے لئے دروازے تقسیم شدہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا جہنم کے دروازے اس طرح ہیں یعنی ایک پر ایک اور وہ سات ہیں ایک کے بعد ایک کر کے ساتوں دروازے پر ہو جائیں گے عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سات طبقے ہیں۔ ابن جریر سات دروازوں کے نام یہ بتلاتے ہیں جہنم۔ لظہ۔ حطمہ۔ سعیر۔ سقر۔ جحیم۔ ہادیہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے قتادہ کہتے ہیں یہ باعتبار اعمال ان کی منزلیں ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مثلاً ایک دروازہ یہود کا ایک نصاریٰ کا ایک صابیوں کا ایک مجوسیوں کا ایک مشرکوں کا فروع کا ایک منافقوں کا ایک اہل توحید کا لیکن توحید والوں کو نجات کی امید ہے باقی سب ناامید ہو گئے ہیں ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جہنم کے سات دروازے ہیں جن میں سے ایک ان کے لئے ہے جو میری امت پر تلوار اٹھائے“ ❺ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ اس آیت کی تفسیر =

❶ ۱۷/ الاسراء: ۶۲۔ ❷ ۸۹/ الفجر: ۱۴۔ ❸ ۴۳/ الزخرف: ۴۔ ❹ ۷/ الاعراف: ۲۰۰۔

❺ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجر: ۳۱۲۳، وسندہ ضعیف جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت مرسل ہے کما قال ابو حاتم تہذیب الکمال، ۱۵۵/۵۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ أَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ لَا يَسْهَمُهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝ نَبِيُّ عِبَادِيَ أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝

ترجمہ: پرہیزگار لوگ جنتی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ [۴۵] اسلامی اور امن کے ساتھ یہاں آ جاؤ۔ [۴۶] ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آنے سامنے شاہی تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ [۴۷] نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکال دیئے جائیں۔ [۴۸] میرے بندوں کو خبر دے کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔ [۴۹] اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت درد دہکھ والے ہیں۔ [۵۰]

== میں فرماتے ہیں کہ ”بعض دوزخیوں کے تختوں تک آگ ہوگی بعض کی کمر تک بعض کی گردنوں تک غرض گناہوں کی مقدار پر۔“ ① جنت میں اخوت اسلامی کا ایک منظر: [آیت: ۴۵-۵۰] جہنم والوں کا ذکر کر کے اب جنتیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ باغات اور نہروں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کو بشارت سنائی جائے گی کہ اب تم ہر آفت سے بچ گئے ہر ڈر خوف اور گھبراہٹ سے مطمئن ہو گئے نہ نعمتوں کے زوال کا ڈر نہ یہاں سے نکالے جانے کا خطرہ نہ فناء کی۔ اہل جنت کے دلوں میں گودنیوی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں مگر جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر تمام کینے کپٹ کاوشیں دھل جائیں گی۔ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینے بے کینہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ”مؤمن جہنم سے نجات پا کر جنت دوزخ کے درمیان کے پل پر روک لیے جائیں گے جو ناچاقیاں اور ظلم آپس میں تھے ان کا ادلہ بدلہ ہو جائے گا اور پاک دل صاف سینہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔“ ② اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی اجازت مانگی اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا کہ شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر میں اجازت دی؟ آپ نے فرمایا جی ہے۔ کہا پھر تو اگر آپ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہوں تو بھی آپ مجھے اسی طرح روک دیں؟ آپ نے فرمایا بیشک مجھے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں اور عثمان ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ خفگی تھی ہم نے دور کردی بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوہ فرما میں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب جمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غم اللہ تعالیٰ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آئے سامنے بٹھائے گا ایک اور روایت

① یہ روایت شیخان عن قتادہ کے طریق سے بدون آیت صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب جہنم أعادنا الله منها ۲۸۴۵؛ میں موجود ہے۔

ابن ابی شیبہ، ۳۴۱۷۹؛ مسند احمد، ۵/۱۰؛ المعجم الكبير، ۶۹۶۹؛ شعب الایمان، ۳۱۷؛ الترغیب والترہیب، ۵۶۰۹۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، ۶۵۳۰، ۲۴۴۰؛ تعلیقاً؛ مسند احمد، ۳/۱۳؛ حاکم، ۲/۳۵۴؛

مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۸۶؛ الطبری، ۱۴/۳۷؛ الأدب المفرد، ۴۸۶؛ الإیمان لابن مندہ، ۸۳۸؛ السنۃ لابن ابی عاصم، ۸۵۷۔

میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا کہ اللہ کا عدل اس سے بڑھا ہوا ہے کہ جنہیں آپ کل قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دھمکی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا ① اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعمور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصہ ہو کر جو چیز آپ کے ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا ابن جرموز جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا جب دربار علی میں آیا تو آپ نے بڑی دیر بعد اسے داخلے کی اجازت دی اس نے آکر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا تیرے منہ میں مٹی۔ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم تو ان شاء اللہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ کا یہ فرمان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم بدریوں کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے کثیر النواء کہتے ہیں میں ابو جعفر محمد بن علی کے پاس گیا اور کہا کہ میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے آپ سے مصالحت رکھنے والے ہیں میرے دشمن آپ کے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں واللہ! میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بری ہوں اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں ایسا کروں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں ان دونوں بزرگوں (یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) سے تو اے کثیر محبت رکھ اگر اس میں تجھے گناہ ہو تو میری گردن پر پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ یہ آمنے سامنے ہوں گے تاکہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع میں آکر اسے تلاوت فرما کر فرمایا کہ ”یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے“ ② وہاں انہیں کوئی مشقت تکلیف اور ایذا نہ ہوگی“ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کے سونے کے محل کی خوشخبری سنا دوں جس میں نہ شغل ہے نہ تکلیف و مصیبت“ ③ یہ جنتی جنت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے“ حدیث میں ہے ان سے فرمایا جائے گا کہ ”اے جنتیو! تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مر دو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ بنو گے اور ہمیشہ میمن رہو گے کبھی نکالے نہ جاؤ گے۔“ ④ اور آیت میں ہے کہ وہ تبدیلی مکان کی خواہش ہی نہ کریں گے نہ ان کی جگہ ان سے چھینے گی۔ اے نبی! آپ میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ میں ارحم الراحمین ہوں اور میرے عذاب بھی نہایت سخت ہیں۔ اسی جیسی آیت اور بھی گزر چکی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو امید کے ساتھ ڈر بھی رکھنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آتے ہیں اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر فرماتے ہیں =

① حاکم، ۲/۳۵۳، ۳۵۴ سے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے وسمند حسن۔

② اس روایت کی سند میں سعید بن شرحبیل اور ابراہیم القرظی مجہول راوی ہیں۔ (الجرح والتعديل: ۲/۱۵۰)

③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلها ۳۸۱۶، ۳۸۲۰؛ صحیح مسلم، ۲۴۳۲، ۲۴۳۵؛

بیہقی، ۳۰۷/۷؛ ترمذی، ۳۸۷۶؛ حاکم، ۲۰۳/۳؛ مجمع الزوائد، ۲۲۳/۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۸۳۵۸؛ ابن ابی

شیبہ، ۳۲۲۸۷؛ المعجم الأوسط، ۲۲۲۱؛ المعجم الصغیر، ۱۹؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۷۹۷۔

④ صحیح مسلم، کتاب الجنة باب فی دوام نعیم اهل الجنة، ۲۸۳۷؛ ترمذی، ۳۲۴۶؛ مسند احمد، ۳۸/۳؛ المعجم الصغیر،

۲۱۲؛ الترغیب والترہیب، ۵۷۶۱؛ لیکن بخاری اور ترمذی میں وإن لکم تقیموا فلا تطعنوا أبداً، کے الفاظ نہیں ہیں۔

وَنَبِّئَهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ
 وَجُلُونَ ۖ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۖ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ
 مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فِيمَ تَبَشِّرُونَ ۖ قَالُوا بَشِّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَاطِئِينَ ۖ
 قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۖ

ترجمہ: انہیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا بھی حال سنا دے [۵۱] کہ جب انہوں نے اس کے پاس آ کر سلام کہا تو اس نے کہا کہ ہم کو تو تم سے
 ڈر لگتا ہے۔ [۵۲] انہوں نے کہا ڈر نہیں ہم تجھے ایک ہوشیار و نافرمان بشارت دیتے ہیں۔ [۵۳] کہا کیا اس بڑھاپے کے دیوبچ لینے کے
 بعد تم مجھے خوشخبری دیتے ہو؟ یہ خوشخبری تم کیسے دے رہے ہو۔ [۵۴] انہوں نے کہا بالکل سچی تجھے لائق نہیں کہ ناامید لوگوں میں شامل ہو
 جا۔ [۵۵] کہا اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بہکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ [۵۶]

== ”جنت ووزخ کی یاد کرو“ اس وقت یہ آیتیں اتریں۔ ❶ یہ مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے۔ آپ ﷺ بنو شیبہ کے دروازے
 سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آ کر کہتے ہیں ”میں تو تمہیں ہنتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر واپس مڑ گئے اور حطیم کے پاس سے ہی الٹے
 پاؤں پھر ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ”ابھی میں جاتی رہا تھا جو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا
 ہے کہ تو میرے بندوں کو ناامید کر رہا ہے؟ انہیں میرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے المناک ہونے کی خبر دے دے“ ❷
 اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر بندے اللہ تعالیٰ کی معافی کو معلوم کر لیں تو حرام سے بچنا چھوڑ دیں اور اگر اللہ تعالیٰ
 کے عذابوں کو معلوم کر لیں تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔“ ❸

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت: [آیت: ۵۱-۵۲] لفظ ﴿ضَيْفٍ﴾ واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے جیسے
 دُور اور سَفَر یہ فرشتے تھے جو بصورت انسان سلام کر کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ آپ نے پھڑکاٹ کر اس کا
 گوشت بھون کر ان مہمانوں کے سامنے لا رکھا جب دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں ڈالتے تو ڈر گئے اور کہا کہ ہمیں تو آپ سے ڈر لگنے لگا۔
 فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں پھر حضرت اسحق علیہ السلام کے ہونے کی بشارت سنائی جیسے کہ سورہ ہود میں ہے تو آپ نے اپنے اور
 اپنی بیوی صاحبہ کے بڑھاپے کو سامنے رکھ کر اپنا تعجب دور کرنے اور وعدے کو ثابت کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا اس حالت میں ہمارے
 ہاں بچہ ہوگا؟ فرشتوں نے دوبارہ زوردار الفاظ میں وعدے کو دہرایا اور ناامیدی سے دور رہنے کی تعلیم کی تو آپ نے اپنے عقیدے
 کا اظہار کر دیا کہ میں مایوس نہیں ہوں، ایمان رکھتا ہوں کہ میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

❶ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے جبکہ بیہی نے مجمع الزوائد، ۴۶/۷ میں موصولاً ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ضعیف راوی

ہے۔ اور اس کے علاوہ مصعب بن ثابت بھی مجروح راوی ہے۔ (الجرح والتعديل، ۳۰۴/۸)

❷ الطبری، ۱۴/۳۹ اس کی سند میں بھی مصعب بن ثابت، جواہر معین، احمد اور ابو زرہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (الجرح والتعديل، ۳۰۴/۸)

❸ الطبری، ۱۴/۳۹ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۖ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ۖ إِلَّا
 آلَ لُوطٍ ۖ إِنَّا لَنَجِّيهِمْ أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِلَّا هَٰئِلًا مِّنَ الْغَيْرِ ۖ
 فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُونَ ۖ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ
 بِمَا كَانُوا فِيهِ يَسْتَمِرُونَ ۖ وَآتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ۖ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ
 مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۖ
 وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمَرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ۖ

ترجمہ: پوچھا کہ اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا کیا کام ہے؟ [۵۷] انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ [۵۸] مگر خاندان لوط کہ ہم ان سب کو تو ضرور پھانسیں گے۔ [۵۹] بجز لوط علیہ السلام کی بیوی کے کہ ہم نے اسے رکھنے اور باقی رہ جانے والوں میں مقرر کر دیا ہے۔ [۶۰] جب بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے [۶۱] لوط نے کہا کہ تم لوگ تو کچھ انہنی سے معلوم ہو رہے ہو۔ [۶۲] انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک و شبہ کر رہے تھے۔ [۶۳] ہم تو تیرے پاس صریح حق لائے ہیں اور ہیں بھی بالکل سچے۔ [۶۴] اب تو اپنے خاندان سمیت اس رات کے کسی حصہ میں چل دے تو آپ ان کے پیچھے رہنا اور خبردار تم میں سے کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم کیا جا رہا ہے وہاں چلے جاؤ۔ [۶۵] اور ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔ [۶۶]

تو لوط پر عذاب الہی کا نزول: [آیت: ۵۷-۶۶] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ڈر خوف جاتا رہا ہے بلکہ بشارت بھی دی گئی تو اب فرشتوں سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی انھوں نے بتلایا کہ لوطیوں کی بستیاں الٹنے کے لئے ہم آئے ہیں مگر حضرت لوط علیہ السلام کی آل نجات پالے گی ہاں اس آل میں ان کی بیوی بچ نہیں سکتی وہ قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاکت میں ان کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی۔

یہ فرشتے نو جوان حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تم بالکل ناشناس اور انجان لوگ ہو۔ تو فرشتوں نے راز کھول دیا کہ ہم اللہ کا عذاب لے کر آئے تھے۔ جسے آپ کی قوم نہیں مانتی تھی اور جس کے آنے میں شک و شبہ کر رہی تھی۔ ہم حق بات اور قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور فرشتے حقانیت کے ساتھ ہی نازل ہوا کرتے ہیں۔ اور ہم ہیں بھی سچے جو خبر آپ کو دے رہے ہیں وہ ہو کر رہے گی کہ آپ نجات پائیں اور آپ کی یہ کافر قوم ہلاک ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گزرتے ہی آپ اپنے والوں کو لے کر یہاں سے چلے جائیں خود آپ ان سب کے پیچھے رہیں تاکہ ان کی اچھی طرح نگرانی کر سکیں یہی سنت رسول اللہ ﷺ کی تھی کہ آپ لشکر کے آخر میں چلا کرتے تھے تاکہ کمزور اور گرے پڑے لوگوں کا خیال رہے پھر فرما دیا کہ جب قوم پر عذاب آئے اور ان کا شور و غل سنائی دے تو ہرگز ان کی طرف نظر نہ اٹھانا نہیں اسی عذاب و سزا میں چھوڑ کر تمہیں جانے کا حکم ہے۔ چلے جاؤ گویا ان کے ساتھ کوئی تھا جو انہیں راستہ =

وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُون ۝
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ ۝ قَالُوا أَوْ كَمْ نَنهَكَ عَنِ الْعَالِيَيْن ۝ قَالَ هَؤُلَاءِ
بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَعَالِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ
الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَابًا مِّنْ
سَجِّيلٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّينَ ۝ وَإِنَّهَا لَإِسْبِيلٌ مُّقِيمٌ ۝ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: شہری لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔ [۶۷] (لوط علیہ السلام نے) کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔ [۶۸] اللہ سے ڈرو اور
میری آبروریزی نہ کرو۔ [۶۹] وہ بولے کیا ہم نے تجھے دنیا کے اجنبی لوگوں کی حمایت سے منع نہیں کر رکھا؟ [۷۰] (لوط علیہ السلام نے) کہا اگر
تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں [۷۱] تیری عمر کی قسم وہ تو اپنی بدستی میں سرگرداں تھے۔ [۷۲] پس سورج نکلنے نکلنے انہیں ایک
بڑے زور کی آواز نے کچل لیا۔ [۷۳] بالآخر ہم نے اس شہر کو اوپر تلے کر دیا اور ان لوگوں پر کنکروالے پتھر برسائے۔ [۷۴] ہر ایک عبرت حاصل
کرنے والے کے لئے تو اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ [۷۵] یہ یسعی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی ہے۔ [۷۶] اور اس میں ایمانداروں
کے لئے بڑی نشانی ہے۔ [۷۷]

= دکھاتا جائے ہم نے پہلے ہی سے (حضرت) لوط علیہ السلام سے فرما دیا تھا کہ صبح کے وقت یہ لوگ مٹا دیئے جائیں گے جیسے دوسری
آیت میں ہے کہ ان کے عذاب کا وقت صبح ہے جو بہت ہی قریب ہے۔ ❶
قوم لوط کی غیر اخلاقی اور غیر فطری حالت: [آیت: ۶۷-۷۷] قوم لوط کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر نو جوان
خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ اپنے بدارادے سے خوشیاں مناتے ہوئے چڑھ دوڑے پیغمبر الہی نے انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اللہ
سے ڈرو میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو اس وقت خود حضرت لوط علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں جیسے کہ سورہ ہود میں ہے
یہاں گو اس کا ذکر بعد میں ہے اور فرشتوں کا ظاہر ہو جانا پہلے ذکر ہوا ہے لیکن اس سے ترتیب مقصود نہیں واؤ ترتیب کے لئے ہوتا بھی
نہیں اور خصوصاً ایسی جگہ جہاں اس کے خلاف دلیل موجود ہو۔ آپ ان سے کہتے ہیں کہ میری آبروریزی کے درپے نہ ہو جاؤ لیکن وہ
جواب دیتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خیال تھا تو انہیں آپ نے اپنا مہمان کیوں بنایا ہم تو آپ کو اس سے منع کر چکے ہیں تب آپ نے
انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری عورتیں جو میری لڑکیاں ہیں وہ خواہش پوری کرنے کی چیزیں ہیں نہ کہ یہ۔ اس کا پورا بیان
نہایت وضاحت کے ساتھ ہم پہلے کر چکے ہیں اس لئے دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں چونکہ یہ بد لوگ اپنی خرمستی میں تھے اور جو تھا اور
عذاب الہی ان کے سروں پر جم رہا تھا اس سے غافل تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی عمر کی قسم کھا کر ان کی یہ حالت بیان
فرما رہا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی بہت تکریم اور تعظیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی =

وَأِنْ كَانَ أَصْحَبُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ۖ فَاتَّقِنَا مِنْهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لِبِأَمَامٍ مُّبِينٍ ۖ^{۷۴}
 وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَبُ الْحِجْرِ الْمُرْسِلِينَ ۖ وَاتَّبَعَهُمُ آيَتُنَا فَكَانُوا عَنْهَا
 مُعْرِضِينَ ۖ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ۖ فَآخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ
 مُصْبِحِينَ ۖ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۖ^{۷۵}

ترجمہ: ۱: یکہ بستی کے رہنے والے بھی بڑے ظالم تھے۔ [۷۴] جن سے آخر ہم نے انتقام لے لی لیا یہ دونوں شہر کھلے عام راستے پر ہیں۔ [۷۵]
 حجر والوں نے بھی رسول کو بھٹایا۔ [۸۰] جنہیں ہم نے اپنی نشانیاں بھی عطا فرمائی تھیں لیکن تاہم وہ ان سے گردن موڑنے والے ہی رہے۔ [۸۱]
 یہ لوگ اپنے مکان پہاڑوں میں خاطر جمعی سے تراش لیا کرتے تھے۔ [۸۲] آخر انہیں بھی صبح ہوتے ہوئے آواز تندہ آنے دو چلا۔ [۸۳]
 پس کسی تدبیر و کسب نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ [۸۴]

= ہے ان میں حضور ﷺ سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی
 ﴿مَسْكُوَّةً﴾ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے اسی میں وہ کھیل رہے تھے اور تردد میں تھے۔

قوم لوط کی تباہی کا ذکر: سورج نکلنے کے وقت آسمان سے ایک دل ہلانے والی اور جگر پاش پاش کر دینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی
 اور ساتھ ہی ان کی بستیاں اوپر کو اٹھیں آسمان کے قریب پہنچ گئیں اور وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا
 ساتھ ہی ان پر آسمان سے پتھر برسے ایسے جیسے کچی مٹی کے ٹکڑے آلود پتھر ہوں سورہ ہود میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے جو بھی بصیرت و
 بصارت سے کام لے دیکھے سنے سوچے سمجھے اس کے لئے تو ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں ایسے پاکباز لوگ
 ذرا ذرا سی چیزوں سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں پند پکڑتے ہیں اور غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں اور عالم حقیقت تک پہنچ
 جاتے ہیں تامل اور غور و خوض کر کے اپنی حالت سنوار لیتے ہیں ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ
 ”مومن کی عقلمندی اور دور بینی کا لحاظ رکھو۔ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے“ ① پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور حدیث
 میں ہے کہ ”وہ اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا ہے“ ② اور حدیث میں ہے کہ ”اللہ کے بندے لوگوں کو ان کے نشانات سے
 پہچان لیتے ہیں“ ③ یہ بستی شارع عام پر موجود ہے جس پر ظاہری اور باطنی عذاب آیا الٹ گئی۔ پتھر کھائے عذاب کا نشانہ بنی اب
 ایک گندی اور بد مزہ کھائی کی جھیل سی بنی ہوئی ہے تم رات دن وہاں سے آتے جاتے ہو تعجب ہے کہ پھر بھی عقلمندی سے کام نہیں لیتے
 غرض صاف واضح اور آبدورفت کے راستے پر یہ الٹی ہوئی بستی موجود ہے یہ بھی معنی کئے ہیں کہ وہ کتاب مبین میں ہے لیکن یہ معنی =

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجر، ۳۱۲۷، وسندہ ضعیف یہ روایت عطیہ بن سعد العونی کے ضعف و تدلیس
 کی وجہ سے ضعیف ہے۔

② الطبری، ۱۷/۱۲۲ وسندہ ضعیف جداً؛ الأمثال، ۱۲۸؛ حلیۃ الأولیاء، ۶/۱۱۸؛ الموضوعات، ۳/۱۴۳ اس روایت
 میں سلیمان بن سلمہ ہے ابن جنید نے متروک اور ابن عدی نے اس کی خبر کو منکر کہا ہے۔ (المیزان، ۳/۲۹۷)

③ الطبری، ۱۷/۱۲۱؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۶۸؛ المعجم الأوسط، ۲۹۵۶؛ مسند الشہاب، ۱۰۰۵۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ﴿٨٥﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾

ترجمہ: ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو حق کے ساتھ ہی پیدا فرمایا اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہے پس تو صفع داری اور اچھائی سے درگزر کر لے۔ [۸۵] یقیناً تیرا پروردگار ہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ [۸۶]

= کچھ زیادہ بند نہیں بیٹھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے یہ ایک کھلی دلیل اور جاری نشانی ہے کہ کس طرح اللہ اپنے ماننے والوں کو نجات دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے۔

قوم شعیب کا انجام: [آیت: ۷۸-۸۳] اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے۔ ایکہ کہتے ہیں درختوں کے جھنڈ کو۔ ان کا ظلم علاوہ شرک و کفر کے غارت گری اور ناپ تول کی کمی بھی تھی ان کی ہستی لوطیوں کے قریب تھی اور ان کا زمانہ بھی ان سے بہت قریب تھا ان پر بھی ان کی پیہم شرارتوں کی وجہ سے عذاب الہی آیا یہ دونوں بستیوں برسرِ شارع عام تھیں حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوط علیہ السلام کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ ①

شمودیوں کا المناک انجام: حجر والوں سے مراد شمودی ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ایک نبی کا جھٹلانے والا گویا سب نبیوں کا انکار کرنے والا ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا ان کے پاس ایسے معجزے پہنچے جن سے حضرت صالح علیہ السلام کی سچائی ان پر کھل گئی جیسے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان سے اونٹنی کا کلنا جو ان کے شہروں میں جرتی چلتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتی تھی ایک دن شہریوں کے جانور۔ مگر پھر بھی یہ لوگ گردن کش ہی رہے بلکہ اس اونٹنی کو مار ڈالا اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا بس اب تین دن کے اندر اندر تم پر قبر الہی نازل ہوگا یہ بالکل سچا وعدہ ہے اور اٹل عذاب ہے۔ ان لوگوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی راہ پر بھی اپنے اندھا پے کو ترجیح دی۔ یہ لوگ صرف اپنی قوت جتانے اور ریاکاری ظاہر کرنے کے واسطے تکبر اور تجبر کے طور پر پہاڑوں میں مکان تراشتے تھے کسی خوف کے باعث یا ضرورتاً یہ چیز تھی جب رسول کریم ﷺ تبوک جاتے ہوئے ان کے مکانوں سے گزرے تو آپ نے سر پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز چلایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ ”جن پر عذاب الہی اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گزرو اگر رونانا آئے تو روئی صورت بنا کر چلو کہ ایسا نہ ہو کہ انہیں عذابوں کا شکار تم بھی بن جاؤ“ ② آخر ان پر ٹھیک چوتھے دن کی صبح عذاب الہی بصورت چنگھاڑ آیا اس وقت ان کی کمائیاں کچھ کام نہ آئیں جن کھیتوں اور پھلوں کی حفاظت کے لئے انہیں بڑھانے کے لیے ان لوگوں نے اونٹنی کا پانی پینا ناپسند کر کے اسے قتل کر دیا تھا وہ آج بے سود ثابت ہوئے اور امر رب اپنا کام کر گیا۔

= مشرکین سے چشم پوشی کا حکم: [آیت: ۸۵-۸۶] اللہ نے تمام مخلوق عدل کے ساتھ بنائی ہے قیامت آنے والی ہے بروں کو برے =

① ۱۱/ہود: ۸۹۔ ② اس روایت کی اصل ان کتابوں میں موجود ہے۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی ﷺ، الحجر، ۴۴۱۹؛ صحیح مسلم، ۲۹۸۰؛ مسند حمیدی، ۶۵۳؛ بیہقی، ۴۵۱/۲؛ المنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۷۴؛ ابن حبان، ۶۲۰۰؛ المعجم الکبیر، ۱۳۵۴؛ مصنف عبدالرزاق، ۱۶۲۵؛ احمد، ۵۸/۲؛ مسند عبد بن حمید، ۷۹۸؛ الترغیب والترہیب، ۵۳۸۲۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَاهُ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَخَفَضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے تجھے سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ وہرائی جاتی ہیں اور تجھے بزرگ قرآن بھی دے رکھا ہے۔ ۸۷:۱ تو ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ دوڑا جس سے ہم نے ان میں سے کئی قسم کے لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے۔ نہ تو ان پر افسوس کر اور مومنوں کے لئے اپنا بازو جھکائے رہ۔ ۸۸:۱

== بدلے نیکوں کو نیک بدلے ملنے والے ہیں مخلوق باطل سے پیدا نہیں کی گئی ایسا گمان کا فروں کا ہوتا ہے اور کافروں کی لئے ویل دوزخ ہے اور آیت میں ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ بلندی والا ہے اللہ مالک حق جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں عرش کریم کا مالک وہی ہے ① پھر اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ مشرکوں سے چشم پوشی کیجئے ان کی ایذا اور جھٹلانا اور برا کہنا سہ لیجئے جیسے اور آیت میں ہے ان سے چشم پوشی کیجئے اور سلام کہہ دیجئے انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا ② یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا یہ آیت مکہ ہے اور جہاد بعد از ہجرت مقرر اور شروع ہوا ہے تیرا رب خالق ہے اور خالق مار ڈالنے کے بعد بھی پیدائش پر قادر ہے اسے کسی چیز کی بار بار کی پیدائش عاجز نہیں کر سکتی ریزوں کو جو بکھر جائیں وہ جمع کر کے جان ڈال سکتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ﴾ ③ آسمان وزمین کا خالق کیا ان جیسوں کی پیدائش کی قدرت نہیں رکھتا؟ بے شک وہ پیدا کرنے والا علم والا ہے وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اسے ہو جانے کو فرما دیتا ہے بس وہ ہو جاتا ہے پاک ذات ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

سبع مثنائی سے مراد کیا ہے: [آیت: ۸۷-۸۸] اے نبی! ہم نے جب قرآن عظیم جیسی لازوال دولت تجھے عنایت فرما رکھی ہے تو تجھے نہ چاہیے کہ کافروں کے دنیوی مال و متاع اور ٹھانڈے ہاتھ کو لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھے۔ یہ تو سب فانی ہے اور صرف ان کی آزمائش کے لئے چند روزہ انہیں عطا ہوا ہے ساتھ ہی تجھے ان کے ایمان نہ لانے پر مددے اور افسوس کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں تجھے چاہیے کہ نرمی خوش خلقی تواضع اور ملساری کے ساتھ مومنوں سے پیش آتا رہے جیسے ارشاد ہے ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ ④ لوگو! تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آگئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جو تمہاری بہبودی کا دل سے خواہاں ہے جو مسلمانوں پر پرلے درجے کا شفیق و مہربان ہے سبع مثنائی کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کریم کی ابتدا کی سات لمبی سورتیں ہیں بقرہ آل عمران نساء مائدہ انعام اعراف اور یونس۔ ⑤ اس لئے کہ ان سورتوں میں فرائض کا، حدود کا، قصوں کا اور احکام کا خاص طریق پر بیان ہے اسی طرح مثنائیں، خبریں اور عبرتیں بھی زیادہ ہیں بعضوں نے سورۃ اعراف تک کی چھ سورتیں گنوا کر ساتویں سورت انفال اور براءۃ کو بتلایا ہے ان کے نزدیک یہ دونوں سورتیں مل کر ایک ہی سورت ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے دو سورتیں ملی تھیں باقی کسی نبی کو سوائے ہمارے نبی کے یہ سورتیں نہیں ملیں ایک قول ہے کہ اولاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھ ملی تھیں ⑥ لیکن جب آپ

① ۲۳/ المؤمنون: ۱۱۵، ۱۱۶۔ ② ۴۳/ الزخرف: ۸۹۔ ③ ۳۶/ یس: ۸۱۔ ④ ۹/ التوبة: ۱۲۸۔

⑤ حاکم، ۳۵۵/۲ وسندہ ضعیف ابو اسحاق عنین اس میں سورۃ یونس کی جگہ سورۃ الکہف مذکور ہے۔

⑥ حاکم، ۳۵۵/۲، ۳۵۴، وسندہ ضعیف الأعمش عنین۔

نے تختیاں گردا دیں تو دو اٹھ گئیں اور چار رہ گئیں ایک قول ہے قرآن عظیم سے مراد بھی یہی ہیں۔ زیادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے تجھے سات جز دیے ہیں۔ حکم، منع، بشارت، ڈر اور مثالیں۔ نعمتوں کا شمار اور قرآنی خبریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد سبع مثانی سے سورہ فاتحہ ہے جس کی سات آیتیں ہیں یہ سات آیتیں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ سمیت ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مخصوص کیا ہے یہ کتاب کا شروع ہیں اور ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں خواہ فرض نماز ہو خواہ نفل نماز ہو۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی قول کو پسند فرماتے ہیں اور اس بارے میں جو حدیثیں مروی ہیں ان سے اس پر استدلال کرتے ہیں ہم نے وہ تمام احادیث فضائل سورہ فاتحہ کے بیان میں اپنی اس تفسیر کے اول میں لکھ دی ہیں **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس جگہ دو حدیثیں وارد فرمائی ہیں ایک میں حضرت ابو سعید بن معلیؓ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا جو آنحضرت ﷺ آئے مجھے بلایا لیکن میں آپ کے پاس نہ آیا نماز ختم کر کے پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ ”اسی وقت کیوں نہ آئے؟“ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نماز میں تھا آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَرَلُوْا سَوْلًا اِذَا دَعَاكُمْ﴾ ① یعنی ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بات مان لو جب بھی وہ تمہیں پکاریں سن اب میں تجھے مسجد میں سے نکلنے سے پہلے ہی پہلے قرآن کریم کی بہت بڑی سورت تلاؤں گا“ تھوڑی دیر میں جب حضور ﷺ تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کا وعدہ یاد دلایا آپ نے فرمایا ”وہ سورہ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ فاتحہ کی ہے یہی سبع مثانی اور یہی بڑا قرآن ہے جو میں دیا گیا ہوں۔“ ② دوسری حدیث میں آپ کا فرمان ہے کہ ”ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ ہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔“ ③ پس صاف ثابت ہے کہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم سے مراد سورہ فاتحہ ہے لیکن یہ بھی خیال رہے کہ اس کے سوا اور بھی یہی ہے اسکے خلاف یہ حدیثیں نہیں جب کہ ان میں بھی یہ حقیقت پائی جائے جیسے کہ پورے قرآن کریم کا وصف بھی اس کے مخالف نہیں جیسے فرمان ربانی ہے ﴿اَلَمْ نَسْزَلْ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشٰبِهًا مِّثْلٰنِی﴾ ④ پس اس آیت میں سارے قرآن کو مثانی کہا گیا ہے اور تشابہ بھی پس وہ ایک طرح سے مثانی ہے اور دوسری وجہ سے تشابہ۔ اور قرآن عظیم بھی یہی ہے جیسے کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ تقویٰ پر جس مسجد کی بنا ہے وہ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنی مسجد کی طرف اشارہ کیا۔ ⑤ حالانکہ یہ بھی ثابت ہے کہ آیت مسجد قبا کے بارے میں اتنی ہے پس قاعدہ یہی ہے کہ کسی چیز کا ذکر دوسری چیز سے انکار نہیں ہوتا جب کہ وہ بھی وہی صفت رکھتی ہو۔ واللہ اعلم۔ پس تجھے ان کی ظاہری شپ ٹاپ سے بے نیاز رہنا چاہیے اسی فرمان کی بنا پر امام ابن عیینہ رحمہ اللہ نے ایک صحیح حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا! ”ہم میں سے وہ نہیں جو قرآن کے ساتھ تقیٰ نہ کرے“ ⑥ کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ قرآن کو لے کر اس کے ماسوا سے جو دست بردار اور بے پرواہ نہ ہو جائے وہ مسلمان نہیں۔ گو یہ تفسیر بالکل صحیح ہے لیکن اس حدیث سے یہ مقصود نہیں حدیث کا صحیح مقصد اس ہماری تفسیر کے شروع میں ہم نے بیان کر دیا ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ کے ہاں ایک مرتبہ مہمان آئے آپ ﷺ کے گھر میں کچھ نہ تھا آپ ﷺ نے ایک یہودی سے رجب کے وعدے پر آٹا ادا ہار منگوایا لیکن اس =

① ۸/ الانفال: ۲۴۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحة الكتاب، ۴۴۷۴۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَلَقَدْ اٰتٰنٰكَ سُبْحٰنَ الْمَثٰنِی وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ﴾ ۴۷۰۴؛ شعب الايمان، ۲۳۵۲۔

④ ۳۹/ الزمر: ۲۳۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان المسجد الذی اُسس علی التقویٰ هو مسجد النبی ﷺ

بالمدینة، ۱۳۹۸۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ ﴿وَاَسْرُوا قَوْلَكُمْ اَوْ اجْهَرُوا بِهِ..... الخ﴾

۷۵۲۷؛ ابو داود، ۱۴۶۹؛ ابن حبان، ۱۲۰؛ حاکم، ۵۶۹/۱، احمد، ۱۷۵/۱؛ مسند الشهاب، ۱۱۹۲۔

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أُنْزِلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝ فَوَرَّكَ لَنَسَلْتَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ میں تو کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ [۸۹] جیسے کہ ہم نے ان قسمیں کھانے والوں پر اتارا [۹۰] جنہوں نے اس کتاب الہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ [۹۱] تم ہے تیرے پالنے والے کی ہم ان سب سے ضرور باز پرس کریں گے [۹۲] ہر اس چیز کی جو وہ کرتے تھے۔ [۹۳]

== نے کہا بغیر کسی چیز کو رہن رکھے میں نہیں دوں گا۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا ”واللہ! میں آسمان والوں میں امین ہوں اور زمین والوں میں بھی اگر یہ مجھے ادھار دیتا یا میرے ہاتھ فروخت کر دیتا تو میں اسے ضرور ادا کرتا“ پس آیت ﴿لَا تَمُدَّنَّ﴾ نازل ہوئی۔ ① اور گویا آپ ﷺ کی دلجوئی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ انسان کو ممنوع ہے کہ کسی کے مال و متاع کو لپٹائی ہوئی نگاہوں سے تاکے۔ یہ جو فرمایا کہ ان کی جماعتوں کو جو فائدہ ہم نے دے رکھا ہے اس سے مراد کفار کے مالدار لوگ ہیں۔ قیامت کے دن انکار کرنے والوں سے سوال ہوگا: [آیت: ۸۹-۹۳] حکم ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! آپ ﷺ اعلان کر دیجیے کہ میں تمام لوگوں کو عذاب الہی سے صاف ڈرا دینے والا ہوں۔ یاد رکھو میرے جھٹلانے والے بھی اگلے نبیوں کے جھٹلانے والوں کی طرح عذاب الہی کے شکار ہوں گے ﴿مُقْتَسِمِينَ﴾ سے مراد قسمیں کھانے والے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور ان کی مخالفت اور ایذا دہی پر آپس میں قسمی قسمی کر لیتے تھے جیسے کہ قوم صالح کا بیان قرآن حکیم میں ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر عہد کیا کہ راتوں رات صالح اور ان کے گھرانے کو ہم عدم کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اسی طرح قرآن میں ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مردے پھر جیئے گے نہیں ② اور جگہ ان کا اس بات پر قسمیں کھانے کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو کبھی کوئی رحمت نہیں مل سکتی ③ الغرض جس چیز کو نہ ماننے اس پر قسمیں کھانے کی انہیں عادت تھی اس لئے انہیں ﴿مُقْتَسِمِينَ﴾ کہا گیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میری اور اس ہدایت کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آ کر کہے کہ لوگو! میں نے دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے دیکھو ہوشیار ہو جاؤ بچنے اور ہلاک نہ ہونے کے سامان کر لو اب کچھ لوگ اس کی بات مان لیتے ہیں اور اسی مہلت میں چل پڑتے ہیں اور دشمن کے پتے سے بچ جاتے ہیں لیکن بعض لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور وہیں بے فکری سے پڑے رہتے ہیں کہ اچانک دشمن کا لشکر آ پہنچتا ہے اور گھیر گھار کر انہیں قتل کر دیتا ہے پس یہ ہے مثال میرے ماننے والوں کی اور نہ ماننے والوں کی۔“ ④ ان لوگوں نے ان اللہ کی کتابوں کو جو ان پر اتاری تھیں پارہ پارہ کر دیا جس مسئلے کو جی چاہا مانا جس سے دل گھبرایا چھوڑ دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کہ کتاب کے بعض حصے کو نہ ماننے تھے ⑤ اور فرمایا کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں ⑥ اور ==

① المعجم الكبير، ۹۸۹، و مسند ضعیف؛ مسند الزوار، ۳۸۶۳، مجمع الزوائد، ۱۲۶/۴، اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ الربدی ضعیف ہے جس پر محدثین نے جرح کی ہے۔ (المیزان، ۵۵۱/۶) ② ۱۶/ النحل: ۳۸۔ ③ ۷/ الاعراف: ۴۹۔

④ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ بعثت بجوامع الکلم، ۷۲۸۲، ۶۴۸۲؛ صحیح مسلم، ۲۲۸۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۳۱۰۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجر باب قوله عز وجل ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا

القرآن عِضِينَ﴾ ۴۷۰۵۔ ⑥ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۴۷۰۶۔

فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْبَشَرِ كَيْنَ ۝ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۝

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ

يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝

ترجمہ: پس تو اس حکم کو جو تجھے کیا جا رہا ہے کھول کر سنا دے اور مشرکوں سے منہ پھیر لے۔ [۹۳] تجھ سے جو لوگ مسخرہ چاہتے ہیں ان کی سزا کے لئے ہم کافی ہیں۔ [۹۵] جو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں انہیں عقریب معلوم ہو جائے گا۔ [۹۶] ہمیں خوب علم ہے کہ ان کی باتوں سے تو تنگ دل ہوتا ہے۔ [۹۷] تو اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ اور سجدے کرنے والوں میں رہ۔ [۹۸] اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ تجھے یقین آجائے۔ [۹۹]

= بعض کو نہیں مانتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے کفار کا کتاب اللہ کی نسبت یہ کہنا ہے کہ یہ جادو ہے یہ کہانت ہے یہ اگلوں کی کہانی ہے اس کا کہنے والا جادوگر ہے مجنوں ہے کاہن ہے وغیرہ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ولید بن مغیرہ کے پاس سردار ان قریش جمع ہوئے حج کا موسم قریب تھا اور یہ شخص ان میں بڑا شریف اور ذی رائے سمجھا جاتا تھا اس نے ان سب سے کہا کہ دیکھو حج کے موقع پر درود دراز سے تمام عرب یہاں جمع ہوں گے تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے اس ساتھی نے اودھم مچا رکھا ہے پس اس کی نسبت ان بیرونی لوگوں سے کیا کہا جائے یہ بتاؤ اور کسی ایک بات پر اجماع کر لو کہ سب وہی کہیں ایسا نہ ہو کوئی کچھ کہے کوئی کچھ کہے اس سے تو تمہارا اعتبار اٹھ جائے گا اور وہ پردہ کی تمہیں جھوٹا خیال کریں گے انہوں نے کہا اے ابو عبد شمس! آپ ہی کوئی ایسی بات تجویز کرو دیجئے۔ اس نے کہا پہلے تم اپنی تو کہو تا کہ مجھے بھی غور و خوض کا موقع ملے انہوں نے کہا پھر ہماری رائے میں تو ہر شخص اسے کاہن بتلائے اس نے کہا یہ تو واقعہ کے خلاف ہے لوگوں نے کہا پھر مجنوں کہنا بالکل درست ہے اس نے کہا یہ بھی غلط ہے۔ کہا اچھا تو شاعر کہیں اس نے جواب دیا کہ وہ شعر جانتا ہی نہیں کہا اچھا پھر جادوگر کہیں؟ کہا اسے جادو سے کس بھی نہیں۔ اس نے کہا سنو! واللہ! اس کے قول میں عجب مٹھاس ہے ان باتوں میں سے تم جو کہو گے دنیا سمجھ لے گی کہ محض غلط اور سفید جھوٹ ہے گو کوئی بات نہیں بنتی لیکن کچھ کہنا ضرور ہے اچھا بھئی سب اسے جادوگر بتلائیں۔ اس امر پر یہ مجمع برخاست ہوا اور اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ ان کے اعمال کا سوال ان سے ان کا رب ضرور کرے گا یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ سے ۱ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ہر شخص قیامت کے دن تنہا تنہا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا جیسے ہر شخص چودھویں رات کے چاند کو اکیلا اکیلا دیکھتا ہے اللہ فرمائے گا اے انسان تو مجھ سے مغرور کیوں ہو گیا تو نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا تو نے میرے رسولوں کو کیا جواب دیا؟۔ ابو العالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو چیزوں کا سوال ہر ایک سے ہوگا معبود کسے بنا رکھا تھا اور رسول ﷺ کی مانی یا نہیں؟ ابن عبینہ فرماتے ہیں عمل اور مال کا سوال ہوگا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے

۱ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحجر، ۳۱۲۶، وسندہ ضعیف لیث بن ابی سلمہ ضعیف راوی ہے۔ مسند ابی

فرمایا ”اے معاذ! انسان سے قیامت کے دن ہر عمل کا سوال ہوگا یہاں تک کہ اس کے آنکھ کے سرے اور اس کے ہاتھ کی گندھی ہوئی مٹی کے بارے میں بھی اس سے سوال ہوگا دیکھ معاذ! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے بارے میں تو کمی والا رہ جائے“ ① اس آیت میں تو ہے کہ ہر ایک سے اس کے عمل کی بابت سوال ہوگا اور سورہٴ رحمن کی آیت میں ہے کہ ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۝ ۲﴾ ② کہ اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہوں کا سوال نہ ہوگا۔ ان دونوں آیتوں میں بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تطبیق یہ ہے کہ یہ سوال نہ ہوگا کہ تو نے یہ عمل کیا؟ بلکہ یہ سوال ہوگا کہ کیوں کیا؟ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کا عبرت ناک انجام: [آیت: ۹۳-۹۹] حکم ہو رہا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ! آپ اللہ کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بے جھجک پہنچادیں نہ کسی کی رو رعایت کیجئے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے مشرکوں کے سامنے توحید کا حیلہ کھلا بیان کر دیجئے خود عمل کر کے دوسروں تک بھی پہنچائیے نماز میں قرآن با آواز بلند تلاوت کیجئے اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور ﷺ پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کر دی۔ ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم آپ ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کریں یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ ﷺ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں۔ تو ان سے مطلقاً خوف نہ کر۔ اللہ تعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہے وہ تجھے ان کے شر سے بچالے گا جیسے اور آیت میں ہے کہ اے رسول! جو کچھ تیری جانب اتارا گیا ہے۔ تو اسے پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنے رب کی رسالت نہیں پہنچائی۔

اللہ تعالیٰ خود ہی لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھ لے گا۔ ③ چنانچہ ایک دن حضور ﷺ راستے سے جا رہے تھے تو بعض مشرکوں نے آپ ﷺ کو چھیڑا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہیں چوکا مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے ④ اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے رؤساء تھے بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گئے جاتے تھے بنو اسد کے قبیلے میں سے تو اسود بن عبدالمطلب ابوزمعه یہ حضور ﷺ کا بڑا ہی دشمن تھا ایذا اٹھ دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ ﷺ نے تنگ آ کر اس کے لئے بددعا بھی کی تھی کہ اے اللہ! اسے اندھا کر دے بے اولاد کر دے بنی زہرہ میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں عاص بن وائل تھا اور بنی خزاعہ میں سے حارث تھا یہ لوگ برابر حضور ﷺ کی ایذا رسانی کے درپے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ ﷺ کے خلاف ابھارا کرتے تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ ﷺ کو پہنچایا کرتے۔ جب یہ اپنے مظالم میں حد سے گزر گئے اور بات بات میں حضور ﷺ کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاصْذَعْ﴾ سے ﴿تَعْلَمُونَ﴾ تک کی آیتیں نازل فرمائیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ طواف کر رہے تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے بیت اللہ میں آپ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبد یغوث آپ ﷺ کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ یونہی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گزر چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی پکی اور اسی میں وہ مرا پھر عاص بن وائل گزرا اس کے کلوے کی طرف

① ابن ابی حاتم، ۷۳/۹ و مسندہ ضعیف۔ ② ۵۵/۵۵ الرحمن: ۳۹۔ ③ ۵/الحائدة: ۶۷۔

④ اس کی سند میں یزید بن درہم ہے جس کے بارے میں علامہ بیہقی کہتے ہیں کہ ابن مبین نے اس کو ضعیف کہا ہے (مجمع الزوائد، ۷/۴۶) اور اس کے علاوہ عون بن ہمس مجہول راوی ہے۔ لہذا یہ سند مردود ہے۔

اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کے لئے اپنے گدھے پر سوار چلا راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لی۔ حادث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا۔ ان سب موزیوں کا سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا پس یہ پانچ یاسات شخص تھے جو منڈھے اور ان کے اشاروں سے اور ذلیل لوگ بھی مکینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے انہیں اپنے کروت کا مزہ ابھی ابھی آجائے گا اور بھی جو رسول ﷺ کا مخالف ہوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ان کی بکواس سے اے نبی تمہیں تکلیف ہوتی ہے دل تنگ ہوتا ہے لیکن تم ان کا خیال بھی نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے تم اپنے رب کے ذکر اور تسبیح اور حمد میں لگے رہو اس کی عبادت جی بھر کر کرو۔ نماز کا خیال رکھو۔ سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دو۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم! شروع دن کی چار رکعت سے عاجز نہ ہو۔“ میں تجھے آخر دن تک کفایت کروں گا ① حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کا معاملہ آ پڑتا تو آپ نماز شروع کر دیتے ② یقین سے مراد اس آخری آیت میں موت ہے ③ اس کی دلیل سورہ مدثر کی وہ آیتیں ہیں جن میں بیان ہے کہ جہنمی اپنی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔ مسکینوں کو کھلاتے نہ تھے۔ باتیں بنایا کرتے تھے۔ اور قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آگئی ④ یہاں بھی موت کی جگہ لفظ یقین ہے۔ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب حضور ﷺ ان کے پاس گئے تو انصار کی ایک عورت ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے ابوالسائب! اللہ تعالیٰ کی تجھ پر رحمتیں ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری تکریم و عزت کی۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ”تجھے کیسے یقین ہو گیا کہ اللہ نے اس کا اکرام کیا“ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر کون ہوگا جس کا اکرام ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”سنو اسے موت آچکی اور مجھے اس کے لئے بھلائی کی امید ہے“ ⑤ اس حدیث میں بھی موت کی جگہ یقین کا لفظ ہے اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نماز وغیرہ عبادت انسان پر فرض ہے جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش و حواس ثابت ہوں۔ جیسی اس کی حالت ہو اسی کی مطابق نماز ادا کرے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”کھڑے ہو کر نماز ادا کر۔ نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نہ ہو سکے تو کروٹ پر لیٹ کر“ ⑥ بد مذہبوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑ لی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے اس پر عبادت فرض رہتی ہیں لیکن جب معرفت کی منزلیں طے کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہو جاتی ہے یہ سراسر کفر ضلالت اور جہالت ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سرور انبیاء ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم معرفت کے تمام درجے طے کر چکے تھے اور ربانی علم و عرفان میں سب دنیا سے کامل تھے رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور رب =

① مسند احمد، ۵/۲۸۶؛ ابو داود، کتاب التطوع باب صلاة الضحیٰ ۱۲۸۹، وهو صحیح۔

② ابو داود، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی ﷺ ۱۳۱۹ وسندہ ضعیف محمد بن عبد اللہ الدولی راوی مجہول الحال ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجر باب قوله ﴿واعبد ربك حتى ياتيك اليقين﴾ تعلیقا تحت رقم: ۴۷۰۶۔

④ ۷۴/المذثر: ۴۳، ۴۷۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب الدخول علی الميت بعد الموت إذا أدرج فی

أكفانه ۱۲۴۳؛ حاکم، ۱/۵۳۴؛ السنن الكبرى للنسائی، ۷/۷۶۳۴؛ احمد، ۶/۴۳۶؛ المعجم الكبير، ۳۳۶۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب التقصیر، باب إذا لم يطق قاعدا صلى علی جنب ۱۱۱۷ ترمذی، ۳۷۲؛ ابو داود، ۹۵۲؛ ابن ماجہ،

۱۲۲۳؛ مسند الرویانی، ۱۴۵؛ ابن خزيمة، ۹۷۹؛ حاکم، ۱/۴۶۰؛ بیہقی، ۳/۱۵۵؛ دارقطنی، ۱/۳۸۰؛ احمد، ۴/۴۲۶۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِنِّیْ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ①

ترجمہ: شروع اللہ مہربان رحم کرنے والے کے نام سے

اللہ کا حکم آپ پہنچا اب اس کی جلدی نہ مچاؤ تمام پاکی اس کے لئے ہے وہ برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ اللہ کا شریک بتلاتے ہیں۔ [۱]

== کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول تھے اور دنیا کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے پس ثابت ہے کہ یہاں مراد یقین سے موت ہے تمام مفسرین صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی مذہب ہے **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ**۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے جو ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے اس پر ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں اسی سے نیک کاموں میں مدد چاہتے ہیں۔ اسی کی پاک ذات پر ہمارا بھروسہ ہے ہم اس مالک حاکم سے دعا کرتے ہیں کہ وہ بہترین اور کامل اسلام ایمان اور نیکی پر موت دے وہ جواد ہے اور کریم ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سورہ حجر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ نحل

قیامت آنے کی جلدی نہ مچاؤ: [آیت: ۱] اللہ تعالیٰ قیامت کی نزدیکی کی خبر دے رہا ہے اور گویا کہ وہ قائم ہو چکی۔ اس لئے ماضی کے لفظ سے بیان فرماتا ہے جیسے فرمان ہے لوگوں کا حساب قریب آگیا پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ① اور آیت میں ہے قیامت قریب آگئی چاند پھٹ گیا ② پھر فرمایا اس قریب والی چیز کے اور قریب ہونے کی تمنا میں نہ کرو۔ ؎ کی ضمیر کا مرجع یا تو لفظ اللہ ہے یعنی اللہ سے جلدی نہ چاہو یا عذاب میں یعنی عذابوں کی جلدی نہ مچاؤ۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں جیسے اور آیت میں ہے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اگر ہماری طرف سے اس کا وقت مقرر نہ ہوتا تو بے شک ان پر عذاب آپڑتے لیکن عذاب ان پر آئے گا ضرور اور وہ بھی ناگہاں ان کی غفلت میں یہ عذابوں کی جلدی کرتے ہیں اور جہنم ان سب کا فروں کو گھیرے ہوئے ہے ضحاک رحمہ اللہ نے اس آیت کا ایک عجیب مطلب بیان کیا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے فرائض اور حدود نازل ہو چکے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے خوب رد کیا ہے اور فرمایا ہے ایک بھی تو ہمارے علم میں ایسا نہیں جس نے شریعت کے وجود سے پہلے اس کے مانگنے میں اس کی غفلت کی ہو۔ مراد اس سے عذابوں کی جلدی ہے جو کافروں کی عادت تھی کیونکہ وہ انہیں مانتے ہی نہ تھے جیسے قرآن پاک نے فرمایا ہے ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا﴾ ③ بے ایمان تو اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار ان سے لرزاں و ترساں ہیں کیونکہ وہ انہیں برحق مانتے ہیں بات یہ ہے کہ عذاب الہی میں شک کرنے والے دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں "قیامت کے قریب مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح کا سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد آسمان پر چڑھے گا پھر اس میں سے ایک منادی ندا کرے گا لوگ تعجب سے ایک دوسرے سے کہیں گے میاں کچھ سنا بھی؟ بعض ہاں کہیں گے اور بعض بات کو از ادیس گے وہ پھر دوبارہ ندا کرے گا اور کہے گا اے لوگو اب تو سب کہیں گے کہ ہاں صاحب آواز تو آئی پھر وہ تیسری دفعہ منادی کرے گا اور کہے گا =

يَنْزِلُ الْمَلِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا
أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ تَعْلَى عَمَّا
يُشْرِكُونَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ تُطْفَةِ فَآذٍ ۖ وَخَصِمَ مُبِينٌ ۝

ترجمہ: وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ [۱۲] اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ اس سے بری ہے جو شرک کرتے ہیں۔ [۱۳]
اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا کہ وہ صریح جھگڑا لو بن بیٹھا۔ [۱۴]

= اے لوگو! امرا الہی آپنچا اب جلدی نہ کرو اللہ کی قسم دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے سینے بھی نہ پائیں گے جو قیامت قائم ہو جائے گی کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا ابھی پانی بھی پلانے نہیں پایا ہوگا جو قیامت آئے گی۔ دودھ دہنے والے پی بھی نہ سکیں گے قیامت آجائے گی ہر ایک آپادھا پی میں لگ جائے گا۔ ① پھر اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریم کی شرک اور عبادت غیر سے پاکیزگی بیان فرماتا ہے۔ فی الواقع وہ ان تمام باتوں سے پاک بہت دور اور بہت بلند ہے یہی مشرک ہیں۔ جو منکر قیامت بھی ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔

وحی الہی انبیاء علیہم السلام پر ہوئی ہے۔ [آیت ۲: ۴۲] روح سے مراد یہاں وحی ہے جیسے آیت ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا﴾ ② ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنے حکم سے وحی نازل فرمائی حالانکہ تجھے تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کی ماہیت کیا ہے؟ ہاں ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا اپنے بندوں میں سے راستہ دکھا دیا یہاں فرمان ہے کہ ہم اپنے جن بندوں کو چاہیں پیغمبری عطا فرماتے ہیں ہمیں ہی اس کا پورا علم ہے کہ اس کے لائق کون ہے؟ ہم فرشتوں میں سے بھی اس اعلیٰ منصب کے فرشتے چھانٹ لیتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی اللہ اپنی وحی اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ہوشیار کر دیں جس دن سب کے سب اللہ کے سامنے ہوں گے کوئی چیز اس سے مخفی نہ ہوگی اس دن ملک کس کا ہوگا صرف اللہ واحد و قہار کا۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگوں میں وحدانیت اللہ کا اعلان کر دیں اور پارسانی سے دور مشرکوں کو ڈرا دیں اور لوگوں کو سمجھا دیں کہ وہ مجھ سے ڈرتے رہا کریں۔

انسان کا اپنی پیدائش کو ٹھیک اور باتیں بتاتا: عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ کریم ہی ہے بلند آسمان اور پھیل ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور یہ سب بطور حق ہے نہ کہ بطور عبث۔ نیکیوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی وہ تمام اور معبودوں اور مشرکوں سے بری اور بیزار ہے واحد لا شریک ہے اکیلا ہی خالق کل ہے اسی لئے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے۔ اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری کر رکھا ہے جو ایک پانی ہے حقیر و ذلیل یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکزفوں میں آ جاتا ہے رب سے جھگڑنے لگتا ہے رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے بندہ تھا چاہیے تھا کہ بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو درندگی کرنے لگا اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا۔ اللہ قادر ہے رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں جو بے نفع اور =

① حاکم، ۵۳۹/۴؛ اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، وہو حدیث حسن۔

② ۴۲/ الشوریٰ: ۵۲۔

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا
جَمَالٌ حِينَ تُرْجَعُونَ وَحِينَ يُسْرَحُونَ ۖ وَتَحْمِلُ أَوْثَاقَكُمْ إِلَىٰ بِلَدٍ لِّمَ
تَكُونُوا بِالْغَيْبِ ۚ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

ترجمہ: اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ [۱۵] اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔ [۱۶] اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم بغیر آدمی جان کے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔ [۱۷]

بے ضرر ہیں کافر کچھ اللہ سے پوشیدہ نہیں ① سورہ نحل میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑا لو لگا اہم پر بھی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے ② مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ ”جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب تو پورا ہو گیا ٹھیک ٹھاک ہو گیا لباس مکان مل گیا تو تو لگا سیٹھنے اور میری راہ سے روکنے؟ اور جب دم گلے میں اٹکا تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں اللہ کی راہ دیتا ہوں بس اب صدقہ خیرات کا وقت نکل گیا۔“ ③

چوپائے انسان کے فائدے کے لئے: [آیت: ۵-۷] جو چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے جیسے اونٹ گائے بکری۔ جس کا مفصل بیان سورہ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے۔ ان کے بال، اون، صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاؤں بنتی ہے دودھ پیتے ہیں گوشت کھاتے ہیں شام کو جب وہ چر چک کر واپس آتے ہیں بھری ہوئی کوکھوں والے بھرے ہوئے تھنوں والے اونچی کوکھانوں والے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں؟ اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں؟ پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لا کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدمی جان کے مشکل تھا ج کے عمرے کے جہاد کے تجارت کے اور ایسے ہی اور سفران پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں جیسے آیت ﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً﴾ ④ میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو۔ سمندر کی سواری کے لئے کشتیاں ہم نے بنادی ہیں اور آیت میں ہے ﴿اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ﴾ ⑤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے =

① ۲۵ / الفرقان: ۵۵، ۵۴۔ ② ۳۶ / یس: ۷۷، ۷۹۔ ③ احمد، ۴ / ۲۱۰؛ ابن ماجہ، کتاب الوصایا، باب النہی عن الامساك فی الحیاة والتبذیر عند الموت، ۲۷۰۷، وسندہ صحیح؛ حاکم، ۲ / ۵۴۵؛ المعجم الکبیر، ۱۱۹۳؛ شعب الایمان، ۳۴۷۳۔ ④ ۲۳ / المؤمنون: ۲۱۔ ⑤ ۱۶ / النحل: ۷۹۔

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ①

ترجمہ: گھوڑوں کو، خجروں کو، گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں اور بھی وہ ایسی بہت چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں۔ [۸]

= پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ دلی حاجتیں پوری کرو اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کرایا اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم کس کس نشان کا انکار کرو گے۔ یہاں بھی اپنی یہ نعمتیں جتنا کر فرمایا کہ تمہارا وہ رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے وہ تم پر بہت ہی شفقت و رحمت والا ہے جیسے سورہ یٰسین میں فرمایا کہ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں ان کا مالک کر دیا اور انہیں ان کا مطیع بنا دیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں۔ ① اور آیت میں ہے ﴿وَجَعَلْ لَّكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ﴾ ② اس اللہ نے تمہارے لئے کشتیاں بنا دیں اور چوپائے پیدا کر دیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل و شکر کرو اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کر دیا حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے ﴿رُدِّفْ﴾ کے معنی پکڑے اور منافع سے مراد کھانا پینا، نسل حاصل کرنا، سواری کرنا، گوشت کھانا، دودھ پینا ہے۔

مسئلہ گھوڑے کی حلت و حرمت کا: [آیت ۸: اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کے لئے اور سواری کے لئے اس نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے چونکہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا اس وجہ سے بعض علما نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی دلیل اس آیت سے لی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہا کہتے ہیں کہ خچر اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہوا چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت احادیث میں آئی ہے اور اکثر علما کا مذہب یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان تینوں کی حرمت آئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں تم کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا ہے کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے گھوڑوں کے خجروں کے، اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے۔ ③ لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح بن یحییٰ بن مقدم ہیں جن میں کلام ہے۔ مسند کی اور حدیث میں مقدم بن معد کرب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ صائقہ کی جنگ میں تھے میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے مجھ سے ایک بقر مانگا میں نے دیا انھوں نے اس میں اسے باندھا میں نے کہا ٹھہرو میں خالد رضی اللہ عنہ سے دریافت کر آؤں انہوں نے فرمایا ہم رسول ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی شروع کر دی حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں نہا کر دوں کہ نماز کے لئے آجائیں اور مسلمانوں کے سوا کوئی نہ آئے۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے کی جلدی مچائی۔ سنو معاہدہ کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے گھوڑوں =

① ۳۶/نِس: ۷۱، ۷۲۔ ② ۴۳/الزخرف: ۱۲۔ ③ احمد، ۸۹/۴؛ ابو داؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی

اکل لحوم الخیل، ۳۷۹۰، وسندہ ضعیف صحیح بن المقدم مستور اور صالح بن یحییٰ ضعیف (لین) راوی ہے۔ نسائی، ۴۳۳۷؛ دار

قطنی، ۲۸۷/۴؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۶۶۶۰؛ ابن ماجہ، ۳۱۹۸۔

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايزٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ٤

ترجمہ: اور میرانی راہ اللہ کی طرف پہنچنے والی ہے اور میری راہیں ہیں اور اگر وہ چاہتا تو سب کو راہ پر لگا دیتا۔ [۹]

= کے اور خچروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک بچے سے شکار کھیلنے والا پرندہ حرام ہے ❶ حضور ﷺ کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بے شک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں نص تھی لیکن اس میں بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابلے کی قوت نہیں جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔ ❷ اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور خچر اور گدھے ذبح کئے تو ہمیں حضور ﷺ نے خچر اور گدھے کے گوشت سے منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا۔ ❸ صحیح مسلم میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نے مدینہ میں حضور ﷺ کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ ❹ پس یہ سب سے بڑی اور سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے مالک، شافعی، احمد، حنفی اور ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف و خلف یہی کہتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشیت اور جنگلیت تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے اسے مطہر کر دیا۔ وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ان تینوں جانوروں پر سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور ﷺ کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ سواری کرتے تھے ہاں یہ آپ ﷺ سے منع فرمایا ہے کہ ”گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے“ یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ ﷺ اس پر سوار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔“ ❺

دین و دنیا کی مثالیں: [آیت: ۹] دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے گوشہ کا ذکر کر کے تقویٰ کے گوشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے ظاہری لباس کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دوردراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے دینی راہیں بیان فرمائیں کہ حق راستہ اللہ تعالیٰ =

❶ احمد، ۸۹/۴، مسندہ ضعیف صالح بن عقیل بن المقدام ضعیف راوی ہے۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر ۴۲۱۹؛ صحیح مسلم، ۱۹۴۱؛ ابو داود، ۳۷۸۸؛ احمد، ۳۶۱۱/۳؛ ابن حبان، ۵۲۷۳۔

❸ ابو داود، کتاب الأطعمہ، باب فی اکل لحوم الخیل ۳۷۸۹، وهو صحیح، احمد ۳۵۶/۹، بیہقی، ۳۲۷/۹، السنن الکبریٰ للنسائی، ۶۶۴۱؛ ابن حبان، ۵۲۷۲؛ حاکم، ۲۳۵/۴۔

❹ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب النحر والذبائح، ۵۵۱۱؛ صحیح مسلم، ۱۹۴۲؛ ابن ماجہ، ۳۱۹۰؛ احمد، ۳۴۵۰/۶؛ ابن حبان، ۵۲۷۱۔ ❺ احمد، ۳۱۱/۴، یہ روایت منقطع ہے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متصل سند سے احمد

۱۰۰/۱ پر موجود ہے اس کے علاوہ یہ روایت ان کتب میں بھی موجود ہے ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی کراہیۃ الحمر تنزی علی الخیل، ۲۵۶۵، مسندہ ضعیف؛ مسند البزار، ۸۸۹؛ الطحاوی، ۲۷۱/۳؛ ابن حبان، ۴۶۸۲؛ بیہقی، ۲۲/۱۰۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

ترجمہ: وہی تمہارے فائدے کے لیے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اُگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ [۱۰-۱۱] اسی سے وہ تمہارے لئے بھیک اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے دھیان دھرنے والے لوگوں کے لئے تو اس میں بڑا ہی نشان ہے۔ [۱۱]

== سے ملانے والا ہے رب کی سیدھی راہ وہی ہے اسی پر چلو اور راستوں پر نہ لگو ورنہ بہک جاؤ گے۔ اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے جو میں نے بتلائی ہے طریق حق جو اللہ سے واصل کرنے والا ہے اللہ نے ظاہر کر دیا ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی اور راستوں کی گمراہی بھی بیان فرمادی ہے۔ پس سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں حق سے یکسو ہیں لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں جیسے یہودیت نصرانیت مجوسیت وغیرہ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب کے قبضے کی چیز ہے اگر چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اسی کے لیے انہیں پیدا کیا ہے۔ تیرے رب کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی۔ کہ جہنم و جنت انسان و جنات سے بھر جائے۔

پانی اور پھل اللہ کی نعمتیں: [آیت: ۱۰-۱۱] چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرما کر اور احسان بیان فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے جس سے تم آپ فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں میٹھا صاف شفاف خوش گوار اچھے ذائقے کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے اس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے اسی آب باران سے درخت اگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔ سوّم کے معنی چرنے کے ہیں اسی وجہ سے اہل سائنس چرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ ① پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے مختلف شکل و صورت کے مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننے کے لئے کافی ہیں۔ اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان و زمین کا خالق بادلوں سے پانی برسانے والا ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔ ②

① ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب السوم، ۲۲۰۶، و مسندہ ضعیف نوفل بن عبد الملک راوی مستور ہے۔ مسند ابی یعلیٰ، ۵۴۱،

وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِيَتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا ۚ وَتَسْتَخْرِجُ جَوَامِئَهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَأَلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَعَلَّمَتْ طوبىٰ بِالْجِمْهُمُ يَهْتَدُونَ ۝ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ

لِغَفُورٍ رَحِيمٍ ۝

ترجمہ: اسی نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہیں یقیناً اس میں عقل مند لوگوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ [۱۳] اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری نشانی ہے۔ [۱۴] دریا بھی اسی نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ۔ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو تو آپ دیکھے گا کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فصل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو۔ [۱۵] اسی نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں ہلانہ دے اور نہریں اور راہیں بنا دیں تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو۔ [۱۶] اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔ [۱۷] تو کیا وہ جو پیدا کرے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے؟ [۱۸] اگر تم اللہ کی نعمتوں کی گنتی کرنا چاہو تو تم اسے بھی پورا نہیں کر سکتے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [۱۸]

چاند سورج اور ستارے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں: [آیت: ۱۲-۱۸] اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لئے آتے جاتے ہیں سورج چاند گردش میں ہیں ستارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں ہر ایک کا ایک ایسا صحیح اندازہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر ادھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو ہر ایک رب کی قدرت میں اور اس کے غلبے تلے ہے۔ اس نے چھ دن میں آسمان زمین پیدا کئے پھر عرش پر مستوی ہوا۔ دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں۔ سورج چاند ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ خلق و امر کا مالک وہی ہے۔ وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کے لئے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و سلطنت کی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوان، کان، نباتات، جمادات وغیرہ مختلف رنگ روپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لئے زمین پر

پیدا کر رکھی ہیں جو لوگ اللہ کی نعمتوں پر غور کریں اور قدر کریں ان کے لئے تو یہ زبردست نشان ہے۔

سمندر سے لوگوں کے لئے فوائد ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی اور مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں اسی طرح اس میں سے مچھلیاں نکال کر ان کے تروتازہ گوشت تم کھاتے ہو، مچھلی حلت کی حالت میں احرام کی حالت میں زندہ ہو یا مردہ ہو اللہ کی طرف سے حلال ہے لہذا اور جو ہر اس نے تمہارے لئے اس میں پیدا کئے ہیں۔ جنہیں تم سہولیت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لاتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے انہی کو کشتی بنانا پروردگار عالم نے سکھایا۔ پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر تری کے لمبے سفر طے ہونے لگے اس پار کی چیزیں اس پار اور اس پار کی چیزیں اس پار آنے جانے لگیں اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم اللہ کا فضل یعنی اپنی روزی تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت و احسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو۔ مسند بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا ڈوب دوں گا فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا تجھے میں نے زیور اور شکار سے محروم کیا۔ پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی۔ اس نے کہا میں اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتار ہوں گا پس اسے اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔ ① اس حدیث کا راوی صرف حضرت عبدالرحمن بن عبد اللہ ہے اور وہ منکر الحدیث ہے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مرفوعاً مروی ہے۔

اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس پر مضبوط اور وزنی پہاڑ جمادینے کا اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائے جیسے فرمان ہے ﴿وَالْجِبَالُ أَوَّاهَا﴾ ② حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہری نہیں سکتا صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا ہے پس فرشتوں کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے ہیں قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا کہ تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں گے اور خباثت پھیلائیں گے وہ کاٹنے لگی پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس پر جمادیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چو طرف بہا دیئے کوئی تیز ہے کوئی مندا کوئی لمبا ہے کوئی مختصر۔ کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے پہاڑوں پر جنگلوں میں رہتے ہیں پتھروں میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل چیل کر دیتے ہیں یہ سب اس کا فضل و کرم لطف و رحم ہے نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت و عبادت رب ہے وہی معبود ہے اسی نے راستے بنا دیئے ہیں خشکی میں تری میں پہاڑ میں جنگل میں بستی میں اجاڑ میں ہر جگہ اس کے فضل و کرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے ادھر لوگ آجاسکیں کوئی تنگ راستہ ہے، کوئی وسیع، کوئی آسان، کوئی سخت اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں نیلے ہیں وغیرہ جن سے تری خشکی کے رہرو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں اور بھٹکے ہوئے سیدھے رستے لگ جاتے ہیں ستارے بھی =

① ہشتمی مجمع الزوائد، ۲۸۲/۵ میں کہتے ہیں کہ اس میں عبدالرحمن بن عبد اللہ بن عمر العری متروک راوی ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت العلل المتناہیہ، ۴۹/۱؛ میزان الاعتدال، ۴/۲۹۵؛ تاریخ بغداد، ۱۰/۲۳۳ میں ذکر ہوئی ہے۔ ② ۷۹/النازعات: ۳۲۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسْرُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ اَيَّانَ يَبْعَثُونَ ۝ اِلَهُكُمْ اِلَهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُّنْكَرَةٌ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا يُسْرُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

المُستَكْبِرِينَ ۝

ترجمہ: جو کچھ تم چھپاؤ اور ظاہر کرو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ [۱۹] جن جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ [۲۰] مردے ہیں زندہ نہیں انہیں تو یہ بھی شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ [۲۱] تم سب کا معبود اللہ تعالیٰ اکیلا ہے آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل مگر ہیں اور وہ خود تکبر سے بھرے ہوئے ہیں۔ [۲۲] بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جسے چھپائیں اور جسے ظاہر کریں بخوبی جانتا ہے وہ غور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [۲۳]

= رہنمائی کے لئے ہیں رات کے اندھیرے میں انہی سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں۔

پھر اپنی عظمت و کبریائی جتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟ اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایان انسانیت نہیں پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری کتنی میں بھی تو نہیں آ سکتیں اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی کتنی کر سکو اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرماتا رہتا ہے اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا نہیں اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے سنو اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں ہونے کا لیکن وہ غفور رحیم اللہ تعالیٰ تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے تمہاری تقصیروں سے تجاوز کر لیتا ہے توبہ رجوع اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے بڑا ہی رحیم ہے توبہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے: [آیت ۱۹: ۲۳] چھپا کھلا سب کچھ اللہ جانتا ہے دونوں اس پر یکساں ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دے گا نیکوں کو جزا بدوں کو سزا۔ جن معبودان باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں جیسے کہ خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ﴿اَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝﴾ ① تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے ہو درحقیقت تمہارا اور تمہارے کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ بلکہ تمہارے معبود جو اللہ کے سوا ہیں جمادات ہیں بے روح چیزیں ہیں سنتے دیکھتے اور شعور رکھتے نہیں انہیں =

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَآذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۝ أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ۝

ترجمہ: ان سے جب دریافت کیا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ [۳۳] اسی کا نتیجہ ہوگا کہ قیامت کے دن یہ لوگ اپنے پورے بوجھ کے ساتھ ہی ان کے بوجھ کے بھی حصے دار ہوں گے جنہیں بے علمی سے گمراہ کرتے رہے دیکھو تو کیسا برا بوجھ اٹھانا ہے۔ [۳۵]

= تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی؟ تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ تو اس اللہ سے ہونی چاہیے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کائنات کا خالق ہے۔

فقط اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے: اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ واحد ہے، احد ہے، فرد ہے، صمد ہے کافروں کے دل بھلی بات سے انکاری ہیں وہ اس حق کلمے کو سن کر سخت حیرت زدہ ہو جاتے ہیں واحد کا ذکر سن کر ان کے دل مرجھا جاتے ہیں ہاں اور دن کا ذکر ہو تو کھل جاتے ہیں یہ اللہ کی عبادت سے مغرور ہیں نہ ان کے دل میں ایمان نہ عبادت کے عادی۔ ایسے لوگ ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ہر عمل پر جزا اور سزا دے گا وہ مغرور لوگوں سے بے زار ہے۔

منکرین قرآن کا تذکرہ: [آیت: ۲۳-۲۵] ان منکرین قرآن سے جب سوال کیا جائے کہ کلام اللہ تعالیٰ میں کیا نازل ہوا؟ تو اصل جواب سے ہٹ کر بک دیتے ہیں کہ سوائے گزرے ہوئے افسانوں کے کیا رکھا ہے؟ وہی لکھ لئے ہیں اور صبح شام دہرا رہے ہیں پس رسول ﷺ پر افترابا نہ دھتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی اس کے خلاف اور کچھ کہنے لگتے ہیں دراصل کسی بات پر جم ہی نہیں سکتے اور یہ بہت بڑی دلیل ہے ان کے تمام اقوال کے باطل ہونے کی۔ ہر ایک جو حق سے ہٹ جائے وہ یونہی مارا مارا بہکا بہکا پھرتا ہے۔ کبھی حضور ﷺ کو جادوگر کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی کاہن، کبھی مجنون۔ پھر ان کے بڑھے گرد و لید بن مغیرہ مخزومی نے انہیں بڑے غور و خوض کے بعد کہا کہ سب مل کر اس کلام کو مؤثر جادو کہا کرو۔ ان کے اس قول کا نتیجہ بد ہوگا اور ہم نے انہیں اس راہ پر اس لئے لگا دیا ہے کہ یہ اپنے پورے گناہوں کے ساتھ ان کے بھی کچھ گناہ اپنے اوپر لادیں جو ان کے مقلد ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ ”ہدایت کی دعوت دینے والے کو اپنے اجر کے ساتھ اپنے تابع لوگوں کا اجر بھی ملتا ہے لیکن ان کے اجر کم نہیں ہوتے اور برائی کی طرف بلانے والوں کو ان کے ماننے والوں کے گناہ بھی ملتے ہیں لیکن ماننے والوں کے گناہ کم ہو کر نہیں۔“ ① قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿وَلْيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَنْتَ لَا تَمَعُ أَثْقَالَهُمْ﴾ ② یہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ہی ساتھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے افترابا سوال ان سے قیامت کے دن ہونا ضروری ہے پس ماننے والوں کے بوجھ گوان کی گردنوں پر ہیں لیکن وہ بھی ہلکے نہیں ہوں گے۔

① صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب من سن حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة، ۲۶۷۴؛ ابو داود، ۴۶۰۹؛ ترمذی، ۲۶۷۴؛ ابن ماجہ، ۲۰۶؛ ابن حبان، ۱۱۲؛ دارمی، ۱/۱۴۱؛ احمد، ۲/۳۹۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۴۸۹؛ مسند ابی عوانہ، ۵۸۲۳۔ ② العنکبوت: ۱۳۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَآتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ
 السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ يَخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ ۖ قَالَ
 الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

ترجمہ: ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا آخر حق حکم الہی ان کی عمارتوں کی جڑوں سے پہنچا اور ان کے سروں پر ان کی چھتیں اوپر سے
 گر پڑیں اور ان کے پاس عذاب وہاں سے آ گیا جہاں کا انھیں خواب و خیال بھی نہ تھا۔ [۲۶] پھر قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ انہیں
 رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے رہتے تھے جنہیں علم دیا گیا تھا وہ جواب
 دیں گے کہ آج تو کافروں کو رسوائی اور برائی چٹ گئی۔ [۲۷]

نمرود وغیرہ کا انجام: [آیت: ۲۶-۲۷] بعض تو کہتے ہیں کہ اس مکار سے مراد نمرود ہے جس نے بالا خانہ تیار کیا تھا سب سے پہلے
 سب سے بڑی سرکشی اسی نے زمین میں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے کو ایک مچھر بھیجا جو اس کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو
 سال تک اس کا بھیجا چاٹتا رہا۔ اس مدت میں اسے اس وقت قدرے سکون معلوم ہوتا تھا جب اس کے سر پر ہتھوڑے مارے جاتیں۔
 خوب دونوں ہاتھوں کے زور سے اس کے سر پر ہتھوڑے پڑتے رہتے تھے اس نے چار سو سال تک سلطنت بھی کی تھی اور خوب فساد
 پھیلاتا تھا بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بخت نصر ہے یہ بھی بڑا مکار تھا لیکن اللہ کو کوئی کیا نقصان پہنچا سکتا ہے گو اس کا مکر پہاڑوں کو بھی
 اپنی جگہ سے سرکا دینے والا ہو۔ بعض کہتے ہیں یہ تو کافروں اور مشرکوں نے اللہ کے ساتھ جو غیروں کی عبادت کی انکے عمل کی بربادی کی
 مثال ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿وَمَكْرُوهٌ مَكْرُوهٌ كُنَّا ۝۱﴾ ① ان کافروں نے بڑا ہی مکر کیا ہر حیلے سے لوگوں کو گمراہ
 کیا ہر ویلے سے انہیں شرک پر آمادہ کیا چنانچہ ان کے چیلے قیامت کے دن ان سے کہیں گے کہ تمہارا رات دن کا مکر کہ ہم سے کفر و
 شرک کو کہنا اٹخ۔ ② ان کی عمارت کی جڑ اور بنیاد سے عذاب الہی آیا یعنی بالکل ہی کھود دیا اصل سے کاٹ دیا جیسے فرمان ہے جب
 لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھجھا دیتا ہے ③ اور فرمان ہے ان کے پاس اللہ ایسی جگہ سے آیا جہاں کا انہیں خیال
 بھی نہ تھا۔ ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ یہ اپنے ہاتھوں اپنے مکانات تباہ کرنے لگے اور دوسری جانب سے مومنوں کے
 ہاتھوں مٹے۔ عقل مندو! عبرت حاصل کرو ④ یہاں فرمایا کہ اللہ ان کی عمارت کی بنیاد سے آ گیا اور ان پر اوپر سے چھت آ پڑی اور
 نادانستہ جگہ سے ان پر عذاب اتر آیا۔ قیامت کے دن کی رسوائی اور فضیحت ابھی باقی ہے اس وقت چھپا ہوا سب کھل جائے گا اندر کا
 سب باہر آ جائے گا سارا معاملہ طشت از باہم ہو جائے گا حضور ﷺ فرماتے ہیں ”ہر غدار کے لئے اس کے پاس ہی جھنڈا گاڑ دیا
 جائے گا جو اس کے غدر کے مطابق ہوگا اور مشہور کر دیا جائے گا کہ فلاں کا یہ غدر ہے جو فلاں کا لڑکا تھا“ ⑤ اسی طرح ان لوگوں کو بھی
 میدان محشر میں سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ ان سے ان کا پروردگار ڈانٹ ڈپٹ کر دریافت فرمائے گا کہ جن کی حمایت میں تم

① ۷۱/نوح: ۲۲۔ ② ۳۴/سبا: ۳۳۔ ③ ۵/المائدة: ۶۴۔ ④ ۵۹/الحشر: ۲۔

⑤ صحیح بخاری، باب ما يدعى الناس بأبائهم، ۶۱۷۷؛ صحیح مسلم، ۱۷۳۵؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۳۴۲۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ ۖ فَأَلْقَوْا السَّلَامَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ
 مِنْ سُوءٍ ط بَلَىٰ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٨﴾ فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ
 خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَلَيْسَ مَخْرُجًا لِلَّذِينَ اتَّبَعُوا مَاذَا أَنْزَلَ
 رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا خَيْرٌ ۖ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۖ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۖ
 وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٩﴾ جَنَّاتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُجْرُونَ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
 لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۖ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ
 الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ لَا يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ اذْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: یہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے فرشتے جب ان کی جان قبض کرنے لگے اس وقت انہوں نے صلح کی بات ڈالی کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے کیوں نہیں؟ اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ [۳۸] پس اب تو بیٹگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں سے جہنم میں جاؤ سو کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا۔ [۳۹] پرہیزگاروں سے پوچھا جائے کہ تمہارے پروردگار نے کیا نازل فرمایا ہے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اچھے سے اچھا۔ جن لوگوں نے بھلائی کی ان کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور یقیناً آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے کیا ہی خوب پرہیزگاروں کا گھر ہے۔ [۴۰] بیٹگی والے باغات جہاں وہ جائیں گے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جو کچھ یہ طلب کریں وہاں ان کے لئے موجود ہے پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے۔ [۴۱] ان کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں۔ کہتے ہیں کہ تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ [۳۲]

میرے بندوں سے الجھتے رہتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آج بے یار و مددگار کیوں ہو؟ یہ چپ ہو جائیں گے کیا جواب دیں لاچار ہو جائیں گے کوئی جھوٹی دلیل پیش کریں؟ اس وقت علمائے کرام جو دنیا اور آخرت میں اللہ کے اور مخلوق کے پاس عزت رکھتے ہیں جواب دیں گے کہ رسوائی اور عذاب آج کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے معبودان باطل ان سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

موت کے وقت ظالموں کی کیفیت: [آیت: ۲۸-۳۲] مشرکین کی جان کنی کے وقت کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب فرشتے ان کی جان لینے کے لئے آتے ہیں تو یہ اس وقت سننے عمل کرنے اور مان لینے کا اقرار کرتے ہیں ساتھ ہی اپنے کړوت چھپاتے ہوئے اپنی بے گناہی بیان کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھا کر اپنا مشرک نہ ہونا بیان کریں گے جس طرح دنیا میں اپنی بے گناہی پر لوگوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے انہیں جواب ملے گا کہ جھوٹے ہو بد اعمالیاں جی کھول کر کر چکے ہو اللہ غافل نہیں جو باتوں میں آجائے ہر ایک عمل اس پر روشن ہے اب اپنے کړوتوں کا خیا زہ بھٹکنا اور جہنم کے دروازوں سے جا کر ہمیشہ اسی بری جگہ میں پڑے رہو۔ مقام برا مکان برا ذلت و رسوائی والا یہ ہے بدلہ اللہ کی آیتوں سے تکبر کرنے کا اور اس کے رسولوں کی اتباع سے جی =

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرٌ رَبِّكَ ۖ كَذَلِكَ فَعَلَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾

ترجمہ: کیا یہ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا تیرے رب کا حکم آ جائے؟ ایسا ہی ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ [۳۳] پس ان کے برے اعمال کے نتیجے انہیں مل گئے اور جس کی ہنسی اڑاتے تھے وہ ان پر الٹ پڑا۔ [۳۴]

= چرانے کا۔ مرتے ہی ان کی رو میں جہنم رسید ہوئیں اور جسوں پر قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی قیامت کے دن رو میں جسوں سے مل کر نار جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿الْكَافِرُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا﴾ ① یہ دوزخ کی آگ کے سامنے ہر صبح شام لائے جاتے ہیں قیامت کے قائم ہوتے ہی اے آل فرعون تم سخت تر عذاب میں چلے جاؤ۔

نیک لوگوں کا بہترین انجام: بروں کے حالات بیان فرما کر نیکوں کے حالات بیان فرما رہا ہے برے لوگوں کا جواب تو یہ تھا کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب صرف اگلوں کے فسانے کی نقل ہے لیکن یہ نیک لوگ جواب دیتے ہیں کہ وہ سراسر برکت و رحمت ہے جو بھی اسے مانے اور اس پر عمل کرے وہ برکت و رحمت سے مالا مال ہو جائے۔ پھر خبر دیتا ہے کہ میں اپنے رسولوں سے وعدہ کر چکا ہوں کہ نیکیوں کو دونوں جہان کی خوشی حاصل ہوگی جیسے فرمان ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہاں یہ ضروری ہے کہ ہو مومن تو ہم اسے بڑی پاک زندگی عطا فرمائیں گے اور اس کے بہترین اعمال کا بدلہ بھی ضرور دیں گے۔ ② دونوں جہان میں وہ جزا پائے گا یاد رہے کہ دار آخرت دار دنیا سے بہت ہی افضل و احسن ہے وہاں کی جزا نہایت اعلیٰ اور دائمی ہے جیسے قارون کے مال کی تمنا کرنے والوں سے علمائے کرام نے فرمایا تھا کہ اللہ کا ثواب بہتر ہے الخ قرآن فرماتا ہے ﴿وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ ارْتَدَوْا﴾ ③ اللہ کے پاس کی چیزیں نیک کاروں کے لئے بہت اعلیٰ ہیں اور جگہ ہے آخرت خیر اور باقی ہے۔ اپنے نبی ﷺ سے خطاب کر کے فرمایا تیرے لئے آخرت و دنیا سے اعلیٰ ہے پھر فرماتا ہے دار آخرت متقیوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے جنت عدن بدل ہے ﴿كَارِ الْمُتَّقِينَ﴾ کا یعنی ان کے لئے آخرت میں جنت عدن ہے جہاں وہ رہیں گے جس کے درختوں اور محلوں کے نیچے سے برابر چشمے ہر وقت جاری ہیں جو چاہیں گے پائیں گے آنکھوں کی ہر خشک موجود ہوگی اور وہ بھی پیٹنگی والی۔ حدیث میں ہے ”اہل جنت بیٹھے ہوں گے سر پر ابراہیمؑ کا اور جو خواہش یہ کریں گے وہ ان پر برسائے گا یہاں تک کہ کوئی کہے گا اس سے ہم عمر کنواریاں برسیں تو یہ بھی ہوگا“ پرہیزگار تقویٰ شعار لوگوں کے بدلے اللہ ایسے ہی دیتا ہے جو ایماندار ہوں ڈرنے والے ہوں اور نیک عمل ہوں ان کے انتقال کے وقت یہ شرک کی گندگی سے پاک ہوتے ہیں فرشتے آتے ہیں سلام کرتے ہیں جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ﴾ ④ جن لوگوں نے اللہ کو رب مانا پھر اس پر جسے رہے ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم ڈر غم نہ رکھو جنت کی خوشخبری سنو جس کا

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبْدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا
 آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ط كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ
 اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ
 عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝
 إِنْ تَحَرَّصَ عَلَى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝

ترجمہ: مشرک لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادے اس کے سوا کسی اور کی عبادت ہی نہ کرتے نہ اس کے فرمان کے بغیر
 کسی چیز کو حرام کرتے۔ یہی فعل ان سے پہلے کے لوگوں کا رہا۔ تو رسولوں پر تو صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچا دینا ہے۔ [۳۵] ہم نے ہر امت میں
 رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہو اور اس کے سوائے تمام معبودوں سے بچو پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی اور
 بعض کو اپر گمراہی ثابت ہو چکی تم آپ زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا [۳۶] گو تو ان کی ہدایت کا ناچکی
 رہے لیکن اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کر دے اور نہ ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے۔ [۳۷]

تم سے وعدہ تھا ہم دنیا آخرت میں تمہارے والی ہیں جو تم چاہو گے پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا تم تو اللہ غفور رحیم کے مہمان ہو۔ اس
 مضمون کی حدیثیں ہم آیت ﴿يَتَّبِعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ① کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔
 مشرکین کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ [آیت: ۳۳-۳۴] اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈانٹتے ہوئے فرماتا ہے کہ انہیں تو ان فرشتوں کا
 انتظار ہے جو ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے یا قیامت کا انتظار ہے اور اس کے احوال و احوال کا۔ ان جیسے ان سے پہلے
 کے مشرکین کا بھی یہی وطیرہ رہا یہاں تک کہ ان پر اللہ کا عذاب آپڑے اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر کے ان کے عذر ختم کر کے
 کتاب میں اتار کر رسول بھیج کر پھر بھی ان کے انکار کے اصرار پر ان پر عذاب اتار دے۔ اللہ کے رسولوں کی دھمکیوں کو مذاق میں اڑانے
 کے وبال میں گھر گئے اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا بگاڑ لیا اسی لئے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ
 آگ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

مشرکین کا مشیت الہی سے غلط استدلال: [آیت: ۳۵-۳۷] مشرکوں کی اوندھی کھوپڑی دیکھئے گناہ کریں۔ شرک پر
 اڑیں۔ حلال کو حرام کریں۔ جیسے جانوروں کو اپنے معبودوں کے نام کا کرنا اور تقدیر کو بھت بنائیں اور کہیں کہ اگر اللہ کو ہمارے اور
 ہمارے بڑوں کے یہ کام برے لگتے تو ہمیں اسی وقت سزا ملتی۔ انھیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہمارا دستور نہیں ہمیں تمہارے یہ کام
 سخت ناپسند ہیں اور ان کی ناپسندیدگی کا اظہار ہم اپنے سچے پیغمبروں کی زبانی کر چکے سخت تاکید کی طور پر تمہیں ان سے روک چکے

ہر بستی میں ہر جماعت ہر شہر میں اپنے پیغام بھیجے سب نے اپنا فرض ادا کیا بندگان الہی میں اللہ کے احکام کی تبلیغ صاف صاف کر دی سب سے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک کی عبادت کر داس کے سوا دوسرے کو نہ پوجو۔ سب سے پہلے جب شرک کا ظہور زمین پر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو خلعت نبوت دے کر بھیجا اور سب سے آخر ختم المرسلین کا لقب دے کر رحمۃ للعالمین کو اپنا نبی بنایا جن کی دعوت تمام جن و انس کے لئے زمین کے اس کونے سے اس کونے تک تھی جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ ① یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں پس تم صرف میری ہی عبادت کرو۔ اور آیت میں ہے کہ تجھ سے پہلے کے رسولوں سے پوچھ لے کہ کیا ہم نے ان کے لئے بجز اپنے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی وہ عبادت کرتے ہوں؟ ② یہاں بھی فرمایا کہ ہر امت کے رسولوں کی دعوت تو حید کی تعلیم اور شرک سے بے زاری ہی رہی۔ پس مشرکین کو اپنے شرک پر اللہ کی چاہت پر دلیل لانا کیسے مناسب معلوم ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی چاہت اس کی شریعت سے معلوم ہوتی ہے اور وہ از ابتدا شرک کی بیخ کنی اور تو حید کی مضبوطی کی ہے تمام رسولوں کی زبانی اس نے یہی پیغام بھیجا ہاں انہیں شرک کرتے ہوئے چھوڑ دینا یہ اور بات ہے جو قابل حجت نہیں۔ اللہ نے جہنم اور جہنمی بھی تو بنائے ہیں شیطان کا فرسب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں وہ اپنے بندوں سے ان کے کفر پر راضی نہیں اس میں بھی اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ ہے پھر فرماتا ہے کہ رسولوں کے آگاہ کر دینے کے بعد دنیاوی سزائیں بھی کافروں اور مشرکوں پر آئیں بعض کو ہدایت بھی ہوئی بعض اپنی گمراہی میں ہی بیٹھتے رہے۔ تم رسولوں کے مخالفین کا اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کا انجام زمین میں چل پھر کر آپ دیکھ لو۔ گزشتہ واقعات کا جنہیں علم ہے ان سے دریافت کر لو کہ کس طرح عذاب الہی نے مشرکوں کو غارت کیا اس وقت کے کافروں کے لئے ان کافروں میں مثالیں اور عبرتیں موجود ہیں دیکھ لو اللہ کے انکار کا نتیجہ کتنا مہلک ہوا؟ پھر اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ان کی ہدایت کے کیسے ہی حریص ہوں لیکن بے فائدہ ہے رب ان کی گمراہیوں کی وجہ سے انہیں در رحمت سے دور ڈال چکا ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾ ③ جسے اللہ ہی فتنہ میں ڈالنا چاہے تو اسے کچھ بھی تو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا اگر اللہ کا ارادہ تمہیں بہکانے کا ہے تو میری نصیحت اور خیر خواہی تمہارے لئے محض بے سود ہے اس آیت میں بھی فرماتا ہے کہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست پر کوئی نہیں لاسکتا جیسے اور آیت میں ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ بہکا دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ وہ تو دن بدن اپنی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھتے رہتے ہیں۔ ④ فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ⑤ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تمام نشانیاں ان کے پاس آجائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کا منہ دیکھ لیں پس اللہ یعنی اس کی شان اس کا امر۔ اس لئے کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا پس فرماتا ہے کہ وہ اپنے گمراہ کئے ہوئے کو راہ نہیں دکھاتا نہ کوئی اور اس کی رہبری کر سکتا ہے نہ کوئی اس کی مدد کے لئے اٹھ سکتا ہے کہ عذاب الہی سے بچا سکے خلق و امر اللہ تعالیٰ ہی کا ہے وہ رب العالمین ہے اس کی ذات بابرکت ہے۔ وہی سچا معبود ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَاعِدًا عَلَيْهِ
حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ لِيَبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلِفُونَ فِيهِ
وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ۝ إِنَّا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ
أَن نُّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

ترجمہ: بڑی سخت سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو اللہ زندہ نہیں کرے گا۔ ہاں ضرور زندہ کرے گا یہ تو اس کا برحق لازمی وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی کر رہے ہیں۔ [۱۳۸] اس لئے بھی کہ یہ لوگ جس چیز میں اختلاف کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ صاف کر دے اور اس لئے بھی کہ خود کا فریاد اٹھاتا ہو نا جان لیں۔ [۱۳۹] ہم جب کسی چیز کا ارادہ کریں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جائیں وہ ہو جاتی ہے۔ [۱۴۰]

قیامت قائم کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے انتہائی آسان ہے: [آیت: ۳۸-۴۰] چونکہ کافر قیامت کے قائل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی اس عقیدے سے ہٹانے کے لیے وہ پوری کوشش کرتے ہیں ایمان فروشی کر کے اللہ کی تاکیدیں قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہ کرے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اللہ کا یہ وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے اور کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں پھر قیامت کے آنے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کی بعض حکمتیں ظاہر فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی اختلافات میں حق کیا تھا وہ ظاہر ہو جائے بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا ملے کافروں کا اپنے عقیدے میں اپنے قول میں اپنی قسم میں جھوٹا ہونا کھل جائے۔ اس وقت سب دیکھ لیں گے کہ انہیں دھکے دے کر جہنم میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے رہے اب بتلاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ اس میں اب پڑے رہو صبر سے رہو یا ہائے وائے کرو سب برابر ہے۔ اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے پھر اپنی بے اندازہ قدرت کا بیان فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے اس پر قادر ہے کوئی بات اسے عاجز نہیں کر سکتی کوئی چیز اس کے اختیار سے خارج نہیں وہ جو کرنا چاہے فرما دیتا ہے کہ ہو جاوے اس وقت وہ کام ہو جاتا ہے قیامت بھی اس کے فرمان کا عمل ہے جیسے فرمایا ایک آنکھ جھپکنے میں اس کا کہا ہو جائے گا تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کر دینا اس پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کا۔ ادھر کہا ہو جاوے گا ادھر ہو گیا اسے تو دوبارہ کہنے اور تاکید کرنے کی بھی ضرورت نہیں اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے خلاف کر سکے۔ جو اس کے حکم کے خلاف زبان ہلا سکے وہ واحد و قہار ہے وہ عظمتوں اور عزتوں والا ہے سلطنت اور جبروت والا ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود نہ حاکم نہ رب نہ قادر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ابن آدم مجھے گالیاں دیتا ہے اسے ایسا نہیں چاہیے تھا وہ مجھے جھٹلا رہا ہے حالانکہ یہ بھی اسے لائق نہ تھا اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ تاکیدیں قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اللہ مردوں کو پھر زندہ نہ کرے گا میں کہتا ہوں یقیناً زندہ ہوں گے یہ برحق وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ حالانکہ میں احد ہوں میں اللہ ہوں میں صمد ہوں جس کا ہم جس کوئی اور نہیں“ ❶ ابن ابی حاتم میں تو یہ حدیث موقوفاً مروی ہے بخاری و مسلم میں دوسرے لفظوں کے ساتھ مرفوعاً روایت بھی آئی ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبُوْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جَزَا
 الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَمَا
 أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ
 لَا تَعْلَمُونَ ۝ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۝ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ
 إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

ترجمہ: جن لوگوں نے ظلم برداشت کرنے کے بعد راہ الہی میں ترک وطن کیا ہے ہم انہیں بہتر سے بہتر ٹھکانا دنیا میں عطا فرمائیں گے اور آخرت کا
 ثواب تو بہت ہی بڑا ہے کاش کہ لوگ اس سے واقف ہوتے۔ [۴۳] جنہوں نے دامن صبر نہ چھوڑا اور اپنے پالنے والے ہی پر بھروسہ کرتے رہے۔ [۴۴]
 تجھ سے پہلے بھی ہم انسانوں کو ہی بھیجتے رہے جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس تم اگر نہیں جانتے تو یاد دلاؤں گے دریافت کر لو۔ [۴۵] دلیلوں اور
 کتابوں کے ساتھ یہ یاد اور کتاب ہم نے حیرت کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے تو اسے کھول کھول کر بیان کر
 دے شاید کہ وہ دھیان دھریں۔ [۴۶]

اللہ تعالیٰ کے رستہ میں ہجرت کرنے کی فضیلت: [آیت: ۴۱-۴۲] جو لوگ راہ الہی میں ترک وطن کر کے دوست احباب رشتے
 کتبہ یو پار تجارت کو اللہ کے نام پر ترک کر کے دین اللہ کی پاسبانی میں ہجرت کر جاتے ہیں ان کے اجر بیان ہو رہے ہیں کہ دونوں
 جہان میں یہ اللہ کے ہاں معزز و محترم ہیں بہت ممکن ہے کہ سب نزول اس کا مہاجرین جہن ہوں جو مکے میں مشرکین کی سخت ایذا میں
 سہنے کے بعد ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے کہ آزادی سے دین الہی پر عامل رہیں۔ ان کے بہترین لوگ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
 آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور حضرت جعفر بن ابی
 طالب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ وغیرہ قریب قریب اسی (۸۰) آدمی تھے
 مرد بھی عورتیں بھی جو سب صدیق اور صدیقہ تھے اللہ ان سب سے خوش ہو اور انہیں بھی خوش رکھے۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے بچوں سے وعدہ
 فرماتا ہے کہ انہیں اچھی جگہ وہ عنایت فرمائے گا جیسے مدینہ اور پاک روزی۔ مال کا بھی بدلہ ملا اور وطن کا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص
 خوف الہی سے جیسی چیز کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اسی جیسی اس سے کہیں بہتر پاک اور حلال چیز اسے عطا فرماتا ہے ان غریب الوطن
 مہاجرین کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکم و بادشاہ کر دیا اور دنیا پر ان کا راج پاٹ کر دیا۔ ابھی آخرت کا اجر و ثواب باقی ہے۔ پس
 ہجرت سے جان چرانے والے مہاجرین کے ثواب سے واقف ہوتے تو ہجرت میں سبقت کرتے اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ
 سے خوش ہو کہ آپ جب کبھی کسی مہاجر کو اس کا حصہ غنیمت وغیرہ دیتے تو فرماتے لو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے یہ تو دنیا کا اللہ تعالیٰ کا
 وعدہ ہے اور ابھی آخرت جو بہت عظیم الشان ہے باقی ہے۔ پھر اسی آیت مبارک کی تلاوت کرتے۔ ان پاکباز لوگوں کا اور وصف
 بیان فرماتا ہے کہ جو تکفیس اللہ کی راہ میں انہیں پہنچتی ہیں یہ انہیں جھیل لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جو انہیں توکل ہے اس میں کبھی فرق نہیں
 آتا اسی لئے دونوں جہان کی بھلائیاں یہ لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔

منصب رسالت کا حقدار انسان: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا رسول بنائے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے فرماتا ہے ﴿اَكَاَنَّ لِلنَّاسِ عَجَبًا﴾ ① کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب معلوم ہوا ہے کہ ہم نے کسی انسان کی طرف اپنی وحی نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دے اور فرمایا ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ہی انسان تھے جن پر ہماری وحی آتی تھی۔ تم پہلی آسمانی کتاب والوں سے پوچھ لو کہ وہ انسان تھے یا فرشتے۔ اگر وہ بھی انسان ہوں تو پھر اپنے اس قول سے باز آؤ۔ ہاں اگر ثابت ہو کہ سلسلہ نبوت فرشتوں میں ہی رہا تو بے شک اس نبی کا انکار کرتے ہوئے تم اچھے لگو گے اور آیت میں ﴿مِنْ اَهْلِ الْقُرْآنِ﴾ ② کا لفظ بھی فرمایا یعنی وہ رسول بھی زمین کے باشندے تھے آسمان مکان نہ تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مراد اہل ذکر سے اہل کتاب ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے عبد الرحمن فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے جیسے ﴿اَنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ ③ میں ہے یہ قول بجائے خود ٹھیک ہے لیکن اس آیت میں ذکر سے مراد قرآن لینا درست نہیں کیونکہ قرآن کے تو وہ لوگ مگر تھے پھر قرآن والوں سے پوچھ کر ان کی تشفی کیسے ہو سکتی تھی؟ اسی طرح امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم اہل ذکر ہیں یعنی یہ امت یہ قول بھی اپنی جگہ ہے درست۔ فی الواقع یہ امت تمام اگلی امتوں سے زیادہ علم والی ہے اور اہل بیت کے علما اور علما سے بدرجہا بڑھ کر ہیں جب کہ وہ سنت مستقیمہ پر ثابت قدم ہوں جیسے علی ابن عباس، حسن حسین، محمد بن حنفیہ، علی بن حسین زین العابدین، علی بن عبد اللہ بن عباس ابو جعفر باقر رحمہ اللہ یعنی محمد بن علی بن حسین اور ان کے صاحبزادے جعفر رحمہ اللہ اور ان جیسے اور بزرگ حضرات اللہ کی رحمت اور رضا انہیں حاصل ہو جو کہ اللہ کی رسی کو مضبوط تھامے ہوئے اور صراط مستقیم پر قدم جمائے ہوئے اور ہر حقدار کے حق بجالانے والے۔ اور ہر ایک کو اس کی سچی جگہ اتارنے والے ہر ایک کی قدرو عزت کرنے والے تھے اور خود وہ اللہ کے تمام نیک بندوں کے دلوں میں اپنی مقبولیت رکھتے ہیں تو ہے یہ بے شک صحیح لیکن اس آیت میں یہ مراد نہیں۔ یہاں بیان ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ بھی انسان ہیں اور آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بنی آدم میں سے ہی ہوتے رہے جیسے فرمان قرآن ہے ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ ④ کہہ دے کہ میرا رب پاک ہے میں صرف ایک انسان ہوں جو اللہ کا رسول ہوں لوگ محض یہ بہانہ کر کے رسولوں کا انکار کر بیٹھے کہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اپنی رسالت دے اور آیت میں ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سبھی کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے تھے ⑤ اور آیت میں ہے ہم نے انہیں کچھ ایسے جتنے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز ہوں یا یہ کہ مرنے والے ہی نہ ہوں ⑥ اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ ⑦ میں کوئی شروع کا اور پہلا اور نیا رسول تو نہیں۔

اور آیت میں ہے میں تم جیسا انسان ہوں میری جانب وحی اتاری جاتی ہے۔ ⑧ الخ پس یہاں بھی ارشاد ہوا کہ پہلے کی کتابوں والوں سے پوچھ لو کہ نبی انسان ہوتے تھے یا غیر انسان؟ پھر یہاں فرماتا ہے کہ رسولوں کو وہ دلیلیں دے کر جتیں عطا فرما کر بھیجتا ہے۔ کتابیں ان پر نازل فرماتا ہے۔ صحیفے انہیں عطا فرماتا ہے۔ زبر سے مراد کتابیں ہیں جیسے قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الْوُبُوْرِ﴾ ⑨ جو کچھ انہوں نے کیا کتابوں میں ہے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الْوُبُوْرِ﴾ ⑩ =

- ① ۱۰/ یونس: ۲۔ ② ۱۲/ یوسف: ۱۰۹۔ ③ ۱۵/ الحجر: ۹۔ ④ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۹۳۔
 ⑤ ۲۵/ الفرقان: ۲۰۔ ⑥ ۲۱/ الانبیاء: ۸۔ ⑦ ۴۶/ الاحقاف: ۹۔
 ⑧ ۱۸/ الکہف: ۱۱۰۔ ⑨ ۵۴/ القمر: ۵۲۔ ⑩ ۲۱/ الانبیاء: ۱۰۵۔

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۚ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ
بِمُعْجِزِينَ ۚ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: بدترین داؤد بازی کرنے والے کیا اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ کا عذاب آجائے جہاں کانہیں وہم گمان بھی نہ ہو [۳۵] یا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے یہ کسی صورت میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے [۳۶] یا انہیں ڈرا دھمکا کر پکڑ لے پس یقیناً تمہارا پروردگار اعلیٰ شفقت اور انتہائی رحم کرنے والا ہے۔ [۳۷]

ہم نے زبور میں لکھ دیا۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تیری طرف ذکر نازل فرمایا یعنی قرآن اس لئے کہ چونکہ تو اس کے معنی مطلب سے اچھی طرح واقف ہے اسے لوگوں کو سمجھا بجا دے حقیقتاً نبی آپ ہی اس پر سب سے زیادہ حریص ہیں اور آپ ہی اس کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آپ ہی اس کے سب سے زیادہ عامل ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ افضل المخلوقات ہیں اولاد آدم کے سردار ہیں جو اجمال اس کتاب میں ہے اس کی تفصیل آپ کے ذمے ہے لوگوں پر جو مشکل ہو آپ ﷺ اسے سمجھا دیں تاکہ وہ سوچیں سمجھیں راہ پائیں اور پھر نجات اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کا بیان: [آیت: ۳۵-۳۷] اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور مالک ارض و سموات اپنے علم کا باوجود علم کے اور اپنی مہربانی کا باوجود غصے کے بیان فرماتا ہے کہ وہ اگر چاہے اپنے گناہگار بدکردار بندوں کو زمین میں دھنسا سکتا ہے بے خبری میں ان پر عذاب لا سکتا ہے لیکن اپنی عایت مہربانی سے درگزر کئے ہوئے ہے جیسے سورہ تبارک میں فرمایا اللہ جو آسمان میں ہے کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ کہیں زمین کو دلدل بنا کر تمہیں اس میں دھنسا نہ دے کہ وہ تمہیں بچکولے ہی لگاتی رہا کرے کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ سے ڈر نہیں لگتا کہ کہیں وہ تم پر آسمان سے پتھر نہ برسا دے اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ ① اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مکار بدکردار لوگوں کو ان کے چلتے پھرتے آتے جاتے کھاتے کھاتے ہی پکڑ لے سفر حضر میں رات میں جس وقت چاہے پکڑ لے جیسے فرمان ہے ﴿أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ﴾ ② کیا بستی والے اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب رات ہی رات میں ان کے سوتے سلاتے ہی آجائے یا دن چڑھے ان کے کھیل کود کے وقت ہی آجائے اللہ کو کوئی شخص اور کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا وہ ہارنے والا اور تھکنے والا اور ناتواں کام ہونے والا نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود ڈر خوف کے انہیں پکڑ لے تو دونوں عذاب ایک ساتھ ہو جائیں ڈر اور پھر پکڑ۔ ایک مرے دوسرا ڈرے پھر مرے۔ لیکن رب العلیٰ رب کائنات بڑا ہی رؤف رحیم ہے اس لئے جلدی نہیں پکڑتا بخاری و مسلم میں ہے ”خلاف طبع باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولادیں ٹھہرائیں اور وہ انہیں رزق و عافیت عنایت فرمائے۔“ ③ بخاری و مسلم میں ہے ”اللہ تعالیٰ عالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑنا نازل فرماتا ہے پھر اچانک تباہ ہو جاتا ہے“ پھر حضور ﷺ نے آیت ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ﴾ ④ پڑھی ⑤ اور آیت =

① ۶۷/الملک: ۱۶، ۱۷۔ ② ۷/الاعراف: ۹۷۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرِّزَاقُ.....﴾ الخ ۷۳۷۸۔ ④ ۱۱/ہود: ۱۰۲۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ہود باب قوله ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ.....﴾ الخ ۴۶۸۶؛ صحیح مسلم، ۲۵۸۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۳۲۲ اس کے علاوہ یہ روایت السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۷۰۸؛ مسند البزار، ۳۰۰۶؛ احمد، ۴/۴۰۵ میں مختصراً موجود ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّسْفِيُوْا ظِلْلَهُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَالِ
 سُبْحًا لِلّٰهِ وَهُمْ دُخِرُوْنَ ۝۷۰ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ
 دَابَّةٍ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۷۱ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ
 مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝۷۲ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوا الْهٰٓئِنِ اٰثِنِيْنَ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاٰتٰى
 فَاَرْهَبُوْنَ ۝۷۳ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصْبَاطُ اَفْعٰلِ اللّٰهِ
 تَتَّقُوْنَ ۝۷۴ وَمَا يَكُم مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْرُوْنَ ۝۷۵
 ثُمَّ اِذَا كُفَّ الضُّرُّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۷۶ لِيَكْفُرُوْا
 بِمَا اٰتٰيْتَهُمْ طَمَعًا فَمَتَّعُوْا قُلُوْبَهُمْ فَاَتٰوْا قُلُوْبَهُمْ فَاَتٰوْا قُلُوْبَهُمْ فَاَتٰوْا قُلُوْبَهُمْ

تفسیر: کیا انھوں نے مخلوق الہی میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا؟ کہ اس کے سامنے دائیں بائیں جھک کر اللہ کے سامنے سر بسجود ہیں۔ اور
 عاجزی کا اظہار کرتے ہیں [۳۸] یقیناً آسمان وزمین کے کل جاندار اور تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور ذرا بھی
 تو تکبر نہیں کرتے [۳۹] اور اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے کھپاتے رہتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔ [۵۰]
 اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے کہ درود و معبود نہ بناؤ معبود تو صرف وہی اکیلا ہی ہے جس تم سب صرف میرا ہی ڈر خوف رکھو [۵۱] آسمانوں میں اور زمین
 میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اسی کی عبادت لازم ہے کیا پھر بھی تم اس کے سوا اوروں سے ڈرتے رہتے ہو۔ [۵۲] تمہارے پاس جتنی بھی
 نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں۔ اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آ جائے تو اسی کی طرف نالہ و فریاد کرتے ہو [۵۳] اور جہاں
 اس نے وہ مصیبت تم سے دفع کر دی کہ تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتے ہیں [۵۴] کہ ہماری دی ہوئی
 نعمتوں کی ناشکری کریں اچھا کچھ فائدہ اٹھا لو۔ آخر کار تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا۔ [۵۵]

= میں ہے ﴿وَكَايْنٍ مِّنْ قَوْمِي﴾ ❶ بہت سی بستیاں ہیں جنھیں میں نے کچھ مہلت دی لیکن آخر ان کے ظلم کی بنا پر انہیں گرفتار
 کر لیا لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔

عرش تا فرش ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے: [آیت: ۳۸-۵۵] اللہ تعالیٰ ذو الجلال والاكرام کی عظمت و جلالت کبریائی
 اور بے ہمتائی کا خیال کیجیے کہ ساری مخلوق عرش سے فرش تک اس کے سامنے مطیع اور غلام بجمادات و حیوانات انسان اور جنات
 فرشتے اور کل کائنات اس کی فرمانبرداری ہر چیز صبح و شام اس کے سامنے ہر قسم سے اپنی عاجزی اور بے کسی کا ثبوت پیش کرنے والی
 جھک جھک کر اس کے سامنے سجدے کرنے والی۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج ڈھلتے ہی تمام چیزیں اللہ کے سامنے سجدے میں
 گر پڑتی ہیں۔ ہر ایک رب العالمین کے سامنے ذلیل و پست ہے عاجز و بے بس ہے پہاڑ وغیرہ کا سجدہ ان کا سایہ ہے سمندر کی

وَيَجْعَلُونَ لَهَا لَا يَتْلُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۖ تَاللَّهِ لَتَسْكُنَنَّ عَمَّا كُنْتُمْ

تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۚ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۖ وَإِذَا ابْشَرِ أَحَدَهُمْ

بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۖ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ

بِهِ ۖ أَيَسْكُنُ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ مَقِيلٌ ۚ فِي الثَّرَابِ ۖ إِلَّا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۖ لِلَّذِينَ لَا

يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: جسے جانتے بوجھتے بھی نہیں اس کا حصہ ہماری دی ہوئی چیز میں مقرر کرتے ہیں۔ واللہ ان کے اس بہتان کا سوال ان سے ضروری کیا جائے گا۔ [۵۶] اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ جو اپنی خواہش کے مطابق ہو۔ [۵۷] ان میں سے کسی کو جب لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔ [۵۸] اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے۔ آہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟ [۵۹] آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی ہی بری مثال ہے اللہ کے لئے تو نہایت ہی بلند صفت ہے وہ بڑا ہی غالب اور با حکمت ہے۔ [۶۰]

= ہمیں اس کی نماز ہے انہیں گویا ذی العقول سمجھ کر سجدے کی نسبت ان کی طرف کی اور فرمایا کہ زمین و آسمان کے کل جاندار اس کے سامنے سجدے میں ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا﴾ ❶ خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سربسجود ہے انکے سائے صبح و شام سجدہ کرتے ہیں فرشتے بھی باوجود اپنی قد و منزلت کے اللہ کے سامنے پست ہیں اس کی عبادت سے منہ پھلانہیں سکتے اللہ تعالیٰ جل و علا سے کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں اور جو حکم ہے اس کی بجا آوری میں مشغول ہیں نہ نافرمانی کریں نہ سستی کریں۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے: اللہ واحد کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ لاشریک ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے پالنا ہے۔ اس کی عبادت خالص دائمی اور واجب ہے اس کے سوا دوسروں کی عبادت کے طریقے نہ اختیار کرنے چاہئیں آسمان و زمین کی تمام مخلوق خوشی یا ناخوشی اس کی ماتحت ہے سب کا لونیا جانا اسی کی طرف ہے خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو۔ دین خالص صرف اللہ ہی کا ہے آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک تنہا ہی ہے نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے جو کچھ نعمتیں بندوں کے ہاتھ میں ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں رزق نعت عافیت نصرت اسی کی طرف سے ہے اسی کے فضل و احسان بندوں پر ہیں اور اب بھی ان نعمتوں کے یا لینے کے بعد بھی تم اس کے دیے ہی محتاج ہو۔ مصیبتیں اب بھی سر پر منڈلا رہی ہیں سختی کے وقت وہی یاد آتا ہے اور گر گڑا کر پوری عاجزی کے ساتھ کٹھن وقت میں اسی کی طرف جھکتے ہو۔ خود مشرکین مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ جب سمندر میں گھر جاتے با مخالف کے جھوٹے کشتی کو پتے کی طرح جھکولے دینے لگتے تو اپنے ٹھا کروں دیوتاؤں بتوں پیروں، فقیروں، دیوانوں، نبیوں سب کو بھول جاتے اور خالص اللہ سے لو لگا کر خلوص دل سے اس سے بچاؤ اور نجات =

وَكُلُّ يَوْمٍ آخِذُ اللَّهِ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ
إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا
يَسْتَقْدِرُونَ ۚ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكُذِبَ أَنَّ
لَهُمُ الْحُسْنَىٰ ۖ لَا جَرَماً أَنَّهُمْ الْفَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا رہتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا وہ تو انہیں ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دے دیتے ہوئے ہے جب ان کا وہ وقت آجائے گا پھر نہ تو ایک ساعت کی دیر لگے نہ جلدی ہو [۶۱] اپنے لیے جو مکروہ رکھتے ہیں اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں ان کی زبانیں جھوٹی باتیں بیان کرتی ہیں کہ ان کے لئے خوبی ہے۔ نہیں نہیں دراصل ان کے لئے آگ ہے یہ دوزخیوں کے پیش رو ہیں۔ [۶۳]

= طلب کرتے۔ لیکن کنارے پر کشتی کے پار لگتے ہی اپنے پرانے خدا سب یاد آ جاتے اور معبود حقیقی کے ساتھ پھر ان کی پوجا پاٹ ہونے لگتی اس سے بڑھ کر بھی ناشکری کفر اور نعتوں کی فراموشی اور کیا ہو سکتی ہے؟ یہاں بھی فرمایا کہ مطلب نکل جاتے ہی بہت سے لوگ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ ﴿لَيَكْفُرُوا﴾ کا لام لام عاقبت ہے اور لام تعلیل بھی کہا گیا ہے یعنی ہم نے یہ خصلت ان کی اس لئے کر دی ہے کہ وہ اللہ کی نعمت پر پردے ڈالیں اور اس کا انکار کریں حالانکہ دراصل نعتوں کا دینے والا مصیبتوں کا دفع کرنے والا اسکے سوا کوئی نہیں پھر انہیں دھمکا تا ہے کہ اچھا دنیا میں تو اپنا کام چلا لو یونہی سا فائدہ یہاں کا اٹھا لو لیکن اس کا انجام ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا۔

مشرکین کا عجیب دعویٰ اور قابل افسوس رویہ: [آیت: ۵۶-۶۰] مشرکوں کی بے عقلی اور بے دھنگی بیان ہو رہی ہے کہ دینے والا اللہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا اور یہ اس میں سے اپنے جھوٹے معبودوں کے نام کریں جن کا صحیح علم بھی انہیں نہیں۔ پھر اس میں سختی ایسی کریں کہ اللہ کے نام کا تو چاہے ان کے معبودوں کے نام ہو جائے لیکن ان کے معبودوں کے نام کا اللہ کے نام نہ ہو سکے۔ ایسے لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی اور اس افترا کا بدلہ انہیں پورا پورا ملے گا جہنم کی آگ ہوگی اور یہ ہوں گے۔ پھر ان کی دوسری بے انصافی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ اللہ کے مقرب غلام فرشتے ان کے نزدیک اللہ کی بیٹیاں ہیں یہ خطا کر کے پھر ان کی عبادت کرتے ہیں جو خطا پر خطا ہے یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اولاً تو اللہ کے لئے اولاد بظہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جسے خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے یعنی لڑکیاں۔ کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے اور اللہ کے لئے لڑکیاں۔ پھر ان کی عبادت کرنا یہ ان کا سراسر بہتان ہے محض جھوٹ ہے کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے اولاد ہو؟ پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت رومی اور ذلیل چیز ہے کیا حماقت ہے کہ انہیں تو اللہ لڑکے دے اور اپنے لئے لڑکیاں رکھے؟ اللہ اس سے بلکہ اولاد سے پاک ہے انہیں جب خبر ملے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو مارے ندامت و شرم کے منہ کا لڑا جائے زبان بند ہو جائے غم سے کمر جھک جائے زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جائے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرے اسی سوچ میں رہے کہ اب کیا کروں اگر لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہوں تو بڑی

رسوائی ہے نہ وارث بنے نہ کوئی چیز سمجھی جائے لڑکے اس پر ترجیح دیئے جائیں غرض زندہ رکھے تو نہایت ذلت سے ورنہ صاف بات ہے کہ جیسے جی گڑھا کھودا اور دبا دی یہ حالت تو اپنی ہے پھر اللہ کے لئے یہی چیز ثابت کرتے ہیں۔ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں؟ کتنی بے حیائی کی تقسیم کرتے ہیں اللہ کیلئے جو ثابت کرنے بیٹھیں اسے اپنے لئے سخت تر باعث تو ہیں و تذلیل سمجھیں اصل یہ ہے کہ بری مثال اور نقصان انہی کافروں کے لئے ہے اللہ کے لیے کمال ہے وہ عزیز و حکیم ہے اور ذوالجلال والا کرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کرم کہ گناہ پر فوری گرفت نہیں کرتا: [آیت: ۶۱-۶۲] اللہ تعالیٰ کے حلم و کرم لطف و رحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑے تو آج زمین پر کوئی چٹا پھرنا نظر نہ آئے۔ انسانوں کی خطاؤں میں جانور بھی ہلاک ہو جائیں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔ بروں کے ساتھ بھلے بھی پکڑ میں آجائیں لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے حلم و کرم لطف و رحم سے پردہ پوشی کر رہا ہے درگزر فرما رہا ہے معافی دے رہا ہے ایک خاص وقت تک کی مہلت دیئے ہوئے ہے ورنہ کیڑے اور بھنگے بھی نہ بچتے بنی آدم کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے عذاب الہی ایسے آتے کہ سب کو غارت کر جاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ کوئی صاحب فرما رہے ہیں ظالم اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پرند اپنے گھونسلوں میں بوجہ اس کے ظلم کے ہلاک ہو جاتے ہیں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کچھ ذکر کر رہے تھے جو آپ نے فرمایا ”اللہ کسی نفس کو ڈھیل نہیں دیتا عمر کی زیادتی نیک اولاد سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عنایت فرماتا ہے پھر ان بچوں کی دعائیں ان کی قبر میں انہیں پہنچتی رہتی ہیں یہی ان کی عمر کی زیادتی ہے“ ① اپنے لئے ظالم لڑکیاں ناپسند کریں شرکت نہ چاہیں اور اللہ کے لئے یہ سب روار کھیں پھر یہ خیال کریں یہ دنیا میں بھی اچھائیاں سینے والے ہیں اور اگر قیامت قائم ہوئی تو وہاں بھی بھلائی ان کے لئے ہے یہ کہا کرتے تھے کہ نفع کے مستحق اس دنیا میں تو ہم ہیں ہی اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قیامت تو آنی نہیں بالفرض آئی بھی تو وہاں کی بہتری بھی ہمارے لئے ہی ہے ان کفار کو عنقریب سخت عذاب چکھنے پڑیں گے ہماری آیتوں سے کفر پھر آرزو یہ کہ مال و اولاد ہمیں وہاں بھی ملے گا۔ سورہ کہف میں دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا ہے کہ وہ ظالم اپنے باغ میں جاتے ہوئے اپنے نیک ساتھی سے کہتا ہے کہ میں تو اسے ہلاک ہونے والا جانتا ہی نہیں نہ قیامت کا قائل ہوں اور اگر بالفرض میں دوبارہ زندہ کیا گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر چیز دیا جاؤں گا ② کام برے کریں آرزو نیکی کی رکھیں کانٹے بوئیں اور پھل چاہیں۔ کہتے ہیں کہ کعبہ اللہ کی عمارت کو نئے سرے سے بنانے کے لئے ڈھایا تو بنیاد میں سے ایک پتھر نکلا جس پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا پس ان کی امیدیں تھیں کہ دنیا میں بھی انہیں جاہ و شہرت اور لوٹری غلام ملیں گے اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل ان کے لئے آتش دوزخ تیار ہے وہاں یہ رحمت رب سے بھلا دیئے جائیں گے اور ضائع اور برباد ہو جائیں گے آج یہ ہمارے احکام بھلائے بیٹھے ہیں کل انہیں ہم اپنی نعمتوں سے بھلا دیں گے یہ جلد ہی جہنم نشین ہونے والے ہیں۔

① کتاب المعجرو حین، لابن حبان وسندہ ضعیف جداً سلیمان بن عطاء مخرج راوی ہے۔ ۳۳۱/۱۔

② ۴۱/ فصلت: ۵۰۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ
وَلِيَهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ
الَّذِي اخْتَفَوْا فِيهِ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝
وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا
خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ ۝ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ
سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: واللہ! ہم نے تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف اپنے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بد اعمالیاں ان کی نگاہوں میں چھو ادیں وہ
شیطان آج بھی ان کا رفیق بنا ہوا ہے ان کے لئے دردناک عذاب ہے [۶۳] اس کتاب کو ہم نے تجھ پر اسی لئے اتارا ہے کہ تو ہر اس چیز کو
کھول دے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ رہنمائی اور ایمانداروں کے لئے رحمت ہے۔ [۶۴] اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس
سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے البتہ نشان ہے جو سنیں۔ [۶۵] تمہارے لئے تو چوپایوں
میں بھی بڑی عبرت ہے کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے
والوں کے لئے سہتا پچتا ہے [۶۶] اور کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں سے تم شراب بنا لیتے ہو اور حلال اور عمدہ روزی بھی۔ جو لوگ
عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بھی بہت بڑی نشانی ہے۔ [۶۷]

ہر نبی کو ہی جھٹلایا گیا: [آیت ۶۳-۶۷] اے نبی! آپ تسلی رکھیں آپ کو آپ ﷺ کی قوم کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں
کونسا نبی آیا جو جھٹلایا نہ گیا؟ باقی رہے جھٹلانے والے وہ شیطان کے مرید ہیں برائیاں انہیں شیطانی وسوسے بھلایاں دکھائی
دیتی ہیں ان کا ولی شیطان ہے وہ انہیں کوئی نفع پہنچانے کا نہیں ہمیشہ کے لئے مصیبت افزا عذابوں میں چھوڑ کر ان سے الگ ہو
جائے گا۔ قرآن حق و باطل میں سچ جھوٹ میں تمیز کرانے والی کتاب ہے ہر جھگڑے اور ہر اختلاف کا فیصلہ اس میں موجود ہے۔
یہ دلوں کے لئے ہدایت ہے اور ایماندار جو اس پر عامل ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اس قرآن سے کس طرح مردہ دل جی اٹھتے
ہیں اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے جو لوگ بات کو سنیں سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

خون اور گوبر کی آمیزش سے پاک دودھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے: اونٹ گائے بکریاں وغیرہ بھی اپنے خالق
کی قدرت و حکمت کی نشانیاں ہیں ﴿بُطُونُهُ﴾ میں ضمیر کو یا تو نعمت کے معنے پر لوثایا ہے یا حیوان پر۔ چوپائے بھی حیوان ہی
ہیں ان حیوانوں کے پیٹ میں جو آلا بلا بھری ہوئی ہوتی ہے اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور
خوشگوار دودھ پلاتا ہے۔ دوسری آیت میں ﴿بُطُونُهَا﴾ ❶ ہے دونوں باتیں جائز ہیں جیسے آیت ﴿كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۖ فَمِنْ شَاءَ

وَأَوْحِي رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۖ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ۖ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

ترجمہ: تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی بلند عمارتوں میں اپنے چھتے بنا۔ [۶۸] اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب تعالیٰ کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ۔ ان کے پیٹ سے پینے کا شہد نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بھی بہت بڑا نشان ہے۔ [۶۹]

== ذکر ۶۸ == ① میں ہے اور جیسے آیت ﴿إِنَّمَا مَرْسَلَةُ إِلَهُهِمْ بِهَدْيَةٍ فَنَظَرُوا بِسْمِ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ سَلِيمَانُ﴾ ② میں ہے پس جاء میں مذکر لائے۔ مراد اس سے مال ہے جانور کے باطن میں جو گوہر خون وغیرہ ہے ان سے بچا کر دودھ تمہارے لئے نکالتا ہے نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزے میں معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا دودھ تھن کی طرف پہنچا پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوہر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے۔ خالص دودھ جو پینے والے کے حلق میں با آرام اتر جائے اس کی خاص نعمت ہے اس نعمت کے بیان کے ساتھ ہی دوسری نعمت بیان فرمائی کہ کھجور اور انگور کے شیرے سے تم شراب بنا لیتے ہو۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کی شراب ایک ہی حکم میں ہے جیسے مالک شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علما کا مذہب ہے اور یہی حکم ہے اور شرابوں کا جو گیہوں جو جوار اور شہد سے بنائی جائیں جیسے کہ احادیث میں مفصل آچکا ہے یہ جگہ اس کے بسط کی نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور اور طرح کھاتے پیتے ہو جو حلال ہے ③ مثلاً خشک کھجوریں کشمش وغیرہ اور بنید شربت بنا کر سرکہ بنا کر اور اور طرح۔ پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ کی قدرت و عظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں دراصل جو ہر انسانیت عقل ہی ہے اسی کی نگہبانی کے لئے شریعت مطہرہ نے نشے والی شرا میں اس امت پر حرام کر دیں اسی نعمت کا بیان سورہ یس کی آیت ﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ﴾ ④ میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیئے تاکہ لوگ اس کا پھل کھائیں یہ ان کے اپنے بنائے ہوئے نہیں کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے؟ پاک ذات ہے وہ جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور اس مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کی جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

شہد کی مکھی قدرت کا نمونہ نیز شہد قابل شفا ہے: [آیت: ۶۸-۶۹] وحی سے مراد یہاں پر الہام ہدایت اور ارشاد ہے۔ شہد کی مکھیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط کیسا خوبصورت اور کیسی کچھ کاریگری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کیلئے مقرر کر دیا کہ یہ پھلوں کے پھولوں کے اور گھانس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے آئے لیکن واپس لوٹنے وقت

سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے بیابان کے درخت ہوں چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنان کھنڈر ہوں یہ نہ راستے بھولے نہ بھٹکتی پھرے خواہ کتنی ہی دور نکل جائے، لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔ ﴿ذَلَّلًا﴾ کی تفسیر اطاعت گزار اور سرخسے بھی کی گئی ہے۔ پس یہ حال ہوگا ﴿سَالِحًا﴾ کا۔ جیسے قرآن میں ﴿وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ﴾ ① میں بھی یہی معنی مراد ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ لوگ شہد کے چھتے کو ایک شہر سے دوسرے شہر تک لے جاتے ہیں لیکن پہلا قول بہت زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ حال ہے طریق کا۔ ابن جریر یہ دونوں قول کو صحیح بتلاتے ہیں۔ ابو یعلیٰ موصلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”کبھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے۔ سوائے شہد کی کبھی کے اور نکلیاں آگ میں ہیں۔“ ② شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، سفید، سرخ، زرد وغیرہ۔ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین۔ اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے۔ بہت سی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے۔ یہاں (فِيهِ الشِّفَاءُ لِلنَّاسِ) نہیں فرمایا اور نہ ہر بیماری کی دوا یہی ٹھہرتی۔ بلکہ فرمایا اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے، پس یہ سرد بیماریوں کی دوا ہے۔ علاج ہمیشہ بیماریوں کے خلاف ہوتا ہے، پس شہد گرم ہے، سردی کی بیماری میں مفید ہے۔ مجاہد اور ابن جریر رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن میں شفا ہے۔ یہ قول گواہانہ طور پر صحیح ہے اور واقعی قرآن شفا ہے لیکن اس آیت میں یہ مراد لینا ساق کے مطابق نہیں، اس میں تو شہد کا ذکر ہے اسی لئے مجاہد رحمہ اللہ کے اس قول کی اقتداء نہیں کی گئی۔ ہاں قرآن کے شفا ہونے کا ذکر آیت ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ﴾ ③ میں ہے اور آیت ﴿شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ﴾ ④ میں ہے۔ اس آیت میں تو مراد شہد ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ جھوٹ گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے شہد پلاؤ۔“ وہ گیا شہد دیا، پھر آیا اور کہا حضور! اسے تو بیماری اور بڑھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جا اور شہد پلا۔“ اس نے جا کر پھر پلایا، پھر حاضر ہو کر یہی عرض کیا کہ دست اور بڑھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، جا پھر شہد دے۔“ تیسری مرتبہ شہد سے بفضل اللہ تعالیٰ شفا حاصل ہو گئی۔ ⑤ بعض طبیعوں نے کہا ہے ممکن ہے کہ اس کے پیٹ میں فضل کی زیادتی ہو شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کر دی فضل خارج ہونا شروع ہوا دست بڑھ گئے۔ اعرابی نے اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا حضور سے شکایت کی آپ ﷺ نے اور شہد دینے کو فرمایا اس سے اور زور سے فضل خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا، پیٹ صاف ہو گیا بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضل الہی حاصل ہو گئی اور حضور ﷺ کی بات جو بشارۃ اللہ تعالیٰ تھی پوری ہو گئی۔ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ سرور رسل ﷺ کو محاس اور شہد سے بہت الفت تھی۔ ⑥ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”تین چیزوں میں شفا ہے کھینچنے لگانے میں، شہد کے پینے میں اور واغ لگوانے میں، لیکن

① ۳۶/۷۲۔ ② ابو یعلیٰ، ۴۲۳۱؛ سندہ ضعیف عبدالعزیز بن قیس مجہول الحال، مجمع الزوائد، ۱۳۶/۸

مسند الفردوس، ۴۱۵۲؛ الموضوعات، ۲۶۶/۳۔ ③ ۱۷/بنی اسرائیل: ۸۳۔

④ ۱۰/یونس: ۵۷۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعلل وقول اللہ تعالیٰ ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾ ۵۶۸۳؛

صحیح مسلم، ۲۲۱۷؛ ترمذی، ۲۰۸۲؛ احمد، ۱۹/۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۲۶۱؛ ابن ابی شیبہ، ۲۳۱۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی،

۶۷۰۵؛ مسند عبد بن حمید، ۹۳۸۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الاطعمه، باب الحلوی والعلل ۵۴۳۱؛ صحیح مسلم، ۱۴۷۴؛ ابوداؤد، ۳۷۱۵؛ ترمذی،

۱۸۳۱؛ ابن ماجہ، ۳۳۲۳؛ احمد، ۵۹/۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۸۹۲؛ ابن حبان، ۵۲۵۴؛ مسند ابی عوانہ، ۴۵۵۵؛ دارمی،

۱۴۶/۲؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۶۷۰۶؛ مسند عبد بن حمید، ۱۴۸۹؛ شعب الایمان، ۵۹۲۹۔

میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے روکتا ہوں۔“ ① بخاری کی حدیث میں ہے کہ ”تمہاری دواؤں میں سے کسی کی اگر شفا ہے تو پیچھے لگانے میں شہد کے پینے میں اور آگ سے دغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔“ ② مسند احمد کی حدیث میں ہے ”میں اسے پسند نہیں کرتا بلکہ نا پسند رکھتا ہوں۔“ ③ ابن ماجہ میں ہے کہ ”تم ان دونوں شفاؤں کی قدر کرتے رہو شہد اور قرآن۔“ ④ ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھو لے اور اپنی بیوی کے مال سے اس کی اپنی رضا مندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے اور اسے پی لے پس اس میں کئی وجہ سے شفا آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ عز و جل کا فرمان ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ ⑤ یعنی ہم نے قرآن میں وہ نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لئے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا﴾ ⑥ ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں اور فرمان ہے ﴿لَإِن طِبَّنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا﴾ ⑦ یعنی اگر عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں دے دیں تو بیشک تم اسے کھاؤ پیو سہتا چٹا۔ شہد کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ ابن ماجہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔“ ⑧ اس کا ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے۔ ابن ماجہ کی اور حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”تم سنا اور سنت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔“ لوگوں نے پوچھا سام کیا؟ فرمایا ”موت۔“ ⑨ سنت کے معنی شہد کے ہیں اور لوگوں نے کہا سنت شہد ہے جو گھگی کی مشک میں رکھا ہوا ہو۔ شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کبھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لئے شہد اور موم بنانا اس کا اس طرح آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور و فکر کرنوالوں کے لئے میری عظمت خالقیت مالکیت کی بڑی نشانیاں ہیں اسی سے لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے قادر حکیم علیم کریم رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث ۵۶۸۰، ۵۶۸۱؛ بیہقی، ۳۴۱/۹۔

② صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل وقوله تعالیٰ ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ۵۶۸۳؛ صحیح مسلم، ۲۲۰۵؛ ابن ابی شیبہ، ۵۹/۵ شرح معانی الآثار، ۳۲۰/۴؛ المعجم الأوسط، ۹۳۳۷؛ احمد، ۳۴۳/۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۱۰۰۔

③ احمد، ۱۴۶/۴، وسندہ ضعیف؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۷۶۵؛ مجمع الزوائد، ۹۰/۵۔

④ ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العسل: ۳۴۵۲، وسندہ ضعیف ابوالحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں۔ حاکم، ۲۰۰/۴؛ بیہقی، ۳۴۴/۹۔

⑤ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۸۲۔ ⑥ ۵۰/ ق: ۹۔ ⑦ ۴/ النساء: ۴۔

⑧ ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العسل: ۳۴۵۰، وسندہ ضعیف زبیر بن سعید ضعیف اور عبد الحمید مجہول راوی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ، ۶۶۱۵؛ التاریخ الكبير، ۵۴/۶؛ تذکرۃ الحفاظ، ۹۸۷/۳؛ الموضوعات، ۲۱۵/۳۔

⑨ ابن ماجہ، کتاب الطب، باب السنا والسنت: ۳۴۵۷، وهو حسن بالشواهد، حاکم، ۲۰۱/۴۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ
بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۖ وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي
الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَأْدِي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ
فِيهِ سَوَاءٌ ۚ أَفَبِعِزَّةِ اللَّهِ يَتَّخِذُونَ

تَوَحُّشًا: اللہ تعالیٰ نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے وہی پھر تمہیں فوت کرے گا تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت
کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ دانا اور توانا ہے۔ [۷۰-۷۱] اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں
زیادتی دے رکھی ہے پس جنہیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنی اتحتی کے غلاموں کو نہیں دیا کرتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہو جائیں۔
تو کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں۔ [۷۱]

بخیلی اور شدید بڑھاپے سے پناہ مانگنے کا حکم: [آیت: ۷۰-۷۱] تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہی انہیں عدم سے وجود
میں لایا ہے وہی انہیں پھر فوت کرے گا۔ بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتواں بن جاتے ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے طاقت طاق ہو جاتی ہے حافظہ جاتا رہتا ہے علم کی کمی
ہو جاتی ہے عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے ((أَعُوذُ بِكَ مِنَ
الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ)) یعنی اے اللہ! میں بخیلی
سے عا جزی سے بڑھاپے سے ذلیل عمر سے قبر کے عذاب سے دجال کے فتنے سے زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا
ہوں۔ ① زہیر بن ابوسلمی نے بھی اپنے مشہور معلقہ میں اس عمر کو رنج و غم کا مخزن وضع بتایا ہے۔

تم اپنے حق میں شریک برداشت نہیں کرتے اللہ کیوں کر کرے: مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان ہو رہا ہے کہ
باوجود اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے غلام جاننے کے ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں چنانچہ حج کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے ((لَيْتَكَ
لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِينَا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ)) یعنی اے اللہ! میں تیرے پاس حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو
خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی مالک تو ہی ہے۔ ② پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے
غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے مال میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میرے تصرف میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟
یہی مضمون آیت ((صَوَّبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ)) ③ میں بیان ہوا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے مال میں اپنی بیویوں
میں اپنا شریک بنانے میں نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میرے تصرف میں کیسے شریک سمجھ رہے ہو؟ یہی اللہ کی نعمتوں سے
انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ پسند کرتا جو اپنے لئے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی۔ جب تم آپ اس سے الگ ہو =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورة النحل باب قوله تعالى ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يَرُدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾ ۴۷۰۷؛ صحیح مسلم،

۲۷۰۶ بدون (والهرم، وفتنة الدجال)

② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها: ۱۱۸۵۔ ③ ۳۰/ الروم: ۲۸۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ
وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ

يَكْفُرُونَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے؟ [۷۴]

== پھر اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت زیادہ بیزار ہے رب کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا کہ کھیتیاں اور چوپائے اللہ تعالیٰ ایک کے پیدا کئے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام کا کر دو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کر اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر امر اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسروں کے ان پر جناب باری تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور احسان: [آیت ۷۴: ۷۴] اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتا تا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل ہم وضع عورتیں ہم نے ان کے لئے پیدا کیں اگر جنس اور ہوتی تو دی میل جول محبت و مودت قائم نہ رہتی۔ لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد و عورت ہم جنس بنائے پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی اولاد پھیلانی لڑکے ہوئے لڑکوں کے لڑکے ہوئے۔ ﴿حَفَدَةً﴾ کے ایک معنی تو یہی پوتوں کے ہیں دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں۔ پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح کے خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہی دستور بھی تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انسان کی بیوی کی اگلے گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ ﴿حَفَدَةً﴾ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لئے کام کاج کرے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد دامادی رشتہ ہے۔ معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے ((وَأَلَيْكَ نُسُكِي وَنَحْفِدُ)) ہماری سعی و کوشش اور خدمت تیرے لئے ہی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اولاد سے غلام سے سسرال والوں سے خدمت حاصل ہوتی ہے پس ان سب سے اللہ کی نعمت ہمیں ملتی ہے ہاں جن کے نزدیک ﴿حَفَدَةً﴾ کا تعلق ﴿أَزْوَاجًا﴾ سے ہے ان کے نزدیک تو مراد اولاد اور اولاد کی اولاد اور داماد اور بیوی کی اولاد ہیں۔ پس یہ سب بسا اوقات اسی شخص کی حفاظت میں اس کی گود میں اور اس کی خدمت میں ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی مطلب سامنے رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ”اولاد تیری غلام ہے“ جیسے کہ ابوداؤد میں ہے۔ ① اور جنہوں نے ﴿حَفَدَةً﴾ سے مراد خادم لی ہے ان کے نزدیک یہ معطوف ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا﴾ پر یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں اور اولاد کو خادم بنادیا ہے اور تمہیں کھانے پینے کی بہترین ذائقے دار چیزیں عنایت فرمائی ہیں۔ پس باطل پر یقین رکھ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیا اور انہیں دوسروں کی طرف نسبت کر دیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو“

① ابو داؤد، کتاب النکاح، باب الرجل يتزوج المرأة فيجد لها حبلى، ۲۱۳۱، وسنده ضعيف ابن جرير مدلس راوی ہے اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔ بیہقی، ۱۵۷/۷۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۚ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ هَلْ يَسْتَوِي ۚ أَحْمَدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ ۖ لَا يُنْمَا يُوجِّهُهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ۚ هَلْ يَسْتَوِي ۚ هُوَ لَا وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے انہیں کچھ بھی تو روزی نہیں دے سکتے اور نہ کچھ مقدور رکھتے ہیں۔ [۷۳] لوگو! اللہ تعالیٰ پر مثالیں مت بناؤ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔ [۷۴] اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے دوسرے کی ملک کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا رہتا ہے۔ کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں ہیں۔ [۷۵] اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا۔ کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں۔ [۷۶]

== اپنے احسان جتنا تہ ہوئے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ میں نے تجھے ذی عزت نہیں بنایا تھا؟ میں نے تیرے تابع گھوڑوں اور اونٹوں کو نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تجھے سرداری میں اور آرام میں نہیں چھوڑا تھا؟۔ ①

[آیت: ۷۳-۷۶] رازق صرف اللہ کی ذات ہے نعمتیں دینے والا پیدا کرنے والا روزی پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ اکیلا وحدہ لا شریک لہ ہے اور یہ مشرکین اس کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں۔ وہ اگر سب ل کر بھی چاہیں تو بھی نہ ایک بوند بارش پر قادر نہ ایک پتے کے پیدا کرنے کی ان میں سکت۔ پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو اس کے شریک و سہم اور اس جیسے دوسروں کو نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ عالم ہے اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنی توحید پر گواہی دیتا ہے تم جاہل ہو اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ کے شریک دوسروں کو ٹھہرا رہے ہو۔

کافر اور مؤمن کی مثال: ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہ کافر اور مؤمن کی مثال ہے۔ پس ملکیت کے غلام سے مراد کافر اور اچھی روزی والے اور خرچ کرنے والے سے مراد مؤمن ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس مثال سے بت کی اور اللہ تعالیٰ کی جدائی سمجھانی مقصود ہے کہ یہ اور وہ برابر کے نہیں اس مثال کا فرق اس قدر واضح ہے جس کے بتلانے کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ =

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ
 أَقْرَبُ ط إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ
 لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ لَا تَعْلَمُ
 تَشْكُرُونَ ۝ أَلَمْ يَدْعُوا إِلَى الظَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْ السَّمَاءِ ط مَا يُسْكِنَنَّ إِلَّا
 اللَّهُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: آسمان و زمین کا علم صرف اللہ ہی کو معلوم ہے قیامت کا امر تو ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے [۷۷] اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔ [۷۸] کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو حکم کے بندھے ہوئے آسمان میں جنھیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور تھا ہے ہوئے نہیں بے شک اس میں تو ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ [۷۹]

= تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔

بتوں کے متعلق ایک مثال کا ذکر: ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی اس فرق کے دکھانے کی ہو جو اللہ تعالیٰ میں اور مشرکین کے بتوں میں ہے۔ یہ بت گوئے ہیں نہ کلام رکسیں نہ کوئی بھلی بات کہہ سکیں نہ کسی چیز پر قدرت رکھیں۔ قول و فعل دونوں سے خالی پھر محض بوجھ اپنے مالک پر بار کہیں بھی جائے کوئی بھلائی نہ لائے۔ پس ایک تو یہ اور ایک وہ جو عدل کا حکم کرتا رہے اور خود بھی راہ مستقیم پر ہو یعنی قول و فعل دونوں کے اعتبار سے بہتر یہ دونوں کیسے برابر ہو جائیں گے۔ ایک قول ہے کہ گونا گونا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی کافر و مؤمن کی ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں تھی کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے غلام کا ذکر پہلے ہے اور دوسرے شخص سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور غلام گوئے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ غلام ہے جس پر آپ خرچ کرتے تھے جو آپ کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا اور آپ نے اسے کام کاج سے آزاد کر رکھا تھا لیکن پھر یہ اسلام سے چڑھا تھا مگر تھا اور آپ کو صدقہ کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکتا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اللہ کا کمال علم اور کمال قدرت: [آیت: ۷۷-۷۹] اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین آسمان کا غیب وہی جانتا ہے کوئی نہیں جو غیب داں ہو اللہ جسے جس چیز پر چاہے اطلاع دیدے ہر چیز اس کی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے قادر ہے پورا ہو کر ہی رہتا ہے آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں کچھ دیر لگتی ہوگی لیکن حکم الہی کے پورے ہونے میں اتنی بھی دیر نہیں لگتی۔ قیامت کا آنا بھی اس پر ایسا ہی آسان ہے وہ حکم ہوتے ہی آجائے گی۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالا یہ محض نادان تھے پھر انہیں کان دیئے جس سے سنیں آنکھیں دیں جن سے دیکھیں دل دیئے جس سے سوچیں سمجھیں عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے۔ عقل سے ہی نفع و نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قویٰ اور یہ حواس انسان کو بتدریج =

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا
تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۚ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا
آثَاًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ
الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْبَأْسَ
كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ
الْبَیِّنُ ۝ يَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنادیئے ہیں جنہیں
تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرانے کے دن بھی اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک
وقت مقررہ تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنادیں۔ [۸۰] اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سائے بنائے ہیں اور اسی نے
تمہارے لیے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی
کے وقت کام آئیں وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ۔ [۸۱] پھر بھی اگر یہ منہ موڑے رہیں تو تجھ پر تو صرف
ظاہری تبلیغ کر دینا ہی ہے۔ [۸۲] یہ اللہ کی نعمتیں جانتے پہچانتے ہوئے بھی ان کے منکر ہو رہے ہیں بلکہ ان میں کے اکثر ناشکرے ہیں۔ [۸۳]

= تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں عمر کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بدھوتی بھی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائیں۔ یہ
سب اس لئے ہے کہ انسان اپنی ان طاقتوں کو اللہ کی معرفت اور عبادت میں لگائے رہے۔ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ ”جو
میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے میرے فریضے کی بجا آوری سے اس قدر بندہ میری نزدیکی حاصل
کر سکتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا۔ نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ جب میں
اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ
دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے وہ اگر مجھ سے
مانگے میں دیتا ہوں اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کرنے کے کام میں اتنا تر و نہیں
ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے ❶ میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی
نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے۔“ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا
ہے تو اس کے تمام افعال محض اللہ کے لئے ہو جاتے ہیں وہ سنتا ہے اللہ کے لئے دیکھتا ہے اللہ کے لئے یعنی شریعت کی باتیں سنتا
ہے شرع نے جن چیزوں کا دیکھنا جائز کیا ہے انہی کو دیکھتا ہے اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا پاؤں چلانا بھی اللہ کی رضامندی کے
کاموں کے لئے ہی ہوتا ہے اللہ پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ہی

ہوتے ہیں اس لئے بعض غیر صحیح احادیث میں اس کے بعد یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے لئے ہی سنتا ہے اور میرے لئے ہی دیکھتا ہے اور میرے لئے پکڑتا ہے اور میرے لئے ہی چلتا پھرتا ہے آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے نکالتا ہے کان آنکھ دل و دماغ وہ دیتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے ﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ﴾ ① یعنی اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں انہیں پروردگار ہی اپنی قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے یہ قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے سورۃ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں انہیں بجز اللہ رحمن و رحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ اللہ تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے ② یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمانداروں کے لئے بہت سے نشان ہیں۔

راحت و آرام والی نعمتیں: [آیت: ۸۰-۸۳] قدیم اور بہت بڑے ان گنت احسانات و انعامات والا اللہ اپنی اور نعمتیں اظہار فرما رہا ہے اسی نے بنی آدم کے رہنے سہنے آرام اور راحت حاصل کرنے کے لیے انہیں مکانات دے رکھے ہیں اسی طرح جو پائے جانوروں کی کھالوں کے خیمے ڈیرے بنوائے تنہا اس نے عطا فرما رکھے ہیں کہ سفر میں کام آئیں نہ لے جانا دو بھر نہ لگانا مشکل نہ اکھٹرنے میں کوئی تکلیف پھر بکریوں کے بال اونٹوں کے بال بھیڑوں اور دنبوں کی اون بیوپار تجارت کے لئے مال کی شکل میں اس نے بنادی ہے وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بننے ہیں فرش بھی تیار ہوتے ہیں تجارت کے طور پر مال تجارت ہے فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سود مند ہوتے ہیں۔ درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لئے بنائے ہیں پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنا لو سوتی اوننی اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ بہن کسر دی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ ہی اپنا ستر چھپاؤ اور زیب و زینت حاصل کرو اور اس نے تمہیں زرہیں خود بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو ﴿تَسْلُمُونَ﴾ کی دوسری قرأت (تَسْلُمُونَ) بھی ہے یعنی تم سلامت رہو اور پہلی قرأت کے معنی تاکہ تم فرمانبردار بن جاؤ اس سورت کا نام سورت النعم بھی ہے لام کی زبر والی قرأت سے یہ بھی مراد ہے کہ تم کو اس نے لڑائی میں کام آنے والی چیزیں دیں کہ تم سلامت رہو دشمن کے وار سے بچو۔ بے شک جنگل میں بیابان بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن یہاں پہاڑوں کی نعمت اس لئے بیان کی کہ جن سے کلام ہے وہ پہاڑوں کے رہنے والے تھے تو ان کی معلومات کے مطابق ان سے کلام ہو رہا ہے اسی طرح چونکہ وہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں والے تھے انہیں یہی نعمتیں یاد دلائیں حالانکہ ان سے بڑھ کر اللہ کی نعمتیں مخلوق کے ہاتھوں میں اور بھی شمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سروی کے اتارنے کے احسان کو بیان فرمایا حالانکہ اس سے اور احسان بڑے موجود ہیں لیکن یہ ان کے سامنے کی اور ان کی معلومات کی چیز تھی اسی طرح چونکہ یہ لڑنے بھڑنے والے جنگجو لوگ تھے لڑائی کے بچاؤ کی چیز بطور نعمت کے ان کے سامنے رکھی حالانکہ اس سے صد ہا درجے بڑی اور نعمتیں بھی مخلوق کے ہاتھ میں =

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۸۶﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ فَأَلْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۸۷﴾ وَالْقَوْلُ إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامُ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۸۸﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ کھڑا کریں گے پھر کافروں کو نہ اجازت دی جائے گی اور نہ وہ عذر رجوع طلب کئے جائیں گے۔ [۸۴] جب یہ ظالم عذاب دیکھ لیں گے پھر نہ تو وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ ڈھیل دیئے جائیں گے۔ [۸۵] جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہی ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم تجھے جھوٹ کر پکارا کرتے تھے پس وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم بالکل ہی جھوٹے ہو۔ [۸۶] اس دن وہ سب عاجز ہو کر اللہ کے سامنے اطاعت کا اقرار پیش کریں گے اور جو بہتان باز دعا کرتے تھے وہ سب ان سے گم ہو جائے گا۔ [۸۷] جنہوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکا ہم انہیں عذابوں پر عذاب بڑھاتے جائیں گے یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا۔ [۸۸]

= موجود ہیں اسی طرح چونکہ ان کا ملک گرم تھا، فرمایا کہ لباس سے تم گرمی کی تکلیف زائل کرتے ہو ورنہ کیا اس سے بہتر اس منعم حقیقی کی اور نعمتیں بندوں کے پاس نہیں؟ اسی لئے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قائل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا پڑی ہے؟ جھوٹ دے اپنے کام میں لگ جا، تجھ پر تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بے شمار نعمتیں ان کی ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے ہیں اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں ہے رزق دینے والا فلاں ہے یہ اکثر لوگ کافر ہیں اللہ کے ناشکرے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لئے گھر اور مکانات دیئے اس نے کہا سچ ہے پھر آپ ﷺ نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے کہا یہ بھی سچ ہے اسی طرح آپ ﷺ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر نعمت کا اقرار کرتا رہا آخر میں آپ ﷺ نے پڑھا اس لئے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔ ①

مشرک سب سے بڑا گمراہ ہے: [آیت: ۸۴-۸۸] قیامت کے دن مشرکوں کی جو درگت بنے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس دن ہر امت پر اس کا نبی گواہی دے گا کہ اس نے کلام الہی انہیں پہنچا دیا تھا پھر کافروں کو عذر معذرت کی بھی اجازت نہ ملے گی کیونکہ ان کا

بطلان اور جھوٹ بالکل ظاہر ہے سورۃ والمرسلات میں بھی یہی فرمان ہے کہ اس دن نہ وہ یولیس گے نہ انہیں عذر معذرت کی اجازت ملے گی ① مشرکین عذابوں کو دیکھیں گے لیکن پھر کوئی کمی نہ ہوگی۔ ایک ساعت بھی عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ انہیں کوئی مہلت ملے گی اچانک پکڑ لئے جائیں گے جہنم آن موجود ہوگی جو ۷۰۰۰۰ ستر ہزار لگاموں والی ہوگی جس کی ایک لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے ② اس میں سے ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن بھنائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اس وقت جہنم اپنی زبان سے بآواز بلند اعلان کرے گی کہ میں ہر ایک اس سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم کے گنہگاروں کا ذکر کرے گی۔ ③ جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لوٹ جائے گی اور میدان محشر میں سے انہیں لپک لے گی جیسے کہ پرندہ نہ چگتا ہے جیسے کہ فرمان باری ہے ﴿اِذَا رَأَوْهُمْ﴾ ④ جب کہ وہ دور سے دکھائی دے گی تو اس کا شور و غل کڑکنا بھڑکنا یہ سننے لگیں گے اور جب اس کے تاریک و تنگ مکان میں جھونک دیئے جائیں گے تو موت کو پکاریں گے آج ایک چھوڑ کئی موتوں کو بھی پکاریں تو کیا ہو سکتا ہے؟ اور آیت میں ہے ﴿وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ﴾ ⑤ گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اس میں جھونک دیئے جائیں گے لیکن کوئی بچاؤ نہ دیکھیں گے اور آیت میں ہے ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ⑥ کاش! کافر اس وقت کو جان لیتے جب کہ وہ اپنے چہروں پر سے اور اپنی کردوں پر سے آگ جہنم کو دور نہ کر سکیں گے نہ کسی کو مددگار پائیں گے اچانک عذاب الہی انہیں ہکا بکا کر دے گا نہ انہیں ان کے دفع کرنے کی طاقت ہوگی نہ ایک منٹ کی مہلت ملے گی اس وقت ان کے معبودان باطل جن کی عمر بھر عبادتیں اور نذریں نیازیں کرتے رہے ان سے بالکل بیزار ہو جائیں گے اور ان کی احتیاج کے وقت انہیں مطلقاً کام نہ آئیں گے انہیں دیکھ کر یہ کہیں گے کہ اے اللہ! یہ ہیں جنہیں ہم دنیا میں پوجتے رہے تو وہ کہیں گے جھوٹے ہو ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر ہماری پرستش کرو اسی کو جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَلًا يَسْتَجِيبُ لَهُ﴾ ⑦ یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو اسے قیامت تک جواب نہ دیں بلکہ وہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں اور حشر کے دن ان کے دشمن ہو جانے والے ہوں اور ان کی عبادت کا انکار کر جانے والے ہوں اور آیتوں میں ہے کہ اپنا حمایتی اور باعث عزت جان کر جنہیں یہ پکارتے رہے وہ تو ان کی عبادتوں کے منکر ہو جائیں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے ⑧ خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ ﴿لَنُؤْمِنَنَّ بِالنَّبِيِّ إِذَا كَفَرُ بِبَعْضِكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ⑨ یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے منکر ہو جائیں گے اور آیت میں ہے کہ انہیں قیامت کے دن حکم ہوگا کہ اپنے شریکوں کو پکارو الخ۔ ⑩ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں کلام اللہ میں موجود ہیں اس دن سب کے سب مسلمان تابع فرمان ہو جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا﴾ ⑪ یعنی جس دن یہ ہمارے پاس آئیں گے اس دن خوب ہی سننے دیکھتے بن جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ لَا يَخْسِرُوا﴾

① ۷۷/ المرسلات: ۳۵، ۳۶۔ ② صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب جہنم اعاذنا الله منها ۲۸۴۲؛ حاکم، ۴/ ۶۳۷؛

معجم الزوائد، ۱۰/ ۳۸۸؛ ابن ابی شیبہ، ۷/ ۴۸؛ مسند البزار، ۱۷۵۴؛ المعجم الکبیر، ۱۰۴۲۸۔

③ ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب ما جاء فی صفة النار، ۲۵۷۴ باختلاف یسیر وهو حسن، احمد، ۲/ ۳۳۶؛ شعب الایمان،

۶۳۱۷۔ ④ ۲۵/ الفرقان: ۱۲۔ ⑤ ۱۸/ الکہف: ۵۳۔ ⑥ ۲۱/ الانبیاء: ۳۹۔

⑦ ۴۶/ الاحقاف: ۵۔ ⑧ ۱۹/ مریم: ۸۱، ۸۲۔

⑨ ۲۹/ العنکبوت: ۲۵۔ ⑩ ۱۸/ الکہف: ۵۲۔ ⑪ ۱۹/ مریم: ۳۸۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا
عَلَىٰ هَؤُلَاءِ ۖ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

وَبُشْرَىٰ لِّلْمُسْلِمِينَ ۝

ترجمہ: جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے۔ [۸۹]

۱۔ تو دیکھئے گا کہ اس دن گناہگار لوگ اپنے سر جھکائے کھڑے ہوں گے کہ اے اللہ! ہم نے دیکھنا لیا الخ اور آیت میں ہے کہ سب چہرے اس دن خدائے ہی و قیوم کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے ۲۔ تابع اور مطیع ہوں گے زیر فرمان ہوں گے ان کے سارے بہتان افتر جاتے رہیں گے ساری جالاکیاں ختم ہو جائیں گی کوئی ناصر و مددگار کھڑا نہ ہوگا۔ جنھوں نے کفر کیا انھیں ان کے کفر کی سزا ہوگی اور اپنے کفر میں اور لوگوں کو گھیننے کی اور ڈبل سزا ہوگی یہ وہ ہیں جو خود بھی دور بھاگتے تھے اور دوسروں کو بھی حق سے دور بھاگاتے رہتے تھے دراصل وہ آپ ہی ہلاکت کی دلدل میں پھنس رہے تھے لیکن تھے بے وقوف۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے عذاب کے بھی درجے ہوں گے جس طرح مومنوں کے جزا کے درجے ہونگے۔ جیسے فرمان الہی ہے ﴿لِكُلِّ ضِعْفٍ وَلَٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ۳۔ ہر ایک کے لئے دو ہر ایک لیکن تمہیں علم نہیں۔ ابو یعلیٰ میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عذاب جہنم کے ساتھ ہی زہریلے سانپوں کا ڈسنا بڑھ جائے گا جو اتنے بڑے بڑے ہوں گے جتنے بڑے کھجور کے درخت ہوتے ہیں۔ ۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرش تلے سے پانچ نہریں آتی ہیں جن سے دوزخیوں کو عذاب ہوگا رات کو بھی اور دن کو بھی۔

قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان: [آیت: ۸۹] اللہ تعالیٰ اپنے محترم رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ اس دن کو یاد کر اور اس دن جو تیری شرافت و کرامت ہونے والی ہے اس کا بھی ذکر کر۔ یہ آیت بھی ویسی ہی ہے جیسی سورۃ نساء کے شروع کی آیت ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ ۵۔ یعنی کیونکر گزرے گی جب کہ ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ حضور ﷺ نے ایک بار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۃ نساء پڑھوائی جب وہ اس آیت تک پہنچے تو آپ نے فرمایا ”بس کر کافی ہے“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ ۶۔ پھر فرماتا ہے اس ہماری اتاری ہوئی کتاب میں ہم نے تیرے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا ہے ہر علم اور ہر شے اس قرآن میں ہے ۷۔ ہر حلال و حرام ہر ایک نافع علم ہر بھلائی گزشتہ کی خبریں آئندہ کے واقعات دین و دنیا معاش و معاد سب کے ضروری احکام و احوال اس میں موجود ہیں یہ دلوں کی ہدایت ہے یہ رحمت ہے یہ بشارت ہے امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب سنت رسول ﷺ کو ملا کر ہر چیز کا بیان ہے اس آیت کو اوپر والی آیت سے تعلق غالباً یہ ہے کہ جس نے تجھ =

① ۳۲/ السجدة: ۱۲۔ ② ۲۰/ طہ: ۱۱۱۔ ③ ۷/ الاعراف: ۳۸۔ ④ مجمع الزوائد، ۷/ ۴۸؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۶۵۹، وسندہ ضعیف؛ الترغیب والترہیب، ۵۵۸۱؛ حاکم، ۲/ ۳۵۵، ۳۵۶، وسندہ ضعیف امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے لیکن سند ضعیف ہے۔ اس میں امش مدلس ہے۔ ⑤ ۴/ النساء: ۴۱۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المقرئ للقراری حبیب، ۵۰۵۰؛ صحیح مسلم، ۸۰۰؛ بیہقی، ۱۰/ ۲۳۱؛ المعجم الکبیر، ۸۴۶۰؛ شعب الایمان، ۱/ ۴۸۱۔ ⑦ الطبری، ۱۷/ ۲۶۹۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٦﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قربات داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کا ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے وہ آپ تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ [۱۶]

پراس کتاب کی تبلیغ فرض کی ہے اور اسے نازل فرمائی ہے وہ قیامت کے دن تجھ سے اس کی بابت سوال کرنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ امتوں اور رسولوں سے سب سے سوال ہوگا۔ واللہ! ہم سب سے ان کے اعمال کی باز پرس کریں گے رسولوں کو جمع کر کے ان سے سوال ہوگا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں تو علام الغیوب ہے اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأَوْكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ ① یعنی جس نے تجھ پر تبلیغ قرآن فرض کی ہے وہ تجھے قیامت کے دن اپنے پاس لوٹا کر اپنے سوئے ہوئے فریضے کی بابت تجھ سے پرسش کرنے والا ہے یہ ایک قول بھی اس آیت کی تفسیر میں ہے اور ہے بھی معقول اور عمدہ۔

عدل، احسان، صلہ رحمی اور فحشا و منکر کا مطلب: [آیت: ۹۰] اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کو عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے اور سلوک و احسان کی راہنمائی کرتا ہے گو بدلہ لینا بھی جائز ہے جیسے آیت ﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ﴾ ② میں فرمایا کہ اگر بدلہ لو تو برابر برابر کا بدلہ لے سکتے ہو لیکن اگر صبر و سہار کر لو تو کیا ہی کہنا ہے یہ بڑی مردانگی کی بات ہے اور آیت میں فرمایا اس کا اجر اللہ کے ہاں ملے گا اور آیت میں ہے زخموں کا قصاص ہے لیکن جو درگزر کر جائے اس کے گناہوں کی معافی ہے ③ پس عدل تو فرض اور احسان نفل۔ کلمہ توحید کی شہادت بھی عدل ہے ظاہر باطن کی یک رنگی بھی عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ باطن کی صفائی ظاہر سے بھی زیادہ ہو اور فحشا و منکر یہ ہے کہ باطن میں کھوٹ ہو اور ظاہر میں بناوٹ ہو۔ وہ صلہ رحمی کا بھی حکم دیتا ہے۔

جیسے صاف لفظوں میں ارشاد ہے ﴿وَإِذَا الْقُرْآنُ يُقْرَأُ فَاسْمِعُوا بَنِيكُمْ وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَأَطِيعُوا أَمْرَ الرَّسُولِ﴾ ④ رشتے داروں کو مسکینوں کو مسافروں کو ان کا حق دو اور اسراف و بے جانہ اڑاؤ و محرمات سے وہ تمہیں روکتا ہے برائیوں سے وہ منع کرتا ہے ظاہری و باطنی تمام برائیاں حرام ہیں لوگوں پر ظلم و زیادتی حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ کوئی گناہ ظلم و زیادتی قطع رحمی سے بڑھ کر ایسا نہیں کہ دنیا میں بھی جلد ہی اس کا بدلہ ملے اور آخرت میں سخت پکڑ ہو۔ ⑤ اللہ کے یہ احکام اور یہ روکیں تمہاری نصیحت کے لئے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جامع تر آیت سارے قرآن کی سورۃ نحل میں یہ آیت ہے۔ ⑥ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اچھی عادتیں ہیں ان کا حکم قرآن نے دیا ہے اور جو بری خصلتیں لوگوں میں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے بد خلقی اور برائی سے اسے ممانعت کر دی ہے حدیث میں ہے ”بہترین اخلاق اللہ کو پسند ہیں اور بد خلقی کو وہ مکروہ رکھتا ہے“ ⑦ ائمہ بن صفی کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اطلاع

① ۲۸/ القصص: ۸۵۔ ② ۱۶/ النحل: ۱۲۶۔ ③ ۵/ المائدة: ۴۵۔ ④ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۲۶۔

⑤ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النهی عن البغی، ۴۹۰۲، وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۲۵۱۱؛ ابن ماجہ، ۴۲۱۱؛ حاکم، ۳۵۶/۲؛ ابن حبان، ۲۰۳۹؛ احمد، ۳۶/۵۔

⑥ حاکم، ۳۵۶/۲ وسندہ صحیح امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

⑦ حاکم، ۴۸/۱؛ طبرانی، ۵۹۲۸، وسندہ حسن؛ حلیۃ الاولیاء، ۲۵۵/۳۔

ہوئی تو اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی ٹھان لی لیکن اس کی قوم اس کے سر ہو گئی اور اسے روک لیا اس نے کہا اچھا مجھے نہیں جانے دیتے تو قاصداؤ جنہیں میں وہاں بھیجوں۔ دو شخص اس خدمت کی انجام دہی کے لیے تیار ہوئے یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ ہم اکثم بن صلیٰ کے قاصد ہیں وہ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔“ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ انہوں نے کہا دوبارہ پڑھئے۔ آپ ﷺ نے پھر پڑھی یہاں تک کہ انہوں نے یاد کر لی پھر واپس جا کر اکثم کو سب خبر کر دی اور کہا اپنے نسب پر اس نے کوئی فخر نہیں کیا صرف اپنا اور اپنے والد کا نام بتا دیا لیکن ہیں وہ بڑے نسب والے، مضر میں اعلیٰ خاندان کے ہیں اور پھر یہ کلمات ہمیں تعلیم فرمائے جو آپ ﷺ کی زبانی ہم نے سنے۔ یہ سن کر اکثم نے کہا کہ وہ تو بڑی اچھی اور اعلیٰ باتیں سکھاتے ہیں اور بری اور سفلی باتوں سے روکتے ہیں۔ میرے قبیلے کے لوگو تم اسلام کی طرف سبقت کرو تا کہ تم دوسروں پر سرداری کرو اور دوسروں کے ہاتھوں میں دُشمن بن کر نہ رہ جاؤ۔ ① اس آیت کے شان نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمد میں وارد ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے فرمایا ”بیٹھے نہیں ہو؟“ وہ بیٹھ گئے آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے دفعۃً اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں کچھ دیر اوپر ہی کودیکھتے رہے پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ ﷺ نے رخ بھی کر لیا اور اس طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ رہے ہوں اور کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہے تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی پھر آپ ﷺ نے نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ آسمان تک آپ ﷺ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ ﷺ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی پہلی بیٹھک پر عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے وہ یہ سب دیکھ رہا تھا اس سے صبر نہ ہو سکا پوچھا کہ حضرت آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا ”تم نے کیا دیکھا؟“ کہا یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر نیچی کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے مجھے چھوڑ دیا پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے کوئی آپ ﷺ سے کچھ کہہ رہا ہو اور آپ اچھی طرح اسے سن سمجھ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اچھا تم نے یہ سب کچھ دیکھا“ اس نے کہا: برابر دیکھتا ہی رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ وحی لے کر آیا تھا“ اس نے کہا اللہ کا بھیجا ہوا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہاں اللہ کا بھیجا ہوا“ پوچھا پھر اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور ﷺ کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا ② اور روایت میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا جو آپ ﷺ نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور فرمایا ”جریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورت کی اس جگہ رکھوں۔“ ③ یہ روایت بھی صحیح ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① اس کی سند میں عبد الملک بن غیر تابعی ہیں جو ارسال کرتے ہیں۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

② احمد، ۳۱۸/۱، وسندہ حسن؛ طبرانی، ۸۳۲۲؛ مجمع الزوائد، ۴۸/۷۔

③ احمد، ۲۱۸/۴، وسندہ ضعیف لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔ مجمع الزوائد، ۴۸/۷، ۴۹۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَفْضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ
 جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي
 نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا تَتَخَذُونَ آيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ
 تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۖ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۖ وَلَيَبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ
 الْقِيَمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب کہ تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی چٹنگی کے بعد توڑ نہ کرو باوجودیکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔ [۹۱] اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاٹنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا کہ ٹھہراؤ تم اپنی قسموں کو آپس کے ٹکڑا کا باعث اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھا چڑھا ہو جائے بات صرف یہی ہے کہ اس زیادتی سے اللہ تعالیٰ تمہیں آزار رہا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قیامت کے دن ہر اس چیز کو کھول کر بیان کر دے گا جس میں تم اختلاف کر رہے تھے۔ [۹۲]

قسموں اور عہد و پیمان کی حفاظت کا حکم: [آیت: ۹۱-۹۲] اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ عہد و پیمان کی حفاظت کریں قسموں کو نبھائیں توڑیں نہیں۔ یہاں قسموں کو نہ توڑنے کی تاکید کی۔ اور آیت میں فرمایا کہ اپنی قسموں کا نشانہ اللہ کو نہ بناؤ اس سے بھی قسموں کی حفاظت کرائی مقصود ہے اور آیت میں ہے کہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے قسموں کی پوری حفاظت کرو۔ پس آیتوں میں یہ حکم ہے اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”واللہ! میں جس چیز پر قسم کھا لوں اور پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور اس نیک کام کو کروں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا“ ① تو مندرجہ بالا آیتوں اور احادیث میں کچھ فرق نہ سمجھا جائے۔ وہ قسمیں اور عہد و پیمان جو آپس کے معاہدے اور وعدے کے طور پر ہوں ان کا پورا کرنا تو بے شک بے حد ضروری ہے اور جو قسمیں رغبت دلانے روکنے کے لئے زبان سے نکل جائیں وہ بے شک کفارہ دے کر ٹوٹ سکتی ہیں۔ پس اس آیت میں مراد جاہلیت کے زمانے جیسی قسمیں ہیں ② چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اسلام میں دو جماعتوں کی آپس میں ایک رہنے کی قسم کوئی چیز نہیں۔ ہاں جاہلیت میں ایسی امداد و اعانت کی جو قسمیں آپس میں ہو چکی ہیں اسلام ان کو اور مضبوط کرتا ہے“ ③ اس حدیث کے پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں کہ ایک برادری والے دوسری برادری والوں سے عہد و پیمان کریں کہ ہم تم ایک ہیں راحت و رنج میں شریک ہیں وغیرہ کیونکہ رشتہ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک برادری کر دیتا ہے مشرق مغرب کے مسلمان ایک دوسرے کے ہمدرد و غم خوار ہیں بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت

① صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿لَا يُوَاحِدُكُمْ اللَّهُ بِاللُّغَوِي آيْمَانِكُمْ﴾ ۶۶۲۳؛ صحیح مسلم،

۱۶۴۹؛ احمد، ۴/۴۰۱؛ مسند ابی عوانہ، ۴/۳۳؛ مسند البزار، ۳۰۳۸۔ ② الطبری، ۱۷/۲۸۲۔

③ احمد، ۴/۸۳؛ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة باب مواخاة النبی ﷺ بین اصحابہ: ۲۵۳۰؛ موارد الظمان،

۲۰۶۱؛ دارمی، ۲/۳۱۸، مصنف عبدالرزاق، ۱۹۲۰۰۔

انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں رسول کریم ﷺ نے انصار و مہاجرین میں قسم تقسی کرائی،^① اس سے یہ ممنوع بھائی بندی مراد نہیں یہ تو بھائی چارہ تھا جس کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے آخر میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ورثہ قرہبی رشتہ داروں سے مخصوص ہو گیا کہتے ہیں اس فرمان الہی سے مطلب ان مسلمانوں کو اسلام پر جے رہنے کا حکم دینا ہے جو حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کے احکام کی پابندی کا اقرار کرتے تھے تو انہیں فرماتا ہے کہ ایسی تاکید ی قسم اور پورے عہد کے بعد کہیں ایسا نہ ہو کہ محمدیوں کی جماعت کی کمی اور مشرکین کی جماعت کی کثرت دیکھ کر تم اسے توڑ دو۔^② مسند احمد میں ہے کہ جب یزید بن معاویہ کی بیعت لوگ توڑنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام گھرانے کے لوگوں کو جمع کیا اور اللہ کی تعریف کر کے اباعد کہہ کر فرمایا کہ ہم نے یزید کی بیعت اللہ و رسول کی بیعت پر کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ہر غدار کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا لگا دیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا یہ غدار ہے فلاں بن فلاں کا۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے بعد سب سے بڑا اور سب سے برا غدار یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی بیعت کسی کے ہاتھ پر کر کے پھر توڑ دینا یا ورکھوتم میں سے کوئی یہ برا کام نہ کرے اور اس بارے میں حد سے نہ بڑھے ورنہ مجھ میں اور اس میں جدائی ہے۔^③ مسند احمد میں ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جو شخص کسی مسلمان بھائی سے کوئی شرط کرے اور اسے پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ مثل اس شخص کے ہے جو اپنے پڑوسی کو امن دینے کے بعد بے پناہ چھوڑ دے“۔^④ پھر انہیں دھمکا تا ہے جو عہد و بیان کی حفاظت نہ کریں کہ ان کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ علیم و خیر ہے کہ میں ایک عورت تھی جس کی عقل میں فوراً تھا سوت کا تنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور مضبوط ہو جانے کے بعد بے وجہ توڑ تاڑ کر پھر کلوے کٹڑے کر دیتی^⑤ تو یہ مثال ہے اس کی جو عہد کو مضبوط کر کے پھر توڑ دے^⑥ یہی بات ٹھیک ہے اب اسے جانے دیجیے کہ واقعہ میں کوئی ایسی عورت تھی بھی یا نہیں جو یہ کرتی ہو یہاں تو صرف مثال مقصود ہے ﴿أَنْتُمْ كُنَّا﴾ کے معنی کلوے کٹڑے۔ ممکن ہے کہ یہ ﴿نَقَضْتُمْ عَهْدَكُمْ﴾ کا اسم مصدر ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدل ہو کان کی خبر کا یعنی انکاث نہ بنو جمع نکت کی ناکٹ سے پھر فرماتا ہے کہ قسموں کو مکر و فریب کا ذریعہ نہ بناؤ کہ اپنے سے بڑوں کو اپنی قسموں سے اطمینان دلاؤ اور اپنی ایمانداری اور نیک نیتی کا سک بٹھا کر پھر غداری اور بے ایمانی کر جاؤ ان کی کثرت دیکھ کر جھوٹے وعدے کر کے صلح کر لو۔ اور پھر موقعہ پا کر لڑائی شروع کر دو ایسا نہ کرو۔ پس جبکہ اس حالت میں بھی عہد شکنی حرام کر دی تو اپنے غلبے اور اپنی کثرت کے وقت تو بطور اولیٰ حرام ہوئی۔ بحمد اللہ ہم سورۃ انفال میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ لکھ آئے ہیں کہ ان میں اور شاہ روم میں ایک مدت تک کے لیے صلح نامہ ہو گیا تھا اس مدت کے خاتمے کے قریب آپ نے مجاہدین سرحد روم کی طرف روانہ کئے کہ وہ سرحد پر پڑاؤ ڈالیں اور مدت کے ختم ہوتے ہی دھاوا کر دیں تاکہ رومیوں کو تیاری کا موقع نہ ملے۔ جب حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ہوئی تو آپ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے =

① صحیح بخاری، کتاب الکفالة، باب قول الله عز وجل ﴿وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ ۲۲۹۴؛ صحیح مسلم،

کتاب فضائل الصحابة، باب مواخاة النبي ﷺ بین اصحابه: ۲۵۲۹؛ ابو داود، ۲۹۶۶؛ احمد، ۱۱۱/۳؛ مسند ابی یعلیٰ،

۴۰۲۳؛ بیہقی، ۶/۲۶۲؛ الأدب المفرد، ۵۶۹۔ ② الطبری، ۱۷/۲۸۱ اس کی سند میں ابویسلی نامعلوم راوی ہے اور اس کا ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لقاء ثابت نہیں ہو سکتا ہے یہ ابن ابی السلی ضعیف راوی ہو۔ واللہ اعلم۔ ③ احمد، ۴۸/۲؛ صحیح بخاری، کتاب

الفتن، باب إذا قال عند قوم شینا ثم خرج فقال بخلافه، ۷۱۱، ۳۱۸۸؛ صحیح مسلم، ۱۷۳۵۔

④ احمد، ۵/۴۰۴، وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۴/۱۶۷ اس کی سند میں حجاج بن ارجطہ کثیر الخطاء اور کس راوی ہے۔

(التقریب، ۱/۱۵۲) جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ ⑤ الطبری، ۱۷/۲۸۵۔ ⑥ ایضاً۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَلَتَسْأَلَنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِنَا كُفْرًا دَخَلْنَا بَيْنَكُمْ فَتَرِلَ قَدَمٌ بَعْدَ بُيُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۝ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ وَلَا تَسْتُرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۝ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۝ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے یقیناً تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے باز پرس کی جائے والی ہے۔ [۹۳] تم اپنی قوموں کو آپس کی دعا بازی کا بہانہ بناؤ پھر تو تمہارے قدم اپنی مضبوطی کے بعد ڈگمگا جائیں گے اور تمہیں سخت سزا برداشت کرنی پڑے گی کیونکہ تم نے راہ الہی سے روک دیا اور تمہیں بڑا سخت عذاب ہوگا [۹۴] تم اللہ کے عہد کو توڑنے والے کے بدلے سزا دیا کرو یا در کھو اللہ کے پاس کی چیز ہی تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم میں علم ہو۔ [۹۵] تمہارے پاس جو کچھ ہے سب فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے باقی ہے صبر کرنے والوں کو ہم ان کے بھلے اعمال کا بہترین بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ [۹۶]

= اللہ اکبر! اے معاویہ! عہد پورا کرو غدر اور بد عہدی سے بچو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس قوم سے عہد معاہدہ ہو جائے تو جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو جائے کوئی گروہ کھولنے کی بھی اجازت نہیں۔ یہ سنتی ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکروں کو واپس بلوالیا۔ ① ﴿اَرْسِي﴾ سے مراد اکثر ہے۔ اس جملے کا یہ بھی مطلب ہے کہ دیکھا کہ دشمن قوی اور زیادہ ہے صلح کر لی اور اس صلح کو ذریعہ فریب بنا کر انہیں غافل کر کے چڑھ دوڑے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ ایک قوم سے معاہدہ کر لیا پھر دیکھا کہ دوسری قوم ان سے زیادہ قوی ہے اس سے معاملہ کر لیا اور اگلے معاہدہ کو توڑ دیا یہ سب منع ہے۔ اس کثرت سے اللہ تمہیں آزماتا ہے یا یہ کہ اپنے اس حکم سے یعنی پابندی وعدہ کے حکم سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور تم میں صحیح فیصلے قیامت کے دن وہ آپ کر دے گا۔ ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دے گا نیکوں کو نیک بدوں کو بد۔ ②

ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں: [آیت: ۹۳-۹۶] اگر اللہ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب و مسلک ہوتا جیسے فرمایا ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ③ یعنی اللہ تعالیٰ کی چاہت ہوتی تو اسے لوگوں کو سب کو وہ ایک ہی گروہ کر دیتا۔ اور آیت میں ہے کہ اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ با ایمان ہی ہوتے۔ یعنی ان میں موافقت یگانگت ہوتی اختلاف بغض بالکل نہ ہوتا۔ تیرا رب قادر ہے کہ اگر چاہے سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دے، لیکن یہ تو مختلف ہی رہیں گے مگر جن پر تیرے رب =

① ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی الإمام یكون بینہ وبين العدو عهد فیسیر نحوه، ۲۷۵۹، وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۱۵۸۰؛ شعب الایمان، ۴۳۵۹۔

② الطبری، ۲۸۷/۱۷۔ ③ ۵/ المائدة: ۴۸۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنِثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةًۖ

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ: جو شخص نیک عمل کر لے مرد ہو یا عورت ہو لیکن ہو با ایمان تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور ضرور دیں گے۔ [۹۷]

= کارِ رحم ہو اسی نے انہیں پیدا کیا ہے ہدایتِ ضلالت اسی کے ہاتھ ہے قیامت کے دن وہ حساب لے گا پوچھ گچھ کرے گا اور چھوٹے بڑے نیک بدکل اعمال کا بہترین بدلہ دے گا۔ پھر مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ قسموں کو عہد و پیمان کو مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ ثابتِ قدمی کے بعد پھسل جاؤ گے جیسے کوئی سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور تہا را یہ کام اوروں کے راہ الہی سے رکنے کا سبب بن جائے گا جس کا بدترین وبال تم پر پڑے گا۔ کیونکہ کفار جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے عہد کر کے توڑ دیا وعدے کا خلاف کیا تو انہیں دین کے ساتھ وثوق اور اعتماد نہ رہے گا پس وہ اسلام قبول کرنے سے رک جائیں گے اور ان کے اس رکنے کے باعث چونکہ تم بنو گے اس لیے تمہیں بڑا عذاب ہوگا اور سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کو سچ میں رکھ کر جو وعدے کرو اس کی قسمیں کھا کر جو عہد و پیمان ہوں انہیں دنیوی لالچ سے توڑ دینا بدل دینا تم پر حرام ہے۔ گو ساری دنیا حاصل ہو جائے تاہم اس حرمت کے مرتکب نہ بنو کیونکہ دنیا بچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہی بہتر ہے اس جزا اور اس ثواب کی امید رکھو۔ جو اللہ تعالیٰ کی اس بات پر یقین رکھے۔ اسی کا طالب رہے اور حکم الہی کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی تمکبانی کرے اس کے لیے جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہت بہتر ہے اسے اچھی طرح جان لو۔ نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخرت ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ سنو دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں۔ مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا میں انہیں قیامت کے دن ان کے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا۔

نیک اعمال کا بہتر بدلہ ضرور ملے گا: [آیت: ۹۷] اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ اپنے ان بندوں سے جو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول پر ایمان کامل رکھیں اور کتاب و سنت کی تابعداری کے ماتحت نیک اعمال کریں وعدہ کرتا ہے کہ وہ انہیں دنیا میں بھی بہترین اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا عمرِ عمر ہوگی خواہ وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ساتھ ہی انہیں اپنے پاس دارِ آخرت میں بھی ان کی نیک اعمالیوں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔ دنیا میں پاک اور حلال روزی قناعت خوش نفس سعادت پاکیزگی عبادت کا لطف اطاعت کا مزہ دل کی ٹھنڈک سینے کی کشادگی سب ہی کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایماندار نیک اعمال کرنے والے کو عطا ہوتی ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اس نے فلاح حاصل کر لی جو مسلمان ہو گیا اور برابر سرابِ روزی دیا گیا اور جو ملا اس پر قناعت نصیب ہوئی۔“ ① اور حدیث میں ہے ”جسے اسلام کی راہ دکھا دی گئی اور =

① احمد، ۲/۱۶۸؛ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب فی الکفاف والقناعة: ۱۰۵۳؛ ترمذی، ۲۳۴۸؛ ابن ماجہ، ۴۱۳۸؛ ابن حبان، ۲۷۰؛ حاکم، ۴/۱۳۷؛ بیہقی، ۴/۱۹۶؛ المعجم الاوسط، ۴۶۷۰؛ مسند عبد بن حمید، ۳۴۱؛ شعب الایمان، ۲۹۱/۷۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ
سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ
يَتَوَكَّلُونَهُ وَالَّذِينَ هُم بِه مُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ: قرآن پڑھنے کے وقت راندے ہوئے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر لیا کر۔ [۹۸] ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا۔ [۹۹] ہاں اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اسی سے رفاقت کریں اور اسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں۔ [۱۰۰]

= جسے پیٹ پالنے کا ٹکڑا میسر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قناعت سے بھر دیا اس نے نجات پائی (ترمذی)۔ ① صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اس کی نیکی کا بدلہ دنیا میں عطا فرماتا ہے اور آخرت کی نیکیاں بھی اسے دیتا ہے ہاں کافرا اپنی نیکیاں دنیا میں ہی کھا لیتا ہے۔ آخرت کے لیے اس کے ہاتھ میں کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔“ ②

تلاوت قرآن کے آغاز میں شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا: [آیت: ۹۸-۱۰۰] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبانی اپنے مومن بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے وہ ﴿اعُوْذُ﴾ پڑھ لیا کریں۔ یہ حکم فرضیت کے طور پر نہیں ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اعوذ کی پوری بحث مع معنی وغیرہ کے ہم اپنی اس تفسیر کے شروع میں لکھ آئے ہیں فَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔ اس حکم کی مصلحت یہ ہے کہ قاری قرآن خلط ملط ہو جانے غور و فکر سے رک جانے اور شیطانی وسوسوں کے آنے سے بچ جائے۔ اسی لیے جمہور کہتے ہیں کہ قرأت شروع کرنے سے پہلے اعوذ پڑھ لیا کرے۔ کسی کا قول یہ بھی ہے کہ ختم قرأت کے بعد پڑھے۔ ان کی دلیل یہی آیت ہے لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور احادیث کی دلالت بھی اسی پر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ پھر فرماتا ہے کہ ایماندار متوکلین کو وہ ایسے گناہوں میں چھانسن نہیں سکتا جن سے وہ توبہ ہی نہ کریں ③ اس کی کوئی حجت ان کے سامنے چل نہیں سکتی۔ یہ مخلص بندے اس کے گہرے مکر سے محفوظ رہتے ہیں ہاں جو اسکی اطاعت کریں ④ اس کے کہے میں آجائیں اسے اپنا دوست اور حمایتی ٹھہرائیں اسے اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں شریک کرنے لگیں ان پر تو یہ چھا جاتا ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ”ب“ کو سیبیہ بتلائیں یعنی وہ اسکی فرمانبرداری کے باعث اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت کرنے لگ جائیں یہ معنی بھی ہیں کہ وہ اسے اپنے مال میں اپنی اولاد میں شریک الہی ٹھہرائیں۔

① حاکم، ۱۲۲/۴؛ ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ: ۲۳۴۹، وسندہ حسن اس میں (نجات پائی) کی جگہ (خوشخبری ہے) کے الفاظ ہیں مزید دیکھئے احمد، ۱۹/۶؛ ابن حبان، ۷۰۵؛ حاکم، ۹۰/۱؛ موارد الظمان، ۲۵۴۱؛ المعجم الکبیر، ۷۸۶۔

② صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة وتعجیل حسنات الکافر فی الدنیا ۲۸۰۸؛ احمد، ۱۲۳/۳؛ ابن حبان، ۳۷۷؛ مسند الطیالسی، ۲۰۱۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۸۴۴۔

③ الطبری، ۲۹۴/۱۷۔ ④ الطبری، ۲۹۴/۱۷۔

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنْزِلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۖ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِي ۖ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے اسے وہ خوب جانتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ تو تو بہتان باز ہے بات یہ ہے کہ ان میں اکثر جانتے ہی نہیں۔ [۱۰۱] کہہ دے کہ اے تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت اور ہدایت عطا فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت کے لیے۔ [۱۰۲] ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے۔ اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجیبی ہے اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے۔ [۱۰۳]

نسخ کی حکمت مشرک نہیں جانتے: [آیت: ۱۰۱-۱۰۳] شرکوں کی کم عقلی بے ثباتی اور بے یقینی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں ایمان کیسے نصیب ہو؟ یہ تو ازل ہی بد نصیب ہیں تاخیر منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا۔ اتنا نہیں جانتے کہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے جو ارادہ کرے حکم دے ایک حکم کو اٹھا دے دوسرے کو اس کی جگہ رکھ دے ① جیسے آیت ﴿مَا نَسَخْ﴾ ② میں فرمایا ہے پاک روح یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقانیت و صداقت کے عدل و انصاف کے ساتھ لے کر تیری جانب آتے ہیں تاکہ ایماندار ثابت قدم ہو جائیں۔ اب اترا مانا، پھر اتر ا پھر مانا ان کے دل رب کی طرف جھکتے رہیں تازہ تازہ کلام اللہ سنتے رہیں مسلمانوں کے لیے ہدایت و بشارت ہو جائے اللہ اور رسول اللہ کے ماننے والے راہ یافتہ ہو کر خوش ہو جائیں۔

کافروں کا ایک بہتان اور اس کا رد: کافروں کی ایک بہتان بازی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسے یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے۔ قریش کے کسی قبیلے کا ایک عجیبی غلام تھا صفا پہاڑی کے پاس خرید و فروخت کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ کبھی کبھی اس کے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے اور کچھ باتیں کر لیا کرتے تھے۔ یہ شخص صحیح عربی زبان بولنے پر قادر بھی نہ تھا۔ ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل اپنا مطلب ادا کر لیا کرتا تھا۔ اس افترا کا جواب جناب باری تعالیٰ دیتا ہے کہ وہ کیا سکھائے گا جو خود بولنا نہیں جانتا عجیبی زبان کا آدمی ہے اور یہ قرآن تو عربی زبان میں ہے پھر فصاحت و بلاغت والا کمال سلاست والا عمدہ اور اعلیٰ پاکیزہ اور بالا معنی مطلب الفاظ و اقعات میں سب سے زالا۔ بنی اسرائیلی آسمانی کتابوں سے بھی منزلت اور رفعت والا وقعت اور عزت والا تم میں اگر ذرا سی عقل ہوتی تو یوں ہتھیلی پر چراغ رکھ کر چوری کرنے کو نہ نکلتے ایسا جھوٹ نہ کہتے جو بے وقوفوں کے ہاں بھی نہ چل سکے۔ میرت ابن اسحاق میں ہے۔ کہ ایک نصرانی غلام جسے جبر کہا جاتا تھا جو حضری قبیلے کے کسی شخص کا غلام تھا اس کے پاس رسول اللہ ﷺ مردہ کے پاس بیٹھ جایا =

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
 يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝
 مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إيمَانِهِ إِلَّا مِنْ أَكْرَهٍ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ
 مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
 ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
 الْكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَسَمِعَتْهُمْ أَبْصَارُهُمْ
 وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ لَا جَرَمَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیاتوں پر ایمان نہیں رکھتے انہیں اللہ کی طرف سے بھی رہنمائی نہیں ہوتی۔ اور ان کے لیے المناک عذاب ہیں۔ [۱۰۳]
 جھوٹ افتر اتو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ کی آیاتوں پر ایمان نہیں ہوتا یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ [۱۰۵] جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے
 کفر کرے۔ بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر غضب الہی ہے اور انہی کے
 لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ [۱۰۶] یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو براہ راست
 نہیں دکھاتا۔ [۱۰۷] یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور جن کے کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل
 ہیں۔ [۱۰۸] کچھ شک نہیں کہ یہی لوگ آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ [۱۰۹]

= کرتے تھے اس پر مشرکین نے خبر اڑائی کہ یہ قرآن اسی کا سکھایا ہوا ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ ① کہتے ہیں کہ اس
 کا نام یحیش تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مکہ میں ایک لوہار تھا جس کا نام بلعام تھا یہ عجی شخص تھا اسے حضور ﷺ تعلیم دیتے تھے تو
 آپ کا اس کے پاس آنا جانادیکھ کر قریش مشہور کرنے لگے کہ یہی شخص آپ کو کچھ سکھاتا ہے اور آپ ﷺ اسے کلام اللہ کے نام سے
 اپنے حلقے میں سکھاتے ہیں۔ ② کسی نے کہا ہے مراد اس سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن یہ قول تو نہایت بودا ہے کیونکہ حضرت
 سلمان رضی اللہ عنہ تو مدینے میں آپ سے ملے اور یہ آیت مکہ میں اتری ہے۔ عبید اللہ بن مسلم کہتے ہیں ہمارے دو کامی آدمی روم کے رہنے
 والے تھے جو اپنی زبان میں اپنی کتاب پڑھتے تھے۔ حضور ﷺ بھی جاتے آتے کبھی ان کے پاس کھڑے ہو کر سن لیا کرتے اس پر
 مشرکین نے اڑایا کہ انہی سے آپ قرآن سیکھتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ③ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشرکین میں
 سے ایک شخص تھا جو جی لکھا کرتا تھا اس کے بعد وہ اسلام سے مرتد ہو گیا اور یہ بات گھڑی اللہ کی لعنت اس پر۔

آقا ﷺ کی صداقت کا بیان: [آیت: ۱۰۳-۱۰۹] جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے اللہ کی کتاب سے غفلت کرے اللہ کی

① یہ معطل یعنی ضعیف ہے۔

② الطبری، ۱۷/۲۹۸ اس کی سند میں مسلم بن کیران ضعیف راوی ہے۔ (الجرم والتعديل: ۸/۱۹۲) ③ یہ معطل روایت ہے۔

باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو اللہ بھی دور ڈال دیتا ہے انہیں دین حق کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ آخرت میں سخت دردناک عذابوں میں پھنستے ہیں پھر فرمایا کہ یہ رسول ﷺ اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے نہیں یہ کام تو بدترین مخلوق کا ہے جو طغ و کافروں ان کا جھوٹ لوگوں میں مشہور ہوتا ہے۔ اور آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام مخلوق سے بہتر و افضل دین دار اللہ شناس بچوں کے سچے ہیں سب سے زیادہ کمال علم و ایمان عمل و نیکی میں آپ ﷺ کو حاصل ہے۔ سچائی میں، بھلائی میں، یقین میں، معرفت میں آپ ﷺ کا ثانی کوئی نہیں۔ ان کافروں سے ہی پوچھ لو یہ بھی آپ کی صداقت کے قائل ہیں آپ کی امانت کے مداح ہیں۔ آپ ان میں محمد ﷺ امین کے ممتاز لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ شاہ روم ہر قل نے جب ابوسفیان سے آنحضرت ﷺ کی نسبت بہت سے سوالات کئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے تم نے اسے کبھی جھوٹ کی طرف نسبت کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کبھی نہیں۔ اس پر شاہ نے کہا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وہ شخص جس نے دنیوی معاملات میں لوگوں کے بارے میں کبھی جھوٹ کی گندگی سے اپنی زبان خراب نہ کی ہو وہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ①

مجبوراً کفر کا ارتکاب ناقض ایمان نہیں: اللہ سبحانہ و تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سیدہ کھل جائے اس پر اطمینان کر لیں یہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے پھر اس سے پھر گئے اور انہیں آخرت میں بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا کی محبت کی اور اسلام پر مرد ہونے کو ترجیح دی صرف دنیا طلی کی وجہ سے۔ چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے اللہ کی طرف سے ثابت قدمی انہیں نہ ملی دلوں پر مہر میں لگ گئیں نفع کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کان اور آنکھیں بھی بے کار ہو گئیں نہ حق سن سکیں نہ دیکھ سکیں۔ پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے یقیناً ایسے لوگ قیامت کے دن اپنا اور اپنے والوں کا نقصان کرنے والے ہیں۔ پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استنفا کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں۔ لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اتری ہے جبکہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبور اور کرہا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی موافقت کی پھر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ② شععی، قتادہ اور ابو مالک رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ③ ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے پھر حضور ﷺ کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے جما ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔“ ④ یہی میں اس سے بھی زیادہ تفصیل سے ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا۔ پھر آپ ﷺ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں عذابوں سے نہ چھوڑا گیا

① صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ: ۷۔ صحیح مسلم، ۱۷۷۳: ابن حبان،

۶۵۵۴: مسند ابی عوانہ، ۶۷۲۶: بیہقی، ۱۷۸/۹: السنن الکبریٰ للنسائی، ۶/۳۳۰: مصنف عبدالرزاق، ۹۷۲۴: احمد،

۱/۲۶۲: مسند ابی یعلیٰ، ۲۶۱۷۔ ② الطبری، ۱۷/۳۰۴۔ ③ ایضاً۔

④ الطبری، ۱۷/۳۰۴: حاکم، ۲/۳۵۷: سند حسن امام حاکم اور ذہبی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا ”تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟“ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن۔ فرمایا ”اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔“ ① اسی پر یہ آیت اتری۔ پس علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و اکراہ کیا جائے اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ۔ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ! اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چھینے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔ اسی طرح حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسئلہ کذاب نے کہا کیا تو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی بھی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر یہی سوال و جواب ہوا دوسرا عضو جسم کٹ گیا۔ یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوا اور آپ کو بھی خوش رکھے۔ مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو ہاں بیشک میں انہیں قتل کر دیتا“ اس لیے کہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔“ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ماں پر افسوس۔ ② اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی وارد کیا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اب پھر یہودی ہو گیا ہے ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں تو آپ نے فرمایا واللہ! میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن ناڑا دو یہی فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کر دو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ ③ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں پس افضل و اولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گواہی قتل بھی کر دیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ عبد اللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوا اور اپنی شاہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں صحابی نے جواب دیا کہ یہ تو کیا؟ اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی ﷺ سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بجکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی =

① بیہقی، ۲۰۸/۸، ۲۰۹ وسندہ حسن۔ ② احمد، ۱/۲۱۷؛ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب لا یعذب

بغداد اللہ ۳۰۱۷، ۶۹۲۲؛ ابو داود، ۴۲۵۱؛ ترمذی، ۱۴۵۸؛ ابن ماجہ، ۲۵۳۵؛ مختصرأ، دار قطنی، ۱۰۸/۳۔

③ احمد، ۵/۲۳۱؛ صحیح بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین و قتالہم؛ ۶۹۲۳؛ صحیح مسلم، ۱۷۳۳۔

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثَمَّ جَاهِدُوا وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ
رَبَّكَ مِنَ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا
وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ترجمہ: جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا بیشک تیرا پروردگار ان باتوں کے بعد انہیں بخشے
والا اور مہربانیاں کرنے والا ہے۔ [۱۱۰] جس دن ہر شخص اپنی ذات کے لئے لڑتا جھگڑتا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے اعمال
کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں پر مطلقاً ظلم نہ کیا جائے گا۔ [۱۱۱]

= نصرانیت قبول کر لو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخربادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتار لو پھر
حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان
قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دواسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی
کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہو کر رہ گئے گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں۔ پھر بادشاہ نے حضرت
عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا
جائے گا آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن! کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کو چھوڑ دوں اسی وقت بادشاہ نے
حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے
دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جائیں انہیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے کہ اسے امید
بندھ تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا۔ ریرمرا مذہب قبول کر کے میری وامادی
میں آ کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ! آج ایک ہی جان ہے جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا
ہوں کاش کے میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ خدا میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔
بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس
بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس
حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں اب
بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول
فرمایا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ جب حضرت عبداللہ
بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت
عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ ①

ہجرت اور جہاد کا بدلہ بخشش ہے: [آیت: ۱۱۰-۱۱۱] یہ دوسری قسم کے لوگ ہیں جو بوجہ اپنی کمزوری اور مسکینی کے مشرکین کے

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿١٣٠﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٣١﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس ہستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس با فراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا جامہ پہنایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوت کا۔ [۱۳۰] ان کے پاس انہی میں سے رسول پہنچا پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا آخر انہیں عذاب نے آدو چا وہ تھے ہی گناہ گار۔ [۱۳۱]

= ظلم کے شکار تھے اور ہر وقت بچکے جاتے تھے آخر انہوں نے ہجرت کی مال اولاد ملک وطن کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جماعت میں مل کر پھر جہاد کے لیے نکل پڑے اور صبر و سہار سے اللہ کے کلمے کی بلندی میں مشغول ہو گئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ان کاموں یعنی قبولیت فتنہ کے بعد بھی بخشے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ بروز قیامت ہر شخص اپنے چمٹکارے کے فکر میں لگا ہوگا کوئی نہ ہوگا جو اپنی ماں یا باپ یا بھائی یا بیوی کی طرف سے کچھ کہن سن کرے۔ اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا نہ ثواب گھٹے نہ گناہ بڑھے اللہ ظلم سے پاک ہے۔

نعمتوں کی ناشکری کا نتیجہ: [آیت ۱۱۳-۱۱۴] اس سے مراد اہل مکہ ہیں یہ امن و اطمینان میں تھے آس پاس لڑائیاں ہوتیں یہاں کوئی آنکھ بھر کر بھی نہ دیکھتا جو یہاں آجائے امن میں سمجھا جاتا جیسے قرآن نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں اگر ہم ہدایت کی پیروی کریں تو اپنی زمین سے اچک لئے جائیں کیا ہم نے انہیں امن و امان کا حرم نہیں دے رکھا؟ جہاں ہماری روزیاں قسم قسم کے پھلوں کی شکل میں ان کے پاس جو طرف سے کبھی چلی آتی ہیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ عمدہ سستی پہنچی روزی اس شہر کے لوگوں کے پاس ہر طرف آ رہی تھی لیکن پھر بھی یہ اللہ کی نعمتوں کے منکر رہے جن میں سب سے اعلیٰ نعمت آنحضرت ﷺ کی بعثت تھی جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿الَّذِينَ يَدُلُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ ① کیا تو نے انہیں دیکھا؟ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کفر سے بدل دی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہنچا دیا جو جہنم ہے جہاں یہ داخل ہوں گے اور جو بری قرار گاہ ہے۔ ان کی اس سرکشی کی سزا میں دونوں نعمتیں و دھمتوں سے بدل دی گئیں امن خوف سے اطمینان بھوک اور گھبراہٹ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی نہ مانی۔ آپ کی مخالفت پر کمر کس لی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے سات قسط سالیوں کی بددعا کی جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھیں۔ اس قسط سالی میں انہوں نے اونٹ کے خون میں لتھڑے ہوئے بال تک کھائے۔ امن کے بعد خوف آیا ہر وقت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے لشکر سے خوفزدہ رہنے لگے آپ کی دن دونی ترقی اور آپ کے لشکروں کی بڑھوتری کو سنتے اور سمجھ جاتے تھے یہاں تک کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کے شہر مکہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر کے وہاں قبضہ کر لیا۔ یہ تھا ان کی بد اعمالیوں کا =

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنَّ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۖ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَلٌ ۖ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

ترجمہ: جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ [۱۱۳] تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا جائے حرام ہیں پھر بھی اگر کوئی شخص بے بس کر دیا جائے نہ وہ ظالم ہو نہ حد سے گزرنے والا ہو تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ [۱۱۵] کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لو۔ سمجھ لو کہ اللہ پر بہتان بازی کرنے والے کا میابی سے محروم ہی رہتے ہیں۔ [۱۱۶] انہیں بہت تھوڑا بہت ملتا ہے اور ان کے لیے ہی دردناک عذاب ہیں۔ [۱۱۷]

= ثمرہ کہ یہ ظلم و زیادتی پڑا رہے ہوئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتے رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ان میں خود ان میں سے ہی بھیجا تھا۔ جس احسان کا بیان آیت ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ﴾ ① میں فرمایا ہے اور اسی کا بیان آیت ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ ② میں ہے اور اسی معنی کی آیت ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ﴾ ③ میں ہے ﴿تَكْفُرُونَ﴾ ④ تک۔ اس لطیف کو بھی نہ بھولے کہ جیسے کفر کی وجہ سے امن کے بعد خوف آیا اور فراخی کے بعد بھوک آئی ایمان کی وجہ سے خوف کے بعد امن ملا اور بھوک کے بعد حکومت سرداری امارت اور امامت ملی۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ۔ سلیم بن نمیر کہتے ہیں ہم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حج سے لوٹتے ہوئے آ رہے تھے اس وقت مدینہ منورہ میں خلیفۃ المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھرے ہوئے تھے۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا اکثر راہ چلتوں سے ان کی بابت دریافت فرمایا کرتی تھیں دوسواروں کو جاتے ہوئے دیکھ کر آدمی بھیجا کہ ان سے خلیفۃ الرسول کا حال پوچھو انہوں نے خبر دی کہ افسوس آپ شہید کر دیئے گئے اسی وقت آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ مدینہ ہی ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَصَرَبَ اللَّهُ﴾ الخ۔ عبید اللہ بن مغیرہ کے شیخ کا بھی یہی قول ہے۔

بعض حرام کردہ اشیاء کا تذکرہ: [آیت: ۱۱۳-۱۱۷] اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی دی ہوئی پاک روزی حلال کرتا ہے اور شکر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اس لیے کہ نعمتوں کا داتا وہی ہے اسی لیے عبادت کے لائق بھی صرف وہی ایک ہے اس کا کوئی شریک اور سا جھی نہیں پھر ان چیزوں کا بیان فرما رہا ہے جو اس نے مسلمانوں پر حرام کر دی ہیں جس میں ان کے دین کا نقصان بھی ہے اور ان کی دنیا کا نقصان بھی ہے جیسے از خود مرا ہوا جانور اور بوقت ذبح بہا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے۔ لیکن جو شخص ان کے کھانے کی طرف بے بس لاچار عاجز محتاج بے قرار ہو جائے اور انہیں

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ

وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ

ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ: یہودیوں پر جو کچھ ہم نے حرام کیا تھا اسے ہم پہلے ہی سے تجھے سنا چکے ہیں ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ [۱۸] جو کوئی جہالت سے برے عمل کر لے پھر توبہ کر لے اور اصلاح بھی کر لے تو پھر بھی تیرا رب بلا شک و شبہ بڑی بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔ [۱۹]

کہا لے تو اللہ بخشش و رحمت سے کام لینے والا ہے۔ سورۃ بقرہ میں اسی جیسی آیت گزر چکی ہے اور وہیں اس کی کامل تفسیر بھی بیان کر دی ہے اب دوبارہ دہرانے کی حاجت نہیں قَالَهُ حَمْدٌ لِلَّهِ۔ پھر کافروں کے رویہ سے مسلمانوں کو روک رہا ہے کہ جس طرح انہوں نے از خود اپنی سمجھ سے حلت حرمت قائم کر لی ہے تم یہ نہ کرو آپس میں طے کر لیا کہ فلاں کے نام کا جانور حرمت و عزت والا بحیرہ، سائبہ، صیلہ، حام وغیرہ۔ فرمان ہے کہ اپنی زبانوں سے جھوٹ موٹ اللہ تعالیٰ کے ذمہ الزام رکھ کر آپ حلال حرام نہ ٹھہراؤ۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی اپنی طرف سے کسی بدعت کو نکالے جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرے یا مباح کو حرام قرار دے اور اپنی رائے اور تشبیہ سے احکام ایجاد کرے۔ ﴿لَمَّا قُصِفَ﴾ میں ما مصدر یہ ہے یعنی تم جھوٹ و صف اپنی زبان سے حلال حرام کا نہ گھڑ لو۔ ایسے لوگ دنیا کی فلاح سے آخرت کی نجات سے محروم ہو جاتے ہیں دنیا میں گو کچھ یونہی سافائدہ اٹھالیں لیکن مرتے ہی المناک عذابوں کا قعر بنیں گے۔ یہاں کچھ چکھا چکھی کر لیں وہاں سخت عذاب بے بسی کے ساتھ برداشت کرنے پڑیں گے جیسے فرمان الہی ہے اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے نجات سے محروم ہیں دنیا میں کچھ یونہی سی پونجی لے لیں پھر تو ہم ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب چکھائیں گے۔ ①

یہودیوں پر بعض حرام چیزوں کا ذکر: [آیت: ۱۱۸-۱۱۹] اوپر بیان گزرا کہ اس امت پر مردار، خون، لحم خنزیر اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے نام کی چیزیں حرام ہیں۔ پھر جو رخصت اس بارے میں تھی اسے ظاہر فرما کر جو آسانی اس امت پر کی گئی ہے اسے بیان فرمایا۔ یہودیوں پر ان کی شریعت میں جو حرام تھا اور جو تنگی اور حرج ان پر تھا اسے بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے ان کی حرمت کی چیزیں پہلے ہی سے تجھے بتلا دی ہیں۔ سورۃ الانعام کی آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُلْفٍ﴾ ② میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے یعنی یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکریوں کی جربہ کو سوائے اس جربہ کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو یہ بدلہ تھا ان کی سرکشی کا ہم اپنے فرمان میں بالکل سچے ہیں۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا وہ خود ناانصاف تھے ان کے ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں حرام کر دیں۔ دوسری وجہ ان کا راہ الہی سے اردوں کو روکنا بھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے اس رحم و کرم کی خبر دیتا ہے جو وہ گنہگار مومنوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ادھر اس نے توبہ کی ادھر رحمت بھری گود اس کے لیے پھیل گئی۔ بعض سلف کا قول ہے کہ اللہ کی نافرمانی جو کرتا ہے وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔ توبہ کہتے ہیں گناہ سے ہٹ جانے کو اور اصلاح کہتے ہیں اطاعت پر کمر کس لینے کو۔ =

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ شَاكِرًا
لِّأَنْعَمِهِ ۖ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ وَاتَّبَعَهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ
وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۖ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ

ترجمہ: بے شک ابراہیم علیہ السلام پیشوا اور اللہ کا فرمانبردار اور ایک طرفہ مخلص تھا وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ [۱۲۰] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا برگزیدہ کر لیا تھا اور اسے راہ راست سکھا دی تھی۔ [۱۲۱] ہم نے اسے دنیا میں بھی ہر طرح کی بہتری دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں بھی البتہ نیک کاروں میں ہے۔ [۱۲۲] پھر ہم نے تیری جانب وحی بھیجی کہ تو ابراہیم حنیف کی پیروی کرتا رہ جو مشرکوں میں سے نہ تھا۔ [۱۲۳]

= پس جو ایسا کرے اس کے گناہ اور اس کی لغزش کے بعد بھی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام رشد و ہدایت کے امام تھے۔ [آیت: ۱۲۰-۱۲۳] امام خفاء والد انبیا، خلیل اللہ رسول جل و علا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف بیان ہو رہی ہے اور مشرکوں، یہودیوں اور نصرانیوں سے انہیں علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ ﴿أُمَّةً﴾ کے معنی امام کے ہیں جن کی اقتدا کی جائے۔ قانت کہتے ہیں اطاعت گزار فرمان بردار کو۔ حنیف کے معنی ہیں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آ جانے والا۔ اسی لیے فرمایا کہ وہ مشرکوں سے بیزار تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب امت قانت کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا لوگوں کو بھلائی سکھانے والا اور اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کی ماتحتی کرنے والا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امت کے معنی ہیں لوگوں کے دین کا معلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ امت قانت اور حنیف تھے اس پر کسی نے اپنے دل میں سوچا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ غلطی کر گئے ایسے تو با شہادت قرآن حضرت خلیل الرحمن تھے۔ پھر زبانی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو امت کے کیا معنی؟ اور قانت کے کیا معنی؟ امت کہتے ہیں اسے جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور قانت کہتے ہیں اسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے ① بیشک (حضرت) معاذ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ تھا امت تھے اور تابع فرمان تھے وہ اپنے زمانہ میں تھا موجد مؤمن تھے باقی تمام لوگ اس وقت کافر تھے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہدایت کے امام تھے اور اللہ کے غلام تھے اللہ کی نعمتوں کے قدردان اور شکر گزار تھے اور رب کے تمام احکام کے عامل تھے جیسے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَابْرَاهِيمَ الْبَدِیُّ وَفِیْہٖ ۝۲﴾ ② وہ ابراہیم جس نے پورا کیا یعنی اللہ کے تمام احکام مانے اور بجالایا۔ اسے اللہ نے مختار اور مصطفیٰ بنالیا جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ اٰتٰیْنَا اِبْرٰہِیْمَ رُسُلًا ۝۳﴾ ③ ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو رشد و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔ اسے ہم نے راہ مستقیم کی رہبری کی تھی صرف ایک اللہ وحدہ لا شریک لہ کی وہ عبادت و اطاعت کرتے تھے اور اللہ کی پسندیدہ شریعت پر قائم تھے۔ ہم نے انہیں دین و دنیا کی خیر کا جامع بنایا تھا اپنی پاکیزہ زندگی کے تمام ضروری اوصاف حمیدہ ان میں تھے۔ ساتھ ہی آخرت میں بھی نیکیوں کے ساتھ اور صلاحیت والے تھے ان کا پاک ذکر دنیا میں بھی باقی رہا اور آخرت میں بڑے عظیم الشان =

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَكْمُرُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ: ہفتے کے دن کی عظمت تو صرف ان لوگوں کے ذمے ہی ضروری کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا بات یہ ہے کہ تیرا پروردگار آپ ہی ان میں ان کے اختلاف کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا۔ [۱۲۳]

= درجے ملے۔ ان کے کمال ان کی عظمت ان کی محبت توحید اور ان کے پاک طریق پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ اے ختمِ رسل! اے سید الانبیاء! تجھے بھی ہمارا حکم ہو رہا ہے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام حنیف کی پیروی کر جو مشرکوں سے بری الذمہ تھا۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ① کہہ دے کہ مجھے میرے رب نے صراطِ مستقیم کی راہبری کی ہے مضبوط اور قائم دین ابراہیم حنیف کی جو مشرکوں میں نہ تھا پھر یہودیوں پر انکار ہو رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے۔

ہر امت کے لیے ہفتہ کے بعض دنوں کی حرمت کا بیان: [آیت: ۱۲۳] ہر امت کے لیے ہفتے میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائیں۔ اس امت کے لیے وہ دن جمعہ کا دن ہے اس لیے وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا کمال کیا اور ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرمادی۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہی دن بنی اسرائیل کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتے کے دن کو لے بیٹھے یہ سمجھ کر کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہو گئی ہفتے کے دن اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پس تورات جب اتری ان پر وہی ہفتے کا دن مقرر ہوا اور انہیں حکم ملا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں ہاں یہ ضرور فرمایا گیا تھا کہ (آنحضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی اتباع کریں اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا۔ پس ہفتے کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لیے چھنا تھا اور آپ ہی جمعہ کو چھوڑا تھا۔ ②

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانہ تک یہ ایسی پر رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے تورات کی شریعت چھوڑی نہ تھی سوائے بعض منسوخ احکام کے اور ہفتے کے دن کی محافظت آپ نے بھی برابر جاری رکھی۔ جب آپ اوپر چڑھا لیے گئے تو آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں صرف یہودیوں کی ضد میں آکر صحرہ سے مشرق جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کر لیا اور ہفتے کے بجائے اتوار کا دن مقرر کر لیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی یہ دن بھی اللہ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے ہی پیچھے ہیں یہود ایک دن پیچھے نصاریٰ دو دن“ ③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتے کا دن رکھا نصاریٰ نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا ہوا پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ ہمارے پیچھے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہی رہیں گے ہم دنیا کے اعتبار سے پیچھے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے =

① ۶/ الانعام: ۱۶۱۔ ② الطبری، ۱۷/ ۳۲۰۔

③ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة: ۸۷۶؛ صحیح مسلم، ۸۵۵۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ
 أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝
 وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
 لِلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي
 ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلاتا رہ اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیا کر یقیناً تیرا رب اپنی راہ سے ہٹنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔ [۱۲۵] اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو بے شک صابروں کے لیے یہی بہتر سے بہتر ہے۔ [۱۲۶] تو صبر کر۔ بغیر اللہ کی توفیق کے تو صبر کر ہی نہیں سکتا تو ان کے حال پر رنجیدہ نہ ہو۔ اور جو مکر و فریب یہ کرتے رہتے ہیں ان سے تشکل نہ ہو۔ [۱۲۷] یقیناً مان کہ اللہ تعالیٰ پر ہمیز گاروں اور نیک کاروں کے ساتھ ہے۔ [۱۲۸]

= پہلے ہیں یعنی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے۔ (مسلم) ①

نصیحت اور حکمت سے مراد: [آیت: ۱۲۵-۱۲۸] اللہ تعالیٰ رب العالمین اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ مخلوق الہی کو اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف بلائیں حکمت سے مراد بقول امام ابن جریر رحمہ اللہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ ہے اور اچھے وعظ سے مراد جس میں ڈر اور دھمکی بھی ہو کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اللہ کے عذابوں سے بچاؤ طلب کریں ② ہاں یہ بھی خیال رہے کہ اگر کسی سے مناظرے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نرمی اور خوش لفظی سے ہو جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ③ اہل کتاب سے مناظرے مجادلے کا بہترین طریقہ ہی برتا کرو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی نرمی کا حکم ہوا تھا۔ دونوں بھائیوں کو یہ کہہ کر فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا کہ اسے نرم بات کہنا تا کہ عبرت حاصل کرے اور ہوشیار ہو جائے۔ راہ بھٹکے اور راہ لگے سب اللہ کے علم میں ہیں۔ شقی و سعید سب اس پر واضح ہیں وہاں لکھے جا چکے ہیں اور تمام کاموں کے انجام سے فراغت ہو چکی ہے۔ آپ تو اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہیں لیکن نہ ماننے والوں کے پیچھے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنے۔ آپ ہدایت کے ذمہ دار نہیں آپ صرف آگاہ کرنے والے ہیں آپ پر پیغام کا پہنچا دینا ہے حساب ہم آپ لیں گے ہدایت آپ کے بس کی چیز نہیں کہ جسے محبوب سمجھیں ہدایت پر لاکھڑا کر دیں۔ لوگوں کی ہدایت کے ذمے دار آپ نہیں یہ اللہ کے قبضے کی اور اس کے ہاتھ کی چیز ہے۔

حصول قصاص اور صبر کا بیان: قصاص میں اور حق کے حاصل کرنے میں برابری اور انصاف کا حکم ہو رہا ہے۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ

① صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة: ۸۵۶۔

② الطبری، ۱۷/۳۲۱۔ ③ ۲۹/العنکبوت: ۴۶۔

وغیرہ فرماتے ہیں اگر کوئی تم سے کوئی چیز لے لے تو تم بھی اس سے اسی جیسی لے لو۔ ① ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے تو مشرکوں سے درگزر کرنے کا حکم تھا۔ جب ذرا حیثیت دار لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ کی طرف سے بدلے کی رخصت ہو جائے۔ تو ہم بھی ان کتوں سے نبٹ لیا کریں اس پر یہ آیت اتری۔ آخر یہ بھی حکم جہاد سے منسوخ ہو گئی۔ ② حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورہ نحل پوری مکہ مکرمہ میں اتری ہے مگر اس کی یہ تین آخری آیتیں مدینہ منورہ میں اتری ہیں جب کہ جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور آپ کے اعضائے بدن بھی شہادت کے بعد کاٹ لیے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ”اب جب مجھے اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر غلبہ دے گا تو میں ان میں سے میں شخصوں کے ہاتھ پاؤں اسی طرح کاٹوں گا۔“ مسلمانوں کے کان میں جب اپنے محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ پڑے تو ان کے جوش بہت بڑھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ واللہ! ہم ان پر غالب آ کر ان کی لاشوں کے وہ ٹکڑے ٹکڑے کریں گے کہ عربوں نے کبھی ایسا دیکھا ہی نہ ہو اس پر یہ آیتیں اتریں ③ (سیرت ابن اسحاق) لیکن یہ روایت مرسل ہے اور اس میں ایک راوی ایسا ہے جن کا نام ہی نہیں لیا گیا مبہم چھوڑا گیا ہے۔ ہاں دوسری سند سے یہ متصل بھی مروی ہے۔ بزار میں ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب شہید کر دیئے گئے آپ ان کے پاس آن کر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ آہ! اس سے زیادہ دل دکھانے والا منظر اور کیا ہوگا کہ محترم چچا کی لاش کے ٹکڑے آنکھوں کے سامنے بکھرے پڑے ہیں۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ ”آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جہاں تک میرا علم ہے میں جانتا ہوں کہ آپ رشتے ناتے کے جوڑنے والے نیکیوں کو لپک کر کرنے والے تھے۔ واللہ! دوسرے لوگوں کے درد و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تو آپ کے اس جسم کو یونہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ درندوں کے چپٹوں میں سے نکالتا“ یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا۔ جب ان مشرکوں نے یہ حرکت کی ہے تو واللہ میں بھی ان میں سے ستر شخصوں کی بھی درگت بناؤں گا۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام اوجی لے کر آئے اور یہ آیتیں اتریں تو آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ ④ لیکن سند اس کی بھی کمزور ہے اس کے راوی صالح بن بشیر مری ہیں جو ائمہ اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ تو انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔ شععی اور ابن جریج رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی زبان سے نکلا تھا کہ ان لوگوں نے جو ہمارے شہیدوں کی بے حرمتی کی ہے اور ان کے اعضائے بدن کاٹ دیئے ہیں واللہ ہم بھی ان سے اس کا بدلہ لے کر یہی چھوڑیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیتیں اتاریں۔ مسند احمد میں ہے کہ جنگ احد میں ساٹھ انصاری شہید ہوئے اور چھ مہاجر بنی رضی اللہ عنہم۔ اصحاب رسول اللہ کی زبان سے نکل گیا کہ جب ہم ان مشرکوں پر غلبہ پائیں گے تو ہم بھی ان کے ٹکڑے کئے بغیر نہ رہیں گے۔ چنانچہ فتح مکہ والے دن ایک شخص نے کہا کہ آج کے دن کے بعد قریش پہچانے بھی نہ جائیں گے۔ اسی وقت ندا ہوئی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو پناہ دیتے ہیں بجز فلاں فلاں کے جن کے نام لے دیئے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا کہ ہم صبر کرتے ہیں اور بدلہ نہیں لیتے۔ ⑤ اس آیت کریمہ کی مثالیں قرآن کریم میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس میں عدل کی مشروعیت بیان

① الطبری، ۱۹۷/۱۴۔ ② الطبری، ۳۲۴/۱۷۔ ③ یہ روایت مرسل ہے۔

④ مسند البزار، ۱۷۵۹، وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۱۹۷/۳؛ مجمع الزوائد، ۱۱۹/۶۔

⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النحل ۳۱۲۹ باختلاف یسیر وسندہ حسن؛ احمد، ۵/۱۳۵ زوائد عبد اللہ

بن احمد بن حنبل؛ ابن حبان، ۴۸۷؛ دلائل النبوة، ۲۸۹/۳۔

ہوئی ہے اور افضل طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے آیت ﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ ① میں کہ برائی کا بدلہ لینے کی رخصت عطا فرما کر پھر فرمایا ہے کہ جو درگزر کر لے اور اصلاح کر لے اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اسی آیت ﴿وَالْجُورُ حَقٌّ صَاصٌ﴾ ② میں بھی زخموں کا بدلہ لینے کی اجازت دے کر فرمایا ہے کہ جو بطور صدقہ معاف کر دے یہ معافی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ اسی طرح اس آیت میں بھی برابر برابر بدلہ لینے کے جواز کا ذکر فرما کر پھر ارشاد ہوا ہے کہ اگر صبر کر لو تو یہ بہتر ہے۔ پھر صبر کی مزید تاکید کی اور ارشاد فرمایا کہ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں ان سے ہی ہو سکتا ہے جن کی مدد پر اللہ ہو اور جنہیں اس کی جانب سے توفیق نصیب ہوئی ہو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے مخالفین کا غم نہ کھان کی قسمت میں ہی مخالفت لکھ دی گئی ہے نہ ان کے فن فریب سے آزرده خاطر ہو اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے وہی تجھے ان سب پر غالب کرنے والا ہے اور ان کی مکاریوں اور چالاکیوں سے بچانے والا ہے۔ ان کی عداوت اور ان کے برے ارادے تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی تائید ہدایت اور اس کی توفیق ان کے ساتھ ہے جن کے دل اللہ کے ڈر سے اور جن کے اعمال احسان کے جوہر سے مالا مال ہوں۔ چنانچہ جہاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف وحی اتاری تھی کہ ﴿اِنِّیْ مَعَكُمْ فَتَبٰتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ③ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا ﴿لَا تَخَافَا اِنِّیْ مَعَكُمْ اَسْمَعُ وَاٰدٰی﴾ ④ تم خوف نہ کھاؤ میں تمہارے ساتھ ہوں دیکھتا سنتا ہوں۔ غار میں رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ⑤ غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ ⑥ پس یہ ساتھ تو خاص تھا اور مراد اس سے تائید و نصرت الہی کا ساتھ ہونا ہے۔ اور عام ساتھ کا بیان آیت ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اِنَّمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾ ⑦ اور آیت ﴿مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلَاثَةٍ اِلَّا هُوَ رَاٰیہُمْ﴾ ⑧ اور آیت ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِیْ سَانٍ﴾ ⑨ میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور وہ تمہارے اعمال دیکھنے والا ہے اور جو تین شخص کوئی سرگوشی کرنے لگیں ان میں چوتھا اللہ ہوتا ہے اور پانچ میں چھواوا ہوتا ہے اور اس سے کم و بیش میں بھی جہاں وہ ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور تو کسی حال میں ہو یا تلاوت قرآن میں ہو یا تم اور کوئی کام میں لگے ہوئے ہو ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں۔ پس ان آیتوں میں ساتھ سے مراد سننے دیکھنے کا ساتھ ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں حرام کاموں اور گناہ کے کاموں کو اللہ کے فرمان پر ترک کر دینے کے۔ اور احسان کے معنی ہیں پروردگار کی اطاعت و عبادت کو بجالانا۔ جن لوگوں میں یہ دونوں صفیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہتے ہیں۔ جناب باری تعالیٰ ان کی تائید اور مدد فرماتا رہتا ہے ان کے مخالفین اور دشمن ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں سب پر کامیابی عطا فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو باایمان پرہیزگار اور نیک کار ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُوْرَةُ نَحْلٍ خَتَمَ ہُوئی اور اس کے ساتھ ہی چودھواں پارہ تمام ہوا۔

① ۴۲ / الشوری: ۴۰ - ② ۵ / المائدہ: ۴۵ - ③ ۸ / الانفال: ۱۲ - ④ ۲۰ / طہ: ۴۶۔

⑤ ۹ / التوبہ: ۴۰ - ⑥ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب المهاجرین والانصار، ۳۶۵۲؛

صحیح مسلم، ۲۰۰۹ - ⑦ ۵۷ / الحدید: ۴ - ⑧ ۵۸ / المجادلہ: ۷ - ⑨ ۱۰ / یونس: ۶۱۔

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
218	بئی اسرائیل کی دودفعہ سرکشی	191	تفسیر سورہ بنی اسرائیل
218	بیت المقدس پر قبضہ	191	سورہ بنی اسرائیل کی فضیلت
220	انسان کی بے صبری کا بیان	191	آیت معراج کی تفسیر
220	دن اور رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی دلیل	193	کیا آپ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا
221	چاند کے بارے میں ایک سوال	193	واقعہ معراج اور امام احمد رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت
221	ہر کوئی اپنا نامہ اعمال دیکھ لے گا	194	واقعہ معراج اور امام ابو داؤد کی نقل کردہ روایت
222	لفظ طائر کا معنی	195	ابن جریر کی روایت
222	فرمانبرداری میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے	196	ایک اور روایت کا ذکر
226	مشرکین کے بچوں کا کیا انجام ہوگا؟	196	ابن ابی حاتم کی روایت
227	مذکورہ مسئلہ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی وضاحت	198	ایک اور روایت کا ذکر
229	مؤمنوں کے فوت ہو جانے والے بچے کہاں ہوں گے؟	198	مشرکین نے واقعہ معراج کی تصدیق نہ کی
230	اللہ تعالیٰ کا حکم آنے کا مفہوم	199	امام احمد رحمہ اللہ کی نقل کردہ ایک اور روایت
231	اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے	199	دلائل النبوة پر لمبی روایت
231	طالب دنیا کا انجام	202	امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت
231	آخرت میں لوگوں کے مختلف درجات ہوں گے	204	ایک اور روایت کا ذکر
232	اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے	205	ایک اور روایت
232	والدین کا مقام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	206	جزء حسن بن عرفہ کی روایت
234	والدہ کا حق	206	امام احمد رحمہ اللہ کی ایک اور روایت
234	توبہ کرنے والوں کے لئے حکم الہی	207	ایک لمبی روایت کا تذکرہ
235	صلہ رحمی کا حکم	212	نبیہی کی روایت
235	اسراف اور فضول خرچی سے بچنے کا حکم	214	دودھ اور شہد کی وضاحت
236	خرچ کرنے میں درمیانی راہ اختیار کی جائے	214	آپ کا معراج جسمانی تھا یا روحانی
237	طمع سے بچو	215	ابو نعیم کی روایت میں ایک فائدہ
		217	واقعہ معراج کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	معراج کا سبب منظر آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا	237	غریبی اور امیری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
254	ابلیس کی ہٹ دھرمی	238	لوگوں کو تمہارا اور تمہاری اولاد کا رازق اللہ ہے
255	شیطان کو مہلت دی گئی	238	زنا کبیرہ گناہ ہے
255	مال اور اولاد میں شرکت کا مفہوم	239	ناحق قتل حرام ہے
256	کشتیاں تجارت کا ذریعہ ہیں	239	قاتلین عثمان کا معاملہ
256	سمندروں میں بھی کارساز اللہ ہی ہے	240	یتیم کا مال نہ کھاؤ
257	سمندر میں غرق کرنے والا خشکی میں بھی دھنسا سکتا ہے	240	ناپ تول میں کمی نہ کرو
257	تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت	241	بغیر علم کے گواہی نہ دو
258	انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے	241	تکبر کے ساتھ چلنا منع ہے
258	قیامت کے دن امام سے کیا مراد ہے؟	242	عاجزی کی فضیلت
259	اہل حدیث کی فضیلت	243	اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں
259	کفار بروز قیامت اندھے ہوں گے	243	حق کے دلائل واضح ہیں
260	اللہ تعالیٰ ہی پیغمبر ﷺ کو دین پر قائم رکھتا ہے	244	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے
260	جب یہودیوں نے نبی ﷺ کو شام جانے کا مشورہ دیا	246	دلوں پر پردہ کا مفہوم
261	قرآن مجید میں پانچ نمازوں کا ذکر	247	سرداران قریش چھپ کر آنحضرت ﷺ کا قرآن سننے تھے
262	قرآن الفجر کا مفہوم	248	مرنے کے بعد جی اٹھنا
263	پیغمبر ﷺ کو نماز تہجد کا حکم	250	گفتگو مہذب ہونی چاہیے
263	مقام محمود اور آنحضرت ﷺ کے فضائل	250	فرق مراتب
264	شفاعت کا بیان	250	اولو العزم پیغمبروں کا ذکر
264	مقام محمود کے متعلق مزید احادیث	251	جنہیں لوگ معبود سمجھتے ہیں وہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں
265	شفاعت کی لمبی حدیث اور مقام محمود	252	مکرمین کے لئے تباہی ہے
269	آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم	252	نشانیاں دیکھنے کے بعد ایمان نہ لانا عذاب کا باعث ہے
270	غلبہ دین اللہ تعالیٰ کے حکم سے ممکن ہے	252	نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کے لئے ہوتی ہیں
270	حق قائم رہنے والا اور باطل مٹنے والا ہے	253	
270	قرآن مومنوں کے لئے شفا ہے		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
299	جو شخص کھانا لینے گیا اس نے کیا دیکھا؟	271	انسان کی خود غرضی
301	قبر پختہ نہ بنائی جائے	272	جب آپ ﷺ سے روح کے متعلق پوچھا گیا
301	اصحاب کہف کی تعداد	274	قرآن یقیناً معجزہ ہے
301	ہر کام سے پہلے ان شاء اللہ کہنا چاہئے	275	مشرکین کے عجیب مطالبات
303	اصحاب کہف کے ٹھہرنے کی مدت		اکثر لوگ پیغمبروں کے بشر ہونے کی وجہ سے ایمان نہ لائے
304	کمزور صحابہ کی فضیلت کا بیان	279	پیغمبر کی بشریت اللہ تعالیٰ کا انسانیت پر عظیم احسان ہے
304	اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت	279	پیغمبروں کی سچائی کا بڑا گواہ خود اللہ تعالیٰ ہے
305	جہنم کی خوفناکیوں کا ذکر	279	کفار و دوبارہ جی اٹھنے کے قائل نہ تھے
306	فرمانبرداروں کے لئے جنت کی نعمتیں	281	اللہ تعالیٰ نے خزانوں کا مالک کسی انسان کو کیوں نہ بنایا؟
307	دوبارغ والے آدمیوں کا واقعہ	281	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات
310	دنیا کے زوال کی مثال	282	قرآن حق ہے
311	باقیات صالحات کیا ہیں؟	284	قرآن سن کر مومنوں کی کیا کیفیت ہوتی ہے
313	قیامت کی ہولناکیوں اور حساب و کتاب کا ذکر	285	اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے واسطے سے دعا کرو
315	شیطان انسان کا دشمن ہے	285	تفسیر سورہ کہف
316	محدثین اصحاب الجرح والتعديل کا امت پر احسان عظیم	288	سورہ کہف کی فضیلت
317	اللہ تعالیٰ کا کوئی وزیر شیر نہیں ہے	288	اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ذریعہ نور بنایا
317	بروز قیامت مجرم کہیں بھاگ نہ سکیں گے	289	سورہ کہف کا شان نزول
318	انسان بہت جھگڑالو ہے	290	دنیا کی زینیں ختم ہونے والی ہیں
319	لوگ عذاب دیکھنے کا مطالبہ اور حق کا انکار کرتے ہیں	291	اصحاب کہف کا تعارف اور قصہ
319	بڑا ظالم کون ہے؟	291	اصحاب کہف کا زمانہ
320	حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ	293	کچھ عمار کے متعلق
325	حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کی گفتگو	295	اصحاب کہف کا کتا
326	حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑ ڈالی	297	تین سو نو سال کے بعد اصحاب کہف بیدار ہوئے تو؟
327	حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو قتل کر ڈالا	298	اصحاب کہف کا واقعہ مکرر جی اٹھنے کی واضح دلیل ہے
		299	

تفسیر سورۃ بنی اسرائیل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

الَّذِی بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیْكَ مِنْ اٰیٰتِنَا ۚ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

ترجمہ: بڑے مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع۔

پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔ [۱]

سورۃ بنی اسرائیل کی فضیلت: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ کہف اور سورۃ مریم سب سے پہلی سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں۔“ ① مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فطری روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگاتا رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شاید حضور ﷺ یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں اور آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ ہر رات سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر پڑھا کرتے تھے۔ ②

آیت معراج کی تفسیر: [آیت: ۱] اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت و عظمت اور اپنی پاکیزگی و قدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی قدرت کسی میں نہیں۔ وہی عبادتوں کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکہ مکرمہ کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کا مرکز رہا۔ اسی لیے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے اور آپ نے وہیں انہی کی جگہ ان سب کی امامت کی۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ امام اعظم ربیعین مقدم آپ ہی ہیں (صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ)۔ اس مسجد کے ارد گرد ہم نے برکت دے رکھی ہے پھل پھول کھیت اور باغات وغیرہ سے یہ اس لیے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول ﷺ کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا جو آپ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مؤمنوں اور کافروں کی یقین والوں اور منکروں کی سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو وہی دے گا جس کا وہ مستحق ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

معراج کی بابت بہت سی حدیثیں ہیں جواب بیان ہو رہی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپ کو بلایا گیا آپ کے پاس تین فرشتے آئے اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے۔ اس وقت آپ بیت اللہ میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے اگلے نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل، باب نمبر ۱، حدیث ۴۷۰۸۔ ② ترمذی، کتاب فضائل القرآن،

باب قراءۃ سورۃ بنی اسرائیل والزمزم قبل النوم..... ۲۹۲۰ مختصر آئندہ حسن، احمد، ۶/۱۸۹، حاکم، ۴/۴۳۴۔

والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا پھر آپ نے انہیں نہ دیکھا۔ دوسری رات پھر یہ تینوں آئے اس وقت بھی آپ سو رہے تھے۔ لیکن آپ کا سونا اس طرح کا تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا تمام انبیاء کی نیند اسی طرح کی ہوتی ہے۔ اس رات انہوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹایا اور آپ کا سینہ گردن تک خود جبرئیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا جب خوب پاک و صاف کر چکے تو آپ کے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت اور ایمان سے پر تھا اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پر کر دیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا۔ پھر آپ کو آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کو کھٹکھٹایا فرشتوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جبرئیل۔ پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ سب بہت خوش ہوئے اور مرجھا کہتے ہوئے آپ کو لے گئے۔ آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں معلوم نہ کر دیا جائے۔ آپ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے والد (حضرت آدم علیہ السلام) ہیں انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا مرجھا کہا اور فرمایا آپ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں۔ وہاں دوسرے جاری دیکھ کر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نیل اور فرات کا عنصر۔ پھر آپ کو آسمان میں لے چلے۔ آپ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر لؤلؤ اور موتیوں کے بالا خانے تھے جس کی مٹی خالص مشک تھی۔ پوچھا یہ کونسی نہر ہے؟ جواب ملا کہ یہ نہر کوثر ہے یہ آپ کے پروردگار نے آپ کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال جواب وغیرہ ہوئے جو آسمان اول پر اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے۔ پھر آپ کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا۔ ان فرشتوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ۔ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے وہاں بھی وہی کہا سنا گیا۔ پھر چھٹے پر اور پھر ساتویں آسمان پر گئے وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی۔ ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور ﷺ نے بتلائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام اور چوتھے آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام پانچویں والے کا نام مجھے یاد نہیں چھٹے میں حضرت ابراہیم ساتویں میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ (عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) تھے۔ جب آپ یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا۔ اب آپ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ آپ سے بہت ہی نزدیک ہوا بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ پر۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی جانب وحی کی گئی جس میں آپ کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپ وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا دن رات میں پچاس نمازوں کا۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہے آپ واپس جائیے اور کمی کی طلب کیجئے۔ آپ نے حضرت جبرئیل کی طرف دیکھا کہ گویا آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے آپ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ یا اللہ! ہمیں تخفیف عطا ہو میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس اللہ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر آپ واپس لوٹے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر

آپ کو روکا اور یہ سن کر فرمایا جاؤ اور کم کراؤ۔ آپ پھر گئے پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار آیا ہوں انہیں اس سے بھی کم کا حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے چھوڑ بیٹھے آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے جسم کے اعتبار سے بھی اور دل بدن آنکھ کان کے اعتبار سے بھی آپ کو پھر اوپر اور اللہ تعالیٰ سے تحفیف کی طلب کیجیے۔ آپ نے پھر حسب عادت حضرت جبریل کی طرف دیکھا حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو پھر اوپر لے گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ خدایا! میری امت کے جسم دل کان آنکھیں اور بدن کمزور ہیں ہم سے اور بھی تحفیف کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! آپ نے جواب دیا لیلک وسعدیک۔ فرمایا سن میری باتیں بدلتی نہیں۔ جو میں نے اب مقرر کیا ہے یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں۔ یہ پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے۔ جب آپ واپس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ سوال منظور ہوا؟ آپ نے فرمایا ہاں کی ہوگئی یعنی پانچ پر ثواب پچاس کامل گیا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انہوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا آپ پھر جاییے اور پروردگار سے کی طلب کیجیے رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ! میں گیا آیا اب تو مجھے شرم سی ہوتی ہے آپ نے فرمایا اچھا پھر تشریف لے جائیے بسم اللہ کیجیے۔ اب جب آپ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں تھے۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث کتاب التوحید میں بھی ہے اور صفۃ النبی میں بھی ہے۔ ① یہی روایت شریک بن عبد اللہ بن ابی نمیر سے مروی ہے لیکن انہوں نے اضطراب کر دیا ہے اپنے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا۔ ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا ان شاء اللہ۔ بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملہ کی بنا پر جو اس کے آخر میں وارد ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

کیا آپ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟ حافظ ابو بکر بیهقی رحمہ اللہ اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ ”پھر اللہ تبارک و تعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا پس بقدر دو کمان کے ہو گیا بلکہ اور نزدیک۔“ شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتلاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ نے اس رات اللہ عزوجل کو دیکھا۔ لیکن حضرت عائشہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بیہقی کا فرمان بالکل حق ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب آپ سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔“ اور روایت میں ہے کہ ”میں نے نور دیکھا ہے۔“ ② جو سورۃ النجم میں ہے ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى﴾ ③ یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا اس سے مروی حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسے کہ ان تینوں صحابیوں کا بیان ہے صحابہ میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا۔

واقعہ معراج اور امام احمد رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”میرے پاس براق لایا گیا جو گلدھے سے اونچا اور فخر سے نیچا تھا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے۔ میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے چلا۔ میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جہاں انبیاء باندھا کرتے تھے۔ پھر میں نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی قوله عز وجل ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ ۷۵۱۷؛ صحیح مسلم، ۱۶۲۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله ﷺ ((نورانی آراہ)) ۱۷۸۔ ③ ۵۳ / النجم: ۸۔

کی۔ جب وہاں سے نکلا تو (حضرت) جبریل میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ لائے۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا تم فطرت تک پہنچ گئے۔“ پھر اوپر والی حدیث کی طرح ”آسمان اول پر پہنچنا“ اس کا کھلوانا، فرشتوں کا دریافت کرنا، جواب پانا، ہر آسمان پر اسی طرح ہونا بیان ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے جو دونوں آپس میں خالد زاد بھائی تھے ان دونوں نے بھی آپ کو مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں آدھ احسن دیا گیا ہے آپ نے بھی مرحبا کہا نیک دعا کی۔ پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کی بابت فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ① ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھالیا ہے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی۔ پھر سردۃ الہندیٰ تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل منکے جیسے۔ اسے امر الہی نے ڈھک رکھا تھا اس خوبی کا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ پھر وحی ہونے کا اور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس جا جا کر کمی کرا کر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے اس میں ہر بار کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ سے فرمایا گیا جو نیکی کا ارادہ کرے۔ اگر وہ اس کو نہ کر سکے تب بھی اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کر لے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا اور کر لینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے“ ② (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات آپ کو اسراء بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا۔ اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ براق کو لگام بھی تھی اور زین بھی تھی۔ جب وہ سواری کے وقت کسمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کیا کر رہا ہے؟ واللہ! تجھ پر آپ سے پہلے آپ سے زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا۔ پس براق پیمینوں پیمینوں ہو گیا۔ ③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”جب مجھے میرے رب عزوجل کی طرف چڑھایا گیا تو میرا گزرا یہ لے لوگوں پر ہوا جن کے تانے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور پھیل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت آبرو کے درپے رہتے تھے۔“ ④

واقعہ معراج اور ابوداؤد کی نقل کردہ روایت: ابوداؤد میں ہے کہ ”معراج والی رات جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا تو میں نے انہیں وہاں نماز میں کھڑا پایا۔ ⑤ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے۔ جو آپ نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ بجا ارشاد فرما رہے ہیں اور سچے ہیں۔ میری گواہی ہے کہ آپ

① ۱۹/مریم: ۵۷۔ ② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الى السموات وفرض الصلوات۔

③ ۱۶۲/احمد، ۱۴۸/۳۔ ④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی اسرائیل ۳۱۳۱ وسندہ ضعیف قتادہ راوی مدلس ہے اور تفسیر بالاسماع ثابت نہیں۔ احمد، ۱۶۶/۳، ابن حبان ۴۶۶؛ دلائل النبوة، ۲/۳۶۲۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة ۴۸۷۸ وسندہ حسن احمد، ۳/۲۲۴۔

⑥ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام ۲۳۷۵؛ احمد، ۱۲۰/۳؛ ابن حبان ۴۹۔

رسول اللہ ﷺ ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ رکھا تھا۔“ ① مسند بزار میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میں سویا ہوا تھا۔ جو (حضرت) جبریل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا پس میں کھڑا ہو کر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے ایک میں حضرت جبریل علیہ السلام بیٹھ گئے وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا میں تو اپنی چادر ٹھیک کر رہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ (حضرت) جبریل علیہ السلام سخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں تو میں جان گیا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں۔ آسمان کا ایک دروازہ میرے لیے کھولا گیا۔ میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یا قوت اور موتی تھے۔ پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی۔“ دلائل بیہقی میں ہے کہ ”حضور ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے جو جبریل علیہ السلام آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا۔ آپ ان کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں کے جیسے گھونسلے تھے الخ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترتا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام تو بے ہوش ہو کر گر پڑے الخ۔ پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ ہونا چاہتے ہو یا نبی اور بندہ ہونا چاہتے ہو اور جنتی؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی طرح تواضع سے گرے ہوئے مجھ سے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو۔ تو میں نے جواب دیا کہ خدایا میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں۔“ ② اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو کیونکہ اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ابن جریر کی روایت: بزار کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ ”براق نے جب حضرت جبریل علیہ السلام کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کر کر چلا تو آپ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے جیسے پھر آپ نے چلتے چلتے دیکھا کہ کوئی راستے سے یکسو ہے اور آپ کو بلارہا ہے پھر آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے اور بہ آواز بلند کہہ رہی ہے ((اَکْسَلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلَ اَکْسَلَامٍ عَلَیْکَ یَا اٰخِرَ اَکْسَلَامٍ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ))۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا جواب دیجیے۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچے۔ وہاں آپ کے سامنے پانی اور شراب اور دودھ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دودھ لے لیا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا آپ نے راز فطرت پالیا۔ اگر آپ پانی کا برتن لے کر پی لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ پھر آپ کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانے تک کے تمام انبیاء بھیجے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور اس رات سب نے نماز آپ کی اقتدا میں پڑھی پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا وہ گویا یہ دکھایا گیا تھا کہ دنیا کی عراب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمارت جس کی آواز پر آپ توجہ کرنے والے تھے وہ دشمن الہی الہیں تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپ نے سنیں وہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تھے۔“ ③ اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت و نکارت ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

① ابو یعلیٰ ۴۰۸۴، وسندہ صحیح۔ ② یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند میں محمد بن عمر مجہول راوی ہے۔

③ بیہقی فی الدلائل ۳۶۲/۲، وسندہ ضعیف۔

ایک اور روایت کا ذکر: اور روایت میں ہے کہ ”جب میں براق پر حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں چلا تو ایک جگہ انہوں نے مجھ سے فرمایا یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے؟ یہ طیبہ یعنی مدینہ ہے۔ یہی ہجرت گاہ ہے پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا یہ بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے جبریل علیہ السلام نے مجھے امام بنایا۔ میں نے ان کی امامت کی۔ پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھالے گئے۔ پھر آپ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے۔ فرماتے ہیں جب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھک لیا میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا۔ پھر آپ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ کا بیان ہے۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انہیں بھی نہ بجالائے۔ آپ پھر پانچ سے بھی کمی جانے کے لیے گئے تو فرمایا گیا کہ میں نے تو آسمان اور زمین کی پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں۔ یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں پس تو اور تیری امت اس کی حفاظت کرے۔ آپ فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی آخری حکم ہے۔ پھر جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حتمی حکم ہے اس لیے میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس نہ گیا۔“ ①

ابن ابی حاتم کی روایت: ابن ابی حاتم میں بھی معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ”جب آپ بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازے پر پہنچے جسے باب محمد ﷺ کہا جاتا ہے وہیں ایک پتھر تھا جسے حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی انگلی لگا کر اس میں سوراخ ہو گیا۔ وہیں آپ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے۔ پتھوں سے پہنچ جانے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ کو حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا آئیے وہ یہ ہیں سلام کیجیے وہ صحرہ کے بانئیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا۔ سب نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم سب کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک سیرت خوبصورت حوریں ہم بیویاں ہیں اللہ تعالیٰ کے ان پرہیزگار بندوں کی جو نیک کار ہیں۔ جو گناہوں کے میل کچیل سے دور ہیں جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے پھر نہ نکالے جائیں گے ہمارے پاس ہی رہیں گے کبھی جدا نہ ہوں گے ہمیشہ زندہ رہیں گے، کبھی نہ مریں گے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا وہیں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور ذرا ہی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ مؤذن نے اذان کہی تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے منتظر تھے کہ امامت کون کرے گا کہ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی جب فارغ ہوا تو جبریل نے کہا جانتے بھی ہو کون کو آپ نے نماز پڑھائی؟ میں نے کہا نہیں فرمایا آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے پھر میرا ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف لے چلے۔ پھر بیان ہے کہ دروازے آسمانوں کے کھلوئے۔ فرشتوں نے سوال کیا جواب پا کر دروازے کھولے وغیرہ۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادريس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے اور ان کے بھی وہی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا پھر

مجھے وہاں سے بھی اونچے لے گئے۔ میں نے ایک نہر دیکھی جس میں لؤلؤ یا قوت اور زبرجد کے جام تھے اور بہترین خوش رنگ سبز پرند تھے میں نے کہا یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں۔ جبریل نے فرمایا ہاں ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں۔ پھر فرمایا معلوم بھی ہے یہ کونسی نہر ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا وہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھی ہے۔ اس میں سونے چاندی کے آنچرے تھے جو یا قوت و زمرد سے جزاؤ تھے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت خوش رنگ بادل نے مجھے آگھیرا جس میں مختلف رنگ تھے جبریل علیہ السلام نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا بیان ہے۔ پھر آپ واپس ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو سمجھا بھگا واپس طلب تخفیف کے لیے بھیجا۔ الغرض اسی طرح آپ کا بار بار آنا بادل میں ڈھک جانا دعا کرنا، تخفیف ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کرنا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا وہ جانا بیان ہے وغیرہ۔ آپ فرماتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر نیچے اترے میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی ہنس ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے بجز ایک فرشتہ کے کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں یہ کون ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جبریل نے فرمایا وہ مالک ہیں جہنم کے داروغہ ہیں اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ ہنسے ہی نہیں اور قیامت تک ہنسیں گے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا یہی ایک بڑا موقع تھا۔ واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلہ کو دیکھا جو غلہ لاوے جا رہا تھا۔ اس میں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا جب آپ اس کے قریب سے گزرے تو وہ چمک گیا اور مڑ گیا گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا۔ آپ اسی طرح اپنی جگہ پہنچا دیئے گئے صبح آپ نے اپنے اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا۔ مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے تو تمہارے پیغمبر صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلے کے مقام تک ہو آئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپ نے یہ فرمایا ہو تو آپ سچے ہیں ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ کو سچا جانتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ آپ کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں۔ مشرکوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنی سچائی کی کوئی علامت بھی پیش کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے راستہ میں فلاں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا ہے ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے دو بورے ہیں وہ ہمیں دیکھ کر بھڑکا گھوما اور چکر کھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستے میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا ہاں ہوئی فلاں فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا ہے پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو (حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے ان کے حلیے تو بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں موسیٰ تو گندم گوں رنگ کے ہیں جیسے از و عمان کے آدمی ہوتے ہیں اور عیسیٰ درمیانہ قد کے کچھ سرخی مالک رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اس سیاق میں بھی عجائب و غرائب ہیں۔ مسند احمد میں ہے ”میں حطیم میں اور روایت میں ہے حجر میں سویا ہوا تھا کہ آنے والا آیا۔ ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا یعنی گلے کے پاس سے ناف تک۔“ پھر مندرجہ بالا حدیثوں کے مطابق بیان ہے۔ اس میں ہے کہ ”چھٹے آسمان پر (حضرت)

موسیٰ علیہ السلام سے میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپ رو دیئے پوچھا گیا کیسے روئے ہو؟ جواب دیا کہ اس لیے کہ جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں زیادہ تعداد میں جائے گی۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہی کے پاس چار نہریں دیکھیں دو ظاہر دو باطن۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا آپ نے مجھے بتایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نیل و فرات ہیں۔ پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا۔ پھر میرے پاس شراب کا دودھ کا اور شہد کا برتن آیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا۔ فرمایا یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت۔ اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم اللہ نے واپسی کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرمایا گیا۔ اب میں راضی ہوں اور تسلیم کر لیتا ہوں۔“ ①

ایک اور روایت کا ذکر: اور روایت میں ہے کہ ”میرے گھر کی چھت کھول دی گئی میں اس وقت مکہ میں تھا الخ۔ اس میں ہے کہ جب میں جبرئیل کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعت ہے وہ داہنی جانب دیکھ کر مسکراتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ اٹھتی ہے تو رو دیتے ہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر رنجیدہ۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی۔ اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اور اونچا پہنچایا گیا مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے میں طلب تخفیف کے لیے گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدمی معاف فرما دیں پھر گیا پھر آدمی معاف ہوئی پھر گیا تو پانچ مقرر ہو گئے۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہی سے ہو کر میں جنت میں پہنچایا گیا جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی۔“ یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور ذکر بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے۔ ②

مسند احمد میں ہے عبد اللہ بن شقیق نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہا یہی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا آپ نے جواب دیا کہ ”میں نے اسے نور دیکھا میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟“ ③ اور روایت میں ہے کہ ”وہ نور ہے میں اسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟“ ایک روایت میں ہے کہ ”میں نے نور دیکھا۔“ ④

مشرکین نے واقعہ معراج کی تصدیق نہ کی: بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا میں اس وقت حطیم میں کھڑا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے لادیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا۔ اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتلاتا جاتا تھا۔“ ⑤ یہی میں

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم ۳۲۰۷؛ صحیح مسلم ۱۶۶؛ احمد، ۴/۲۰۸؛

ابن حبان ۲۸۔ ② صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة فی الاسراء ۳۴۹، ۳۳۴۲؛ صحیح مسلم ۱۶۳۔

③ احمد، ۵/۱۴۷؛ ابو عوانہ، ۳۸۴ ورواہ مسلم، ۱۷۸ وھو صحیح۔

④ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله علیہ السلام ((نورانی آراہ)) ۱۷۸؛ احمد، ۵/۱۷۱۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث الاسراء ۳۸۸۶؛ صحیح مسلم ۱۷۰۔

ہے کہ ”بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ اس میں ہے کہ جب واپس آ کر آپ نے لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت لوگ فتنے میں پڑ گئے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے لو اور سنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں کہتے ہیں ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس سے ہو کر آ بھی گئے آپ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو بوجہ واقعی ہو آئے ہیں۔ انہوں نے کہا یعنی تم اسے بھی مان لیتے ہو کہ رات کو جائے اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس مکہ پہنچ جائے۔ آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے سے مانتا چلا آیا ہوں یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں۔ اسی وقت سے آپ کا لقب ابوبکر صدیق ہوا۔“ ①

امام احمد رحمہ اللہ کی نقل کردہ ایک اور روایت: مسند احمد میں ہے حضرت زربن جمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے۔“ دونوں صاحب اندر نہیں گئے۔ میں نے یہ سنتے ہی کہا غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے میں تجھے جانتا تو ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا۔ میں نے کہا میرا نام زربن جمش ہے۔ فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا یہ تو قرآن کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کہی اس نے نجات پائی۔ پڑھو وہ کونسی آیت ہے۔ تو میں نے ﴿سُبْحَانَ الَّذِي﴾ کی یہ آیت پڑھی۔ آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے وہاں نماز ادا کی؟ ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھ دی جاتی جس طرح بیت اللہ کی ہے واللہ! وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھل گئے پس جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں پھر دیے کے دیے ہی لوٹ آئے۔ پھر آپ خوب بنے اور فرمانے لگے مزہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حالانکہ عالم الغیب والشہادۃ باری تعالیٰ نے اسے آپ کے لیے مسخر کیا تھا۔ میں نے پوچھا کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لائے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھتا ہے جتنی دور نگاہ کام کرے۔ ② لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے محض انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے وہ مقدم ہیں واللہ اعلم۔

دلائل النبوة پر لمبی روایت: حافظ ابوبکر بنی ہی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوة میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپ نے پہلے تو یہی آیت ﴿سُبْحَانَ الَّذِي﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ ”میں عشاء کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آ کر مجھے جگایا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا ہاں کچھ جانور سا نظر آیا میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ مشابہہ نچر ہے۔ ہلٹے ہوئے اور اوپر کواٹھے ہوئے کانوں والا تھا اس کا نام براق ہے مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی پر سوار ہوتے رہے۔ میں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا جو میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد میری طرف دیکھ میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔“

① سندہ ضعیف۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل ۳۱۴۷ وسندہ صحیح، احمد، ۵/۳۸۷؛ حاکم، ۲/۳۵۹؛

ابن حبان ۴۵؛ دلائل النبوة، ۲/۳۶۴۔

لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا۔ پھر جو ذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے بھی آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا۔ پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے بائیں کھولے کھڑی ہوئی ہے اس نے مجھے اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن میں نے نہ اس کی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا۔ پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا دودھ کا برتن لینا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے فرمان سے خوش ہو کر دودھ بکیر کہنا ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا آپ کے چہرے پر فکر کیسے ہے؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہودی تھا اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔ دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس سے باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں گئے ہم دونوں نے دو دور کعتیں ادا کیں پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحمیں چڑھتی ہیں۔ دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ یہ اسی میزگی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکر کی فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ فرمان الہی ہے تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔ ① حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہیں؟ بتلایا کہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں۔ وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اسی ہیئت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا ان کی اصلی صورت پر۔ ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحمیں پیش کی جاتی ہیں نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور پاک جسم بھی ہے اسے علیین میں لے جاؤ۔ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے اسے بحین میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار سڑا بھسا گوشت رکھا ہوا ہے کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ جواب دیا آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔ پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے وہ چیخ چلا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کے امت کے وہ لوگ ہیں جو تیسوں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے جو لوگ تیسوں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔ میں کچھ دور اور چلا۔ دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لگی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زنا کار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو فرعون جی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ و زاری کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو

جبرئیل نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے سود خواران لوگوں کی طرح ہی کھڑے ہوں گے جنہیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے۔ میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کا ٹکڑا کھڑے نہیں کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھا تا رہا اب بھی کھا۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوارہ کش لوگ ہیں پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو اور حسین لوگوں پر وہی اہمیت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو اور ستاروں پر ہے۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی (حضرت) یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اسے کھلوا دیا وہاں (حضرت) یحییٰ اور (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا۔ پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر اٹھا لیا ہے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں (حضرت) ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی قریب قریب ناف تک۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے بتلایا کہ یہ اپنی قوم کے ہر دلچیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ کا گندم گوں رنگ تھا بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گزر جائیں۔ آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان سے بڑے مرتبے کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ جبرئیل سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے ٹکائے ہوئے بیٹھا دیکھا۔ آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں۔ دریافت پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا میں نے اپنی امت کو نصف نصف دیکھا۔ نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا۔ میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکے کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے ہیں وہ بھی خیر پر۔ پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے۔ اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ پھر میں سدرۃ المنتہی کی جانب بلند کیا گیا جس کا ہر پہلو اتنا ہکا کہ میری ساری امت کو ڈھانک لے۔ اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے ہیں ایک نہر کو دوسرا نہر رحمت۔ میں نے اس میں غسل کیا۔ میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا۔ وہاں میں نے ایک حور دیکھی۔ اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی۔ وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں۔ اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ اس کے پرند تہارے ان بختی (اونٹ) جیسے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنی نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جہاں غضب الہی عذاب الہی ناراضگی الہی تھی اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی

کھا جائے۔ پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی۔ میں پھر سردارۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا پس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمانوں کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سردارۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آ گیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لیے ہر نیکی کے عوض دس ہیں تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجا نہ لائے تاہم نیکی لکھی جائے گی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے محض ارادے پر بغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کی جانے کا ذکر ہے جیسے کہ بیان گذر چکا۔ آخر جب پانچ روز گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا ہو گیا میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم ہی معلوم ہوتی ہے۔ پھر آپ نے صبح کو مکہ میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ یہ دیکھا۔ اس پر ابو جہل بن ہشام کہنے لگا تو تعجب کی بات سنو انٹوں کو مارتے بیٹھے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر ہی واپسی میں لگ جائے یہ کہتے ہیں دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے۔ آپ نے فرمایا سنو! جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ مجھے عقبہ میں ملا۔ سنو! اس میں فلاں فلاں شخص ہے۔ فلاں اس رنگ کے ادب پر ہے اور اس کے پاس یہ اسباب ہے۔ ابو جہل نے کہا خبریں تو دے رہا ہے دیکھئے کسی نکلیں؟ اس پر ان سے ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اس کی عمارت کا حال اس کی شکل و صورت پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ۔ پس رسول اللہ ﷺ سے حجابات دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپ کے سامنے بیت المقدس کرویا گیا۔ آپ فرمانے لگے اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے اس کی ہیئت اس طرح کی ہے وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ۔ اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا محمد ﷺ اپنی بات میں سچے ہیں یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے۔“ ①

یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے۔ ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اسے اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں اور حدیثوں کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لیے بھی کہ یہی حق ہے کہ جابر بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ پوچھا کہ حضور! آپ کی امت میں ایک شخص ہیں جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان میں دیکھا الخ۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ! آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف سے معراج والے واقعہ میں بہت سی عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں۔“ ②

امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت: ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ”سنو میں نے اپنے اصحاب کو مکہ میں عشاء

① دلائل النبوة، ۲/ ۳۹۰، ۳۹۶ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عمارۃ بن جوین ابو ہارون العبدی ہے جسے نسائی نے متروک کہا ہے۔ (المیزان، ۳/ ۱۷۳، رقم: ۲۰۱۸) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف جداً قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعیفة ۵۵۹)

② بیہقی فی الدلائل، ۲/ ۴۰۵، یہ خواب و خیال کی بات ہے جس کی کوئی شرعی حجت نہیں ہے۔

کی نماز دیر سے پڑھائی۔ پھر جبریل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے گدھے سے اونچا اور نچر سے نچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جائیے۔ اس نے کچھ خفی کی تو آپ نے اس کا کان مردڑا اور مجھے اس پر سوار کرادیا۔ اس میں مدینہ میں نماز پڑھنے کا پھر مدین میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہرے تھے۔ پھر بیت اللحم میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے۔ پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا۔ وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر ہے فرماتے ہیں وہیں ایک شیخ نکلیے لگائے بیٹھے تھے جنہوں نے کہا یہ فطرت تک پہنچ گئے اور راہ یافتہ ہوئے۔ پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جنم کو میں نے دیکھا جو سخت دیکھتے ہوئے انگارے کی طرح تھی پھر لوٹے ہوئے فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بالکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ میرے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ رات میں کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے میں نے کہا میں تو رات بیت المقدس ہوا یا۔ کہا وہ تو یہاں سے ہمیں بھر کے فاصلہ پر ہے۔ اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمائیے۔ اسی وقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا میں دیکھ کر جواب دے دیتا۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری گواہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لیکن کفار قریش باتیں بنانے لگے کہ ابن ابی کھوہ کو دیکھو کہتا پھرتا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہوا یا۔ آپ نے فرمایا سنو! میں تمہیں ایک نشان بتلاؤں۔ تمہارے قافلے کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا۔ اب وہ اتنے فاصلے پر ہیں ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہوگی دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے ان کے قافلے میں سب سے پہلے گندی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دوسیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں۔ جب وہ دن آیا جو دن اس قافلے کے واپس پہنچنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا وہ پہر کو لوگ دوڑے بھاگے شہر کے باہر گئے کہ دیکھیں یہ سب باتیں سچ ہیں؟ تو دیکھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہی اونٹ آگے ہے۔“ ① یہی روایت اور کتابوں میں بہت مطول بھی مروی ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں مثلاً بیت اللحم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ”جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف سے پیروں کی چاپ کی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلال مؤذن ہیں۔ آپ نے واپس آ کر فرمایا بلال تو نجات پا چکے میں نے اس اس طرح دیکھا۔ اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بوقت ملاقات فرمایا نبی امی کو مر جہا ہو۔ حضرت موسیٰ گندی رنگ کے لمبے قد کے کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے۔ اس میں ہے کہ ہرنی نے آپ کو پہلے سلام کیا۔ جنم کے ملاحظہ کے وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی نفیبت گوشت) وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا آنکھیں نیڑھی تر چھٹی تھیں۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل نے فرمایا جی ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔“ ② مسند احمد میں ہے کہ ”جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر

① دلائل النبوة، ۲/ ۳۵۵، ۳۵۷؛ وقال البيهقي "هذا إسناد صحيح" وسنده حسن؛ المعجم الكبير، ۷/ ۱۴۲؛ مجمع الزوائد،

۷۳/ ۱۔ ② احمد، ۱/ ۲۵۷ وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ۹/ ۳۰۰، اس کی سند میں قابوس ضعیف راوی ہے۔ (المیزان،

وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ پہنچا دیا گیا اور آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی بیت المقدس کے نشان بتلائے ان کے قافلے کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر کہ ہم ایسی باتوں میں انہیں سچا نہیں مان سکتے اسلام سے پھر گئے۔ پھر یہ سب ابو جہل کے ہمراہ قتل کئے گئے۔ ابو جہل کہنے لگا کہ یہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور تمزق کر لو یعنی ملا کر کھالو۔ اور آپ نے اس رات دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا اور آنکھوں کا دیکھنا نہ کہ خواب میں دیکھنا۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ کو بھی دیکھا۔ دجال کی شبیہ آپ نے بیان فرمائی وہ بھدا خبیث چندھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تارا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی تھنی شاخیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ وہ سفید رنگ گھگر لالے بال اور درمیانہ قد کے ہیں۔ اور حضرت موسیٰؑ گندمی رنگ کے اور مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیمؑ تو بالکل ہو بہو مجھ جیسے ہی تھے۔“ الخ۔ ①

ایک اور روایت کا ذکر: ایک روایت میں ہے کہ ”آپ نے مالک کو بھی جو جہنم کے دراوند ہیں دیکھا ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں۔ پھر حضرت ابن عباسؓ آپ کے چچا زاد بھائی نے آیت قرآن ﴿فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَئِ مَنْ لِّقَائِهِ﴾ ② پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہ اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰؑ کی ملاقات کے ہونے میں تو شک نہ کر ہم نے اسے یعنی موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔“ ③ یہ روایت صحیح مسلم میں بھی ہے اور سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”شب معراج ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے۔ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی۔ فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ اس پر شہزادی نے اس سے کہا اللہ تو میرے باپ ہی ہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو دریاں دیتا ہے اس نے کہا اچھا تو کیا تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے اپنے باپ سے کہلوا لیا۔ وہ سخت غضب ناک ہوا اور اسی وقت اسے برسر دربار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا اور کسی کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا ہاں میرا تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلند یوں اور بزرگیوں والا ہے۔ فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تانے کی جو گائے بنی ہوئی ہے اسے خوب تپایا جائے۔ اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے۔ آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرم کی گئی جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کرو۔ اس نے کہا بادشاہ ایک درخواست میری منظور کرو یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا۔ اس نے کہا اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں اس لیے یہ منظور ہے۔ جب اور سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے اسے جب گھسیٹا تو اس نیک بندی کے آنکھوں تلے اندھیر چھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دیدی اور اس نے بے آواز بلند کہا امان جان! افسوس نہ کرو امان جان ذرا بھی پس و پیش نہ کرو حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی

① احمد، ۱/۳۷۴ و سندہ حسن، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۸۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۷۲۰۔

② ۳۲/السجدہ: ۲۳۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ الى السموات وفرض الصلوات

۱۶۵؛ دلائل النبوة، ۲/۳۸۶؛ صحیح بخاری ۳۳۳۹؛ مختصر۔

نکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی۔ یہ خوشبو کی مہکیں اسی کے جنتی محل سے آرہی ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گہوارے ہی میں بات چیت کی ایک تو یہی بچہ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔“ ① اس روایت کی سند بے عیب ہے۔

ایک اور روایت: اور روایت میں ہے کہ ”معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب میں یہ ذکر لوگوں سے کروں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے چنانچہ آپ ایک طرف غنا کی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اسی وقت آپ کے پاس سے دشمن الہی ابو جہل گزرا اور پاس بیٹھ کر بہ طور مذاق کہنے لگا کہیے کوئی نئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے کہا کیا؟ آپ نے فرمایا رات کو مجھے سیر کرائی گئی۔ اس نے پوچھا کہاں تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک کہا اور صبح کو پھر آپ یہاں موجود بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اب اس موزی کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت انہیں جھٹلاتا اچھا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں اس لیے اس نے کہا کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کر لوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں۔ اسی وقت اس نے ہانک لگائی کہ اے بنی کعب بن لوی کی اولاد والو آؤ۔ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو اس ملعون نے کہا اب اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو جو مجھ سے کہہ رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں سنو! مجھے آج رات سیر کرائی گئی۔ سب نے پوچھا کہاں تک گئے۔ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ لوگوں نے کہا اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اب تو کسی نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کے ساتھ انہوں نے بالاتفاق آپ کو جھوٹا سمجھا پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو نشانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہو آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے آپ بتلانے لگے۔ فرماتے ہیں بعض ایسے باریک سوال انہوں نے کئے کہ ذرا گھبراہٹ مجھے ہونے لگی اسی وقت مسجد میرے سامنے کر دی گئی اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا بس یوں سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقال کے گھر کے پاس۔ یہ اس لیے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں رہے تھے۔ آپ کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے حضور ﷺ نے اوصاف تو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتلائے اللہ تعالیٰ کی قسم ایک بات میں بھی غلطی نہیں کی۔“ ②

یہ حدیث نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ”جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے جو چیز چڑھے وہ یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہے اور جواترے وہ یہیں تک اترتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے۔ اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھارہی تھیں۔ حضور ﷺ کو پانچ وقت کی نمازیں اور سورۃ بقرہ کے آخری آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کرے گا اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔“ مسلم وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔ ③

① احمد، ۱/۳۰۹، ۳۱۰ و سندہ حسن، الطبرانی، ۱۲۲۸۰۔

② احمد، ۱/۳۰۹ و سندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی ۱۱۲۸۵؛ المعجم الأوسط ۲۴۶۸؛ بیہقی، ۲/۳۶۳؛ مجمع

الزوائد، ۱/۶۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتہیٰ ۱۷۳؛ دلائل النبوة، ۲/۳۷۲، ۳۷۳۔

جزء حسن بن عرفہ کی روایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے معراج کی مطول حدیث بھی مروی ہے جس میں غرابت ہے حسن بن عرفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور جزء میں اسے وارد کیا ہے۔ حضرت ابوطالبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے تو حضرت محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم نے معراج کی بابت جو کچھ اپنے والد صاحب سے سنا ہو سناؤ۔ انہوں نے کہا میں نہیں آپ ہی سنا ہے جو آپ نے اپنے والد سے سنا ہو۔ پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ”جب براق اونچائی پر چڑھتا اس کے ہاتھ پاؤں برابر کے ہو جاتے۔ اسی طرح جب نیچے کی طرف اترتا تب بھی برابر ہی رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو ہم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو طویل قامت سیدھے بالوں والے گندمی رنگ کے تھے ایسے ہی جیسے از دشنہ قبیلے کے آدمی ہوتے ہیں۔ وہ بہ آواز بلند کہہ رہے تھے کہ تو نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی۔ ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ پوچھا کہ جبرئیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ احمد ہیں۔ انہوں نے فرمایا نبی امی عربی کو مرحبا ہو جس نے اپنے رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ پھر ہم لوٹے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ میں نے کہا اور یہ ایسے لفظوں سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ سے اور اس آواز سے؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کو ان کی تمیزی معلوم ہے۔ پھر ہم ایک درخت کے پاس سے نکلے جس کے پھل چرائیوں جیسے تھے اس کے نیچے ایک بزرگ شخص بیٹھے ہوئے تھے جن کے پاس بہت سے چھوٹے بچے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا چلو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام علیک کرو۔ ہم نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا جواب پایا۔ جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے میری نسبت پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لڑکے احمد علیہم السلام ہیں تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی کو جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے آپ کی امت سب سے آخری امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں۔ پھر ہم مسجد اقصیٰ پہنچے۔ میں نے اتر کر براق کو اسی حلقہ میں باندھا جس میں انبیاء باندھا کرتے تھے پھر مسجد میں گیا وہاں میں نے نبیوں کو پہچانا کوئی نماز میں کھڑا ہے کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔ پھر میرے پاس شہد کا اور دودھ کا برتن لایا گیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا۔ جبرئیل نے میرے مونہ سے پرتا تھ کر فرمایا فطرت کو تو پہنچ گیا رب محمد کی قسم۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی پھر ہم واپس لوٹ آئے۔“ اس کی اسناد غریب ہیں متن میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء کا آپ کی شناخت کا سوال پھر آپ کا ان کے پاس سے جانے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ حالانکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلے ہی آپ کو بتلادیا کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں تاکہ سلام پہچان کے بعد ہو۔ پھر اس میں ہے کہ انبیاء سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوئی حالانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوئی۔ پھر آپ دوبارہ اترتے ہوئے واپسی میں بیت المقدس کی مسجد میں آئے۔ وہ سب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہاں آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔ پھر براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ واپس آئے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

امام احمد رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت: مسند احمد میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ”شب معراج میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا وہاں قیامت کے قائم ہونے کے خاص وقت کی بابت مذاکرہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لامعلیٰ ظاہر کی تو کہا

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو انہوں نے بھی بے خبری ظاہر کی پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھو آپ نے فرمایا اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ دجال نکلے والا ہے اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح گھٹنے لگے گا۔ آخر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے گا۔ پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دلوں اپنے شہروں اپنے وطنوں میں لوٹ جائیں گے۔ اسی زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے۔ جو چیز پائیں گے غارت کر دیں گے۔ جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے آ خر لوگ تنگ آ کر مجھ سے شکایت کریں گے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ اللہ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر دے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کے تعفن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آ جائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی عورت ہو کہ نہ جانے صبح فارغ ہو جائے یا رات ہی کو۔“ ①

ایک لمبی روایت کا تذکرہ: اور ایک حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا اس رات آپ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے کہ جبرئیل علیہ السلام دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں سے آپ کو اڑالے گئے۔ یہاں تک آپ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے۔ لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں مع اور تسبیحوں کے سنیں۔“ یہ روایت اسی سورت کی آیت ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ﴾ ② کی تفسیر میں آئے گی۔ مسند میں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جابہ میں تھے۔ بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا۔ آپ نے حضرت کعب بن لؤیؓ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں مجھے وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہیے۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو کہوں گا کہ صحرہ کے پیچھے نماز پڑھئے تاکہ سارا بیت المقدس آپ کے سامنے رہے۔ آپ نے فرمایا تم نے وہی یہودیت کی مشابہت کی میں تو اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلے کی طرف نماز ادا کی بعد ازاں ادا کی نماز آپ نے صحرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا سمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بنایا۔ ③ پس آپ نے نہ تو صحرہ کی ایسی تعظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ چونکہ حضرت کعب بن لؤیؓ بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے اسی لیے آپ نے ایسی رائے پیش کی تھی جسے خلیفۃ المسلمین نے ٹھکرا دیا اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح صحرہ کی اہانت کی کہ انہوں نے تو اسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ آپ نے خود اس کے پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔ ④ ایک طویل روایت معراج کی بابت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے غربت والی بھی مروی ہے اس میں ہے کہ ”حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے کہا

① ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنة الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم ﷺ ۴۰۸۱ و مسندہ صحیح، احمد، ۱/۳۷۵؛

حاکم، ۴/۴۸۸۔ ② ۱۷/ بنی اسرائیل: ۴۴۔

③ احمد، ۱/۳۸ و مسندہ ضعیف۔

④ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر والصلاة الیه ۹۷۲؛ ترمذی ۱۰۵۱؛ ابو داود ۳۲۲۹؛

احمد، ۴/۱۳۵؛ ابن حبان ۲۳۲۰۔

کہ میرے پاس زمزم کے پانی کا طشت بھراؤ کہ میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں۔ پھر آپ کا پیٹ چاک کیا اور اسے تین بار دھویا اور تینوں مرتبہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے لائے ہوئے پانی کے طشت سے اسے دھویا اور آپ کے سینے کو کھول دیا۔ سب غل و غش دور کر دیا اور علم و حلم و ایمان و یقین سے اسے پر کیا۔ اسلام اس میں بھر دیا اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہربوت لگادی اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام لے چلے۔ دیکھا کہ ایک قوم ہے ادھر کھیتی کاٹتی ہے ادھر بڑھ جاتی ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ راہ الہی کے مجاہد ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے پھر آپ کا گزر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے ہر بار ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے۔ دم بھر کی انہیں مہلت نہ ملتی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے۔ پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں دار جہنمی درخت چمک رہے ہیں اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہنڈیا میں تو صاف ستھرا گوشت ہے دوسری میں خبیث سڑا ہوا گندہ گوشت ہے۔ یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دئے گئے ہیں اور اس بد بودار اور بد مزہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گزارتی تھیں۔ پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ فرمایا یہ آپ کے ان امتیوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔

پھر اس آیت کو پڑھا ﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ﴾ ① یعنی ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کو نہ بیٹھا کرو۔ پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھانہیں سکتا پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے۔ پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہر گز ادا نہیں کر سکتا تاہم وہ اور حقوق چڑھا رہا ہے اور امانتیں لے رہا ہے۔ پھر آپ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں ادھر کٹے ادھر درست ہو گئے پھر کٹے یہی حال برابر جاری ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ فتنے کے داعی اور خطیب ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری تیل نکل رہا ہے پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن لوٹنا نہیں سکتا تھا۔ پھر آپ ایک وادی میں پہنچے وہاں نہایت نفیس خوش گوار ٹھنڈی ہوا اور دل خوش کن معطر خوشبودار راحت و سکون کی مبارک صدائیں سن کر آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ جنت ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا رب مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر میرے بالا خانے ریشم موتی مونگے سونا چاندی جام کٹورے شہد پانی دودھ شراب وغیرہ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مؤمن مرد و عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو ماننا ہو نیک عمل کرتا ہو نہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو نہ

میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے۔ سن جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں میں سچا معبود ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے۔ مؤمن نجات یافتہ ہیں اللہ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا بس میں خوش ہو گئی پھر آپ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری اور بھیاںک مکر وہ آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو تھی۔ آپ نے اس کی بابت بھی جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا رب مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے۔ میرے طوق و زنجیر میرے شعلے اور گرمی میرا تھور اور لہو پیپ میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے میری آگ بہت تیز ہے مجھے وہ دے جس کا وعدہ مجھ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک و کافر غیث منکر بے ایمان مرد عورت تیرے لیے ہے۔ یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔ آپ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے اتر کر صحرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا ہاں سب نے مرجا کہا کہ بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھائی اور عزت سے آئے ہیں پھر آپ کی ملاقات نبیوں کی روحوں سے ہوئی سب نے اپنے پروردگار کی ثنایاں کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا غلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور ایسا فرمانبردار امام بنایا جن کی اقتدا کی جاتی ہے اسی نے مجھے آگ سے بچالیا اور اسے میرے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بنادی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا میرے دشمنوں کو آل فرعون کو ہلاک کیا۔ بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دے دی میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ثنایاں کرنی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عظیم الشان ملک دیا مجھے زبور کا علم دیا میرے لیے لوہا نرم کر دیا پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ تسبیح الہی کرتے تھے مجھے حکمت اور پرزور کلام عطا فرمایا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ثاخوانی شروع کی کہ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو میرے تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے ماتحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو کے سمجھنے کا علم عطا فرمایا ہر چیز میں مجھے فضیلت دی انسانوں کے جنوں کے پرندوں کے لشکر میرے ماتحت کر دیے اور اپنے بہت سے مؤمن بندوں پر مجھے فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنی شروع کی کہ اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کتاب و حکمت تورات و انجیل سکھائی۔ میں مٹی کا پرند بنانا تھا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم الہی زندہ پرندہ بن کر اڑ جاتا۔ میں بچپن کے اندھوں کو اور جذامیوں کو بحکم الہی اچھا کر دیتا تھا مردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے۔ مجھے اس نے اٹھالیا مجھے پاک صاف کر دیا۔ مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچالیا۔ ہم پر شیطان کا کچھ غل نہ تھا اب جناب رسول آخر الزمان ﷺ نے فرمایا تم سب نے تو اللہ کی تعریفیں بیان کر لیں اب میں کرتا ہوں۔ اللہ ہی کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنا کر اپنی تمام مخلوق کے لیے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔ مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لیے بنائی گئی

ہے اسے بہترین امت بنایا انہی کو اول اور آخر کی امت بنایا میرا سینہ کھول دیا میرے بوجھ دور کر دیئے میرا ذکر بلند کر دیا مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا انہی وجوہ سے آنحضرت محمد ﷺ تم سب سے افضل ہیں۔ (امام ابو جعفر رازی فرماتے ہیں) شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہوگی۔ پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے۔ پانی کے برتن میں سے آپ نے تھوڑا سا پانی کرواپس کر دیا پھر دودھ کا برتن لے کر آپ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جانے والی ہے اور اگر آپ اسے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے آپ کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیج دیا گیا؟ فرمایا ہاں انہوں نے کہا اللہ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے بھائی اور نہایت عمدہ خلیفہ ہیں۔ اسی وقت دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے عام لوگوں کی طرح ان کی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں۔ ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لہنیں آ رہی ہیں اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آ رہی ہے داہنی طرف کے دروازے کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازے کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا جبرئیل یہ شیخ پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی نہیں گھٹا اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو کر ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے اپنی دوزخی اولاد کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔ پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے اسی طرح کے سوال جواب کے بعد دروازہ کھلا وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہیں یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا جنہیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح پہنچے وہاں حضرت ادیس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھالیا ہے۔ پھر آپ پانچویں آسمان پر بھی انہی سوالا ت و جوابات کے بعد پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو ان سے باتیں کر رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں۔ پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا آپ کے ان سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رو دیئے دریافت کرنے پر سب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں۔ خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ ان کی امت ہے پھر آپ اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں ایک صاحب کو دیکھا جن کی ڈاڑھی میں کچھ سفید بال تھے وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کم چمک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے یہ لوگ اٹھے اور نہر میں ایک فوطہ لگایا جس سے رنگ قدرے نکھر گیا۔ پھر دوسری نہر میں نہائے کچھ اور نکھر گئے پھر تیسری میں غسل کیا بالکل روشن سفید چہرے ہو گئے۔ آ کر دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہو گئے۔ آپ کے سوال پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے انہی کے نکلے۔

یہ سفید منہ والے وہ ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچ رہے اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ بدیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں۔ ان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا۔ اول نہر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے دوسری اللہ کی نعمت ہے تیسری شراب طہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے۔ پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بے نشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہر جس جاری تھیں اس درخت کے سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے۔ اللہ عزوجل کے نور نے اسے چو طرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرندہ کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے اس وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ سے باتیں کیں فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ آپ نے گزارش کیا کہ یا الہی تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں بڑا ملک دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے تو نے باتیں کیں۔ داؤد علیہ السلام کو عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ سلیمان علیہ السلام کو تو نے بادشاہت دی جنت انسان شیطین ہوائیں ان کے تابع فرمان کر دیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوانہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات و انجیل سکھائی اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو جلانے والا بنایا انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا۔ میری نسبت فرمان ہو۔ رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے تورات میں میں نے تجھے خلیل الرحمن کا لقب دیا ہے تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے تیرا سیدہ کھول دیا ہے تیرا ابو جھاتا دیا ہے تیرا ذکر بلند کر دیا ہے جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لیے برآمد کی گئی ہے تیری امت کو میں نے بہترین امت بنایا ہے تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں۔ میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں ان کی کتابیں ہیں تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ بھی سب سے اول کیا تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں تجھے میں نے اپنے عرش تلے سے سورۃ بقرہ کی خاتمہ کی آیتیں دیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے، نیکی کا حکم برائی سے روک اور میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ پس آپ فرمانے لگے مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت عطا فرمائی کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی جامع باتیں دیں تمام لوگوں کی طرف خوش خبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے ان کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئیں میرے لیے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی پھر آپ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تخفیف طلب کرنے کا اور آخر میں پانچ رہ جانے کا ذکر ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے پس پانچ رہیں اور ثواب پچاس کا۔ جس سے آپ بہت خوش ہوئے جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر۔“

اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ﴾ کی تفسیر میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کے ایک راوی ابو جعفر رازی بہ ظاہر حافظے کے کچھ ایسے اچھے نہیں معلوم ہوتے اس کے بعض الفاظ

میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے انہیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث نظر سے خالی نہیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آ گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی حدیثوں کا مجموعہ یہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کسی واقعہ کی اس میں روایت ہو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آپ کا حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلیے وغیرہ بھی بیان کرنا مروی ہے۔ ① صحیح مسلم کی حدیث میں حطیم میں آپ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اس کے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے اس میں بھی ان تینوں نبیوں سے ملاقات کرنے کا اور ان کے حلیے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپ نے انھیں نماز میں کھڑا پایا۔ آپ نے مالک خازن جہنم کو بھی دیکھا اور انہوں نے ہی ابتداء آپ سے سلام کیا۔ ② بیہقی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان پر سوئے ہوئے تھے آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے وہیں سے آپ کو معراج ہوئی۔ پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں کا اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے۔ امام بیہقی اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت سے ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بیہقی کی روایت: اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سنئے بیہقی میں ہے کہ ”جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور ﷺ نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے باایمان اور تصدیق کرنے والے تھے پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ان کا جانا اور آپ کا سچا ماننا اور صدیق لقب پانا مروی ہے۔ ③ خود حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے اس رات آپ نماز عشاء کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرماتے تھے۔ آپ بھی سو گئے اور ہم سب بھی صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور ﷺ کو جگایا۔ پھر آپ کے ساتھ ہی ہم نے صبح کی نماز ادا کی تو آپ نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے تمہارے ساتھ ہی عشاء کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ بیٹھیں ہوں اس درمیان میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں نماز بھی پڑھی۔“ ④ اس کا ایک راوی کبھی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابویعلیٰ میں اور سند سے خوب ببط کے ساتھ روایت کیا ہے طبرانی میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ”حضور ﷺ شب معراج میرے ہاں سوئے ہوئے تھے۔ میں نے رات کو آپ کی ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا۔ ڈرتھا کہ کہیں قریشیوں نے کوئی دھوکا نہ کیا ہو لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے لے چلے دروازے پر ایک جانور تھا جو نجر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا مجھے اس پر سوار کیا۔ پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھلایا لمبے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے از دشوہ کے قبیلے کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا درمیانہ قد سفید سرخی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَإِذْ كَرَّمْنَا مَرْيَمَ إِذْ نَبَّذَتْ مِنْ أَهْلِهَا.....﴾ ۳۴۳۷، صحیح مسلم ۱۶۸، ترمذی ۳۱۳۰، احمد، ۲/۲۸۲، دلائل النبوة، ۲/۳۸۷، ابن حبان ۵۱۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال ۱۷۲، دلائل النبوة، ۲/۳۵۸۔

③ حاکم، ۳/۶۲، وسندہ ضعیف، بیہقی فی الدلائل، ۲/۳۶۰۔ محمد بن کثیر الصنعانی ضعیف ہے۔ ④ اس کی سند میں محمد بن السائب الکلی متروک (التقريب، ۲/۱۶۳، رقم: ۲۴۰) اور ابوصالح باذان ضعیف دلس راوی ہے۔ (التقريب، ۱/۹۳) لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

دجال کو دیکھا یا ایک آنکھ اس کی بالکل مٹی ہوئی تھی۔ ایسا تھا جیسے قطن بن عبدالعزیزؓ۔ اتنے ارشاد کے بعد فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں اور جو دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا پلہ تھام لیا اور عرض کیا اللہ آپ اپنی قوم میں اس کو بیان نہ کریں وہ آپ کو جھٹلائیں گے آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے۔ لیکن آپ نے جھکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچ کر ساری باتیں بیان فرما دیں۔ جبر بن مطعم کہنے لگا بس حضرت آج ہمیں معلوم ہو گیا اگر آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم میں بیٹھ کر نہ کہتے ایک شخص نے کہا کیوں حضرت راستے میں ہمارا قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی تلاش کر رہے تھے۔ کسی نے کہا اور فلاں قبیلے والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی ملے تھے فلاں مقام پر تھے اس میں ایک سرخ رنگ اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ ان کے پاس ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا جسے میں نے پیا بھی۔ انہوں نے کہا اچھا ان کے اونٹوں کی گنتی بتلاؤ۔ ان میں چرواہے کون کون تھے یہ بھی بتلاؤ۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے ساری گنتی بھی بتلا دی اور چرواہوں کے نام بھی بتلا دیے ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرمایا کہ کل صبح کو وہ شیعہ پہنچ جائیں گے چنانچہ اس وقت اکثر لوگ بطور آزمائش شیعہ جا پہنچے۔ دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کھو گیا تھا؟ انہوں نے کہا درست ہے کھو گیا تھا۔ دوسرے قافلے والوں سے پوچھا کیا کسی سرخ رنگ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ پوچھا کیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم! اسے تو میں نے آپ رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا۔ بے شک محمد ﷺ سچے ہیں یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔^①

ان تمام احادیث کی واقفیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں ضعیف بھی ہیں کم از کم اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک لے جانا ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے گوراد یوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں گو ان میں زیادتی کمی بھی ہے۔ یہ کوئی بات نہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے خطا سے پاک کون ہے۔ بعض لوگوں نے ہر ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہیں ہوا۔ متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہ پیش کی ہے اور انہیں اس پر بڑا ناز ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے صرف بیت المقدس تک کی سیر ہوئی۔ ایک مرتبہ مکے سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ لیکن یہ قول بھی بہت دور کا اور بالکل غریب ہے۔ سلف میں سے تو اس کا قائل کوئی نہیں اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت ﷺ آپ ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت کرتے۔ بقول حضرت زہری رحمہ اللہ معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ عروہ بھی یہی کہتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں چھ ماہ پہلے کا ہے۔ پس حق بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جاگتے میں نہ کہ خواب میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کی اسراء کرائی گئی اس وقت آپ براق پر سوار تھے۔ مسجد قدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا وہاں جا کر اس کے قبلہ رخ تحسینۃ المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر معراج لائی گئی جو درجوں والی ہے اور بطور سیر بھی ہے اس سے آپ آسمان دنیا پر چڑھائے گئے پھر ساتوں آسمانوں پر

① طبرانی، ۴۳۲/۲۴، ۴۳۴، وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۸۰/۱، ۸۱، اس کی سند میں عبد اللہ بن ابی الساور متردک راوی ہے۔ (المیزان، ۵۳۱/۲، رقم: ۴۷۳۱)

پہنچائے گئے ہر آسمان کے مقربین اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں ہوئیں انبیاء علیہم السلام سے ان کے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی۔ چھٹے آسمان میں کلیم اللہ سے اور ساتویں میں خلیل اللہ سے ملے۔ پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ یہاں تک کہ آپ مستویٰ میں پہنچے جہاں قضا و قدر کی قلموں کی آوازیں آپ نے سین سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا جس پر عظمت الہی چھا رہی تھی۔ سو نے کی ٹڈیاں اور طرح طرح کے رنگ اس پر نظر آ رہے تھے فرشتے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہیں پر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا چھ سو پر تھے۔ وہیں آپ نے رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا۔ بیت المعمور کی زیارت کی جو خلیل اللہ علیہ السلام کے زمینی کعبے کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے یعنی آسانی کعبہ ہے خلیل اللہ اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت الہی کے لیے جاتے ہیں مگر جو آج گئے پھر ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ آپ نے جنت و دوزخ دیکھی۔ یہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم نے پچاس نمازیں فرض کر کے پھر تخفیف کر دی اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی۔ اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور پر ظاہر ہے پھر آپ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ کے ساتھ تمام انبیاء بھی اترے وہاں آپ نے ان سب کو نماز پڑھائی جب کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو۔“ ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامت انبیاء آپ نے آسمانوں میں کی۔ لیکن صحیح روایت سے یہ ظاہر یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے۔ گو بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے یہ نماز پڑھائی۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر بیت المقدس میں ہی ان کی امامت آپ نے کرائی ہوتی تو اب چنداں اس سوال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو یہ ظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی۔ جب یہ ہو چکا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اس رات میں جو فریضہ نماز مقرر ہونا تھا وہ بھی ہو چکا اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کا موقع ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنے کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ نے امام بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ ”پھر بیت المقدس سے بہ سواری براق آپ واپس رات کے اندھیرے اور صبح کے کچھ یونہی سے اجالے کے وقت مکہ مکرمہ پہنچ گئے“ وَاللّٰهُ مُبَحَّانُهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

دودھ اور شہد کی وضاحت: اب یہ جو مروی ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا یا چاروں ہی چیزیں اس کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لیے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بہ طور مہمانی کے کچھ چیز رکھی جاتی ہے اسی طرح یہ تھا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آپ ﷺ کا معراج جسمانی تھا یا روحانی؟ پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپ کے جسم و روح سمیت کرائی گئی تھی یا صرف روحانی طور پر؟ اکثر علمائے کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم و روح سمیت آپ کو معراج ہوئی اور ہوئی بھی جاگتے میں نہ کہ بطور خواب کے۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ حضور ﷺ کو پہلے خواب میں یہی چیزیں دکھائی گئی ہوں۔ آپ خواب میں جو کچھ ملاحظہ فرماتے اسے اسی طرح پھر واقع میں جاگتے ہوئے بھی ملاحظہ فرما لیتے۔ اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان

فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اس اسلوب بیان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے سے یہ طور احسان اور یہ طور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب چیزیں بیان کر رہا ہے کہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ بھڑ بھڑا کر آجائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں۔ پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا۔ پھر قرآن کے لفظ ﴿بَعْدَهُ﴾ پر غور کیجئے عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر آتا ہے۔ پھر ﴿أَسْرَىٰ بَعْدَهُ لَيْلًا﴾ کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا۔ اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الْإِنْسِيَّ أَزْمَنَكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ ① فرمایا گیا ہے۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کوئی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا (بخاری) ② خود قرآن فرماتا ہے ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ﴾ ③ نہ نگاہ ہٹکی نہ بھکی۔ ظاہر ہے کہ بصیر یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک بڑا وصف ہے نہ کہ صرف روح کا۔ پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر آپ کو لے جانا بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگتے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لیے سواری کی ضرورت نہیں وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف روحی تھی نہ کہ جسمانی۔

چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا یہ قول مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی۔ اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسن فرماتے ہیں ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا﴾ ④ آیت اتری ہے اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھا ہے اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا پس ظاہر ہے کہ انبیاء پر وحی جاگتے میں بھی آتی اور خواب میں بھی۔ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ”میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے ⑤ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔“ اس میں سے کوئی کجی بات ہے؟ آپ گئے اور آپ نے بہت سی باتیں دیکھیں جس حال میں بھی آپ تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور سچ ہے۔ یہ تو تھا محمد بن اسحاق کا قول۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلاف ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ابو نعیم کی روایت میں ایک فائدہ: ایک نہایت ہی عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابو نعیم اسماعیلی رحمہ اللہ نے کتاب دلائل النبوة میں لائے ہیں کہ جب وحید بن غلیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کے پاس یہ طور

① ۱۷/ بنی اسرائیل یل: ۶۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل باب ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الْإِنْسِيَّ أَزْمَنَكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ ۴۷۱۶۔

③ ۵۳/ النجم: ۱۷۔ ④ ۱۷/ بنی اسرائیل یل: ۶۰۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب التخفيف فی الوضوء ۱۳۸؛ ابن خزيمة ۱۵۲۴؛ ابو عوانہ، ۳۱۷/۲؛ مسند حمیدی

قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا یہ گئے پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے ہر قل نے جمع کیا ان میں ابوسفیان صحر بن حرب تھا اور اس کے ساتھی مکے کے اور کافر بھی تھے پھر اس نے ان سے بہت سے سوالات کیے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ① ابوسفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آنحضرت ﷺ کی طرف نہ ہوں۔ وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور ہتھتیس دھرنے سے باز رہا کہ میں میرا کوئی جھوٹ اس پر نہ کھل جائے پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا اور بڑی ندامت ہوگی۔

اسی وقت دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد ﷺ بڑے جھوٹے آدمی ہیں۔ سنئے! ایک دن وہ کہنے لگے کہ اس رات وہ مکہ سے چلے اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آئے اور پھر واپس صبح سے پہلے مکے پہنچ گئے میری یہ بات سنئے ہی بیت المقدس کالٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا۔ جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنیے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کر لوں سوتا نہ تھا اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا۔ میں نے ہر چند زور لگائے لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں وہ چسکا تک نہیں ہلا بھی تو نہیں۔ میں نے بڑھتی بلوائے انہوں نے دیکھا بھالا ترکیبیں کیس کو ششیں کیس لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ میں صبح ہی اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوارخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات یہ ہماری مسجد کسی نبی کے لیے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے۔

حضرت ابو الخطاب عمر بن دحیہ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب التویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اسکے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں معراج کی حدیث متواتر ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابوذرؓ حضرت مالک بن صصہؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابوسعیدؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم حضرت شداد بن اوسؓ حضرت ابی کعبؓ حضرت عبدالرحمن بن قرظؓ حضرت ابوجہؓ حضرت ابولیلیؓ حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت جابرؓ حضرت حذیفہؓ حضرت بریدہؓ حضرت ابوالیوبؓ حضرت ابوامامہؓ حضرت سرہ بن جندبؓ حضرت ابوالحرأء رضی اللہ عنہم حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضرت ام ہانیؓ حضرت عائشہؓ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وغیرہ سے مروی ہے۔

ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر۔ گو ان میں سے بعض روایتیں سنداً صحیح نہیں لیکن بالجملة صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں ہاں بیشک زندگی اور تمدن لوگ اس کے منکر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہوا ہی رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔

وَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ أَلاَّ تَتَّخِذُوا مِن دُونِي
وَكَيْلًا ۚ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۖ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي
إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ فَإِذَا
جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ
وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ
وَجَعَلْنَا لَكُمُ الْكُرْشَىٰ ۝ إِن أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۖ
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ
مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُمْ عُدتْنَا
وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝

ترجمہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنا دیا کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا۔ [۱۲] اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ چڑھایا تھا وہ تو ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔ [۱۳] ہم نے بنو اسرائیل کے لیے ان کی کتاب میں صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبارہ فساد برپا کر دو گے اور تم بڑی زبردست زیادتیاں کرنے لگو گے۔ [۱۴] ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم تمہارے مقابلہ پر اپنے بندوں کو اٹھا کھڑا کریں گے جو بڑے ہی لڑاکا ہوں گے پس وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ [۱۵] پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ پھیریں گے اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں بڑے جتنے والا کر دیں گے۔ [۱۶] اگر تم نے اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدے کے لیے اچھے کام کرو گے اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے پھر جب دوسرا وعدہ آئے گا تو وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں گھس جائیں گے۔ اور جس جس چیز پر قابو پائیں گے تو زچھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں گے۔ [۱۷] تمہارا رب تو اس بات پر ہے کہ تم پر رحم کرے۔ ہاں اگر تم پھر بھی وہی کرنے لگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم کو بنا رکھا ہے۔ [۱۸]

واقعہ معراج کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: [آیت ۲۰-۸] آنحضرت ﷺ کے واقعہ معراج کے بیان کے بعد اپنے پیغمبر کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بیان فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں اسی طرح تورات اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام تورات ہے وہ کتاب بنی اسرائیل کے لیے ہادی تھی انہیں حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں ہر ایک نبی تو حید الہی لے کر آتا رہا ہے۔ پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انہیں بچالیا اور اپنے پیارے پیغمبر

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر چڑھا لیا تھا۔ تمہیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکر گزاری کرنی چاہئے۔ دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ کھا کر پی کر پہن کر غرض ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں فرماتے رہتے تھے اس لیے آپ کو شکر گزار بندہ کہا گیا۔ ① مسند احمد وغیرہ میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور پانی کا گھونٹ پیئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔“ ② یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہتے۔ شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اس میں ہے کہ ”جب لوگ طلب شفاعت کے لیے حضرت نوح نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے۔“ ③

بنی اسرائیل کی دودفعہ سرکشی: جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دیدی تھی کہ وہ زمین پر دومرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قضینا کے معنی مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دے دینا کے ہیں جیسے آیت ﴿وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ﴾ ④ میں بھی معنی ہیں۔ پس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان پر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے سخت جان ساز و سامان سے پورے لیس تھے۔ وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لیے لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ جالوت کا لشکر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کا بادشاہ سحاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھی بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب و غریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی۔ اولاً یہ ایک فقیر تھا پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتا تھا۔ پھر توبیت المقدس تک اس نے فتح کر لیا اور وہاں پر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطول مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ باوجود اس قدر روافر علم کے حضرت امام صاحب نے یہ حدیث وارد کر دی۔

ہمارے استاد شیخ حافظ علامہ ابوالحجاج مزی ۱۰۵۴ھ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر بھی لکھ دیا ہے۔ اس بارے میں بنی اسرائیل کی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انہیں وارد کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض تو موضوع ہیں اور بعض گواہی نہ ہوں لیکن بھلا اللہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں کتاب اللہ ہمیں اور تمام کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیثوں نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا۔

بیت المقدس پر قبضہ: مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کر دیئے جنہوں نے انہیں خوب مزہ چکھایا بری طرح درگت بنائی ان کے بال بچوں کو تہ تیغ کیا انہیں اس قدر ذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انہوں نے بھی ظلم و زیادتی میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی عوام تو عوام انہوں =

① الطبری، ۱۷/ ۳۵۴؛ حاکم، ۲/ ۳۶۰، وسندہ ضعیف۔ ② صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب

حمد اللہ تعالیٰ بعد الأکل والشرب ۲۷۳۴؛ احمد، ۳/ ۱۱۷؛ ترمذی ۱۸۱۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۴۳۳۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل باب ﴿ذَرِیَّةٌ مِنْ حَمَلِنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا.....﴾ ۴۷۱۲؛

صحیح مسلم ۱۹۴۔ ④ ۱۵/ الحجر: ۶۶۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

ترجمہ: یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ [۹] اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ [۱۰]

= نے تو نبیوں کے گلے ریتے تھے علما کو برسر بازار قتل کیا تھا بخت نصر ملک شام پر غالب آیا بیت المقدس کو ویران کر دیا وہاں کے باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا۔ یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں۔ اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا۔ ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں قتل ہوئے پس وہ خون ٹھہر گیا۔ ① اس نے علما اور حافظوں کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بے دردی سے قتل کیا ان میں کوئی بھی حافظ تو رات نہ بچا۔ پھر قید کرنا شروع کیا ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا۔ لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بلکہ صحت کے قریب والی روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتیں اس لیے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے نیکی کرنے والا دراصل اپنا ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنے والا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے ارشاد ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ اَسَاءَ فَلْعَلِيْهَا﴾ ② جو شخص نیک کام کرے وہ اس کے اپنے لیے ہے اور جو برائی کرے اس کا بوجھ بھی اسی پر ہے۔ پھر جب دوسرا وعدہ آیا اور پھر بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بیباکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ وہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضے میں کر لی تھی اب پھر دوبارہ کر لیں اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا۔ تمہارا رب تو ہے ہی رحم و کرم کرنے والا اور اس سے ناامیدی نازیبا ہے بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کر دے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سراٹھایا ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا ادھر تم نے فساد مچایا ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا۔ یہ تو ہوئی دنیوی سزا۔ ابھی آخرت کی زبردست اور غیر فانی سزا باقی ہے۔ جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں۔ ہمیشہ کے لیے ان کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے ③ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر بھی انہوں نے سراٹھایا اور یکسر فرمان الہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے بھڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمد ﷺ کو ان پر غالب کیا اور انہیں ذلیل ہو کر جزیہ دینا پڑا۔ ④

[آیت: ۹-۱۰] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ایمان دار جو ایمان کے مطابق فرمان نبوی پر عمل بھی کریں انہیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا اجر ہے انہیں بے شمار ثواب ملے گا۔ اور جو ایمان سے خالی ہیں انہیں یہ قرآن قیامت کے دن دردناک عذابوں کی خبر دیتا ہے =

① الطبری، ۱۷/۳۲۹۔ ② ۴۱/ حتم السجدة ۴۶۔

③ الطبری، ۱۷/۳۹۰۔ ④ الطبری، ۱۷/۳۸۹۔

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۖ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحُونًا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا
مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ عَفَصْنَاهُ ثَفِيفًا ۝

ترجمہ: انسان برائی کی دعائیں مانگتے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح انسان ہے ہی بڑا جلد باز۔ [۱۱] ہم نے رات اور دن اپنی قدرت کے نشان بنائے ہیں رات کی نشانی کو تو ہم نے بے نور کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو منور دکھانے والی بنائی ہے تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لیے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ اور ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان فرمادیا ہے۔ [۱۲]

= جیسے فرمان ہے۔ ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝﴾ ① انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دے۔

انسان کی بے صبری کا بیان: [آیت ۱۱-۱۲] یعنی انسان کبھی کبھی دیکھ اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لیے برائی کی دعا مانگتے لگتا ہے کبھی اپنے مال و اولاد کے لیے بد دعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی اور لعنت کی۔ لیکن اس کا اللہ تعالیٰ اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے اور وہ دعا کرے اور وہ قبول فرمائے تو ابھی ہلاک ہو جائے۔ ② حدیث میں بھی ہے کہ ”اپنی جان و مال کے لیے بد دعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی سماعت میں ایسا کوئی کلمہ بد زبان سے نکل جائے۔“ ③ اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے یہ ہے ہی جلد باز۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے تک روح نہیں پہنچی تھی جو آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ روح سر کی طرف سے آ رہی تھی تاکہ تک پہنچی تو چھینک آئی آپ نے کہا الحمد للہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (تَوَحَّمُكَ رَبُّكَ يَا آدَمُ) اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے۔ جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے جب اور نیچے کے اعضاء میں پہنچی تو خوشی سے اپنے تئیں دیکھنے لگے ابھی پیروں تک نہیں پہنچی تھی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ رات سے پہلے روح آ جائے۔ ④

دن اور رات اللہ کی قدرت کی دلیل: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ وضع کے بنائے رات آرام کے لیے دن تلاش معاش کے لیے کہ اس میں کام کاج کر و صنعت و حرفت کرو سیر و سفر کرو۔ رات دن کے اختلاف سے دونوں کی جمعوں کی مہینوں کی برسوں کی گنتی معلوم کر سکتا کہ لین دین میں معاملات میں قرض میں مدت میں عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے۔ اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی سچ ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیشہ رات ہی رات رکھتا کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کروے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لادے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لیے بنائی اور دن تلاش معاش کے لیے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنائے تاکہ شکر و نصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہو سکیں۔ اسی کے ہاتھ رات دن کا =

① ۳/ آل عمران: ۲۱۔ ② الطبری، ۱۷/ ۳۹۳، ۳۹۴۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر، ۳۰۹: ابن حبان، ۵۷۴۲۔ ④ الطبری، ۱۷/ ۳۹۴، ۳۹۵۔

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۚ اِقْرَأْ كِتَابَكَ ۖ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝

ترجمہ: ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے رو برو کھلا ہوا پالے گا۔ [۱۳] لے خود ہی اپنی کتاب آپ ہی پڑھ لے۔ آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے۔ [۱۴]

== اختلاف ہے وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا لافانہ رات پر چڑھادیتا ہے سورج چاند اسی کی ماتحتی میں ہیں ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ غالب اور غفار ہے وہ صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات سکون والی بنائی ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ اللہ عز و عظیم کا مقرر کیا ہوا انداز ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جاسکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے کیا ہے۔ منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تاکہ حساب اور سال معلوم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ پیدائش حق ہے الخ۔

چاند کے بارے میں ایک سوال: قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے وہ لوگوں کے لیے اوقات ہیں اور حج کے لیے بھی الخ۔ رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے اور دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے ① اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ چاند میں یہ چھائی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں محویت دھند کا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے۔ دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔ ②

ہر کوئی اپنا نامہ اعمال دیکھ لے گا: [آیت: ۱۳-۱۴] اوپر کی آیتوں میں زمانے کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے بھلا ہو یا برا وہ اس پر چپک جاتا ہے نیکی کا نیک بدلہ ملے گا بدی کا بد خواہ وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو۔ ③ جیسے فرمان ہے ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر ہر شخص قیامت کے دن دیکھ لے گا ④ اور جیسے فرمان ہے وہی اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوئے ہیں جو بات منہ سے نکلے وہ اسی وقت ٹانگ لیتا ہے ⑤ اور جگہ ہے ﴿وَإِنِّي عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝﴾ ⑥ تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں تمہارے ہر فعل سے باخبر ہیں اور آیت میں ہے تمہیں صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اور جگہ ہے ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ ⑦ مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے چھپے کھلے نیک بد اعمال صبح شام دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں۔

مند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے۔“ ابن لہیعہ رحمہ اللہ =

مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۖ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝

ترجمہ: جو راہ راست حاصل کر لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لیے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ باراسی کے اوپر ہے کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔ [۱۵]

= فرماتے ہیں یہاں تک کہ شگون لینا بھی ❶ لیکن اس حدیث کی یہ تفسیر غریب ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن یا تو اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی یا بائیں میں۔ نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں کھلی ہوئی ہوگی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں۔ اس کی تمام عمر کے کل اعمال اس میں لکھے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان الہی ہے ﴿يُنَبِّئُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ ❷ اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبردار کر دیا جائے گا انسان تو اپنے معاملہ میں خود ہی حجت ہے گو وہ اپنی بے گناہی میں کتنے ہی بہانے پیش کر دے۔ اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے۔ اس وقت چونکہ بھولی بری چیزیں یاد آ جائیں گی اس لیے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی۔ پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ گردن کا ذکر خاص طریقہ پر اس لیے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے۔ اس میں جو چیز لٹکا دی گئی وہ چپک گئی ضروری ہوگی شاعروں نے بھی اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ”بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں فال کوئی چیز نہیں ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے“ اور روایت میں ہے کہ ”شگون ہر انسان کا اس کے گلے کا ہار ہے۔“ ❸ آپ کا فرمان ہے کہ ”ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے۔ جب مؤمن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں یا اللہ تو نے فلاں کو توروک لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں۔“ ❹

لفظ طائر کا معنی: قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں صحیفے کھلے رکھے ہیں وہی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے اب تجھے اختیار ہے زیادہ نیکی کریا زیادہ بدی۔ تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیئے جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا لے اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔ ❺

فرمانبرداری میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے: [آیت: ۱۵] جس نے راہ راست اختیار کی حق کی اتباع کی نبوت کی مانی اس کے اپنے حق میں اچھائی ہے اور جو حق سے ہٹا صحیح راہ سے پھر اس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا ہر ایک کا عمل اسی

❶ احمد، ۳/۳۶۰ وسندہ ضعیف یہ روایت ابن لہیعہ کے اختلاط اور ابو الزہیر کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❷ ۷۵/القیامۃ: ۱۳۔ احمد، ۳/۳۴۲، وسندہ ضعیف اس کی سند میں بھی ابن لہیعہ اختلاط راوی ہے۔

❸ احمد، ۴/۱۴۶ وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۲/۳۰۳۔ ❹ الطبری، ۱۷/۴۰۰۔

کے ساتھ ہے کوئی نہ ہوگا جو دوسرے کا بوجھ بنائے۔ اور جگہ قرآن میں ہے ﴿وَلَيْسَ حِمْلُنْ أَنْفَالَهُمْ وَأَنْفَالَهُمْ مَعَ أَنْفَالِهِمْ﴾ ① اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضْلَوْنَ بَغْيٍ عَلِيمٌ﴾ ② یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے بہکا رکھا تھا۔ پس ان دونوں مضمونوں میں کوئی منافات نہ سمجھی جائے اس لیے کہ گمراہ کرنے والوں پر ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ کہ ان کے بوجھ ہلکے کیے جائیں اور ان پر لا دے جائیں ہمارا عادل اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا۔ پھر اپنی ایک اور رحمت بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول کے بچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا۔ چنانچہ سورہ تبارک میں ہے کہ جنہیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے لیکن ہم نے انہیں سچا نہ جانا انہیں جھٹلادیا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یونہی بہک رہے ہو سرے سے یہ بات ہی ان ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر کچھ اتارے۔ ③ اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یقیناً آئے۔ لیکن کلمہ عذاب کا فروں پر ٹھیک اتر ا۔ ④ اور آیت میں ہے کہ کفار جہنم میں پڑے جیج رہے ہوں گے کہ یا اللہ ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کثرت چھوڑا ب نیک اعمال کریں گے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنہوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ ⑤ الغرض اور بھی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا۔

صحیح بخاری ⑥ میں آیت ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ⑦ کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے پھر ہے کہ ”جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا اور وہ جہنم کے لیے ایک مخلوق نو پیدا کرے گا جو اس میں ڈال دی جائے گی۔ وہ کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟“ اس کی بابت علما کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دار فضل ہے اور جہنم دار عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر حجت ظاہر کئے کوئی داخل نہ کیا جائے گا اس لئے حافظان حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد دہرایا گیا اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ ”دوزخ پر نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا اس وقت وہ کہے گی بس بس اور اس وقت بھر جائے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا ہاں جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا“ ⑧ باقی رہا یہ مسئلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزرے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انھیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڑھے حواس باختہ ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر ائمہ کا کلام بھی مخلصاً ذکر کروں گا اللہ

① ۲۹/العنکبوت: ۱۳۔

② ۱۶/النحل: ۲۵۔

③ ۶۷/الملک: ۸، ۹۔

④ ۳۹/الزمر: ۷۱۔

⑤ ۳۵/فاطر: ۳۷۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ ۷۴۴۹۔

⑦ ۷/الاعراف: ۵۶۔

⑧ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ”ق“ باب قوله ﴿وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ﴾ ۴۸۵۰؛ صحیح مسلم ۲۸۴۶۔

تعالیٰ مدد کرے۔

پہلی حدیث: مسند احمد میں ہے ”چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا تیسرے بالکل بڑھا پھوس آدمی جس کے حواس درست نہیں چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی بہرا تو کہے گا اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہ پہنچی، یوانہ کہے گا اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے مجھ پر بیٹھتے پھینک رہے تھے اور بالکل بڑھے بے حواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش و حواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والے کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ حکم برداری کر لیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔“ ①

اور روایت میں ہے کہ ”جو کود پڑیں گے ان پر سلامتی اور ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو کہیں گے انہیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“ ② ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ﴾ پڑھ لو۔

دوسری حدیث: ابوداؤد و طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ابو حمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیک کار نہیں جو جنت میں بدلہ دیئے جائیں۔“ ③

تیسری حدیث: ابویعلیٰ میں ہے کہ ”ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ۔ جہنم میں سے بھی فرمان باری سے ایک گردن اونچی ہوگی۔ اس فرمان کو سنتے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوزخ اس میں کود پڑیں گے اور جو بد باطن ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لیے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مان کر دیتے۔ اب تمہارے لیے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرماں برداروں سے کہا جائے گا کہ تم بے شک جنتی ہو تم نے اطاعت کر لی۔“ ④

چوتھی حدیث: مسند ابی یعلیٰ موصلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ”وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہے۔ پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے تو کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔“ ابویعلیٰ کمانی اتحاف الخیرۃ (۱۰۲۹۰)

پانچویں حدیث: حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالحق بزار رحمہ اللہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ”قیامت کے دن اہل

① احمد، ۲۴/۴ وسندہ ضعیف، مسند البزار ۲۱۷۴؛ مجمع الزوائد، ۷/۲۱۶۔

② احمد، ۲۴/۴ وسندہ ضعیف، طبرانی، ۸۴۱؛ مجمع الزوائد، ۷/۲۱۶۔ ③ مسند الطیالسی ۲۱۱۱ وسندہ ضعیف

مسند ابی یعلیٰ مختصر ۴۰۹۰، اس کی سند میں یزید القاشی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۳۶۱، رقم: ۲۲۰)

④ مسند ابی یعلیٰ ۴۲۲۴ وسندہ ضعیف اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم غلط راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۱۳۸)

جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کمزوری پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لو گے وہ کہیں گے ہاں ہاں بے شک بلا جوجوں و چرا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس آ جائیں اور کہیں گے اے اللہ ہمیں اس سے تو بچالے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو تم اقرار کر چکے ہو کہ میری فرماں برداری کرو گے پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب سے مان لیں گے اور گریز کریں گے۔ چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لیے جائیں گے پھر یہی حکم ہوگا۔ یہ جائیں گے اور پھر خوف زدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہم تو ڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا۔ اب جناب باری فرمائے گا تم نافرمانی کر چکے اب جاؤ دلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ یہ حکم الہی اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا ایک روال بھی نہ جلاتی۔ ❶ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ربیعان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابو داؤد نے ان سے روایت نہیں کی۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی۔

چھٹی حدیث: امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”خالی زمانے والے اور مجنون اور بچے اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے۔ ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں۔ مجنون کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا۔ بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہٹا دو۔ تو جو آگے چل کر نیکی کرنے والے تھے وہ تو اطاعت گزاری کر لیں گے اور جو اس ہذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مان کر دیتے۔“ ❷

ساتویں حدیث: انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیثوں کی طرح ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ”جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے۔ پھر دوبارہ بھی یہی ہوگا۔ اللہ عز و جل فرمائے گا تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی۔ میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا اسی علم کے مطابق تم ہو۔ اے جہنم! انہیں دبوچ لے۔ چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی۔“ ❸ آٹھویں حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ صحیحین میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہر بچہ وین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی مجوسی بنا لیتے ہیں

❶ حاکم، ۴/۴۴۹، ۵۰، وسندہ حسن؛ مسند البزار، ۳۴۳۳؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۴۷۔ ❷ مسند البزار ۲/۱۶۶ وسندہ

ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۸/۲۱۹، اس کی سندیں علیہ العونی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۲۴، رقم: ۲۱۶)

❸ طبرانی، ۲۰/۸۳، مجمع الزوائد، ۷/۲۱۶ وسندہ ضعیف جداً، اس کی سندیں عمرو بن واقد ہے جسے بخاری نے منکر الحدیث اور

دارقطنی نے متروک کہا ہے۔ (المیزان، ۳/۲۹۱، رقم: ۶۴۶۴)

جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں۔“ لوگوں نے کہا حضور! اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے تو؟ آپ نے فرمایا ”اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی۔“ ① مسند کی حدیث میں ہے کہ ”مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہے۔“ ② صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ ”میں نے اپنے بندوں کو موحّد یک طرفہ خالص بنایا ہے۔“ ③ ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے۔

مشرکین کے بچوں کا کیا انجام ہوگا؟ نویں حدیث: حافظ ابو بکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔“ لوگوں نے بہ آواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا ”مشرکوں کے بچے بھی۔“ ④ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ”مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے۔“ ⑤

دسویں حدیث: مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ! جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نبی شہید اور بچے اور زندہ درگور کئے ہوئے بچے۔“ ⑥ علما میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں خاموش ہیں ان کی دلیل بھی گزر چکی۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”آپ نے اپنے اس خواب میں ایک شخص کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا جن کے پاس بہت سے بچے تھے۔ سوال پر حضرت جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں اور مشرکوں کی اولاد ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور! مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں مشرکین کی اولاد بھی۔“ ⑦ بعض علما فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں۔ بعض علما کہتے ہیں ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا اطاعت گزار جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بوجہ اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہوگا۔ اس مذہب سے تمام حدیثوں اور مختلف دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنی کی کئی ایک ہیں۔ شیخ ابوالحسن علی ابن اسماعیل اشعری رحمہ اللہ نے یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے۔ اور بھی بہت سے محققین علما اور پرکھ والے حافظوں نے یہی فرمایا ہے۔ شیخ ابو عمر بن عبد البر نمری نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے کہ اس بارے کی حدیثیں قوی نہیں ہیں اور ان سے حجت ثابت نہیں ہوتی اور اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لیے کہ آخرت دار جزا ہے دار عمل نہیں ہے اور نہ دار امتحان ہے اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ کی یہ عادت نہیں۔ امام صاحب کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے اس بارے میں جو حدیثیں ہیں ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں جیسے کہ ائمہ علما نے

① صحیح بخاری، کتاب القدر، باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین ۶۵۹۹؛ صحیح مسلم ۲۶۵۸؛ ترمذی ۲۱۳۸؛ احمد، ۲/۲۵۳؛

ابن حبان ۱۳۰۔ ② احمد، ۲/۳۲۶ وسندہ حسن، وصححه الحاكم، ۲/۳۷۰ ووافقه الذہبی، مجمع الزوائد، ۷/۲۱۹۔

③ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا اهل الجنة، ۲۸۶۵۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التعبير

باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح ۸۰۴۷۔ ⑤ مسند البزار، ۲/۲۱۷۲؛ المعجم الكبير، ۶۹۹۳۔ ⑥ ابو داود، کتاب

الجهاد، باب فی فضل الشهادة ۲۵۲۱ وسندہ ضعیف حسن اور یہ بحوالہ الحال ہے۔ بیہقی، ۹/۱۶۳؛ احمد، ۵/۵۸، ابن ابی شیبہ،

۵/۳۳۹، معرفة الصحابة، ۸۶۴۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب التعبير، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح ۷۰۴۷۔

تفرق کی ہے بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجھ اور حسن حدیثوں کے قوی ہو جاتی ہیں اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں۔

اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں وہ دار جزا ہے یہ بے شک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہوگی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ کے دخول سے پہلے کوئی احکام نہ دیئے جائیں گے۔ شیخ ابوالحسن اشعری نے تو مذہب اہل سنت والجماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے۔ مزید برآں آیت قرآن ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ① اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق و مؤمن کی تمیز کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور جدے کا حکم ہوگا۔ صحاح کی حدیثوں میں ہے کہ ”مؤمن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق الٹے منہ پیٹھ کے بل گر پڑیں گے۔“ ② صحیحین میں اس شخص کا قصہ بھی ہے ”جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے و وعید کرے گا اور کچھ سوال نہ کرے گا سو اس سوال کے اس کے پوار ہونے کے بعد وہ اپنے قول و قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ۔ آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم! تو بڑا ہی عہد شکن ہے اچھا جا جنت میں چلا جا۔“ ③ پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ بھی صحت حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کر سکتا۔ خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ بل صراط پر سے گزرنے کا حکم سب کو ہوگا جو جہنم کی پیٹھ پر ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا۔ مؤمن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گزر جائیں گے۔ بعض مثل بجلی کے بعض مثل ہوا کے بعض مثل گھوڑوں کے بعض مثل اونٹوں کے بعض مثل بھاگنے والوں کے بعض مثل پیدل چلنے والوں کے بعض گھنٹوں سرک سرک کر بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔ پس جب یہ چیز ہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری ہے۔ اور سنئے حدیث میں ہے کہ ”دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا۔ شارع علیہ السلام نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اس میں سے پیئیں وہ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی کی چیز ہے۔“ ④ پس یہ صاف نظیر ہے اس واقعہ کی۔ اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ابر نے آکر انہیں ڈھانپ لیا۔ اب جو تلوار چلی تو صبح ہی صبح ابر پھٹنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے۔ بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا۔ کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں پھر تو اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

مذکورہ مسئلہ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی وضاحت: ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے! مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی کہ آپ نے فرمایا ”بچے جنت میں ہیں۔“ ہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گزریں وہ ان میں سے مخصوص ہیں۔ پس جن کی نسبت رب العالمین کو

① ۶۸ / القلم: ۴۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة ن والقلم باب ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ۴۹۱۹؛ صحیح مسلم ۱۸۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود ۸۰۶؛ صحیح مسلم ۱۸۲۔ ④ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ۳۴۵۰؛ صحیح مسلم ۲۹۳۴۔

معلوم ہے کہ وہ مطہج اور فرماں بردار ہیں ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں ان کا امر اللہ کے سپرد ہے۔ وہ قیامت کے دن جنہی ہوں گے جیسے کہ احادیث امتحان سے ظاہر ہے۔ امام اشعری نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے۔ اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں۔ گواہی حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ”وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں۔“ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ کیا عمل کرنے والے تھے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔“ ① ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔“ میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپ نے فرمایا ”وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔“ میں نے کہا کہ بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپ نے فرمایا ”وہ کیا کرتے یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے“ ② مسند کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا ”اگر تو چاہے تو میں ان کا رونا پیٹنا اور چیخا چلانا بھی تجھے سنا دوں“ ③ امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے روایت لائے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ”وہ دونوں دوزخ میں ہیں جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات انہیں بہت بھاری پڑی ہے تو آپ نے فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے بیزار ہو جاتیں۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اچھا جو بچہ آپ سے ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا ”سنو! مؤمن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی۔“ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ ④ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولادوں نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی ہم ان کی اولاد ایں انہی کے ساتھ ملا دیں گے۔ ⑤ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان براوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زاذان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابوداؤد میں حدیث ہے ”زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور شدہ دوزخی ہیں۔“ ⑥ حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور ﷺ! ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مر گئی ہیں وہ صلہ رحمی کرنے والی اور مہمان نواز تھیں۔ ہماری ایک نابالغ بہن کو انہوں نے زندہ دفن کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے دونوں دوزخی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کر لے۔“ ⑦

تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہیے کوئی فیصلہ کن بات یک طرفہ نہ کہنی چاہیے۔ ان کا اعتماد آپ کے =

① احمد، ۸۴/۶، وسندہ حسن۔ ② ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین ۴۷۱۲۔

③ احمد، ۲۰۸/۶، وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۷/۲۲۰، اس کی سند میں ابو عقیل مکی بن التوکل و ابی الحدیث ہے (المیزان،

۴/۴۰۴، رقم: ۹۶۱۴) ④ ۵۲/الطور: ۲۱۔

⑤ احمد، ۱/۱۳۴، ۱۳۵، زوائد عبد اللہ بن احمد بن حنبل وسندہ ضعیف اس کا راوی محمد بن عثمان نامعلوم ہے۔ السنۃ، ۲۱۳۔

⑥ ابوداؤد کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین ۴۷۱۷ وهو صحیح۔ ⑦ احمد، ۳/۴۷۸۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ
فدَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۝ وَكَفَى بِرَبِّكَ
بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

ترجمہ: جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو کچھ حکم دیتے ہیں وہ اس ہستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تہہ وبالا کر دیتے ہیں۔ [۱۶] ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں۔ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار اور خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔ [۱۷]

= اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپ سے سوال ہوا تو آپ نے انہی لفظوں میں جواب دیا تھا۔ ① بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لیے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں یہاں والے بالا آخر جنت میں ہی جائیں گے جیسے کہ سورہ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تقریر کر آئے ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

مومنوں کے فوت ہو جانے والے بچے کہاں ہو گئے؟ یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مومنوں کی نابالغ اولاد کے بارے میں تو علما کا بلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جیسے کہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور ان شاء اللہ عز وجل ہمیں بھی یہی امید ہے لیکن بعض علما سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سچے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی چاہت کے ماتحت ہیں۔ اہل فقہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے موطا امام مالک کے ابواب القدر کی حدیثوں میں بھی کچھ اسی جیسا ہے گو امام مالک رحمہ اللہ کا کوئی فیصلہ اس میں نہیں لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے تو جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت الہی کے ماتحت ہیں۔ ابن عبد البر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ کتاب التذکرہ میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث یہ بھی وارد کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور ﷺ کو بلایا گیا تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس بچے کو مر جا ہو یہ تو جنت کی چڑیا ہے نہ برائی کا کوئی کام کیا نہ اس زمانے کو پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اس کے سوا کچھ اور بھی۔ اے عائشہ سنو! اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس میں جلنے والے پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہیں۔“ مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے۔ ②

چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور لوگ اپنی بے علمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں اس لئے علما کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند رکھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن

① صحیح بخاری، کتاب القدر، باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین..... ۶۶۰؛ صحیح مسلم ۲۶۶۰۔

② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة ۲۶۶۲؛ ابو داؤد ۴۷۱۳؛ ابن ماجہ ۸۲؛ احمد ۴۱/۶۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلُهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ كُلًّا نَبْدُ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۖ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ قَحْطُورًا ۝ أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَلَآ آخِرَةَ أَكْبَرُ دَرَجَتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝

ترجمہ: جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا کا ہی ہوا اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سرست دیتے ہیں بالآخر اس کے لیے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ [۱۸] اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور ہونگی وہ بائمان پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ تعالیٰ کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔ [۱۹] ہر ایک کو ہم بہم پہنچائے جاتے ہیں انہیں بھی اور انہیں بھی تیرے پروردگار کے انعامات میں سے تیرے پروردگار کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے۔ [۲۰] دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں کی تیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔ [۲۱]

= حنفیہ رحمہ اللہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تو منبر پر خطبہ میں فرمایا تھا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”اس امت کا کام ٹھیک ٹھاک رہے گا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے میں اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے“ ① (ابن حبان)۔ امام ابن حبان کہتے ہیں مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبد اللہ کے اپنے قول سے موقوفاً مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم آنے کا مفہوم: [آیت ۱۶-۱۷] مشہور قرأت تو ﴿أَمْرُنَا﴾ ہے اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿آتَاهَا أَمْرُنَا﴾ ② یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آ جاتا ہے رات کو یا دن کو۔ یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے مستحق عذاب ہو جاتے ہیں۔ ③ یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ہم انہیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں وہ برائیوں میں لگ جاتے ہیں پھر ہمارا سزا کا قول ان پر راست آ جاتا ہے جن کی قرأت ﴿أَمْرُنَا﴾ ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں وہ وہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ عذاب الہی انہیں اس بستی سمیت تہس نہس کر دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِينَ﴾ ④ ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں۔ ⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھا دیتے ہیں وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں۔ ⑥ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے ”بہتر مال جانور ہے جو

① حاکم، ۳۳/۱، ابن حبان ۶۷۲۴ وسندہ حسن، مسند البزار ۲۱۸۰، مجمع الزوائد، ۷/۲۰۲۔

② ۱۰/یونس: ۲۴۔ ③ الطبری، ۱۷/۴۰۳۔ ④ ۶/الانعام: ۱۲۳۔

⑤ ایضاً، ۱۷/۴۰۴۔ ⑥ ایضاً۔

زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو کجیور کے درختوں سے پٹا ہوا ہو۔“ ① بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں۔ ②

اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے: اے قریشیو! ہوش سنبھالو میرے اس بزرگ رسول کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ اپنے سے پہلے نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام نشان مٹا دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کے لوگ دین اسلام پر تھے۔ پس تم اے قریشیو! کچھ ان سے زیادہ ساز و سامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو باوجود اسکے تم اشرف الرسل خاتم النبیین کو جھٹلا رہے ہو پس تم عذابوں اور سزاؤں کے زیادہ لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ خیر و شر سب اس پر ظاہر ہے کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے۔ ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے۔

طالب دنیا کا انجام: [آیت: ۱۸-۲۱] کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ہر چاہت پوری ہی ہو جس کا جو ارادہ اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گھرے ہوئے ہوں گے نہایت برے حالوں و ذلت و خواری میں ہوں گے کیونکہ یہاں انہوں نے یہی کہا تھا فانی کو باقی پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لیے وہاں رحمت الہی سے دور ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے تو وہی جمع کرتا رہتا ہے جس کے پاس اپنی عقل نہ ہو۔“ ③

ہاں جو طالب دیدار آخرت ہو جائے اور صحیح طریقہ سے آخرت میں کام آنے والی نیکیاں مطابق سنت کرتا رہے اور اس کے دل میں بھی ایمان تصدیق اور یقین ہو عذاب ثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو اللہ تعالیٰ اور رسول کو مانتا ہو ان کی کوشش قدر دانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا۔

یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے دوسرے وہ جو طالب آخری ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں یہ تیرے رب کی عطا ہے۔ وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا۔ مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے۔ اس کے احکام کوئی رو نہیں کر سکتا اس کے روکتے ہوئے کو کوئی دے نہیں سکتا۔ اس کے ارادوں کو کوئی نال نہیں سکتا۔ تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں نہ کسی کے روکے سے رکیں نہ کسی کے ہٹائے سے ہٹیں۔ وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ گھٹتی ہیں۔

آخرت میں لوگوں کے مختلف درجات ہوں گے: دیکھ لو کہ ہم نے دنیا میں انسانوں کے مختلف درجے رکھے ہیں۔ ان میں امیر بھی ہیں فقیر بھی ہیں درمیانہ حالت میں بھی ہیں اچھے بھی ہیں برے بھی ہیں اور درمیانے درجے کے بھی۔ کوئی بچپن میں مرتا ہے کوئی بڑا بوڑھا ہو کر کوئی اس کے درمیان۔ آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ کچھ تو جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے طوق و زنجیر پہنے ہوئے کوئی جنت کے درجوں میں ہوں گے بلند و بالا۔ بالا خانوں میں نعمت و راحت سرور و خوشی میں۔ پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا ایک ایک درجے میں زمین و آسمان کا سا تفاوت ہوگا۔ جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں۔ بلند درجوں =

① احمد، ۴/۶۸۸ و سندہ ضعیف ایسا بن زہیر مجہول الحال ہے۔

② ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی اتباع النساء الجنائز ۱۵۷۸ و سندہ ضعیف اسماعیل بن سلیمان بن ابی العفیر الکوفی ضعیف راوی ہے۔

③ احمد، ۶/۷۱ و سندہ ضعیف، شعب الایمان ۱۰۶۳۸؛ معجم الزوائد، ۱۰/۲۸۸۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُومًا ۖ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا
 إِلَّا آيَاهُ وَيَا أُولِي الدِّينِ احْسَانًا ۖ إِنَّمَا يَبْتَغِ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا
 فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ
 الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۖ

ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرش تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے۔ [۲۲] تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے ہوں تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ [۲۳] اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ [۲۴]

والے اہل علمین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو۔ ① پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے۔ طبرانی میں ہے ”جو بندہ دنیا میں جو درجہ بڑھنا چاہے گا اور اپنی چاہت میں کامیاب ہو جائے گا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا اور اپنی چاہت میں کامیاب ہو جائے گا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے۔“ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ②

اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے: [آیت ۲۲: ۲۳] یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے آپ کی تمام امت کو حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد بٹ جائے گی جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں وہ واحد و لا شریک ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جسے فاقہ پہنچے اور لوگوں سے اسے بند کرنا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے اس کی بابت دعا کرے اللہ اس کے پاس تو نگر ہی بھیج دے گا یا تو جلدی یا دیر سے۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے۔“ ③ اسے ترمذی حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔

والدین کا مقام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم: یہاں قضیٰ معنی میں حکم فرمانے کے ہے۔ تاکیدی حکم الہی جو کبھی ملنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سرمو فرق نہ آئے۔ ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہ کی قرأت میں قضیٰ کے بدلے وحی ہے ④ یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وانها مخلوقة ۳۶۵۶؛ صحیح مسلم ۲۸۳۱۔

② طبرانی ۶۱۰۱ وسندہ ضعیف جداً عبدالقصور بن سعید متروک راوی ہے۔ حلیۃ الأولیاء، ۴/ ۲۰۴۔

③ ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب فی الاستغفار ۱۶۴۵ وسندہ حسن ترمذی ۲۳۲۶؛ احمد، ۱/ ۴۰۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۵۳۱۸

حاکم، ۲/ ۴۰۸۔ ④ الطبری، ۱۷/ ۴۱۳۔

ہیں جیسے فرمان ہے ﴿إِنْ أَشْكُرْ لِيْ وَلَوْ اَلَدَيْنِكَ﴾ ❶ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مندرہ۔ خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کا پورا ادب کرنا کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے ہوں بھی نہ کرنا نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا ان کی رضامندی کے کام کرنا دکھ نہ دینا ستانا نہیں ان کے سامنے تواضع و عاجزی فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لیے ان کے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا خصوصاً یہ دعا کہ اے اللہ! ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لیے دعا کرنی منع ہوگئی ہے گو وہ ماں باپ باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ ❷ ماں باپ سے سلوک و احسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی۔ جب آپ سے وفہ دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے نبی! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تیرا ذکر ہو اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو کہیے آمین! چنانچہ میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی اللہ تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس شخص کی بخشش نہ ہوئی آمین کہیے! چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اسے بھی برباد کرے جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں ایک کو پالیا اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچے۔ کا کہیے آمین! میں نے کہا آمین۔“ ❸ مسند احمد کی حدیث میں ہے ”جس نے کسی مسلمان ماں باپ کے یتیم بچہ کو پالا اور کھلایا یا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہوگا۔“ ❹ اس حدیث کی ایک سند میں ہے ”جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔“ ❺

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی آزاد کی گئی گردن خدمت والدین اور پرورش یتیم۔ ❻ ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دور کرے اور اسے برباد کرے ❼ الخ۔ ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لیے یہ بدعا ہے۔ ❽ ایک روایت میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہ رمضان میں بخشش الہی سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لیے خود حضور ﷺ کا یہ بدعا کرنا منقول ہے۔ ❾ ایک انصاری نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ میں کوئی =

❶ ۳۱/لقمان: ۱۴۔ ❷ الطبری، ۱۷/۳۲۱۔ ❸ مجمع الزوائد، ۱۰/۱۶۶ عن انس رضی اللہ عنہ، ترمذی، کتاب الدعوات، باب رَغْمِ أَنْفِ رَجُلٍ ذَكَرَتْ عَنْهُ..... ۳۵۴۵ وسندہ حسن؛ الأَدَبُ الْمَفْرُودُ ۶۴۶؛ ابن حبان ۹۰۷؛ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ❹ احمد، ۵/۲۹ وسندہ ضعیف علی بن زید ضعیف ہے۔

❺ احمد، ۴/۳۴۴ وسندہ صحیح۔

❻ احمد، ۴/۳۴۴ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۸/۱۳۹۔

❼ احمد، ۴/۳۴۴ وسندہ صحیح۔

❽ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب رَغْمِ مَنْ أَدْرَكَ أَبُوهُ أَوْ أَحَدُهُمَا..... ۲۵۵۱؛ احمد، ۲/۳۴۶۔

❾ ترمذی، کتاب الدعوات، باب رَغْمِ أَنْفِ رَجُلٍ ذَكَرَتْ عَنْهُ..... ۳۵۴۵ وسندہ حسن؛ احمد، ۲/۲۵۴؛ ابن حبان ۹۰۸۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۖ إِنَّ تَكُونُوا صٰلِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلّٰهِ وَأَيُّنَ غَفُوْرًا ۝

ترجمہ: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ توجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ [۲۵]

== سلوک کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ”ہاں چار سلوک ان کے جنازے کی نماز ان کے لیے دعا استغفار ان کے وعدوں کو پورا کرنا ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے“ (ابوداؤد ابن ماجہ)

والدہ کا حق: ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میں جہاد کے ارادے سے آپ کی خدمت میں خوش خبری لے کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا ”تیری ماں ہے؟“ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا ”جاسی کی خدمت میں لگا رہ جنت اس کے پیروں کے پاس ہے۔“ دوبارہ سہ بارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دوہرائی اور یہی جواب حضور ﷺ نے بھی دوہرایا۔ ② (نسائی ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تمہیں تمہارے قریبداروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا“ ③ (ابن ماجہ مسند احمد) فرماتے ہیں ”دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے۔ اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر جو اس کے بعد قریب ہو اسی طرح درجہ بدرجہ“ ④ (مسند احمد)۔ بزرگاری مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کر رہے تھے حضور ﷺ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا ”ایک شے بھی نہیں“ ⑤ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

توبہ کرنے والوں کیلئے حکم الہی: [آیت: ۲۵] اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرماں بردار اور نمازی ہو اس کی خطائیں اللہ تعالیٰ کے ہاں معاف ہیں۔ ⑥ کہتے ہیں کہ ﴿اَوَاٰیْن﴾ وہ لوگ ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جو غلطی کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں ⑦ تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔ ⑧ عیدہ کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا اَصْبْتُ فِیْ مَجْلِسِیْ هٰذَا) ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولی قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں معصیت سے طاعت کی طرف آ جایا کریں اللہ تعالیٰ کی ناپسندی کے کاموں کو =

① ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی بر الوالدین ۵۱۴۲ وسندہ حسن، ابن ماجہ ۳۶۶۴؛ احمد، ۴۹۸/۳۔

② نسائی، کتاب الجہاد، باب الرخصة فی التخلّف لمن له والدۃ ۳۱۰۶؛ ابن ماجہ ۲۷۸۱؛ احمد، ۴۲۹/۳؛ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الاِسناد کہا ہے۔ دیکھئے (الإرواء تحت، رقم: ۱۱۹۹) اس کی سند صحیح ہے۔

③ ابن ماجہ، کتاب الادب، باب بر الوالدین ۳۶۶۱ وهو حسن، احمد، ۱۳۲/۴۔

④ احمد، ۶۴/۴ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۹۸/۳۔

⑤ المعجم الصغير ۱/۹۲، ۹۳، البزار، ۱۸۷۲ وسندہ ضعیف۔

⑥ الطبری، ۱۷/۴۲۲۔ ⑦ ایضاً، ۱۷/۴۲۳۔ ⑧ ایضاً، ۱۷/۴۲۴۔

وَأَيُّ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْمُسْكِينُ وَابْنُ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۚ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ط وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ وَإِنَّمَا تَعْرِضُ عَنْهُمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝

ترجمہ: رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔ [۲۶] بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ [۲۷] اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہئے کہ عداوت اور زنی سے انہیں سمجھا دے۔ [۲۸]

= ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں ① یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ اَوَّاب مشتق ہے اَوَّب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ جیسے عرب کہتے ہیں (اَبْ فَلَانٌ) اور جیسے قرآن میں ہے (إِنَّ الْإِنْسَانَ إِنَّا بَنَاهُمُ ۝) ② اس کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے ((اَبُيُونُ تَابِيُونُ عَابِدُونُ لِرَبِّنَا حَامِدُونُ)) لوٹنے والے تو بہ کرنے والے عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔ ③ صلہ رحمی کا حکم: [آیت: ۲۶-۲۸] ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کا حکم دے کر اب قرابتداروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ حدیث میں ہے ”اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور پھر جو زیادہ قریب ہو“ ④ اور حدیث میں ہے ”جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔“ ⑤ ہزار میں ہے اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ذک عطا فرمایا۔ ⑥ اس حدیث کی سند صحیح نہیں اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ یہ آیت مکہ ہے اور اس وقت تک باغ ذک حضور ﷺ کے قبضے میں نہ تھا۔ ۷ھ میں خیبر فتح ہوا۔ تب باغ ذک آپ کے قبضے میں آیا۔ پس یہ قصہ بند نہیں بیٹھتا۔ مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورہ براءت میں گزر چکی یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

اسراف اور فضول خرچی سے بچنے کا حکم: خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے۔ نہ تو انسان کو تکلیف ہونا چاہیے نہ سرف بلکہ اعتدال اختیار کرے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا﴾ ⑦ یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گزرتے ہیں نہ بالکل ہاتھ روک لیتے ہیں۔ پھر اسراف کی برائیاں بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں۔ تہذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنے کو۔ ⑧ اپنا کل مال بھی اگر راہ اللہ دے دے تو یہ تہذیر و اسراف نہیں اور غیر حق میں تھوڑا سا بھی دے تو مہذر =

① ایضاً، ۱۷/۴۲۵۔ ② ۸۸/الغاشیة: ۲۵۔ ③ صحیح بخاری، کتاب العمرة، باب ما یقول اذا رجع من

الحج أو العمرة أو الغزو ۱۷۹۷؛ صحیح مسلم ۱۳۴۴؛ ابو داود ۲۷۷۰؛ احمد، ۲/۶۳؛ ابن حبان ۲۷۰۷۔

④ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین وأیہما أحق به ۲۵۴۸۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الأدب،

باب من یسبطلہ فی الرزق لصلۃ الرحم ۵۹۸۶؛ صحیح مسلم ۲۵۵۷؛ احمد، ۳/۲۲۹؛ ابن حبان ۴۳۸۔

⑥ مسند ابی یعلیٰ ۱۰۷۵ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد ۵۲/۷، اس کی سند میں عطیہ العوفی مجروح راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۲۴،

رقم: ۲۱۶) ⑦ ۲۵/الفرقان: ۶۷۔ ⑧ الطبری، ۱۷/۴۲۸؛ حاکم، ۲/۳۶۱، وسندہ ضعیف۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا

مَحْسُورًا ① اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

خَبِيرًا ۝۸۰

ترجمہ: اپنا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل بھی کھول دیا کر کہ پھر ملامت کیا ہو اور پچھتا تا ہوا بیٹھ جائے۔ [۲۹] یقیناً تیرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے ناخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔ [۳۰]

== ہے۔ ① بنو تم کے ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں اور اہل وعیال کنبہ قبیلہ والا ہوں تو مجھ سے بتلائیے کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپ نے فرمایا! ”اپنے مال کی زکوٰۃ الگ کر اس سے تو پاک صاف ہو جائے گا۔ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرسائل کا حق پہنچا سنا رہ اور پڑوسی اور مسکین کا بھی۔“ اس نے کہا حضور ﷺ! اور تھوڑے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ”قربت داروں مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر۔“ اس نے کہا (حَسْبِيَ اللّٰهُ) اچھا حضور ﷺ جب میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ ادا کروں تو اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپ نے فرمایا ”ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دے دیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لیے اجر ثابت ہو گیا؟ اب جو اسے بدل ڈالے اس کا گناہ اس کے ذمہ ہے۔“ ② یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بیوقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے سرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں شیطان میں یہ بدخلصت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا ناشکر اس کی اطاعت کا تارک اس کی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان قریب داروں مسکینوں مسافروں میں سے کوئی کبھی تجھ سے کچھ سوال کر بیٹھے اور اس وقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اس وجہ سے تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی جب اللہ ہمیں دے گا ان شاء اللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔ ③

خرج کرنے میں درمیانی راہ اختیار کی جائے: [آیت ۲۹: ۳۰] حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو۔ نہ بخیل بنو نہ سرف ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ کریم و دوہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھل نہ کھلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو۔ پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو لامتی بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے وَمَنْ كُنَّ ذَا مَالٍ وَيَسْخُلُ بِمَالِهِ عَلَىٰ قَوْمِهِ يَسْتَفْعِنُ عَنْهُ وَيَذْمُمُ لِعَيْنِي جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے

① الطبری، ۱۷/۴۲۹۔ ② احمد، ۳/۱۳۶ وسندہ ضعیف لانقطاعه، المعجم الأوسط ۸۷۹۷۔

③ الطبری، ۱۷/۴۳۱۔

اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے اس کے ہاتھ میں نہیں رہتا ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اڑ جائے۔ ﴿حَسْبُ﴾ سورۃ تبارک میں آیا ہے پس یہ بطور لف و نشر کے ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے ”بخیل اور بخی کی مثال ابن دو شخصوں جیسی ہے جن پر دلوہے کے جبے ہوں سینے سے گلے تک۔ بخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جب بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔“ ① بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا ”ادھر ادھر اللہ تعالیٰ کی ہر راہ میں خرچ کرتی رہ جمع نہ رکھا کرو نہ اللہ تعالیٰ بھی روک لے گا۔ بند باندھ کر روک نہ لیا کرو نہ پھر اللہ تعالیٰ بھی سر بند کر لے گا۔“ ایک اور روایت میں ہے ”شار کر کے نہ رکھا کرو نہ اللہ تعالیٰ بھی نکلتی کر کے روک لے گا۔“ ② صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”تو راہ اللہ تعالیٰ میں خرچ کیا کر اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا۔“ ③ بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔“ ④ مسلم میں ہے ”صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجز نہ برتاؤ کرنے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے۔“ ⑤

طمع سے بچو: ایک اور حدیث میں ہے ”طمع سے بچو اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو انہوں نے بخیلی کی پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کا کہا انہوں نے وہ بھی کیا پھر فقر و فجور کا حکم دیا یہ اس پر بھی کار بند ہوئے“ ⑥

بیہقی میں ہے کہ ”جب انسان خیرات کرتا ہے ستر شیطانوں کے جبرے ٹوٹ جاتے ہیں۔“ ⑦ مسند کی حدیث میں ہے ”درمیانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔“ ⑧

غریبی اور امیری اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے: پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا کشادگی کرنے والا تنگی میں ڈالنے والا اپنی مخلوق میں اپنی حسب منشا ہیر پھیر کرنے والا جسے چاہے غنی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا اللہ ہی ہے۔ ہر بات میں اس کی حکمت ہے وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے۔ وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مستحق امارت کون ہے اور مستحق فقری کون ہے۔ حدیث قدسی میں ہے ”میرے بعض =

① صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب مثل البخیل المتصدق ۱۴۴۳؛ صحیح مسلم ۱۰۲۱۔

② صحیح بخاری، کتاب الہبۃ، باب ہبۃ المرأة لغير زوجها ۲۵۸۹؛ صحیح مسلم ۱۰۲۹؛ احمد، ۶/۳۴۵؛ ابن حبان ۳۲۰۹۔

③ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق بالخلف ۹۹۳۔ ④ صحیح بخاری، کتاب

الزکاة، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فاما من اعطی واتقى﴾ ۱۴۴۲؛ صحیح مسلم ۱۰۱۰۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب البر

والصلة، باب استحباب العفو والتواضع ۲۵۸۸؛ ترمذی ۲۰۲۹؛ احمد، ۲/۲۳۵؛ ابن حبان ۳۲۴۸۔

⑥ ابو داود، کتاب الزکاة، باب فی الشح ۱۶۹۸؛ مسند صحیح، احمد، ۲/۱۵۹؛ حاکم، ۱/۱۱؛ ابن حبان، ۵۱۷۶؛ بیہقی،

۲۴۳/۱۰۔ ⑦ احمد، ۵/۳۵۰؛ مسند ضعیف الاعمش مدلس وعنعن، بیہقی، ۴/۱۸۷؛ حاکم، ۱/۴۱۷۔

⑧ احمد، ۱/۴۴۷؛ مسند ضعیف، طبرانی ۱۰۱۱۸؛ شعب الایمان ۶۵۵۹، اس کی سند میں ابراہیم بن مسلم الجری ضعیف راوی

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِن قَتَلْتُمْ

كَانَ خَطَاً كَبِيراً ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

ترجمہ: مفلس کے خوف سے اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالا کرو ان کو اور تم کو ہم ہی روزیاں دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ [۳۱]

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھلنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔ [۳۲]

بندے وہ ہیں کہ فقیری ہی کے قابل ہیں اگر میں انہیں امیر بنا دوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ ① ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں امیری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل کے طور پر ہوتی ہے اور بعضوں کے لیے فقیری بہ طور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں سے بچائے۔

لوگو تمہارا اور تمہاری اولاد کا رازق اللہ ہے: [آیت: ۳۱-۳۲] دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے ماں باپوں کے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بہ طور ورثے کے دو۔ اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو۔ جاہلیت میں لوگ نہ تو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے نہ ان کا زنا رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا۔ قرآن اس نافر جام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر پوچ ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سورۃ انعام میں فرمایا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِمْلَاقٍ ۖ﴾ ② فقیری اور تنگدستی کے خوف سے اپنی اولادوں کی جان نہ لیا کرو۔ تمہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ خطا کی دوسری قرأت خطا ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ ”تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے“ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ ”تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔“ میں نے کہا اس کے بعد فرمایا یہ کہ ”تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔“ ③

زنا کبیرہ گناہ ہے: زنا کاری اور اس کے گرد کی تمام سیاہ کاریوں سے قرآن روک رہا ہے۔ زنا کو شریعت نے کبیرہ اور بہت سخت گناہ بتلایا ہے وہ بدترین طریقہ اور نہایت بری راہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نوجوان نے زنا کاری کی اجازت آپ سے چاہی۔ لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کہہ رہا ہے کیا کر رہا ہے۔ آپ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا ”بیٹھ جا۔“ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا ”کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم یا رسول اللہ مجھے آپ پر اللہ فدا کرے ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا ”پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا؟“ آپ نے فرمایا ”اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟“ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ”ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتا اچھا اپنی بہن کے لیے اسے تو پسند کرے گا؟“ اس نے اسی طرح انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ”اسی طرح دوسرے بھی اپنی بہنوں کے لیے اسے“

① مجمع الزوائد، ۱۰/ ۲۷۰، بیہمی کہتے ہیں اس کی سند میں ایک جماعت مجہول راویوں کی ہے۔ ② ۱/ الانعام: ۱۵۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اِنْدَادًا﴾ ۷۵۲۰؛ صحیح مسلم ۸۶؛ احمد، ۱/ ۴۳۴؛

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَمَنْ قَتَلَ مَظْلُومًا فَقَدْ

جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطَانًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۝

ترجمہ: اور کسی جان کا جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق نہ قتل کرنا۔ اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارثوں کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔ [۳۳]

= مکروہ سمجھتے ہیں۔ بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپھی سے ایسا کرے؟“ اس نے اسی سختی سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ”اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے نہ چاہے گا۔ اچھا اپنی خالہ کے لیے؟“ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ فرمایا ”اسی طرح اور سب لوگ بھی۔“ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی کہ ”الہی اس کے گناہ بخش اس کے دل کو پاک کرا“ اسے عصمت والا بنا۔“ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھا تا تھا۔ ❶ ابن ابی الدنیا میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”شُرک کے بعد کوئی گناہ زنا کاری سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لیے حلال نہیں۔“ ❷

ناحق قتل حرام ہے: [آیت: ۳۳] بغیر حق شرعی کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے ”جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو اس کا قتل تین باتوں میں سے ایک کے سوا حلال نہیں یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو۔“ ❸ سنن میں ہے ”ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مؤمن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ ❹ اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قاتل پر غالب کر دیا ہے اسے قصاص لینے اور دیت لینے اور بالکل معاف کر دینے میں سے ایک کا اختیار ہے۔“

قاتلین عثمان کا معاملہ: ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے عموم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی آپ ہی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قاتلان عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طلب کرتے تھے کہ ان سے قصاص لیں اس لیے کہ یہ بھی اموی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اموی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں ذرا ڈھیل کر رہے تھے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطالبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تا وقت یہ کہ آپ قاتلان عثمان نہ دیں میں ملک شام کو آپ کی زیر حکومت نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت علی رضی اللہ عنہ سے انکار کر دیا۔ اس جھگڑے نے طول پکڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے حکمران بن گئے۔ معجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے نہ ایسی علانیہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس وقت میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ یکسوئی اختیار کر لیں واللہ! اگر آپ =

❶ احمد، ۲۵۶/۵ و مسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۱/۱۲۹۔

❷ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ النَّفْسَ النَّفْسَ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ ۶۸۷۸؛ صحیح مسلم ۱۶۷۶۔

❹ ترمذی، کتاب الدیات، باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن ۱۳۹۵ وهو حسن، نسائی ۳۹۹۲؛ ابن ماجہ ۲۶۱۹۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ ۚ إِذَا كِلْتُمُ وزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

ترجمہ: یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور وعدے پورے کیا کرو کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔ [۳۴] اور جب ناپے لگو تو بھر پور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولو کرو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔ [۳۵]

کسی پتھر میں بھی چسپے ہوئے ہوں گے تو نکال لیے جائیں گے لیکن انہوں نے میری نہ مانی اب ایک اور سنو! اللہ تعالیٰ کی قسم! معاویہ تم پر بادشاہ ہو جائیں گے اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے جو مظلوم مار ڈالا جائے ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گزرتا چاہئے الخ سنو! یہ قریشی تو تمہیں فارس و روم کے طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سنو تم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے اس کو تھام لیا جو معروف ہے اس نے نجات پائی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والے ہی ہو تو تم مثل ایک زمانے والوں کو ہوؤں گے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے۔ اب فرمایا ولی کو قتل کے بدلے میں حد سے نہ گزرتا چاہئے کہ وہ قتل کے ساتھ مشلہ کرے کان ناک کاٹے یا قاتل کے سوا اور سے بدلہ لے۔ ولی مقتول شریعت غلبہ اور قدرت کے لحاظ سے ہر طرح مدد کیا گیا ہے۔

یتیم کا مال نہ کھاؤ: [آیت: ۳۴-۳۵] یتیم کے مال میں بدیہی سے ہیر پھیر نہ کرو ان کے مال ان کی بلوغت سے پہلے صاف کر ڈالنے کے ناپاک ارادوں سے بچو۔ جس کی پرورش میں یتیم بچے ہوں اگر وہ خود مالدار ہے تب تو اسے ان یتیموں کے مال سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور اگر وہ فقیر محتاج ہے تو خیر بہ قدر معروف کھالے۔ صحیح مسلم میں ہے حضور ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”میں تو تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو خود اپنے لیے چاہتا ہوں خبردار کبھی دو شخصوں کا والی نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا۔“ ①

پھر فرماتا ہے وعدہ وفا کی کیا کرو جو وعدے وعید جو لین دین ہو جائے اس کی پاسبانی کرو اس کی بابت قیامت کے دن جوابدہی ہوگی۔

ناپ تول میں کمی نہ کرو: ناپ پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیز گھٹا کر کم نہ دو۔ (قسطاس) کی دوسری قرأت (قسطاس) بھی ہے پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن بتلانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولو کرو دونوں جہان میں تم سب کے لیے یہی بہتری ہے دنیا میں بھی یہ تمہارے بیوپاری رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اے تاجر! تمہیں ان دو چیزوں کو سونپا گیا ہے جن کی وجہ سے تم نے پہلے کے لوگ برباد ہو گئے یعنی =

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ۱۸۲۶؛ ابو داود، ۲۸۶۸؛ ابن حبان، ۵۵۶۴۔

② الطبری، ۱۷/۴۴۶۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ
عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ وَلَا تَنْشِ فِي الْأَرْضِ مَرْحَاً إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
الْجِبَالَ طُولًا ۝ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۝

ترجمہ: جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ پگچھ کی جانے والی ہے۔ [۳۶]
زمین میں اڑ کر نہ چلا کر نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔ [۳۷] ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے
نزدیک سخت ناپسند ہے۔ [۳۸]

= ناپ تول۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف الہی سے اسے چھوڑ دے تو اللہ اسے اس
سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔“ ①

بغیر علم کے گواہی نہ دو: [آیت ۳۶-۳۸] یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ بلاؤ۔ بے علم کے کسی کی عیب جوئی اور
بہتان بازی نہ کرو۔ جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو بے دیکھے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا۔ نہ بے سننایا کرو۔ نہ بے علمی پر اپنا
جانتا بنایا کرو۔ کیونکہ ان تمام باتوں کی جواب دہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگی۔ ② غرض وہم خیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو
رہا ہے جیسے فرمان الہی ہے ﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ﴾ ③ زیادہ گمان سے بچو بعض گمان گناہ ہیں۔

حدیث میں ہے ”گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹی بات ہے۔“ ④ ابوداؤد کی حدیث میں ہے ”انسان کا یہ تکیہ کلام بہت ہی برا
ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں ⑤ اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے“ ⑥ اور صحیح
حدیث میں ہے ”جو شخص ایسا خواب از خود گھڑ لے قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ
اس سے ہرگز نہیں ہوتا۔“ ⑦ قیامت کے دن آنکھ کان دل سب سے باز پرس ہوگی سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہاں پر ﴿تَلْكَ﴾ کی
جگہ ﴿أُولَٰئِكَ﴾ کا استعمال ہے عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی۔

تکبر کے ساتھ چلنا منع ہے: اگر اتر اتر کر تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے یہ عادت سرکش اور مغرور
لوگوں کی ہے۔ پھر اسے نیچے دکھانے کے لیے فرماتا ہے کہ گو کتنے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑوں کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کیسے
ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے بلکہ ایسے لوگوں کا برعکس حال ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا
ہے کہ ”ایک شخص چادر جوڑے میں تکبر کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جو ہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے۔“ ⑧ =

① الطبری، ۱/۴۶۔ ② ایضاً، ۱۷/۴۶، ۴۷۔ ③ ۴۹/الحجرات: ۱۲۔

④ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینبی عن التحاسد والتدابیر، ۶۰۶۶؛ صحیح مسلم ۲۵۶۳؛ احمد، ۲/۴۶۵؛ ابن حبان، ۵۶۸۷۔ ⑤ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی قول الرجل زعموا ۴۹۷۲ وهو صحیح ابوقلابہ بس نہیں ہیں تاہم
ان کے سماع کی صراحت معجم الصحابة (۶۸۸۵) میں موجود ہے۔ الأدب المفرد ۷۶۲؛ احمد، ۵/۴۰۱؛ الزہد ۳۷۷۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب التبییر، باب من کذب فی حلیہ ۷۰۴۳۔ ⑦ صحیح بخاری حوالہ سابق ۷۰۴۲؛ احمد، ۱/۶۱۲؛ ابن حبان ۵۶۸۶۔ ⑧ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخیلاء ۵۷۸۹؛ صحیح
مسلم ۲۰۸۸؛ احمد، ۲/۳۱۵؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۳۳۔

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۖ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اٰلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

ترجمہ: یہ بھی مجملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب تیرے رب نے حکمت سے اتاری ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملاحت خورہ اور راندہ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ [۳۹]

قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے مملات کے زمین دوز کر دیا گیا۔ عاجزی کی فضیلت: ہاں تو اضع نرمی فروتنی اور عاجزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور عالی قدر کرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”جھکنے والوں کو اللہ بلند کرتا ہے“ وہ اپنے تئیں حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں۔ ① امام ابو بکر ابن ابی الدنیا اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الایم دربار منصور میں جا رہا تھا ریشمی جبہ پہنے ہوا تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دہرا سلوا یا تھا کہ نیچے سے قابھی دکھائی دے اور اکڑتا اینڈتا جا رہا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا انوہ تک چڑھا بل کھایا رخساروں پھولا اپنے ڈنڈ بازو دیکھتا اپنے تئیں تو ت نعمتوں کے ذکر شکر کو بھولا رہا ہے۔ ابن الایم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے شیطان کی لعنت کا مارا وہ دیکھو جا رہا ہے۔ ابن الایم نے اسے ترک کر کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ معذرت کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ عابد بختری نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتا ہوا چلتا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے اس کی روش ایسی نہ تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے یہی بھائی ہوتے ہیں حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لوگو اکڑا کر چلنا چھوڑ دو اس لیے کہ انسان..... (اصل میں اسی طرح بیاض چھوٹی ہوئی ہے؟)

اس کا ہاتھ اس کے باقی جسم سے (ابن ابی الدنیا۔) ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ ”جب میری امت تجتخر اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا۔ ②

﴿سَيِّئَةٌ﴾ کی دوسری قرأت (سَيِّئَةٌ) ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لے کر اکڑ کر نہ چلو تک کے تمام کام۔ اور ﴿سَيِّئَةٌ﴾ کی قرأت پر مطلب یہ ہے کہ ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ﴾ سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے یہی توجیہ بیان فرمائی ہے۔

[آیت: ۳۹] یہ احکام ہم نے دیئے ہیں سب بہترین اور صاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے وہ بڑی ذلیل خصلتیں =

① مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الغضب والكبر ۵۰۴۶؛ شعب الایمان ۸۱۴۰، وسندہ موضوع اس کی سند میں الکریمی اور سعید بن سلام الطارک ذاب راوی ہیں۔

② ابن ابی الدنیا فی التواضع، (۲۴۹) وسندہ ضعیف لارسالہ، دلائل النبوة، ۵۲۵/۶، وسندہ ضعیف۔

أَفَاصْفُكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَيْنِ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۖ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝
 قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا الْأَبْتَسَعُوا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝
 سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝

ترجمہ: کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنالیں؟ بے شک تم ہم پر بڑا بول بول رہے ہو۔ [۴۰]
 ہم نے تو اس قرآن میں ہر طرح بیان فرمادیا کہ لوگ سمجھ جائیں لیکن اس پر بھی انہیں تو نفرت ہی بڑھتی رہتی ہے۔ [۴۱] کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور موجود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ اب تک تو مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے۔ [۴۲]
 جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر بہت دور اور بہت بلند ہے۔ [۴۳]

= ہیں۔ ہم یہ سب باتیں تیری طرف بذریعہ وحی کے نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے۔ دیکھ میرے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرا ناور نہ وہ وقت آئے گا کہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ملامت ہوگی بلکہ تمام اور مخلوق کی طرف سے بھی اور تو ہر بھلائی سے دور کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں بواسطہ رسول اللہ آپ کی امت سے خطاب ہے کیونکہ حضور ﷺ تو معصوم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں: [آیت: ۴۰-۴۳] ملعون مشرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے بیٹیاں اللہ کی جو تمہیں ناپسند جن سے تم جلو کر ڈھو بلکہ زندہ درگور کر دو انہیں اللہ کے لیے ثابت کرو۔ اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کہینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں رب رحمان کی اولاد ہے۔ حقیقتاً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے پہاڑ چور چور ہو جائیں کہ یہ رب رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں۔ زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تہا پیش ہونے والا ہے۔ ①

حق کے دلائل واضح ہیں: اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرمادی ہیں وعدے وعید صاف طور پر مذکور ہیں تاکہ لوگ برائیوں سے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچیں۔ لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھتے اور اس سے دور بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں۔

جو مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انہیں شریک اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہیں کی وجہ سے ہم قرب الہی حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہ گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب اللہ ہی دلوا دیں اور جس کو چاہیں سفارش کر دیں۔ تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے اس کا قرب ڈھونڈتے۔ پس تمہیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئیں نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادتیں نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ =

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ط وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغُ
بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ط إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔ [۴۳]

اللہ تعالیٰ میں اور تم میں وہ واسطہ بنے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ واسطہ سخت ناپسند معلوم ہوتے ہیں اور ان سے وہ انکار کرتا ہے۔ اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا رہا۔

اس کی ذات خالصوں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان آلودگیوں سے ہمارا مولا پاک ہے وہ احاد و محمد ہے۔ وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے اس کی جنس کا کوئی نہیں۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے: [آیت: ۴۳] ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی قدسیت تسبیح تنزیہ تعظیم جلالت بزرگی بڑائی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور مشرکین جو نیکے اور باطل اوصاف ذات الہی کے لیے مانتے ہیں ان سے یہ تمام مخلوق براعت کا اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد اور لا شریک مانتی ہے۔ ہر ہستی اللہ تعالیٰ کی توحید کی زندہ شہادت ہے۔ ان نالائق لوگوں کے اقوال سے مخلوق تکلیف میں ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے زمین دھنس جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں۔ طرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبریل و میکائیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے جبریل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمانوں تک اڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ ((سُبْحَتِ السَّمَوَاتُ الْعُلَى مِنْ ذِي الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الذَّوِي الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا - سُبْحَنَ الْعُلَى الْأَعْلَى - مُبْحَانَهُ وَتَعَالَى))۔ مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لیے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات نباتات جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔ ① ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھاتے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے۔ ② ابو ذر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں میں نے آپ سنا کہ وہ شہد کی مکھو کی جھنناہٹ کی طرح تسبیح الہی کر رہی تھیں۔ ③ اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے۔ کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ”سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنالیا کرو سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی

① مجمع الزوائد، ۷۸/۱، المعجم الأوسط، ۳۷۵۴ و سندہ ضعیف، مسکین بن میمون غیر معروف ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، ۳۵۷۹؛ ترمذی، ۳۶۳۳؛ ابن حبان، ۶۴۹۳۔

③ مسند البزار، ۲۴۱۳؛ المعجم الأوسط، ۱۲۶۶، و سندہ ضعیف، صالح بن ابی الاخضر ضعیف۔

اور ان سے بھی بہتر و افضل ہوتی ہے“ ① (مسند احمد)۔ سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا ”اس کا بولنا تسبیح الہی ہے۔“ ② اور حدیث میں ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے۔ الحمد للہ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔ اللہ اکبر زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔ جب کوئی ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور مجھے سوچا۔“ ③ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیاسی جب پہننے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے۔ آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھیسٹے ہوئے فرمایا کہ ”تجھے میں جانوروں کا لباس پہننے ہوئے تو دیکھتا نہیں ہوں؟“ پھر حضور ﷺ واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ ”حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بہ طور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت۔ ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہتے رہو اس لئے کہ آسمان اور زمین اور ان میں کی تمام چیزیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا سنو! اگر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے۔ دوسرا حکم میرا ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ)) پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔“ ④ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا ”آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کر دیکھ مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح و تحمید بیان کرتی ہے۔“ اس کی اسناد ابوہریرہ بن عبد الرحمن الاودی راوی کے ضعیف ہیں۔ مگر کرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ستون درخت دروازوں کی چوبلیں ان کی بھڑتے کھلتے آواز پانی کی گھڑ گھڑا ہٹ یہ سب تسبیح الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد و ثنا کے بیان میں مشغول ہے ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے۔ سورہ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر ذی روح چیز تسبیح خواں ہے جیسے حیوانات اور نباتات۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رحمہ اللہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید رقاشی نے کہا کہ اے ابوسعید! کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک ترنگری کی صورت تھا تسبیح گو تھا۔ جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔ اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو فرماتے ہیں ”انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں ایک تو پیشاب کے وقت پردے کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔“ پھر آپ نے ایک ترنگی لے کر اس کے دو کٹڑے کر کے دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ ”شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔“ ⑤ (بخاری و=

① احمد، ۴۳۹/۳، وسندہ ضعیف انکی سند میں ابن ابیہرہ، زبان وغیرہ ضعیف راوی ہیں۔ (التقریب، ۴۴/۱، رقم: ۵۷۴، ۲۵۷/۱)

② المعجم الاوسط ۳۷۲۸ وسندہ ضعیف، مسیب بن واضح ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۴/۴۔

③ الطبری، ۴۵۶/۱۷۔ ④ احمد، ۲۲۵/۲ وسندہ صحیح؛ مجمع الزوائد، ۴/۶۱۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغیۃ والبول، ۱۳۷۸؛ صحیح مسلم، ۲۹۲؛ ابوداؤد، ۲۰؛ ترمذی، ۷۰؛

ابن ماجہ، ۳۴۷؛ احمد، ۲۲۵/۱؛ ابن حبان، ۳۱۲۸۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ۖ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِذَا

ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: تو جب قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں۔ [۳۵]
اور ان کے دلوں پر ہم پردے ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ اور جب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ روگردانی کرتے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ [۳۶]

== (مسلم)۔ اس لیے بعض علما نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی جب خشک ہو جائیں گی تسبیح بند ہو جائے گی۔
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اللہ تعالیٰ حکیم و غفور ہے اپنے گناہگاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تاخیر کرتا ہے ڈھیل دیتا ہے پھر بھی اگر کفر و فسق پر اڑا رہے تو بے پناہ پکڑنازل فرما دیتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے ”اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب مواخذہ کرتا ہے تو نہیں چھوڑتا۔ دیکھو قرآن میں ہے کہ جب تیرا رب کسی بستی کے لوگوں کو ان کے مظالم پر پکڑتا ہے تو پھر ایسی ہی پکڑ ہوتی ہے“ الخ اور آیت میں ہے کہ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی پھر آخرش پکڑ لیا۔ ①، ② اور آیت میں ہے ﴿فَكَأَيُّ مَن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ③ ہاں جو گناہوں سے رک جائے ان سے ہٹ جائے تو بے کر لے تو اللہ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے جیسے آیت قرآن میں ہے جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر استغفار کرے تو اللہ کو بخشے والا اور مہربان پائے گا۔ ④ سورہ فاطر کے آخری آیتوں میں بھی یہی بیان ہے۔

دلوں پر پردہ کا مفہوم: [آیت: ۳۵-۳۶] فرماتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں کوئی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا وہ حجاب انہیں چھپا لیتا ہے۔ یہاں مستور سائر کے معنی میں ہے جیسے میمون مشنوم یا سن اور شام کے معنی میں ہیں۔ وہ پردے کو بظاہر نظر نہ آئیں لیکن ہدایت میں اور ان میں حد فاصل ہو جاتے ہیں۔ مسند ابی یعلیٰ موصلی میں ہے کہ سورہ ﴿تَبَسُّتْ يَدَايَ﴾ کے اترے پر عوراء ام جمیل شور مچاتی دھار وار پتھر ہاتھ میں لیے یہ کہتی ہوئی آئی کہ اس مذم کو ہم نہیں ماننے کے۔ ہمیں اس کا دین ناپسند ہے ہم اسے فرمان کے مخالف ہیں۔ اس وقت رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے کہنے لگے حضور! یہ آرہی ہے اور آپ کو دیکھ لے گی۔ آپ نے فرمایا ”بے فکر رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔“ اور آپ نے اس سے بچنے کے لیے تلاوت قرآن شروع کر دی یہی آیت تلاوت فرمائی۔ وہ آئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگی کہ میں نے سنا ہے تمہارے نبی نے میری بھوک کی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں رب کعبہ کی قسم تیری کوئی بھوک حضور ﷺ نے نہیں کی۔ وہ یہ کہتی ہوئی لوٹی کہ تمام قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی لڑکی ہوں۔ ⑤ ﴿اِكْنُتَ﴾ کنان کی جمع ہے اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے جس سے وہ قرآن اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے اور جب تو قرآن =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ ہود باب قوله ﴿وَكَذَلِكَ اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة.....﴾ ۴: ۶۸۶؛
صحیح مسلم ۲۵۸۳: ترمذی ۳۱۱۰؛ ابن ماجہ ۴۰۱۸؛ ابن حبان ۵۱۷۵؛ بیہقی ۹۵/۶۔ ② ۱۱/ ۱۱: ۱۰۲۔
③ ۲۲/ الحج: ۴۵۔ ④ ۴/ النساء: ۱۱۰۔ ⑤ مسند ابی یعلیٰ، ۲۵: حاکم، ۳۶۱/۲۔

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمْعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمْعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَى إِذْ يَقُولُ
الظَّالِمُونَ إِنَّ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۖ أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ
فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝

ترجمہ: اسے سنتے وقت ان کی نیتوں سے ہم خوب آگاہ ہیں جب یہ تیری طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے [۴۷] دیکھ تو سہی کہ تیری کیا کیا مثالیں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہک رہے ہیں اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔ [۴۸]

= میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو یہ بے طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ نفور جمع ہے تافر کی جیسے قاعد کی جمع قعود آتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر بغیر فعل ہو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ ① مسلمانوں کا لا الہ الا اللہ کہنا مشرکوں پر بہت گراں گزرتا تھا۔ ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے۔ دیکھ لو اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا۔ ② یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر کرنی غرابت سے خالی نہیں۔

سرداران قریش چھپ کر آنحضرت ﷺ کا قرآن سننے تھے: [آیت: ۴۷-۴۸] سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کو پہنچانی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے گو یہ لفظ اسی معنی میں شعر میں بھی ہے اور امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن ہے یہ غور طلب۔ ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے۔ کافر لوگ طرح طرح کے دہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے۔ کوئی کہتا آپ شاعر ہیں کوئی کہتا کاہن ہیں کوئی مجنون بتلاتا کوئی جادوگر وغیرہ۔ اس لیے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابو جہل بن ہشام، افض بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ حضور ﷺ کی زبانی سننے کے لیے نکلے۔ آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے یہ لوگ آ کر چپ چپاتے چھپتے لکتے ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی رات کو سننے رہے فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے اتفاقاً راستے میں سب کی ملاقات ہو گئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے لیکن رات کو پھر =

وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرَفَاتًا إِنْ كُنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ قُلْ كُونُوا
 جَارَةً أَوْ حَادِيدًا ۝ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَنْ
 يُعِيدُنَا قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ
 وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ
 بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝

ترجمہ: کہنے لگے کہ کیا جب کہ ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش میں پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیے جائیں گے؟ [۴۹]
 جواب دے کہ تم پھر بن جاؤ یا لوہا [۵۰] یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو اب یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو
 دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ تو جواب دے کہ وہی اللہ تعالیٰ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا اس پر وہ اپنے سر ہلا بلا کر تجھ سے دریافت
 کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو تو جواب دے کہ کیا عجب کہ وہ قریب ہی آن لگی ہو۔ [۵۱] جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی تعریف
 کرتے ہوئے تعظیم ارشاد کرو گے اور گمان کرنے لگو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہے۔ [۵۲]

= یہ تینوں آگے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے راستے میں مل گئے پھر سے کل کی باتیں دہرائیں
 اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا تیسری رات پھر یہی ہوا۔ اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب
 نہیں آئیں گے چنانچہ قول و قرار کر کے جدا ہوئے صبح کو انہیں اپنی لاٹھی سنبھالنے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابو حذافہ مجھے بتلاؤ
 تمہاری اپنی رائے آں حضرت ﷺ کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابو ثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں ان میں سے بہت سی
 آیتوں کا تو مطلب معنی میں جان گیا لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا اللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں
 سے ہو کر انہیں ابو جہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے کہا سنئے شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا ابو عبد مناف
 سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا ہم نے بھی کھانا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں ہم نے بھی انہیں سواریوں کے
 جانور دیئے انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور انہیں انعامات دیئے ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا۔ اب جب کہ ہم
 ان تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جانہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہا کہ ہم میں نبوت ہے ہم
 میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ! نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا
 کہیں گے۔ اس وقت انہیں اسے چھوڑ کر چل دیا۔

مرنے کے بعد جی اٹھنا: [آیت: ۴۹-۵۲] کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور
 انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے ❶ غبار بن جائیں گے کچھ نہ رہیں گے بالکل مٹ جائیں گے پھر بھی
 نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورۃ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرے پیچھے اٹنے پاؤں زندگی میں لوٹائے =

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۗ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِينًا ۝

ترجمہ: میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں۔ کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈال رہا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ [۵۳]

== جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں گل سرنگی ہوں؟ بھی یہ تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔ ① سورۃ یس میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیدائش کو فراموش کر گیا ② الخ۔ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ پر تمہارا جلا نا و بھر نہیں جو چاہو ہو جاؤ دوبارہ اٹھو گے ضرور۔ ③ حدیث میں ہے کہ ”بھیڑیے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت و دوزخ کے درمیان لایا جائے گا اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں۔ پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو! اب بھیگی ہے موت نہیں اور اے جہنمیو! اب بھیگی ہے موت نہیں۔“ ④ یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے یا پتھر یا لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہی ہم ہو جائیں تو یہ تو بتلاؤ کہ یہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بے جا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس پر دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ۔ یہ جواب چونکہ لا جواب ہے بھونچکے تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے بعد عقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہوگا کب؟ سچے ہو تو وقت کی تعیین کر دو۔ بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے رہتے ہیں ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی تم اس کے لئے انتظار کرو غفلت نہ برتو اسکے آنے میں کوئی شک نہیں آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہوؤ گے۔ ایک آنکھ چپکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا۔ قبروں سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ حمد کے لائق وہی ہے تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو۔

حدیث میں ہے کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہوگی گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔“ سورۃ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آ رہا ہے ان شاء اللہ۔

اس وقت تمہارا یقین ہوگا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی۔ سوال یہ بھی کہیں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی اور اس پر قسمیں کھائیں گے۔ اسی طرح دنیا میں بھی اپنے =

① ٧٩/النازعات: ١٠، ١٢. ② ٣٦/نيس: ٧٨. ③ الطبري، ١٧/٤٦٤.

④ صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة "كهيعص" باب قوله عز وجل ﴿وانذرهم يوم الحسرة﴾ ٤٧٣٠-.

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ط اِنْ يَشَاءُ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَشَاءُ يَعَذِّبْكُمْ ط وَمَا اَرْسَلْنَاكَ

عَلَيْهِمْ وَكَيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ ط وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلَى بَعْضٍ وَاَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۝

ترجمہ: تمہارا رب تم سے بہ نسبت تمہارے بھی بہت زیادہ جاننے والا ہے وہ اگر چاہے تو تم پر رحم کر دے چاہے تمہیں سزا دے ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار ٹھہرا کر نہیں بھیجا۔ [۵۴] آسمان و زمین میں جو بھی ہے تیرا رب سب کو بخوبی جانتا ہے ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دے رکھی ہے۔ داؤد کو زبور ہم نے ہی عطا فرمائی ہے۔ [۵۵]

= جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے۔

گفتگو مہذب ہونی چاہیے: [آیت: ۵۳] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ مؤمن بندوں سے فرمادیں کہ وہ اچھے لفظوں اور بہتر فقروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں ورنہ شیطان ان میں آپس میں سر پھٹول اور برائی ڈلوا دے گا لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے وہ انسان کا دشمن ہے گھات میں لگا رہتا ہے اسی لیے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اسے لگانہ دے اور یہ جہنمی نہ بن جائے ملاحظہ ہو ① مسند احمد۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے ایک مجمع میں فرمایا کہ ”سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کوئی کسی پر ظلم و ستم نہ کرے کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے۔ پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے جو دو شخص آپس میں دینی دوست ہوں پھر ان میں جدائی ہو جائے اس جدائی کو ان میں سے جو بیان کرے وہ بیان کرنے والا برا ہے وہ بدتر ہے وہ نہایت شریر ہے“ (مسند)۔ ②

فرق مراتب: [آیت: ۵۴-۵۵] تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے اسی طرح جسے چاہے بد اعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام صرف ہوشیار کر دینا ہے تیری ماننے والے جتنی ہوں گے اور نہ ماننے والے دو ذخی بنیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے ایک کو ایک پر فضیلت ہے نبیوں میں بھی درجے ہیں کوئی کلیم اللہ ہے کوئی بلند درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو۔“ ③ اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار۔ جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی اسکا ماننا واجب ہے۔

اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر: مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول ان سب سے افضل ہیں جن کا نام سورہ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمد، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام۔ سورہ شوریٰ کی آیت ﴿تَسْرِعَ لَكُمُ﴾ ④ =

① صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ ((من حمل علينا السلاح فليس منا)) ۷۰۷۲؛ صحیح مسلم ۲۶۱۷؛

احمد، ۲/۳۱۷؛ ابن حبان ۵۹۴۸۔ ② احمد، ۷۱/۵، وسندہ ضعیف۔

③ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وان یونس لمن المرسلین﴾ ۲۴۱۴؛ صحیح مسلم

۲۳۷۳۔ ④ ۴۲/ الشوری: ۱۳۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا
تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ
وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکار دو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ ۱۵۶۔ جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں خود وہ اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید واری میں لگے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو رہے ہیں بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے۔ [۵۷]

== میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں۔ جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے اسی طرح بغیر اختلاف کے یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے۔ ہم نے اس کے دلائل اور جگہ بسط سے بیان کئے ہیں واللہ الموفق۔

پھر فرماتا ہے ہم نے داؤدؑ وغیرہ علیہ السلام کو زبور دی۔ یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں (حضرت) ”داؤد علیہ السلام پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔“ ①

جنہیں لوگ معبود سمجھتے ہیں وہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں: [آیت: ۵۶-۵۷] اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہئے کہ تم انہیں خوب پکار کر دکھ لو کہ آیا وہ تمہارے کچھ بھی کام آ سکتے ہیں؟ نہ ان کے بس کی بات کہ مشکل کشائی کر دیں نہ یہ بات کہ اسے کسی اور پر ٹال دیں وہ محض بے بس ہیں قادر اور طاقت والا صرف اللہ تعالیٰ واحد ہی ہے مخلوق کا خالق اور سب کا حکمراں وہی ہے۔ یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں کی اور مسیح علیہ السلام کی اور عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے معبود تو خود اللہ تعالیٰ کی طرف نزدیکی کی جستجو میں ہیں۔ ② صحیح بخاری میں ہے کہ ”جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جتے ہوئے ہیں“ ③ اس لیے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود خود اللہ کی طرف جھک گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام حضرت عزیر علیہ السلام سورج چاند فرشتے سب قرب الہی کی تلاش میں ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ کا زمانہ تو گزر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد الہی تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں۔ وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ یہ سب بزرگ اس دھن میں ہیں کہ کون اللہ تعالیٰ سے زیادہ نزدیکی حاصل کر لے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خواہاں اور اس کے عذاب سے ترساں ہیں حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے۔ خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ واقع میں اس کے عذاب ہیں ہی ذر کے قابل اللہ ہمیں بچائے۔

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ ۳۴۱۷۔ ② الطبری، ۱۷ / ۴۷۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ﴾ ۴۷۱۴؛ صحیح مسلم ۳۰۳۰۔

وَأَنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۖ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۖ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝

ترجمہ: جتنی بھی بستیاں ہیں ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انھیں ہلاک کر دینے والے ہیں یا سخت ترسزا دینے والے ہیں یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ [۵۸] ہمیں نشانات کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے لوگ انھیں جھٹلا چکے ہیں ہم نے ثمودیوں کو بہ طور نشان کے اونٹنی دی لیکن انھوں نے اس پر ظلم کیا ہم تو لوگوں کو صرف دھمکانے کے لئے ہی نشانات بھیجتے ہیں۔ [۵۹]

مفسرین کیلئے تباہی ہے: [آیت: ۵۸-۵۹] وہ نوشتہ جولوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کر دیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کر دی جائیں گی۔ یا تباہی کے قریب ان کے گناہوں کی وجہ سے ہو جائیں گی۔ اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے اپنے کړوت کا خمیازہ ہوگا ان کے اعمال کا وبال ہوگا رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا۔

نشانیوں دیکھنے کے بعد ایمان نہ لانا عذاب کا باعث ہے: حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کافروں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ سے پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوا تھی بعض مردود کو جلاتے تھے وغیرہ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ پر ایمان لائیں تو آپ اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیجیے ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ پر وحی آئی کہ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ ”اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انھیں مہلت نہ ملے گی فی الفور عذاب آجائے گا اور تباہ کر دیئے جائیں گے اور اگر آپ کو انھیں تاخیر دینی اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا نہ کروں آپ نے فرمایا اے اللہ میں انھیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں“ ① مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ ”انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی کی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں“ ارح۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ②

اور روایت میں ہے ”آپ نے دعا مانگی جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہوگی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ کے اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑوں؟ آپ نے دوسری شق اختیار کی۔“ ③ مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ آیت ﴿وَأَنْزِلْ رُوحَ شِرْكَكَ﴾ ④ جب اتری تو تعمیل ارشاد کیلئے آپ جبل ابی قتبیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے ”اے عبد مناف! میں تمھیں ڈرانے والا ہوں۔“ قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے پھر کہنے لگے سنئے! آپ نبوت کے مدعی ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نبی کے تابع ہوا تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نبی کے تابع دریا ہو گیا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نبی مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ تو بھی نبی ہے۔“

① الطبری، ۱۷/۴۷۷۔ ② احمد، ۱/۲۵۸؛ حاکم، ۲/۳۶۲۔ ③ احمد، ۱/۲۴۲ وهو حدیث صحیح مسند عبد بن حمید ۷۰۰؛ دلائل النبوة للبيهقي، ۲/۲۷۲۔ ④ ۲۶/الشعراء: ۲۱۴۔

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّعْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا

فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ ۚ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا

طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝

ترجمہ: یاد کر جب کہ ہم نے تجھ سے فرما دیا کہ تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔ جو نمائش ہم نے تجھے دکھائی تھی وہ لوگوں کیلئے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہارِ نفرت کیا گیا ہے۔ ہم انھیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انھیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے۔ [۶۰]

== اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹ کر زمین قابلِ زراعت بنادے تاکہ ہم کھیتی باڑی کریں۔ یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کر کہ ہم اور وہ مل کر بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں۔ یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوادے کہ ہم جاڑے گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں۔ اسی وقت آپ پر وحی اترتی شروع ہو گئی اس کے خاتمہ پر آپ نے فرمایا ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا مجھے اس کے ہو جانے میں اور اس بات میں کہ دروازہ رحمت میں چلے جاؤ اختیار دیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم رحمت الہی سمیٹ لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے در رحمت کا کھلا ہونا ہی پسند کیا کیونکہ دوسری صورت میں تمہارے ایمان نہ لانے پر تم پر وہ عذاب اترتے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں اور آیت ﴿وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيَوَتْ﴾ ① نازل ہوئی۔“ ②

نشانیاں لوگوں کو ڈرانے کیلئے ہوتی ہیں: یعنی آیتوں کے بھیجنے اور منہ مانگے معجزوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے ہم انھیں دکھا دیتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر پھر ہمارے عذاب نہ اٹکتے۔ اگلوں کو دیکھ لو کہ اسی میں برباد ہوئے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دسترخوان اتار رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو کفر کرے گا اسے ایسی سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو ③ شہود یوں کو دیکھو کہ انھوں نے ایک خاص پتھر میں سے اونٹنی کا ٹکٹا طلب کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر وہ نکلی لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں رسول کو جھٹلاتے رہے جس پر انھیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر غارت کر دیئے گئے۔ ان کی یہ اونٹنی بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی۔ لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا اس کا پانی بند کیا بالآخر اسے قتل کر دیا جس کی پاداش میں اول سے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب کی پکڑ میں آ گئے آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں۔

مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ منورہ میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا واللہ! تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں کروں گا۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپ

① ۱۳/الرعد: ۳۱ ② مسند ابی یعلیٰ ۶۷۹

③ ۵/المائدہ: ۱۱۵ ④ الطبری، ۱۷/۴۷۸

نے فرمایا ”سورج چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت و حیات سے گہن میں نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوف زدہ کر دیتا ہے جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ دعا اور استغفار کی طرف جھک پڑو۔ اے امت محمد! اللہ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے لونڈی غلام زنا کاری کریں اے امت محمد! اللہ! جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنتے اور بہت زیادہ روتے۔“ ①

معراج کا سبب منظر آپ ﷺ نے آنکھوں سے دیکھا: [آیت: ۶۰] اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تبلیغ دین کی رغبت دلارہا ہے اور آپ کے بچاؤ کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں وہ سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت ہیں وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہے گا۔ جو ہم نے تجھے دکھایا وہ لوگوں کی ایک صریح آزمائش ہے۔ یہ دکھانا معراج والی رات تھا جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ نفرتی درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ ② بہت سے تابعین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا تھا جو شب معراج میں دکھایا گیا تھا۔ ③ معراج کی حدیثیں بہت پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔

یہ بھی گزر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے ان کے برخلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے۔ پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کر دیا۔ حضور ﷺ نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی تو کافروں نے اسے سچ نہ مانا اور ابو جہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ پس یہی زقوم ہے پھر اس خوراک سے گھبرا گئے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف اور غریب ہے پہلے قول کے ہی قائل تمام وہ مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما مسروق ابو مالک حسن بصری رحمہم اللہ وغیرہ سہل بن سعید رحمہم اللہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فلاں قبیلہ والوں کہ اپنے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دیکھا اور آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنتے ہوئے نہیں دکھائی دیئے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ پیش ④ (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اور ان کے استاد بھی بالکل ضعیف ہیں۔ خود امام ابن جریر رحمہم اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجرۃ الزقوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے ہم کافروں کو اپنے عذابوں وغیرہ سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد تکبر ہٹ دھری اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

① صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف، ۱۰۴۴، صحیح مسلم، ۹۰۱، ابو داؤد، ۱۱۹۱، بیہقی، ۳۳۸/۳۔
 ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل باب ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي ارٰىكَ الْاَفْتِنَةَ لِلنَّاسِ﴾ ۴۷۱۶۔
 ③ الطبری، ۱۷/۴۸۱۔ ④ الطبری، ۱۷/۴۸۴، ۴۸۶، وسندہ ضعیف جداً۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۖ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أُخِّرْتِنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا تَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۖ قَالَ أَذْهَبُ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ۖ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعَدُهُمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۖ إِنَّ عِبَادِي لَكِنَّ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ۖ

ترجمہ: جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا۔ وہ کہنے لگا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ [۶۱] چھادیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو جو بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کر لوں گا۔ [۶۲] ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔ [۶۳] ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں ان سے اپنا بھی سا جھانگا اور انھیں دل بہلا دے دیا کر ان سے شیطان کے جتنے بھی وعدے ہوا کرتے ہیں سب کے سب سراسر فریب و دھوکہ دی ہے [۶۴] میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں تیرا رب کار سازی کرنے والا کافی ہے [۶۵]

ابلیس کی جھٹ دھرمی: [آیت: ۶۱-۶۵] ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا اس کی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے سجدے کا حکم سن کر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر جنایا اسے حقیر سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کسی مٹی سے بنے ہوئے کے سامنے جھکے۔ میں اس سے کہیں افضل ہوں میں آگ ہوں یہ خاک ہے۔ پھر اس کی ڈھٹائی دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ جل و علی کے دربار میں گستاخانہ لہجے میں کہتا ہے کہ اچھا اسے اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برابر ادا کر کے ہی چھوڑوں گا سب کو اپنا تابعدار بنالوں گا اور بہکا دوں گا کچھ یونہی سے تو میرے پھندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کر دوں گا۔

شیطان کو مہلت دی گئی: ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت چاہی اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے۔ ① تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کا بدلہ جہنم ہے جو پوری سزا ہے۔ اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکا لے یعنی گانوں سے اور تماشوں سے انھیں بہکا تا پھر۔ ② جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف بلانے والی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے۔ ③ اسی طرح تو اپنے پیادے اور سوار لے کر جس پر تجھے ہو سکے حملہ کر لے (رجل) جمع ہے (رجل) کی جیسے رکب جمع ہے را کب کی اور =

رَبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝

ترجمہ: تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے۔ [۶۶]

= صبح جمع ہے صاحب کی مطلب یہ ہے کہ جس قدر تجھ سے ہو سکے ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ علم۔ شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ بندگان اللہ تعالیٰ کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں انھیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی معصیت میں جو سواری پر ہوا اور پیدل ہو وہ شیطان لنگر میں ہے ① ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جو اس کے مطیع ہیں۔ ② جب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں (أَجْلَبَ فَلَانٌ عَلَى فَلَانٍ) اسی سے یہ ماخوذ ہے آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں ③ وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ جلب کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا۔

مال اور اولاد میں شرکت کا مفہوم: ان کے مالوں میں اور اولادوں میں بھی تو شریک رہ۔ یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرا ④ سود خوری ان سے کرا برائی سے مال جمع کریں اور حرام کاریوں میں خرچ کریں حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں وغیرہ۔ اولاد میں شرکت یہ ہے کہ مثلاً زنا کاری جس سے اولاد ہو ⑤ جو اولاد بچپن میں بوجہ بیوقوفی ان کے ماں باپ نے زندہ درگور کر دی ہو یا مار ڈالی ہو اسے یہودی نصرانی مجوسی وغیرہ بنا دیا ہو ⑥ اولادوں کے نام عبد الحارث عبد شمس اور عبد فلان رکھا ہو۔ غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اس میں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو یہی شرکت شیطان کی ہے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”اللہ عز و جل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یک طرفہ موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آکر انھیں بہکا دیا اور حلال چیزیں حرام کر دیں۔“ ⑦

بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے یہ پڑھ لے ((اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَاهُ)) یعنی یا اللہ! تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے تو اگر اس میں کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا تو اسے ہرگز ہرگز کبھی بھی شیطان کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا“ ⑧ پھر فرماتا ہے کہ جاتو انھیں دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کر۔ چنانچہ قیامت کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سب سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں۔ میں انہیں شیطان رنجیم سے بچاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی وکالت اس کی حفاظت اس کی نصرت اس کی تائید بندوں کو کافی ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پالیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو۔“ ⑨

کشتیاں تجارت کا ذریعہ ہیں: [آیت: ۶۶] اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتلاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت و سفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلا دی ہیں اس کے فضل و کرم لطف و رحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں آ جا سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کر سکتے ہو۔

- ① الطبری، ۴۹۲/۱۷۔ ② ایضاً، ۴۹۱/۱۷۔ ③ ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی الجلب علی الخیل فی السباق ۲۵۸۱ وهو حسن، ترمذی ۱۱۲۳؛ نسائی ۳۳۳۷۔ ④ الطبری، ۴۹۳/۱۷۔ ⑤ ایضاً، ۴۹۴/۱۷۔ ⑥ ایضاً، ۴۹۴/۱۷، ۴۹۵۔ ⑦ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا أهل الجنة وأهل النار ۲۸۶۵۔ ⑧ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب التسمية علی کل حال وعند الوقاع، ۱۴۱؛ صحیح مسلم ۱۴۳۴؛ ابو داود ۲۱۱۶؛ ترمذی ۱۰۹۲؛ ابن ماجہ ۱۹۱۹؛ احمد، ۱/۲۱۷۔ ⑨ احمد، ۲/۳۸۰، وسندہ ضعیف، ابن لہیعہ عنعن۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ
 أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يُخْشِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ
 أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ۝

ترجمہ: سمندر میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں پکارتے تھے سب کو تم کہ جاتے ہیں صرف وہی اللہ تعالیٰ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ [۶۷] تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے یا تم پر پتھروں کی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لئے کسی نگہبان کو نہ پاسکو۔ [۶۸]

سمندروں میں بھی کارساز اللہ ہی ہے: [آیت: ۶۷] اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ نے ٹال دی کہ یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت جب کہ ابو جہل کا لڑکا عکرمہ حبشہ جانے کے ارادے سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی باد مخالف کے جھوکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنے کا اسی کو پکارو۔ عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کر سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آ سکتا ہے اے اللہ میں نذر مانتا ہوں کہ تو نے مجھے اس آفت سے بچا لیا تو میں سیدھا جا کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدوں گا۔ اور یقیناً وہ مجھ پر مہرمانی اور رحم و کرم فرمائیں گے چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوئے۔ ① پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو۔ لیکن پھر اس کے بٹتے ہی اللہ تعالیٰ کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے اللہ تعالیٰ بچالے اور توفیق خیر دے۔

سمندر میں غرق کرنے والا خشکی میں بھی دھنسا سکتا ہے: [آیت: ۶۸] رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کہ جو تری میں ڈبو سکتا تھا وہ خشکی میں دھنسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

پھر وہاں تو صرف اسی کو پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا۔ یہ کس قدر نا انصافی ہے؟ وہ تو تم پر پتھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے۔ ② جیسے لوٹیوں پر ہوئی تھی جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے سورہ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں نہ دھنسا دے کہ یکا یک زمین جنبش کرنے لگے۔ کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں کہ کہیں وہ تم پر پتھر نہ برسا دے پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا کچھ ہوتا ہے ③ پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے نہ دنگیر نہ وکیل نہ کارساز نہ نگہبان نہ پاسبان۔

أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ
 فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ لَعَلَّكُمْ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ۝ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي
 آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى
 كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

ترجمہ: کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ پھر تمہیں دوبارہ دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبودے پھر تم اپنے لئے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔ [۶۹] یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انھیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انھیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت عطا فرمائی۔ [۷۰]

[آیت: ۶۹-۷۰] ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکر و! سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوئے باہر آ کر پھر انکار کر گئے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور باد تند کے تھپڑے تمہاری کشتی کو ڈمگادیں اور آخر ڈبودیں ❶ اور تمہیں تمہارے کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار کھڑا نہ ہو نہ کوئی ایسا مل سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے ہمارا پیچھا کوئی نہیں کر سکتا کس کی جال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے۔ ❷

تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت: سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ ❸ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا ہے وہ اپنے حیر دل پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے اپنے ہاتھوں سے تمیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ جگتے ہیں۔ پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان بھلائی برائی سوچتا ہے۔ دینی دنیوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے اس کی سواری کیلئے خشکی میں جانور چوپائے دیے گھوڑے خیر ادنت وغیرہ اور تری کے سفر کیلئے اسے کشتیاں بنائی سکھا دیں اسے بہترین خوش گوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں کھیتیاں ہیں پھل ہیں گوشت ہیں دودھ ہیں اور بہترین بہت سی خوش ذائقہ دار لذیذ مزیدار چیزیں پھر عمدہ مکانات رہنے کو اچھے خوشنالباس پہننے کو قسم قسم کے رنگ برنگ کے یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب اس کیلئے مہیا کر دیئے اور مخلوق میں سے عموماً ہر ایک پر اسے برتری بخشی۔

انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے: اس آیت کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا اے اللہ تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور موج مزے کر رہے ہیں تو تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے برابر میں ہرگز نہ =

یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِیَمِیْنِهِ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَلَا یُطْلَمُوْنَ فِتْنًا ۝ وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے پھر جن کا بھی عمل نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ خوشق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور دھاکے کے برابر بھی ظلم نہ کئے جائیں گے [۱] اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا۔ [۲]

= کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے۔ ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے انھیں تو کھانا پانی دے رہا ہے کپڑے لئے وہ پہنتے ہیں نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں سواریاں ان کے لئے ہیں راحت آرام انھیں حاصل ہے۔ ان میں سے کسی چیز کے حصے دار ہم نہیں۔ خیر اگر دنیا میں ان کیلئے ہے تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کروے اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہہ دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ ① طبرانی میں ہے کہ ”قیامت کے دن ابن آدم سے زیادہ بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ فرمایا فرشتے بھی نہیں وہ تو مجبور ہیں جیسے سورج چاند۔“ ② یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

قیامت کے دن امام سے کیا مراد ہے؟ [آیت: ۷۱-۷۲] امام سے مراد یہاں نبی ہیں ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی۔ جیسے اس آیت میں ہے۔ ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَاۤءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُم بِالْقِسْطِ﴾ ③ ہر امت کا رسول ہے پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اہل حدیث کی فضیلت: بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت محمد ﷺ ہیں ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہاں امام سے مراد کتاب اللہ ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتاری تھی ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں۔ ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب اللہ ہو یا نامہ اعمال چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سے اعمال نامہ مراد لیتے ہیں۔ ④ ابوالعالیہ حسن ضحاک بھی یہی کہتے ہیں ⑤ اور یہی زیادہ ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان الہی ہے ﴿وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصٰیْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴾ ⑥ ہر چیز کا ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لیا ہے اور آیت میں ہے۔ ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ﴾ ⑦ یعنی نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے الخ۔ اور آیت میں ہے۔ ہر امت کو تو گنہگاروں کے بل گری ہوئی =

① اس کی سند میں محمد بن ایوب الرازی کذاب راوی ہے۔ (المیزان، ۳/ ۸۷، رقم: ۷۲۵۹) لہذا یہ سند موضوع ہے۔

② الطبرانی و سندہ ضعیف اس کی سند میں عبید اللہ بن تمام ضعیف راوی ہے (المیزان، ۳/ ۴، رقم: ۵۳۴۸)

③ ۱۰/ یونس: ۴۷۔ ④ الطبری، ۱۷/ ۵۰۲۔ ⑤ ایضاً، ۱۷/ ۵۰۲، ۵۰۳۔

⑥ ۳۶/ یس: ۱۲۔ ⑦ ۱۸/ الکہف: ۴۹۔

وَأِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَةً ۖ وَإِذَا

لَا تَخْذُوكَ خَلِيلًا ۖ وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۖ

إِذَا لَا ذِقْنَكَ ضَعْفَ الْحَيَاةِ وَضَعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۖ

ترجمہ: یہ لوگ جو تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے بہکا دینا چاہ رہے تھے کہ تو اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑالے تب تو تجھے یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لینے [۴۳] اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتا۔ [۴۴] پھر تو ہم بھی تجھے دو ہر اعذاب تو دنیا کا کرتے اور دوسرا ہی موت کا بھی پھر تو تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتا۔ [۴۵]

= دیکھئے گا۔ ہر امت اپنی کتاب کی جانب بلائی جا رہی ہوگی۔ آج تمہیں تمہارے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق و انصاف کے ساتھ بولے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہتے تھے ① یہ یاد رہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامہ اعمال ہاتھ میں ہوگا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہوگا۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَأَشْرَكَتِ السَّارِصُ بُنُورَ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيَءٌ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ﴾ ② زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور نبیوں کو اور گواہوں کو موجود کر دیا جائے گا اور آیت میں ہے۔ ﴿لَقَدْ كُنِفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ آمَةٍ بِشَاهِدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ ③ یعنی کیا کیفیت ہوگی اس وقت جب کہ ہر امت کا ہم گواہ لائیں گے اور تجھے اس تیری امت پر گواہ کر کے لائیں گے۔ لیکن یہاں امام سے مراد نامہ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جن کے دائیں ہاتھ میں دید یا گیا۔ وہ تو اپنی نیکیاں فرحت و سرور خوشی اور راحت سے پڑھنے لگیں گے بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے اسی کا مزید بیان سورہ الحاقة میں ہے۔ فیل سے مراد لمبا دھاگا ہے جو بھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتا ہے بزار میں ہے نبی ﷺ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”ایک شخص کو بلو کر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا چہرہ چمکنے لگے گا سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا یا اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں آتا دیکھ کر وہ سب آرزو کر نے لگیں گے کہ اے اللہ ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے۔

کفار بروز قیامت اندھے ہونگے: لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ یا اس کی برائی سے اللہ کی پناہ اے اللہ اسے ہمارے پاس نہ لاؤ ہیں وہ آ جائے گا۔ یہ کہیں گے اللہ اسے رسوا کر یہ جواب دے گا اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے تم میں سے ہر شخص کیلئے یہی اللہ تعالیٰ کی مار ہے۔“ ④ اس دنیا میں جس نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے اس کی کتاب سے اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ جج اندھا ہوگا اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولے ہوئے ہوگا عِذَا ذَا بِاللّٰہِ ⑤

اللہ تعالیٰ ہی پیغمبر ﷺ کو دین پر قائم رکھتا ہے: [آیت: ۷۳-۷۴] مکار و فاجر کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے

① ۴۵/ العجائیہ: ۲۸-۲۹ ② ۳۹/ الزمر: ۶۹ ③ ۴/ النساء: ۴۱۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل ۳۱۳۶ وسندہ حسن؛ حاکم، ۲/ ۲۴۲، ۲۴۳؛ ابن حبان ۷۳۴۹۔

⑤ الطبری، ۱۷/ ۵۰۵، ۵۰۴۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذْ لَا يَلْبَثُونَ خَلْفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ سُنَّةٌ مِّنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝

ترجمہ: یہ تو تیرے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ تجھے اس سے نکال دیں پھر تو یہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم ٹھہرنا پاتے۔ [۷۶]
جیسا دستور ان کا جو تجھ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے۔ تو ہمارے دستور میں کبھی رد و بدل نہ پائے گا۔ [۷۷]

رسول کو بچانا رہا۔ آپ کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ کا ولی اور ناصر رہا اپنی حفاظت اور صیانت میں ہمیشہ آپ کو رکھا۔ آپ کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا۔ آپ کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا۔ آپ کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا۔ اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درود و سلام بھیجتا رہے آمین۔

جب یہودیوں نے نبی ﷺ کو شام جانے کا مشورہ دیا: [آیت: ۷۶-۷۷] کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام چلا جانا چاہیے وہی نبیوں کا وطن ہے۔ اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں آپ کی رہائش اس کے بعد ہوئی ہے کہتے ہیں کہ تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہیں رہنا چاہیے اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جائیے آپ نے انہیں ایک حد تک سچا سمجھا۔ غزوہ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی لیکن تبوک پہنچنے ہی سورہ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں اس کے بعد کہ سورت ختم کر دی گئی تھی ﴿وَإِنْ كَادُوا﴾ سے ﴿تَحْوِيلًا﴾ تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینے کی واپسی کا حکم دیا اور فرمایا وہیں آپ کی موت زیست وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے لیکن اس کی سند بھی نظر سے خالی نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں۔ تبوک کا غزوہ یہود کے کہنے سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ﴾ ① جو کفار تمہارے ارد گرد ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور آیت میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے ایسے اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کر لیں۔ ② اور وجہ اس غزوہ کی یہ تھی کہ آپ کے جو اصحاب رضی اللہ عنہم جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہو جائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی جس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے“ ③ ولید رضی اللہ عنہ تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لی جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انھوں نے مکہ سے جلا وطن کرنے کے بارے میں کیا تھا چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انھوں نے آپ کو نکالا پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گزار سکے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کو غالب کیا۔ ڈیڑھ سال ہی گزارا۔

اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْانَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْانَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ نَعْسَى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

ترجمہ: نماز کو قائم رکھ آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہوا ہے ۱۷ رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کر یہ زیادتی تیرے لئے ہے عقیب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ ۱۷

== تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہو گئی اور وہیں کافروں کا اور کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا۔ ان کے شریف و رئیس تہ تیغ ہوئے ان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی ان کے سردار قید میں آ گئے۔ پس فرمایا کہ یہی عادت پہلے سے جاری ہے اگلے رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انھیں تنگ کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے اللہ کے عذاب نے انھیں غارت اور بے نشان کر دیا۔ ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر رسول رحمت تھے اس لئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ﴾ ① یعنی تیری موجودگی میں اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہ کرے گا۔

قرآن میں پانچوں نمازوں کا ذکر: [آیت: ۷۸-۷۹] نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ ﴿ذُلُوكَ﴾ سے مراد غروب ہے یا زوال ہے۔ ② امام ابن جریر رحمہ اللہ نے زوال کے قول کو پسند فرمایا ہے اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جنھیں آپ چاہیں دعوت کی کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے۔ (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے ③ پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا۔ ﴿غَسَقِ﴾ سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ ”دلوک“ سے مراد غروب ہے ان کے نزدیک ظہر عصر مغرب اور عشاء کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان ﴿وَقُرْانَ الْفَجْرِ﴾ میں ہے۔ حدیث سے بہ تو اترا تو ال و افعال آنحضرت ﷺ سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان بجمہ اللہ اب تک اس پر ہیں ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ ④ صحیح بخاری میں ہے کہ ”تہا شخص کی نماز پر جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں“ اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو ﴿وَقُرْانَ الْفَجْرِ﴾ ⑤

قرآن الفجر کا معنی: بخاری و مسلم میں ہے کہ ”رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں۔ صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گزاری وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجود یہ کہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے

① ۸/ الانفال: ۳۳۔ ② الطبری، ۱۷/ ۵۱۴۔ ③ ایضاً، ۱۷/ ۵۱۸۔ ④ ایضاً، ۱۷/ ۵۲۰۔ ترمذی،

کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل ۳۱۳۵ وهو صحیح؛ ابن ماجہ ۶۷۰، احمد، ۲/ ۴۷۴۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب قوله ﴿ان قران الفجر کان مشہودا.....﴾ ۴۷۱۷؛ صحیح مسلم ۶۴۹۔

پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے۔^① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں۔^② ابن جریر کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ ”کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں۔ کوئی ہے کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں۔ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔“^③

پیغمبر ﷺ کو نماز تہجد کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تہجد کی نماز کا حکم فرماتا ہے فرضوں کا تو حکم ہے ہی۔ صبح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کوئی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا ”رات کی نماز“^④ تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو۔ لغت میں مفسرین کی تفسیروں میں اور حدیث میں یہ موجود ہے آپ کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد^⑤ پڑھتے جیسے کہ اپنی جگہ بیان موجود ہے۔ ہاں حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو نماز عشاء کے بعد ہو۔^⑥ ممکن ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو۔ پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے بعض تو کہتے ہیں تہجد کی نماز اور دن کے برخلاف صرف حضور ﷺ پر فرض تھی۔

بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتوں کی اس نماز کی وجہ سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔^⑦ ہمارے اس حکم کی بجائے آوری پر ہم تمہیں اس جگہ کھڑا کریں گے کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ کی تعریفیں کرے گی اور خود خالق اکبر بھی کہتے ہیں کہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپ اپنی امت کی شفاعت کیلئے جائیں گے تاکہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ انہیں راحت دیں۔^⑧

مقام محمود اور آنحضرت ﷺ کے فضائل: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”لوگ ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انہیں سنائے گا آنکھیں کھل جائیں گی، ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے۔ سب کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اللہ کی اجازت کے بات نہ کر سکے گا۔ آواز آئے گی اے محمد! آپ کہیں گے ((لَبَّيْكَ مَعْدِنُكَ)) اے اللہ! تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے برائی تیری جانب سے نہیں۔ راہ یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت بخشے۔ تیرا غلام تیرے سامنے موجود ہے وہ تیری ہی مدد سے قائم ہے وہ تیری ہی جانب جھکنے والا ہے تیری پکڑ سے بجز تیرے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں تو برکتوں اور بلند یوں والا ہے اے رب الہیت تو پاک ہے۔“ یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت میں کیا ہے^⑨ پس یہ مقام مقام شفاعت ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے آپ باہر آئیں گے اور سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے۔^⑩ اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول ﷺ سے کیا ہے بے شک حضور ﷺ کی بہت سی بزرگیاں قیامت کے دن ایسی ہوں گی جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں اور بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی

① صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب فضل صلاة العصر ۵۵۵؛ صحیح مسلم ۲۳۲؛ احمد، ۴۸۶/۲؛ ابن حبان ۱۷۳۷۔

② الطبری، ۵۲۱/۱۷۔ ③ اس کی سند میں زیادہ بن محمد الانصاری مگر الحدیث ہے (المیزان، ۹۸/۲، رقم: ۲۹۸۸) لہذا

یہ روایت مردود ہے۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم ۱۱۶۳؛ ابو داؤد ۲۴۲۹؛ ابن ماجہ ۷۴۲؛

احمد، ۳۰۳/۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۳۹۲۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب من نام اول اللیل وأحیا آخرہ

۱۱۶۶؛ صحیح مسلم ۷۳۹۔ ⑥ الطبری، ۵۲۴/۱۷۔ ⑦ الطبری، ۵۶۵/۱۷؛ احمد، ۲۵۵۔

⑧ الطبری، ۵۲۶/۱۷۔ ⑨ ایضاً۔ ⑩ ایضاً، ۵۲۸/۱۷۔

جن میں کوئی آپ کی برابری کا نہیں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے آپ کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے۔ آپ کو حوض کوثر ملے گا جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔ بہت بڑی شفاعت آپ کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کیلئے آئے اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس ہوں انہیں اور سب انکار کر دیں۔ پھر آپ ﷺ کے پاس آئیں گے اور آپ اس کیلئے تیار ہوں گے جیسے کہ اس کی حدیثیں مفصل آ رہی ہیں ان شاء اللہ۔

شفاعت کا بیان: آپ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہوگا کہ انہیں جہنم کی طرف لے جائیں پھر وہ آپ کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے آپ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے پار ہوں گے۔ آپ ہی جنت میں لے جانے کے پہلے سفارشی ہوں گے جیسے صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ ① صورت کی حدیث میں ہے کہ ”تمام مؤمن آپ ہی کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے“ سب سے پہلے آپ جنت میں جائیں گے اور آپ کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی آپ کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلیٰ اور بلند درجے پائیں گے۔ آپ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملے گی۔ یہ صحیح ہے کہ حکم الہی گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے نبی بھی کریں گے لیکن حضور ﷺ کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہوگی ان کی کنتی کا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں اس میں کوئی آپ کے مثل اور برابر نہیں۔ کتاب السیرۃ کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب بط سے بیان کیا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہ۔

مقام محمود کے متعلق مزید احادیث: اب مقام محمود کے بارے کی حدیثیں سنئے اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے۔

بخاری میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا محمد ﷺ کی طرف ہوگی پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔“ ② ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”سورج بہت نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ اسی حالت میں لوگ (حضرت) آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے وہ صاف انکار کر دیں گے پھر (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے آپ یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد ﷺ سے کہیں گے۔ آپ مخلوق کی شفاعت کے لیے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کنڈا اتھام لیں۔ پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا۔“ ③

بخاری کی اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ ”اہل محشر سب کے سب اس وقت آپ کی تعریفیں کریں گے۔“ ④ بخاری میں ہے ”جو شخص اذان سن کر ((اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ)) پڑھ لے اس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے۔“ ⑤ مسند

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قول النبی ﷺ ((انا اول الناس یشفع فی الجنة انا اکثر الانبیاء تبعاً)) ۱۹۶۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب قوله ((عسی ان یمکنک ربک مقاما محمودا)) ۴۷۱۸۔

③ الطبری، ۵۲۹/۱۷۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب من سأل الناس نکراً ۱۴۷۵ ابو داؤد ۵۲۹: ترمذی

۱۱: احمد، ۳/۳۵۴: ابن حبان، ۱۶۸۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب قوله ((عسی ان یمکنک ربک.....)) ۴۷۱۹۔

احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”قیامت کے دن میں نبیوں کا امام ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہوں گا میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا۔“ ① اسے ترمذی بھی لائے ہیں اور حسن صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قرأتوں پر پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر ”میں ہے کہ میں نے کہا اے اللہ! میری امت کو بخش! الہی میری امت کو بخش! تیسری دعا میں نے اس دن کیلئے اٹھا رکھی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔“ ②

شفاعت کی لمبی حدیث اور مقام محمود: مسند احمد میں ہے کہ ”مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں وہ ہماری سفارش کر کے ہمیں اس جگہ سے آرام دے پس سب کے سب (حضرت) آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا آپ کیلئے اپنے فرشتوں سے جعدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جائیے تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ آپ کو اپنا گناہ یاد آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے۔ فرمائیں گے تم (حضرت) نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا۔ یہ آئیں گے یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی خطا یاد آ جائے گی کہ اللہ تعالیٰ سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا۔ پس اپنے پروردگار سے شرمائیں گے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں تم (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور انھیں تورات دی ہے۔ لوگ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقتول کے بدلے کے آپ نے کر دیا تھا۔ پس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے بندے اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ وہ یہاں آئیں گے لیکن آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔ پس وہ سب میرے پاس آئیں گے میں کھڑا ہوں گا اپنے رب سے اجازت چاہوں گا جب اسے دیکھوں گا تو جعدے میں گر پڑوں گا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا میں جعدے میں ہی رہوں گا۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اے محمد ﷺ! سر اٹھائیے کہیں سنا جائے گا شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی مانگتے دیا جائے گا۔ پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا۔ میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انھیں جنت میں پہنچاؤں گا پھر دوبارہ جناب باری میں حاضر ہو کر اپنے رب کو دیکھ کر جعدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے مجھے جعدے میں ہی رہنے دے گا پھر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا۔ سوال کر دیا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں انھیں بھی جنت میں پہنچاؤں گا۔

① احمد، ۵/۱۳۷ ترمذی، کتاب المناقب، باب ((سلوا اللہ لی الوسيلة.....)) ۳۶۱۳ وهو حسن، ابن ماجہ ۴۳۱۴۔

② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب بیان القرآن أنزل علی سبعة أحراف ۸۲۰۔

پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے اسی حالت میں پڑا رہوں گا پھر فرمایا جائے گا کہ اے محمد ﷺ! سراٹھات کر سنی جائے گی سوال کر عطا فرمایا جائے گا سفارش کر قبول کی جائے گی چنانچہ میں سراٹھا کر وہ حمد بیان کر کے جو مجھے وہی سکھائے گا سفارش کروں گا پس میرے لئے حد بندی کی جائے گی میں انھیں بھی جنت میں پہنچاؤں گا پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور کہوں گا باری تعالیٰ اب تو صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جنھیں قرآن نے روک لیا ہے فرماتے ہیں جہنم میں سے ہر وہ شخص نکل آئے گا جس نے ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کہا ہو اور اس کے دل میں گہیہوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو پھر وہ لوگ بھی دوزخ سے نکالے جائیں گے جنھوں نے ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کہا ہو اور ان کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہو“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ①

مسند احمد میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں ”میری امت پل صراط سے گزر رہی ہوگی میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں گا جو میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے اے محمد ﷺ! انبیاء کی جماعت آپ سے کچھ مانگتی ہے وہ سب آپ کے لئے جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے الگ الگ کر دے اس وقت وہ سخت غم میں ہیں تمام مخلوق پسینوں میں گویا لگام چڑھادی گئی ہے مومن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے آپ فرمائیں گے کہ ٹھہرو ہیں آتا ہوں پس آپ جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و آبرو ملے گی کہ کسی برگزیدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی و رسول کو نہ ملی ہو پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ سراٹھائیے مانگئے ملے گا سفارش کیجئے قبول ہوگی پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر نانوائے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا یہاں تک کہ جناب باری مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد! جاؤ مخلوق الہی میں سے جس نے بھی ایک دن بھی خلوص کے ساتھ ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرہوا سے بھی جنت میں پہنچاؤ۔“ ②

مسند احمد میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا انھوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دی آپ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ یہ پہلا شخص کہہ رہا ہے وہی بریدہ بھی کہیں گے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں ”مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکر ہیں ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا“ پس اے معاویہ! آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے ناامید ہوں؟ ③

مسند احمد میں ہے کہ ملکہ کے دونوں لڑکے رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری ماں ہمارے والد کی بڑی ہی عزت کرتی تھیں بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں مہمان داری میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتی تھیں ہاں انھوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی زندہ لڑکیاں درگور کر دی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر وہ جہنم میں پہنچی“ وہ دونوں ملول خاطر ہو کر لوٹے تو

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ((لما خلقت بیدی)) ۷۴۱۰؛ صحیح مسلم ۱۹۳؛ احمد، ۱۱۶/۳؛

ابن حبان ۶۶۶۴۔ ② احمد، ۱۷۸/۳ وسندہ صحیح؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۷۳۔

③ احمد، ۳۴۷/۵ وسندہ ضعیف، ابواسرائیل الملائکی ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۷۸۔

آپ نے حکم دیا کہ ”انھیں واپس بلا لاؤ“ وہ لوٹے اور ان کے چہرے پر خوشی تھی کہ شاید اب حضور ﷺ کوئی اچھی بات سنائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک ساتھ ہی ہیں“ ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں ایک انصاری جو حضور ﷺ سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپ سے اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا ہے فرمانے لگے ”نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی سنو میں قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا“ انصاری نے کہا وہ کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا ”یہ اس وقت جبکہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپ عرش کی طرف منہ کئے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا۔ میں ان کی دائیں طرف اس جگہ کھڑا ہوں گا کہ تمام اول و آخر کے لوگ رشک کریں گے اور کوثر سے لے کر حوض تک ان کیلئے کھول دیا جائے گا۔“ منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کیلئے تو مٹی اور کنکر لازمی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اس کی مٹی مشک ہے اور کنکر موتی ہیں۔“ اس نے کہا کہ ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں سونے کی شاخوں والے۔“ منافق نے کہا آج جیسی بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں قسم قسم کے جواہر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی آسودہ نہ ہوگا۔“ ①

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ”پھر اللہ تعالیٰ عز و جل شفاعت کی اجازت دے گا۔ پس روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام کھڑے ہوں گے۔ پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کھڑے ہوں گے۔ آپ ﷺ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔“ یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ② مسند احمد میں ہے کہ ”لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ میں اپنی امت سمیت ایک ٹیلے پر کھڑا ہوں گا مجھے اللہ تعالیٰ سبز رنگ حلقہ پہنائے گا۔ پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا چاہوں گا کہوں گا۔ یہی مقام محمود ہے۔“ ③

مسند احمد میں ہے ”قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو اور امتوں میں سے پہچان لوں گا۔“ کسی نے پوچھا حضور ﷺ! اور ساری امتیں جو (حضرت) نوح علیہ السلام کے وقت تک کی ہوں گی ان سب میں سے آپ خاص اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”دھوکے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں اور منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں انھیں یوں پہچان لوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولادیں ان کے

① احمد، ۱/۳۹۸، ۳۹۹ وسندہ ضعیف؛ مسند البزار ۳۴۷۸؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۶۱۔

② مسند الطیالسی ۳۸۹ وسندہ ضعیف۔

③ احمد، ۳/۵۶۶ وسندہ ضعیف الزہری عنعن، النہایۃ فی الفتن والملاحم بتحقیقی، ۶۶۶؛ مجمع الزوائد، ۷/۵۱۔

آگے آگے چل پھر رہی ہوں گی۔“ ① مسند احمد میں ہے حضور ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ آپ کو زیادہ مرغوب تھا وہی آپ کو دیا گیا آپ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا ”قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا واز دینے والا انھیں سناے گا نگاہیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہو جائے گا اور لوگ ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو ناقابل برداشت ہے اس وقت وہ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو تو سہی ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں چنانچہ مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کر ان سے سجدہ کرایا ہے آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ آپ پروردگار سے شفاعت کیجئے (حضرت) آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضبناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے تافرمانی ہوگئی۔ آج تو مجھے خود اپنا خیال لگا ہوا ہے نفسی نفسی لگی ہوئی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ لوگ وہاں سے (حضرت) نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام! آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا آپ کا نام اس نے شکر گزار بندہ رکھا۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے۔ دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ (حضرت) نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اس قدر غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصہ ہوگا میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی مجھے تو آج اپنی پڑی ہے نفسی نفسی لگ رہی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ نبی اللہ ہیں آپ خلیل اللہ ہیں کیا آپ ہماری یہ پیتا نہیں دیکھتے؟ (حضرت) ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب سخت غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا نہ اس کے بعد کبھی اس سے زیادہ غصے میں آئے گا۔ پھر آپ اپنے جھوٹ یاد کر کے نفسی نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام سے نوازا ہے آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری سفارش لے جائیے دیکھئے تو کیسی سخت آفت میں ہیں؟ آپ فرمائیں گے آج تو میرا رب سخت ناراض ہے ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک انسان کو مار ڈالا تھا نفسی نفسی نفسی تم مجھے چھوڑو کسی اور سے کہو تم (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو (حضرت) مریم علیہا السلام کی طرف بھیجی گئی۔ بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ جائیے ہمارے رب سے ہماری شفاعت کیجئے خیال تو فرمائیے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں؟ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو نہ پہلے تھا نہ بعد میں ہوگا نفسی نفسی نفسی۔ آپ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہ کریں گے۔ فرمائیں گے تم کسی اور ہی کے پاس جاؤ دیکھو میں بتلاؤں تم سب محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ سب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد ﷺ! آپ رسول اللہ ہیں آپ خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿٨٠﴾ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبٰطِلُ اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾

ترجمہ: دعا کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لیے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرما دے۔ ﴿۸۰﴾ اعلان کر دے کہ حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھابھی نابود ہونے والا۔ ﴿۸۱﴾

== نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں آپ ہماری شفاعت کیجئے دیکھئے تو ہم کیسی سخت بلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں پس میں کھڑا ہوں گا اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا اور پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے پھر مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ مانگو تمہیں ملے گا شفاعت کرو منظور ہوگی میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا اور کہوں گا میرے پروردگار میری امت میرے رب میری امت اے اللہ میری امت۔ پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت میں لے جاؤ انھیں جنت کی داہنی طرف کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انھیں روک نہیں۔ اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جنت کے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ اور حیر میں یا کئے اور بصرہ میں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ① مسلم میں ہے ”قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی میں ہی پہلا شافع ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا۔“ ② ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ شفاعت ہے۔“ ③ مسند احمد میں ہے ”مقام محمودہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔“ ④

عبدالرزاق میں ہے کہ ”قیامت کے دن کھال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر شخص کے لئے صرف اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ ہی رہے گی۔ سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا (حضرت) جبریل علیہ السلام اللہ الرحمن تبارک و تعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے۔ اللہ کی قسم! اس سے پہلے اس نے نہیں دیکھا۔ میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ اے تو میری طرف بھیج رہا تھا اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا اس نے سچ کہا۔ اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ اے اللہ! تیرے بندوں نے زمین کے مختلف حصوں میں تیری عبادت کی ہے۔“ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”یہی مقام محمود ہے“ ⑤ یہ حدیث مرسل ہے۔ آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم: [آیت: ۸۰-۸۱] مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ⑥

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب ﴿ذَرِیۃٌ مِّنْ حَمَلِهَا نُوْحٌ اِلَہٗ کَانَ عِبَادًا شٰکِرًا.....﴾ ۴۷۱۲؛

صحیح مسلم ۱۹۴؛ احمد، ۲/۴۳۵، ۴۳۶؛ مسند ابی عوانہ، ۱/۱۷۰؛ ابن حبان ۷۳۸۹؛ شرح السنۃ ۴۳۳۲۔

② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق ۲۲۷۸۔

③ الطبری، ۱۷/۵۲۹، وسندہ ضعیف اس کی سند میں راویان یزید الزعفرانی ضعیف راوی ہے۔

④ احمد، ۲/۴۴۱، وسندہ ضعیف۔ ⑤ حاکم، ۴/۵۷۰ وسندہ ضعیف۔

⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل ۳۱۳۹ وسندہ ضعیف اس کی سند میں قابوس راوی ضعیف ہے۔

احمد، ۱/۲۲۳۔

وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ: یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں مومنوں کیلئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ [۸۲]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بد اعمالیوں کا مزہ چکھا دے اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے جانے کا حکم فرمایا یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ ① قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا“ یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ②

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے کی مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

غلبہ دین اللہ کے حکم سے ممکن ہے: پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا ہم سے کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرمایا۔ اتنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے اس لیے اللہ تعالیٰ سے مدد و غلبہ طلب کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدود اللہ تعالیٰ فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں۔

یہ غلبہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست رحمت ہے اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو کھاجاتا ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا ③ سلطان نصیر سے مراد کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول اولیٰ ہے اس لیے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تاکہ مخالفین حق دبے ہوئے رہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ”سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں“ ④ یہ بالکل واقعہ ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں اس کے وعدے و وعید انہیں بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

حق قائم رہنے والا اور باطل مٹنے والا ہے: پھر کافروں کی گوثالی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حق آپ کا سچائی اتر آئی جس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ قرآن ایمان نفع دینے والا سچا علم منجانب اللہ آگیا کفر بر باوغارت اور بے نام و نشان ہو گیا وہ حق کے مقابلے میں بے دست و پا ثابت ہوا حق نے باطل کا دماغ پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے وجود ہو گیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں کچھو کے دے رہے تھے اور یہی آیت پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ”حق آپ کا باطل نہ دوبارہ آسکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے۔“ ⑤ ابو یعلیٰ میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں آئے بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھے منہ گرا دو۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

قرآن مومنوں کے لئے شفا ہے: [آیت: ۸۲] اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں فرماتا ہے کہ وہ ایمان داروں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے شک نفاق شرک میڑھ پن اور باطل کی لگاوٹ سب اس سے دور ہو جاتی =

① الطبری، ۱۷/۵۳۳۔ ② ایضاً، ۱۷/۵۳۵۔ ③ الطبری، ۱۷/۵۳۶۔

④ ہمیں یہ روایت بالکل نہیں ملی۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل باب ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

الباطل﴾ ۴۷۲۰؛ صحیح مسلم ۱۷۸۱؛ ترمذی ۳۱۳۸؛ احمد، ۱/۳۷۷؛ ابن حبان ۵۸۶۲۔

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۝
قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ ۖ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝

ترجمہ: انسان پر جب بھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے [۸۳] کہہ دے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر عامل ہے جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے۔ [۸۴]

== ہے۔ ایمان حکمت بھلائی رحمت نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے جو بھی اس پر ایمان و یقین لائے اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے یہ اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے لاکھڑا کرتا ہے۔ ہاں جو ظالم و جابر ہو جو اس سے انکار کرے وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے وہ تو سرسرحمت و شفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے۔ ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ﴾ ❶ کہہ دے کہ یہ ایمان داروں کیلئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں ٹیٹ ہیں اور ان کی نگاہوں پر اندھا پا ہے یہ تو دور دراز سے آوازیں دیئے جاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً﴾ ❷ الخ جہاں کوئی سورت اتری کہ ایک گروہ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں بڑھایا؟ سنو! ایمان والوں کے تو ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہشاش بشاش ہو اجاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پر گندگی بڑھ جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ الغرض مومن اس پاک کتاب کو نفع اٹھاتا ہے اسے حفظ کرتا ہے اسے یاد کرتا ہے اس کا خیال رکھتا ہے بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں نہ اسے حفظ کرتے ہیں نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ اللہ نے اسے شفا و رحمت صرف مومنوں کیلئے بنایا ہے۔

انسان کی خود غرضی: [آیت: ۸۳-۸۴] خیر و شر برائی بھلائی میں عموماً انسان کی جو عادت ہے اسے قرآن کریم بیان فرما رہا ہے مالِ عافیت، فتح، رزق، نصرت، تائید، کشادگی اور آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچنے کی ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کروٹ بدل لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت تکلیف دکھ درد آفت حادثہ پہنچا اور یہ تا امید ہوا۔ سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی چھٹکارا راحت آرام ملنے کا ہی نہیں۔

قرآن کریم اور جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿وَلَيْسَ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۖ إِنَّهُ لَكَفُورٌ ۝ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَّسَّهُ لَيَقُولُنَّ ۖ ذَهَبَ النَّيَاتُ عَنِّي طَائِفَةٌ لَّفَصَحَ فُجُورٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝﴾ ❸ انسان کو راحتیں دے کر جہاں ہم نے واپس لے لیں کہ یہ شخص مایوس اور تا شکر ابن گیا اور جہاں مصیبتوں سے ہم نے عافیتیں دیں کہ پھول گیا گھمنڈ میں آگیا اور ہانک لگانے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طبیعت پر اپنی نیت پر اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو لگے رہیں ❹ اس کا علم کہ فی الواقع راہ راست پر کون ہے صرف اللہ ہی کو ہے اس میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گوارا بند ہوں اور اسے اچھا سمجھ

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ طُفِّلِ الرُّوحِ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ٥

ترجمہ: یہ لوگ تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے۔ [۸۵]

رہے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے وہ کسی خطرناک تھی۔ جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا ہے اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ ① الخ بدلے کا وقت یہ نہیں قیامت کا دن ہے نیکی بدی کی تمیز اس دن ہوگی سب کو بدلے ملیں گے اللہ تعالیٰ پر کوئی امر پوشیدہ نہیں۔

جب آپ ﷺ سے روح کے متعلق پوچھا گیا: [آیت: ۸۵] بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانپھوسی شروع کی کہ آذان سے روح کی بابت سوال کریں۔ کوئی کہنے لگے اچھا کوئی روکنے لگے کوئی کہنے لگے تمہیں اس سے کیا نتیجہ؟ کوئی کہنے لگے شاید کوئی جواب ایسا دیں جو تمہارے خلاف ہو۔ جانے دو نہ پوچھو۔ آخر وہ آئے اور حضور ﷺ سے سوال کیا۔ آپ اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے۔ میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا۔ اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ②

اس سے تو یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ پوری سورت مکی ہے۔ لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مکہ کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقع پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی ہو یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو۔ مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا مکہ میں اترا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتلاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں انہوں نے یہ سوال بتایا اس کے جواب میں یہ آیت اتری تو یہ سرکش کہنے لگے ہمیں بڑا علم ہے تو رات ہمیں ملی ہے۔ اور جس کے پاس تو رات ہوا سے بہت سی بھلائی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿قُلْ لَوْ كُنَّا الْبَحْرُ مِمَّا دَاۤءٰ﴾ ③ یعنی اگر تمام سمندروں کی سیاحی مل جائے اور اس سے کلمات الہی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے کلمات باقی رہ جائیں گے گوچر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھی لاؤ۔ ④ عکرمہ رحمہ اللہ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترا اور ان کے اس کمرہ قول پر دوسری آیت ﴿وَلَوْ اَنَّ مَآفِی السَّارِضِ مِنْ شَجَرٍ﴾ ⑤ کا اترا بیان فرمایا ہے یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ تو رات کا علم جو جہنم سے پانے والا ہے بڑی چیز ہے لیکن اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے۔ ⑥

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے جب آپ ہجرت کر کے مدینہ

① ۱۱/۱۲۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة بنی اسرائیل باب ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ.....﴾ (۷۷۲)؛

صحیح مسلم ۲۷۹۴۔ ③ ۱۸/الکھف: ۱۰۹۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة بنی اسرائیل ۳۱۴۰ وسندہ صحیح؛ احمد، ۱/۲۵۵؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۵۰۱۔

⑤ ۳۱/لقمان: ۲۷۔ ⑥ الطبری، ۱۷/۵۴۲۔

پہنچے تو مدینے کے علمائے یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ نے فرمایا تم بھی اور وہ بھی۔ انھوں نے کہا سنو! تم خود قرآن پڑھتے ہو کہ ہم کو تو رات ملی ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کے علم کے مقابلے میں یہ بھی بہت کم ہے۔ ہاں بے شک تمہیں اللہ نے اتنا علم دے رکھا ہے کہ تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے“ اور یہ آیت اتری۔ ﴿وَلَوْ أَنَّ مَسَٰئِرَ النَّاسِ كَانَتْ بِحَسْبِ طَعْنٍ﴾ ① حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ کی طرف سے ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی آپ پر نہیں اتری تھی آپ نے ان سے کچھ نہ فرمایا۔ اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور یہ آیت اتری۔ یہ سن کر یہودیوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان لائے۔ وہ کہنے لگے وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اس پر آیت ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ﴾ ② نازل ہوئی یعنی جبریل علیہ السلام کے دشمن کا دشمن اللہ تعالیٰ ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ ③

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے ایک حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنا لے۔ اس کی تسبیح یہ ہے۔ ((سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتُ)) یا اللہ! تو پاک ہے جہاں بھی ہے“ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہیں۔ وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اس کی ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے۔ یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

سہیلی کی روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں۔ جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انھیں نہیں دیکھتے پس وہ فرشتوں کیلئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے یہ فرشتے پھر فرماتا ہے کہ انھیں جواب دے کہ روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے۔ اس کا علم صرف اسی کو ہے تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انھیں معلوم کرایا ہے۔ خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آ رہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کشتی پر سوار ہو رہے تھے اس وقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر اڑ گئی تو جناب خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ! میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے اڑی۔ (او کما قال)

بقول سہیلی بعض لوگ کہتے ہیں کہ انھیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان کا سوال ضد کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ روح اللہ کی شریعت میں سے ہے تمہیں اس میں نہ جانا چاہیے تم جان رہے ہو کہ اس کے پہچانے کی کوئی طبعی اور فلسفی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت کو قبول کرو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطرے سے خالی نظر نہیں آتا وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

وَلَكِنْ شِئْنَا لَنْذَهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۖ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ قُلْ لِّئِنْ أَجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو جو جی تیری طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر تجھے اس کیلئے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی میسر نہ آ سکے۔ [۸۶] یہ تو صرف تیرے رب کا رحم و کرم ہے یقیناً مان کہ تجھ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔ [۸۷] اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ [۸۸] ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کیلئے ہر طرح ہر پھیر سے تمام مثالیں بیان کر دیں ہیں مگر تاہم اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے۔ [۸۹]

پھر سبکی نے اختلاف علماء بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز جیسے کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور جو روح فرشتہ ماں کے پیٹ کے بچے میں پھونکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جس کی مدد سے وہ اچھی بری صفتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے انور پیدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا یا شراب بنائی گئی پس وہ اصلی پانی جس صورت میں آیا اب اسے اصلی پانی نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جاسکتا یہ کہنا بھی بہ طور انجام کو پہنچانے کے ہے حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ کے اتصال سے مرکب ہے پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ①

لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کلام کیا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں۔ اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن مندہ کی کتاب الروح ہے۔

قرآن یقیناً معجزہ ہے: [آیت: ۸۶-۸۹] اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ پر انعام کی ہے یعنی آپ پر وہ پاک کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآن کے درقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا ایک =

وَقَالُوا لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجَرَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۖ أَوْ تَكُونَ لَكَ
جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۖ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا
زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بَالِلًا ۖ وَالْمَلِكَةُ قَبِيلًا ۖ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ
زُخْرَفٍ أَوْ تَرْفَىٰ فِي السَّمَاءِ ۖ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا
تَقْرَأُهُ ۖ قُلْ سُبْحَنَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۖ

ترجمہ: کہنے لگے کہ ہم تجھ پر ایمان لانے کے نہیں تا وقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دے۔ [۹۰] یا خود تیرے اپنے لئے ہی کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور اس کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے۔ [۹۱] یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسے کہ حیرانگمان ہے یا تو خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دے [۹۲] یا تیرے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تو تیرے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔ [۹۳]

= حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت کی ۱ تلاوت کی پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام حقوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل بے نظیر بے شریک ہے اسی طرح اس کا کلام ملکیت سے نظیر سے اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انھوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنالائے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکہ ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا مدینے میں ان سے میل ہوا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔ مشرکین کے عجیب مطالبات: [آیت: ۹۰-۹۳] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان بن حرب اور بنی عبد الدار قبیلے کے دو شخص اور ابوالہسری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی لہیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے بھئی کسی کو بھیج کر محمد ﷺ کو بلوالو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کر لو تا کہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے چونکہ حضور ﷺ کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ

راہ راست پر آجائیں گے اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ سنئے آج ہم آپ پر بھرت پوری کر دیتے ہیں تاکہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے۔ واللہ! کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہو گا جو مصیبت تو نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو۔ ہمارے دین کو برا کہتے ہو۔ ہمارے بزرگوں کو بے وقوف بتلاتے ہو۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو۔ تم نے ہم میں تفریق ڈال دی۔ لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ! آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو لو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں کوئی فورہ ہے کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں دل کھول کر قیاس خرچ کر کے تمہارا علاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں۔ یہ سب سن کر سردار رسولان شفیع بنیغیر علیہ السلام نے جواب دیا کہ ”سنو! بخدا اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسب نہیں نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنا دوں اور ڈراؤں کا دوں میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے تمہاری سچی خیر خواہی کی تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہان میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نامنظور کر دو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرمادے“ (اوکما قال) اب سرداران قوم نے کہا کہ محمد ﷺ اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں ہم سے زیادہ پیٹ پیٹ پیٹ کر بہت کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں۔ تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹالے تاکہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے ہمارے شہروں کو وسعت ہو جائے اس میں نہریں اور چشمے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادے زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو جو ہم میں ایک بزرگ سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہہ دے گا ہمیں اطمینان ہو جائے گا اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آ جائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے آپ ﷺ نے فرمایا ”میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کی باتیں تمہیں پہنچانے کیلئے آیا ہوں تم قبول کر لو دونوں جہان میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کر دو گے تو میں صبر کروں گا اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرمادے۔“ انھوں نے کہا اچھا یہ بھی نہ سہی لیجئے ہم خود آپ کے لئے ہی تجویز کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کر دے آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے ہی باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوا لیجئے تاکہ خود آپ کی حالت تو سنو رہائے بازاروں میں پھرنا چلنا ہماری طرح تلاش معاش میں ٹکٹنا یہ تو چھوٹ جائے۔ یہ بھی اگر ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ”نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اس کے ساتھ میں بھیجا گیا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں تم اگر مان لو تو دونوں جہان میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سہی میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے۔“ انھوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ کر ہم پر آسمان گرا دو۔ تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے تو پھر ہم کہتے ہیں بس کرو ڈھیل نہ کرو۔ آپ نے فرمایا ”یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے“ جو نہ چاہے نہ کرے مشرکین نے کہا سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت بیٹھیں گے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کر دیتا ہے اور یہ بھی بتا دیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص رحمان نامی ہے وہ سکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کر لی جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات نہیں سنی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ آپ کو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے یا آپ ہمیں تباہ کر دیں کوئی کہنے لگا ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو کھلم کھلا ہمارے پاس نہ لائے ہم ایمان نہ لائیں گے پھر مجلس برخواست ہوئی۔ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جو آپ کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت ابی لہبؓ کے ساتھ ہو لیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑی نامنصفی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا پھر جس چیز سے آپ انھیں ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا۔ اب تو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب تک کہ آپ میڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں۔ حضور ﷺ ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہو گئے تھے آپ بڑے شوق سے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب ان کی سرکشی اور ایمان سے دوری آپ نے دیکھی تو بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے۔ ①

بات یہ ہے کہ ان کی یہ تمام باتیں بہ طور کفر و عناد اور بہ طور نیچا دکھانے اور لا جواب کرنے کی تھیں ورنہ اگر ایمان لانے کیلئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ معجزے دکھا دیتا۔ چنانچہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی چاہت ہو تو جو یہ مانگتے ہیں میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو انھیں وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توبہ کی قبولیت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی ② اللہ تعالیٰ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود و سلام بہت بہت نازل فرمائے اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت ﴿وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْأَلْبَانِ﴾ ③ اور آیت ﴿وَقَالُوا مَا لَ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ﴾ ④ میں بھی ہے کہ یہ سب چیزیں ہمارے بس میں ہیں اور یہ سب ممکن ہے لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو چکے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم نہیں چھوڑا کرتے ہم نے ان نشانات کو روک رکھا ہے اور ان کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ان کا آخری ٹھکانہ جہنم بنا رکھا ہے۔ پس ان کا سوال تھا کہ ریگستان عرب میں نہریں چل پڑیں دریا اہل پڑے وغیرہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی اس قادر و قیوم اللہ تعالیٰ پر بھاری نہیں سب کچھ اس کی قدرت تلے اور اس کے فرمان تلے ہے لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ ازل کی کافران معجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ﴾

① الطبری، ۱۷/۵۵۷۔ ② احمد، ۱/۲۴۲، مسند عبد بن حمید، ۷۰۰، دلائل النبوة، ۲/۲۷۲، وهو حدیث صحیح۔

③ ۱۷/ بنی اسرائیل: ۵۹۔ ④ ۲۵/ الفرقان: ۷۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۖ قُلْ

لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَتَّبِعُونَ مُطِيعِينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۝

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

ترجمہ: لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انھوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ [۹۴] تو جواب دے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔ [۹۵] کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا بس ہے وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے۔ [۹۶]

= عَلَیْهِمْ کَلِمَةُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ ① یعنی جن پر تیرے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی ہے انھیں باوجود تمام تر معجزات دیکھ لینے کے بھی ایمان نصب نہ ہو گا یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا معائنہ نہ کر لیں ﴿وَلَوْ أَنَّا﴾ ② میں فرمایا کہ اے نبی! ان کی خواہش کے مطابق اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل فرمائیں اور مردے بھی ان سے باتیں کر لیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ غیب کی تمام چیز کھلم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیت الہی ایمان لانے کے نہیں ان میں سے اکثر جہالت کے پتکے ہیں۔ اپنے لئے دریا طلب کرنے کے بعد انھوں نے کہا اچھا آپ ہی کے لیے باغات اور نہریں ہو جائیں پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ بھی یہ تو آپ کہتے ہی ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے چنانچہ انھوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی کہ یا اللہ اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ الخ ③

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سانسبان کے دن کا عذاب اترا۔ لیکن چونکہ ہمارے حضور رحمۃ للعالمین اور نبی التوبہ تھے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں ہلاکت سے بچالے ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولادیں ہی ایمان قبول کر لیں تو حیدر اختیار کر لیں اور شرک چھوڑ دیں۔ آپ کی یہ آرزو پوری ہوئی عذاب نہ اترا خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن ابی امیہ جس نے آخر میں حضور ﷺ کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لانے کی قسمیں کھائی تھیں وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے ﴿لَقَدْ نَزَّلْنَا﴾ زخرف سے مراد سونا ہے ④ بلکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں لفظ ﴿مِنْ ذَهَبٍ﴾ ہے ⑤ کفار کا اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا ہمارے دیکھتے ہوئے تو سیڑھی لگا کر آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام کی الگ الگ ہو۔ راتوں رات ان کے سر ہانے وہ پرچے پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں۔ اس کے جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا تنہا مالک ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے تمہاری منہ مانی چیز ظاہر کرے نہ کرے یہ اس کے اختیار =

= کی بات ہے میں تو صرف پیغام اللہ تعالیٰ پہنچانے والا رسول ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا احکام الہی تمہیں پہنچا دیئے اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”بطحا مکہ کی بابت مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنا دوں؟ میں نے گزارش کی کہ نہیں یا اللہ! میری تو یہ چاہت ہے کہ ایک روز پیٹ بھرار ہوں اور دوسرے روز بھوکا ہوں بھوک میں تیری طرف جھکوں۔ تضرع اور زاری کروں اور کثرت تیری یاد کروں بھرے پیٹ ہو جاؤں تو تیری حمد کروں تیرا شکر بجالاؤں“ ① ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

اکثر لوگ پیغمبروں کے بشر ہونے کی وجہ سے ایمان نہ لائے: [آیت: ۹۴-۹۶] اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر رک گئے کہ انھیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ بن سکتا ہے وہ اس پر سخت تر متعجب ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اس کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے۔ یہی اور امتوں نے اپنے زمانے کے نبیوں سے کہا تھا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو سو اس کے کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے خداؤں سے بہکا رہے ہو۔ اچھا لاؤ کوئی زبردست غلبہ پیش کرو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

پیغمبر علیہ السلام کی بشریت اللہ تعالیٰ کا انسانیت پر عظیم احسان ہے: اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو اور انسانوں میں سے رسولوں کے بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ اگر فرشتے رسالت کا کام انجام دیتے تو نہ ان کے پاس تم بیٹھ اٹھ سکتے نہ ان کی باتیں پوری طرح سوچ سمجھ سکتے۔ انسانی رسول چونکہ تمہارے ہی ہم جنس ہوتے ہیں تم ان سے ظلالا رکھ سکتے ہو ان کی عادات اور اطوار دیکھ سکتے ہو اور مل جل کر ان سے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہو ان کا عمل دیکھ کر خود سیکھ سکتے ہو جیسے فرمان ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ ② اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ ③ اور آیت میں ہے ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ﴾ ④ مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ تو اللہ کا زبردست احسان ہے کہ اس نے تم میں سے ہی اپنے رسول بھیجے کہ وہ آیات الہی تمہیں پڑھ کر سنائیں تمہاری پاکیزگی کریں اور تمہیں کتاب و حکمت سکھائیں اور جن چیزوں سے تم بے علم تھے وہ تمہیں عالم بنادیں پس تمہیں میری یاد کی کثرت کرنی چاہئے تاکہ میں بھی تمہیں یاد کروں تمہیں میری شکر گزاری کرنی چاہئے اور ناشکری سے بچنا چاہئے۔ یہاں فرماتا ہے کہ اگر زمین کی آباوی فرشتوں کی ہوتی تو بے شک ہم کسی آسمانی فرشتے کو ان میں رسول بنا کر بھیجتے چونکہ تم خود انسان ہو ہم نے اسی مصلحت سے انسانوں میں سے ہی اپنے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔

پیغمبروں کی سچائی کا بڑا گواہ خود اللہ ہے: اپنی سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے میں اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ آپ مجھ سے انتقام لے گا۔ چنانچہ قرآن کی سورۃ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپک دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تمہاں کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا۔ ⑤ پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام و احسان ہدایت و لطف کے قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بد بختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

① ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی الکفای والصبر علیہ ۲۳۴۷ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۵/ ۲۵۴، عبید اللہ بن زرارہ علی بن یزید ضعیف راوی ہیں۔ ② ۳/ آل عمران: ۱۶۴۔ ③ ۹/ التوبہ: ۱۲۸۔ ④ ۲/ البقرہ: ۱۵۱۔ ⑤ ۶۹/ الحاقہ: ۴۴، ۴۶۔

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمِيًَّا ۖ وَبُكَيًّا ۖ وَصَمًّا ۖ مَا وَهَمُهُمْ ۖ كُلًّا خَبَتْ زُنُفُهُمْ سَعِيرًا ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ هُمَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَقَالُوا لَا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرَفَاتًا ۖ إِنَّا لَبَعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَا رَيْبَ فِيهِ ۖ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ۖ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کی رہنمائی کر دے وہ توراہ یاب ہے اور جسے وہ راہ سے کھودے ناممکن ہے کہ تو اس کا رفیق اس کے سوا کسی اور کو پالے ایسے لوگوں کا ہم بروز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے دریاں حالیکہ وہ اندھے گوئیں اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جب کبھی وہ ہلکی ہونے لگے گی ہم ان پر اسے بھڑکادیں گے۔ [۹۷] یہ سب ہماری آیتوں سے کفر کرنے اور اس کہنے کا بدلہ ہے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزے ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔ [۹۸] کیا انھوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے اسی نے ان کیلئے ایک ایسا وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک و شبہ سے یکسر خالی ہے لیکن نا انصاف لوگ ناشکرے بنے بغیر رہتے ہی نہیں۔ [۹۹]

[آیت: ۹۷-۹۹] اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے اس کا کوئی حکم تسلیم نہیں سکتا۔ اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی دیکھیری کر سکتا ہے اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا۔ ہم انھیں اوندھے منہ میدان قیامت میں حشر کے مجمع میں لائیں گے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ”جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے ① مسند میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار! (قبیلے کے لوگو) کہو اور قسمیں نہ کھاؤ۔ صادق مصدق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ ”لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی، ایک چلنے اور دوڑنے والی، ایک وہ جنھیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کر دیں گے۔“ لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ میں آ گئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا سوار یوں پر آفت آ جائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہار باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدتا چاہے گا لیکن نمل سکے گی ② یہ اس وقت ناپنا ہوں گے بے زبان ہوں گے کچھ بھی نہ سن سکیں گے۔ غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے۔ دنیا میں حق سے بہرے اور اندھے اور گونگے بنے رہے آج سخت =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الفرقان باب قوله ﴿الَّذِينَ يَحْشُرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ﴾؛ ۴۷۶۰؛ صحیح مسلم ۲۸۰۶؛ احمد، ۱۶۷/۳؛ ابن حبان ۷۳۲۳۔

② نسائی، کتاب الجنائز، باب البعث ۲۰۸۸ وسندہ حسن؛ احمد، ۱۶۵/۵؛ حاکم، ۳۶۷/۲۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذَا لَا اُمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۝

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک بن جاؤ تو تم اس وقت بھی اس کے خرچ ہو جانے کے خوف سے اس میں بخیلی کرتے انسان ہے ہی نگ دل۔ [۱۰۰]

== احتیاج والے دن سچ سچ کے اندھے بہرے گونگے بنا دیئے گئے ان کا اصلی ٹھکانا ہر پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی۔ وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی سخت تیز کر دی گئی جیسے فرمایا: ﴿لَقَدْ وُفُوا۟ لَٰكُنْ نَّزِيْدُكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ ① یعنی اب سزا برداشت کرو سوا عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ کی جائے گی۔

کفار دوبارہ جی اٹھنے کے قائل نہ تھے: فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کی جس سزا کا ذکر ہوا ہے وہ اسی کے قابل تھے وہ ہماری دلیلوں کو غلط جانتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہو چکے کے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے۔

پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک دلیل یہ پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے زمین و آسمان بغیر کسی چیز کے اول بار بلا نمونہ پیدا کئے ہیں جس کی قدرت ان بلند و بالا وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے قدرت ہو جائے گا؟ کیا آسمان و زمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدائش کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے۔ اس کا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے، وہ علیم ہے، وہ قدرتوں والا ہے۔ جس چیز کی نسبت فرما دے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کیلئے کافی وافی ہے۔ وہ انھیں قیامت کے دن دوبارہ کی نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا اس نے ان کے اعادہ کی ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ یہاں کی قدرے تاخیر صرف اس وقت کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ افسوس کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے۔

اللہ تعالیٰ نے خزانوں کا مالک کسی انسان کو کیوں نہ بنایا؟ [آیت: ۱۰۰] انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جیسی نہ کم ہونے والی چیز پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصہ کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پرکھائیں۔ ② پس یہ انسانی طبیعت ہے ہاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس بد خصلت سے نفرت کرتے ہیں وہ نئی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں سے روکنے لگتا ہے۔ ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں ③ الخ۔ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر ہیں دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ ابتدا سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔“ ④

① ۷۸/النبا: ۳۰ ② ۴/النساء: ۵۳۔ ③ ۷۰/المعارج: ۱۹، ۲۲۔

④ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ((لما خلقت ببیدی)) ۷۴۱۱؛ صحیح مسلم ۹۹۳۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَسَكَّنَ إِسْرَءِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يُوسَى مَسْحُورًا ۖ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا أُنْزِلُ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَآئِرٍ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يُفْرِعُونَ مَثْبُورًا ۖ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا ۖ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِيِّ إِسْرَءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ۖ

ترجمہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے تو آپ ہی بنی اسرائیل سے پوچھ لے کہ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو فرعون بولا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ [۱۰۱] موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں اے فرعون میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد و ہلاک کیا گیا ہے۔ [۱۰۲] آخر فرعون نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انھیں زمین سے ہی اکھڑ دے تو ہم نے خود اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ [۱۰۳] ازاں بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرما دیا کہ اس سرزمین پر تم رہو سہو ہاں جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو سیٹھ اور لپیٹ کر لے آئیں گے۔ [۱۰۴]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات: [آیت: ۱۰۱-۱۰۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو ایسے معجزے ملے جو آپ کی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی لکڑی کا تھ خط سالی دریا طوفان مڑیاں جوئیں مینڈک اور خون۔ یہ تھیں تفصیل وار آیتیں ① محمد بن کعب رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ معجزے ہیں ہاتھ کا چمکیلا بن جانا، لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورہ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا اور پتھر ② ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ معجزے آپ کا ہاتھ آپ کی لکڑی، خط سالیاں، پھلوں کی کمی، طوفان مڑیاں جوئیں مینڈک اور خون ہیں۔ ③ یہ قول زیادہ ظاہر بہت صاف بہتر اور قوی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے ان میں سے خط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک گن کر نو معجزہ آپ کی لکڑی کا جادو گروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور اپنی گنہگاری پر اڑے رہے باوجود یہ کہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے۔ اگلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ کی قوم آپ سے معجزے طلب کرتی ہے ایسے ہی فرعونیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انھیں ایمان نصیب نہ ہوا آخر ہلاک کر دیئے گئے۔ اسی طرح اگر آپ کی قوم بھی معجزوں کے آجانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معاہدہ و برباد کر دی جائے گی۔ خود فرعون نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادو گر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ پس یہاں جن نوشتہ انیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا بیان ﴿وَأَن لَّيْكَ عَصَاكَ﴾ سے ﴿قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ④ تک میں ہے ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورہ اعراف میں ہے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ کی لکڑی کے لگنے سے ایک پتھر میں

سے بارہ چشموں کا ظاہر ہو جانا یا بادل کا سایہ کرنا من و سلوی کا ارتنا وغیرہ وغیرہ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں پس ان معجزوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونوں نے نہیں دیکھے تھے۔ یہاں صرف ان نو معجزوں کا ذکر ہے جو فرعونوں نے دیکھے تھے اور انھیں جھٹلایا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا چل تو ذرا اس نبی سے ان کے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھ لیں کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وہ نو آیات کیا ملی تھیں؟ دوسرے نے کہا نبی نہ کہہ۔ سن لے گا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی اب دونوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو چوری نہ کرو زنا نہ کرو کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جادو نہ کرو سود نہ کھاؤ“ بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لے جاؤ کہ اسے قتل کرادو اور پاک و امین عورتوں پر بہتان نہ باندھو یا فرمایا جہاں سے نہ بھاگو اور اے یہودیو! تم پر خاصۃً یہ حکم بھی تھا کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو۔ اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے (حضرت) داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نبی ضرور ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔“

ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ① امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبد اللہ بن سلمہ کے حافظے میں قدرے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے۔ ممکن ہے نو کلمات کا شبہ نو آیات سے انھیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ توراۃ کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی یہ چیزیں نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اسی لئے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون! یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی حقیقت جاگتی دلیل ہے۔ میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہونا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت تجھ پر اترنی چاہتی ہے تو مغلوب ہوگا اور تباہی کو پہنچے گا۔ ② مثنوی کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں۔

وَ مَنْ مَّالَ مِثْلُهُ مَبْزُورٌ

اِذَا جَارَى الشَّيْطَانُ فِى سُنَنِ النَّعْيِ

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں ﴿عَلِمْتُ﴾ کی دوسری قرأت ﴿عَلِمْتُ﴾ تے کے زیر کے بدلتے کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت ت کے زیر سے ہی ہے اور اسی معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ﴾ ③ یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہر اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے یہ کہہ کر منکر بن بیٹھے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین آچکا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانا الخ۔ الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نو نشانوں کا ذکر ہوا ہے یہ عصا ہاتھ قسط سالی پھلوں کی کم پیداواری ٹڈیاں جو نیک مینڈک اور دم (خون) تھیں جو فرعون اور اس کی قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل و برہان تھا اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل تھے۔ ان نو نشانوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان کے احکام کے بیان ہونے کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں۔ یہ وہم صرف عبد اللہ بن سلمہ راوی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا ہے =

① احمد، ۴/۲۳۹؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل ۳۱۴۴ وهو حسن، نسائی ۴۰۸۳؛ ابن ماجہ

۳۷۰۵، وسندہ حسن۔ ② الطبری، ۱۷/۵۷۰، ۵۷۱۔ ③ ۲۷/النمل: ۱۴۔

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَقُرْآنًا

فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝ قُلْ آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا

إِنَّ الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۝

وَيَقُولُونَ سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۝ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَسْكُونُونَ

وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۝

ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو راستی سے اتارا اور یہ بھی راستی سے اترا۔ ہم نے تجھے صرف خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ [۱۰۵]
قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ تم اسے بہ مہلت لوگوں کو سناؤ اور ہم نے خود بھی اسے بہ تدریج نازل فرمایا ہے۔ [۱۰۶]
کہہ دے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس تو جب بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں
کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ [۱۰۷] اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ بلا شک و شبہ پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے۔ [۱۰۸]
وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع اور خضوع اور بڑھاتا ہے۔ [۱۰۹]

= اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور
راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو۔ فرعون نے ارادہ کیا کہ انھیں جلا وطن کر دیا جائے پس ہم نے خود اسے ٹھیلیوں کا لقمہ بنایا اور اس کے
تمام ساتھیوں کو بھی۔ اسکے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرما دیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو کھاؤ پیو۔

اس آیت میں حضور ﷺ کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ حالانکہ سورت مکہ ہے ہجرت سے
پہلے نازل ہوئی ہے۔ واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ شریف سے نکال دینا چاہا جیسے قرآن نے آیت ﴿وَإِنْ
تَحَادَّثُوا بِكَسْتِفْزَوْنَكَ﴾ ① میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غالب کیا اور کئے کا مالک بنا دیا اور فاتحانہ
حیثیت سے آپ کے میں آئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے حلم و کرم سے کام لے کر کئے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو
عام طور پر معافی عطا فرمادی۔ (ﷺ) اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا تھا
اور فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال زمین پھل کھیتی اور خزانوں کا مالک کر دیا۔

جیسے آیت ﴿وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَآءِيلَ﴾ ② میں بیان ہوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم
نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے
جاؤ گے ہم تم سب کو جمع کر کے لائیں گے۔

قرآن حق ہے: [آیت: ۱۰۵-۱۰۹] ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا۔ یہ سراسر حق ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے
ساتھ نازل فرمایا ہے اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اس میں وہی ہے جو اس نے آپ اپنی دانست کے ساتھ
اتارا ہے اس کے تمام حکم احکام اور نبی و ممانعت اسی کی طرف سے ہے حق والے نے حق کے ساتھ اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تجھ تک =

قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ اَيًّا مَا تَدْعُوۤا فَلَهُۥ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتۡ بِهَا وَابْتَغۡ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذۡ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنۡ لَّهٗ وِیٌّ مِّنَ الدُّنْيَا ۚ وَكَبِّرۡهُ تَكْبِيْرًا ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں۔ نہ تو توابی نماز بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کاراستہ تلاش کر لے [۱۱۰] اور یہ کہتا رہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک و ساجھی رکھتا ہے۔ نہ وہ ایسا حقیر کہ اس کا کوئی حمایتی ہو اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہے۔ [۱۱۱]

= پہنچانہ راستے میں کوئی باطل ملانہ باطل کی یہ شان کہ اس سے مخلوط ہو سکے۔ یہ بالکل محفوظ ہے کسی زیادتی سے یکسر پاک ہے پوری طاقت والے امانت دار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے جو آسمانوں میں ذی عزت اور وہاں سردار رہے تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ سے بیت العزہ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا متفرق کر کے واقعات کے مطابق تیس برس میں وینا پر نازل ہوا۔ ① اس کی دوسری قراءت (فَرَقْنَاهُ) ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تیسیم کے ساتھ اتارا ہے ② کہ تو اسے لوگوں کو بہ سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انھیں سنا دے۔ ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔

قرآن سن کر مومنوں کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بے شک برحق ہے۔ اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے۔ جو اہل کتاب صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں جنھوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف تبدیلی نہیں کی وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکر یہ کا سجدہ کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا جو اس کلام کو نازل فرمایا۔

اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے غلط نہیں آج اس کو پورا ہوتا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں۔ خشوع و خضوع فروختی اور عاجزی کے ساتھ روتے گڑ گڑاتے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ ایمان و تصدیق اور کلام الہی اور رسول اللہ کی وجہ سے وہ ایمان و اسلام میں ہدایت و تقویٰ میں ڈر اور خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ یہ عطف صفت کا صفت پر ہے ذات کا ذات پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے واسطے سے دعا کرو: [آیت: ۱۱۰-۱۱۱] کفار اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صفت کے منکر تھے اس کا نام رحمن نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری اپنے نفس کیلئے اس نام کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام اللہ ہو رحمن ہو اور بس ان

کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں جس پاک نام سے چاہو اس سے دعائیں کرو۔ سورہ ہشر کے آخر میں بھی اپنے بہت سے نام اس نے بیان فرمائے ہیں۔ ایک مشرک نے حضور ﷺ سے سجدے کی حالت میں یا رَحْمٰن یا رَحِیْم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موحّد ہیں دو خداؤں کو پکارتے ہیں اس پر یہ آیت اتری ① پھر فرماتا ہے اپنی نماز کو بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو۔ اس آیت کے نزول کے وقت حضور ﷺ مکہ میں پوشیدہ تھے جب صحابہ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قرأت پڑھتے تو مشرکین قرآن کو اللہ تعالیٰ کو رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں بکلیں۔ ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانی آواز سے قرأت کیا کرو۔ ② پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو یہ تکلیف جاتی رہی اب جس طرح چاہیں پڑھیں۔ ③ مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی بھاگ کھڑے ہوتے۔ اگر کوئی سننا چاہتا تو ان کے خوف کی وجہ سے چھپ چھپا کر بیچا کر کچھ سن لیتا لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے اسے سخت ایذا دی شروع کی۔ اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ اور ان کی گالیوں کا خیال اور اگر بہت پست کر لیں تو وہ جو چھپے لکے کان لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم۔ اس لئے درمیانی آواز سے قرأت کرنے کا حکم ہوا۔ ④

الغرض نماز کی قرأت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ⑤ مردی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں پست آواز سے قرأت پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آواز بلند قرأت پڑھا کرتے تھے پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے۔ تو فرمایا گیا کہ یہ بہت اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں۔ تو آپ سے بھی فرمایا گیا بہت اچھا ہے۔ لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قدرے بلند آواز کرنے کو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے قدرے پست آواز کرنے کو فرمایا گیا۔ ⑥ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ثوری اور مالک، ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے ⑦ یہی قول حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابوعباص، حضرت مکحول، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا بھی ہے۔ مردی ہے کہ بتویم (قبیلہ) کا ایک اعرابی جب بھی حضور ﷺ نماز سے سلام پھیرتے یہ دعا کرتا کہ اے اللہ! مجھے اونٹ عطا فرما مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری۔

ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے ⑧ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریا کاری کرو نہ عمل چھوڑو۔ یہ بھی نہ کرو کہ علانیہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ برا کر کے پڑھو اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے جیج کر زبان سے نکالتے اس پر سب ساتھ مل کر شور کر دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوئی اور جس طرح اور لوگ پوشیدگی کرتے تھے اس سے بھی روکا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا جو حضور ﷺ نے مسنون

① الطبری، ۱۷/ ۵۸۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تَخَافُ بَهَا﴾

③ صحیح مسلم ۴۴۶؛ ترمذی ۳۱۴۶؛ احمد، ۱/ ۲۳۔ ④ الطبری، ۱۷/ ۵۸۴۔ ⑤ ایضاً، ۱۷/ ۵۸۵۔

⑥ ابو داود، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة فی صلاة اللیل ۱۳۲۹ وسندہ حسن؛

ترمذی ۴۴۷ مختصر۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل باب ﴿وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تَخَافُ

بَهَا﴾ ۴۷۲۳۔ ⑧ حاکم، ۱/ ۲۳۰، وسندہ ضعیف حفص بن غیاث مدلس وعنعن۔

فرمایا ہے۔ اللہ کی حمد کرو جس میں تمام تر کمالات اور پاکیزگی کی صفیتیں ہیں جس کے تمام تر بہترین نام ہیں جو تمام تر نقصانات سے پاک ہے اس کی اولاد نہیں اس کا شریک نہیں۔ وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کی جنس کا کوئی اور نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا وزیر و مشیر کی اسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر مقتدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہ لا شریک لہ ہے نہ اس نے کسی سے بھائی بندی کی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے ❶ تو ہر وقت اس کی عظمت و جلالت کبریائی بڑائی و بزرگی بیان کرتا رہ اور مشرکین جو تہمتیں اس پر باندھتے ہیں تو ان سے اس کی ذات کی بزرگی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتا رہ۔ یہود و نصاریٰ تو کہتے تھے کہ اللہ! تعالیٰ کی اولاد ہے مشرکین کہتے تھے (اِنَّكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اِلَّا شَرِيكَاهُ لَوْ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكٌ) یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں یا اللہ تیرا کوئی شریک نہیں لیکن وہ جو تیری ملکیت میں ہیں۔ تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے۔ صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان سب باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی۔ ❷

نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے ❸ آپ نے اس آیت کا نام آیت العزیز یعنی عزت والی آیت رکھا ہے۔ ❹ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا یا آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا راہ چلتے ایک شخص کو آپ نے دیکھا نہایت ردى حالت میں ہے۔ اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضور بیمار یوں اور نقصانات نے میری یہ درگت کر رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ وظیفہ بتا دوں کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں ہاں یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتلائیے احداور بدر میں آپ کے ساتھ نہ ہونے کا انہوس میرا جاتا رہے گا۔ اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہ کے مرتبے کو کہاں سے پاسکتا ہے تو ان کے مقابلے میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! انہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ یوں کہو ((تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا)) میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا چند دن گزرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور پوچھا ابو ہریرہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ان کلمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے ❺ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی نکارت ہے اسے حافظ ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب میں لائے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ سُوْرَةُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ کی تفسیر ختم ہوئی۔

❶ الطبری، ۱۷/۵۹۰۔ ❷ ایضاً۔

❸ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

❹ احمد، ۳/۴۳۹، ۴۴۵ وسندہ ضعیف۔

❺ مسند ابی یعلیٰ ۶۶۷۱ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/۵۵۔

تفسیر سورہ کھف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۖ قَیِّمًا لِّیُبْذِرَ
بِاسَاثِدِیْدٍ اٰمِنٍ لَّدُنْهُ وَّیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنْ لَّهُمْ
اَجْرًا حَسَنًا ۖ مَا لَکِیْنِ فِیْهِ اَبَدًا ۖ وَیُنْذِرُ الَّذِیْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۚ مَا لَّهُمْ بِهِ
مِنْ عِلْمٍ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ اِنْ یَقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا ۝

ترجمہ: اللہ مہربان رحم والے کے نام سے شروع

تمام تعریفیں اسی اللہ کیلئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر یا کمی نہ چھوڑی [۱] بلکہ تمام ٹھیک ٹھاک رکھا تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کیلئے بہترین بدلے ہیں۔ [۲] جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے [۳] اور ان لوگوں کو بھی ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ [۴] اور حقیقت نہ تو خود انھیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو یہ تو تہمت بڑی بڑی ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے نہ ارجھوت بک رہے ہیں۔ [۵]

اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخروں آیتوں کی فضیلت کا بیان۔ اور یہ کہ یہ سورت فتنہ دجال سے محفوظ رکھنے والی ہے۔ سورہ کھف کی فضیلت: مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے اس سورت کی تلاوت شروع کی ان کے گھر میں ایک جانور تھا۔ اس نے اچھلنا بدکنا شروع کر دیا۔ صحابی نے جو غور سے دیکھا تو انھیں سائبان کی طرح ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”پڑھتے رہو یہ ہے وہ سیکندہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے۔“ ① بخاری و مسلم میں بھی یہ روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن خنیز رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسے کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ ②

مسند احمد میں ہے کہ ”جس شخص نے سورہ کھف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ فتنہ دجال سے بچا لیا گیا۔“ ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے۔ ③ مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے۔ ④ نسائی میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔ ⑤ مسند احمد میں ہے ”جو اس سورہ کھف کا اول آخر پڑھ لے اس کے لئے اس کے پاؤں سے سرتک نور ہوگا اور جو اس ساری

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، ۳۶۱۴؛ صحیح مسلم، ۷۹۵؛ احمد، ۲۸۱/۴؛ ترمذی، ۲۸۸۵؛ ابن حبان، ۷۶۹۔ ② صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل سورة الکھف وآية الكرسي، ۸۰۹؛ احمد، ۱۹۶/۵؛ ابو داود، ۴۳۲۳؛ عمل اليوم والليلة للنسائی، ۹۵۱۔

③ ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة الکھف ۲۸۸۶، وهو شاذ یہ روایت شاذ ہے صحیح دس آیات والی صحیح مسلم وغیرہ کی روایت ہے۔ ④ صحیح مسلم، ۸۰۹۔ ⑤ السنن الكبرى للنسائی، ۱۰۷۸۵، وسندہ صحیح۔

سورت کو پڑھے اسے زمین سے آسمان تک کا نور ملے گا۔“ ① ایک غریب سند سے ابن مردویہ میں ہے کہ ”جمعہ کے دن جو شخص سورہ کہف پڑھے اس کے پیر کے تلووں سے لے کر آسمان کی بلندی تک کا نور ملے گا جو قیامت کے دن خوب روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔“ ② اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہے زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔ ③

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ تک نورانیت ہوتی جاتی ہے۔“

مستدرک حاکم میں مرفوعاً مروی ہے کہ ”جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے دو جمعہ کے درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے“ ④ بیہقی میں ہے کہ ”جس نے سورہ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔“ ⑤

حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الخمارہ میں ہے کہ ”جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کرے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ذریعہ نور بنایا: [آیت: ۱-۵] ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر کے شروع اور اس کے خاتمہ پر اپنی تعریف و حمد کرتا ہے ہر حال میں وہ قابل حمد اور لائق ثناء اور سزاوار تعریف ہے۔ اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والاصفات ہے اس نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے تمام بندگان الہی اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آسکتے ہیں۔ اس نے یہ کتاب ٹھیک ٹھاک اور سیدھی اور راست رکھی ہے جس میں کوئی کجی کوئی کسر کوئی کمی نہیں۔ صراط مستقیم کی رہبری واضح جلی صاف اور ظاہر ہے۔ بدکاروں کو ڈرانے والی نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی معتدل سیدھی مخالفوں و منکروں کو خوفناک عذابوں کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے جو عذاب اس کی طرف کے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے نہ اس کی سی پکڑ کسی کی۔ ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے نیک عمل کرے اسے یہ کتاب اجر عظیم کی خوشی سناتی ہے جس ثواب کو بھیجی اور دوام ہے وہ جنت انھیں ملے گی جس میں کبھی فنا نہیں جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔ اور انھیں بھی یہ عذابوں سے آگاہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہراتے ہیں۔ جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے تھے ⑥ بے علمی اور جہالت کے ساتھ منہ سے بول پڑتے ہیں۔ یہ تو یہ ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی سے کہتے رہے (کَلِمَتَهُ) کا نصب تیز کی بنا پر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے (كَبُرَتْ كَلِمَتُهُمْ هَذِهِ كَلِمَةٌ) اور کہا گیا ہے کہ یہ تعجب کے طور پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ (أَعْظَمُ بِكَلِمَتِهِمْ كَلِمَةٌ) جیسے کہا جاتا ہے (اَكْثَرُ مِنْ زَيْدٍ وَجَلًّا) بعض بصریوں کا یہی قول ہے۔ بعض قاریوں نے اسے (كَلِمَةٌ) پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے (عَظُمَ قَوْلُكَ وَكَبُرَ شَأْنُكَ)۔ جمہور کی قرأت پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ ان کے اس کلمے کی برائی =

① احمد، ۴۳۹/۳ و سندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۵۵/۷۔

② ابن مردویہ، و سندہ ضعیف جداً۔ ③ سندہ ضعیف موقوف۔

④ حاکم، ۳۶۸/۲ و سندہ حسن؛ بیہقی، ۲۴۹/۳ فہیم بن حماد حسن الحدیث ہے۔

⑤ حاکم، ۵۶۴/۱ و سندہ حسن؛ شعب الایمان ۲۴۴۶؛ المعجم الأوسط ۱۴۷۸۔ ⑥ الطبری، ۱۷/۹۵۰۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ ۖ أَسَفًا ۝۱۸
 جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝۱۹
 لَجَعَلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۝۲۰

ترجمہ: پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالے گا۔ [۱۸] روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔ [۱۹] اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں۔ [۲۰]

= برائی اور اس کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو محض بے دلیل ہے صرف کذب و افتراء ہے اسی لئے فرمایا کہ محض جھوٹ کہتے ہیں۔ سورہ کہف کا شان نزول: اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ تم جا کر محمد ﷺ کی بابت کل حالات ان سے بیان کرو ان کے پاس اگلے انبیاء علیہم السلام کا علم ہے ان سے پوچھو ان کی آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینے گئے احبار مدینہ سے ملے حضور ﷺ کے حالات و اوصاف بیان کئے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو بتلاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے؟ انھوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتلاتے ہیں تم جا کر ان سے تین سوالات کرو اگر جواب دے دیں تو ان کے سچے ہونے میں کچھ شک نہیں بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو۔ ان سے پوچھو کہ اگلے زمانے میں جو نوجوان چلے گئے تھے ان کا واقعہ بیان کرو وہ ایک عجیب واقعہ ہے اور اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا مشرق مغرب ہوا یا تھا اور روح کی ماہیت دریافت کرو اگر بتلا دے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتلا سکے تو وہ شخص جھوٹا ہے جو چاہو کرو۔ یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا لو بھیجی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انھوں نے بتلا دی ہے اب چلو حضرت سے سوالات کریں۔ چنانچہ یہ سب آپ کے پاس آئے اور تین سوالات کئے۔ آپ نے فرمایا تم کل آؤ میں تمہیں جواب دوں گا، لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گزر گئے نہ آپ پر وحی آئی۔ نہ اللہ کی طرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا۔ اہل مکہ گئے اور کہنے لگے کہ لیجئے صاحب کل کا وعدہ تھا آج پندرہواں دن ہے لیکن وہ بتلا نہیں سکے۔ ادھر آپ کو دہرا غم ستانے لگا قریشیوں کو جواب نہ ملنے پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بند ہو جانے کا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے سورہ کہف نازل ہوئی اسی میں ان شاء اللہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا ان نوجوانوں کا قصہ بیان کیا گیا اور اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾ ۱ میں روح کی بابت جواب دیا گیا۔ ۲

[آیت: ۶-۸] مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج و افسوس آپ کو ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کرو۔ ۳ اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو ۴ اور جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان ہلاک نہ کرو۔ ۵ یہاں بھی فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان میں گھن نہ لگالے =

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۝ إِذْ أَوَى
الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا
رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ
أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِيَائِنُهُمْ آمَدًا ۝

ترجمہ: کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبہ والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ [۹] ان چند نوجوانوں نے جب غار میں آرام کیا تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے۔ [۱۰] پس ہم نے ان کے کانوں پر گھٹی کے کئی سال تک اسی غار میں پروے ڈال دیے۔ [۱۱] پھر ہم نے انہیں اٹھا کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انھوں نے گزاری کس نے زیادہ یاد رکھی ہے۔ [۱۲]

= اس قدر غم و غصہ رنج و افسوس نہ کر نہ گھبرا نہ دل تنگ ہونا پنا کام کئے جا ۱ تبلیغ میں کوتاہی نہ کر راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے گمراہ اپنا برا کریں گے۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔

دنیا کی زمینیں ختم ہونے والی ہیں: پھر فرماتا ہے دنیا فانی ہے اس کی زینت زوال والی ہے آخرت باقی ہے اس کی نعمت دوامی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”دنیا مٹھی اور سبز رنگ ہے اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو۔ بنو اسرائیل میں سب سے پہلا قتلہ عورتوں ہی کا تھا۔ ۲ یہ دنیا ختم ہونے والی اور خراب ہونے والی ہے اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے زمین ہموار صاف رہ جائے گی جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہوگی۔“ جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے ہیں اور اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جسے وہ خود کھاتے ہیں اور ان کے چوپائے بھی۔ کیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں ۳ زمین اور زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ پس تو کچھ بھی ان سے سننے انہیں کیسے ہی حال میں دیکھے مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

اصحاب کہف کا تعارف اور قصہ: [آیت: ۹-۱۲] اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہو گا فرماتا ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے شمار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے اس سے بڑے بڑے نشان روزمرہ تمہارے سامنے ہیں۔ آسمان زمین کی پیدائش رات دن کا ہیر پھیر سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بے اندازہ ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی کام مشکل نہیں۔ اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اور اہم نشان قدرت تمہارے سامنے دن رات موجود ہیں۔ ۴ کتاب و سنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے۔ ۵ بہت سی جہتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں۔ ۶ کہف =

۱ الطبری، ۱۷/ ۵۹۸، ۵۹۷۔ ۲ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء ۲۷۴۲؛ ترمذی ۲۱۹۱؛

ابن ماجہ ۴۰۰۰؛ احمد، ۱۹/ ۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۱۰۱؛ ابن حبان ۳۲۲۱۔ ۳ ۳۲/ السجدة: ۲۷۔

۴ الطبری، ۱۷/ ۶۰۱۔ ۵ ایضاً۔ ۶ ایضاً۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۖ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ
 هُدًى ۖ وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 لَنْ نَدْعُو مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا شَطَطًا ۖ هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ
 دُونِهِ إِلَهًا لَوْلَا يُاتُونَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ بَيِّنٌ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ
 عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ وَإِذْ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يُعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوْا إِلَى الْكَهْفِ
 يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرَفَقًا ۖ

ترجمہ: ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔ [۱۳] ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا ہو تو تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی۔ [۱۴] یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں۔ ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا فترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ [۱۵] جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا۔ [۱۶]

= کہتے ہیں پہاڑی غار کو وہ ہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے۔

”رقیم“ یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یا ان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے ① یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کا نام مجلوس بھی آیا ہے۔ غار کا نام جزوم کہا گیا ہے اور ان کے کتے کا نام حمران بتلایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حمران اور لفظ اواہ اور لفظ رقیم کو مجھے نہیں معلوم کہ رقیم کسی کتاب کا نام ہے یا کسی بنا کا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ وہ کتاب ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا۔ ② عبدالرحمن کہتے ہیں قرآن میں ہے ﴿يَكْتَابُ مَرْقُومًا﴾ ③ پس آیت کے ظاہری الفاظ تو اس کی تائید کرتے ہیں اور یہی امام ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار قول ہے کہ رقیم فعل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے۔ جیسے مقتول قتل اور مجروح جرح وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کیلئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہیں وہ انھیں دین سے نہ بہکا دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا الہی! ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما۔ ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔ حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ ”اے رب! جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا

کر۔“ ① مسند میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے کہ ”اے رب ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچالے۔“ ② یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انہیں بیدار کیا۔ ایک صاحب درہم لے کر بازار سے سودا خریدنے چلے جیسے کہ آ رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہیں وہاں کتنی مدت گزری اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے؟ اسے ہم بھی معلوم کر لیں۔ ﴿اَمْدًا﴾ کے معنی عدد یا کتنی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں نے اپنے شعروں میں غایت کے معنی میں باندھا ہے۔

[آیت: ۱۳-۱۶] یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کھف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آگئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے توحق کی آواز پر لپیک کبی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرأت سے مائل نہ ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے۔ یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کر کے امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اس میں مرتبے ہیں یہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے ③ یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھادیا اور جگہ ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ ④ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھ جاتی ہے الخ۔ اور آیت میں ہے ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَوَزَدْتُهُمْ إِيمَانًا﴾ ⑤ ایمان والوں کے ایمان کو بڑھاتی ہے الخ۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿لِيُزَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ ⑥ تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں اور بڑھ جائیں۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سے آیتیں ہیں۔

اصحاب کھف کا زمانہ: مذکور ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے وَاللَّهُ اَعْلَمُ۔ لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے۔ حالانکہ یہ بیان گزر چکا ہے کہ قریشیوں نے اپنے وفد کو مدینہ کے یہود کے علما کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آزمائش کر لیں تو انہوں نے کہا کہ تم اصحاب کھف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں اس کا ذکر تھا اور انہیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرائیت سے پہلے کی ہے وَاللَّهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انہوں نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ وطن اور راحت و آرام کو بھی ترجیح دیا۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیاؤس تھا بڑا سرکش اور سخت فحش تھا سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا۔ یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے انہوں نے جب وہاں یہ تماشہ دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے۔ عبادتیں اور ذبیحے صرف اللہ کے نام پر ہونے چاہئیں جو آسمان و زمین کا خالق و مالک ہے پس یہ لوگ ایک ایک

① ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب الجوامع من الدعاء ۳۸۴۶ وسندہ صحیح؛ احمد، ۶/۱۴۷۔

② احمد، ۴/۱۸۱ وسندہ حسن؛ طبرانی ۱۱۹۶؛ ابن حبان ۹۴۹؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۱۷۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ بنی الإسلام علی خمس قبل حدیث ۸۔ ④ ۴۷/محمد: ۱۷۔

⑤ ۹/التوبة: ۱۲۴۔ ⑥ ۴۸/الفن: ۴۔

کر کے یہاں سے سرکنے لگے ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی یہیں آ گئے تیسرے بھی آئے چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہو گئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا۔ حدیث میں ہے کہ ”روحیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں۔ جو روز ازل میں تعارف والی ہیں وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں اور جو ہیں انجان رہتی ہیں یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے۔“ (بخاری و مسلم) عرب کہا کرتے ہیں کہ جنسیت ہی میل جول کی علت ہے اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو بتا دوں گا تو یہ دشمن ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم کی اس احقانہ اور شرکانہ رسم سے بیزار ہے آخر ایک دانا اور جری نو جوان نے کہا کہ دوستو! کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے اس پر ایک نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جب کہ آسمان وزمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ہم اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا۔ جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب روشن خیال موحدا پس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا۔ اب انھوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں اللہ واحد کی عبادت کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور شکایت پیش کی۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا۔ انھوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بلکہ بادشاہ اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان وزمین کا مالک خالق ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں۔ ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اس لئے کہ شرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کرنے کے۔ یہ نہایت ہی بے جا بات اور لغو حرکت اور ٹیڑھی راہ ہے۔ یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا اوروں کو پکارتی اور اوروں کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتے پس یہ ظالم اور کاذب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی سے بادشاہ بہت بگڑا انھیں دھمکایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انھیں سخت سزا دوں گا۔ اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے لیکن انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انھوں نے قوم دیس اور رشتے کنبے چھوڑنے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ یہی حکم بھی ہے کہ انسان دین کے خوف کے وقت ہجرت کر جائے۔ حدیث میں ہے کہ ”انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہو جائیں جنھیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے سبے اور اپنے دین کے بچاؤ کے خاطر بھاگتا پھرے“ (۲) پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے۔ ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی زیر دستی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگوں میں نکل جانا مشروع نہیں کیونکہ جمعہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کیلئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی۔ فرما دیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے =

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب الارواح جنود مجنۃ ۳۳۳۶؛ صحیح مسلم ۳۶۳۷؛ الأدب المفرد ۱۹۰۱

ابو داؤد ۴۸۳۴؛ احمد، ۵۲۷/۲؛ ابن حبان ۶۱۶۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الدین الفرار من الفتن ۱۹؛ ابو داؤد ۴۲۶۷؛ احمد، ۴۳/۳؛ مسند ابی یعلیٰ

۹۸۳؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۱۱۷۶۷؛ ابن ماجہ ۳۹۸۰؛ ابن ابی شیبہ، ۷/۴۴۸۔

وَكُرِيَ الشَّمْسُ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوُرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ
تَقَرَّبُ إِلَهُمُ ذَاتَ الشَّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّ
اللَّهُ فَهَوَاهُمُ هَدًى وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْسِدًا ۝

ترجمہ: تو دیکھے گا کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب کتر جاتا ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ ہے قدرت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔ اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز اور رہنما پاسکے۔ [۱۷]

= الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ۔ جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہوگی۔ وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپالے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرما دے گا پس یہ لوگ موقعہ پا کر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کی کھوٹیں چھپ رہے۔ بادشاہ نے اور قوم نے ہر چندان کی تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اندھا پا ڈال دیا۔ دیکھتے بھی بلکہ اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ مع اپنے رفیق خاص یار غار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غار ثور میں جا چھپے مشرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی تک وہ وہیں کوئی کمی نہ کی لیکن حضور ﷺ انھیں باوجود پوری تلاش اور سخت کوشش کے نہ ملے۔ اللہ نے ان کی بیٹائی جھین لی آس پاس سے گزرتے تھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے حضور ﷺ موجود ہیں اور انھیں دکھائی نہیں دیتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پریشان حال ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور اگر کسی نے اپنے پیر کی طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لے جائیں گے آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابو بکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے؟ ① قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکال دیا میں نے آپ اس کی امداد کی جب کہ وہ وہیں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ تم گن گن نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی سکینت اس پر نازل فرمائی اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ ② سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کھف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان نوجوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پالیا۔ جب غار میں انھیں دیکھ لیا تو کہا بس ہم تو خود ہی یہی چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کر دیا کہ یہیں مرجائیں لیکن یہ قول بے تامل طلب۔ قرآن کا فرمان ہے کہ صبح و شام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ۔ وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

کچھ غار کے متعلق: [آیت: ۱۷] یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رخ ہے سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے پس دوپہر کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رخ سے جاتی ہے مشرق جانب سے علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں جنھیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہے۔ اگر غار =

وَتَحْسَبُهُمْ آيَاتًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ
وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا
وَلَكَلَّيْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝۱۸

ترجمہ: تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ خود ہم ہی انھیں دائیں بائیں کروٹیں دلایا کرتے ہیں ان کا کتا بھی چوکتا پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تو جھانک کر انھیں دیکھنا چاہے تو ضرور اپنے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی دہشت و رعب سے تو پر کر دیا جائے۔ [۱۸]

== کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جاسکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی۔ پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی فَلْيَلْبَسِ الْحَمَدُ۔ ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے کئے ہیں۔ ①

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں یہ بتلادیا تا کہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتلایا کہ وہ عا کر کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے۔ پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے کوئی کہتا ہے نیوی کے پاس ہے کوئی کہتا ہے روم میں ہے کوئی کہتا ہے بلقاء میں۔ اصل علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دیتا اپنے رسول کی زبانی بیان کرا دیتا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتلا دی ہیں۔“ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمادی اور اس کی جگہ نہیں بتلائی۔ فرمادیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انھیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے فراخی میں ہیں۔ انھیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انھیں اس غار میں پہنچایا جہاں انھیں زندہ رکھا دھوپ بھی پہنچے ہو ابھی جائے چاندنا بھی رہے تا کہ نہ نیند میں غفل آئے نہ نقصان پہنچے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی کامل نشان قدرت ہے ان نوجوان موحّدوں کی ہدایت خود اللہ تعالیٰ نے کی تھی یہ راہ راست پا چکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انھیں گمراہ کر سکے اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

[آیت ۱۸:] یہ سورہ ہے لیکن دیکھنے والا انھیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے ایک کھلی ہوتی ہے پھر اسے بند کر کے اسے کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

بَنَامُ بِأَخَذِي مُقَلَّتِيهِ وَتَقِي
بِأَخْرَجِي الرِّذَاكَ لَهُوَ يَقْطَعُ نَاسِمُ

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا۔

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۖ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِئْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِئْنَا
يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِئْتُمْ ۖ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ
هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ
وَلَا يُشْعِرَنَّ بَكُمْ أَحَدًا ۖ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ
فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذَا أَبَدًا ۝

ترجمہ: اسی طرح ہم نے انھیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھی تم کتنی دیر ٹھہرے رہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم کہنے لگے کہ تمہارے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم اللہ ہی کو ہے اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر بھیجو وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کونسا کھانا پاکیزہ تر ہے پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کیلئے لے آئے کہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ [۱۹] گریہ کا فرم پر غلبہ پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹالیں گے اور پھر تو تمہیں ہرگز فلاح نہ ہونے کی۔ [۲۰]

= جائے کر دیں گل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انھیں کر دیں بد لودا دیتا ہے کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کر دت بدلتے ہیں۔
اصحاب کہف کا کتا: ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بہ طور پہرے دار کے بازو زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا، تصویر، جنی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے ① اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آگئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے ناس کتے کی کتنی شان ہوگئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے ان کے ساتھ ہجرت میں تھے ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا واللہ اعلم۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبح اللہ کے بدلے جو بھیڑا ذبح ہوا اس کا نام جریر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس بدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام غنفر تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس ٹھچڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام بھوت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے حضرت حوا جادہ میں ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔

ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا

① ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الجنۃ یؤخر الفصل ۲۲۷ وسندہ حسن؛ نسائی ۲۶۲؛ ابن ماجہ ۳۶۵۰؛ بدون ذکر الکافر ای طرح بخاری ۳۲۲۶؛ صحیح مسلم ۲۱۰۶ میں کتے اور تصویر کے الفاظ ہیں۔

نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے تھر پھینکتا ہے بے دلیل زبان کھولتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں وہ رعب دیا کہ کوئی انھیں دیکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشا نہ بنالیں کوئی جرأت کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انھیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت اللہ ہی مقتضی ہے بہ آرام سوتے رہیں۔ جو انھیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کچھ تھر تھرا جاتا ہے۔ اسی وقت اگلے پیروں واپس لوٹتا ہے انھیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کیلئے محال ہے۔

تین سو نو سال کے بعد اصحاب کہف بیدار ہوئے تو؟ [آیت: ۱۹-۲۰] ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انھیں سلا دیا تھا اسی طرح اپنی قدرت سے انھیں جگا دیا۔ تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے جیسے سوتے وقت تھے بدن ہال کھال سب اصلی حالت میں تھے بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا۔ آپس میں کہنے لگے کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انھیں یہی خیال ہوا لیکن پھر خود انھیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انھوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انھوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی۔ دام ان کے پاس تھے جن میں سے کچھ راہ اللہ خرچ کئے تھے کچھ موجود تھے تو کہنے لگے اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز جیسے آیت ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْنَا لَكُنَّا فِيهَا مِنَ الْخَارِجِينَ﴾ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہوتا اور آیت میں ہے ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ ② وہ فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی کی۔ زکوٰۃ کو بھی زکوٰۃ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کو طیب و طاہر کر دیتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں ﴿زَكَا الْوَرْدُ﴾ اور جیسے شاعر کا قول ہے۔

فَالْبَاسُ بَنِعْ وَأَنْتُمْ لَفُفٌ وَالْبَاسُ أَزْكَى مِنْ ثَلَاثٍ وَأَطْيَبُ
پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے۔ لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔

کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہئے آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کر لے اگر انھیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے کہ یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں۔ اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کا چھٹکارا تمہارا رے لئے محال ہو جائے گا۔

وَكَذَلِكَ أَغْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَٰبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۝

ترجمہ: ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے اعمال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک شبہ نہیں۔ جبکہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ کہنے لگے ان کے غار پر ایک عمارت بنالو۔ ان کا رب ہی ان کے حال کا زیادہ عالم ہے۔ جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایادہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنائیں گے۔ [۲۱]

اصحاب کھف کا واقعہ مرکز جی اٹھنے کی واضح دلیل ہے: [آیت: ۲۱] ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انھیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں کے لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے۔ ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط ردھیں دوبارہ جی اٹھیں گی جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کھف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی اور یحییٰ دلیل دے دی۔

جو شخص کھانا لینے گیا اس نے کیا دیکھا؟ مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز بھی نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے۔ اس شہر کا نام افسوس تھا زمانے گزر چکے تھے بستیوں بدل چکی تھیں صدیاں بیت گئیں تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک بھی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے۔ یہاں انقلاب زمانہ اور کا اور ہو چکا تھا۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔

وَأَرَىٰ رِجَالًا بِسَاحِلِ الْبَحْرِ غَيْرَ وَجَالِهِ

أَمَّا السَّيَّارُ فَاِنَّهَا كَدَبٍ اِدْرِهِمْ

گھر گواہی جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے نہ شہر کا ایک رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ یہ کسی کو جانیں نہ انھیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا دام غ چکر رہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں یہ دفعتاً ہو کیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنون ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کوئی بات بند نہ بیٹھ سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے ایک دوکان پر جا کر اسے دام دے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا اور دوکاندار نے اس سے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اور اسے اپنے پڑوسی کو دیا کہ میاں دیکھنا یہ مسکے کیسا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا۔

الفرض وہ تو ایک تماشہ بین گاہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ مسکے کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا ٹھٹھ لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے میڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے۔ اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ کل شام کو میں یہاں سے گیا ہوں یہاں کا بادشاہ دقیا نوس =

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةً رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةً سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ
وَيَقُولُونَ سَبْعَةً وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا
قَلِيلٌ ۚ فَلَا تَبَارَ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءٌ ظَاهِرًا ۚ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۚ
وَلَا تَقُولَنَّ لِي يَرَىٰ إِلَهِي فَاعِلٌ ۚ ذَٰلِكَ غَدًا ۚ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا
نَسِيتَ ۚ وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِي رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ۝

ترجمہ: کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اس صاحب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا نشانہ دیکھے بغیر پتھر چلا دینا کچھ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور ان کا کتا آٹھواں ہے تو کہہ دے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جانتے والا ہے انھیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تو ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو ہی کر اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ کچھ بھی نہ کر۔ [۲۳]
ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ [۲۳] مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا اور جب بھی بھولے اپنے پروردگار کی یاد کر لیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے۔ [۲۳]

= ہے اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھی! یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اس سے سوالات ہوئے۔ اس نے تمام حال کہہ سنایا۔ اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر ایک طرف یہ خود ششدر و حیران۔ آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے کہ اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھاؤ۔ یہ انھیں لے کر چلے۔ غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھہرو میں پہلے انھیں جا کر خبر کروں۔ ان کے الگ بیٹے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بے خبری کے پردے ڈال دیئے انھیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ تعالیٰ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگ مع بادشاہ کے گئے۔ ان سے طے سلام علیک ہوئی بغل گیر ہوئے یہ بادشاہ خود مسلمان تھا اس کا نام تیودوسیہ تھا۔ اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت و انسیت سے ملے جلے باتیں کیں پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جا لیئے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں فوت کر لیا ﷺ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے وہاں انھوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا جس میں ہڈیاں تھیں لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین سو سال گزر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں (ابن جریر)

پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انھیں انوکھی طرز پر سلایا اور بالکل انوکھے طور پر جگایا اسی طرح بالکل انوکھے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا تاکہ انھیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انھیں کوئی شک نہ رہے۔ اس وقت وہ آپس میں سخت مخالف تھے لڑ جھگڑ رہے تھے۔ بعض قیامت کے قائل تھے بعض منکر تھے پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کے لئے دلیل بن گیا۔ اب اس ہستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے جنھیں کام کا غلبہ حاصل تھا انھوں نے ارادہ کیا کہ ہم تو ان کے ارد گرد مسجد بنا

لیں گے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے یہ کہا تھا دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قبر پختہ نہ بنائی جائے: لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ بات اور ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے میں صاف حدیث موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا“ ❶ جو انھوں نے کیا اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اسی لئے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر عراق میں پائی تو فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے جس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے اسے دفن کر دیا جائے۔

اصحاب کھف کی تعداد: [آیت: ۲۲-۲۳] لوگ اصحاب کھف کی گنتی میں کچھ کچھ کہا کرتے تھے تین قسم کے لوگ تھے چوتھی گنتی بیان نہیں فرمائی۔ دو پہلے کے اقوال کو تو ضعیف کر دیا کہ یہ اٹکل کے تگے ہیں۔ بے نشانے کے پتھر ہیں کہ اگر کہیں لگ جائیں تو کمال نہیں نہ لگیں تو زوال نہیں ہاں تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تو یہ نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات صحیح ہے اور واقع میں یونہی ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم الہی کی طرف سے اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں باوجود کوئی صحیح علم نہ ہونے کے غور و خوض کرنا عبث ہے جس بات کا علم ہو جائے منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

اس گنتی کا صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں انہی میں سے ہوں میں جانتا ہوں وہ سات تھے۔ ❷ حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے ❸ اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا۔ ان میں سے بعض تو بہت ہی کم عمر تھے۔ غفوان شباب میں تھے یہ لوگ دن رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے۔ مردی ہے کہ یہ نو تھے ان میں جو سب سے بڑے تھے ان کا نام مکسلمین تھا اسی نے بادشاہ سے باتیں کیں تھیں اور اسے اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ باقی کے نام یہ ہیں۔ یلیح، مرطوس، کسطونس، پیرئس، دنیوس، یطوبونس اور قابوش۔ ہاں ابن عباس کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات شخص تھے آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ شعیب جبائی کہتے ہیں ان کے کتے کا نام حمران تھا۔ لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ان میں کی بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں۔ پھر اپنے نبی کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے کیونکہ عموماً وہ اپنے ہی سے جوڑ کر کہتے ہیں۔ کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے سامنے بیان فرمایا ہے یہ جھوٹ سے پاک ہے شک و شبہ سے دور ہے قابل ایمان و یقین ہے بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے۔

ہر کام سے پہلے ان شاء اللہ کہنا چاہئے: اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی سے ارشاد فرماتا ہے کہ جس کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہہ دیا کرو کہ کل کروں گا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ کل کیا ہوگا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے =

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور ۱۳۳۰؛ صحیح مسلم، ۵۳۱؛ احمد، ۸۰/۶۔

❷ الطبری، ۱۷/۶۴۲۔ ❸ ایضاً۔

وَلَيْسُوا فِي كُفْهِمْ تِلْكَ مِائَةِ سِنِينَ ۚ وَازْدَادُوا تَسْعًا ۚ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
 لَيْسُوا لَهُ غِيبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ
 مِنُ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝

ترجمہ: وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے بلکہ نو سال اور زیادہ گزرے۔ [۲۵] تو کہہ دے کہ اللہ ہی کو ان کے ظہرے رہنے کی
 مدت کا بخوبی علم ہے آسمانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کا کوئی
 مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ [۲۶]

= علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے اس کی مدد طلب کر لیا کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے
 ہیں۔ ”(حضرت) سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نوے (۹۰) بیویاں تھیں ایک روایت میں ہے سو (۱۰۰) تھیں ایک میں بہتر (۷۲) تھیں
 تو آپ ﷺ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کے بچہ ہوگا تو وہ راہ الہی میں جہاد کریں گے۔ اس
 وقت فرشتے نے کہا ان شاء اللہ کہہ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا اپنے ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے مگر ہر ایک
 بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی وہ بھی آدھے جسم کا تھا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”اس اللہ تعالیٰ کی
 قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہوتی اور یہ سب بچے
 جوان ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہد بننے۔“ ①

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ سے اصحاب کھف کا قصہ دریافت کیا گیا
 تو آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا ان شاء اللہ نہ کہا اس بنا پر چند روز دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ ② اس حدیث کو پوری
 طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دیا ہے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ جب
 بھول جاتے اپنے رب کو یاد کر یعنی ان شاء اللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کر۔ ③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس
 شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی ان شاء اللہ کہنے کا حق ہے گویا بھر گزر چکا ہو۔ ④ مطلب یہ ہے
 کہ اپنے کلام میں یا قسم میں ان شاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اور گویا اس کا خلاف بھی ہو چکا
 ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس پر قسم کا کفارہ نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار ہے یہی مطلب اس قول کا امام ابن
 جریر رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی بالکل ٹھیک ہے۔ اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کلام محمول کیا جاسکتا ہے۔ ⑤ ان سے اور
 حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مراد ان شاء اللہ کہنا بھول جانا ہے اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخصوص ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرا کوئی تو اپنی قسم کے ساتھ ہی متصل طور پر ان شاء اللہ کہے تو معتبر ہے یہ بھی ایک مطلب ہے کہ
 جب کوئی بات بھول جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر الہی یا ذکر ازلیع ہے پھر فرمایا کہ تجھ سے کسی ایسی
 بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو تو اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کر اور اس کی طرف توجہ کرتا کہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت =

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من طلب الولد للجهاد ۲۸۱۹؛ صحیح مسلم ۱۶۵۴؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۲۴۴۔

② الطبری، ۱۷/۶۴۲۔ ③ ایضاً، ۱۷/۶۴۲۔ ④ ایضاً۔ ⑤ الطبری، ۱۷/۶۴۶۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ
دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۚ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ
وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝

ترجمہ: تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی
پناہ کی جگہ نہ پائے گا۔ [۲۴] اپنے تئیں انھیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح شام پکارتے رہتے ہیں۔ اور اسی کے چہرے کے
ارادے رکھتے ہیں۔ خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنا پائیں کہ دنیوی زندگی کے ٹھانڈے میں لگ جا دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس
کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔ [۲۸]

= والی راہ بتا اور دکھا دے۔ اور بھی اقوال اس میں ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اصحاب کہف کے ٹھہرنے کی مدت: [آیت: ۲۵-۲۶] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس مدت کی خبر دیتا ہے جو اصحاب کہف نے اپنے
سونے کے زمانے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی فی
الواقع شمسی اور قمری سال میں ہر سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔

پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے تجھے
واقف کیا ہو تو آگے نہ بڑھ اور ایسے امور میں جواب دیا کر کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے۔ آسمان اور زمین کا غیب وہی جانتا ہے ہاں جسے وہ
جو بات بتا دے وہ جان لیتا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ قول کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اہل کتاب کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے
اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔ ① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی کی قرأت مروی ہے۔ لیکن
قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول تا مل طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شمسی سال کا رواج ہے اور وہ تین سو سال مانتے ہیں۔ تین سو نو کا
قول نہیں اگر ان ہی کا قول نقل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اور نو سال زیادہ کئے۔ بظاہر تو یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک و
تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے۔ یہی اختیار امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کا ہے قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت دونوں منقطع ہیں پھر شاذ بھی ہیں۔ جمہور کی قرأت وہی ہے جو قرآنوں میں ہے۔ پس وہ شاذ دلیل کے
قابل نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے ان دونوں لفظوں
میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے ② ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے کوئی کام کوئی کلام اس
سے مخفی نہیں کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں ③ سب کے عمل دیکھ رہا ہے سب کی باتیں سن رہا ہے۔ خلق کا خالق امر کا مالک وہی
ہے کوئی اس کے فرمان کو روک نہیں سکتا اس کا کوئی دوزیر اور مددگار نہیں نہ کوئی شریک اور مشیر ہے وہ ان تمام کیوں سے پاک ہے ان تمام

نقصانات سے دور ہے۔

کمزور صحابہ کی فضیلت کا بیان: [آیت: ۲۷-۲۸] اللہ تعالیٰ کریم اپنے رسول ﷺ کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے اس کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ ٹال سکے نہ ادھر ادھر کر سکے سمجھ لے کہ اس کے سوائے جائے پناہ نہیں۔ اگر تلاوت و تبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ① جیسے اور جگہ ہے کہ اے رسول! جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترتا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہ۔ اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ لوگوں کے شر سے اللہ تعالیٰ تجھے بچائے رکھے گا۔ ② اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ﴾ ③ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا باری تعالیٰ کا ذکر اس کی تسبیح حمد بڑائی اور بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کر جو صبح و شام یاد باری تعالیٰ میں لگے رہتے ہیں خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر خواہ رذیل ہوں خواہ شریف خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف۔

قریش نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلال۔ عمار۔ صہیب۔ خباب۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ ④ یعنی صبح و شام یاد اللہ تعالیٰ کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرا حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاص ابن مسعود قبیلہ ہذیل کا ایک شخص بلال اور وہ آدمی اور اتنے میں معزز مشرکین آئے اور کہنے لگے انھیں اپنی مجلس میں اس جرأت کے ساتھ نہ بیٹھنے دو۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے جی میں کیا آیا؟ جو اسی وقت آیت ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ﴾ اتری۔ ⑤

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت: مسند احمد میں ہے کہ ایک داعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضور ﷺ تشریف لائے۔ وہ خاموش ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تم بیان کئے چلے جاؤ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں“ ⑥ اور حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔“ ⑦ ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ”ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مجھے آٹھ غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پیارا ہے گو وہ غلام اولاد اسماعیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں گوان میں سے ایک ایک کی دیت بارہ بارہ ہزار کی ⑧ ہو تو مجموعی قیمت چھیا نوے ہزار کی ہوئی۔“ بعض لوگ چار غلام بتلاتے ہیں۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! حضور ﷺ نے آٹھ غلام فرمائے ہیں۔ ہزار میں ہے کہ حضور ﷺ آئے ایک صاحب سورہ کہف کی قرأت کر رہے تھے آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہی ان لوگوں کی مجلس ہے جہاں اپنے نفس کو روک رکھنے کا مجھے حکم الہی ہوا ہے“ ⑨ اور روایت میں ہے کہ یا تو سورہ حجر کی تلاوت کر رہے تھے یا سورہ کہف کی۔ ⑩

① الطبری، ۱۷/ ۶۵۱۔ ② ۵/ المائدة: ۶۷۔ ③ ۲۸/ القصص: ۸۵۔ ④ ۶/ الانعام: ۵۲۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۲۴۱۳۔

⑥ احمد، ۵/ ۲۶۱ و سندہ ضعیف، ابوالجعد مجہول الحال ہے۔ مجمع الزوائد، ۱/ ۱۹۵۔ ⑦ احمد، ۳/ ۴۷۴، و سندہ ضعیف

اس کی سند میں کردوس بن قیس مجہول الحال راوی ہے۔ ⑧ مسند الطیالسی، ۲۱۰۴، و سندہ ضعیف یزید القاشی ضعیف راوی ہے۔

⑨ مسند البزار، ۲۳۲۵ و سندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۷/ ۱۶۷۔

⑩ مسند البزار، ۲۳۲۶ و سندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۷/ ۱۶۴، اس کی سند میں بھی عمرو بن ثابت ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ إِنَّآ
 أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا ۖ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُّوهُم ۚ
 كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

ترجمہ: اعلان کر دے یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف کا ہے اب جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر کرے ظالموں کیلئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی فقاہیں انہیں گھیر لیں گی۔ اگر وہ فریادیں چاہیں گے تو ان کی فریادیں اس پانی سے کی جائے گی جو چھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا جو چہرے بھون دے گا بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے۔ [۲۹]

مسند احمد میں ہے فرماتے ہیں ”ذکر الہی کے لئے جو مجلس جمع ہونیت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل گئیں۔“ ① طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری آپ اپنے کسی گھر میں تھے اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے کچھ لوگوں کو ذکر الہی میں پایا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے کھالیں خشک تھیں بہ مشکل ایک ایک کپڑا انھیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے ”اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔“ پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تجاوز نہ کریں ان یاد الہی کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نہ لگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں۔ جو عبادت سے دور ہیں جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں جن کے اعمال حماقت کے ہیں تو ان کی پیروی نہ کرنا ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا ان کی نعمتیں لچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ﴾ ② ہم نے انھیں جو دنیوی عیش و عشرت دے رکھی ہے یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے تو لچائی ہوئی نگاہوں سے انھیں نہ دیکھنا دراصل تیرے رب کے پاس کی روزی بہتر اور بہت باقی ہیں۔

جہنم کی خوفناکیوں کا ذکر: [آیت ۲۹] جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق صدق اور سچائی ہے شک و شبہ سے بالکل خالی۔ اب جس کا جی چاہے مانے نہ چاہے نہ مانے۔ نہ ماننے والوں کیلئے آگ جہنم تیار ہے جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ ”جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے“ ③ (مسند احمد) اور خود دیواریں بھی آگ کی ہیں۔ ④ اور روایت میں ہے سمندر بھی جہنم ہے۔ پس اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک بھی زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے۔ ⑤ ”مہل“ کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیون کے تیل کی تپھٹ ⑥ اور جیسے خون اور پیپ جو بے حد گرم ہو۔ ⑦ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا۔ فرمایا ”مہل“ کی مشابہت اس میں ہے ⑧ جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ ہے جہنمی بھی سیاہ ہیں۔ =

① احمد، ۱۴۲/۳ وسندہ حسن؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۱۴۱؛ المعجم الأوسط ۱۵۷۹؛ مجمع الزوائد، ۷۶/۱۰۔

② ۲۰/طہ: ۱۳۱۔ ③ احمد، ۲۹/۳؛ ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب ما جاء فی صفة شراب اهل النار ۲۵۸۴

وہو ضعیف دراج کی ابواب ششم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۸۹؛ حاکم، ۶۰۰/۴۔ ④ الطبری، ۱۱/۱۸۔

⑤ حاکم، ۵۹۶/۴، ح ۸۷۶۲ وسندہ ضعیف، عبد اللہ بن ابی امیہ لیس بقوی قالہ الدار قطنی فی سننہ، ۲۸۲/۱۔

⑥ الطبری، ۱۳/۱۸۔ ⑦ ایضاً۔ ⑧ ایضاً۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۖ
 أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ
 مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى
 الْأَرَائِكِ نَبِيعٌ الثَّوَابِ وَحَسُنَتْ مُرْتَقَاً ۖ

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایمان لائیں نیک اعمال کریں ہم تو کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے [۳۰] ان کیلئے جہنمی والی جنتیں ہیں۔ ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی وہاں یہ سونے کے نگین پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ نرم و باریک اور مونے ریشم کے لباس پہنیں گے وہاں تختوں کے اوپر نیکے لگائے ہوئے ہوں گے۔ کیا خوب بدلہ ہے اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے۔ [۳۱]

= مہل سیاہ رنگ بدبودار غلیظ گندگی سخت گرم چیز ہے۔ چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے منہ جلادیتی ہے۔
 مسند احمد میں ہے ”کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آپڑے گی۔“ ① قرآن میں ہے وہ پیپ پلائے جائیں گے ② بہ مشکل ان کے حلق سے اترے گی چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی ان کی ہائے وائے اور شور وغل پر یہ پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا۔ ③ بھوک کی شکایت پر قوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کے پچاننے والا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پچان لے پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ جو منہ کے پاس پہنچے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالے گا۔ ④ ہائے کیا برا پانی ہے یہ وہ گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے کا سخت گرم ہتے ہوئے نالے سے انھیں پانی پلایا جائے گا۔ ان کا ٹھکانہ ان کی منزل ان کا گھرانہ کی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿إِنَّهَا مَسَاءٌ تُمْسِقُ وَأُمُومًا ۝﴾ ⑤ وہ بڑی بری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے۔

فرمانبرداروں کے لئے جنت کی نعمتیں: [آیت: ۳۰-۳۱] جنت کا ذکر اور اس کی خوشحالی اور پررے لوگوں کا حال اور مال بیان فرمایا اب نیکوں کا آغاز و انجام بیان ہو رہا ہے یہ اللہ رسول اور کتاب کے ماننے والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کیلئے جہنمی والی مدامی جنتیں ہیں۔ ان کے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ انھیں زیورات خصوصاً سونے کے نگین پہنائے جائیں گے ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا نرم باریک اور نرم مونے ریشم کا لباس ہوگا یہ بہ آرام شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گی تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چار زانو بیٹھنے کا نام بھی اِتکا ہے ممکن ہے یہی مراد یہاں بھی ہو چنانچہ حدیث میں ہے ”میں اِتکا کر کے کھانا نہیں کھاتا“ ⑥ اس میں بھی یہی دو قول ہیں ﴿أَزَلَّ﴾ جمع ہے (ازلج) کی تخت چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ انھیں بری سزا اور بری =

① ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب ما جاء فی فی صفة شراب اهل النار ۲۵۸۱ وسندہ ضعیف دراج کی ابوالحکم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ احمد، ۷۱، ۷۰، ۳۔ ② ۴۷ / محمد: ۱۵۔ ③ الطبری، ۱۸ / ۱۴۔ ④ ایضاً۔ ⑤ ۲۵ / الفرقان: ۶۶۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الأکل متکثراً ۵۳۹۸: ترمذی ۱۸۳۰: ابن ماجہ ۳۲۶۲: احمد، ۴ / ۳۰۹: ابن حبان ۵۲۴۰۔

وَأَضْرِبْ لَهُم مِّثْلًا لِّرَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۖ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا
خِلْفَهُمَا نَهْرًا ۖ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ
نَفَرًا ۖ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۖ وَمَا
أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۖ

ترجمہ: انھیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنا دے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے جنہیں کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ [۳۲] دونوں باغ اپنا پھل خوب لاتے تھے اس میں کوئی کمی نہ تھی ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی۔ [۳۳] الغرض اس کے پاس میوے تھے۔ ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھے کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں۔ [۳۴] یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے [۳۵] اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی گیا تو یقیناً میں اس لوٹنے کی جگہ اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔ [۳۶]

== جگہ ہے۔ سورہ فرقان میں بھی انہی دونوں گروہ کا اسی طرح مقابلہ کا بیان ہے۔

دو باغ والے آدمیوں کا واقعہ: [آیت: ۳۲-۳۶] چونکہ اوپر مسکین مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ وہ شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا انگوروں کے باغ ارد گرد کھجوروں کے درخت درمیان میں کھیتی درخت پھلے ہوئے بیلے ہری کھیتی سبز پھل پھول بھر پور نقصان کسی قسم کا نہیں ادھر ادھر نہریں جاری۔ اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود مالدار شخص۔ اس کی دوسری قرأت (ثمر) بھی ہے یہ جمع ہے (ثمرۃ) کی جیسے (خشبة) کی جمع (خشب) الغرض اس نے ایک دن اپنے ایک دوست سے فخر و غرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالدار میں عزت والا دوں جاہ و حشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں۔ ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں۔ یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر، جزا، انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا اس قدر مست تھا کہ اس کی زبان سے نکلا ناممکن ہے میری یہ لہلہاتی کھیتیاں یہ پھلدار درخت یہ جاری نہریں یہ سبز بیلے کبھی فنا ہو جائیں حقیقت میں یہ اس کی کم عقلی اور بے ایمانی اور دنیا کی خرسستی اور اللہ کے ساتھ کفر کی وجہ تھی۔ اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال سے تو قیامت آنے والی نہیں اور اگر بالفرض آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال و متاع کیسے دے دیتا؟ تو وہاں بھی وہ مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْخُسْرَىٰ﴾ ① اگر میں لوٹا یا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہوگی۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَا أُفِيءُ مَالًا ۖ وَوَلَدًا﴾ ② یعنی تو نے اسے بھی دیکھا جو کورتورہا ہے ہماری =

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ
ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ۖ لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۝ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ
جَنَّتِكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِنَّ تَرَنَّا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا
وَوَلَدًا ۚ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ يُوْتِيَنِي خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ
السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ۝ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غُورًا فَلَنْ لَا تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝

ترجمہ: اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس اللہ سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر
تجھے پورا آدمی بنا دیا ہے۔ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔ تو
اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہتا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اگرچہ تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے
کم دیکھ رہا ہے۔ مگر بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسانی عذاب بھیج دے تو یہ جہیل اور پھسلنا
میدان بن جائے یا اس کا پانی خشک ہو جائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے۔ [۳۱]

= آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی بہ کثرت مال و اولاد ملے گی۔ یہ خدا کے سامنے دلیری
کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر باتیں بناتا ہے اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقع پر آئے گا ان شاء اللہ وبہ الشقہ۔
[آیت: ۳۷-۳۱] اس کا فرمالدار کو جو جواب اس مؤمن مفلس نے دیا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اس نے وعظ و پند کی
ایمان و یقین کی ہدایت کی اور گمراہی اور غرور سے ہٹانا چاہا۔ فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع
کی پھر اس کی نسل ملے جلے پانی سے جاری رکھی۔ جیسے آیت ﴿تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ﴾ ① میں ہے کہ تم خدا کے ساتھ کیسے کفر
کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا تم اس کی ذات کا اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس کی نعمتوں کے اس کی
قدرتوں کے بے شمار نمونے خود تم میں اور تم پر موجود ہیں۔ کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے موجود کر
دیا۔ وہ خود بہ خود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا وجود پیدا کیا پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے
کون انکار کر سکتا ہے۔

میں تو تیرے مقابلہ میں کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ میرا رب وہی اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے میں اپنے رب کے ساتھ مشرک بننا
ناپسند کرتا ہوں۔ پھر اپنے ساتھی کو نیک و رغبت دلانے کیلئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہائی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میوؤں سے لدے باغ کو
دیکھ کہ تو اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی
اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ابو یعلیٰ موصلی ② میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”جس بندے پر اللہ
اپنی کوئی نعمت انعام فرمائے اہل و عیال ہوں دولت مند ہوں ہو فرزند ہوں پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی بجز موت =

① ۲/ البقرة: ۲۸۔ ② المعجم الصغير ۱/ ۲۱۲ و المعجم الاوسط، ۵۹۹۲ و سندہ ضعیف اس کی سند میں عبد الملک بن

زرارہ ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/ ۶۵۵، رقم: ۵۲۰۶)

وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفِّهِ عَلَى مَا أُنْفِقَ فِيهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا
وَيَقُولُ لِيَأْتِنِي كَمْ أَشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۖ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِتْنَةٌ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ
اللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۖ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ۖ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۖ

ترجمہ: اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا لٹا پڑا ہوا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا۔ [۴۴] اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ اٹھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلہ لینے والا بن سکا۔ [۴۵] یہیں سے ثابت ہے کہ اختیارات اس اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔ وہ ثواب دینے کے اور انجام کے اعتبار سے بہت بہتر ہے۔ [۴۶]

= کے پھر آپ اس آیت کی تاویل کرتے۔ "حافظ ابوالفتح رَوَّاع" کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا "کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتا دوں؟ وہ خزانہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہے۔" ① اور روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور سوچ دیا۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صرف لاحول الخ نہیں بلکہ وہ جو سورہ کھف میں ہے یعنی ﴿مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾۔ ② پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن بہتر نعمتیں عطا فرمائے اور میرے اس باغ کو جسے تو بیٹھکی والا سمجھے بیٹھا ہے تباہ کر دے آسمان سے اس پر عذاب بھیج دے زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے تمام کھیت اور باغ پٹ ہو جائے سوکھی صاف زمین رہ جائے گویا کہ کبھی یہاں کوئی چیز اُگی ہی نہیں تھی یا اس کی نہروں کا پانی دھسا دے۔ غور مصدر ہے معنی میں "غائر" کے بہ طور مبالغے کے لایا گیا ہے۔

[آیت: ۴۲-۴۴] اس کا کل مال کل پھل غارت ہو گیا۔ وہ مؤمن اسے جس بات سے ڈر رہا تھا وہی ہو کر رہی۔ اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کف افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش میں اللہ کے ساتھ مشرک نہ بنتا ③ جن پر فخر کرتا تھا ان میں سے کوئی اس وقت کام نہ آیا فرزند قبیلہ سب رہ گیا فخر و غرور سب ڈھے گیا نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی کوئی ہمت ہوئی بعض لوگ ﴿هُنَالِكَ﴾ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا۔

اور بعض ﴿مُنْتَصِرًا﴾ پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتدا کرتے ہیں۔ ﴿وَلَا يَتُوبُ﴾ کی دوسری قرأت (وَلَا يَتُوبُ) بھی ہے پہلی قرأت پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مؤمن و کافر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا جائے پناہ نہیں عذاب کے وقت کوئی بھی بچو اس کے کام نہیں آ سکتا جیسے فرمان ہے ﴿فَلَمَّا زَاوُواْ يَأْتَسُواْ قَوْلُواْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾ ④ الخ یعنی ہمارے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جنہیں ہم اللہ کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں۔ اس وقت جواب ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا۔ ⑤ =

① احمد، ۴/۶۹؛ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء اذا علا عقبہ ۶۳۸۴؛ صحیح مسلم ۲۷۰۴؛ ابو داود ۱۵۲۸؛ ترمذی ۳۳۷۱؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۲۵۲۔ ② احمد، ۲/۳۳۵؛ مسند البزار، ۳۰۸۶؛ مجمع الزوائد، ۹۹/۱۰۔ ③ الطبری، ۲۷/۱۸۔ ④ المؤمن: ۸۴۔ ⑤ یونس: ۹۰، ۹۱۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ
الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ الْهَالِكُ
وَالْبُنُونُ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبَاقِيَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝

ترجمہ: ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کی روئیدگی ملتی ہے پھر
آخر کار وہ چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے لے بھرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۵] مال و اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے ہاں
البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت ہی عمدہ ہیں۔ [۳۶]

= واؤ کے کسرہ کی قرأت پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کیلئے ہے ﴿لِلَّهِ الْحَقُّ﴾ کی دوسری قرأت قاف کے پیش سے
بھی ہے کیونکہ یہ ﴿الْوَلَايَةُ﴾ کی صفت ہے جیسے فرمان الہی ﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلْحَقِّ لِلرَّحْمَنِ﴾ ① میں ہے بعض لوگ قاف کا
زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی جیسے اور آیت میں ہے ﴿ثُمَّ رَدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْحُومٌ الْحَقِّ ط﴾ ② اسی لئے
پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال صرف اللہ ہی کیلئے ہوں ان کا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں۔
دنیا کے زوال کی مثال: [آیت: ۳۵-۳۶] دینا اپنے زوال اور فنا اور خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو
زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتا ہے اور ہزار ہا پودے لہلہانے لگتے ہیں تروتازگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن
کچھ دنوں کے گزرتے ہی وہ سوکھ ساکھ کر چورا چورا ہو جاتے ہیں اور ہوائیں انھیں دائیں بائیں اڑائے بھرتی ہیں۔ اس حالت پر جو
قادر تھا وہ اس حالت پر بھی قادر ہے عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی جاتی ہے جیسے سورہ یونس کی آیت ﴿انَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا﴾ ③ اور جیسے سورہ زمر کی آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً﴾ ④ میں اور جیسے سورہ حدید کی آیت میں اور صحیح
حدیث میں بھی ہے ”دنیا سبز رنگ میٹھی ہے“ ⑤ الخ۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں جیسے فرمایا ہے ﴿زِينَتٍ
لِّلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ ⑥ انسان کیلئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں بیٹے خزانے وغیرہ مزین کردی گئی ہیں۔ اور آیت میں ہے
﴿انَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ⑦ الخ تمہارے مال تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے یعنی اس کی طرف
بھٹکنا اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا طلبی سے بہتر ہے۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز
ہے مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور ((سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر)) اور ((لا الہ الا اللہ)) اور
((سبحان اللہ والحمد للہ)) ⑧ اور ((اللہ اکبر)) اور ((لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم))

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے
تھے جو مؤذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤں کے پانی آیا۔ آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور ﷺ نے اسی
طرح وضو کر کے فرمایا ”جو میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو

① ۲۵ / الفرقان: ۲۶ - ② ۶ / الانعام: ۶۲ - ③ ۱۰ / یونس: ۲۴ - ④ ۳۹ / الزمر: ۲۱

⑤ صحیح مسلم، کتاب البرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء ۲۷۴۲۔

⑥ ۳ / آل عمران: ۱۴ - ⑦ ۶۴ / التغابن: ۱۵ - ⑧ الطبری، ۱۸ / ۳۳۔

جاتے ہیں۔ پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سورہ صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے لے کر صبح تک کے گناہ معاف یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ ”لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں اب اے عثمان! آپ بتلائے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ) ①

باقیات صالحات کیا ہیں: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ باقیات صالحات یہ ہیں (سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد عمارہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتلاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ۔ آپ نے فرمایا تم نے صحیح جواب نہیں دیا۔ انھوں نے کہا زکوٰۃ اور حج فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا۔ سنو وہ پانچ کلمے ہیں۔ ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا آپ نے بجز الحمد للہ کے چار اور کلمات بتلائے ہیں۔ حضرت مجاہد مجزلا حول الخ کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں۔

حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہما بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”(سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ) یہ ہیں باقیات صالحات۔“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ”باقیات صالحات کی کثرت کرو۔“ پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ”پوچھا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا ”تکبیر، تہلیل، تسبیح اور الحمد للہ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ ② (احمد) سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ عبد اللہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے محمد بن کعب قرظی کے پاس کسی کام کیلئے بھیجا تو انھوں نے کہا کہ سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوئی۔ تو سالم نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انھوں نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ سالم نے کہا یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے بڑھایا؟ قرظی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال دجواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے کہا سنو! میں نے حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ”جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر (حضرت) ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انھوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرمادیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگالیں اس کی مٹی پاک ہے اس کی زمین کشادہ ہے۔ میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا ((لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ)) بہ کثرت پڑھیں۔“ ③

مسند احمد میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے آسمان کی

① احمد، ۷۱/۱ وهو حسن، مجمع الزوائد، ۱/۲۹۷۔

② احمد، ۷۵/۳ وسندہ ضعیف دراج کی البیہیم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

③ وسندہ ضعیف اس میں عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب مجہول الحال راوی ہے، اسے ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۖ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۖ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۖ وَوَضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْجُرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوَيْلِنَا مَا لَ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۖ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۖ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۖ

ترجمہ: جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھے گا اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ [۴۷-۴۹] سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کئے جائیں گے یقیناً ہم تمہیں اسی طرح لائے جس طرح تمہیں اول مرتبہ ہم نے پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ گاہ کرنے ہی کے نہیں۔ [۴۸] نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا جو کچھ انھوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا۔ [۴۹]

= باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان وزمین رہیں ملتا رہتا ہے فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے۔ ① حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اسی میں داخل ہیں ② امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔

قیامت کی ہولناکیوں اور حساب و کتاب کا ذکر: [آیت: ۴۷-۴۹] اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جو تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا پہاڑ اڑ جائیں گے گو تمہیں جے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ تک باقی نہ رہے گی نہ اس میں کوئی مکان ہو گا نہ چھپر۔ ساری مخلوق بغیر آڑ کے اللہ کے بالکل سامنے رو رہی ہوگی کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہوگی۔ کوئی درخت پتھر گھانس پھونس دکھائی نہ دے گا تمام اول آخر کے لوگ جمع ہوں گے کوئی چھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہو گا تمام اگلے پچھلے اس مقرر دن جمع کئے جائیں گے اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہوں گے تمام لوگ اللہ کے سامنے صف بستہ ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھیں ہوئے کھڑے ہوئے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہوگی بجز ان کے جنہیں خدائے رحمان اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہیں پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہوگی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف۔ وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کیا اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے نامہ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا کھلا چھپا عمل لکھا ہوگا۔ اپنی بد اعمالیوں کو دیکھ

دیکھ کر گنگار خوف و حیرت زدہ ہو جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی افسوس بدکرداریوں میں گئے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھنا نہ ہو۔ چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔

طبرانی میں ہے کہ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے منزل کی ہم سے فرمایا ”جاؤ جسے کوئی لکڑی کوئی لکڑی کوئی کوڑا کوئی گھانٹا پھونس جمل جائے لے آؤ۔“ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے پھیلیاں پھول لکڑی پتے کاٹنے درخت جھاڑ جھکار جو ملے لے آئے ڈھیر لگ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں ① اور شار کئے جا رہے ہیں جو خیر و شر بھلائی برائی جس نے کسی کی ہوگی اسے موجود پائے گا۔“ جیسے آیت ﴿يَوْمَ تَجِدُ﴾ ② الخ اور آیت ﴿يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ﴾ ③ الخ اور آیت ﴿يَوْمَ تَبْلَسُ﴾ ④ الخ میں ہے تمام پوشیدگیاں کھل پڑیں گی۔“ ⑤ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ”ہر بد عہد کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اس کی بد عہدی کے مطابق جس سے اس کی پہچان ہو جائے گی۔“ اور حدیث میں ہے کہ ”یہ جھنڈا اس کی رانوں کے پاس ہوگا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بد عہدی ہے۔“ ⑥ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرے ہاں البتہ درگزر کرنا معاف فرما دینا یہ اس کی صفت ہے ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت و حکمت عدل و انصاف سے دہ سزا بھی دیتا ہے جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے گی پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا اور مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی نا انصافی نہیں کرتا نیکیوں کو بڑھاتا ہے گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے عدل کی ترازو اس دن سامنے ہوگی کسی کے ساتھ کوئی بد سلوکی نہ ہوگی الخ۔ ⑦

مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کیلئے ایک اونٹ خرید اسامان کس کس سفر کیا۔ مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہے۔ انھوں نے پوچھا کیا جابر بن عبد اللہ؟ میں نے کہا جی ہاں یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے لپٹ گئے معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مرنے جاؤں یا آپ کو موت نہ آ جائے۔ اب آپ سنائیے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”اللہ عز و جل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا ننگے بدن بے ختنہ بے سرو سامان۔ پھر انھیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں میں بدلے۔“

① طبرانی ۵۴۸۵ وسندہ ضعیف جداً؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۱۹۰، اس کی سند میں نفع ابوداؤد ضعیف راوی ہے (البیہقان، ۴/۲۷۲،

رقم: ۹۱۱۵) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الترغیب ۱۴۷۲) ② ۳/ آل عمران: ۳۰۔

③ ۷۵/ القيامة: ۱۳۔ ④ ۸۶/ الطارق: ۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الجزية، باب اثم الغادر للبر والفاجر

۳۱۸۷؛ صحیح مسلم ۱۷۳۷؛ احمد، ۳/۱۴۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲۳۸۲۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بأبائهم ۶۱۷۷؛ صحیح مسلم ۱۷۳۵۔ ⑦ ۲۱/ الانبياء: ۴۷۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط كَانَ مِنَ الْجِنِّ
فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ط أَفْتَخَذُونَهُ وَذَرَيْتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ
عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ۝ مَا أَشْهَدُ لَهُمُ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا
خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَصَدًا ۝

ترجمہ: ہم نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر لیا یہ جنوں میں سے تھا اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے ایسے ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے [۵۰] میں نے انہیں آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت موجود نہیں رکھا تھا اور نہ خود ان کی اپنی پیدائش میں اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا زور بازو دینے والا بھی نہیں۔ [۵۱]

= دلوانے والا ہوں کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں نہ دلوا دوں گوا یک تھڑی ہو، ہم نے کہا حضور! یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں ننگے بدن بے مال و اسباب ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے“ ① اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں والی بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوا دیا جائے گا“ ② اس کے اور بھی بہت سے شواہد ہیں جنہیں ہم نے بالتفصیل آیت (لَوْ نَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ) ③ الخ کی تفسیر میں اور آیت (لَا أَمَمَ أَمَّا لَكُمْ ط مَا قَرَرْنَا) ④ الخ کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

شیطان انسان کا دشمن ہے: [آیت: ۵۰-۵۱] بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے اصلی باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے۔ اپنے خالق مالک کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہیے اللہ کے احسان و اکرام اس کے لطف و کرم کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پیدا کیا تمہیں پالا پوسا پھر اسے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تشریف، تعظیم اور تکریم کے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے حکم برداری کی، لیکن چونکہ ابلیس بداصل تھا آگ سے پیدا شدہ تھا اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا۔ فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ ”فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں ابلیس شعلے مارنے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا بیان تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے“ ⑤ ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آ جاتی ہے اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی نکلتا ہے گوا ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا انہی کی مشابہت کرتا تھا اور اللہ کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا اسی لئے ان کے خطاب میں یہ بھی آ گیا لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آ گیا تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور

① احمد، ۳/ ۴۹۵ وسندہ ضعیف عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف راوی ہے۔ مجمع الزوائد، ۱۰/ ۳۴۵۔

② احمد، ۱/ ۷۲ وسندہ ضعیف، وحديث مسلم (۲۵۸۲) یعنی عنه۔

③ ۲۱/ الانبیاء: ۴۷۔ ④ ۶/ الانعام: ۳۸۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب فی احادیث متفرقة، ۲۹۹۶، احمد، ۶/ ۱۵۳، ابن حبان، ۶۱۵۵۔

صاف انکار کر بیٹھا۔ اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا۔ وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان کی اصل ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم تھی فرشتوں کی جو تیز آگ سے پیدا کئے گئے تھے۔ اس کا نام حارث تھا جنات کا دار و غما تھا۔ اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے۔ جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا جناتوں کا دار و غما تھا آسمان و دنیا کا بادشاہ تھا زمین کا بھی سلطان تھا۔ اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آ گیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے شریف ہے وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا۔ بر بنائے تکبر صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہی مدنی بصری کوئی یہ جنت کا خازن آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا۔ یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن رہتا تھا زمین پر۔ سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے پھول گیا تھا اس کے قبیلے کا نام جن تھا۔ آسمان وزمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا رب کی نافرمانی سے غضب میں آ گیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا پس تکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہو سکتی ہاں تکبر نہ ہو اور کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہیں ہونا چاہیے کہتے ہیں یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہیں۔ لیکن یہ اکثر و بیشتر اسرائیلی ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گزر جائیں اللہ ہی کو ان کے اکثر صحیح حال معلوم ہے۔

ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی دانی ہے ہمیں اگلی کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم ان سے محض بے نیاز ہیں اس لئے کہ وہ تبدیل ترمیم کی بیشی سے خالی نہیں بہت سی بناوٹی چیزیں ان میں داخل ہو گئیں ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل کچیل دور کر دیں کھرا کھوتا پرکھ لیں زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی دال نہ لگنے دیں۔

محمد ثنین اصحاب الجرح والتعديل کا امت پر احسان عظیم: جیسے کہ اللہ رحمن نے اس امت میں اپنے فضل و کرم سے ایسے امام اور علما اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز حفاظ پیدا کئے ہیں جنہوں نے حدیثوں کو جمع کیا تحریر کیا صحیح، حسن، ضعیف، منکر، متروک موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا۔ گھرنے والوں بنانے والوں، جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کھڑا کر دیا تا کہ ختم المرسلین سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور متبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے پس ہماری دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و رضامندی نازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین آمین۔ اللہ انھیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے رضی اللہ عنہم۔

الغرض ابلیس اطاعت الہی سے نکل گیا پس تمہیں چاہیے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اس سے تعلق نہ جوڑو خالوں کو بڑا برابر ملے گا۔ یہ مقام بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورہ ابلیس میں قیامت کا اس کی ہولناکیوں کا اور نیک و بد لوگوں کے

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا
بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۝ وَرَأَى الْجَرْمُونُ النَّارَ فَطَسَّوْا أَهْلَهُمْ مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝

ترجمہ: جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو میرے شریک تھے انھیں پکارو یہ پکاریں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے گا ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کر دیں گے۔ [۵۲] انہیں گار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔ [۵۳]

= نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے مجرمو! تم آج کے دن الگ ہو جاؤ! ۱۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی وزیر مشیر نہیں ہے: جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اولیا بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں کسی چیز کی ملکیت انھیں نہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں میں نے انھیں شامل نہیں رکھا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے تمام چیزوں کو صرف میں نے ہی پیدا کیا ہے سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے میرا کوئی شریک وزیر مشیر نظیر نہیں جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْفَالْ ذَرْوْهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ﴾ ۲ الخ جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو سب کو ہی سوا اللہ کے پکار کر دیکھ لو یا دیکھو ان کو آسمان وزمین میں کسی ایک ذرے کے برابر بھی اختیارات نہیں نہ ان کا ان میں کوئی سا جہانہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے جب تک اللہ کی اجازت نہ ہو جائے الخ مجھے یہ لائق نہیں نہ اسکی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنے والوں کو اپنا دوست و بازو اور مددگار بناؤں۔

بروز قیامت مجرم کہیں بھاگ نہ سکیں گے: [آیت: ۵۲-۵۳] تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لئے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو جنھیں تم دنیا میں پکارتے رہے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچالیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْا فِرٰءِیْ﴾ ۳ الخ ہم تمہیں اسی طرح تنہا تنہا لائے جیسے کہ ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دے رکھا تھا تم وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے آج تو ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان شریکوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتے جنھیں تم اللہ کا شریک ٹھہرائے ہوئے تھے اور جن کی شفاعت کا یقین کئے ہوئے تھے تم میں ان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تمہارے گمان باطل ثابت ہو چکے الخ اور آیت میں ہے ﴿وَقِيْلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ﴾ ۴

کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے الخ اسی مضمون کو آیت ﴿وَمَنْ اَصْلٰ﴾ ۵ سے دو آیتوں تک بیان فرمایا ہے۔

سورہ مریم میں ارشاد ہے کہ انھوں نے اپنی عزت کے لئے اللہ کے سوا اور بہت سے معبود بنار کھے ہیں لیکن ایسا ہونے کا نہیں وہ تو سب ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور اٹھائے ان کے دشمن بن جائیں گے ۶ ان میں اور ان کے معبودان باطل میں آڑ حجاب اور ہلاکت کا گڑھا ہم بنادیں گے تاکہ یہ ان سے اور وہ ان سے نکل سکیں نیک راہ اور گمراہ الگ الگ رہیں جہنم کی یہ وادی انھیں آپس =

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝
وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ
سُنَّةٌ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ وَمَا نُزِّلُ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا مَبَشِّرِينَ
وَمُنْذِرِينَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آلِيَّيْ
وَمَا أَنْذَرُوا هُذُورًا ۝

ترجمہ: ہم نے قرآن میں ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کے لئے بیان کر دی ہیں لیکن انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ [۵۴]
لوگوں کے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے صرف اسی چیز نے روکا کہ اگلے لوگوں کا
سامعہ انہیں بھی پیش آئے یا ان کے سامنے کھلم کھلا عذاب آ موجود ہو جائے۔ [۵۵] ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجے ہیں کہ
وہ خوشخبریاں سنادیں اور ڈرا دیں۔ کافر لوگ جھوٹی باتوں کو سند بنا کر جھگڑے کر کے چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو لڑکھڑادیں وہ میری آیتوں
اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے مذاق میں اڑاتے ہیں۔ [۵۶]

= میں نہ ملنے دے گی کہتے ہیں یہ وادی ابو پیپ کی ہوگی ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی۔
نظا ہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو۔
مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے کیونکہ ان کے درمیان
ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہے مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آؤ کر دیں گے ①
جیسے آیت ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُنْفِثُ سَحَابٌ مِّمَّنْ﴾ ② اور آیت ﴿يَوْمَ يُنْفِثُ سَحَابٌ مِّمَّنْ﴾ ③ اور آیت ﴿وَأَمَّا زُوا الْيَوْمِ﴾ ④ الخ
اور آیت ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾ ⑤ وغیرہ میں ہے یہ گنہگار جہنم دیکھ لیں گے ستر ہزار لاکھوں میں
وہ جکڑی ہوئی ہوگی ہر ہر لاکھ پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے بغیر داخلے کے داخلے سے
بھی زیادہ رنج و غم اور مصیبت و الم شروع ہو جائے گا عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں
گے کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی حدیث میں ہے کہ ”پانچ ہزار سال تک کافر اسی تھر تھری میں رہے گا کہ جہنم اس کے سامنے ہے
اور اس کا کلیجہ قابو سے باہر ہے۔“ ⑥

انسان بہت جھگڑالو ہے: [آیت ۵۴-۵۶] انسانوں کے لئے ہم نے اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب خوب کھول کھول کر کر
دیا ہے تاکہ لوگ راہ حق سے نہ بھکیں ہدایت کی راہ سے نہ بھکیں لیکن باوجود اس بیان اس فرقان کے پھر بھی مجبور راہ یافتہ لوگوں کے اور
تمام کے تمام راہ نجات سے بٹے ہوئے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے
پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا ”تم سوئے ہوئے ہونماز میں نہیں ہو؟“ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول =

① الطبری، ۱۸/۴۶ - ② ۳۰/الروم: ۱۴ - ③ ۳۰/الروم: ۴۳ - ④ ۳۶/یس: ۵۹۔

⑤ ۶/الانعام: ۲۲ - ⑥ احمد، ۳/۷۵، ح ۱۱۷۱۴ وسندہ ضعیف؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۳۸۵؛ حاکم، ۴/۵۹۷۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَهُ ؕ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ط لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ط بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْيلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرَى أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِهَٰلِكِهِمْ مَوْعِدًا ۝

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے بیشک ہم نے ان کے دلوں پر اس کی سمجھ سے پردے ڈال رکھے ہیں۔ اور ان کے کانوں میں گرائی ہے گو تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی بھی ہدایت نہیں پانے کے۔ [۵۷] تیرا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور مہربانی والا ہے وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بیشک انہیں جلد ہی عذاب کرے۔ بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکنے کی جگہ پٹی نہیں پائیں گے۔ [۵۸] یہ ہیں وہ بستیٰ جنہیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیا ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک مہاد مقرر کر رکھی تھی۔ [۵۹]

= اللہ ﷻ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھا بیٹھتا ہے آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جارہے تھے کہ ”انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔“ ① لوگ عذاب دیکھنے کا مطالبہ اور حق کا انکار کرتے ہیں: اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کی تابعداری سے رکھتے ہیں چاہتے ہیں کہ خدا کے عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں۔ کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے کسی نے کہا کہ لا جو عذاب لاسکتا ہو لے آ۔ قریش نے یہ بھی کہا اے اللہ! اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر۔

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی! ہم تو تجھے جمنون جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا وغیرہ وغیرہ پس عذاب الہی کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے معاینہ کے درپے رہتے ہیں۔ رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈر دینا ہے کافروں کی جنتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ چاہت کبھی پوری نہیں ہونے کی۔ حق ان کی باطل باتوں سے دبنے کا نہیں یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں۔ اور اپنی بے ایمانی میں بڑھ رہے ہیں۔

بڑا ظالم کون ہے؟ [آیت: ۵۷-۵۹] فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے؟ جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بد عملیاں اور سیاہ =

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۖ فَلَبَّىٰ
 بَلَاغًا مَّجْمَعًا بَيْنَهُمَا نِسِيًا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۖ فَلَبَّىٰ جَاوِزًا قَالَ
 لِفَتَاهُ إِنِّي آتٍ بِكَ لِقَاءَ لِقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا ۖ قَالَ أَرَأَيْتِ إِذَا أَوَيْنَا إِلَى
 الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۖ وَاتَّخَذَ
 سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۖ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۖ
 فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۖ

ترجمہ: جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گا گو مجھے
 ساہا سال چلنا پڑے۔ [۶۰] جب وہ دونوں وہاں پہنچے جہاں دونوں دریاؤں سے ملنے کی جگہ تھی وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا میں سرنگ
 جیسا اپنا راستہ بنا لیا۔ [۶۱] جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے ہمیں تو اپنے اس سفر سے
 سخت تکلیف اٹھائی پڑی [۶۲] اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جب کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے وہیں میں تو مچھلی بھول
 گیا تھا دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔ اس مچھلی نے ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ کر لیا۔ [۶۳]
 موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے۔ [۶۴] پس ہمارے
 بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی۔ اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔ [۶۵]

== کاریاں اس سے پہلے کی ہیں انھیں بھی فراموش کر جائے۔ اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن
 و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا کانوں میں گرانی ہو جاتی ہے مچھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی اب لاکھ دعوت ہدایت دو لیکن راہ پانی
 مشکل و محال ہے اے نبی! تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلدی ہی نہ کر ڈالا کرتا تو زمین پر کوئی
 جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یاد رکھوہ سخت عذابوں
 والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے پردہ پوشی ہے معافی ہے تاکہ گمراہی والے راہ راست پر آجائیں گناہوں والے توبہ کر لیں اور اس کے دامن
 رحمت کو تھام لیں لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جمار ہا تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے جو اتنا سخت دن ہو گا کہ
 بچے بوڑھے ہو جائیں حمل گر جائیں گے اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہو گی کوئی چھکارے کی صورت نہ ہو گی۔ یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں
 کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخرش منادی گئیں ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آ پہنچا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں پس
 اے مشرک تو تم بھی ڈرتے رہو تم اشراف الرسل اعظم نبی کو ستارہ ہو اور انھیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم طاقت قوت میں سامان
 اسباب میں بہت کم ہو میرے عذابوں سے ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ: [آیت: ۶۰-۶۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ خدا کا ایک بندہ دو دریا ملنے

کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں۔ آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر دم نہ لوں گا۔ محل وقوع ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرہ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرہ روم مغربی ہے۔ یہ جگہ طبر کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرون تک چلنا پڑے کوئی حرج نہیں۔ کہتے ہیں کہ قیس کے لغت میں برس کو ہب کہتے ہیں ① عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہب سے مراد اسی (۸۰) برس ہیں۔ ② مجاہد رحمہ اللہ ستر برس کہتے ہیں۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما زمانہ بتلاتے ہیں۔ ④ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی کو لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا یہ دونوں مچھلی ساتھ لئے چلے مجمع البحرین میں پہنچ گئے وہاں نہر حیات تھی وہیں دونوں لیٹے اس نہر کے پانی کے چھیننے مچھلی پر پڑے مچھلی ہلنے چلنے لگ گئی۔ آپ کے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام کی زنبیل میں یہ مچھلی رکھی ہوئی تھی اور وہ سمندر کے کنارے تھا مچھلی نے سمندر کے اندر کود جانے کیلئے جست لگائی اور حضرت یوشع علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی مچھلی ان کے دیکھتے ہوئے پانی میں گئی اور پانی میں سیدھا سوراخ ہوتا چلا گیا پس جس طرح زمین میں سوراخ اور سرنگ بن جاتی ہے اسی طرح پانی میں جہاں سے وہ گئی سوراخ ہو گیا۔ ادھر ادھر پانی کھڑا ہو گیا اور وہ سوراخ بالکل کھلا ہوا رہا پھر کی طرح پانی میں چھید ہو گیا ⑤ جہاں جس پانی کو لگتی ہوئی وہ مچھلی گئی وہاں کا وہ پانی پتھر جیسا ہو گیا اور پورا سوراخ بنتا چلا گیا۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ مرفوعاً لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس بات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ”پانی اس طرح ابتداء دینا سے نہیں جھساوے اس مچھلی کے چلے جانے کی جگہ کے ارد گرد کے پانی کے یہ نشان مثل سوراخ زمین کے برابر موسیٰ علیہ السلام کے واپس پہنچنے تک باقی ہی رہے“ اس نشان کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تلاش میں تو ہم تھے جب مچھلی کو بھول کر یہ دونوں آگے بڑھے یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک کا کام دونوں ساتھیوں کی طرف منسوب ہوا ہے بھولنے والے صرف یوشع علیہ السلام تھے جیسے فرمان ہے۔ ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ⑥ یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور موتے نکلتے ہیں حالانکہ دو قوئلوں میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں جب وہاں سے ایک مرحلہ اور ملے کر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا اور سفر کی تکلیف بھی بیان کی یہ تکلیف مقصود سے آگے نکل آنے کے بعد ہوئی اس پر آپ کے ساتھی کو مچھلی کا چلا جانا یاد آیا اور کہا جس چٹان کے پاس ہم ٹھہرے تھے اس وقت میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا بھی شیطان نے یاد سے ہٹا دیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت (اَنْ اَذْكُرْكَ) فرماتے ہیں کہ اس مچھلی نے تو عجیب و غریب طور پر پانی میں اپنی راہ پکڑی۔ اسی وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لو اور سنو اسی جگہ کی تلاش میں ہم تھے تو وہ دونوں اپنے اسی راستے پر اپنے نشانات قدم کے کھوج پر واپس لوٹے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی رحمت اور اپنے پاس کا علم عطا فرما رکھا تھا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

بخاری کی روایت: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ حضرت انوف کا خیال ہے کہ خضر علیہ السلام سے ملنے والے موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ دشمن خدا جھوٹا ہے ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ سے انھوں نے سنا کہ ”(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے جو آپ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو چونکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہ

فرمایا کہ اللہ جانے اس لئے رب کو یہ کلمہ ناپسند آیا۔ اسی وقت وحی آئی کہ ہاں مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر پروردگار! میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو اسے توشہ دان میں ڈال لو جہاں وہ مچھلی کھو جائے وہیں وہ مل جائیں گے تو آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام کو لے کر چلے پتھر کے پاس پہنچ کر اپنے سر اس پر رکھ کر دو گھڑی سو رہے مچھلی اس توشے دان میں تڑپی اور کوہ کراس سے نکل گئی سمندر میں ایسی گئی جیسے کوئی سرنگ لگا کر زمین میں اتر گیا ہو۔ پانی کا چلنا بہنا اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اور طاق کی طرح وہ سوراخ باقی رہ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جاگے تو آپ کے ساتھی یہ ذکر کرنا آپ سے بھول گئے اسی وقت وہاں سے چل پڑے دن پورا ہونے کے بعد رات بھر چلتے رہے صبح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکان اور بھوک معلوم ہوئی خدا نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے تکان کا نام تک نہ تھا۔ اب اپنے ساتھی سے کھانا مانگا اور تکلیف بیان کی۔ اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام لیا تھا وہیں اسی وقت مچھلی تو میں بھول گیا اور اس کے ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس مچھلی نے تو سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکال لی۔ مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کے لئے حیرت کا باعث بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تو تلاش تھی۔

چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس لوٹے۔ اسی پتھر کے پاس پہنچ دیکھا کہ ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے سلام کیا اس نے کہا تعجب ہے آپ کی سرزمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ انھوں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو خدا کی طرف سے سکھائی گئی ہے آپ نے فرمایا موسیٰ! آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم وہ مجھے نہیں خدا نے تعالیٰ نے دونوں کو جدا کا نہ علم عطا فرما رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں آپ تمہیں اس کی بابت خبردار کر دوں اتنی باتیں کر کے دونوں ساتھ چلے دریا کے کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کرنے لگے۔ انھوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا۔ کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام چپ چاپ کشتی کے تختے کلباڑے سے توڑ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا؟ ان لوگوں نے تو ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوش گوار کام کرنے لگے اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے (حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیٹھا معاف فرمائیے اور سختی نہ کیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”واقعی پہلی غلطی بھول سے ہی تھی“ فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میرے اور تیرے علم نے خدا کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی اس سمندر میں سے اس چڑیا کی چونچ نے کم کیا ہے۔ اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضر علیہ السلام کی نگاہ چند کھیلے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی گردن اس طرح مروڑی کہ اس وقت اس کا دم نکل گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور فرمانے لگے بغیر کسی قتل کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو اسی کو میں نے

پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہماری بھینس سکتی۔ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے سے زیادہ سختی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً اب آپ معذور ہو گئے چنانچہ پھر دونوں ہمراہ چلے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انھوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ لگا کر اسے ٹھیک اور درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمائیے ہم یہاں آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انھوں نے نہ دیا مہمان نوازی کے خلاف کیا ان کا یہ کام تھا آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے (حضرت) خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی۔ اب میں تمہیں ان کاموں کی اصلیت بتا دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ بیان فرماتا۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿وَكَانَ ذَرَأْتُهُمْ﴾ ① کے بدلے ﴿وَكَانَ أَمَامَهُمْ﴾ ہے اور ﴿سَفِينَةٍ﴾ کے بعد ﴿صَالِحَةٍ﴾ کا لفظ بھی ہے اور ﴿أَمَامَ الْعَلَامِ﴾ کے بعد ﴿لَمَّحَانِ كَمَا فُورًا﴾ کے لفظ بھی ہیں۔ ② اور سند سے بھی یہ حدیث مرید ہے اس میں ہے کہ اس پتھر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام نہر حیات تھا اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتی تھی اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضر علیہ السلام کا یہ قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلہ میں الخ۔ ③

صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (حضرت) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر میں ان کے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کوئی میں ایک واعظ ہیں جن کا نام نوف ہے۔ پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گزری اس میں ہے کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبے سے آنکھیں بہہ نکلی تھیں اور دل نرم پڑ گئے تھے جب آپ جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انھوں نے اللہ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا۔ اس میں ہے کہ جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے وہیں پر آپ کی اس شخص سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ آپ نے مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے وہاں آپ مجھے خبر کر دینا انھوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے ان کا نام یوشع بن نون تھا ﴿لَفَتَهُ﴾ سے مراد یہی ہے یہ دونوں بزرگ تر جگہ میں ایک درخت تلے تھے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی تھی اور حضرت یوشع علیہ السلام جاگ رہے تھے جو مچھلی کو دگنی۔ انھوں نے خیال کیا کہ جگانا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلے گی ذکر کر دوں گا اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہو گیا تھا“ اسے راوی حدیث عمرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کر کے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے۔ ”واپسی پر حضرت خضر علیہ السلام سمندر کے کنارے مبرگدی بچھائے طے ایک چادر میں لپیٹے ہوئے تھے اس کا ایک سر تو دونوں پیروں کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر آپ نے منہ کھولا اس میں یہ بھی تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں تورات

① ۱۸ / الکھف: ۷۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکھف باب قوله ﴿إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ

أَبْلُغَ.....﴾ ۴۷۲۵؛ صحیح مسلم ۲۳۸۰؛ ابوداؤد ۴۷۰۷؛ ترمذی ۳۱۴۹؛ ابن حبان ۶۲۲۰۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکھف باب قوله تعالیٰ ﴿قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ.....﴾ ۴۷۲۷۔

موجود ہے وحی آسمان سے آ رہی ہے کیا یہ بس نہیں؟ اور میرا علم آپ کے لائق بھی نہیں اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں اس میں ہے کہ کشتی کا تختہ تو ذکر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا۔ پہلی دفعہ کا آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا دوسری مرتبہ کا بطور شرط کے تھا ہاں تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا اس میں ہے کہ لڑکوں میں ایک لڑکا تھا کافر ہوشیارا سے حضرت خضر علیہ السلام نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا۔“ ایک قرأت میں ﴿ذَٰكِيَّةٌ مُّسْلِمَةٌ﴾ بھی ہے۔ ﴿وَرَأَيْنَاهُمْ﴾ کی قرأت (اَمَامَهُمْ) بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اس میں ہدود بن بدو ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اس کا نام صیور تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی ① ایک روایت میں ہے کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا“ الخ۔ یہ نوف کعب رضی اللہ عنہ کی بیوی کے لڑکے تھے ان کا قول تھا کہ جس موسیٰ علیہ السلام کا ان آیتوں میں ذکر ہے یہ موسیٰ بن میثا تھے۔

اور روایت میں ہے کہ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری سے سوال کیا کہ خدایا! اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم کوئی ہو تو مجھے آگاہ فرما۔ اس میں ہے کہ نمک چڑھی ہوئی مچھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو ابھی بنی اسرائیل میں ہی مشغول ہے۔ اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم کرائی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ آپ تو ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز پر اطلاع ہوتی ہے۔ چنانچہ شرط ہو گئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک کہ حضرت خضر علیہ السلام خود نہ بتلائیں۔ کہتے ہیں یہ کشتی تمام کشتیوں سے مضبوط عمدہ بہتر اور اچھی تھی وہ بچہ ایک بے مثل بچہ تھا بڑا حسین بڑا ہوشیار بڑا ہی طرار۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف خدا سے کانپ اٹھے کہ ننھا سا پیرا بے گناہ بچہ اس بیدردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضر علیہ السلام نے جان سے مار ڈالا۔ دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے پہلے تو اسے باقاعدہ گرا دیا اور پھر بہ آرام چننے بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اُکٹا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا خدا لے بیٹھے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس دیوار کے نیچے کاغز انہ صرف علم تھا۔

اور روایت میں ہے کہ ”جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مصر پر غالب ہو گئی اور یہاں آکر وہ بہ آرام رہنے سہنے لگے تو حکم خدا ہوا کہ انھیں خدا کے احسانات یاد دلاد۔ آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا تمہارے نبی سے باتیں کیں اسے اپنے لئے پسند فرمایا اس پر اپنی محبت ڈال دی تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں تمہارے نبی تمام زمین والوں سے افضل ہیں۔ اس نے تمہیں تو رات عطا فرمائی۔ الغرض پورے زوروں سے خدا کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں انھیں یاد دلادیں۔ اس پر ایک اسرائیلی نے کہا کہ فی الواقع بات یہی ہے اے نبی اللہ! کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا نہیں ہے۔ اسی وقت جناب باری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں۔ وحی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں تمہیں ایک مچھلی ملے گی اسے لے لو۔ اپنے ساتھی کو سوپ دو پھر کنارے کنارے چل دو۔ جہاں تو مچھلی کو بھول =

قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَ مِنَّا عِلْمَ رُشْدًا ۖ قَالَ إِنَّكَ
 لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۖ قَالَ
 سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۖ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا
 تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۖ

ترجمہ: اس سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھادیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ [۶۶]
 اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ [۶۷] اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے
 ہیں؟ [۶۸] موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ [۶۹]
 اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلتے پراصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک میں آپ اس
 کی نسبت کوئی ذکر نہ سناؤں۔ [۷۰]

جائے اور وہ تجھ سے کھو جائے وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے
 ساتھی سے جو ان کا غلام تھا مچھلی کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھہرے تھے وہیں میں مچھلی کو
 بھول گیا اور تجھ سے ذکر کرتا شیطان نے بالکل بھلا دیا۔ میں نے دیکھا کہ مچھلی تو گویا سرنگ بناتی ہوئی دریا میں جاری تھی۔ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر بڑا ہی تعجب ہوا۔ جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ مچھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے۔ حضرت
 موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی لکڑی سے پانی کو چیرتے ہوئے اس کے پیچھے ہو گئے۔ مچھلی جہاں سے گزرتی تھی اس کے دونوں طرف کا پانی
 پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعجب ہوئے اب مچھلی ایک جزیرے میں آپ کو لے گئی، الخ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حزن قیس رضی اللہ عنہ میں اختلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ صاحب کون تھے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان
 تھا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے۔ اسی وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں بلا کر اپنا اختلاف
 بیان کیا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی وہ حدیث بیان کی جو تقریباً اوپر گزر چکی ہے اس میں سائل کے سوال کے الفاظ یہ
 ہیں کہ کیا آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟ ①

حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کی گفتگو: [آیت ۶۶-۷۰] یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام
 کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام اس علم کے ساتھ مخصوص کئے گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
 پاس وہ علم تھا جس سے حضرت خضر علیہ السلام بے خبر تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سے اور اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو مہربان کر لیں
 ان سے سوال کرتے ہیں شاگرد کو اسی طرح ادب کے ساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے۔ پوچھتے ہیں اگر اجازت ہو تو میں آپ
 کے ساتھ رہوں آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھے نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں۔ حضرت =

فَانْطَلَقَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۖ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُزِهِنِي فِىٰ أَمْرِىٰ عُسْرًا ۖ

ترجمہ: پھر وہ دونوں چلے یہاں تک ایک کشتی میں سوار ہوئے حضرت علیہ السلام نے اس کے تختے توڑ دیئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو اسے توڑ رہا ہے پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائیں گے تو بڑی منکر چیز لایا [۷۱-۷۲] حضرت علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا [۷۳] موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ بکڑا اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈال۔ [۷۴]

== حضرت علیہ السلام اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں نبھا سکتے میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں سکھایا پس میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور پھر صبر کر سکیں۔ اور واقع میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ ان پر مطلع فرما دیا کرتا ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں گے میں اسے صبر سے برداشت کرتا رہوں گا کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا پھر حضرت علیہ السلام نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ کرنا میں جو کہوں وہ سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی ابتدا نہ کرنا۔

ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے۔ پوچھا کہ تمام بندوں میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلے کرے اور خواہش کے پیچھے نہ پڑے۔ دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا وہ جو عالم ہو کر علم کی جستجو میں رہے ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کلمہ مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں پوچھا وہ کون؟ فرمایا خضر۔ عرض کیا میں انھیں کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ کھڑی ہو پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی جستجو میں چلے پھر وہ ہوا جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں چڑیانے چونچ میں پانی لیا تھا الخ۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑ دی: [آیت: ۷۱-۷۳] دونوں میں جب شرط طے ہو گئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے پہلے مفصل روایتیں گزر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انھیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک تختہ اس کا کھیر ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہوسکا شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا دہیات ہے۔ (لِتُغْرِقَ) کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں ہے جیسے شاعر کے اس قول میں لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ یعنی ہر پیدا شدہ جاندار کا =

فَانْطَلَقَا ۖ حَتَّىٰ اِذَا اَلْقِيَا غُلَبًا فَفَقَّتَهُ لَا قَالَ اَقْتُلْتَنِي سَازِئَةً يَبْغِي نَفْسِي ط

لَقَدْ جِئْتُ شَيْئًا تُكْرَهُ ۝

ترجمہ: پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا خضر علیہ السلام نے اسے مار ڈالا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا؟ بے شک تو تو بڑی بری چیز لایا۔ [۷۴]

= انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے ﴿اَمْرًا﴾ کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضر علیہ السلام نے انھیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کے خلاف کیا میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں تم خاموش رہنا مجھ سے کچھ نہ کہنا نہ سوال کرنا ان کاموں کی مصلحت و حکمت خدا مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کر دو اور مجھ پر سختی نہ کرو پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول سے ہی تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچہ کو قتل کر ڈالا: [آیت: ۷۴] فرمان ہے اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بہتی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز انہایت خوبصورت چالاک اور بھلا لڑکا تھا اسے پکڑ کر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر توڑ دیا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مردوی بچہ اسی وقت مر گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا کیا واہیات ہے چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا یہ کوئی بھلائی ہے؟ بے شک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ پندرہواں پارہ ختم ہوا۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
351	تفسیر سورہ مریم	331	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معذرت
351	تعارف سورت	331	حضرت خضر علیہ السلام کا دیوار تعمیر کرنا
351	حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر	332	کشتی یتیم بچوں کی تھی
354	لڑکے کی خوشخبری پر حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب	332	یہ بچہ کافر اور سرکش بننے والا تھا
354	حضرت زکریا علیہ السلام کا ناشانی طلب کرنا	333	دیوار دو یتیم بچوں کی تھی
355	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوبیاں	335	حضرت ذوالقرنین کا واقعہ
356	گھبراہٹ کے تین اوقات	336	ذوالقرنین کون ہیں؟
356	حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر	336	ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ
357	جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے	337	ذوالقرنین سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچے
359	حضرت مریم علیہا السلام کھجور کے تنے کے پاس چلی گئیں	338	سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟
361	حضرت مریم علیہا السلام کے لئے انعامات الہی	339	ذوالقرنین سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے
362	مریم علیہا السلام عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر آتی ہیں	339	سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے؟
363	ہارون علیہ السلام کی بہن کیوں کہا	340	ذوالقرنین دود دیواروں کے پاس پہنچے
364	حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں بول کر گواہی دی	341	ذوالقرنین نے سیسہ پلائی دیوار بنائی
365	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل واقعہ	342	یا جوج و ماجوج اور دیوار
366	عیسائیوں نے دین عیسیٰ بدل دیا	343	قرب قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی
368	ظالم روز قیامت سب کچھ دیکھ لیں گے	343	جب صور پھونکا جائے گا
369	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باپ کے ساتھ گفتگو	345	کفار کو پہلے جہنم دکھائی جائے گی
370	باپ کا بے وقوفانہ جواب	345	اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں کون ہیں
371	ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب علیہما السلام عطا ہوئے	347	نیک لوگوں کی مہمانی
372	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر	347	سات سمندروں کی سیاہی بھی رب کی تعریف نہیں
373	حضرت اسماعیل علیہ السلام وعدہ کے پکے تھے	347	لکھ سکتی
375	حضرت ادريس علیہ السلام کے بلند مرتبہ کا ذکر	348	تمام پیغمبر بشر ہیں

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
419	ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے	376	انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا تذکرہ
420	سب نعمتیں اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے	376	انبیاء علیہم السلام کی نسل
421	فرعون نے معجزات کو جادو کہا	377	نااہل جانشین
421	فرعون نے جادو گر بلا کر مقابلہ کی کوشش کی	379	مؤمن جنتوں کے وارث ہوں گے
423	جادو گروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برتری	380	فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے
424	جادو گر ایمان لے آئے	382	اللہ کی قسم محشر بپا ہوگا
425	جہنم میں موت نہ آئے گی	383	ہر کوئی جہنم پر سے گزرے گا
426	عمل صالح کرنے والے کے لئے جنت	384	پل صراط کا ذکر
426	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو لے کر رات کو نکلتا	386	کفار مومنوں سے مذاق کرتے ہیں
428	جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اترے وہ تباہ ہوا	387	گمراہ اور ہدایت یافتہ لوگ
429	قوم موسیٰ کی آزمائش	388	عاص بن وائل کی سرکشی
431	معبود باطل کی پرستش فتنہ ہے		قیامت کے دن معبودان باطلہ عبادت کرنے والوں سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے
431	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام پر ناراضی	389	
432	سامری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ اور بددعا	390	پرہیزگار رب کے مہمان ہوں گے
433	روز قیامت اپنا اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا	392	ذات الہی پر بہت بڑا بہتان
434	جب صور پھونکا جائے گا	393	اہل توحید کو اللہ کی محبت ملے گی
435	پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے	396	تفسیر سورہ طہ
436	روز قیامت شفاعت کا بیان	396	تعارف سورت
437	قرآن برحق اور اللہ تعالیٰ کی وحی ہے	396	اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ
438	انسان خطا کا پتلا ہے	399	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ
440	حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت سے نکالا گیا	399	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوتی ہے
441	آخرت کے عذاب بہت سخت ہیں	401	عصائے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر
442	پہلی قوموں کی تباہی کا ذکر	402	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات
442	صبح و شام کے اذکار و دعا	405	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات
443	دنیا کا لالچ نہ کرو	415	حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں
444	گھر والوں کو نماز کی تاکید	416	تبلیغ نرم لہجہ سے کرو
445	کفار و غیرہ سے نشانیاں مانگتے ہیں	417	اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو
		419	تمام صورتیں اللہ نے بنائی ہیں

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ
 بَعْدَهَا فَلَا تُصَحِّبْنِي ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۝ فَاُنْطَلَقَا ۚ حَتَّىٰ اِذَا آتٰی
 اَهْلَ قَرْيَةٍ اِسْتَطْعَمَ اَهْلُهَا فَاَبْوَا اَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ
 يَنْقُصَ فَاَقَامَهُ ۚ طَالَ لَوْثُ شَتَّ لَا تَخَذَتْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي
 وَبَيْنِكَ ۚ سَاَتَبَنَّكَ بِتَاوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝

ترجمہ: وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا؟ کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ [۴۵] موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً تم میری طرف سے معذرت کو پہنچ چکے۔ [۴۶] پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کرنے لگے انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنا ہی چاہتی تھی اس نے اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر دیا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اگر تم چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے [۴۷] وہ کہنے لگے بس یہ جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان اب میں تجھے ان باتوں کی اصلیت بھی بتا دوں گا جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا [۴۸]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معذرت: [آیت: ۴۵-۴۸] حضرت خضر علیہ السلام نے اس دوسری مرتبہ اور زیادہ تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی منظور کی ہوئی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی۔ اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بار اور ہی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو۔ اب اگر میں آپ پر اعتراض کروں تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رہنے دینا۔ یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرماتے رہے اور اپنی طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی۔ اب اگر قصور کروں تو سزا پاؤں۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آ جاتا اور اس کے لیے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے کرتے۔ ایک روز فرمانے لگے ”ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ علیہ السلام پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور بھی بہت سی تعجب خیز باتیں معلوم ہوتیں لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر چھٹی لے لی کہ اب اگر پوچھوں تو ساتھ ٹوٹ جائے میں اب زیادہ تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتا۔“ ①

حضرت خضر علیہ السلام کا دیوار تعمیر کرنا: دوسری دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے۔ ایک بستی میں پہنچے۔ مردی ہے وہ بستی ایلیہ تھی۔ یہاں کے لوگ بڑے ہی بخیل تھے۔ ② انتہایہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر انہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار گرنا ہی چاہتی ہے جگہ چھوڑ چکی ہے جھک پڑی ہے۔ دیوار کی طرف ارادے کی اسناد بطور استعارہ کے ہے۔ اسے دیکھتے ہی یہ کمر کس کر لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے مضبوط کر دیا اور بالکل درست کر دیا۔ پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹا یا ٹھیک ہو گیا اور دیوار درست بن گئی۔ اس وقت =

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر ۲۳۸۰؛ ابو داؤد، ۳۹۸۴؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۳۱۰؛

ابن حبان ۹۸۹۔ ② احمد، ۱۱۹/۵؛ صحیح مسلم ۲۳۸۰۔

اَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَارَدْتُ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝۷۹ وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبُوهُ مُؤْمِنًا
فَخَشِينَا اَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝۸۰ فَارَدْنَا اَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ
زَكَاةً وَّاَقْرَبَ رَحْمًا ۝۸۱

ترجمہ: کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے رہتے تھے میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ ان کے آگے
ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا [۷۹] اور اس نوجوان کے ماں باپ ایماندار تھے میں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور
کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے۔ [۸۰] اس لیے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے
زیادہ محبت و پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔ [۸۱]

= پھر کلیم اللہ بول اٹھے کہ سبحان اللہ! ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ مانگنے پر بھاگ گئے اب جو تم نے ان کی یہ
مزدوری کر دی اس پر کچھ اجرت کیوں نہ لی؟ جو بالکل ہمارا حق تھا۔ اس وقت وہ اللہ کا بندہ بول اٹھے کہ لو صاحب! اب مجھ میں اور
آپ میں حسب اقرار خود جدائی ہو گئی کیوں کہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اس وقت جب میں نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا
تھا تو آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دینا اب سنو! جن باتوں پر آپ نے تعجب سے
سوال کیا اور سہار نہ سکے ان کی اصلی حکمت آپ پر ظاہر کیے دیتا ہوں۔

کشتی یتیم بچوں کی تھی: [آیت: ۷۹-۸۱] بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر علیہ السلام کو مطلع کر دیا تھا
اور انہیں جو حکم ملا تھا وہ انہوں نے کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس راز کا علم نہ تھا اس لیے بظاہر اسے خلاف سمجھ کر اس پر انکار کرتے
تھے لہذا حضرت خضر علیہ السلام نے اب اصل معاملہ سمجھا دیا۔ فرمایا کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر صحیح سالم ہوتی تو آگے چل
کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ایک اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا۔ جب اسے وہ ٹوٹی پھوٹی دیکھے گا تو وہ چھوڑ دے گا اگر یہ ٹھیک ٹھاک اور
ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور ان کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا۔ مردی
ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم بچے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام حد بن بد تھا۔ بخاری شریف کے حوالے سے یہ
روایت پہلے گزر چکی ہے ① تورات میں کہے کہ یہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھا۔ تورات میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان
میں ایک یہ بھی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یہ بچہ کافر اور سرکش بننے والا تھا: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نوجوان کا نام جیسور تھا۔ حدیث میں ہے کہ ”اس کی جبلت میں ہی کفر
تھا۔“ ② حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے۔ =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکھف باب قوله ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسُوا حُوتَهُمَا فَاتَّخِذَ سَبِيلَهُ﴾ ۴۷۲۶۔

② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة وحکم موتی اطفال الکفار واطفال المسلمین۔

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ
أَبُوهُمَا صَالِحًا فَرَأَىٰ رَبُّكَ أَنُ يَّبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً
مِّن رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۗ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝۸۲

ترجمہ: دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے ان کے باپ بڑے نیک شخص تھے تو
تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آکر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں میں نے اپنی
راے اور اختیار سے کوئی کام نہیں کیا یہ بھی اصل حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ [۸۲]

== قنادہ فرماتے ہیں کہ اس بچے کی پیدائش سے اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے وہ بہت غمگین ہوئے
حالانکہ اس کی زندگی ان کے لیے ہلاکت تھی۔ پس انسان کو چاہیے کہ اللہ کی قضا پر راضی رہے۔ رب انجام کو جانتا ہے اور ہم اس سے
غافل ہیں۔ مؤمن جو کام اپنے لیے پسند کرتا ہے اس کی اپنی پسند سے وہ اچھا ہے جو اللہ اس کے لیے پسند کرتا ہے۔ ① صحیح حدیث
میں ہے کہ ”مؤمن کے لیے جو اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں وہ سراسر بہتری اور عمدگی ہی والے ہوتے ہیں۔“ ②
قرآن کریم میں ہے ﴿وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ③ یعنی بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لیے برا
اور ضرور لال سمجھتے ہو اور وہی دراصل تمہارے لیے بھلا اور مفید ہو۔ حضرت خضر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ اللہ انہیں ایسا بچہ
دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس پر ماں باپ کو زیادہ پیار ہو یا یہ کہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک ہو۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ
اس لڑکے کے بدلے اللہ نے ان کے ہاں ایک لڑکی دی۔ مروی ہے کہ اس بچے کے قتل کے وقت اس کی والدہ کے حمل میں ایک
مسلمان لڑکا تھا اور وہ حاملہ تھیں۔

دیوار دو یتیم بچوں کی تھی: [آیت: ۸۲] اس آیت سے ثابت ہوا کہ بڑے شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہو سکتا ہے کیوں کہ پہلے ﴿حَتَّىٰ
إِذَا آتَىٰ أَهْلَ قَرْيَةٍ﴾ ④ فرمایا تھا اور یہاں ﴿فِي الْمَدِينَةِ﴾ فرمایا۔ اسی طرح مکہ کو بھی قریہ کہا گیا ہے۔ فرمان ہے ﴿وَتَكُنَّ مِنْ
قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ﴾ ⑤ آیت میں مکہ اور طائف دونوں شہروں کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد
ہے ﴿وَقَالُوا لَوْلَا نَزَلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾ ⑥ آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اس دیوار کو درست
کر دینے میں مصلحت خداوندی یہ تھی کہ یہ اس شہر کے دو یتیموں کی تھی۔ اس کے نیچے ان کا مال دفن تھا۔ ⑦ ٹھیک تفسیر تو یہی ہے گویہ
بھی مروی ہے کہ وہ علمی خزانہ تھا۔ بلکہ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ”جس خزانے کا ذکر کتاب اللہ میں ہے یہ خالص سونے کی تختیاں
تھیں جن پر لکھا ہوا تھا کہ ”تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر کا قائل ہوتے ہوئے اپنی جان کو محنت و مشقت میں ڈال رہا ہے اور رنج و غم
برداشت کر رہا ہے۔ تعجب ہے کہ جہنم کے عذابوں کا ماننے والا ہے پھر بھی ہنسی کھیل میں مشغول ہے۔ تعجب ہے کہ موت کا یقین رکھتے

① الطبری، ۱۸/۸۶۔ ② احمد ۱۱۷/۳ وسندہ حسن۔

③ البقرة: ۲۱۶۔ ④ الکھف: ۷۷۔ ⑤ ۴۷/ محمد: ۱۳۔

⑥ ۴۳/ الزخرف: ۳۱۔ ⑦ الطبری، ۱۸/۹۰۔

ہوئے غفلت میں پڑا ہوا ہے۔“ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ① یہ عبارت ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی لیکن اس میں ایک راوی بشر بن منذر ہیں کہا گیا ہے کہ یہ مصیصہ کے قاضی تھے۔ ان کی حدیث میں وہم ہے۔ سلف سے بھی اس بارے میں بعض آثار مروی ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سونے کی تختی تھی جس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد قریب قریب مندرجہ بالا نصیحتیں اور آخر میں کلمہ طیبہ تھا۔ عمر مولیٰ غفرہ سے بھی تقریباً یہی مروی ہے۔ امام جعفر بن محمد فرماتے ہیں اس میں ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ تھیں۔ مذکور ہے کہ یہ دونوں یتیم بوجہ اپنے ساتویں دادا کی نیکیوں کے محفوظ رکھے گئے تھے۔ جن بزرگوں نے یہ تفسیر کی ہے وہ بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں کیوں کہ اس میں بھی ہے کہ یہ علمی باتیں سونے کی تختی پر لکھی ہوئی تھیں اور ظاہر ہے کہ سونے کی تختی خود مال ہے اور بہت بڑی رقم کی چیز ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی نیکیوں کی وجہ سے اس کے بال بچے بھی دنیا اور آخرت میں اللہ کی مہربانی حاصل کر لیتے ہیں جیسے قرآن وحدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ دیکھئے! آیت میں ان کی صلاحیت کوئی بیان نہیں ہوئی۔ ہاں ان کے والد کی نیک بختی اور نیک عملی بیان ہوئی ہے اور پہلے گزر چکا کہ یہ باپ جس کی نیکی کی وجہ سے ان کی حفاظت ہوئی۔ یہ ان بچوں کا ساتواں واد تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آیت میں ہے تیرے رب نے چاہا یہ اسناد اللہ کی طرف اس لیے کی گئی کہ جوانی تک پہنچانے پر بجز اس کے اور کوئی قادر نہیں۔ دیکھئے بچے کے بارے میں اور کشتی کے بارے میں ارادے کی نسبت اپنی طرف کی گئی ہے ﴿فَارْزُقْنَا﴾ اور ﴿فَارْزُقْ﴾ کے لفظ ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر فرماتے ہیں کہ دراصل یہ تینوں باتیں جنہیں تم نے خطرناک سمجھا سراسر رحمت تھیں۔ کشتی والوں کو گو قدرے نقصان ہوا لیکن اس سے پوری کشتی بچ گئی۔ بچے کے مرنے کی وجہ سے گوماں باپ کو رنج ہوا لیکن ہمیشہ کے رنج اور اللہ کے عذاب سے بچ گئے اور پھر نیک بدلہ ہاتھوں ہاتھ مل گیا اور یہاں اس نیک شخص کی اولاد کا بھلا ہو۔ یہ کام میں نے اپنی خوشی سے نہیں کیے بلکہ اللہ کے احکام بجا لایا۔ اس سے بعض لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر استدلال کیا ہے اور پوری بحث پہلے گزر چکی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ رسول تھے۔ ایک قول ہے یہ فرشتے تھے لیکن اکثر بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ ایک ولی اللہ تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے معارف میں لکھا ہے کہ ان کا نام بلیمان ملک بن فالخ بن عامر بن شالح بن ارفخند بن سام بن نوح تھا۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے لقب خضر ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ یہ شاہزادے تھے۔ یہ اور ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ تو قائل ہیں کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گو بعض حدیثوں میں بھی یہ ذکر آیا ہے لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ سب سے زیادہ مشہور حدیث اس بارے میں وہ ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت کے لیے آپ تعریف لائے تھے ② لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اکثر محدثین وغیرہ اس کے برخلاف ہیں اور وہ حیات خضر کے قائل نہیں۔ ان کی ایک دلیل آیت قرآنی ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ ③ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی کو بے شکلی کی زندگی نہیں دی اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ بدر میں یہ فرمانا ہے کہ الہی! اگر میری یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری =

① مسند البزار، ۲۲۲۹ و سندہ ضعیف۔

② یہ روایت موضوع ہے۔ دیکھئے المضعیفہ للالبانی، (۱۱/۶۴۲، ح ۵۳۸۴)

③ ۲۱/الانبیاء: ۳۴۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ ذِي الْقُرْنَيْنِ ط قُلْ سَأَتْلُو عَلَيْكُمْ مِنْهُ ذِكْرًا ؕ اِنَّا مَكْتَابُهُ فِي الْاَرْضِ وَاتَّبِعْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ؕ

ترجمہ: تم سے ذوالقرنین کا یہ واقعہ یہ لوگ دریافت کر رہے ہیں تو کہہ دے کہ میں ان کا قصہ اس حال تمہیں پڑھ سنا تا ہوں [۸۳] ہم نے اسے زمین میں قوت عطا فرمائی تھی اور اسے ہر چیز کے سامان بھی عنایت کر دیے تھے۔ [۸۴]

= عبادت پھر نہ کی جائے گی۔ ① ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے اور آپ کے صحابہ کرام میں ملتے کیوں کہ حضور تمام جن وانس کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ”اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ (زمین پر) ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے چارہ نہ تھا۔“ ② آپ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے فرماتے ہیں کہ ”آج جو زمین پر ہیں ان میں سے ایک بھی آج سے لے کر سو (۱۰۰) سال پر باقی نہیں رہے گا۔“ ③ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا گیا کہ وہ سفید رنگ سوکھی گھاس پر بیٹھ گئے تھے یہاں تک کہ اس کے نیچے سے ہبزہ اُگ آیا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ آپ شمس زمین پر بیٹھ گئے تھے اور پھر وہ ابلہا نہ لگی۔ ④

الغرض حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب یہ گتھی سلجھادی اور ان کاموں کی اصل حکمت بیان کر دی تو فرمایا کہ یہ تھے وہ راز جن کے آشکار کرنے کے لیے آپ جلدی کر رہے تھے۔ چونکہ پہلے شوق و مشقت زیادہ تھی اس لیے لفظ ﴿لَمْ تَسْتَطِعْ﴾ کہا اور اب بیان کر دینے کے بعد وہ بات نہ رہی اس لیے لفظ ﴿لَمْ تَسْتَطِعْ﴾ کہا۔ یہی صفت آیت ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهٗ نَفْيًا﴾ ⑤ میں ہے یعنی یا جوج ماجوج نہ اس دیوار پر چڑھ سکے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکے۔ پس چڑھنے میں تکلیف بہ نسبت سوراخ کرنے کے کم ہے اس لیے ثقیل کا مقابلہ ثقیل سے اور خفیف کا مقابلہ خفیف سے کیا گیا اور لفظی اور معنوی مناسبت قائم کر دی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ذکر ابتدائے قصہ میں تو تھا لیکن پھر نہیں اس لیے کہ مقصود صرف حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنا تھا۔

حدیثوں میں ہے کہ آپ کے یہ ساتھی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے والی بنائے گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ”انہوں نے آپ حیات ہی لیا تھا اس لیے انہیں ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان چھوڑ دیا۔ وہ کشتی یونہی ہمیشہ تک موجوں کے تلاطم میں رہے گی۔“ یہ بالکل ضعیف ہے کیوں کہ اس واقعہ کے راویوں میں ایک تو حسن بن عمارہ ہے جو متروک ہے دوسرا اس کا باپ ہے جو غیر معروف ہے۔ یہ واقعہ سنداً ٹھیک نہیں۔

حضرت ذوالقرنین کا واقعہ: [آیت: ۸۳-۸۴] پہلے گزر چکا کہ کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوا یا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ

- ① صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر وإباحة الغنائم ۱۷۶۳۔ ② اس باب میں جو روایات وارد ہیں ان میں صرف موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے؛ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ احمد، ۳/۳۸۷ وسندہ ضعیف یہ روایت مجاہد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دارمی، ۱/۱۱۵؛ السنۃ، ۲/۵۔ ③ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب سمر فی العلم ۱۱۶؛ صحیح مسلم ۲۵۳۷؛ ابو داؤد ۴۳۴۸؛ ترمذی ۲۲۵۱؛ احمد، ۲/۸۸؛ ابن حبان ۲۹۸۹۔ ④ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام ۳۴۰۲؛ ترمذی ۳۱۵۱؛ احمد، ۲/۳۱۲؛ ابن حبان ۶۲۲۲۔ ⑤ ۱۸/ الکھف: ۹۷۔

جو ہم محمد ﷺ سے دریافت کریں اور ان کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی۔ دوسرا سوال ان سے اس نوجوان کی نسبت کرو جو بالکل لاپتہ ہو گیا تھا اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو۔ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت سورہ کہف نازل ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ سے ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرنے کو آئی تھی۔ تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ ”تم اس لیے آئے ہو۔“ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندر یہ بنایا۔ اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھا لے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا۔ اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے ❶ وغیرہ لیکن اس میں بہت طول ہے اور نکارت ہے اور ضعف ہے اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ دراصل یہ بنی اسرائیل کی روایات ہیں۔

ذوالقرنین کون ہیں؟ تعجب ہے کہ امام ابو زرہ رازی جیسے علامہ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں پوری واروک ہے۔ فی الواقع یہ بیان ان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز چیز ہی ہے اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں اسکندر ثانی رومی تھا وہ فیلیپس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور اسکندر اول تو بقول ازرتی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بنا کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے آپ پر ایمان لایا تھا آپ کا تابعدار بنا تھا انہی کے وزیر حضرت خضر تھے اور اسکندر ثانی کا وزیر اسطاطالیس مشہور فیلسوفی تھا وَاللّٰہُ اعْلَمُ۔ اس نے مملکت روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور اسکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں تھا جیسے ازرتی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں۔ ہم نے بفضلہ ان کے بہت سے واقعات اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں ذکر کر دیے ہیں۔

ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ: وہ ب مجاہدین کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبار ہتا تھا اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا گیا۔ یہ بھی وجہ بتلائی گئی ہے کہ یہ روم اور فارس کا دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینک سے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہو گئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اس قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب تک سیاحت کر آئے تھے اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا گیا ہے ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی۔ ساتھ ہی قوت الشکر آلات حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب و عجم سب اس کے ماتحت تھے۔ ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا۔ زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دیتے تھے۔ ❷ تمام زبانیں جانتے تھے جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے ایک مرتبہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کیا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین نے اپنے گھوڑے ثریا سے باندھے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ یہ فرماتے ہیں تو سنئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا حقیقت میں اس بات میں حق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اس لیے بھی کہ =

❶ سندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد الافریقی ضعیف راوی ہے (التقریب، ۴۸۰/۱، رقم: ۹۳۸)

❷ الطبری، ۱۸/۹۴۔

فَاتَّبَعْ سَبَبًا ۝ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ

وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَنْجِيَهُمْ

حُسْنًا ۝ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ۝

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاءُ الْحُسْنٰی وَسَنُقْوِلُ لَهُ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝

ترجمہ: وہ ایک راہ کے درپے ہو گیا [۸۵] یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا ہوا پایا اور اس چشمے کے پاس ایک قوم کو بھی پایا ہم نے فرمایا کہ اسے ذوالقرنین یا تو تو انہیں تکلیف پہنچائے یا ان کے بارے میں تو کوئی بہترین روش اختیار کرے [۸۶] جواب دیا کہ جو ظلم کرے گا اسے تو ہم بھی اب سزا دیں گے پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ اسے پھر سے سخت تر عذاب کرے گا۔ [۸۷] ہاں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اس کے لئے تو بدلے میں بھلائی ہے اور ہم اسے اپنے کام میں بھی آسانی ہی کہیں گے۔ [۸۸]

= حضرت کعب بنی لؤیؓ کو جو کچھ کہیں لکھا ملتا تھا روایت کر دیا کرتے تھے گو وہ جھوٹ ہی ہو۔ اسی لیے آپ نے فرمایا کہ کعب کا کذب تو بارہا سامنے آچکا ہے یعنی خود تو جھوٹ نہیں گھڑتے تھے لیکن جو روایت ملتی گو بے سند ہو بیان کرنے سے نہ چوکتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی روایات جھوٹ سے خرافات سے تحریف سے تبدیل سے محفوظ نہ تھیں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں ان اسرائیلی روایات کی طرف التفات کرنے کی بھی کیا ضرورت؟ جبکہ ہمارے ہاتھوں میں اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر ﷺ کی سچی اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ افسوس انہی اسرائیلی روایات نے بہت سی برائی مسلمانوں میں ڈال دی اور بڑا فساد پھیل گیا۔ حضرت کعب بنی لؤیؓ نے اس اسرائیلی روایت کے ثبوت میں قرآن کی اس آیت کا آخری حصہ جو پیش کیا ہے یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اور ثریا پر پہنچنے کی طاقت نہیں دی۔ دیکھئے بلیقیس کے حق میں بھی قرآن نے یہی الفاظ کہے ہیں ﴿وَاُوْتِیْتُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ﴾ ① وہ ہر چیز دی گئی تھی۔ اس سے بھی مراد صرف اسی قدر ہے کہ بادشاہوں کے ہاں عموماً جو ہوتا ہے وہ سب اس کے پاس بھی تھا۔ اسی طرح حضرت ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے تمام راستے اور ذرائع مہیا کر دیئے تھے کہ وہ اپنی فتوحات کو وسعت دیتے جائیں اور زمین سرکشوں اور کافروں سے خالی کراتے جائیں اور اس کی توحید کے ساتھ موحدین کی بادشاہت دنیا پر پھیلائیں اور اللہ والوں کی حکومت جمائیں۔ ان کاموں میں جن اسباب کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب رب عزوجل نے حضرت ذوالقرنین کو دے رکھے تھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت علیؓ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ مشرق و مغرب تک کیسے پہنچ گئے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا اور تمام اسباب انہیں مہیا کر دیئے تھے اور پوری قوت و طاقت دے دی تھی۔ ذوالقرنین سورج غروب ہونے کی جگہ پہنچے: [آیت: ۸۵-۸۸] ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا۔ ② جو نشانات زمین پر تھے ان کے سہارے چل کھڑے ہوئے جہاں تک مغربی رخ چل سکتے تھے چلتے رہے یہاں تک کہ اب سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچ گئے۔ یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ جہاں سورج غروب ہوتا ہے نہیں کیونکہ وہاں تک کسی کا جانا ناممکن ہے۔ ہاں اس رخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے۔ اور یہ جو بعض

تھے مشہور ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بھی آپ تبادر کر گئے اور سورج مدتوں ان کی پس پشت غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور ان میں سے بھی مددینوں کی گھڑنت ہیں اور محض دردغ بے فردغ ہیں۔

سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ گویا بحر محیط میں سورج غروب ہو رہا ہے جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج غروب ہوتے ہوئے دیکھے گا بظاہر یہی منظر اسکے سامنے ہوگا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔ حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس سے الگ کبھی نہیں ہوتا ﴿حَمِیْمَةً﴾ یا تو مشتق ہے (حَمَمًا) سے یعنی چکنی مٹی۔ آیت قرآن ﴿لَا تَنفَعُ الْخُلُوفُ اَنْفُسًا وَّ لَا الْبُشْرُ اَنْفُسًا فَصَلِّ صَلِّ مِنْ حَمَاءٍ مُّسْنُونٍ﴾ ۱ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہی مطلب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن کر حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی میں غائب ہو جاتا تھا ایک قراءت میں (فَمِنْ غَيْبٍ حَامِیْمَةٍ) ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہونا پایا۔ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ کوئی سی قراءت پڑھے اور ان کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کی مٹی کی سیاہ رنگت کی وجہ سے اس پانی کی کچھ اسی رنگت کی ہو۔ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا ”اللہ کی بھڑکتی آگ میں اگر اللہ کے حکم سے اس کی سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ تو زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا۔“ ۲ اس کی صحت میں نظر ہے (مرفوع ہونے میں) بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا اپنا کلام ہو اور ان دو تھیلیوں کی کتابوں سے لیا گیا ہو جو انہیں یرموک سے ملے تھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سورہ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے (غَیْثٍ حَامِیْمَةٍ) پڑھا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم تو ﴿حَمِیْمَةٍ﴾ پڑھتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ تو رات میں اس کے متعلق کچھ ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھنا چاہیے وہی اس کے پورے عالم ہیں ہاں تو رات میں تو میں یہ پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کچھ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا تو آپ کی تائید میں تج کے وہ دو شعر پڑھ دیتا جس میں اس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا کیونکہ اللہ کریم نے اسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے۔ اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کچھ میں غروب ہوتا نظر آتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا اس شعر میں تین لفظ ہیں غلب غلط اور حمد۔ ان کے کیا معنی ہیں؟ کہا مٹی کچھ اور سیاہ۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے فرمایا یہ جو کہتے ہیں لکھ لو۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورہ کہف کی تلاوت حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سنی اور جب آپ نے ﴿حَمِیْمَةٍ﴾ پڑھا تو کہا کہ واللہ! جس طرح تو رات میں ہے اسی طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا تو رات میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کچھ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک شہر تھا جو بہت بڑا تھا اس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شور و غل نہ ہو تو کیا عجب کہ ان لوگوں کو سورج کے غروب ہونے کی آواز تک آئے۔ وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس =

ثُمَّ اتَّبِعْ سَبَبًا ۝ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ
 يَجْعَلْ لَهُم مِّنْ دُونِهَا سِتْرًا ۝ كَذٰلِكَ ۖ وَقَدْ اَحْطٰ بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝

ترجمہ: پھر وہ اور راہ کے پیچھے لگا۔ [۸۹] یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا اسے ایک ایسی قوم پر نکلتا پایا کہ ان کے لیے ہم نے اس سے اور کوئی پردہ اور اوڑھن نہیں بنائی۔ واقعہ ایسا ہی ہے۔ [۹۰] ہم نے اس کے آس پاس کی کل خبروں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ [۹۱]

== بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب ان کے اختیار میں تھا کہ یہ ان پر جبر و ظلم کریں یا ان میں عدل و انصاف کریں اس پر ذوالقرنین نے اپنے عدل و ایمان کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ جو اپنے کفر و شرک پر اڑا رہے گا اسے تو ہم سزا دیں گے قتل و غارت سے یا یہ کہ تاجے کے برتن کو گرم آگ کر کے اس میں ڈال دیں گے کہ وہیں اس کا مرثدا ہو جائے یا یہ کہ سپاہیوں کے ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹا یا جائے گا تو وہ اسے سخت تر اور دردناک عذاب کرے گا۔ اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول کر لے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے دستبرداری کر لے اسے اللہ اپنے ہاں بہترین بدلہ دے گا اور خود ہم بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔

ذوالقرنین سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچے: [آیت ۸۹-۹۱] ذوالقرنین مغرب سے واپس مشرق کی طرف چلے راستے میں جو قومیں اللہ کی عبادت اور اسکی توحید کی انہیں دعوت دیتے۔ اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ ان سے لڑائی ہوتی اور اللہ کے فضل سے وہ ہار تے آپ انہیں اپنا ماتحت کر کے وہاں کے مال و مولیٰ اور خادم وغیرہ لے کر آگے کو چلتے۔ اسرائیلی خبروں میں ہے کہ یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے اور برابر زمین پر دین ربانی کی تبلیغ میں رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی چھیلتی رہی۔ جب آپ سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچے وہاں دیکھا ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی جیسے ہیں۔ نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی۔ ان کے رنگ سرخ تھے ان کے قد پست تھے عام خوراک انکی مچھلی تھی۔ سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر ادھر ہو جایا کرتے تھے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہاں تو کچھ اگتا نہ تھا۔ سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتوں وغیرہ میں مشغول ہو جاتے۔ ① سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے کان بڑے بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے ایک بچھا لیتے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ وحشی جیٹی تھے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا۔ سورج کے نکلنے کے وقت یہ لوگ پانی میں گھس جاتے وہاں کوئی پہاڑ بھی نہیں۔ پہلے کسی وقت ان کے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے ان سے کہا کہ دیکھو سورج نکلنے کے وقت باہر نہ ٹھہرنا انہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائیں گے لیکن یہ تو بتلاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ ہمیں ٹھہرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہو گئے۔ پھر فرماتا ہے کہ ذوالقرنین کی اسکے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی۔ گواسکا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے پر پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین و آسمان پر حاوی ہے ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ ②

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا
يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ۖ قَالُوا إِذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ
فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۖ قَالَ
مَا مَلَكَتْنِي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۖ أَتُونَنِي
زُبُرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا
جَعَلَهُ نَارًا ۖ قَالَ أَتُونَنِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۖ

ترجمہ: وہ پھر ایک سفر کے سامان میں لگا۔ [۹۳] یہاں تک کہ جب دو دیواروں کے درمیان پہنچا ان دونوں کے ادھر اس نے ایک ایسی قوم پائی جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھی۔ [۹۳] انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یا جوج ماجوج اس ملک میں بڑے بھاری فساد ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ سرمایہ اکٹھا کر دیں؟ اس شرط پر کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی دیوار بنادیں۔ [۹۳] اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو کر رکھا ہے وہی بہتر ہے تم صرف اپنی قوت طاقت سے میری مدد کرو میں تم میں اور ان میں مضبوط حجاب بنادیتا ہوں [۹۵] مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان یہ دیوار برابر کر دی تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تا وقتیکہ لوہے کی ان چادریں کو بالکل آگ کر دیا تو فرمایا میرے پاس لاؤ اس پر کچھلا ہوا تانبا ڈال دوں۔ [۹۶]

ذوالقرنین دو دیواروں کے پاس پہنچے: [آیت: ۹۲-۹۶] اپنے شرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں شمال کی طرف ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان گھاٹی ہے جہاں سے یا جوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت باغات تباہ کرتے ہیں بال بچوں کو بھی ہلاک کرتے ہیں اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔ یا جوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے آدم! آپ لیبیک و سعدیک کے ساتھ جواب دیں گے۔ حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر۔ پوچھیں گے کتنا حصہ؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔“ پھر حضور ﷺ نے فرمایا ”تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی ہیں یعنی یا جوج ماجوج۔“ ①

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گرے تھے انہی سے یا جوج ماجوج پیدا کیے گئے ہیں گویا وہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی نسل سے نہیں بلکہ صرف نسل آدم سے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قول بالکل ہی غریب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں بلکہ ان کے ہاں ایسے کے قصے ملاوٹی اور بناوٹی ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ مسند احمد میں حدیث

ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث۔ سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں۔ ① بعض علما کا قول ہے کہ یا جوج ماجوج ترکوں کے اس جدا علیٰ یافث کی ہی اولاد ہیں۔ انہیں ترک اس لیے کہا گیا ہے کہ انہیں بوجہ ان کے فساد اور شرارت کے انسانوں کی اور آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یا جوج ماجوج کے جسموں انکی شکلوں ان کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب و غریب ہونے کے صحت سے دور ہے۔ ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں۔ ان پہاڑوں کے درے میں ذوالقرنین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اور ان کی اپنی مخصوص زبان کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت و طاقت عقل و ہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضامند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سامان جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تاکہ ہم ان فسادیوں کی روزمرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہتر ہے۔ یہی جواب حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا۔ ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت و طاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں ﴿زُوسُ﴾ جمع ہے ﴿زُورَةُ﴾ کی۔ ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ جب یہ ٹکڑے جمع ہو گئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرادی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہو گئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی۔ اس کے طول و عرض اور موٹائی کی پٹان میں بہت سے مختلف اقوال ہیں۔

ذوالقرنین نے سیسہ پلائی دیوار بنائی: جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اسکے چوطرف آگ بھڑکاؤ جب وہ لوہے کی دیوار بالکل اٹکارے جیسی سرخ ہو گئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبالاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہاؤ چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت ہی مضبوط اور پختہ ہو گئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھارے دار چادر ہو۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیسی ہے؟“ اس نے کہا دھاری دار چادر جیسی جس میں سرخ و سیاہ دھاریاں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ٹھیک ہے“ لیکن یہ روایت مرسل ہے۔

خلیفہ واقع نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان وے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک و ملک پھرتا ہوا آخرش اس دیوار تک پہنچا دیکھا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے۔ دیوار بے حد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب و غرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آ کر خلیفہ کی خدمت میں عرض کئے۔

① احمد، ۵/۱۱۱ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة والصفات ۳۲۳۱ وسندہ ضعیف قنادہ راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ المعجم الکبیر ۶۸۷۱۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا اَنْ يُّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۚ وَتُرْكِبْنَا

بَعْضُهُمْ يَوْمَئِذٍ يُّؤَجِّرُ فِيْ بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فُجِعْنَاهُمْ جُمُعًا ۝۱۶

ترجمہ: پس نہ تو ان میں دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت ہے اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں۔ [۹۷-۹۸] کہا کہ یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے۔ ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین دوز کر دے گا بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔ [۹۸] اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں دھستے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صورت پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کر لیں گے۔ [۹۹]

یا جوج و ما جوج اور دیوار: [آیت: ۹۷-۹۹] اس دیوار پر نہ تو چڑھنے کی طاقت یا جوج و ما جوج کو ہے نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ چونکہ چڑھنا بہ نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے اس لیے چڑھنے میں ﴿فَمَا اسْتَطَاعُوا﴾ کا لفظ لائے اور توڑنے میں ﴿مَا اسْتَطَاعُوا﴾ کا لفظ لائے۔ غرض نہ تو وہ چڑھ کر آ سکتے ہیں نہ سوراخ کر کے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”ہر روز یا جوج و ما جوج اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کہ قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعائیں ان کو نظر آ جائیں چونکہ دن گزر جاتا ہے اس لیے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب بس کرو کل آ کر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں قیامت کے قریب جب ان کا نکالنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو یہ کھودتے ہوئے جب چھلکے جیسی کر دیں گے تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل ان شاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے پس ان شاء اللہ کہہ لینے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے فوراً گرا دیں گے اور باہر نکل پڑیں گے تمام پانی چاٹ جائیں گے لوگ تنگ آ کر قلعوں میں پناہ گزین ہو جائیں گے۔ یہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلود تیروں کے ان کی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی ہم غالب آ گئے۔ اب ان کی گردنوں میں گھٹلیاں نکلیں گی اور سب کے سب بنجھ کر رہا ہی اسی وبا سے ہلاک کر دیے جائیں گے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ زمین کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم و خون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔“ ① ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اسے لائے ہیں اور فرمایا ہے یہ روایت غریب ہے سوائے اس سند کے مشہور نہیں۔ اس کی سند بہت قوی ہے لیکن اس کا متن نکارت سے خالی نہیں اس لیے کہ آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ وہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار نہایت مضبوط بہت پختہ اور سخت ہے۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یا جوج و ما جوج روزانہ اسے چاٹتے ہیں اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں چلو کل توڑ دیں گے۔ دوسرے دن آتے ہیں تو جیسی اصل میں تھی ویسی ہی پاتے ہیں۔ آخری دن وہ بہ الہام الہی جاتے وقت ان شاء اللہ کہیں گے دوسرے دن جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے اور توڑ ڈالیں گے۔ بہت ممکن ہے کہ انہی کعب رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی ہو پھر بیان کی ہو اور کسی راوی کو وہ ہم ہو گیا ہو اور اس نے آنحضرت ﷺ کا فرمان سمجھ کر اسے مرفوعاً بیان کیا۔

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الکھف ۳۱۵۳ وهو صحیح؛ ابن ماجہ، ۴۰۸۰؛ احمد، ۵۱۰/۲

کر دیا ہو وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ یہ جو ہم کہہ رہے ہیں اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد میں ہے کہ ”ایک مرتبہ حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوئے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے ”(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)“ عرب کی خرابی کا وقت قریب آ گیا آج یا جوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ اس پر ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم بھلے لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے۔“ ① یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ ہاں بخاری میں راویوں کے ذکر میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں مسلم میں ہے اور بھی اس کی سند میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو بہت ہی کم پائی گئی ہیں۔

مثلاً زہری کی روایت عروہ سے حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی ہیں اور چار عورتوں کا آپس میں ایک دوسرے سے روایت کرنا پھر چاروں عورتیں صحابیہ پھر ان میں بھی دو حضور کی بیویوں کی لڑکیاں اور دو آپ کی بیویاں رضی اللہ عنہما۔ بزار میں یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (مترجم کہتا ہے اس تکلف کی اور ان مرفوع حدیثوں کے متعلق اس قول کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ہم آیت قرآن اور ان صحیح مرفوع حدیثوں کے درمیان بہت آسانی سے یہ تطبیق دے سکتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا سوراخ نہیں کر سکتے جس میں سے نکل آئیں۔ تپلی کر دینا یا حلقے کے برابر سوراخ کر دینا اور بات ہے جو مقصود ذوالقرنین کا اس دیوار کے بنانے سے تھا وہ بفضلہ حاصل ہے کہ نہ وہ اوپر سے اتر سکیں نہ توڑ کر یا سوراخ کر کے نکل سکیں اور اسی کی خبر آیت میں ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ مترجم)

اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ بھی رب کی رحمت ہے کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے مخلوق کو اب امن دے دیا۔ ہاں جب اللہ کا وعدہ آ جائے گا تو اس کا ڈھیر ہو جائے گا اور یہ زمین دوز ہو جائے گی مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی۔ انڈی کا کوہاں جب اس کی پیٹھ سے ملا ہو تو عرب میں اسے (نَافَقَةٌ ذُكَّاءٌ) کہتے ہیں۔

قرب قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی: قرآن میں اور جگہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو وہ پہاڑ زمین دوز ہو گیا۔ وہاں بھی لفظ ﴿جَعَلَهُ دُكَّاءً﴾ پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ ہو جائے گا۔ اللہ کے وعدے اٹل ہیں قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس دیوار کے ٹوٹنے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھسے جائیں گے یگانوں یگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی۔ یہ واقعہ دجال کے آ جانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہو گا اس کا پورا بیان آیت ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ٥٠﴾ ② کی تفسیر میں آئے گا ان شاء اللہ۔

جب صور پھونکا جائے گا: اس کے بعد صور پھونکا جائے گا اور سب جمع ہو جائیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب غلط ملط ہو جائیں گے بنی فزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن و انسان آپس میں گتھ جائیں گے اس وقت ابلیس کہے گا کہ میں جانتا ہوں معلوم کرتا ہوں کہ کیا بات ہے؟ مشرق کی طرف بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتوں کو دیکھ کر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچے گا وہاں بھی یہی رنگ دیکھ کر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن چو طرف سے فرشتوں کا محاصرہ دیکھ کر ناامید ہو کر چیخ و پکار شروع کر دے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا اپنی ساری ذریات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہی ہے۔ ایک داروغہ جہنم اس سے کہے گا کہ اے موذی خبیث! کیا اللہ تعالیٰ نے تیرا =

وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۚ الَّذِينَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ
عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ۚ فَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ يَتَّخِذُوا
عِبَادِي مِنْ دُونِي اَوْلِيَاءَ ۚ اِنَّا اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۚ قُلْ هَلْ
نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِينَ اَعْمَالًا ۚ الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
يَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۚ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ
فَحِطَّتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا ۚ ذٰلِكَ جزَاؤُهُمْ جَهَنَّمَ
بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا الْاَيْتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۚ

ترجمہ: اس دن ہم جہنم کو بھی کافروں کے سامنے لا کھڑا کر دیں گے۔ [۱۰۰] جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں تھیں اور (امحق) سن بھی نہیں سکتے تھے۔ [۱۰۱] کیا کافر یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ میرے سوا وہ میرے غلاموں کو اپنا حامی بنالیں گے؟ سنو، ہم نے تو ان کفار کی مہمانی کے لیے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ [۱۰۲] پوچھ لے کہ اگر تم کہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال کے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ [۱۰۳] وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بے کار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ [۱۰۴] یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کی ملاقات سے کفر کیا تو ان کے تمام اعمال غارت ہو گئے پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ [۱۰۵] حال یہ ہے کہ ان کا بدلہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو مذاق میں اڑایا۔ [۱۰۶]

= مرتبہ نہیں بڑھایا تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا یہ کہے گا آج ڈانٹ ڈپٹ کیوں کر رہے ہو آج تو چھٹکارے کا راستہ بتلاؤ۔ میں عبادت ربانی کے لیے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کہ روئے زمین پر کسی نے نہ کی ہو داروغہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ تیرے لیے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہے گا میں اس کے حکم کی بجا آوری کے لیے پوری مستعدی سے موجود ہوں۔ حکم ہوگا کہ یہی کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ۔

اب یہ خبیث ہکا بکارہ جائے گا وہیں فرشتے اپنے پر سے اسے اور اس کی ذریت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا۔ جہنم انہیں لے کر دہ دبوچے گی اور ایک مرتبہ تو وہ چلائے گی کہ تمام فرشتے اور تمام رسول و نبی علیہم السلام گھنٹوں کے بل اللہ کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”یا جوج ماجوج حضرت آدم کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دیے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل تالیس اور مشک۔“ ① یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر اور ضعیف ہے۔

اور نسانی میں ہے کہ ”ان کی بیویاں بچے ہیں ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے۔“ ① پھر فرمایا صور پھونک دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے ”کہ وہ ایک قرن ہے جس میں پھونک دیا جائے گا۔“ ② پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔“ ③ جیسے کہ لمبی حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اور ابھی بہت سی حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور والا فرشتہ صور کو منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے کان لگائے ہوئے منتظر بیٹھا ہے کہ کب حکم ہو اور میں پھونک دوں۔“ لوگوں نے پوچھا حضور! پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا ((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا)) ④ پھر فرماتا ہے ہم سب کو حساب کے لیے جمع کریں گے سب کا حشر ہمارے سامنے ہوگا جیسے سورہ واقعہ میں ہے کہ اگلے پچھلے سب کے سب مقرر دن کے وقت پراکٹھے کئے جائیں گے۔ ⑤ اور آیت میں ہے ﴿وَحَشَرْنَا هُمْ فَلَمَّ نَعَادِرُ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝﴾ ⑥ ہم سب کو جمع کریں گے ایک بھی تو باقی نہ بچے گا۔

کفار کو پہلے جہنم دکھائی جائے گی: [آیت: ۱۰۰-۱۰۶] کافر جہنم میں جائیں اس سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذابوں کو دیکھ لیں گے اور یہ یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم و رنج و خوف کے مارے گھٹنے لگیں گے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ”جہنم کو قیامت کے دن گھٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگائیں ہوں گی ہر لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے“ ⑦ یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بے کار کیے بیٹھے رہے نہ حق کو دیکھا نہ حق کو سنا نہ مانا نہ عمل کیا۔ شیطان کا ساتھ دیا اور رحمان کے ذکر سے غفلت برتی۔ اللہ کے احکام اور مناعت کو پس پشت ڈالے رہے یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کریں گے محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن کھڑے ہوں گے۔ ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے۔

اعمال کے لحاظ سے زیادہ خسارے میں کون ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے مصعب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔ ہاں خارجیوں نے اللہ کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔ ⑧ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ ⑨ مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود و نصاریٰ وغیرہ کو شامل ہے اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ آیت عام ہے جو بھی اللہ کی عبادت و اطاعت اُس طریقے سے بجالائے جو طریقہ اللہ کو پسند نہیں تو گو وہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہو کہ میں نے آخرت کا توشہ بھٹا بہت کچھ جمع کر لیا ہے میرے نیک اعمال اللہ کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر و ثواب ضرور ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط =

① السنن الكبرى، ۱۱۳۳۴، وسندہ ضعيف ابن عمرو بن اوس بن ابی اوس نامعلوم ہے۔

② ابو داود، کتاب السنة، باب ذکر البعث والصور ۲۷۴۲ وسندہ صحيح؛ ترمذی، ۲۴۳۰؛ دارمی، ۳۲۵/۲؛ ابن حبان، ۲۵۷۰؛ حاکم، ۴۳۶۱؛ احمد، ۱۶۲/۲۔ ③ ضعيف دیکھئے سورة الانعام آیت: ۳ کی تفسیر۔

④ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب ما جاء فی (شأن) الصور ۲۴۳۱، وهو ضعيف عطية العوفی راوی ضعيف ہے۔ السنن

الكبرى ۱۰۴۶۲؛ احمد، ۲۵/۶۔ ⑤ ۵۶/الواقعة: ۴۹، ۵۰۔ ⑥ ۱۸/الكهف: ۴۷۔

⑦ صحيح مسلم، کتاب الجنة، باب جهنم اعادنا الله منها، ۲۸۴۲۔

⑧ صحيح بخاری، کتاب التفسير، سورة الكهف، باب قوله ﴿قل هل ينبتكم بالاعسرین اعمالا﴾ ۴۷۲۸۔

⑨ الطبري، ۱۸/۱۲۷۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نَزْلًا ۝
 خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حَوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ
 لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا
 بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوَ لِقَاءَ رَبِّهٖ
 فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ ۚ اَحَدًا ۝

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لیے جنت الفردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔ [۱۰۷] جہاں وہ ہمیشہ رہا کریں جس جگہ کو بدلنے کا کبھی بھی ان کا ارادہ ہی نہ ہوگا۔ [۱۰۸] کہہ دے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے کھنسنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لائیں۔ [۱۰۹] اعلان کر دے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں ہاں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو مجھے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔ [۱۱۰]

== ہے اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں اور وہ غلط گمان شخص ہے۔ یہ آیت کی ہے اور ظاہر ہے کہ مکہ میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہ تھے اور خارجیوں کا تو اس وقت تک وجود بھی نہ تھا۔ پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں۔

جیسے سورہ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوئے تھے۔ ① آج وہ باوجود ریاضت و عبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ مَنَّا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ لَّجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا﴾ ② ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بے کار کر دیا۔ اور آیت میں ہے کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو دور سے پانی سمجھ رہا ہو لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند بھی پانی کی نہیں پاتا۔ ③ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت و ریاضت تو کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے کہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور اللہ کی پسندیدہ ہیں لیکن چونکہ وہ اللہ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں نبیوں کے فرمان کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہو گئیں اور وہ بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہو گئے۔ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کے تمام تر ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور مان کر ہی نہ دیا۔ ان کا نیکی کا پلڑا بالکل خالی رہے گا۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے ”قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بڑا بھاری آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک

مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر آپ نے فرمایا تم اگر چاہو اس آیت کی تلاوت کر لو ﴿فَلَا نُنْفِئُكُمْ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزَنًا﴾ ① ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے ”بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن اس کا وزن اتنا ج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہوگا۔“ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ② ہزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلقے میں اتراتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے سے گزرا تو آپ ﷺ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ہوگا۔“ ③ مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول بھی مروی ہے یہ بدلہ ہے ان کے کفر کا اور اللہ کی آیتوں اور اس کے رسولوں کو نفی مذاق میں اڑانے کا اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

نیک لوگوں کی مہمانی: [آیت: ۱۰۷-۱۱۰] اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے اس کے رسولوں کو سچا ماننے والے ان کی باتوں پر عمل کرنے والے بہترین جنتوں میں ہوں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت فردوس کا سوال کرو یہ سب سے اعلیٰ سب سے عمدہ جنت ہے اسی سے اور جنتوں کی نہریں بہتی ہیں ④ یہی ان کی مہمان خانہ ہوگی یہ یہاں ہمیشہ کے لیے رہیں گے نہ نکالے جائیں نہ نکلنے کا خیال آئے نہ اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہ وہاں کے رہنے سے گھبرائیں“ کیونکہ ہر طرح کے اعلیٰ عیش مہیا ہیں ایک پر ایک رحمت مل رہی ہے روز بروز رغبت و محبت انس و الفت بڑھتی جا رہی ہے اس لیے نہ طبیعت اکثاتی ہے نہ دل بھرتا ہے بلکہ روز شوق بوھتا ہے اور نئی نعمت ملتی ہے۔

سات سمندروں کی سیاہی بھی رب کی تعریف نہیں لکھ سکتی: حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لیے دنیا میں اعلان کر دیجیے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر الہی کلمات الہی قدرتوں کے اظہار اللہ کی باتیں اللہ کی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریائے جائیں اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن کہ اللہ کی قدرتیں اس کی حکمتیں اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان ہے ﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرٍ أَفَلَاكٌ وَ الْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ ⑤ یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات الہی پورے لکھ لیے جائیں۔ اللہ کی عزت اور حکمت اس کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے تمام انسانوں کا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔ تمام درختوں کی قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہیاں ختم جائیں لیکن کلمات الہی ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ ان گنت ہیں بے شمار ہیں۔

کون ہے جو اللہ کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثناء و صفت بجالا سکے؟ بیشک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے بیشک ہم جو تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے اور ان سب سے بڑھ چڑ کر ہے۔ یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الکہف ﴿اولئك الذين كفروا بايات ربهم ولقاءه فحبطت اعمالهم.....﴾ ۴۷۲۹؛

صحیح مسلم ۲۷۸۵۔ ② الطبری، ۱۸/۱۲۹۔ ③ مسند البزار، ۲۹۵۶، وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۵/۱۲۵۔

④ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ ۲۷۹۰؛ احمد، ۲/۱۳۳۵؛ ابن حبان ۴۶۱۱۔

⑤ ۳۱/ لقمان: ۲۷۔

تمام پیغمبر بشر ہیں: حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری۔ حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمائیں کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں تم بھی انسان ہو اگر مجھے جھوٹا جانتے ہو تو لاؤ اس قرآن جیسا ایک قرآن تم بھی بنا کر پیش کر دو۔ دیکھو میں کوئی غیب دان تو نہیں تم نے مجھ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کیا اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو میں نے ان کے صحیح واقعات تمہارے سامنے بیان کر دیئے جو نفس الامر کے مطابق ہیں اگر میرے پاس اللہ کی وحی نہ آتی تو میں ان گزشتہ واقعات کو جس طرح وہ ہوئے ہیں تمہارے سامنے کس طرح بیان کر سکتا؟ سنو تمام توحی کا خلاصہ یہ ہے کہ تم مؤحد بن جاؤ شرک چھوڑ دو میری دعوت یہی ہے جو بھی تم میں سے اللہ سے مل کر اجر و ثواب لینا چاہتا ہو اسے مطابق شریعت کے عمل کرنے چاہیں اور شرک سے بالکل بچنا چاہئے بغیر ان دونوں رکن کے کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں خلوص ہو اور مطابقت سنت ہو۔

ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا تھا کہ بہت سے نیک کاموں میں باوجود رضائے الہی کی تلاش کے میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ میری نیکی دیکھیں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور یہ آیت اتری ① یہ حدیث مرسل ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، حج، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اللہ کی رضا مندی بھی ڈھونڈتا ہے اور لوگوں میں نیک نامی اور بڑائی بھی۔ آپ نے فرمایا ”اس کی کل عبادت اکارت ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے جو اس کی عبادت میں اور نیت بھی کرے تو اللہ تعالیٰ فرمادیتا ہے کہ یہ سب اسی دوسرے کو دے دو مجھے اس کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔“ ②

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آتے رات گزارتے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام ہوتا تو فرمادیتے۔ ایسے لوگ بہت زیادہ تھے ایک شب ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ”یہ کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟“ ہم نے جواب دیا یا رسول اللہ! ہماری توبہ ہے ہم سچ و جال کا ذکر کر رہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں تمہیں اس سے بھی زیادہ و ہشت ناک بات بتلاؤں؟ وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان دوسرے انسان کو دکھانے کے لیے نماز پڑھے۔“ ③

مسند احمد میں ہے ابن غنم کہتے ہیں میں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جابیہ کی مسجد میں گئے وہاں ہمیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ملے باتیں ہاتھ سے تو انہوں نے میرا دہنا ہاتھ تھام لیا اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا پایاں ہاتھ تھام لیا اور اسی طرح ہم تینوں وہاں سے باتیں کرتے ہوئے نکلے آپ فرمانے لگے دیکھو اگر تم تینوں یا تم میں سے جو بھی زندہ رہا تو ممکن ہے کہ اس وقت کو بھی وہ دیکھ لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن سیکھا ہوا بھلا آدمی حلال کو حلال اور حرام کو حرام کو سمجھنے والا اور ہر حکم کو مناسب جگہ رکھنے والا آئے اور اس کی قدر و منزلت لوگوں میں ایسی ہو جیسے مردہ گدھے کے سر کی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں جو حضرت شدا بن اوس اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہما آگئے اور بیٹھتے ہی حضرت شدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو! مجھے تو تم پر سب سے زیادہ اس کا ڈر ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یعنی پوشیدہ خواہش اور شرک کا۔ اس پر حضرت عبادہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس بات سے شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ اس جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کی جائے ہاں پوشیدہ شہوات تو یہی خواہش کی چیزیں عورتیں وغیرہ ہیں۔ لیکن یہ شرک ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا جس سے

② الطبری، ۱۸/۱۳۶۔

① الطبری، ۲۳/۴۲۷ وابن ابی حاتم وسندہ ضعیف۔

③ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعة ۴۲۰ وهو حسن، احمد، ۳/۱۳۰ مجمع الزوائد، ۱/۳۱۵۔

آپ ہمیں ڈرارہے ہیں۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اچھا بتلاؤ تو ایک آدمی دوسروں کو دکھانے کے لیے نماز روزہ، زکوٰۃ، صدقہ خیرات کرتا ہے اس کا حکم تمہارے نزدیک کیا ہے؟ کیا اس نے شرک کیا؟ سب نے جواب دیا بیشک ایسا شخص مشرک ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ”جو دنیا کے دکھاوے کے لیے نماز پڑھے وہ مشرک ہے جو دنیا کے دکھاوے کے لئے روزے رکھے وہ مشرک ہے جو لوگوں میں اپنی سخاوت جتانے کے لیے صدقہ خیرات کرے وہ بھی مشرک ہے۔“ اس پر حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے اعمال میں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور جو دوسرے کے لیے ہو اس رد کر دے۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہوگا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب باری عزوجل کا ارشاد ہے کہ ”میں سب سے بہتر حصے والا ہوں جو بھی میرے ساتھ کسی عمل میں دوسرے کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی دوسرے کے سپرد کر دیتا ہوں اور نہایت بے پردائی سے جزو کل سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں۔“ ①

اور روایت میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک دن رونے لگے۔ ہم نے پوچھا حضرت آپ کیسے رورہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آگئی اور اس نے رلا دیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ”مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے۔“ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں سنو! وہ سورج چاند پتھر ت کو نہ پوچھے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور کوئی خواہش سامنے آئی روزہ چھوڑ دیا۔“ ② (ابن ماجہ و مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں تمام شریکوں سے بہتر ہوں۔ میرے ساتھ جو بھی کسی کو شریک کرے میں اپنا حصہ بھی اسی کو دے دیتا ہوں۔“ ③ اور روایت میں ہے کہ ”جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ دوسرے کو ملائے میں اس سے بری ہوں اور اس کا وہ پورا عمل اس غیر کے لیے ہی ہے۔“ ④ اور حدیث میں ہے ”مجھے تمہاری نسبت سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے۔“ لوگوں نے پوچھا وہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ فرمایا ”ریا کاری قیامت کے دن ریاکاروں کو جواب ملے گا کہ جاؤ جن کے لیے اعمال کئے تھے ان ہی کے پاس جزا مانگو دیکھو پاتے بھی ہو؟“ ⑤ ابوسعید بن ابی فضاہ انصاری صحابی سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ”جب اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں اس دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے جس عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو ملایا ہوا ہے چاہے کہ اپنے اس عمل کا بدلہ اس دوسرے سے مانگ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ سانچے سے بہت بے نیاز ہے۔“ ⑥ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

① احمد، ۴/۱۲۵، ۱۲۶ و سندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۲۱۔

② ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعة، ۴۲۰۵ و هو ضعیف عامر بن عبد اللہ مجہول ہے نیز روایت ابن الجراح کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ احمد، ۴/۱۲۴۔ ③ و سندہ ضعیف۔

④ احمد، ۵/۴۲۸؛ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعة، ۴۲۰۲ و هو صحیح؛ الطیالسی، ۲۵۵۹؛ ابن حبان، ۳۹۵؛ اس متقی کی روایت صحیح مسلم ۲۹۸۵ میں موجود ہے۔

⑤ احمد، ۵/۴۲۸؛ شرح السنہ، ۴/۲۰۱ و سندہ حسن۔

⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الکہف ۳۱۵۴ و سندہ حسن، ابن ماجہ، ۴۲۰۳؛ شعب الایمان، ۲۸۱۷؛ احمد، ۳/۴۶۶؛ ابن حبان، ۴۰۴۔

نے فرمایا ہے ”ریا کار کو عذاب بھی سب کو دکھا کر ہوگا اور نیک اعمال لوگوں کو سنانے والے کو عذاب بھی سب کو سنا کر ہوگا“ ① (مسند احمد)
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مردی ہے ② ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”اپنے نیک
 اعمال اچھالنے والے کو اللہ تعالیٰ ضرور رسوا کرے گا۔ یہ کہ اس کے اخلاق بگڑ جائیں گے اور وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر و ذلیل
 ہوگا۔“ یہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رونے لگے ③ (مسند احمد)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے ”قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مشرشدہ صحیفہ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ جناب باری عزوجل فرمائے
 گا اے پھینک دو اے قبول کر دو اے قبول کر دو اے پھینک دو۔ اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ باری تعالیٰ جہاں تک
 ہمارا علم ہے ہم تو اس شخص کے اعمال نیک ہی جانتے ہیں جواب ملے گا جن کو میں پھٹکوارا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف
 میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریا کاری تھی۔ آج میں تو صرف ان اعمال کو قبول فرماؤں گا جو صرف میرے ہی لئے
 کئے گئے ہوں۔“ ④ (بزار)

ارشاد ہے کہ جو دکھاوے سناوے کے لئے کھڑا ہوا ہو وہ جب تک نہ بیٹھے اللہ کے غصے اور غضب میں ہی رہتا ہے۔ ابویعلیٰ کی
 حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”جو شخص لوگوں کے دیکھتے ہوئے تو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح نماز پڑھے اور تنہائی میں بری
 طرح جلدی جلدی بے دلی سے ادا کرے اس نے اپنے پروردگار عزوجل کی توہین کی۔“ ⑤ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس آیت کو
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کی آخری آیت بتلاتے ہیں لیکن یہ قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ سورہ کہف پوری کی پوری مکہ میں
 نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد مدینے میں برابر دس سال تک قرآن کریم اترتا رہا۔ تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہو کہ یہ آیت آخری ہے یعنی کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوتی اس میں جو حکم ہے وہ آخر تک بدلائیں
 گیا اسکے بعد کوئی ایسی آیت نہیں اتری جو اس میں تبدیلی و تغیر کرے۔ واللہ اعلم۔ ایک بہت ہی غریب حدیث حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ
 اپنی کتاب میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص آیت (مَنْ كَانَ يَوْجُورًا) الخ کو رات کے آخر وقت پڑھے
 گا اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائے گا جو عدن سے مکہ تک پہنچے۔“ ⑥

الحمد لله سورة كهف کی تفسیر ختم ہوئی۔



① احمد، ۵/۴۵ وهو صحيح بالشواهد، مسند البزار ۳۶۹۱۔

② ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی الریاء والسمعة ۲۳۸۱ وهو صحيح؛ احمد، ۳/۴۰۔

③ احمد، ۲/۱۶۲ وهو صحيح، حلیۃ الاولیاء، ۴/۱۲۳، ۱۲۴، المعجم الكبير کما فی مجمع الزوائد، ۱۰/۲۲۲۔

④ وسندہ ضعیف اس کی سند میں حارث بن عثمان مجہول راوی ہے (المیزان، ۱/۴۴۱، رقم: ۱۶۶۱)۔

⑤ مسند ابی یعلیٰ، ۵۱۱۷ وسندہ ضعیف، ابراہیم بن مسلم الجعفی ضعیف ہے۔ عبدالرزاق، ۲/۳۶۹؛ بیہقی، ۲/۲۹۰۔

⑥ حاکم، ۲/۳۷۱ وسندہ ضعیف ابوقرة الاسدی مجہول الحال ہے۔ البزار ۳۱۰۸۔

تفسیر سورۃ مریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كَهَيِّصَ ۙ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۚ اِذْ نَادٰى رَبَّهُ يَدَآءُ خَفِيًّا ۙ
 قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهْنَ الْعُظْمِ مِیْیْ وَاشْتَغَلَ الرَّاسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَاكَ
 رَبِّ شَاقِيًّا ۙ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیْ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتْ اِمْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ
 مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙ یٰرَبُّنِّیْ وَاكْرِثْ مِنْ اِلٰی یَعْقُوْبَ ۙ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۙ

ترجمہ: بہت ہی مہربان بہت ہی رحم والے اللہ کے نام سے شروع

کہیص [۱] یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی۔ [۲] جب کہ اس نے اپنے رب سے خفیہ دعا کی تھی۔ [۳] کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں ہڈی ہو گئی ہیں اور بڑھاپے کی وجہ سے میرے سر سے سفید بالوں کے شعلے اٹھ رہے ہیں لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ [۴] مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے میری بیوی بھی بانجھ ہے تو تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ [۵] جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی جانشین ہو اور میرے رب تو اسے مقبول بندہ بنالے۔ [۶]

تعارف سورت: اس سورت کے شروع کی آیتیں حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے شاہ جیش کے دربار میں بادشاہ کے درباریوں کے سامنے تلاوت فرمائی تھیں۔ ① (مسند احمد و سیرت محمد بن اسحاق)

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر: [آیت: ۱-۶] اس سورت کے شروع میں جو پانچ حروف ہیں انہیں حروف مقطعہ کہا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان ہم سورۃ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اللہ کے بندے حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر جو لطف ربانی نازل ہوا اس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے ایک قراءت میں زکریا ہے۔ یہ لفظ مذ سے بھی ہے اور قصر سے بھی دونوں قراءتیں مشہور ہیں۔ آپ علیہ السلام بنو اسرائیل کے زبردست پیغمبر تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ بڑھی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ ② رب سے دعا کرتے تھے لیکن اس وجہ سے کہ لوگوں کے نزدیک یہ انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی چاہت ہوئی ہے اور یہ وجہ بھی تھی کہ پوشیدہ دعا اللہ کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور ہستی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔ ③

بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص اپنے والوں کی پوری نیند کے وقت اٹھے اور پوشیدگی سے اللہ کو پکارے کہ اے میرے پروردگار!

① احمد، ۱/۲۰۲، ۲۰۳ و سندہ ضعیف الزہری عن ابن ہشام، ۱/۳۵۷؛ حلیۃ الأولیاء، ۱/۱۱۵ مختصراً؛ دلائل النبوة،

۳۰۱/۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیہ السلام ۲۳۷۹؛ ابن ماجہ ۱۱۵۰؛ احمد، ۲/۲۹۶؛

مسند ابی یعلیٰ ۶۴۲۶ صحیح بخاری میں یہ روایت ہمیں نہیں مل سکی۔

③ الطبری، ۱۸/۱۴۲۔

اے میرے پالنہار! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لَبَّيْكَ میں موجود ہیں ہوں تیرے پاس موجود ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ اے اللہ! میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں میرے سر کے بالوں کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے یعنی ظاہری اور پوشیدگی کی تمام طاقتیں زائل ہو گئی ہیں اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ جب تجھ کریم سے کچھ مانگا تو نے عطا فرمایا۔ ﴿مَوَالِی﴾ کو کسائی نے پڑھا ہے۔ مراد اس سے

عصبہ ہیں۔ ①

امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ﴿خُفْتُ﴾ کو ﴿خَفْتُ﴾ پڑھنا مروی ہے یعنی میرے بعد میرے والے بہت کم ہیں۔ پہلی قراءت پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتہ دار ہیں ان سے مجھے خوف ہے کہ مبادا یہ کہیں میرے بعد کوئی براتصرف کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے۔ یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال الماک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔ انبیاء علیہم السلام اس سے بہت پاک ہیں انکا مرتبہ اس سے بہت زیادہ ہے کہ وہ اس لیے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا ورثہ دور کے رشتہ داروں میں چلا جائے گا۔

دوسرے بظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھئی کا کام کر کے اپنا پیٹ اپنے ہاتھ کے کام سے پالتے رہے ان کے پاس ایسی کوئی بڑی رقم تھی کہ جسکے ورثے کے لیے اس قدر پس و پیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ انبیاء علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بے رغبت اور دنیا کے زاہد ہوتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”ہمارا ورثہ نہیں بٹنا جو کچھ ہم چھوڑیں سب صدقہ ہے۔“ ②

ترمذی میں صحیح سند سے مروی ہے کہ ”ہم جماعت انبیاء ہیں ہمارا ورثہ نہیں بٹا کرتا۔“ ③ پس ثابت ہوا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا یہ عرض کرنا کہ مجھے بیٹا دے جو میرا وارث ہو اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ۔ اسی لیے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا وارث آل یعقوب کا وارث ہو۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَوَدِدْتُ سُلَيْمَانَ ذَاوُدَ﴾ ④ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یعنی نبوت کے وارث ہوئے نہ کہ مال کے وارث مال میں اور اولاد بھی شریک ہوتی ہے تخصیص نہیں ہوتی۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہے اور یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے۔ پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا اپنی دعائیں یہ وجہ بیان فرماتے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ورثہ کوئی خاص ورثہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا۔ پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ”ہم جماعت انبیاء کا ورثہ نہیں بٹنا ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔“ ⑤ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد ورثہ علم ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اولاد یعقوب میں تھے۔ ⑥ ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی بنے۔ ⑦ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وارث بنے۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے میری اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث بنے۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ابوصالح رحمہ اللہ کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان حضرت یعقوب کی نبوت کا وہ وارث ہو۔

① الطبری، ۱۸/۱۴۴۔ ② صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، ۳۹۰۴؛ صحیح مسلم ۱۷۵۸؛ ابو داؤد ۲۹۶۳؛ ترمذی ۱۶۱۰؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۔ ③ احمد، ۲/۴۶۳، وهو صحیح، مسلم، ۵۶/۱۷۶۰ والبخاری، ۱۳۰۹۴ روایت میں (نحن) کی جگہ (انا) کا لفظ ہے۔ ④ ۲۷/النمل: ۱۶۔ ⑤ احمد، ۲/۴۶۳ وهو صحیح۔ ⑥ الطبری، ۱۸/۱۴۶۔ ⑦ ایضاً۔

يٰۤاَيُّهَا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اِسْمُهُ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ
 اَنْىٰ يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ وَّكَانَتْ اِمْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّاقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ
 كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هَيِّئٍ وَّاقَدْ خَلَقْتِكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ۝

ترجمہ: اے ذکر یا ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے اس کا نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ [۷۴]
 ذکر یا کہنے لگے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کے انتہائی ضعیف کو پہنچ چکا ہوں۔ [۸] ارشاد ہوا کہ وعدہ
 اسی طرح ہو چکا تیرے رب نے فرمادیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے تو خود جب کہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔ [۹]

عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ذکر یا علیہ السلام پر رحم کرے بھلا انہیں وارث مال سے کیا غرض تھی اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم
 کرے وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے۔“ ① ابن جریر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے بھائی ذکر یا پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو
 کہنے لگے اے اللہ! مجھے اپنے پاس سے ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے۔“ ② لیکن یہ سب حدیثیں مرسل ہیں جو صحیح
 حدیثوں کا معارضہ نہیں کر سکتیں واللہ اعلم۔ اور اے اللہ! اسے اپنا پسندیدہ غلام بنالے اور ایسا دین دار دیا سنتدار بنا کہ تیری محبت کے
 علاوہ تمام مخلوق بھی اس سے محبت کرے۔ اس کا دین اور اخلاق ہر ایک پسندیدگی اور پیاری کی نظر سے دیکھے۔

[آیت: ۷-۹] حضرت ذکر یا علیہ السلام کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایک بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام
 یحییٰ ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿هٰذَا لَكَ دَعَا ذِكْرِيَّ﴾ ③ الخ وہیں ذکر یا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے
 پاس سے بہترین اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔ فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت کی نماز کی جگہ میں نماز میں
 کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورے نیک کار اعلیٰ
 درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہوگا۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا۔ ④ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے
 مشابہ کوئی اور نہ ہوگا۔ یہی معنی ﴿سَمِيًّا﴾ کے آیت ﴿هَلْ نَعْلَمُ لَكَ سَمِيًّا﴾ ⑤ میں ہیں۔

یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی۔ ذکر یا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔
 آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہما السلام نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سن کر
 بے حد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا تھی بلکہ بہت پھوس بڑھاپے میں اولاد کا ہونا یہ تعجب کی وجہ
 تھی اور حضرت ذکر یا علیہ السلام کے ہاں تو اس پورے بڑھاپے تک کوئی اولاد ہوئی ہی نہ تھی۔ اسی لیے حضرت غلیل اللہ نے فرمایا تھا کہ مجھے
 اس پھوس بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے آپ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے۔
 آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی اس خوشخبری کو سن کر تعجب سے کہا تھا کہ کیا اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی؟ ساتھ ہی =

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے لیکن (اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے) کے الفاظ صحیح بخاری ۳۳۷۲،
 صحیح مسلم ۵۱ میں موجود ہیں۔ ② الطبری، ۱۰/۱۶۶ یہ روایت مرسل ضعیف ہے جبکہ اس کی سند میں جابر بن نوح ضعیف

(الجرح والتعديل، ۲/۵۰۰، رقم: ۲۰۵۶) اور مبارک بن فضالہ کزور روای ہے۔ (المیزان، ۳/۴۳۱، رقم: ۷۰۴۸)

③ ۳/ آل عمران: ۳۸۔ ④ الطبری، ۱۸/۱۴۸۔ ⑤ ۱۹/ مریم: ۲۵۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْحَرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝

ترجمہ: کہنے لگے میرے پروردگار میرے لیے کوئی علامت مقرر فرما دے ارشاد ہوا کہ تیرے لیے علامت یہ ہے کہ باوجود بھلا چنگا ہونے کے تو تین راتوں تک کسی شخص سے بول چال نہ کر سکے گا [۱۰] اب ذکر کیا اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں اشارہ کرتے ہیں کہ تم صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ [۱۱]

= ساتھ میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں یہ تو سخت تر تعجب خیز چیز ہے۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا تھا کہ کیا تمہیں امر الہی سے تعجب ہے۔ اے ابراہیم کے گھرانے والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں۔ اللہ تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔

لڑکے کی خوشخبری پہ حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب: حضرت زکریا علیہ السلام اپنی دعا کی قبولیت اور اپنے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت سن کر خوشی اور تعجب سے کیفیت دریافت کرنے لگے کہ بظاہر اسباب تو یہ امر مستبعد اور ناممکن معلوم ہوتا ہے دونوں جانب سے حالت محض ناامیدی کی ہے۔ بیوی بانجھ جس سے اب تک اولاد نہیں ہوئی۔ میں بوڑھا اور بے حد بوڑھا جس کی ہڈیوں میں اب تو گودا بھی نہیں رہا۔ خشک ٹہنی جیسا ہو گیا ہوں۔ گھر والی بھی بڑھیا پھوس ہو گئی ہے۔ پھر ہمارے ہاں اولاد کیسے ہوگی؟ غرض رب العالمین سے کیفیت بوجہ تعجب و خوشی دریافت کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں تمام سنتوں کو جانتا ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور ﷺ ظہر وعصر میں پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس لفظ کو ﴿عَشِيًّا﴾ پڑھتے تھے یا (عَسِيًّا) ① (احمد)

فرشتے نے جواب دیا کہ یہ تو وعدہ ہو چکا۔ اسی حالت میں اسی بیوی سے تمہارے ہاں لڑکا ہوگا۔ اللہ کے ذمے یہ کام مشکل نہیں اس سے زیادہ تعجب والا اور اس سے بڑی قدرت والا کام تو تم خود دیکھ چکے ہو اور وہ خود تمہارا وجود ہے جو کچھ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بنا دیا۔ پس جو تمہاری پیدائش پر قادر تھا وہ تمہارے ہاں اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ ② یعنی یقیناً انسان پر اس کے زمانے کا ایسا وقت بھی گزرا ہے جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا نشانی طلب کرنا: [آیت: ۱۰-۱۱] حضرت زکریا اپنے مزید اطمینان اور تشریفی قلب کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما۔ جیسے کہ خلیل اللہ نے مردوں کے جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لیے ظاہر فرمائی تھی۔ تو ارشاد ہوا کہ تو گوگنا نہ ہوگا یا نہ ہوگا لیکن تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کر سکے گی۔ تین دن رات تک یہی حالت رہے گی۔ ③

یہی ہوا بھی کہ تسبیح استغفار حمد و ثناء وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی لیکن لوگوں سے بات نہ کر سکتے تھے۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ﴿سَوِيًّا﴾ کے معنی پے در پے کے ہیں۔ یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری زبان و نیوی باتوں سے رکی رہے گی۔ پہلا قول بھی آپ ہی سے مروی ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے چنانچہ سورہ آل عمران میں اس کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن تک تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کر سکتے ہو۔ ⑤ ہاں اپنے رب =

① احمد، ۱/۲۵۷، ۲۵۸؛ ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب قدر القراءة فی الصلوٰۃ الظهر والعصر ۸۰۹ مختصرًا وسندہ صحیح۔

② ۷۶/الذہر: ۱۔ ③ الطبری، ۱۸/۱۵۲۔ ④ ایضاً۔ ⑤ ۳/آل عمران: ۴۱۔

يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَاتَّبِعْهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۖ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكَاةً ۖ

وَكَانَ تَقِيًّا ۖ وَبَرًّا بِوَالَدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۖ وَسَلَّمْ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ

وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۖ

ترجمہ: اے یحییٰ! میری کتاب کو قوت کے ساتھ مضبوطی سے قہام لے اور ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطا فرمادی۔ [۱۲] اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی وہ پرہیزگار شخص تھا [۱۳] اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا وہ گردن کش اور گنہگار نہ تھا [۱۴] اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ [۱۵]

= کی یاد بکثرت کرو اور صبح و شام اسکی پاکیزگی بیان کیا کرو۔ پس ان تین دن رات میں آپ کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اشاروں سے اپنا مطلب سمجھا دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہو گئے ہوں۔ اب آپ اپنے حجرے سے جہاں جا کرتے تھے ان میں اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا کی تھی باہر آئے اور جو نعمت رب نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح و ذکر کا آپ کو حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم ہوا۔ لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لیے انہیں اشاروں سے سمجھایا یا مین پر لکھ انہیں سمجھا دیا۔ ①

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوبیاں: [آیت: ۱۲-۱۵] برطبق بشارت ربانی حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تو رات سکھادی جو ان میں پڑھی جاتی تھی اور جس کے احکام نیک لوگ اور انبیاء دوسروں کو بتلاتے تھے۔ اس وقت ان کی عمر بچپن کی ہی تھی۔ اسی لیے اپنی اس انوکھی نعمت کا بھی ذکر کیا کہ بچہ بھی دیا اور اسے آسمانی کتاب کا عالم بھی بچپن ہی سے کر دیا اور حکم دے دیا کہ حرص اجتہاد کو شش اور قوت کے ساتھ کتاب اللہ سیکھ لے۔ ساتھ ہی ہم نے اسے اسی کم عمری میں فہم و علم قوت و عزم و دانائی اور حلم عطا فرمایا۔ نیکیوں کی طرف بچپن سے ہی جھک گئے اور کوشش و خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں لگ گئے۔ بچے آپ علیہ السلام سے کھیلے کہتے تھے مگر یہ جواب پاتے تھے کہ ہم کھیل کے لیے نہیں پیدا کئے گئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا وجود حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے ہماری رحمت کا کرشمہ تھا۔ جس پر بجز ہمارے اور کوئی قادر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ ”حنان“ کا مطلب کیا ہے۔ لفت میں محبت و شفقت، رحمت وغیرہ کے معنی میں یہ آتا ہے بظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے چھپنے سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت و محبت اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ”ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان پکارتا رہے گا۔“ ② پس ہر میل پچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا۔ آپ گناہوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے یکسو تھے۔ ساتھ ہی ماں باپ کے فرماں بردار اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے والے تھے۔ کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی۔ کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوئے۔ کبھی ان کی روک کے بعد کسی کام کو نہیں کیا۔ کوئی سرکشی کوئی نافرمانی کی خواہش میں نہ تھی۔

① الطبری، ۱۸/۱۵۳۔ ② احمد، ۳/۲۳۰ وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ، ۴۲۱۰؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۸۴،

اس کی سند میں ابو ظلال القسملی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۳۱۶، رقم: ۹۲۸۰)

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْفِيًّا ۖ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا ۖ فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۚ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ نَقِيًّا ۖ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۖ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ۖ قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَى هَيْنٍ ۚ وَلَنَجْعَلَ لَآيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ۖ

ترجمہ: اس کتاب میں مریم کا بھی واقعہ بیان کر جب کہ وہ اپنے گھر کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک مشرقی مکان میں آئیں۔ [۱۶] اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا۔ پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ اسکے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ [۱۷] یہ کہنے لگیں میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ مجھے رب ترس ہے۔ [۱۸] اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔ [۱۹] یہ کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔ [۲۰] اس نے کہا بات تو یہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت ہی آسان ہے ہم تو اسے لوگوں کے لیے ایک نشان بنادیں گے اور اپنی خاص رحمت۔ یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔ [۲۱]

گھبراہٹ کے تین اوقات: ان اوصاف جلیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو اللہ کی طرف سے امن و امان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں۔ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا نہ انہیں کبھی دیکھا۔ حشر والے دن بھی علیٰ ہذا القیاس اپنے تئیں ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی چیز ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی ملی۔

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”تمام لوگ قیامت کے دن کچھ نہ کچھ گناہ لے کر جائیں گے سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔“ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ تو کیا قصہ گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔ یہ حدیث مرفوعہ ❶ اور دو سندوں سے بھی مرئی ہے لیکن وہ دونوں سندیں بھی ضعیف ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے آپ میرے لیے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے تو آپ ہی اپنے اور پر سلام کہا اور آپ پر خود اللہ تعالیٰ نے سلام کہا۔ اب ان دونوں نبی اللہ کی فضیلت ظاہر ہے۔

حضرت مریم علیہ السلام کا ذکر: [آیت ۱۶-۳۱] اوپر حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر ہوا تھا اور یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ وہ اپنے پورے بڑھاپے تک بے اولاد رہے ان کی بیوی کو کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ بلکہ اولاد کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں ان کے

ہاں اپنی قدرت سے اولاد عطا فرمائی۔ حضرت یحییٰ پیدا ہوئے جو نیک کار اور وفا شعار تھے۔ اس کے بعد اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ وہ کنواری تھیں کسی مرد کا ہاتھ تک انہیں نہ لگا تھا اور بے مرد کے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کاملہ سے انہیں اولاد عطا فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا فرزند انہیں دیا جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے۔ پس چونکہ ان دو قصوں میں پوری مناسبت ہے اسی لیے یہاں بھی اور سورۃ انبیاء میں بھی ان دونوں کو متصل بیان فرمایا تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت اور عظیم الشان سلطنت کا معاینہ کر لیں۔ حضرت مریم علیہا السلام عمران کی صاحبزادی تھیں، حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھی۔ بنو اسرائیل میں یہ گھرانہ طیب و طاہر تھا۔ سورۃ آل عمران میں آپ علیہ السلام کی پیدائش وغیرہ کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو بیت المقدس کی مسجد قدس کی خدمت کے لیے دنیوی کاموں سے آزاد کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے یہ نذر قبول کر لی اور حضرت مریم علیہا السلام کی نشوونما بہترین طور سے کی۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں ریاضتوں میں اور نیکیوں میں مشغول ہو گئیں۔ آپ کی عبادت و ریاضت زہد و تقویٰ زبان زد عوام ہو گیا تھا۔ آپ اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی پرورش و تربیت میں تھیں جو اس وقت کے بنی اسرائیلی نبی تھے۔ تمام بنی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے۔ حضرت زکریا پر حضرت مریم علیہا السلام کی بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں خصوصاً یہ کہ جب کبھی آپ ان کے عبادت خانے میں جاتے نئی قسم کے بے موسم کے پھل وہاں موجود پاتے۔ دریافت کیا کہ مریم یہ کہاں سے آئے ہیں؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہ ایسا قادر ہے کہ جسے چاہے بے حساب روزیاں عطا فرمائے۔

اب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرے جو منجملہ پانچ اولوالعزم پیغمبروں کے ایک ہیں۔ آپ مسجد قدس کی مشرقی جانب گئیں یا تو بوجہ کپڑے آنے کے یا کسی اور سبب سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل کتاب پر بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور حج کرنا فرض کیا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مریم صدیقہ علیہا السلام بیت المقدس سے مشرق کی طرف گئی تھیں جیسے فرمان الہی ہے اس وجہ سے ان لوگوں نے مشرقی رخ نمازیں شروع کر دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ کو انہوں نے از خود قبلہ بنا لیا۔ ① مروی ہے کہ جس جگہ آپ گئی تھیں وہ جگہ یہاں سے دور اور غیر آباد تھی۔ کہتے ہیں کہ وہاں آپ کا کھیت تھا جسے پانی دینے کے لیے آپ گئی تھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہیں حجرہ بنا لیا تھا کہ لوگوں سے الگ تھلک عبادت الہی میں فراغت کے ساتھ مشغول رہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے: جب یہ لوگوں سے دور پڑ گئیں اور ان میں اور آپ میں حجاب ہو گیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے امین فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں۔ ② جیسے آیت قرآن ﴿نَزَّلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝﴾ ③ الخ میں ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رد زائل میں جب کہ ابن آدم کی تمام روحوں سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار لیا گیا تھا ان روحوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی تھی۔ اسی روح کو بصورت انسان اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی۔ لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرائیلی قول ہو۔ آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو

دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی برا آدمی نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو خوفِ الہی کر میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ کو ان کے بشرہ سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو اللہ کا ڈر اور خوف کافی ہے۔ فرشتے نے آپ کا خوف و ہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لیے صاف کہہ دیا کہ اور کوئی گمان نہ کرو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔

کہتے ہیں کہ اللہ کا نام سن کر حضرت جبریل علیہ السلام کا نپ اٹھے اور اپنی صورت پر آگئے اور کہہ دیا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے۔ ﴿لَا هَبَ﴾ کی دوسری قراءت (وَهَبَ) ہے ابو عمرو بن علاء جو ایک مشہور معروف قاری ہیں ان کی یہی قراءت ہے دونوں قراءتوں کی توجیہ اور مطلب بالکل صاف ہے اور دونوں میں استلزام بھی ہے۔ یہ سن کر مریم صدیقہ علیہا السلام کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ! مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا۔ میرے جسم پر کسی انسان کا کبھی ہاتھ نہیں لگا۔ میں بدکار نہیں پھر میرے ہاں اولاد کیسی (بَغِيًّا) سے مراد زنا کار ہے۔ جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ ((مَهْرُ الْبَغِيَّةِ)) زانیہ کی خرچی حرام ہے۔ ① فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر ٹالا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اللہ اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دیدے وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچہ کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنا دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہوگی تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ آدم علیہ السلام کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا ہوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے۔

پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کر دی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔ اور یہ بچہ اللہ کی رحمت بنے گا رب کا پیغمبر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوشخبری سناتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو دنیا اور آخرت میں آبرو دار ہوگا اور ہوگا بھی اللہ کا مقرب۔ وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور اذیتِ عمر میں بھی اور ہوگا بھی صالح لوگوں میں سے یعنی بچپن اور بڑھاپے میں اللہ کے دین کی دعوت دے گا۔ ②

مردی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی کے موقع پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے اور جمع میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ یہ حال اس وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام اللہ کے علم میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبریل علیہ السلام کا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور مراد اس سے روح کا پھونک دینا ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام باعصمت بی بی تھیں۔ ہم نے اس میں روح پھونکی تھی ③ اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی۔ ④ پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب ۲۳۳۷؛ صحیح مسلم، ۱۵۶۷؛ ابو داود، ۳۴۸۱؛ ترمذی، ۱۲۷۶؛ ابن ماجہ،

۲۱۵۹؛ احمد، ۴/۱۱۹؛ ابن حبان، ۵۱۵۷۔ ② ۳/ آل عمران: ۴۵، ۴۶۔

③ ۶۶/ التحریم: ۱۲۔ ④ ۲۱/ الانبیاء: ۹۱۔

فَحَبَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاجَاءَهَا الْخَاضُ اِلٰى جُدْعِ النَّخْلَةِ ۝
 قَالَتْ يَلَيْكُنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَّنْسِيًّا ۝

ترجمہ: پس وہ حمل سے ہو گئیں اور اسی وجہ سے وہ یکسو ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ [۲۲] پھر دروزہ اسے ایک کھجور کے تنے کے نیچے لے آیا۔
 اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور لوگوں کی یاد سے بھی بھولی بسر ہو جاتی۔ [۲۳]

حضرت مریم علیہا السلام کھجور کے تنے کے پاس چلی گئیں: [آیت ۲۲-۲۳] مروی ہے کہ جب آپ فرمان الہی سن چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری۔ جس سے انہیں بحکم باری تعالیٰ حمل ٹھہر گیا۔ اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کلیجہ مسونے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی براءت پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون مانے گا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں۔ کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا۔ ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معاف کر کے کہنے لگیں: بچی اللہ کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا اور میں بھی اپنے تئیں اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرائانی کا گھرائانا تھا وہ قدرت الہی پر اور صداقت مریم علیہا السلام پر ایمان لائیں۔ اب سے یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ یہ محسوس فرماتیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ① ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو گئی اور کسی دوسرے کو سجدہ کرنا حرام ہو گیا کیونکہ یہ تعظیم الہی کے خلاف ہے اس کی جلالت کے شایان شان نہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام خالہ زاد بھائی تھے یہ دونوں خالہ زاد بھائی نہیں تھے بلکہ ماموں بھانجے تھے دونوں ایک ہی وقت حمل میں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اکثر حضرت مریم علیہا السلام سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مردوں کو زندہ کیا اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا۔ جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک۔ اسی لیے آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہیں رہتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہو گیا۔ یہ قول غریب ہے ممکن ہے کہ آپ نے آیت کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا ہو۔ کیونکہ حمل کا الگ ہونے کا اور دروزہ کا ذکر ان آیتوں میں ”ف“ کے ساتھ ہے اور ”ف“ تعقیب کے لیے آتی ہے لیکن تعقیب ہر چیز کی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے عام انسانوں کی پیدائش کا حال آیت قرآن ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ﴾ ② میں ہوا ہے کہ ہم نے انسان کو بچتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے بصورت نطفہ رحم میں ٹھہرایا پھر نطفے کی پھٹکی بنائی پھر اس پھٹکی کو توہڑا بنایا پھر اس کو توہڑے میں ہڈیاں پیدا کیں۔ یہاں بھی دو جگہ ”ف“ ہے اور ہے بھی تعقیب کے لیے۔ لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ دونوں

حالتوں میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ①

قرآن کریم کی اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً﴾ ② کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے؟ پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانی برسنے کے بہت بعد سبزہ اگتا ہے۔ حالانکہ ”ف“ یہاں بھی ہے پس تعقیب ہر چیز کی اس چیز کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ مثل عادت عورتوں کے اپنے حمل کا زمانہ پورا گزارا۔ مسجد میں ہی مسجد کے خادم ایک صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا انہوں نے جب حضرت مریم علیہا السلام کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا لیکن حضرت مریم علیہا السلام کے زہد و اتقا عبادت و ریاضت رب ترسی اور حق بنی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ برائی دل سے دور کرنی چاہی۔ لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا۔ اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریم! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا۔ بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا ہونا بغیر دانے کے کھیت کا ہونا بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟ آپ ان کے مطلب کو سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے۔ سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ نے اگایا وہ بغیر بیج کے تھا۔ سب سے پہلے جو کھیتی اللہ تعالیٰ نے اگائی وہ بغیر دانے کے تھی۔ سب سے پہلے اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ بن باپ کے تھے بلکہ بن ماں کے بھی۔ ان کی تو سمجھ میں آ گیا اور حضرت مریم علیہا السلام کو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے۔ اب حضرت صدیقہ نے جب دیکھا کہ قوم کے لوگ ان پر تہمت لگا رہے ہیں تو آپ ان سب کو چھوڑ چھاڑ کر دور دراز چلی گئیں۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب حمل کے حالات ظاہر ہو گئے تو قوم نے پھبتیاں بھینکی، آواز کسنے اور باتیں بنانی شروع کر دیں اور حضرت یوسف نجار جیسے صالح شخص پر یہ تہمت اٹھائی تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہو گئیں۔ نہ کوئی انہیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں جب درد زہ اٹھا تو آپ ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں آ بیٹھیں کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کی مشرقی جانب کا حجرہ تھا۔ ③ یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر کے درمیان جب آپ پہنچ چکی تھیں اس وقت بچہ ہونے کے درد لگے۔ ④ اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں۔ اس بستی کا نام بیت اللحم تھا۔ ⑤ پہلے معراج کے واقعہ کے بیان میں ایک حدیث گزری ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ بھی بیت اللحم تھا ⑥ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مشہور بات بھی یہی ہے اور نصرانیوں کا تو اس پر اتفاق ہے اور اس حدیث میں بھی ہے اگر یہ صحیح ہو۔ اس وقت آپ موت کی تمنا کرنے لگیں۔ کیونکہ دین کے فتنے کے وقت یہ تمنا بھی جائز ہے جانتی تھیں کہ کوئی انہیں سچا نہ کہے گا۔ ان کے بیان کردہ واقعہ کو ہر شخص من گھڑت سمجھے گا دنیا آپ کو پریشان کر دے گی اور عبادت و اطمینان میں خلل پڑے گا۔ ہر شخص برائی سے یاد کرے گا اور لوگوں پر برا اثر پڑے گا۔ تو فرمانے لگیں کاش کہ میں اس حالت سے پہلے ہی اٹھالی جاتی ⑦ بلکہ کاش کہ میں پیدا ہی نہ کی جاتی۔ اس قدر شرم و حیا دامن گیر ہوئی کہ آپ نے اس تکلیف پر موت کو ترجیح دی اور تمنا کی کہ کاش کہ میں کھوئی ہوئی اور یاد سے اتری ہوئی چیز ہو جاتی کہ =

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات اللہ علیہم ۳۲۰۸؛ صحیح مسلم ۲۶۴۳۔

② ۲۲/الحج: ۶۳۔ ③ الطبری، ۱۸/۱۶۶۔ ④ ایضاً، ۱۸/۱۷۰۔ ⑤ ایضاً۔

⑥ نسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب فرض الصلوٰۃ ۴۵۱ وسندہ حسن۔

⑦ الطبری، ۱۸/۱۷۲۔

فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكَ بِجِدْعِ
النَّخْلَةِ سَقِطْ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيْنَ مِنَ
البَشَرِ اَحَدًا اَفْقُوْا اِلَيْهِ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ الْاِنْسِيَآ ۝

ترجمہ: اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزرده خاطر نہ ہو تیرے رب نے تیرے پاؤں تلے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ [۲۳] اور اس
درخت کھجور کے تنے کو پانی طرف ہلاؤ تو یہ تیرے سامنے تر و تازہ پکی کھجوریں گرا دے گا۔ [۲۵] اب جبین سے کھاپی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ
اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے تو کہہ دینا کہ میں نے رب رحمن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔ [۲۶]

= نہ کوئی یاد کرے نہ ڈھونڈے نہ ذکر کرے۔ حدیثوں میں موت مانگنے کی ممانعت وارد ہے۔ ہم نے ان روایتوں کو آیت
﴿تَوَفَّيْنِیْ مُسْلِمًا﴾ ① الخ کی تفسیر میں بیان کر دیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کیلئے انعامات الہی: [آیت: ۲۳-۲۶] ﴿مِنْ تَحْتِهَا﴾ کی دوسری قراءت ﴿مِنْ تَحْتِهَا﴾ بھی ہے۔ یہ
خطاب کرنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ ② حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو پہلا کام وہی تھا جو آپ نے اپنی والدہ کی براءت و
پاکدامنی میں لوگوں کے سامنے کیا تھا۔ اس وادی کے نیچے کے کنارے سے اس گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں حضرت جبریل علیہ السلام
نے یہ تسفی دی تھی۔ یہ قول بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی کہی تھی۔ آواز آئی کہ غمگین نہ ہو تیرے قدموں تلے تیرے
رب نے صاف شفاف شیریں پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے یہ پانی تم ہی لو۔ ③ ایک قول یہ ہے کہ اس چشمے سے مراد خود حضرت
عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس پانی کے ذکر کے بعد ہی کھانے کا ذکر ہے کہ کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ اس
میں سے تر و تازہ کھجوریں جھریں گی وہ کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا ہوا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ پھلدار تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپ کے ہلاتے ہی اس میں سے قدرت باری تعالیٰ سے کھجوریں جھرنے لگیں۔
کھانا چنانچہ سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت بھی دیدی۔ فرمایا کھاپی اور دل کو مسرور رکھ۔

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ نفاس والی عورتوں کے لیے تر کھجوروں اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ ④
ایک حدیث میں ہے ”کہ کھجور کے درخت کا اکرام کرو۔ یہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اس کے سوا
اور کوئی درخت نہ مادہ ہل کر نہیں پھلتا۔ عورتوں کی ولادت کے وقت تر کھجوریں کھلاؤ نہ ملیں تو خشک ہی سہی۔ کوئی درخت اس سے بڑھ کر
اللہ کے نزدیک مرتبے والا نہیں۔ اسی لیے اس کے نیچے حضرت مریم علیہا السلام کو اتارا۔“ ⑤ یہ حدیث بالکل منکر ہے ﴿تُسْقِطُ﴾ کی دوسری
قراءت ﴿تَسْقِطُ﴾ اور تسقط بھی ہے۔ مطلب تمام قراءتوں کا ایک ہی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ کسی سے بات نہ کرنا اشارے سے سمجھا دینا
کہ میں آج روزے سے ہوں۔ یا تو مراد یہ ہے کہ اگلے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔ ⑥

① ۱۲/یوسف: ۱۰۱۔ ② الطبری، ۱۸/۱۷۳۔ ③ ایضاً، ۱۸/۱۷۵۔ ④ ایضاً، ۱۸/۱۷۹۔

⑤ مسند ابی یعلیٰ، ۴۵۵ وسندہ ضعیف جداً منقطع؛ مجمع الزوائد، ۵/۸۹؛ الموضوعات، ۱/۱۸۴۔

⑥ الطبری، ۱۸/۱۸۲۔

فَاتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِيلُهُ ۖ قَالُوا لَيَرِيْمُ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا ۖ يَأْخُذَ هُرُونَ مَا كَانَ
 أَبُوكَ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ۖ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ
 فِي الْمَهْدِ صَيًّا ۖ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ آتَانِي الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۖ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا
 أَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ
 يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۖ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۖ

ترجمہ: اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لیے ہوئے وہ اپنی قوم کے پاس آئیں سب کہنے لگے مریم تو نے بڑی بری حرکت کی۔ [۱۲۷] اے ہارون
 کی بہن! انہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔ [۱۲۸] مریم علیہا السلام نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم
 گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ [۱۲۹] بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ [۱۳۰]
 اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک بھی میں زندہ رہوں۔ [۱۳۱] اور
 اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے۔ اور مجھے سرکش اور بد بخت نہیں کیا۔ [۱۳۲] اور مجھے پر میری پیدائش کے دن اور میری موت
 کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا سلام ہی سلام ہے۔ [۱۳۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے ایک نے سلام کیا دوسرے نے نہ کیا۔ آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟
 لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا اسے تو دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف
 حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ہی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنی منظور تھی اس لیے اسے عذر بنا دیا تھا۔
 حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبراائیں نہیں تو آپ نے کہا میں
 کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں کسی کی ملکیت کی لوٹڈی باندی میں نہیں مجھے دینا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟ میں لوگوں کے سامنے
 کیا جواب دے سکوں گی؟ کونسا عذر پیش کر سکوں گی ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کاش کہ میں نسباً منسوب ہو گئی
 ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں! آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے منٹ لوں گا۔ آپ تو
 انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج آپ نے چپ رہنے کی نذر کر لی ہے۔

مریم علیہا السلام، عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر آتی ہیں: [آیت: ۲۷-۳۳] حضرت مریم علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بھی تسلیم کر لیا۔ اور
 اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے لوگوں کے پاس آئیں۔ دیکھتے ہی ہر ایک انگشت بدندان رہ گیا اور ہر منہ سے نکل گیا کہ مریم تو نے تو بڑا
 ہی برا کام کیا۔ ❶ نوب بالکی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریم علیہا السلام کی جستجو میں نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان کہیں انہیں کھوج
 ہی نہ ملا۔ راستے میں ایک چرواہا ملا۔ اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں اس جنگل میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن
 میں نے رات کو ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کی طرف سجدے میں گر گئیں۔ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا
 واقعہ دیکھا نہیں اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس طرف ایک نور نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کی نشان دہی پر جا رہے تھے جو

سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو لیے ہوئے آتی دکھائی دے گئیں۔ انہیں دیکھ کر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے بیٹھ گئیں۔ ان سمجھوں نے آپ کو گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے۔ ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن! اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں ① یا آپ کے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی کی سی عبادت و ریاضت حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی تھی۔ اس لیے انہیں ہارون کی بہن کہا گیا۔ کوئی کہتا ہے ہارون نامی ایک بدکار شخص تھا اس لیے لوگوں نے طعن کی راہ سے انہیں اس کی بہن کہا۔

ہارون علیہ السلام کی بہن کیوں کہا: ان سب اقوال سے بڑھ کر غریب قول ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ہارون و موسیٰ علیہما السلام کی وہی سگی بہن ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پٹی میں ڈال کر دریا میں چھوڑا تھا تو ان سے کہا تھا کہ تم اس طرح اس کے پیچھے پیچھے کنارے کنارے جاؤ کہ کسی کو خیال بھی نہ گزرے۔ یہ قول تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد صرف ختم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی ہوئے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ”عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے سب سے زیادہ قریب میں ہوں اس لیے کہ مجھ میں اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں گزرا۔“ ② پس اگر محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا یہ قول کہ آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی سگی بہن تھیں ٹھیک ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ آپ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام سے بھی پہلے تھے کیونکہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت ﴿الَّذِينَ آمَنُوا مِن بَنِي إِسْرَءِيلَ مِن بَعْدِ مُوسَى﴾ ③ ان آیتوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور آپ کا جالوت کو قتل کرنا بیان ہوا ہے۔ اور لفظ موجود ہیں کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ انہیں جو غلطی لگی ہے اس کی وجہ تو رات کی وہ عبارت ہے جس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے دریا سے پار ہو گئے اور فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب مرا اس وقت مریم بنت عمران نے جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بہن تھیں دف پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ترانے بلند کئے آپ کے ساتھ اور عورتیں بھی تھیں۔ اس عبارت سے قرظی رحمہ اللہ نے سمجھ لیا کہ یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام بھی مریم ہو۔ (لیکن یہ کہ یہی مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ محض ناممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں کا نام ایک ہو ایک نام پر دوسرے نام رکھے جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں تو عادت تھی کہ وہ اپنے نبیوں و ولیوں کے نام پر اپنے نام رکھتے تھے۔

مسند احمد میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران بھیجا۔ وہاں مجھ سے بعض نصرانیوں نے پوچھا کہ تم ﴿يَا نُحْتَ هَارُونَ﴾ پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام تو عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ مجھے سے تو کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب میں مدینہ واپس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم نے انہیں اسی وقت کیوں نہ جواب دیا کہ وہ لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولادوں کے نام برابر رکھتے تھے۔“ ④ صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ یہ ہارون موسیٰ علیہما السلام کے بھائی

① الطبری، ۱۸/۱۸۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مَرِيَمَ

إِذَا تَبَيَّنَتْ مِنْ أَهْلِهَا.....﴾ ۳: ۴۴۲، صحیح مسلم، ۲۳۶۵: ۱، احمد، ۴۶۳/۲، ابن حبان، ۶۱۹۵۔ ③ البقرة: ۲۴۶۔

④ صحیح مسلم، کتاب الاداب، باب النهی عن التکنی بابی القاسم..... ۲۱۳۵، ترمذی ۳۱۵۵، السنن الکبریٰ ۱۱۳۱۵، احمد، ۴/۲۵۲۔

ہارون نہیں۔ اس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا تو آپ نے کہا کہ اگر تم نے رسول اللہ سے کچھ سنا ہو تو ہمیں منظور ہے ورنہ تاریخی طور پر تو ان کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔ اس تاریخ میں ہمیں قدرے تامل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت مریم علیہا السلام کا گھرانہ اوپر سے ہی نیک صالح اور دیندار تھا اور یہ دینداری برابر گویا وراثت چلی آ رہی تھی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض گھرانے اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک سب بد ہی بد۔ یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور پر چلن ہو گیا تھا۔ یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ نکلا ہے تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں بول کر گواہی دی: الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہو گئی؟ تم تو نیک کوکھ کی بچی ہو۔ ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانہ پاک پھر تم نے یہ کیا حرکت کی؟ قوم کی یہ کڑوی کسلی باتیں سن کر آپ نے حسب فرمان اپنے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھ لو۔ ان لوگوں کو تاؤ پر تاؤ آیا کہ دیکھو کیسا ڈھٹائی کا جواب دیتی ہے گویا ہمیں پاگل بنا رہی ہے۔ بھلا گود کے بچے سے ہم کیا پوچھیں گے اور وہ ہمیں کیا بتائے گا؟ اتنے میں بن بلائے آپ بول اٹھے کہ کوکھ! میں اللہ تعالیٰ کا ایک غلام ہوں۔ سب سے پہلا کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی ہے اللہ تعالیٰ کی تازیہ اور تعظیم بیان کی اور اپنی غلامی اور بندگی کا اعلان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو اولاد سے پاک بتلایا بلکہ ثابت کر دیا کیونکہ اولاد غلام نہیں ہوتی۔ پھر اپنی نبوت کا اظہار کیا کہ مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے اپنا نبی بنایا ہے۔ اس میں اپنی والدہ کی براءت بیان کی بلکہ دلیل بھی دیدی کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ رب نے مجھے اپنی کتاب بھی عنایت فرمادی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب لوگ آپ کی والدہ ماجدہ سے باتیں بنا رہے تھے آپ اس وقت دودھ پی رہے تھے جسے چھوڑ کر بائیں کروٹ سے ہو کر انکی طرف توجہ فرما کر یہ جواب دیا۔ کہتے ہیں کہ اس قول کے وقت آپ کی انگلی اٹھی ہوئی تھی اور ہاتھ مونڈھے تک اونچا تھا۔ عکرمہ رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں مجھے کتاب دی اس کا مطلب یہ ہے کہ دینے کا ارادہ ہو چکا ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسی وقت آپ کو یاد تھی سب سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ لیکن اس قول کی سند ٹھیک نہیں۔ میں جہاں بھی ہوں لوگوں کو بھلائی سکھانے والا انہیں نفع پہنچانے والا ہوں۔ ① ایک عالم اپنے سے بڑے عالم سے ملے اور دریافت کیا کہ مجھے اپنے کس عمل کے اعلان کی اجازت ہے؟ فرمایا بھلی بات کہنے اور بری بات کے روکنے کی اس لیے کہ یہی اصل دین ہے اور یہی انبیاء اللہ کا ورثہ ہے۔ یہی کام ان کے سپرد ہوتا رہا۔ پس اجماعی مسئلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس عام برکت سے مراد بھلائی کا حکم اور برائی سے روکنا ہے۔ جہاں بیٹھتے اٹھتے آتے جاتے یہ شغل برابر جاری رہتا ② کبھی اللہ کی باتیں پہنچانے سے نہ رکھتے۔ فرماتے ہیں مجھے حکم ملا ہے کہ زندگی بھر تک نماز و زکوٰۃ کا پابند رہوں۔ یہی حکم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ ارشاد ہے ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَسْتَبِيكَ الْيَقِينُ ۝﴾ ③ مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ اس نے مجھ پر یہ دونوں کام میری زندگی کے آخری لمحے تک لکھ دیئے ہیں۔

(اس سے تقدیر کا ثبوت اور مکرین تقدیر کی تردید بھی ہو جاتی ہے) رب کی اطاعت کے اس حکم کے ساتھ ہی مجھے اپنی والدہ کی خدمت گزاری کا بھی حکم ملا ہے۔ عموماً قرآن میں یہ دونوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ ④ اور آیت ﴿إِنِ اشْكُرْتُمْ لِي وَلِوَالِدَيْكُمْ﴾ ⑤ میں۔ اس نے مجھے گردن کش =

ذٰلِكَ عِيسٰی ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ
یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۚ سُبْحٰنَہٗ ؕ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فِیْکُوْنُ ۚ وَاِنَّ
اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ فَاعْبُدُوْہٗ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ
مِنْ بَیْنِہُمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْہَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝

ترجمہ: یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک شبہ میں مبتلا ہیں۔ [۳۳] اولاد اللہ تعالیٰ کے لائق ہی نہیں
وہ تو بالکل پاک ذات ہے وہ تو جب کسی کام کے سرانجام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ [۳۵] میرا اور
تم سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کیا کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ [۳۶] پھر یہ فرمتے آجس میں اختلاف
کرنے لگے پس کافروں کے لیے ویل ہے اس بڑے دن کے آجانے سے۔ [۳۷]

= نہیں بنایا کہ میں اس کی عبادت سے یا والدہ کی اطاعت سے سرکشی اور تکبر کروں اور بد بخت بن جاؤں۔ کہتے ہیں کہ جبار شقی
وہ ہے جو غصے میں آ کر خوریزی کرے۔ فرماتے ہیں ماں باپ کا نافرمان وہی ہوتا ہے جو بد بخت اور گردن کش ہو۔ بد خلق وہی
ہوتا ہے جو اکڑنے والا اور بننے والا ہو۔

مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے معجزوں کو دیکھ کر ایک عورت تعجب سے کہنے لگی مبارک ہے وہ بیٹ جس میں تو نے پرورش پائی اور
مبارک ہے وہ سینہ جس نے تجھے دودھ پلایا۔ آپ نے جواب دیا مبارک ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی پھر تابعداری کی
اور سرکش اور بد بخت نہ بنا۔ پھر فرماتے ہیں میری پیدائش کی موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے دن میں مجھ پر سلامتی ہے۔ اس سے
بھی آپ کی عبودیت اور منجملہ مخلوق کے ایک مخلوق اللہ ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آپ مثل انسانوں کے عدم سے وجود میں آئے پھر موت
کا مزہ بھی چکھیں گے پھر قیامت کے دن دوبارہ انھیں گے بھی۔ لیکن ہاں یہ تینوں موقعے خوب سخت اور کنکھن ہیں۔ آپ پر آسان اور
سہل ہوں گے نہ کوئی گھبراہٹ ہوگی نہ پریشانی بلکہ امن چین اور سرسرا سلا متی ہی سلامتی۔ صَلَوَةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْہِ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل واقعہ: [آیت: ۳۳-۳۷] اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جن لوگوں کا اختلاف تھا ان میں جو بات صحیح تھی وہ اتنی ہی تھی جتنی ہم نے بیان فرمادی۔ قول کی دوسری قراءت
قول بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ﴿قَالَ الْحَقُّ﴾ ہے۔ ① قول کا رافع زیادہ ظاہر ہے۔ جیسے ﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ﴾ ②
الخ میں یہ بیان فرما کر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور اس کے بندے پھر اپنے نفس کی پاکیزگی بیان فرماتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی شان سے گری ہوئی بات ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ یہ جاہل ظالم جو افواہیں اڑا رہے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ پاک اور دور ہے۔ وہ
جس کام کو کرنا چاہتا ہے اسے سامان اسباب کی ضرورت نہیں پڑتی۔ فرمادیتا ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ کام اسی طرح ہو جاتا ہے ادھر حکم
ہوا ادھر چیز تیار موجود ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقْنٰہُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ
فَکُوْنُ ۝﴾ ③ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال رب تعالیٰ کے نزدیک مثل آدم کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جا اسی وقت وہ

ہو گیا یہ بالکل سچ ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا اس میں کسی قسم کا شک نہ کرنا چاہئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تم سب انہی کی عبادت کرتے رہو۔ سیدھی راہ جسے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آیا ہوں یہی ہے اسکی تابعداری کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کا خلاف کرنے والا گمراہی پر ہے۔ یہ فرمان بھی آپ کا ماں کی گود سے ہی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک بہترین رسول پر بدترین تہمت رکھی اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے کہنے لگے کہ یہ تو خود اللہ تعالیٰ ہے یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ کسی نے کہا یہ اللہ کا لڑکا ہے۔ کسی نے کہا تین معبودوں میں سے ایک ہے۔ ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ قول صحیح ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہی ہے اور یہی تعلیم باری تعالیٰ کی ہے۔

کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا مجمع جمع ہوا اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھاننے۔ ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں مختلف ہوئے۔ ایک تو کہنے لگا یہ خود اللہ تھا۔ جب تک اس نے چا ہا زمین پر رہا جسے چاہا جلا یا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا۔ اس گروہ کو یعیقوبیہ کہتے ہیں۔ لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا! اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے بیٹے تھے۔ اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جو رہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے۔ پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو! اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں۔ ایک تو اللہ جو معبود ہیں۔ دوسرے یہی معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصاریٰ انہوں کے بادشاہ تھے علیہم لعائن اللہ۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے اللہ ہی کا کلمہ تھے اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے۔ ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب جوت اچھلا۔ چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دالبایا انہیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔

عیسائیوں نے دین عیسیٰ بدل دیا: اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین باریسائیوں کو جمع کیا۔ آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علما جمع ہوئے تھے لیکن یہ سب آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف الحیال تھے۔ سو (۱۰۰) کچھ کہتے تھے تو ستر (۷۰) اور ہی کچھ کہتے تھے۔ پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے ساتھ ساتھ کچھ اور ہی تھا۔ ہر ایک کا خیال دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو ساٹھ کی تھی۔ بادشاہ نے اس طرف کثرت دیکھ کر کثرت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرف داری کی جائے۔ پس اس کی پالیسی نے اسی طرف متوجہ کر دیا اور اس نے باقی سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لیے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو دراصل سب سے زیادہ پاجیانہ خیانت ہے۔ اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علما سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں ان میں داخل کر لیا۔ بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو نسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کر لیا اور اسے لوگوں میں قانوناً رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب چاروں طرف کیسے گرے اور عبادت خانے بنوائے اور وہاں ان علما کو بٹھانے =

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصُرْ لَا يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٩﴾
اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: کیا خوب دیکھنے سننے والے ہوں گے اس دن جب کہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے لیکن آج تو یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں [۳۸] تو انہیں اس رنج و افسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا۔ اور یہ لوگ غفلت اور بے ایمانی میں ہی رہ جائیں گے۔ [۳۹] خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ ہماری طرف لوٹا کر لائے جائیں گے۔ [۴۰]

= اور ان کے ذریعے سے اس اپنی نو پیدا سمیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں جزیرہ میں روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے۔ اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے۔ حالانکہ ان کا یہ قول غلط ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب آسمان پر اٹھالیا ہے یہ ہے عیسائی مذہب اختلاف کی ہلکی سی مثال۔
ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھیں اسکی اولادیں اور شریک و ساجھی ثابت کریں گو وہ دنیا میں مہلت پالیں لیکن اس عظیم الشان دن ان کی ہلاکت انہیں ہر چہاں طرف سے گھیر لے گی اور برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو جلدی عذاب نہ کرے لیکن بالکل چھوڑتا بھی نہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے لیکن جب اسکی پکڑ نازل ہوتی ہے تو پھر کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی“ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے آیت قرآن ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ ① تلاوت فرمائی یعنی تیرے رب کی پکڑ کا طریقہ ایسا ہی ہے۔ جب وہ کسی ظلم سے آلودہ ہستی کو پکڑتا ہے یقیناً مانو کہ اس کی پکڑ نہایت المناک اور بہت سخت ہے۔ ②

بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ”ناپسندیدہ باتوں کو سن کر صبر کرنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد بتاتے ہیں اور وہ انہیں روزیاں دے رہا ہے اور عافیت بھی۔“ ③ خود قرآن فرماتا ہے ﴿وَكَايِنِ مِنْ قُرْبَى أَمَلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ نَمُ أَخْذُهَا وَآلَى الْمَصِيرِ﴾ ④ بہت سی بستیوں والے وہ ہیں جن کے ظالم ہونے کے باوجود میں نے انہیں ڈھیل دی پھر پکڑ لیا۔ آخر لوٹنا تو میری ہی جانب ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ظالم لوگ اپنے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو غافل نہ سمجھیں۔ انہیں جو مہلت ہے وہ اس دن تک ہے جس دن آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی۔ ⑤

یہی فرمان یہاں بھی ہے کہ ان پر اس بہت بڑے دن کی حاضری نہایت سخت و دشوار ہوگی۔ صحیح حدیث میں ہے ”جو شخص اس

① ۱۱/ہود: ۱۰۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب قوله ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ③ صحیح مسلم ۴۶۸۶؛ ترمذی ۳۱۱۰؛ ابن ماجہ ۴۰۱۸؛ ابن حبان ۵۱۷۵؛ بیہقی ۹۴/۶۔

④ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الصبر فی الاذى ۶۰۹۹؛ صحیح مسلم ۲۸۰۴؛ الأسماء والصفات للبیہقی ۱۰۶۴۔ ⑤ ۲۲/الحج: ۴۸۔ ⑤ ۱۴/ابراہیم: ۴۲۔

بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہی ہے وہی معبود برحق ہے اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت حق اور دوزخ حق ہے اس کے خواہ کیسے ہی اعمال ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں پہنچائے گا۔“ ①

ظالم روز قیامت سب کچھ دیکھ لیں گے: [آیت: ۳۸-۴۰] ارشاد ہے کہ گو آج دنیا میں یہ کفار آنکھیں بند کیے ہوئے اور کانوں میں کاک لگائے ہوئے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں خوب روشن ہو جائیں گی اور کان بھی خوب کھل جائیں گے جیسے فرمان اللہ تعالیٰ ہے ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا﴾ ② کاش کہ تو دیکھتا جب یہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے شرمسار سرنگوں کھڑے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھا سنا۔

پس اس دن نہ دیکھنا کام آئے نہ سننا نہ حسرت و افسوس کرنا نہ دوا یلا کرنا۔ اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں سے دنیا میں کام لے کر دین اللہ کو مان لیتے تو آج انہیں حسرت و افسوس نہ کرنا پڑتا۔ اس دن آنکھیں کھولیں گے اور آج اندھے بہرے بنے پھرتے ہیں نہ ہدایت کو طلب کرتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ بھلی باتیں سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ مخلوق کو اس حسرت والے دن سے خبردار کر دیجئے جبکہ تمام کام فیصل کر دیئے جائیں گے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اس حسرت و ندامت کے دن سے یہ آج غافل ہو رہے ہیں بلکہ ایمان و یقین بھی نہیں رکھتے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ایک بھیڑ کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اہل جنت سے پوچھا جائے گا کہ اسے جانتے ہو؟ وہ دیکھ کر کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے۔ دوزخیوں سے بھی یہی سوال ہوگا اور وہ بھی یہی جواب دیں گے اب حکم ہوگا اور موت کو ذبح کر دیا جائے گا اور ندا کر دی جائے گی کہ اے اہل جنت تمہارے لیے بیٹھکی ہے موت نہیں اور اے اہل جہنم تمہارے لیے بھی بیٹھکی ہے اور موت نہیں۔“ پھر حضور ﷺ نے یہی آیت ﴿وَأَنذِرْهُمْ﴾ الخ تلاوت فرمائی اور آپ ﷺ نے اشارہ کیا اور فرمایا ”اہل دنیا غفلت دنیا میں ہیں“ ③ (مسند احمد) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک واقعہ مطول بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے دوزخ اور جنت کے گھر کو دیکھ رہا ہو گا وہ دن ہی حسرت و افسوس کا ہے جہنمی اپنے جنتی گھر کو دیکھ رہا ہوگا اور اس سے کہا جاتا ہوگا کہ اگر تم نیک عمل کرتے تو تمہیں یہ جگہ ملتی وہ حسرت و افسوس کرنے لگیں گے۔ ادھر جنتیوں کو ان کا جہنم کا گھر دکھا کر فرمایا جائے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا احسان تم پر نہ ہوتا تو تم یہاں ہوتے ④ اور روایت میں ہے کہ موت کو ذبح کر کے جب بیٹھکی کی آواز لگادی جائے گی اس وقت جنتی تو اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ بچائے تو مارے خوشی کے مر جائیں اور جہنمی اس قدر رنجیدہ ہو کر چیخیں گے کہ اگر موت ہوتی تو ہلاک ہو جائیں۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے یہ وقت حسرت بھی ہوگا اور کام کے خاتمے کا وقت بھی یہی ہوگا۔ پس یوم الحسرت بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قوله تعالى ﴿يَا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم﴾ ۳۴۳۵؛ صحیح مسلم ۲۸؛ احمد، ۳۱۳/۵۔ ② ۳۲/ السجدة: ۱۲۔ ③ احمد، ۹/۳؛ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة کہیص باب قوله عز وجل ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ ۴۷۳۰؛ صحیح مسلم ۲۸۴۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۰۷۵۔ ④ الطبری، ۳۴۴/۸۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۖ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۖ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۖ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا ۖ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۖ

ترجمہ: اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کر۔ بیشک وہ بڑی راستی والے پیغمبر تھے۔ [۳۱] جب کہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سُنیں نہ دیکھیں؟ نہ آپ کو کچھ بھی فائدہ پہنچا سکیں۔ [۳۲] میرے مہربان باپ آپ دیکھئے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں تو آپ میری ہی ماننے میں بالکل سیدی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔ [۳۳] میرے ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آ جائیں شیطان تو رحم و کرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ [۳۴] ابا جی مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی اللہ کا عذاب نہ آ پڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔ [۳۵]

چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَحْسَرُنِي عَلَى مَا قَرَرْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ﴾ ① الخ پھر بتلایا کہ خالق مالک متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے سب اسی کی ملکیت ہے اور سب کچھ فانی ہے باقی صرف اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ ہی ہے۔ کوئی ملکیت اور تصرف کا سچا دعوے دار بجز اس کے نہیں تمام خلق کا وارث حاکم وہی ہے اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے عبد الحمید بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو کوٹنے میں خط لکھا جس میں لکھا حمد و صلوة کے بعد اللہ نے روز اول سے ہی ساری مخلوق پر نفا لکھ دی ہے۔ سب کو اسکی طرف پہنچنا ہے۔ اس نے اپنی نازل کردہ اس سچی کتاب میں جسے اپنے علم سے محفوظ کئے ہوئے ہے اور جس کی نگہبانی اپنے فرشتوں سے کر رہا ہے لکھ دیا ہے کہ زمین کا اور اس کے اوپر جو ہیں ان کا وارث وہی ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باپ کے ساتھ گفتگو: [آیت: ۴۱-۴۵] مشرکین مکہ جو بت پرست ہیں اور اپنے آپ کو خلیل اللہ کا متبع خیال کرتے ہیں ان کے سامنے اے نبی خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے۔ اس سچے نبی نے اپنے باپ کی بھی پرواہ نہ کی اور اس کے سامنے بھی حق کو واضح کر دیا اور اسے بت پرستی سے روکا۔ صاف کہا کہ کیوں ان بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو جو نہ نفع پہنچا سکیں نہ ضرر۔ فرمایا کہ میں بے شک آپ کا بچہ ہوں۔ لیکن اللہ کا علم جو میرے پاس ہے آپ کے پاس نہیں آپ میری اتباع کیجئے میں آپ کو راہ راست دکھاؤں گا براہیوں سے بچا کر بھلائیوں میں پہنچا دوں گا۔ ابا جی یہ بت پرستی تو شیطان کی تابعداری ہے وہی اس کی راہ سمجھا تھا ہے اور وہی اس سے خوش ہوتا ہے۔ جیسے سورہ یس میں ہے ﴿الْأَمْ أَهْلَكَ الْقُرْآنُ﴾ ② اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے انسانو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور آیت میں ہے ﴿أَنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَّا﴾ ③ =

قَالَ اَرَاغِبْ اَنْتَ عَنْ اِلَهَتِي يَا اِبْرَاهِيْمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُ لَا زُجْمَتَكَ وَاهْجُزْنِي
مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلِّمْ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُكَ رَبِّي ط إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ وَاعْتَرَلَكُمْ
وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَاَدْعُوا رَبِّي عَسَىٰ اَلَّا اَكُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ۝

ترجمہ: اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم کیا تم ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہے ہو؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا جاکا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہے۔ [۳۶] کہا اچھا تم پر سلام ہو۔ میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا۔ وہ مجھ پر حد درجے مہربان ہے [۳۷] میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں صرف اپنے پروردگار کو ہی پکارتا رہوں گا مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں محروم نہ رہوں گا۔ [۳۸]

= یہ لوگ تو عورتوں کو پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑتے ہیں۔ دراصل یہ سرکش شیطان کے پکارنے والے ہیں۔

آپ نے فرمایا شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے مخالف ہے اس کی فرمانبرداری سے تکبر کرنے والا ہے اسی وجہ سے راندہ درگاہ ہوا ہے اگر تو نے بھی اس کی اطاعت کی تو وہ اپنی حالت پر تجھے بھی پہنچا دے گا۔ ابا جان آپ کے اس شرک و عصیان کی وجہ سے مجھے تو خوف ہے کہ کہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب نہ آجائے اور آپ شیطان کے دوست اور اس کے ساتھی نہ بن جائیں اور اللہ کی مدد اور اس کا ساتھ آپ سے چھوٹ نہ جائے۔ دیکھو شیطان خود بے کس بے بس ہے اس کی تابعداری آپ کو بری جگہ پہنچا دے گی۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿قَالَ اللّٰهُ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلَيْكَ اِمَامًا مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمْ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝﴾ ۱ یعنی یہ یقینی اور قسمی بات ہے کہ تجھ سے پہلے کی امتوں کی طرف بھی ہم نے رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کی بد اعمالیاں انہیں مزین کر کے دکھلائیں اور وہی ان کا ساتھی بن گیا لیکن کام کچھ نہ آیا اور قیامت کے دن عذاب الیم میں پھنس گئے۔

باپ کا بے وقوفانہ جواب: [آیت: ۳۶-۳۸] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر انکے باپ نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم! تو میرے معبودوں سے بے نیاز ہے انکی عبادت سے تجھے انکار ہے اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا اور انہیں برا کہتا رہا اور ان کی عیب جوئی اور انہیں گالیاں دینے سے نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کروں گا۔ مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ۔ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جائے ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ مجھ سے تو اب ہمیشہ کے لیے گیا گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ کیونکہ آپ میرے والد ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو نیک و نافع دے اور آپ کے گناہ بخشے۔ مومنوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ جابلوں سے بھڑتے نہیں جیسے کہ قرآن میں ہے کہ ﴿وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝﴾ ۲ جابلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ سلام۔ اور آیت میں ہے لغو باتوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ تم کو سلام ہو ہم جابلوں کے درپے نہیں ہوتے۔ ۳ پھر فرمایا کہ میرا رب میرے ساتھ بہت مہربان ہے اسی کی مہربانی ہے کہ مجھے ایمان و اخلاص کی ہدایت کی۔ مجھے اس سے اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہے۔ اسی وعدے =

فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا هَبْنَاهُ إِلَّا سِحْقًا وَيَعْقُوبُ ط وَكُلًّا
جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

ترجمہ: جب ابراہیم ان سب کو اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کے سب معبودوں کو چھوڑ چکے تو ہم نے انھیں اسحاق و یعقوب عطا فرمائے اور دونوں کو نبی بنا دیا۔ [۳۹] اور ان سب کو ہم نے اپنی بہت سی رحمتیں عطا فرمائیں اور ہم نے ان کے ذکر جمیل کو بلند درجے کا کر دیا۔ [۵۰]

= کے مطابق آپ ان کے لیے بخشش طلب کرتے رہے۔ شام کی ہجرت کے بعد بھی مسجد حرام بنانے کے بعد بھی آپ کے ہاں اولاد ہو جانے کے بعد بھی آپ کہتے رہے کہ اے اللہ! مجھے میرے ماں باپ کو اور تمام ایمان والوں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو۔ آپ ہی کی اقتدا میں پہلے پہلے مسلمان بھی ابتدائے اسلام کے زمانے میں اپنے قرابت از مشرکوں کے لئے طلب بخشش کی دعائیں کرتے رہے۔ آخر آیت نازل ہوئی کہ بے شک ابراہیم قابلِ اتباع ہیں لیکن اس بات میں ان کا فعل اس قابل نہیں۔

اور آیت میں فرمایا ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ ① یعنی نبی کو اور ایمانداروں کو مشرکوں کے لیے استغفار نہ کرنا چاہئے۔ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ استغفار صرف اس بنا پر تھا کہ آپ اپنے والد سے اس کا وعدہ کر چکے تھے لیکن جب آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بری ہو گئے۔ ابراہیم تو بڑے ہی رب دوست اور حلم والے تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں۔ میں صرف رب واحد کا عابد ہوں اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ میں فقط اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا۔ واقعہ بھی یہی ہے۔ یہاں پر لفظ عسیٰ یقین کے معنوں میں ہے اس لیے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بعد سید الانبیاء ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق و یعقوب عطا ہوئے: [آیت: ۳۹-۵۰] خلیل اللہ ماں باپ کو رشتے کنبے کو قوم و ملک کو دین الہی پر قربان کر چکے سب سے یکسو ہو گئے۔ اپنی براءت اور علیحدگی کا اعلان کر دیا تو اللہ نے ان کی نسل جاری کر دی۔ آپ کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام ہوئے اور حضرت اسحق علیہ السلام کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام ہوئے جیسے فرمان ہے ﴿وَيَعْقُوبُ نَافِلَةٌ﴾ ② اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَقَ يَعْقُوبُ ۝﴾ ③ یعنی اسحاق علیہ السلام کے پیچھے یعقوب علیہ السلام۔ پس حضرت اسحق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد تھے۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ﴾ ④ میں صاف لفظ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بچوں سے پوچھا کہ تم سب میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اسی اللہ کی جس کی عبادت آپ کرتے رہے اور آپ کے والد ابراہیم، اسعیل اور اسحاق علیہ السلام۔

پس یہاں مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی نسل جاری رکھی بنا دیا بیٹے کے ہاں بنا دیا اور دونوں کو نبی بنا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد آپ کے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام بھی نبی بنائے گئے تھے۔ ان کا ذکر یہاں نہیں کیا۔ اس لئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کے وقت خلیل الرحمن زندہ نہ تھے۔ یہ دونوں نبوتیں یعنی حضرت اسحاق و یعقوب علیہ السلام کی نبوت آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے تھی۔ اس لئے اس احسان کا ذکر بیان فرمایا رسول اللہ ﷺ سے جب =

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ اِذْ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ

جَانِبِ الطُّورِ الْاَيْسَرِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا اَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ۝

ترجمہ: اس قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی کر جو چنا ہوا اور رسول اور نبی تھا۔ [۵۱] ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور راز گوئی کرتے ہوئے ہم نے اسے قریب کر لیا۔ [۵۲] اور اپنی خاص مہربانی سے اسکے بھائی کو نبی بنا کر عطا فرمایا۔ [۵۳]

سوال ہوا کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یوسف نبی اللہ ابن یعقوب نبی اللہ ابن اسحاق نبی اللہ ابن ابراہیم نبی اللہ و خلیل اللہ۔“ ① اور حدیث میں ہے کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ② ہم نے انھیں اپنی بہت ساری رحمتیں دیں اور ان کا ذکر خیر اور ثناء جمیل کو دنیا میں ان کے بعد بلندی کے ساتھ باقی رکھا۔ یہاں تک کہ ہر مذہب والے ان کے گن گاتے ہیں۔ فَصَلَوُا لِلّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: [آیت: ۵۱-۵۳] اپنے خلیل کا بیان فرما کر اب اپنے حکیم علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے ﴿مُخْلَصًا﴾ کی دوسری قراءت (مُخْلِصًا) بھی ہے یعنی وہ باخلاص عبادت کرنے والے تھے۔ مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے روح اللہ! ہمیں بتلائیے کہ مخلص شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص اللہ کے لئے عمل کرے اسے اس بات کی چاہت نہ ہو کہ لوگ میری تعریفیں کریں“ دوسری قراءت میں ﴿مُخْلَصًا﴾ ہے یعنی اللہ کے چیدہ اور برگزیدہ بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جیسے فرمان باری ہے ﴿اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُکَ عَلٰی النَّاسِ﴾ ③ آپ ﷺ اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ پانچ بڑے بڑے جلیل القدر اولوالعزم رسولوں میں سے ایک آپ ہیں یعنی نوحؑ ابراہیمؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم وَاٰخِرُ سَابِقِ الْاَنْبِیَآءِ اَجْمَعِیْنَ۔ ہم نے انھیں مبارک پہاڑوں کی دائیں جانب سے آواز دی اور سرگوشی کرتے ہوئے اپنے قریب کر لیا۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آپ ﷺ آگ کی تلاش میں طور کی طرف یہاں آگ دیکھ کر بڑھے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں اس قدر قریب ہو گئے کہ قلم کی آواز سننے لگے۔ ④ مراد اس سے تورات لکھنے کی قلم ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں آسمان میں کئے اور کلام باری تعالیٰ سے شرف ہوئے۔ کہتے ہیں انہی باتوں میں یہ فرمان بھی ہے کہ اے موسیٰ! جبکہ میں تیرے دل کو شکر گزار اور تیری زبان کو اپنا ذکر کرنے والی بنا دوں اور تجھے ایسی بیوی دوں جو نیکی کے کاموں میں تیری معاون ہو تو سمجھ لے کہ میں نے تجھ سے کوئی بھلائی اٹھا نہیں رکھی۔ اور جسے میں یہ چیزیں نہ دوں سمجھ لے کہ اسے کوئی بھلائی نہیں ملی۔ ان پر ایک مہربانی ہم نے یہ بھی کی کہ ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر ان کی امداد کے لیے ان کے ساتھ کر دیا۔ جیسے کہ آپ کی چاہت اور دعا تھی۔ فرمایا تھا ﴿وَ اٰخِیْ هَارُوْنُ هُوَ اَفْضَحُ مِیْنِیْ لِسَانًا فَاَرْسَلْہُ مَعِیْ﴾ ⑤ اور آیت میں ہے۔

﴿قَدْ اَوْتِیْتَ سُلُوْکَ یٰمُوْسٰی ۝﴾ ⑥ موسیٰ تیرا سوال ہم نے پورا کر دیا۔ آپ کی دعا کے لفظ یہ بھی وارد ہیں ﴿فَاَرْسَلْہُ اِلَیْ

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اَخُوْہٖ اٰیٰتٍ لِّلنَّاسِیْنَ.....﴾ ۳۲۸۳؛ صحیح مسلم ۲۳۷۸؛ احمد، ۲/۲۵۷؛ الطیالسی ۱۷۱؛ مسند حمیدی ۱۰۴۵؛ ابن حبان ۹۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اَخُوْہٖ اٰیٰتٍ لِّلنَّاسِیْنَ﴾ ۳۳۹۰؛ احمد، ۲/۹۶؛ شرح السنۃ ۳۵۴۷۔ ③ ۷/الاعراف: ۱۴۴۔ ④ حاکم، ۲/۳۷۳۔ ⑤ ۲۸/القصص: ۳۴۔ ⑥ ۲۰/طہ: ۳۶۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ ۝ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ۝

ترجمہ: اس کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر بھی بیان کر وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی [۵۴] وہ اپنے گھر والوں کو برابر نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا رہتا تھا اور تھا بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول۔ [۵۵]

== ہارونی ۱ الخ ہارون کو بھی رسول بنا الخ۔ کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ بہتر دعا اور اس سے بڑھ کر شفاعت کسی نے کسی کی دنیا میں نہیں کی۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے صَلَوةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمَا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام وعدہ کے پکے تھے: [آیت: ۵۳-۵۵] حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر بیان ہو رہا ہے۔ آپ سارے حجاز کے باپ ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے نام کی مانتے تھے جو عبادت کرنے کا ارادہ کرتے تھے پوری ہی کرتے تھے ہر حق ادا کرتے تھے۔ ہر وعدے کی وفا کرتے تھے۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ آپ کو ملوں گا وہاں آپ آ جانا حسب وعدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں گئے لیکن وہ شخص نہیں آیا تھا۔ آپ اس کے انتظار میں وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ایک دن رات پورا گزر گیا۔ اب اس شخص کو یاد آیا۔ اس نے آن کر دیکھا کہ آپ وہیں انتظار میں ہیں۔ پوچھا کہ کیا آپ کل سے یہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب وعدہ ہو چکا تھا تو پھر میں آپ کے آئے بغیر کیسے ہٹ سکتا تھا۔ اس نے معذرت کی کہ میں بالکل بھول گیا تھا۔ سفیان ثوری کہتے ہیں یہیں انتظار میں ہی آپ کو ایک سال کامل گزر چکا تھا۔

ابن شاذب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہیں مکان کر لیا تھا۔ عبداللہ بن ابوالخمساء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کچھ تجارتی لین دین کیا تھا میں چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ کہ آپ یہیں ٹھہریے میں ابھی واپس آتا ہوں۔ پھر مجھے خیال ہی نہ رہا وہ دن گزرا وہ رات گزری دوسرا دن بھی گزرا تیسرے دن مجھے خیال آیا تو دیکھا آپ وہیں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ میں آج تین دن سے یہیں تمہارا انتظار کرتا رہا“ (خرائلی)

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس وعدے کا ذکر ہے جو آپ نے بوقت ذبح کیا تھا کہ باجی! آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ چنانچہ فی الواقع آپ نے وعدے کی وفا کی اور صبر و سہار سے کام لیا۔ وعدے کی وفائیک کام ہے اور وعدہ خلافی بہت بری چیز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ایمان والو! وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات نہایت ہی غضبناکی کی ہے کہ تم وہ کہو جو نہ کرو۔ ۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت ۴ ان آفتوں سے مومن الگ تھلگ ہوتے ہیں۔“ یہی وعدے کی سچائی حضرت اسماعیل علیہ السلام میں تھی اور یہی پاک صفت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تھی۔ کبھی کسی سے وعدے کا خلاف آپ نے نہیں کیا۔

آپ نے ایک مرتبہ ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اس نے مجھ سے جو بات کی سچی کی اور جو وعدہ“

① ۲۶ / الشعراء: ۱۳۔ ② ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی العدة ۹۹۶ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالکریم بن عبد اللہ الحقلی مجہول راوی ہے (التقریب، ۱/ ۵۱۵، رقم: ۱۲۸۱)

③ ۶۱ / الصف: ۲-۳۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق ۳۳؛ صحیح مسلم ۵۹۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيسَۙ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّاۙ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّاۙ

ترجمہ: اس کتاب میں اور ایس کا بھی ذکر کروہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا۔ [۵۶] ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ [۵۷]

اس نے مجھ سے کیا پورا کیا۔ ① حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تحت خلافت نبوی پر قدم رکھتے ہی اعلان کر دیا کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ کیا ہو میں اس کے پورا کرنے کے لیے تیار ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کا قرض ہو میں اس کی ادائیگی کے لیے موجود ہوں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ ”اگر بحرین کا مال آیا تو میں تجھے تین لپس بھر کر دوں گا۔“ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جب بحرین کا مال آیا تو آپ نے حضرت جابر کو بلوا کر فرمایا لو لپ بھرو۔ آپ کی لپ میں پانچ سو درہم آئے۔ حکم دیا کہ تین لپوں کے پندرہ سو درہم لے لو۔ ② پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کا رسول و نبی ہونا بیان فرمایا۔ حالانکہ حضرت اسحق علیہ السلام کا صرف نبی ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کی فضیلت اپنے بھائی پر ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ”اولاد ابراہیم میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند فرمایا۔“ ③ پھر آپ کی مزید تعریف بیان ہو رہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صابر تھے اور اپنے گھرانے کو بھی یہی حکم فرماتے رہتے تھے۔ یہی فرمان اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ① اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کرنا رہ اور خود بھی اس پر مضبوطی سے عامل رہ۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ ② اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو اس آگ سے بچا لو جس کا اندھن انسان ہیں اور پتھر جہاں عذاب کرنے والے فرشتے رحم سے خالی زور دار اور بڑے سخت ہیں۔ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا وہ خلاف کریں۔ بلکہ جو ان سے کہا گیا کہ اسی کی تابعداری میں مشغول ہیں۔ پس مسلمانوں کو حکم الہی ہو رہا ہے کہ اپنے گھریار کو اللہ تعالیٰ کی باتوں کی ہدایت کرتے رہیں گناہوں سے روکتے رہیں یونہی بے تعلیم نہ چھوڑیں کہ وہ جہنم کا لقمہ بن جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اس مرد پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو جو رات تہجد پڑھنے کے لیے اپنے بستر سے اٹھتا ہے پھر اپنی بیوی کو اٹھاتا ہے۔ اور اگر وہ نہیں اٹھتی تو اس کے منہ پر پانی چھڑک کر اسے نیند سے بیدار کرتا ہے۔ اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتی ہے پھر اپنے میاں کو جگاتی ہے اور وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا ڈالتی ہے“ ③ (ابوداؤد و ابن ماجہ)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”جب انسان رات کو جاگے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اور دونوں دو رکعت بھی =

① صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاه وسيفه وقدحه وخاتمه..... ۳۱۱۰

صحیح مسلم ۲۴۴۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عمان والبحرين ۴۳۸۳؛ صحیح مسلم ۲۳۱۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتسليم الحجر عليه قبل النبوة ۲۲۷۶؛ ترمذی ۳۶۰۵؛

احمد، ۱۰۷/۴؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۴۸۵؛ دلائل النبوة، ۱/۱۶۶۔ ④ ۲۰/ طہ: ۱۳۲۔ ⑤ ۶۶/ التحریم: ۶۔

⑥ ابوداؤد، کتاب الوتر، باب الحث علی قیام اللیل ۱۴۵۰ وهو حسن؛ نسائی ۱۶۱۱؛ ابن ماجہ ۱۳۳۶؛ احمد، ۲/۲۵۰؛

ابن حبان ۲۵۶۷؛ حاکم، ۳۰۹/۱۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا

مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَءِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَىٰ

عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۝

ترجمہ: یہی ہیں وہ انبیاء جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کیا جو اولاد آدم میں سے ہیں اور ان لوگوں کی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں چڑھالیا تھا اور اولاد ابراہیم و یعقوب علیہ السلام سے اور ہماری طرف سے راہ یافتہ اور ہمارے پسندیدہ لوگوں میں سے۔ ان کے سامنے جب رب رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تھی یہ سجدہ کرتے اور روتے گڑ گڑاتے گر پڑتے تھے۔ [۵۸]

= نماز کی ادا کر لیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مردوں عورتوں میں دونوں کے نام لکھ لیے جاتے ہیں۔“ ① (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ادریس علیہ السلام کے بلند مرتبہ کا ذکر: [آیت ۵۶-۵۷] حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ آپ سچے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے۔ آپ کو ہم نے بلند مکان پر اٹھالیا۔ صحیح حدیث کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ چوتھے آسمان میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام ابن جریر نے ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ کل اولاد آدم کے اعمال کے برابر صرف تیرے نیک اعمال میں اپنی طرف ہر روز چڑھاتا ہوں۔ اس پر آپ کو خیال آیا کہ آپ عمل میں اور سبقت کریں۔ جب آپ کے پاس آپ کا دوست فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے ذکر کیا کہ میرے پاس یوں وحی آئی ہے اب تم ملک الموت سے کہو کہ وہ میری موت میں تاخیر کریں تو میں نیک اعمال میں اور بڑھ جاؤں۔ اس فرشتے نے آپ کو اپنے پروں پر بٹھا کر آسمان پر چڑھا دیا۔ جب چوتھے آسمان پر آپ پہنچے تو ملک الموت کو دیکھا۔ فرشتے نے آپ سے حضرت ادریس علیہ السلام کی بابت سفارش کی تو ملک الموت نے فرمایا وہ کہاں ہیں؟ اس نے کہا یہ ہیں میرے بازو پر بیٹھے ہوئے آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مجھے ابھی حکم ہوا کہ ادریس کی روح چوتھے آسمان پر قبض کر۔ میں فکر مند تھا کہ وہ زمین پر اور مجھے یہاں اس آسمان پر اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ چنانچہ اسی وقت ان کی روح قبض کر لی گئی۔ یہ ہیں اس آیت کے معنی۔

لیکن یہ یاد رہے کہ کعب کا یہ بیان اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کے بعض میں نکارت ہے وَاَللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہی روایت اور سند سے ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بذریعہ اس فرشتہ کے پچھوایا تھا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اور روایت میں ہے کہ فرشتہ کے اس سوال پر ملک الموت نے جواب دیا کہ میں دیکھ لوں۔ دیکھ کر فرمایا صرف ایک آنکھ کی پلک کے برابر۔ اب جو فرشتہ اپنے پر تلے دیکھتا ہے تو حضرت ادریس علیہ السلام کی روح پرواز ہو چکی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ درزی تھے۔ سوئی کے ایک ایک ٹانکے پر سبحان اللہ کہتے۔ شام کو ان سے زیادہ نیک عمل آسمان پر کسی کے نہ چڑھتے۔ مجاہد تو کہتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں پر چڑھا لیے گئے آپ مرے نہیں ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بے موت اٹھا لیے گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت عوفی مروی

① ابو داؤد، کتاب النطوع، باب قیام اللیل ۱۳۰۹، مسندہ ضعیف سفیان اور غمش مدلس راوی ہیں اور سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ابن ماجہ ۱۳۳۵، السنن الکبریٰ ۱۳۱۰، ابن حبان ۲۵۶۸، بیہقی، ۲/۵۰۱، حاکم، ۱/۳۱۶۔

ہے کہ چھٹے آسمان پر اٹھا لیے گئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔ حسن وغیرہ کہتے ہیں بلند مکان سے مراد جنت ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا تذکرہ: [آیت: ۵۸] فرمان باری تعالیٰ ہے کہ یہ ہے جماعت انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورہ میں ہے یا پہلے گزرا ہے یا بعد میں آئے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ ہیں۔ پس یہاں شخصیت سے جنس کی طرف اسطراد ہے۔ یہ ہیں اولاد آدم سے یعنی حضرت ادریس علیہ السلام اور اولاد سے ان کے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کر دیئے گئے تھے۔ اس سے مراد حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور ذریت ابرہیم سے مراد حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل علیہم السلام ہیں۔ اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ یہی قول ہے حضرت سدی اور ابن جریر کا۔ اسی لیے ان کے نسب جدا گانہ بیان فرمائے گئے۔

انبیاء علیہم السلام کی نسل: گو اولاد آدم میں سب ہیں مگر ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان بزرگوں کی نسل سے نہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھی تھے۔ کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ میں کہتا ہوں بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اوپر کے نسب میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے نبی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی حضور سے یہ کہنا مروی ہے کہ مرحبا ہو نبی صالح اور بھائی صالح کو مرحبا ہو۔ تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح ولد جیسے کہ حضرت ابرہیم اور حضرت آدم علیہم السلام نے کہا تھا۔ مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ لا الہ الا اللہ کے قائل اور معتقد بن جاؤ پھر جو چاہو کرو۔ لیکن انھوں نے اس کا انکار کیا۔ اللہ عز وجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس آیت کو جنس انبیاء کے لیے قرار دیا ہے۔

اس کی دلیل سورہ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس، حضرت اسماعیل، حضرت سح، حضرت یونس علیہم السلام وغیرہ کا ذکر اور تعریف کرنے کے بعد فرمایا ﴿اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰی اللّٰهُ فَبَہِیْضَتِہُمْ اَقْبَدَہُمْ﴾ ① یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو بھی ان کی ہدایت کی اقتدا کر۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں۔ ②

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کیا سورہ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا تمھارے نبی کو ان کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی مقتدا نبیوں میں سے ہیں۔ ③ فرمان ہے کہ ان پیغمبروں کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل و براہین کو سن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان مانتے ہوئے روتے گڑ گڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اسی لیے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علما کا متفق علیہ مسئلہ ہے تاکہ ان پیغمبروں کی اقتدا اور اتباع ہو جائے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو سجدہ کیا۔ پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن ابی حاتم، ابن جریر)

① ۱/ الانعام: ۹۰۔ ② ۴۰/ المؤمن: ۷۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ ص، ۴۸۰۷۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَةَ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَاً ۝۶۰
 إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ۝۶۱

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے سوان کا نقصان ان کے آگے آئے گا۔ [۵۹] بجز ان کے جو توبہ کر لیں اور ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کی ذرا سی بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ [۶۰]

نا اہل جاہلین: [آیت: ۵۹-۶۰] نیک لوگوں کا خصوصاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جو حدود الہی کے محافظ نیک اعمال کے نمونے بدیوں سے بچتے تھے۔ اب برے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان کے بعد کے زمانے والے ایسے ہوئے کہ وہ نمازوں تک سے بے پروا بن گئے۔ اور جب نماز جیسے فریضے کی اہمیت کو بھلا بیٹھے تو ظاہر ہے کہ اور واجبات کی وہ کیا پروا کریں گے؟ کیونکہ نماز تو دین کی بنیاد ہے اور تمام اعمال سے افضل و بہتر ہے۔ یہ لوگ نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔ دنیا کی زندگی پر اطمینان سے رہتے تھے۔ انہیں قیامت کے دن سخت خسارہ ہوگا بڑے گھائے میں رہیں گے۔ نماز کے ضائع کرنے سے مراد یا تو اسے بالکل ہی چھوڑ بیٹھنا ہے۔ اسی لیے امام احمد رحمہ اللہ اور بہت سے سلف و خلف کا مذہب ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے۔ یہی ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

کیونکہ حدیث میں ہے کہ بندے کے اور شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے۔ ① دوسری حدیث میں ہے کہ ہم میں اور ان میں فرق نماز کا ہے جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ ② اس مسئلہ کو وسط سے بیان کرنے کا یہ مقام نہیں۔ یا نماز کے ترک سے مراد نماز کے وقتوں کی صحیح طور پر پابندی کا نہ کرنا ہے، کیونکہ ترک نماز تو کفر ہے۔ ③ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کریم میں نماز کا ذکر بہت زیادہ ہے کہیں نمازوں میں سستی کرنے والوں کے عذاب کا بیان ہے کہیں نماز کی مداومت کا فرمان ہے کہیں محافظت کا۔ آپ نے فرمایا ان سے مراد وقتوں میں سستی نہ کرنا اور وقتوں کی پابندی کرنا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ اس سے مراد نمازوں کا چھوڑ دینا اور نہ چھوڑنا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو کفر ہے۔ ④ حضرت مسروق فرماتے ہیں پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا۔ ان کا ضائع کرنا اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے اور ان کا ضائع کرنا ان کے وقتوں کی پابندی نہ کرنا ہے۔ ⑤ خلیفہ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اس سے مراد سرے سے نماز چھوڑ دینا نہیں بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کر دینا ہے۔ ⑥ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جبکہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے۔ اس وقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھریں گے۔ عطاء بن ابورباح رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہونگے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں ہی اچھل کود کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”یہ ناخلف لوگ ساٹھ سال کے بعد

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة ۸۲؛ ابو داود ۲۶۲۰؛ ترمذی ۲۶۱۸؛

ابن ماجہ ۱۰۷۸؛ احمد، ۳/۳۷۰۔ ② ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلاة ۲۶۲۱؛ وسندہ صحیح؛

نسائی ۴۶۴؛ ابن ماجہ ۱۰۷۹۔ ③ الطبری، ۱۸/۲۱۵۔

④ الطبری، ۱۸/۲۱۶۔ ⑤ ایضاً۔ ⑥ ایضاً۔

ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے۔ پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں۔ مؤمن منافق اور فاجر۔“

راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھیں گے اور فاجر اس سے اپنی شکم بڑی کرے گا۔ ① ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصحاب صفہ کے لیے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد و عورت کو نہ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ ② محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں یہ نٹے پٹنے والے نمازیں چھوڑنے والے شطنخ چوسر وغیرہ کھینچنے والے عشاء کی نمازوں کے وقت سو جانے والے کھانے پینے میں مبالغہ اور تکلف کر کے پیڑ بن کر کھانے والے جماعتوں کو چھوڑنے والے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں۔

ابو اسہب عطاردی فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں۔ جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے ”مجھے اپنی امت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے۔ ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا کے دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مؤمنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔“ ③ ﴿غٰثِیَا﴾ کے معنی خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں۔ ④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿غٰثِی﴾ جہنم کی ایک داوی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں ⑤ والی اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔ ابن جریر میں ہے لقمان بن عامر فرماتے ہیں میں حضرت ابوامامہ صدیق بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنائیے۔ آپ نے فرمایا سنو حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال تک تو جہنم کی تہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہ غی اور اٹام میں پہنچے گا۔ غی اور اٹام جہنم کے نیچے کے دو کنوئیں ہیں جہاں جہنمیوں کا لہو پیپ جمع ہوتا ہے۔“ ﴿غٰثِی﴾ کا ذکر آیت ﴿فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غٰثِیًا﴾ میں ہے اور اٹام کا ذکر آیت ﴿یَلْقٰۤا اَٹَامًا﴾ میں ہے۔ ⑥

① احمد، ۳/۳۸، ۳۹ و سندہ حسن۔

② حاکم، ۲/۲۴۴، و سندہ ضعیف اس کا راوی مالک نامعلوم و مبہول ہے۔ اس کے علاوہ سند میں انقطاع بھی ہے۔

③ احمد، ۴/۱۵۶ و سندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱/۱۸۷۔

④ الطبری، ۱۸/۲۱۸۔ ⑤ ایضاً۔

⑥ طبرانی، ۷۷۳۱، و سندہ ضعیف۔

جَنَّتِ عَدْنُ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۖ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًا ۝
لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًا ۖ تِلْكَ
الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًا ۝

ترجمہ: بیشک! والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ رب مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے بیشک اس کا وعدہ آئے والا ہی ہے [۶۱] وہ لوگ وہاں کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے ان کے لیے وہاں صبح شام ان کا رزق ہوگا [۶۲] یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں سے انہیں بناتے ہیں جو متقی ہوں۔ [۶۳]

اس حدیث کو فرمان رسول سے روایت کرنا منکر ہے اور یہ حدیث سند کی رو سے بھی غریب ہے پھر فرماتا ہے ہاں جو ان کا مول سے توبہ کر لے یعنی نمازوں کی سستی اور خواہش نفسانی کی پیروی چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اس کی عاقبت سنوار دے گا اسے جہنم سے بچا کر جنت میں پہنچائے گا۔ توبہ اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے بے گناہ۔ ① یہ لوگ جو نیکیاں کریں ان کے اجر انھیں ملیں گے۔ کسی ایک نیکی کا ثواب کم نہ ہوگا۔ توبہ سے پہلے کے گناہوں پر کوئی پکڑ نہ ہوگی یہ ہے کہ اس کریم کا اور یہ ہے حلم اس حلیم کا کہ توبہ کے بعد اس گناہ کو بالکل مٹا دیتا ہے توبہ کر دیتا ہے۔ سورہ فرقان میں گناہوں کا ذکر فرما کر ان کی سزاؤں کا بیان کر کے پھر استغنا کیا اور فرمایا کہ اللہ غفور رحیم ہے۔

مؤمن جنتوں کے وارث ہونگے: [آیت: ۶۱-۶۳] جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں بیشک والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے۔ ان جنتوں کو انھوں نے دیکھا نہیں۔ لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انھیں ان پر ایمان و یقین ہے۔ بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آ کر ہی رہیں گے۔ نہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرے نہ وعدے کو بدلے۔ یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے (مَأْتِيًا) کے معنی ﴿آتیاً﴾ کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آئی گیا جیسے کہتے ہیں کہ مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا۔ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے۔ صرف مبارک سلامت کی دھوم ہوگی چو طرف سے اور خصوصاً فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدا میں کان میں گونجتی رہیں گی۔ جیسے سورہ واقعہ میں ہے ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۚ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝﴾ ② وہاں کوئی بے ہودہ اور خلاف طبع سخن نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے یہ استغنا منقطع ہے۔

صبح شام پاک طیب عمدہ خوش ذائقہ روزیاں بلا تکلف و تکلیف بے مشقت و زحمت چلی آئیں گی۔ لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ جنت میں بھی دن رات ہوں گے۔ نہیں بلکہ ان انوار سے ان وقتوں کو جتنی پہچان لیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے روشن اور نورانی ہوں گے نہ وہاں انھیں تھوک آئے گا نہ ناک آئے گی نہ پیشاب پاخانہ۔ ان کے برتن اور فرنیچر سونے کے ہوں گے ان کا =

① ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر التوبة ۲۵۰، وسندہ ضعیف، ابو عبیدہ کا اپنے والد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں ہے۔

وَمَا نَنْتَزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ
وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ
وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا

ترجمہ: ہم بغیر تیرے رب کے حکم کے اتر نہیں سکتے۔ ہمارے آگے پیچھے اور ان کے درمیان کی کل چیزیں اسی کی ملکیت میں ہیں تیرا پروردگار بھولنے والا نہیں [۶۳] آسمانوں کا زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے تو اسی کی بندگی کیا کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام ہم پلہ کوئی اور بھی ہے؟ [۶۵]

== بخور خوشبودار اگر ہو گا ان کے پسینے مشک بو ہوں گے۔ ہر ایک جنتی مرد کی دو بیویاں تو ایسی ہوں گی کہ ان کے پنڈے کی صفائی سے ان کی پنڈلیوں کی ٹٹی کا گودا تک باہر سے نظر آئے۔ ان سب جنتوں میں نہ تو کسی کو کسی سے عداوت ہوگی نہ بغض سب ایک دل ہوں گے۔ کوئی اختلاف یا آپس میں نہ ہوگا۔ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں گزرے گی۔ ① حضور ﷺ فرماتے ہیں ”شہید لوگ اس وقت جنت کی ایک نہر کے کنارے جنت کے دروازے سے پاس سرخ رنگ قبوں میں ہیں۔ صبح شام روزی پہنچائے جاتے ہیں“ ② (مسند) پس صبح شام باعتبار دنیا کے ہے وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے۔ پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشاروں اور حکموں پر ہوگا۔ یہ دروازے بھی اس قدر صاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لیے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لیے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔ چنانچہ ایک غریب منکر حدیث میں ہے کہ صبح شام کا کیا شھیکہ ہے رزق تو بے شمار ہر وقت موجود ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے پاس ان اوقات میں حوریں آئیں گی جن میں ادنیٰ درجے کی وہ ہوں گی جو صرف زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ یہ نعمتوں والی جنتیں انھیں ملیں گی جو ظاہر باطن اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے جو غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے تھے جن کی صفیں ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ③ کے شروع میں بیان ہوئی ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ یہی وارث فردوس بریں ہیں جن کے لیے دوامی طور پر جنت الفردوس اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔ (اے اللہ! ہمیں بھی تو اپنی رحمت کا ملہ سے فردوس بریں میں پہنچا۔ آمین)

فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں اترتے: [آیت ۶۳-۶۵ صحیح بخاری میں ہے آنحضرت رسول مقبول ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا ”آپ جتنا آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟“ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ہے۔ ④ یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کے آنے میں بہت تاخیر ہو گئی جس سے حضور غمگین ہوئے۔ پھر آپ یہ آیت لے کر =

- ① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وانها مخلوقة ۳۲۴۵؛ صحيح مسلم ۲۸۳۴؛ ترمذی ۲۵۳۷؛ احمد ۳۱۶/۱ ابن ماجہ ۷۴۳۶۔ ② احمد، ۲۶۶/۱ وسندہ حسن؛ طبرانی ۱۰۸۲۵؛ ابن حبان ۴۶۵۸؛ حاکم، ۷۴/۲؛ وصححه ووافقه الذهبي، مجمع الزوائد، ۲۹۸/۵۔ ③ ۲۳/ المؤمنون: ۱۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة مریم باب قوله ﴿وَمَا نَنْتَزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ﴾؛ ترمذی ۳۱۵۸۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ إِذَا مَا مِتَّ لَسَوْفَ أُخْرِجُ حَيًّا ۝ وَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا
خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكْ شَيْئًا ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ
لَنَحْضُرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ
عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۝

ترجمہ: انسان کہہ رہا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ [۶۶] کیا یہ انسان اتنا بھی یاد نہیں رکھتا کہ ہم نے اسے پہلے پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ [۶۷] تیرے پروردگار کی قسم ہم انہیں اور شیطانوں کو جمع کر کے ضرور ضرور جہنم کے ارد گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کر دیں گے۔ [۶۸] ہم پھر ہر گروہ سے انہیں الگ نکال کھڑا کریں گے جو رب رحمن سے بہت اکرے اکرے پھرتے تھے۔ [۶۹] ہم انہیں بھی خوب جانتے ہیں جو جہنم کے داخلے کے پورے سزاوار ہیں۔ [۷۰]

= نازل ہوئے۔ ① روایت ہے کہ بارہ دن یا اس سے کچھ کم تک نہیں آئے تھے۔ جب آئے تو حضور ﷺ نے کہا اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟ مشرکین تو کچھ اور ہی اڑانے لگے تھے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ② پس گویا یہ آیت ﴿وَالضُّحٰی﴾ کی آیت جیسی ہے۔ کہتے ہیں کہ چالیس دن تک ملاقات نہ ہوئی تھی۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میرا شوق تو بہت ہی بے چین کئے ہوئے تھا۔“ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا اس سے کسی قدر زیادہ شوق خود مجھے آپ کی ملاقات کا تھا لیکن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا مامور اور پابند ہوں وہاں سے جب بھیجا جاؤں تب ہی آ سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ اسی وقت یہ وحی نازل ہوئی۔ ③ لیکن یہ روایت غریب ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنے میں دیر لگائی۔ پھر جب آئے تو حضور نے رک جانے کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ جب لوگ ناخن نہ کتروائیں انگلیاں اور پوریاں صاف نہ رکھیں مویں پست نہ کرائیں مسواک نہ کریں تو ہم کیسے آ سکتے ہیں؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ④

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”مجلس درست اور ٹھیک ٹھاک کر لو آج وہ فرشتہ آ رہا ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا۔“ ⑤ ہمارے آگے پیچھے کی تمام چیزیں اسی اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ یعنی دنیا و آخرت اور اس کے درمیان کی یعنی دونوں فحوں کے درمیان کی چیزیں بھی اسی کی تملیک کی ہیں۔ آنے والے امور آخرت اور گزر چکے ہوئے امور دنیا اور دنیا آخرت کے درمیان کے امور سب اسی کے قبضے میں ہیں۔ ⑥ تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ اس نے آپ کو اپنی یاد سے فراموش نہیں کیا نہ اس کی یہ صفت ہے ﴿وَالضُّحٰی﴾ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۝ ⑦

قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جبکہ ڈھانپ لے نہ تو تیرا رب تجھ سے دستبردار ہے نہ ناخوش۔

ابن ابی حاتم میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں ”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیا

① الطبری، ۱۸/۲۲۲، وسندہ ضعیف اس کی سند میں عطیہ العوفی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۴/۴۲۲، رقم: ۹۶۸۸)

② الطبری، ۱۸/۲۲۳ اس کی سند میں عطیہ العوفی راوی ہے۔ ③ یہ روایت مرسل ہے۔ ④ یہ روایت بھی مرسل ہے۔

⑤ احمد، ۶/۲۹۶ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۸/۱۷۴ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

⑥ الطبری، ۱۸/۲۲۴۔ ⑦ ۹۳/الضحیٰ: ۱، ۳۔

حرام ہے اور جس سے خاموش رہا وہ عافیت ہے تم اللہ تعالیٰ کی عافیت کو قبول کر لو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا بھولنے والا نہیں۔“ پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا ① آسمان وزمین اور ساری مخلوق کا خالق مالک مدبر متصرف وہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے کسی حکم کو نال سکے تو اسی کی عبادتیں کئے چلا جا اور اسی پر ہمارہ۔ اس کا مثل شبیہ ہمنام ہم پلہ کوئی نہیں۔ وہ بابرکت ہے وہ بلند یوں والا ہے اس کے نام میں تمام خوبیاں ہیں جل جلالہ۔

اللہ کی قسم محشر بپا ہوگا: [آیت: ۶۶-۷۰] بعض منکرین قیامت قیامت کا آنا اپنے نزدیک محال سمجھتے تھے اور موت کے بعد کا جینا ان کے خیال میں ناممکن تھا وہ قیامت کا اور اس دن کی دوسری اور نئے سرے کی زندگی کا حال سن کر سخت تعجب کرتے تھے جیسے قرآن کا فرمان ہے ﴿وَإِنْ تَعَجَّبَ فَعَجَبْ قَوْلُهُمْ﴾ ② یعنی اگر تجھے تعجب ہے تو ان کا یہ قول بھی تعجب سے خالی نہیں کہ کیا ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں گے؟ سورۃ یس میں فرمایا کیا انسان اسے نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ہم سے صاف صاف جھگڑا کرنے لگا اور ہم پر ہی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش کو بھلا کر کہنے لگا کہ ان ہڈیوں کو جو سر مل گئی ہیں کون زندہ کر دے گا؟ تو جواب دے کر انھیں وہ خالق حقیقی زندہ کرے گا جس نے انھیں اول بار پیدا کیا تھا وہ ہر ایک اور ہر طرح کی پیدائش سے پورا باخبر ہے۔ ③ یہاں بھی کافروں کے اسی اعتراض کا ذکر ہے کہ ہم مر کر پھر زندہ ہو کر کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ جواباً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کچھ نہ تھا اور ہم نے اسے پیدا کر دیا۔ شروع پیدائش کا قائل اور دوسری پیدائش کا منکر جب کچھ نہ تھا تب تو اللہ تعالیٰ اسے کچھ کر دینے پر قادر تھا تو اب جبکہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گیا کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں کہ اسے پھر سے پیدا کر دے؟ پس ابتدا آفرینش دلیل ہے دوبارہ کی پیدائش پر۔ جس نے ابتدا کی ہے وہی اعادہ کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے ہمیشہ آسان ہوا کرتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلا رہا ہے اور اسے یہ لائق نہ تھا۔ مجھے ابن آدم ایذا دے رہا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہیں اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے میری ابتدا کی اعادہ نہ کرے گا حالانکہ ظاہر ہے کہ ابتداء بہ نسبت اعادہ کے مشکل ہوتی ہے اور اس کا مجھے ایذا دینا یہ ہے کہ کہتا ہے میری اولاد ہے حالانکہ میں احد ہوں صمد ہوں نہ میرے ماں باپ نہ اولاد نہ میری جنس کا کوئی“ ④ مجھے اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان سب کو جمع کروں گا اور جن جن شیطانوں کی یہ لوگ میرے سوا عبادت کرتے تھے انھیں بھی جمع کروں گا پھر انھیں جہنم کے سامنے لاؤں گا جہاں گھنٹوں گر پڑیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَسَوْى كُلُّ أُمَّةٍ جَانِيَةً﴾ ⑤ ہر امت کو تو دیکھے گا کہ گھنٹوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ ⑥

ایک قول یہ بھی ہے کہ قیام کی حالت میں ان کا حشر ہوگا جب تمام اول آ خر جمع ہو جائیں گے تو ہم ان میں سے بڑے بڑے مجرموں اور سرکشوں کو الگ کر لیں گے ان کے رئیس و امیر اور بد یوں اور برائیوں کے پھیلانے والے ان کے یہ پیشوا انھیں شرک و کفر کی تعلیم دینے والے انھیں اللہ تعالیٰ کے گناہوں کی طرف مائل کرنے والے علیحدہ کر لیے جائیں گے جیسے فرمان ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا دَارَ كُؤُا فِيهَا جَمِيعًا﴾ ⑦ جب وہاں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے اگلوں کی بابت کہیں گے کہ اے اللہ انہی لوگوں نے ہمیں بہکا رکھا تھا تو انھیں دگنا عذاب کر پھر خبر کا خبر پر عطف ڈال کر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ =

① البزار، ۱۲۳؛ مجمع الزوائد، ۷/۵۵؛ حاکم، ۲/۳۷۵ وسندہ ضعیف۔ ② ۱۳/الرعد: ۵۰۔

③ ۳۶/یس: ۷۷، ۷۹۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾، ۴۹۷۴؛ احمد، ۲/۳۹۳۔

ابن حبان ۲۶۷۔ ⑤ ۴۵/الجاثیہ: ۲۸۔ ⑥ الطبری، ۱۸/۲۲۷۔ ⑦ ۷/الاعراف: ۳۸۔

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ۖ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا

وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۖ

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصلہ شدہ امر ہے [۷۱] پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ [۷۲]

= عذابوں کا اور جہنم کی آگ کا سزاوار کون کون ہے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ فرمائے گا ﴿لِكُلِّ ضِعْفٍ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ① ہر ایک کے لیے دو ہر عذاب ہے لیکن تم علم سے کورے ہو۔ ہر کوئی جہنم پر سے گزرے گا: [آیت: ۷۱-۷۲] مسند امام احمد بن حنبل کی ایک غریب حدیث میں ہے ابوسبیہ فرماتے ہیں جس ورد کا اس آیت میں ذکر ہے اس بارے میں ہم میں اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا مؤمن اس میں داخل نہ ہوں گے کوئی کہتا تھا داخل تو ہوں گے لیکن پھر بسبب اپنے تقویٰ کے نجات پا جائیں گے۔ میں نے (حضرت) جابر سے مل کر اس بات کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وار دو سب ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ داخل تو سب ہوں گے ہر ایک نیک بھی اور ہر ایک بد بھی لیکن مؤمنوں پر وہ آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جائے گی۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر تھی یہاں تک کہ اس ٹھنڈک کی شکایت خود آگ کرنے لگے گی۔ پھر ان متقی لوگوں کا وہاں سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ ② خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا کہ ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے اور ہمارا ورد تو ہوا ہی نہیں تو ان سے فرمایا جائے گا کہ تم وہیں سے گزر کر تو آ رہے ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس وقت آگ ٹھنڈی کر دی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ایک بار اپنی بیوی صاحبہ کے گھٹنے پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ رونے لگے آپ کی المیہ صاحبہ بھی رونے لگیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کیسے روئیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ کو روتا دیکھ کر۔ آپ نے فرمایا مجھے تو آیت ﴿وَأَنْ مِّنْكُمْ﴾ یاد آگئی اور رونا آ گیا مجھے کیا معلوم کہ میں نجات پاؤں گا یا نہیں۔ اس وقت آپ بیمار تھے۔ حضرت ابویسرہ جب رات کو اپنے بستر پر سونے کے لیے جاتے تو رونے لگتے اور زبان سے بے ساختہ نکل جاتا کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ آخر اس رونے دھونے کی کیا وجہ ہے؟ تو فرمایا یہی آیت ہے۔ یہ تو ثابت ہے کہ وہاں جانا ہوگا اور یہ نہیں معلوم کہ نجات بھی ہوگی یا نہیں؟ ایک بزرگ شخص نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ ہمیں جہنم پر سے گزرنا ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہاں یقیناً معلوم ہے۔ پھر پوچھا کیا یہ بھی جانتے ہو کہ وہاں سے پار ہو جاؤ گے؟ انھوں نے فرمایا اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر ہمارے لیے ہنسی خوشی کیسی؟ یہ سن کر جب سے لے کر موت کی گھڑی تک ان کے ہونٹوں پر ہنسی نہیں آئی۔ نافع بن ازرق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس بارے میں مخالف تھا کہ یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے تو آپ نے دلیل میں آیت قرآن ﴿اَنُكْمُ وَمَا تُعْبَدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبٌ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ﴾ ③ پیش کر کے فرمایا دیکھو! یہاں ورود سے مراد داخل ہونا ہے یا نہیں؟ پھر آپ نے دوسری آیت تلاوت فرمائی ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ ④ اور فرمایا تلاؤ فرعون اپنی

① ۷/ الاعراف: ۳۸۔ ② احمد، ۳/ ۳۲۸، ۳۲۹ وهو حسن بالشاهد، الحاكم، ۴/ ۵۸۷، ح ۸۷۴۴ وسند حسن

مجمع الزوائد، ۷/ ۵۵؛ شعب الایمان، ۱/ ۳۳۶، اس کی سند میں ابوسبیہ ہے جسے ذہبی نے مجہول کہا ہے۔ (المیزان، ۴/ ۵۳۴، رقم:

۱۰۲۷) ③ ۲۱/ الانبیاء: ۹۸۔ ④ ۱۱/ ہود: ۹۸۔

قوم کو جہنم میں لے جائے گا یا نہیں؟ پس اب غور کر لے کہ ہم اس میں داخل تو ضرور ہوں گے اب نکلیں گے بھی یا نہیں؟ غالباً تجھے تو اللہ نہ نکالے گا۔ اس لیے کہ تو اس کا منکر ہے۔ یہ سن کر نافع کھسیانہ ہو کر ہنس دیا۔ یہ نافع خارجی تھا اس کی کنیت ابوراشد تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے سمجھاتے ہوئے آیت ﴿وَنَسُوفُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَرُذُؤًا﴾ ① بھی پڑھی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پہلے بزرگ لوگوں کی ایک دعایہ بھی تھی کہ (اَللّٰهُمَّ اٰخِرِ جَنَّتِيْ مِنَ النَّارِ سَالِمًا وَاَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ غَانِمًا) اے اللہ مجھے جہنم سے صحیح سالم نکال لے اور جنت میں ہنسی خوشی پہنچا دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوداؤد طیالسی میں یہ بھی مروی ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں۔ عکرمہ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے۔ دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لیے اور گنہگاروں کے لیے بھی ورود کا لفظ دخول کے معنی میں خود قرآن کریم کی دو آیتوں میں وارد ہے۔ ”ترمدی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”وارد تو سب ہوں گے پھر گزر اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوگا۔“ ②

پہلے صراط کا ذکر: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہل صراط سے سب کو گزرنا ہوگا۔ یہی آگ کے پاس کھڑا ہونا ہے۔ اب بعض تو بجلی کی طرح گزر جائیں گے بعض ہوا کی طرح بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح بعض تیز رفتار اونٹوں کی طرح بعض تیز چال والے پیدل انسان کی طرح یہاں تک کہ سب سے آخر جو مسلمان اس سے پار ہوگا یہ وہ ہوگا جس کے صرف پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا گرتا پڑتا نجات پائے گا۔ پہل صراط پھسلنی چیز ہے جس پر بول جیسے اور گھر ویسے کانٹے ہیں دونوں طرف فرشتوں کی صفیں ہوں گی۔ جن کے ہاتھوں میں جہنم کے آنکس ہوں گے جن سے پکڑ پکڑ کر لوگوں کو جہنم میں دھکیل دیں گے الخ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یہ تلواریں دھار سے زیادہ تیز ہوگا۔ پہلا گروہ تو تجلی کی طرح آن کی آن میں پار ہو جائے گا۔ دوسرا گروہ ہوا کی طرح جائے گا تیسرا تیز رفتار گھوڑوں کی طرح۔ چوتھا تیز رفتار جانور کی طرح۔ فرشتے ہر طرف سے دعائیں کر رہے ہوں گے کہ اے اللہ سلامت رکھا الہی بچالے۔“ ③

بخاری و مسلم کی بہت سی مرفوع حدیثوں میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”جہنم اپنی پیٹھ پر تمام لوگوں کو جمالے گی جب سب نیک و بد جمع ہو جائیں گے تو حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ اپنے والوں کو تو پکڑ لے اور جنتیوں کو چھوڑ دے۔ اب جہنم سب برے لوگوں کا نوالہ کر جائے گی۔ وہ برے لوگوں کو اس طرح جانتی پہچانتی ہے جس طرح تم اپنی اولاد کو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مؤمن صاف بچ جائیں گے۔ سنو جہنم کے داروغوں کے قد ایک سو سال کی راہ کے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس گرز ہیں۔ ایک مارتے ہیں تو سات لاکھ آدمیوں کا چورا ہو جاتا ہے۔“ مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”مجھے اپنے رب کی ذات پاک سے امید ہے کہ بدر اور حدیبیہ کے جہاد میں جو ایماندار شریک تھے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔“ یہ سن کر حضرت حصہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیسے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے تو آپ نے اس کے بعد کی دوسری آیت پڑھ دی کہ متقی لوگ اس میں سے نجات پا جائیں گے اور ظالم لوگ اسی میں رہ جائیں گے۔ ④ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جس کے

① ۱۹/مریم: ۸۶۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة مريم ۳۱۵۹ وسنده حسن، احمد، ۱/۴۳۵؛

دارمی، ۲/۳۲۹، حاکم، ۲/۳۷۵۔ ③ الطبری، ۱۸/۲۳۲۔

④ احمد، ۶/۲۸۵ ابن حبان، ۴۸۱۰، وابن ماجہ، ۴۲۸۱ وهو حدیث صحیح، له شاهد فی صحیح مسلم، (۲۴۹۶)

تین بچ فوت ہو گئے ہوں اسے آگ نہ چھوئے گی مگر صرف قسم پوری ہونے کے طور پر۔“ ① اس سے مراد یہی آیت ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بخار چڑھا ہوا تھا جس کی عیادت کے لیے رسول مقبول ﷺ ہمارے ساتھ تشریف لے چلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جناب باری عزوجل کا فرمان ہے کہ یہ بخار بھی ایک آگ ہے میں اپنے مومن بندوں کو اس میں اس لیے مبتلا کرتا ہوں کہ یہ جہنم کی آگ کا بدلہ ہو جائے۔“ ② یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے بھی یہی فرما کر پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”جو شخص سورہ قتل ہو اللہ احد دس مرتبہ پڑھ لے اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر ہوتا ہے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو ہم بہت سے محل بنالیں گے۔ آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی کمی نہیں وہ بہتر سے بہتر اور بہت سے بہت دینے والا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھ لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحوں میں لکھ لے گا کافی الواقع ان کا ساتھ بہترین ساتھیوں کا ساتھ ہے اور جو شخص کسی تنخواہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی خوشی کے لیے مسلمان لشکروں کی ان کی پشت کی طرف سے حفاظت کرنے کے لیے پہرہ دے وہ اپنی آنکھ سے بھی جہنم کی آگ کو نہ دیکھے گا مگر صرف قسم پوری کرنے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کا ذکر کرنا خرچ کرنے سے بھی سات سو گنا زیادہ اجر رکھتا ہے۔ اور روایت میں ہے سات ہزار گنا۔“ ③ ابوداؤد میں ہے کہ ”نماز روزہ اور ذکر الہی اللہ تعالیٰ کی راہ کے خرچ پر سات سو گنا درجہ رکھتے ہیں۔“ ④

قادہ فرماتے ہیں مراد اس آیت سے گزرتا ہے۔ عبدالرحمن کہتے ہیں مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے اور مشرک جہنم میں جائیں گے۔ حضور فرماتے ہیں ”اس دن بہت سے مرد عورت اس پر سے پھسل پڑیں گے۔ اس کے دونوں کناروں پر فرشتوں کی صف بندی ہوگی جو اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعائیں کر رہے ہوں گے۔“ ⑤ یہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے ذمے لازم کر چکا ہے۔“ ⑥ پل صراط پر جانے کے بعد پرہیزگار تو پار ہو جائیں گے ہاں کافر گنہگار اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم میں جھڑ جھڑ جائیں گے۔ مومن بھی اپنے اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے جیسے عمل ہوں گے اتنی دیروہاں لگ جائے گی۔ پھر یہ نجات یافتہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی سفارش کریں گے ملائکہ شفاعت کریں گے اور انبیا بھی۔ پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ آگ انھیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے کی سجدہ کی جگہ بچی ہوئی ہوگی۔ پھر اپنے اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جن کے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہو گا وہ اول نکلیں گے پھر اس سے کم والے پھر اس سے کم والے یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے۔ پھر اس سے کم والے پھر اس سے بھی کمی والے۔ پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو۔ پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن پر بیٹھنگی اور دوام لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام خلاصہ ہے ان حدیثوں کا جو صحت کے ساتھ آچکی ہیں۔ پس پل صراط پر جانے کے بعد نیک لوگ پار ہو =

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب ۱۲۵۱؛ صحیح مسلم ۲۶۳۲؛ ترمذی ۱۰۶۰؛ احمد، ۲۳۹/۲؛ ابن حبان ۲۹۴۲۔ ② الطبری، ۱۸/۲۳۳ اس کی سندیں عبدالرحمن بن یزید متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۵۹۸/۲ رقم: ۵۰۰۶) ③ احمد، ۳/۴۳۷، ۴۳۸، وسندہ ضعیف اس کی سندیں ابن لہیعہ مختلط (التقریب، ۱/۱۴۴ رقم: ۵۷۴) اور سی الحفظ ہے۔ ④ ابو داود، کتاب الجہاد، باب فی تضعیف الذکر فی سبیل اللہ عزوجل ۲۴۹۸ وسندہ ضعیف زبان بن فائدہ راوی ضعیف ہے۔ ⑤ الطبری، ۱۸/۲۳۳۔ ⑥ ایضا، ۱۸/۲۳۷۔

وَإِذَا انْتَبَيْتُمْ عَلَيْهِمْ اَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَاَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَنَّا كَانَا وَرَعِيًّا ۝

ترجمہ: جب ان کے سامنے ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں بتاؤ ہم تم دونوں جماعتوں میں سے کس کا مرتبہ زیادہ ہے؟ اور کس کی مجلس شاندار ہے؟ [۷۳] ہم تو ان سے پہلے بہت سی جماعتوں کو غارت کر چکے ہیں جو ساز و سامان اور نام و نمود میں ان سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ [۷۴]

= جائیں گے اور بد لوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔

کفار مومنوں سے مذاق کرتے ہیں: [آیت: ۷۳-۷۴] اللہ تعالیٰ کی صاف صریح آیتوں سے پروردگار کے دلیل و برہان والے کلام سے کفار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ وہ ان سے منہ موڑ لیتے ہیں دیدے پھیر لیتے ہیں اور اپنی ظاہری شان و شوکت سے انھیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں بتاؤ کس کے مکانات پر تکلف ہیں اور کس کی بیٹھکیں سچی ہوئی ہیں؟ اور آباد اور باروتی ہیں؟ پس ہم جو کہ مال و دولت شان و شوکت عزت و آبرو میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں؟ یا یہ جو کہ چھپتے پھرتے ہیں کھانے پینے کو نہیں پاتے۔ کہیں ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں چھپتے ہیں اور کہیں ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ﴿لَوْ كَانْ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ﴾ ① اگر یہ دین بہتر ہوتا تو اسے پہلے ہم مانتے یا یہ؟

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَوَّلُ ذُلُوْنَ﴾ ② تیرے ماننے والے تو سب غریب محتاج لوگ ہیں ہم تیرے تابعدار بن نہیں سکتے۔

اور آیت میں ہے کہ اسی طرح انھیں دھوکہ لگ رہا ہے اور کہہ اٹھتے ہیں کہ کیا یہی وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں جنہیں اللہ نے ہم پر فضیلت دی ہے؟ ③ پھر ان کے اس مغالطے کا جواب دیا کہ ان سے پہلے ان سے بھی ظاہر داری میں بڑھے ہوئے اور مالدار میں آگے نکلے ہوئے لوگ تھے۔ لیکن ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہم نے انھیں تہس نہس کر دیا۔ ان کی مجلسیں ان کے مکانات ان کی قوتیں ان کی مالداریاں ان کے سوا تھیں۔ ④ شان و شوکت میں ٹیپ ٹاپ میں تکلفات میں امارت اور شرافت میں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ان کے تکبر اور عناد کی وجہ سے ہم نے ان کا بھس اڑا دیا غارت اور برباد کر دیا۔ فرعونوں کو دیکھ لو ان کے باغات ان کی نہریں ان کی کھیتیاں ان کے شاندار مکانات اور عالی شان محلات اب تک موجود ہیں اور وہ غارت کر دیئے گئے مچھلیوں کا لقمہ بن گئے۔ مقام سے مراد مسکن اور نعمتیں ہیں۔ ندی سے مراد مجلسیں اور بیٹھکیں ہیں۔ عرب میں بیٹھکوں اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہوں کو نادی اور ندی کہتے ہیں۔ ⑤ جیسے آیت ﴿وَتَاتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمْ الْمُنْكَرُ﴾ ⑥ میں ہے۔ یہی ان شرکین کا قول تھا کہ ہم باعتبار دنیا کے تم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ لباس میں مال متاع میں صورت شکل میں ہم تم سے افضل ہیں۔

① ۴۶/ الاحقاف: ۱۱۔ ② ۲۶/ الشعراء: ۱۱۱۔ ③ ۶/ الانعام: ۵۳۔

④ الطبری، ۱۸۰/ ۲۳۹۔ ⑤ ایضاً۔ ⑥ ۲۹/ العنکبوت: ۲۹۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدًّا هَ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ

إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ۝

وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ جو گمراہی میں ہوتا ہے رب رحمن اس کو خوب لمبا کھینچ لے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ لیں جن کا وعدہ دیئے جاتے ہیں یعنی عذاب یا قیامت کو اس وقت ان کو صحیح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ کون برے مرتبے والا اور کس کا جہنم کمزور ہے۔ [۷۵] راہ یافتہ لوگوں کی ہدایت اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں۔ [۷۶]

گمراہ اور ہدایت یافتہ لوگ: [آیت: ۷۵-۷۶] ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے تئیں حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوشحالی اور فارغ البالی پر اطمینان کئے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے جب تک کہ قیامت نہ آجائے یا ان کی موت نہ آجائے۔ اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون تھا اور کس کے ساتھی کمزور تھے۔ دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے نہ خود اس کا اعتبار نہ اس کے سامان اسباب کا۔ یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے۔ گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے۔

جیسے یہودیوں سے سورہ جمعہ میں مباہلہ کی آیت ہے کہ آؤ ہمارے مقابلہ میں موت کی تمنا کرو۔ ① اسی طرح سورہ آل عمران میں مباہلے کا ذکر ہے کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے مدعی ہو تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑنے کی دعا کریں۔ ② پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑی نہ نصرانی مرد میدان بنے۔

جس طرح گمراہوں کی گمراہی بڑھتی رہتی ہے اس طرح ہدایت والوں کی ہدایت بڑھتی رہتی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہاں کوئی سورۃ اترتی ہے کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں تم میں سے کسے اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا؟ ③ ان باقیات صالحات کی پوری تفسیر ان ہی لفظوں کی تشریح میں سورہ کہف میں گزر چکی ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہی پائیدار نیکیاں جزا اور ثواب کے لحاظ سے اور انجام اور بدلے کے لحاظ سے نیکوں کے لیے بہتر ہیں۔

عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دن حضور ﷺ ایک خشک درخت تلے بیٹھے ہوئے تھے اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی تو سوکھے پتے جھڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا ”دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ)) کہنے سے جھڑ جاتے ہیں۔ اے ابودرداء! ان کا درد رکھا اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے یہی باقیات صالحات ہیں یہی جنت کے خزانے ہیں۔“ اس کو سن کر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ واللہ! میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے زبان نہ روکوں گا گو لوگ مجھے مجنون کہنے لگیں۔ ④ ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے ہے۔

① ۶۲/ الجمعة - ② ۳/ آل عمران: ۶۱ - ③ ۹/ التوبة: ۱۲۴

④ ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل التسبیح ۳۸۱۳ مختصراً وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عمر بن راشد ضعیف راوی ہے (التقریب، ۵۵/۲، رقم: ۴۲۱)

اَفَرَعَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَا اُوتِيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۗ اَطْلَعِ الْغَيْبَ اَمْ
اَتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۗ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ
مَدًّا ۗ وَنَرِيْهِۦ مَا يَقُولُ وَيَاْتِيْنَا۟ قَرْدًا ۝۸۰

ترجمہ: کیا تو نے اسے بھی دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال و اولاد ضرور ہی دی جائیگی۔ [۷۷] کیا وہ غیب کو جھانک آیا ہے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ [۷۸] ہرگز نہیں یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے اور اس کے لیے عذاب بڑھائے چلے جائیں گے [۷۹] یہ جن چیزوں کا کہہ رہا ہے ہم اس کے بعد لے لیں گے اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔ [۸۰]

عاص بن وائل کی سرکشی: [آیت: ۷۷-۸۰] حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں لو ہار تھا اور میرا قرض عاص بن وائل کے ذمے کچھ تھا میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے نہ نکل جائے۔ میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک بھی نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو۔ اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کر دوں گا تو آ جانا۔ اس پر یہ آیت اتری ① (بخاری و مسلم)

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے کئے میں اس کی تلوار بنائی تھی۔ اس کی اجرت میری ادھارتھی ② فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے رب رحمان سے کوئی قول و قرار لے لیا؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے تھے۔ اس نے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمانوں کا قرض اس کے ذمے تھا۔ ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا چاندی ریشم پھل پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہاں تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دے دوں گا۔ پس یہ آیتیں (قرآناً) اتریں۔ ﴿وَلَدًا﴾ کی دوسری قراءت واو کے پیش سے بھی ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبر سے تو مفرد کے معنی میں ہے اور پیش سے جمع کے معنی میں ہے۔ قیس قبیلے کی یہی لغت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اس مفرد کو جواب ملتا ہے کہ کیا اسے غیب پر اطلاع ہے؟ اسے آخرت کے اپنے انجام کی خبر ہے؟ جو یہ قسمیں کھا کر کہہ رہا ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی قول و قرار عہد و پیمان لیا ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید مان لی ہے؟ کہ اس کی وجہ سے اسے دخول جنت کا یقین ہو چنانچہ آیت ﴿اَمْ اَتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝۸۱﴾ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے کلمے کا قائل ہو جانا ہی مراد لیا گیا ہے پھر اس کے کلام کی تاکید کے ساتھ نفی کی جاتی ہے اور اس کے خلاف موکد بیان ہو رہا ہے کہ اس کا یہ غرور کا کلمہ بھی ہمارے ہاں لکھا جا چکا ہے۔ اس کا کفر بھی ہم پر روشن ہے اور آخرت میں تو اس کے لیے عذاب ہی عذاب ہے جو ہر وقت بڑھتا =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ کہ بعض باب ﴿اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمن عہدا﴾ ۷۳۳؛ صحیح مسلم ۲۷۹۵؛ ترمذی ۳۱۶۲؛ احمد، ۱۱۱/۵؛ ابن حبان ۴۸۸۵۔ ② صحیح بخاری حوالہ سابق۔

وَإِتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۖ كَلَّا ۖ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ
وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۚ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ
تَوَزُّؤُهُمْ اَرَاۤءَ ۚ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۖ اِنَّا نَعْدُّ لَهُمْ عَذًّا ۖ

ترجمہ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنائے ہیں کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ [۸۱] لیکن ایسا ہرگز ہونا نہیں وہ تو ان کی پوجا سے منکر ہو جائیں گے اور آلے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ [۸۲] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم کافروں کے پاس شیطانوں کو بھیجتے ہیں جو انہیں خوب ہی اکساتے رہتے ہیں۔ [۸۳] تو ان کے بارے میں جلدی نہ کر ہم تو خود ہی ان کے لیے مدت شاری کر رہے ہیں۔ [۸۴]

== رہے گا اسے مال و اولاد بھی وہاں ملنا تو کیا؟ اس کے برعکس دنیا کا مال و متاع اور اولاد و کنبہ بھی اس سے چھین لیا جائے گا تو تنہا ہمارے حضور میں پیش ہوگا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں (وَنُورُهُ مَاعِنْدَهُ) ہے۔ اس کی جمع جتھا اور اس کے عمل ہمارے قبضے میں ہیں۔ یہ تو خالی ہاتھ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہمارے سامنے پیش ہوگا۔

قیامت کے دن معبودان باطلہ عبادت کرنے والوں سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے: [آیت: ۸۱-۸۲] کافروں کا خیال ہے کہ ان کے اللہ کے سوا کے اور معبودان کے حامی مددگار ہوں گے غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس اور بالکل برعکس ہے۔ ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے اور اپنے عابدوں کے دشمن بن کر کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا اس سے بڑھ کر بد راہ اور گم کردہ راہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ انہیں پکار رہا ہے جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں اور روز محشر ان کے دشمن بن جائیں اور ان کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں۔ ① ﴿تَكْلَافُ﴾ کی دوسری قراءت (تُكَلِّفُ) بھی ہے۔ خود یہ کفار بھی اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کر جائیں گے۔ یہ سب عابد و معبود جنہی ہوں گے۔ ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ وہ اس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا۔ ہر ایک دوسرے پر ڈالے گا۔ ایک دوسرے کو برا کہے گا۔ سخت تر جھگڑے پڑیں گے۔ سارے تعلقات کٹ جائیں گے۔ ایک دوسرے کے کھلے دشمن ہو جائیں گے مدد تو کہاں؟ مروت تک نہ ہوگی۔ معبود عابدوں کے لیے اور عابد معبودوں کے لیے بلائے بے درماں حسرت بے پایاں ہو جائیں گے۔ ② کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ ③ مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ آرزوئیں بڑھاتے رہتے ہیں۔ طغیان اور سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں۔

جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمان سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ ④ تو جلدی نہ کر ان کے لیے کوئی بددعا نہ کر۔ ہم نے خود عدا انھیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ انھیں بڑھتا رہنے دے۔ آخر وقت مقررہ پر دبوچ لیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی کڑوئوں سے بے خبر نہیں ہے۔ انھیں تو کچھ یونہی سی ڈھیل ہے جس میں یہ اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ آخر سخت عذابوں کی طرف بے بسی کے ساتھ جا پڑیں گے۔ تم فائدہ حاصل کر لو لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصلی ٹھکانہ دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں۔ ان کے سانس بھی ہم نے گنے ہوئے ہیں۔ مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذابوں میں پھنس جائیں گے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۖ وَسُوقُ الْعَجْرَمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرُدَّاهُمْ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝

ترجمہ: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رب رحمان کی طرف بطور مہمان کے جمع کریں گے [۸۵] اور گنہگاروں کو جنت کی طرف [۸۴] ہانک لے جائیں گے۔ [۸۶] کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی قول قرار لے لیا ہے۔ [۸۴]

پرہیزگار اللہ تعالیٰ کے مہمان ہونگے: [آیت: ۸۵-۸۷] جو لوگ اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ایمان لائے پیغمبروں کی تصدیق کی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی گناہوں سے بچ رہے پروردگار کا ڈر دل میں رکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے۔ نورانی سائنڈیوں کی سواری پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مہمان خانے میں بعزت داخل کئے جائیں گے۔ ان کے برخلاف نابخدا ترس گنہگار رسولوں کے دشمن دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ ① اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟ مؤمن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لیے کھڑا ہے۔ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں۔ آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے۔ آئیے اب آپ کو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بعزت و اکرام محشر میں لے چلوں گا کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار رہا ہوں۔ پس مؤمن اللہ تعالیٰ کے پاس سواری پر سوار جائے گا۔ ان کی سواری کے لیے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے۔ یہ سب ہلکی خوشی آبر و عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی۔ ان کے پالان سونے کے ہوں گے یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سوار یوں پر جائیں گے۔ ان کی تکلیلیں زبرد کی ہوں گی۔ ② ایک مرفوع روایت میں ہے لیکن حدیث بہت ہی غریب ہے۔

ابن ابی حاتم کی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ! وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ”قسم اس اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اسی وقت سفید رنگ نورانی پردار اونٹنیاں اپنی سواری کے لیے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے۔ جن کے پردوں سے نور بلند ہو رہا ہوگا۔ جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے۔ یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچیں گے جہاں سے دونہریں جاری دیکھیں گے۔ ایک کا پانی پیئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے۔ دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے اور بال جم جائیں گے۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ جسم میلے ہوں۔ ان کے چہرے چمک انھیں گے اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ سرخ یا قوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے۔ نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے۔ خازن جنت آئیں گے۔ دروازے کھولیں گے۔ جنتی ان کے نورانی جسموں اور شکستہ

① الطبری، ۱۸/۲۵۱۔ ② احمد، ۱/۱۵۵ زوائد عبد اللہ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق ابو عبیدہ الواسطی ہے جسے احمد بن حنبل نے منکر الحدیث اور متخی نے متروک کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۲/۵۴۸، رقم: ۴۸۱۲)

چروں کو دیکھ کر جمدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھے گا کہ میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کا حکم بردار ہوں۔ اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے۔ ان کی حوریں تاب نہ لائیں گی اور خیموں سے نکل ان سے چٹ جائیں گی اور کہیں گی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں۔ میں بیٹھتی والی ہوں جو موت سے دور ہوں۔ میں نعمتوں والی ہوں کہ کبھی میری نعمتیں ختم نہ ہوں گی۔ میں خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی نہ رنجشوں کی۔ میں یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ ہوں گی۔ یہ اندر داخل ہوں گے دیکھیں گے کہ سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) گز بلند بالا خانے ہیں۔ لولو اور موتیوں پر زرد سرخ سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں۔ ہر دیوار ایک دوسرے کی ہمشکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں۔ ہر تخت پر ستر حوریں ہیں۔ ہر حور پر ستر جوڑے ہیں۔ تاہم ان کا جسم جھلک رہا ہے۔ ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہوگی۔ صاف شفاف پانی کی خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا بہترین خوش ذائقہ ہے ضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں چھوڑا عمدہ خالص شہد کی جو کھپوں کے پیٹ سے نہیں نکلا نہہریں بہہ رہی ہوں گی۔ پھلدار درخت میوؤں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے۔ چاہیں کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہیں بیٹھے بیٹھے چاہیں لیٹے لیٹے۔ ہنر و سفید پرند اڑ رہے ہیں۔ جس کے گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا۔ جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھالیا اور پھر وہ قدرت اللہ تعالیٰ سے زندہ چلا گیا۔ چاروں طرف سے فرشتے آ رہے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں اور بشارتیں سنارہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبریاں دیئے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دیئے گئے ہو۔ یہ ہے بدلہ تمہارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر پڑا ہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔“ ① یہ حدیث تو مرفوع بیان ہوئی ہے لیکن تعجب نہیں کہ یہ موقوف ہی ہو۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے بھی مروی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ٹھیک اس کے برعکس گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے کھا کر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہوگی۔ کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک بھلا لفظ نکالنے والا نہ ہوگا۔ مؤمن تو ایک دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بد نصیب اس سے محروم ہیں۔ یہ خود کہیں گے کہ ﴿فَلَمَّا لَنَّا مِنْ شَأْنِهِمْ﴾ ② ہمارا کوئی سفارشی نہیں نہ سچا دوست ہے ہاں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد لیا ہے۔ یہ استثنائاً منقطع ہے۔ مراد اس عہد سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی اور اس پر استقامت ہے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت دوسروں کی پوجا سے براءت دے دے اس سے امید تمام آرزوؤں کے پورا ہونے کی اسی سے آس۔ ③

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان موحدین نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ حاصل کر لیا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ لوگوں نے کہا حضرت! ہمیں بھی وہ بتاد دیجئے۔ آپ نے فرمایا یوں کہو۔ ((اَللّٰهُمَّ لَمَّا طَرَعَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالَمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَلَيِّنِيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ فِىْ هَذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلَى عَمَلِ يُّقْرِ بَنِيْ مِنَ الشَّرِّ وَيَكَا عِدْنِيْ مِنَ الْخَيْرِ وَاَنْتِ لَا اَتَّقِ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاَجْعَلْ لِّىْ عِنْدَكَ عَهْدًا تُوَدِّهٖ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ اِنَّكَ لَا تَخْلُفُ الْاَمْعَادَ))۔ ④ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے ((خَائِفًا مُّسْتَجِيرًا مُّسْتَغْفِرًا رَّاهِبًا رَّاغِبًا اِلَيْكَ)) (ابن ابی حاتم)

① وسندہ ضعیف اس کی سند میں ابو معاذ سلیمان بن ارقم ہے اسے دارقطنی نے متروک اور ابو زرعة نے ذاہب الحدیث کہا ہے (المیزان، ۱۹۶/۲،

رقم: ۳۴۲۷) جب کہ اس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔ ② ۲۶/الشعراء: ۱۰۰۔

③ الطبری، ۲۵۷/۱۸۔ ④ حاکم، ۲/۳۷۷ وسندہ ضعیف، المسمودی اختلط۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۖ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِذَا ۙ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۙ وَمَا يُشْبِعُ لِلرَّحْمَنِ اَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۙ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اَتَى الرَّحْمَنَ عَبْدًا ۙ لَقَدْ اَخْصَهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۙ وَكُلُّهُمْ اَتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۙ

ترجمہ: ان کا قول تو یہ ہے کہ رب رحمان نے بھی اولاد اختیار کی ہے۔ [۸۸] یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو۔ [۸۹] قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ریزے ریزے ہو جائیں [۹۰] کہ تم رب رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو۔ [۹۱] شان رحمان کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے۔ [۹۲] آسمان و زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔ [۹۳] ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔ [۹۴] یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔ [۹۵]

ذات الہی پر بہت بڑا بہتان: [آیت: ۸۸-۹۵] اس مبارک سورۃ کے شروع میں اس بات کا ثبوت گزر چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے باپ بغیر اپنے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہو رہی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ ان کے قول کو بیان فرمایا پھر فرمایا یہ بڑی بھاری بات ہے۔ ﴿اِذَا﴾ اور ﴿اِذَا﴾ اور ﴿اِذَا﴾ تینوں لغت ہیں لیکن مشہور ﴿اِذَا﴾ ہے۔ ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان تھر تھرا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے لے کر پھٹ جائے۔ اس لیے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت جانتی ہے۔ ان میں رب کی توحید سائی ہوئی ہے انھیں معلوم ہے کہ بدکار بے سمجھ انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر تہمت باندھی ہے۔ نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک نہ اس جیسا کوئی مخلوق تمام اس کی وحدانیت کی شاہد ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی۔ کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ گناہ کل کے کل اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

جیسے کہ حدیث میں ہے ”اپنے مرنے والوں کو ((لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کی شہادت کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔“ صحابہ نے کہا اور حضور! جس نے زندگی میں کہہ لیا۔ ”اس کے لیے اور زیادہ واجب ہوگئی۔“ قسم اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور ((لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے۔“ ① اسی کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزن ہو جانا آیا ہے ② وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۖ فَإِنَّمَا
يَسِّرُنَهُ بِلِسَانِكَ لَتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدَّا ۖ وَكَمْ أَهْلَكْنَا
قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۖ هَلْ تُحِصُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۖ

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کئے ہیں ان کے لیے اللہ رحمن محبت پیدا کر دے گا۔ [۹۶] ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں بہت ہی آسان کر دیا ہے کہ تو اسے ذریعہ سے پرہیزگاروں کو خوشخبری دے اور جھگڑالوگوں کو ڈرا دے۔ [۹۷] ہم نے ان سے پہلے بہت سی جماعتیں تباہ کر دی ہیں کیا ان سے ایک کی بھی آہٹ تو پاتا ہے یا ان کی آواز کی بھنک بھی تیرے کان میں پڑتی ہے۔ [۹۸]

پس انکا یہ مقولہ اتنا بے کہ آسمان بوجہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے کانپ اٹھیں اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے اور پہاڑوں کا چوراہو جائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہو؟ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹی بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور اور کلام نہیں سنتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مروی ہے کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا۔ تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا۔ مگر جب زمین پر رہنے والے لوگوں نے اللہ کے لیے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔“

کعب بن اللہؓ کہتے ہیں ملائکہ غضبناک ہو گئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ مسند احمد میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”ایذا وہندہ باتوں پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر کوئی نہیں لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انھیں عافیت دے رہا ہے روزیاں پہنچا رہا ہے برائیاں ان سے مالتا رہتا ہے۔“ ① پس ان کی اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے زمین و آسمان اور پہاڑ تک تنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں۔ اس لیے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے۔ اس کے جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں۔ زمین و آسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا سب کا پالنہار سب کا خبر گیر ہے۔ سب کی گفتی اس کے پاس ہے۔ سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں۔ ہر مرد و عورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں نہ شریک و ساجھی۔ ہر ایک بے یار و مددگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے والا ہے۔ ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی وحدہ لا شریک لہ سب کی چکوتیاں کرے گا جو چاہے گا کرے گا۔ عادل ہے ظالم نہیں۔ کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔

اہل توحید کو اللہ کی محبت ملے گی: [آیت ۹۶-۹۸] فرمان ہے کہ جن کے دلوں میں توحید رچی ہوئی ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا نور ہے ضروری بات ہے کہ ہم اپنے بندوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ

① احمد، ۳۹۵/۴؛ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الصبر فی الاذی ۶۰۹۹؛ صحیح مسلم ۲۸۰۴؛ السنن الکبریٰ ۱۱۴۴۵

مسند حمیدی ۷۷۴؛ المعجم الاوسط ۳۴۹۴؛ الاسماء والصفات للبیہقی ۱۰۶۴۔

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو (حضرت) جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ امین فرشتہ بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر آسمانوں میں ندا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں انسان سے محبت رکھتا ہے اے فرشتہ تو تم بھی اس سے محبت رکھو۔ چنانچہ کل آسمانوں کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین پر اتاری جاتی ہے۔ اور جب کسی بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ اس سے میں ناخوش ہوں تو بھی اس سے عداوت رکھ (حضرت) جبریل علیہ السلام بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں پھر آسمانوں میں ندا کر دیتے ہیں کہ فلاں اللہ کا دشمن ہے تم سب اس سے بیزار رہنا۔ چنانچہ آسمان والے اس سے بگڑ بیٹھتے ہیں۔ پھر وہ غضب و ناراضگی زمین پر نازل ہوتی ہے“ ① (بخاری و مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں ہے کہ ”جو بندہ اپنے مولا کی مرضی کا طالب ہو جاتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ مجھے خوش کرنا چاہتا ہے سنو میں اس سے خوش ہو گیا میں نے اپنی رحمتیں اس پر نازل کرنی شروع کر دیں۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام ندا کرتے ہیں کہ فلاں پر اللہ کی رحمت ہو گئی۔ پھر حاملان عرش بھی یہی منادی کرتے ہیں۔ پھر ان کے پاس والے غرض ساتوں آسمانوں میں یہ آواز گونج جاتی ہے۔ پھر زمین پر اسکی مقبولیت اترتی ہے۔“ ② یہ حدیث غریب ہے۔ ایسی ہی ایک اور حدیث بھی مسند احمد میں غرابت والی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ ”محبت اور شہرت کسی کی برائی یا بھلائی کے ساتھ یہ آسمانوں سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اترتی ہے۔“ ③ ابن ابی حاتم میں اسی قسم کی حدیث کے بعد آنحضرت ﷺ کا اس آیت قرآنی کو پڑھنا بھی مروی ہے۔ ④

پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ نیک عمل کرنے والے ایمانداروں سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتا ہے اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے۔ مؤمن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ان کا ذکر خیر ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے۔ وہ اس سے محبت اور پیار کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے بندہ جو بھلائی برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اڑھا دیتا ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں گا کہ تمام لوگوں میں میری نیکی کی شہرت ہو جائے۔ اب وہ عبادت اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑا۔ جب دیکھو نماز میں مسجد میں سب سے اول آئے اور سب کے بعد جائے۔ اسی طرح سات ماہ اسے گزر گئے لیکن اس نے جب بھی سنا یہی سنا کہ لوگ اسے ریا کار کہتے ہیں۔ اس نے یہ حالت دیکھ کر اب اپنے جی میں عہد کر لیا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عمل کروں گا۔ کسی عمل میں تو نہ بڑھا لیکن خلوص کے ساتھ اعمال شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہر شخص کی زبان سے نکلنے لگا اللہ تعالیٰ فلاں شخص پر رحم فرمائے اب تو وہ واقعی اللہ والا بن گیا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات الله عليهم ۳۲۰۹، صحیح مسلم ۲۶۳۷، ترمذی

۳۱۶۱، احمد، ۲/۲۶۷، ابن حبان ۳۶۴۔ ② احمد، ۵/۲۷۹، وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۰۲، المعجم

الأوسط ۱۲۶۲۔ ③ احمد، ۵/۲۶۳، وسندہ ضعیف؛ طبرانی ۷۵۵۱، مجمع الزوائد، ۱۰/۶۷۱۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة مريم ۳۱۶۱، صحیح مسلم ۲۶۳۷ بدون ذکر الآية۔

ابن جریر میں ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن یہ قول درست نہیں اس لیے کہ یہ پوری سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ہجرت کے بعد اس سورۃ کی کسی آیت کا نازل ہونا ثابت نہیں۔ اور جو اثر امام صاحب نے وارد کیا ہے وہ سنداً بھی صحیح نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ہم نے اس قرآن کو اے نبی تیری زبان میں یعنی عربی زبان میں بالکل آسان کر کے نازل فرمایا ہے جو فصاحت بلاغت والی بہترین زبان ہے تاکہ تو انھیں جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں دلوں میں ایمان اور ظاہر میں نیک اعمال رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بشارتیں سنا دے اور جو حق سے ہٹے ہوئے باطل پر مٹے ہوئے استقامت سے دور خود بینی میں غمخور، بھگڑالو، جھوٹے، اندھے، بہرے، فاسق، فاجر، ظالم، گنہگار، بدکردار ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اور اس کے عذابوں سے متنبہ کر دے۔ جیسے قریش کے کفار وغیرہ بہت سی امتوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تھا انبیوں کا انکار کیا تھا، ہم نے ہلاک کر دی ہیں جن میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا۔ ایک کی آواز بھی دنیا میں نہیں رہی۔ رکز کے لفظی معنی ہلکی اور دھیمی آواز کے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورہ مریم کی تفسیر ختم ہوئی۔



www.sirat-e-mustaqim.com

تفسیر سورہ طہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طہ ۱ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفٰی ۚ اِلَّا تَذٰکِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی ۚ تَنْزِیْلًا
مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی ۚ الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۚ لَهٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ۚ وَاِنْ یَّجْهَرُ بِالْقَوْلِ
فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۚ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی ۝

ترجمہ: بخشش اور مہربانی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع

طہ [۱] ہم نے تجھ پر یہ قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔ [۲] بلکہ اس کی نصیحت کے لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ [۳] اس کا اتارنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے [۴] جو رحمن ہے جو عرش پر قائم ہے۔ [۵] جس کی ملکیت آسمان وزمین کی اور ان دونوں کے درمیان کی اور کرہ خاک کے نیچے کی ہر ایک چیز ہے۔ [۶] اگر تو ادنیٰ بات کہے تو وہ تو ہر ایک پوشیدگی کو اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز کو بھی بخوبی جانتا ہے۔ [۷] اوی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بہترین نام اسی کے ہیں۔ [۸]

تعارف سورت: امام الائمہ حضرت محمد بن اہلق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التوحید میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورہ طہ اور سورہ یس کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہو گا وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارکباد ہیں جن سے کلام باری تعالیٰ کے یہ الفاظ ادا ہوں گے۔“ ① یہ روایت غریب ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اور اس کے راوی ابراہیم بن مہاجر اور ان کے استاد پر جرح بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ: [آیت: ۱-۸] سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں سورتوں کے اول حروف مقطعات کی تفسیر پوری طرح بیان ہو چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویہ بھی مروی ہے کہ مراد طہ سے ”اے شخص“ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ غلطی کلمہ ہے۔ کوئی کہتا ہے معرب ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک پاؤں زمین پر نکاتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی طہ یعنی زمین پر دونوں پاؤں نکا دیا کر۔ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت و تکلیف میں ڈال دیں کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضور نے اور آپ کے صحابہ نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو اچھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اترا بلکہ یہ نیکوں کے لیے عبرت ہے یہ خدائی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جس کے ساتھ

① دارمی، ۴۵۶/۲، ح ۳۴۱۷ و سندہ ضعیف جداً موضوع عمر بن حفص بن ذکوان تحت مجروح اور اس کا شاگرد ضعیف ہے۔ ابن خزیمہ

فی التوحید، ۲۳۶، الموضوعات لابن الجوزی، ۱۱۰/۱۔

اللہ تعالیٰ کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔“ ①

حافظ ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ ”قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لیے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائے گا تو علمائے فرمائے گا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمہیں اس لیے عطا فرمائی تھی کہ تمہارا رے گناہوں کو بخش دوں اور کچھ پروا نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟“ ② پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت اپنے تئیں رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام پاک کے ذریعہ آسان کر دی اور فرمایا کہ یہ قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ جیسے فرمان ہے جس قدر آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔ ③ یہ قرآن شقاوت اور بدبختی کی چیز نہیں بلکہ رحمت و نور و دلیل جنت ہے یہ قرآن نیک لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں خوف الہی ہے تذکرہ وعظ و ہدایت و رحمت ہے۔ اسے سن کر اللہ تعالیٰ کے نیک انجام بندے حلال حرام سے واقف ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں جہاں سنوار لیتے ہیں یہ قرآن تیرے رب کا کلام ہے اسی کی طرف سے نازل شدہ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک رازق قادر ہے۔ جس نے زمین نیچی اور کثیف بنائی ہے اور جس نے آسمان کو اونچا اور لطیف بنایا ہے۔ ترمذی وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے کہ ”ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ ہے۔ اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کا ہے۔“ ④

حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث امام ابن ابی حاتم نے اسی آیت کی تفسیر میں وارد کی ہے۔ وہ رحمٰن اللہ اپنے عرش پر مستوی ہے اس کی پوری تفسیر سورۃ اعراف میں گزر چکی ہے۔ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔ سلامتی بھرا طریقہ یہی ہے کہ آیات و احادیث صفات کو بطریق سلف صالحین ان کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہی مانا جائے۔ بغیر کیفیت طلبی کے اور بغیر تحریف و تشبیہ اور تعطیل و تمثیل کے تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہی ملک ہیں۔ اسی کے قبضے اور ارادے اور چاہت تلے ہیں وہی سب کا خالق مالک الہ اور رب ہے۔ کسی کو اس کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہیں۔ ساتویں زمین کے نیچے بھی جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ کعب کہتے ہیں اس زمین کے نیچے پانی ہے۔ پانی کے نیچے پھر زمین ہے۔ پھر اس کے نیچے پانی۔ اسی طرح مسلسل پھر اس کے نیچے ایک پتھر ہے۔ اس کے نیچے ایک فرشتہ ہے اس کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کے دونوں بازو عرش تک ہیں۔ اس کے نیچے ہوا خول اور ظلمت ہے۔ یہیں تک انسان کا علم ہے باقی اللہ جانے۔

حدیث میں ہے ”ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ سب سے اوپر کی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے دونوں بازو آسمان سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ مچھلی ایک پتھر پر ہے وہ پتھر فرشتے کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری زمین ہواؤں کا خزانہ ہے۔ تیسری میں جہنم کے پتھر ہیں چوتھی میں جہنم کی گندھک ہے پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں۔ چھٹی میں جہنمی بچھو ہیں ساتویں میں دوزخ ہے۔ وہیں ابلیس جکڑا ہوا ہے ایک ہاتھ آگے ہے ایک پیچھے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے۔“ ⑤ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کا فرمان رسول سے ہونا بھی غور طلب ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ((مَنْ يَرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ)) ۷۱؛ صحیح مسلم، ۱۰۳۷۔

② طبرانی ۱۳۸۱، و سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں علاء بن مسلمہ ابوسلمہ متروک راوی ہے (المیزان، ۱۰۵/۳، رقم: ۵۷۴۳)۔

③ ۷۳/المزمل: ۲۰۔ ④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ حدید ۳۲۹۸ و سندہ ضعیف حسن بصری مدلس راوی ہے اور تصریح بالسماع نہیں ہے۔

⑤ حاکم، ۵۹۴/۴، و سندہ ضعیف۔

مسند ابوعلیٰ میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک سے لوٹ رہے تھے گرمی سخت ترانے کی پڑ رہی تھی۔ دودو چار چار آدی منتشر ہو کر چل رہے تھے۔ میں لشکر کے شروع میں تھا اچانک ایک شخص آیا اور سلام کر کے پوچھنے لگا تم میں سے کون محمد ہیں؟ میں اس کے ساتھ لگ گیا۔ میرے ساتھی آگے بڑھ گئے۔ جب لشکر کے درمیان کا حصہ آیا تو اسی میں حضور ﷺ تھے۔ میں نے اسے بتلایا کہ یہ ہیں حضور ﷺ سرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہیں۔ سر پر بوجہ دھوپ کے کپڑا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی سواری کے پاس گیا اور نکیل تھام کر عرض کرنے لگا کہ آپ ہی محمد ﷺ ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا میں چند باتیں آپ سے دریافت کرنی چاہتا ہوں۔ جنھیں زمین والوں سے بجز ایک دو آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا تمھیں جو کچھ پوچھنا ہو۔ پوچھ لو۔ اس نے کہا بتلائیے انبیاء اللہ سوتے بھی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں۔ لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔“ اس نے کہا بجا ارشاد ہوا اب یہ فرمائیے کہ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی تو باپ کی شباهت پر ہوتا ہے کبھی ماں کی؟ آپ نے فرمایا ”سنو! مرد کا پانی سفید اور غلیظ ہے اور عورت کا پانی پتلا ہے۔ جو نسا پانی غالب آ گیا اسی پر شبیہ جاتی ہے۔“ اس نے کہا یہ بھی بجا ارشاد ہوا۔ اچھا یہ بھی فرمائیے کہ بچے کے کون سے اعضاء مرد کے پانی سے بنتے ہیں اور کون سے عورت کے پانی سے؟ فرمایا ”مرد کے پانی سے ہڈیاں رگ اور پٹھے اور عورت کے پانی سے گوشت خون اور بال۔“ اس نے کہا یہ بھی صحیح جواب ملا اچھا یہ بتلائیے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ”ایک مخلوق ہے۔“ کہا ان کے نیچے کیا ہے؟ ”فرمایا زمین۔“ کہا اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ”پانی۔“ کہا پانی کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا ”اندھیرا۔“ کہا اس کے نیچے؟ فرمایا ”ہوا۔“ کہا ہوا کے نیچے؟ فرمایا ”تر مٹی۔“ کہا اس کے نیچے؟ آپ کے آنسو نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ ”مخلوق کا علم تو یہیں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اب خالق کو ہی اس کے آگے کا علم ہے اے سوال کرنے والے اس کی بابت تو جس سے سوال کر رہا ہے وہ تجھ سے زیادہ جانتے والا نہیں۔“ اس نے آپ کی صداقت کی گواہی دی۔ آپ نے فرمایا ”اسے پہچانا بھی؟“ لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا ”یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔“ ① یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے اور اس میں جو واقعہ ہے بڑا ہی عجیب ہے۔

اس کے راویوں میں قاسم بن عبد الرحمن کا تفرّد ہے جنھیں امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کسی چیز کے برابر نہیں۔ امام ابو حاتم رازی بھی انھیں ضعیف کہتے ہیں۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں یہ معروف شخص نہیں اور اس حدیث میں خلط ملط کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ جان بوجھ کر ایسا کیا ہے یا ایسی ہی کسی سے لی ہے اللہ تعالیٰ وہ ہے جو ظاہر و باطن اونچی نیچی چھوٹی بڑی سب کچھ جانتا ہے۔

جیسے فرمان ہے کہ اعلان کر دے کہ اس قرآن کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمان و زمین کی پوشیدگیوں سے واقف ہے۔ جو غفور و رحیم ہے۔ ② ابن آدم خود جو چھپائے اور جو اس پر خود پر بھی چھپا ہوا ہو اللہ تعالیٰ کے پاس کھلا ہوا ہے۔ اس عمل کو اس کے علم سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ③ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ مخلوق کا علم اس کے پاس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا علم۔ سب کی پیدائش اور مار کر جلا نا بھی اس کے نزدیک ایک شخص کی پیدائش اور اس کی موت کے بعد کی دوسری بار کی زندگی کے مثل ہے۔ تیرے دل کے خیالات کو اور جو خیالات نہیں آتے ان کو بھی وہ جانتا ہے۔ تجھے زیادہ سے زیادہ آج کے پوشیدہ اعمال =

① وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں قاسم بن عبد الرحمن ہے جسے یحییٰ بن معین نے لیس یسوی شینا کہا ہے (المیزان، ۳/ ۳۷۵، رقم:

۶۸۲۲) ② ۲۵/ الفرقان: ۶۔ ③ الطبری، ۱۸/ ۲۷۲: حاکم، ۲/ ۳۷۸ وسندہ ضعیف۔

وَهَلْ اَتَيْتُكَ حَدِيثُ مُوسٰى ۝۱۰ اِذْ رَاَنَا رَافِقًا لِّاَهْلِيْهِ اَمْكُثُوْا اِنِّىْ اَنْتَ نَارًا
لَّعَلِّىْ اَتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجْدُ عَلٰى النَّارِ هُدًى ۝۱۱ فَلَمَّا اَتٰهَا نُودِىْ يٰمُوسٰى ۝۱۲
اِنِّىْ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۳ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ
فَاَسْمِعْ لِمَا يُؤْمَرُ ۝۱۴ اِنِّىْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ۝۱۵
اِنَّ السَّاعَةَ اَتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِمَنْ يَّجْزِىْ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ۝۱۶ فَلَا يَصُدُّكَ عَنْهَا
مَنْ لَّا يَوْمُنُ بِهَا وَاَتَّبَعْهُ وَاَتَّبَعْهُ هُوَ فَتَرْدٰى ۝۱۷

ترجمہ: تجھے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم ہے؟ [۹] جب کہ اس نے آگ دیکھ کر اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ذرا سی دیر ٹھہر جاؤ۔ مجھے آگ دکھائی دی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ میں اس کا کوئی انگار اتمہارے پاس لاؤں یا آگ کے پاس سے راستے کی اطلاع پاؤں۔ [۱۰] جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ [۱۱] یقیناً میں ہی تیرا پروردگار ہوں تو اپنی جوتیاں اتار دے کیونکہ تو پاک میدان طوی میں ہے۔ [۱۲] میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے اب جو جوی کی جائے اسے کان لگا کر سن۔ [۱۳] بے شک میں ہی اللہ ہوں لائق عبادت میرے سوا اور کوئی نہیں تو میری ہی عبادت کرتا رہ اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ [۱۴] قیامت یقیناً آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو وہ بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی ہو۔ [۱۵] اب اس کے یقین سے تجھے کوئی ایسا شخص روک نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اپنی خواہش کے پیچھے بڑا ہوا ہو ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ [۱۶]

= کی خبر ہے اور اسے تو توکل کیا پوشیدہ اعمال کرے گا ان کا علم بھی ہے۔ ارادے ہی نہیں بلکہ دوسرے بھی اس پر ظاہر ہیں۔ کئے ہوئے عمل اور جو کرے گا وہ عمل سب اس پر ظاہر ہیں۔ وہی معبود برحق ہے۔ اعلیٰ صفیں اور بہترین نام اسی کے ہیں۔ سورہ اعراف کی تفسیر کے آخر میں اسمائے حسنی کے متعلق حدیثیں گزر چکی ہیں فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ: [آیت: ۹-۱۶] یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس مدت کو پورا کر چکے تھے جو آپ کے اور آپ کے خسر صاحب کے درمیان طے ہوئی تھی۔ اور آپ اپنی اہل کو لے کر دس سال سے زیادہ عرصے کے بعد اپنے وطن مصر کی طرف جا رہے تھے۔ سردی کی رات تھی۔ راستہ بھول گئے تھے۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں کے درمیان تھے اندھیرا تھا ابر چھایا ہوا تھا۔ ہر چند چمٹاق سے آگ نکالنا چاہا لیکن اس سے بالکل آگ نہ نکلی۔ ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو دائیں جانب کے پہاڑ پر کچھ آگ دکھائی دی تو بیوی صاحبہ سے فرمایا اس طرف آگ سی نظر آ رہی ہے میں جاتا ہوں کہ وہاں سے کچھ انگارے لے آؤں تاکہ تم سینک تاپ کر لو اور کچھ روشنی بھی ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں کوئی آدمی مل جائے جو راستہ بھی بتلا دے۔ ہر صورت راستہ کا پتہ یا آگ مل ہی جائے گی۔ ①

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوتی ہے: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس مبارک میدان کے دائیں

جانب کے درختوں کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں تو جوتیاں اتار دے۔ یا تو اس لیے یہ حکم ہوا کہ آپ کی جوتیاں گدھے کے چمڑے کی تھیں ① یا اس لیے کہ تعظیم کرانی مقصود تھی ② جیسے کہ کعبے جانے کے وقت لوگ جوتیاں اتار کر جاتے ہیں یا اس لیے کہ اس بابرکت جگہ پر پاؤں پڑیں۔ اور بھی وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ طویٰ اس وادی کا نام تھا۔ ③ یا یہ مطلب کہ اپنے قدم اس زمین سے ملا دو یا یہ مطلب کہ یہ زمین کئی کئی بار پاک کی گئی ہے اور اس میں برکتیں بھری گئی ہیں اور بار بار بار دہرائی گئی ہیں۔ لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ ④۔ میں نے تجھے اپنا برگزیدہ کر لیا ہے۔ دنیا میں سے تجھ منتخب کر لیا ہے۔ اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے ممتاز فرما رہا ہوں۔ اس وقت کے روئے زمین کے تمام لوگوں سے تیرا مرتبہ بڑھا رہا ہوں۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا جانتے بھی ہو کہ میں نے تجھے اور تمام لوگوں میں سے مختار اور پسندیدہ کر کے تجھے شرف ہم کلامی کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا اے اللہ! مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں۔ فرمایا گیا اس لیے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا۔ اب تو میری وحی کو کان لگا کر دھیان دھر کر سن۔ میں ہی معبود ہوں کوئی اور نہیں۔ یہی پہلا فریضہ ہے تو صرف میری ہی عبادت کئے چلے جانا۔ کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا۔ میری یاد کے لیے نمازیں قائم کرنا میری یاد کا یہ بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے۔ یا یہ مطلب کہ جب میں یاد آؤں نماز پڑھو۔ جیسے حدیث میں ہے کہ ”تم میں سے اگر کسی کو نیند آ جائے یا غفلت ہو جائے تو جب یاد آ جائے نماز پڑھ لے کیونکہ فرمان اللہ تعالیٰ ہے میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔“ ⑤

بخاری و مسلم میں ہے ”جو شخص سوئے میں یا بھول میں نماز کا وقت گزار دے اس کا کفارہ یہی ہے کہ یاد آتے ہی نماز پڑھ لے۔ اس کے سوا اور کفارہ نہیں۔“ ⑥ قیامت یقیناً آنے والی ہے ممکن ہے میں اس کے وقت کے صحیح علم کو ظاہر نہ کروں۔ ایک قرأت میں ﴿اُخْفِيهَا﴾ کے بعد (مَنْ نَفْسِي) کے لفظ بھی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی چیز مخفی نہیں یعنی اس کا علم بجز اپنے کسی کو نہیں دوں گا۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہوا جسے قیامت کے قائم ہونے کا مقررہ وقت معلوم ہو۔ یہ وہ چیز ہے کہ اگر ہو سکے تو خود میں اپنے سے بھی اسے چھپا دوں لیکن رب سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ چنانچہ یہ ملائکہ سے پوشیدہ ہے۔ انبیاء اس سے بے علم ہیں۔

جیسے فرمان ہے ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبُ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ⑦ زمین آسمان والوں میں سے سوائے رب واحد کے کوئی اور غیب دان نہیں۔ اور آیت میں ہے قیامت زمین و آسمان پر بھاری پڑ رہی ہے۔ وہ اچانک آ جائے گی۔ ⑧ یعنی اس کا علم کسی کو نہیں۔ ایک قرأت میں ﴿اُخْفِيهَا﴾ ہے رقا فرماتے ہیں مجھے حضرت سعید بن جبیر نے اسی طرح پڑھایا ہے اس کے معنی ہیں ﴿اُظْهَرَهَا﴾ اس دن ہر عامل اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا خواہ ذرہ برابر نیکی ہو خواہ بدی ہو۔ اپنے کثرت کا بدلہ اس دن ضرور ملنا ہے۔ پس کسی کو بھی بے ایمان لوگ بہکا نہ دیں۔ قیامت کے منکر دنیا کے مفتون مولا کے نافرمان خواہش کے غلام کسی اللہ کے بندے کے اس پاک عقیدے میں اسے دھل نہ کرنے پائیں۔ اگر وہ اپنی چاہت میں کامیاب ہو گئے تو یہ غارت ہوا اور نقصان میں پڑا۔

① حاکم، ۳۷۹/۲، وسندہ ضعیف، حمید الاعرج سخت ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

② الطبری، ۲۷۸/۱۸۔ ③ ایضاً، ۲۸۱/۱۸۔ ④ ۷۹/النازعات: ۱۶۔ ⑤ احمد، ۳/۱۸۴؛ صحیح مسلم،

کتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها ۶۸۴ بتصرف يسير۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب

مواقيت الصلوة، باب من نسي صلاة فليصل اذا ذكر ۵۹۷؛ صحیح مسلم ۶۸۴؛ ابوداود ۴۴۲؛ ترمذی ۱۷۸؛ ابن ماجہ ۶۹۶؛

احمد، ۳/۲۴۳؛ ابن حبان ۱۵۵۵۔ ⑦ ۲۷/النمل: ۶۵۔ ⑧ ۷/الاعراف: ۱۸۷۔

وَمَا تِلْكَ يَمِينُكَ يُوْسَىٰ ۖ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۖ اَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا ۖ وَاَهْلُهَا بِهَا
 عَلَىٰ غَمَمِي ۚ وَلِي فِيهَا مَارِبٌ اٰخَرٰى ۚ قَالَ اَلْقِهَا يُوْسَىٰ ۖ فَالْقَهَا فَاِذَا هِيَ
 حَيَّةٌ تَسْعٰى ۚ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۚ سَنُعِيدُهَا سِيَرَتَهَا اَلْاُولٰٓى ۚ

ترجمہ: اے موسیٰ تیرے اس دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ [۱۷] جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ایک لگا ہوں اور جس سے میں اپنی
 بکریوں کے لیے پتے جھاڑ لیا کرتا ہوں اور بھی اس میں مجھے بہت سے فائدے کام کے ہیں۔ [۱۸] فرمایا اے موسیٰ اسے ہاتھ سے نیچے ڈال
 دے۔ [۱۹] ڈالتے ہی وہ توانپ بن کر دوڑنے لگی۔ [۲۰] فرمایا بے خوف ہو کر پکڑ لے ہم اسے اسی پہلی ہی صورت میں دوبارہ لادیں گے۔ [۲۱]

عصائے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر: [آیت: ۱۷-۲۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا
 ہے جو بغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن۔ طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں
 ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لیے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے
 ہے یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے۔ یہ جیسی کچھ ہے تجھے معلوم ہے۔ اب یہ جو ہو جائے گی وہ دیکھ لینا۔

اس سوال کے جواب میں کلیم ربانی عرض کرتے ہیں یہ میری اپنی لکڑی ہے جس پر میں ایک لگا ہوں۔ یعنی چلنے میں مجھے یہ
 سہارا دیتی ہے۔ اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں۔ ایسی لکڑیوں میں ذرا بلندارلو ہا لگایا کرتے ہیں تاکہ پتے
 پھل آسانی سے اتر آئیں۔ اور لکڑی ٹوٹنے بھی نہیں۔ ① اور بھی بہت سے فوائد اس میں ہیں۔ ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں
 نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بن جاتی تھی۔ دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی
 رکھوالی کرتی۔ جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی تو آپ اسے گاڑ دیتے۔ یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بظاہر یہ قول
 بنی اسرائیل کا افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر آج اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر کیوں گھبراتے؟ وہ تو اس
 لکڑی کے عجائبات دیکھتے چلے آئے تھے۔ پھر بعضوں کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہی لکڑی
 قیامت کے قریب دابۃ الارض کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام ماشا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک
 جان ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتنا کرا نہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔ زمین پر
 پڑتے ہی وہ ایک زبردست اثر دھسے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی لگی ادھر ادھر چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی۔ ایسا خوفناک اثر دھا
 اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کے راستے
 میں آ گئی تو اس کا لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام لڑنے پاؤں بھاگے۔ آواز دی گئی کہ موسیٰ پکڑ لے۔ لیکن ہمت نہ
 پڑی۔ پھر فرمایا موسیٰ ڈر نہیں پکڑ لے۔ پھر بھی جھجک باقی رہی۔ تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے۔ اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔
 کہتے ہیں فرمان الہی کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈال دی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی۔ اب یہ نظر ڈالی بجائے لکڑی کے
 ایک خوفناک اثر دھا دکھائی دیا۔ جو اس طرح چل پھر رہا ہے جیسے کسی کی جستجو ہو۔ گا بھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھر کو انسان سے
 باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے۔ آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں۔ =

وَاضْمُ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ۖ
لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَىٰ ۖ اِذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ قَالَ رَبِّ اشرحْ
لِي صَدْرِي ۖ وَيَسِّرْ لِي اَمْرِي ۖ وَاخْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۖ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۖ
وَاَجْعَلْ لِّي وِزِيرًا مِّنْ اَهْلِي ۖ هَرُونَ اَخِي ۖ اَشْدُدْ يَدِيْ اَزْرِي ۖ وَاَشْرِكْهُ فِيْ
اَمْرِي ۖ كَىٰ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۖ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۖ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۖ

ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال لے تو وہ سفید چمکتا ہوا ہو کر نکلے گا لیکن بغیر کسی عیب اور روک کے یہ ہے دوسرا معجزہ۔ [۲۲] یہ اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھانا چاہتے ہیں۔ [۲۳] تو فرعون کی طرف جا اس نے بڑی سرکشی پھا رکھی ہے۔ [۲۴] کہنے لگا میرے پروردگار! میرا سینہ میرے لیے کھول دے۔ [۲۵] اور میرے کام کو مجھ پر آسان کر دے۔ [۲۶] اور میری زبان کی گرہ بھی کھول دے۔ [۲۷] تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ [۲۸] اور میرا وزیر میرے کہنے میں سے کر دے [۲۹] یعنی میرے بھائی ہارون کو [۳۰] تو اس سے میری کمرس دے۔ [۳۱] اور اسے میرا شریک کار کر دے۔ [۳۲] تاکہ ہم دونوں بکثرت تیری تسبیح بیان کریں [۳۳] اور بکثرت تیری یاد کریں۔ [۳۴] بے شک تو ہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔ [۳۵]

= اس ہیبت ناک خونخوار اژدھے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی یاد آگئی تو شرما کر ٹھہر گئے۔ وہیں آواز آئی کہ موسیٰ لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے۔ آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے۔ تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو کچھ بھی خوف نہ کرو۔ ہم اسے اس کی اسی اگلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صوف کا کبیل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا۔ آپ نے اسی کبیل کو اپنے ہاتھ پر پلیٹ کر اس ہیبت ناک اژدھے کو پکڑنا چاہا۔ فرشتے نے کہا موسیٰ! اگر اللہ تعالیٰ اسے کانٹے کا حکم دے دے تو کیا تیرا یہ کبیل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ لیکن یہ حرکت مجھ سے بہ سبب میرے ضعف کے سرزد ہو گئی۔ میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے ساتھ کبیل ہٹا کر ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کو تھام لیا۔ اسی وقت وہ اژدھا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا۔ اس وقت جب کہ آپ اس گھائی پر چڑھ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا۔ اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات: [آیت: ۲۲-۳۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بن کر نکلے گا۔ یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو یا کوئی بیماری اور عیب ہو۔ ① چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چراغ کی طرح روشن نکلا۔ جس سے آپ کا یہ یقین کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا۔ ② یہ دونوں معجزے یہیں اسی لیے ملے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیں۔ پھر حکم ہوا کہ فرعون نے ہماری بغاوت پر کمر کس لی ہے۔ اس کے پاس جا کر اسے سمجھاؤ۔

وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریب ہونے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ اس درخت کے تنے سے

لگ کر کھڑے ہو گئے۔ دل ٹھہر گیا۔ خوف و خطر دور ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر لٹکا کر سر جھکا کر گردن خم کر کے بادوب ارشاد ربانی سننے لگے۔ تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف ہمارا پیغام لے کر جاؤ۔ یہیں سے تم بھاگ کر آئے ہو۔ اس سے کہو کہ وہ ہماری عبادت کرے۔ کسی کو شریک نہ بنائے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ سلوک و احسان کرے۔ انھیں تکلیف و ایذا نہ دے۔ فرعون بڑا باغی ہو گیا ہے دنیا کا مفتون بن کر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے۔ تو میری رسالت لے کر اس کے پاس جا۔ میرے کان اور میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں۔ میں تجھے دیکھتا بھالتا اور تیری باتیں سنتا سنا تا رہوں گا۔ میری مدد تیرے پاس ہوگی۔ میں نے اپنی طرف سے تجھے جتنی عطا فرمادی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کر دیا ہے۔ تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے۔ اپنے ایک ضعیف بندے کی طرف تجھے بھیج رہا ہوں جو میری نعمتیں پا کر بھول گیا ہے اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے۔ دنیا میں پھنس گیا اور غرور و تکبر میں ڈھنس گیا ہے۔ میری ربوبیت سے بیزار میری الوہیت سے سرسپکا رہے۔ مجھ سے آنکھیں پھیر لی ہیں۔ دیدے بدل لیے ہیں۔ میری پکڑ سے غافل ہو گیا ہے۔ میرے عذابوں سے بے خوف ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے۔ زمین اسے نگل جاتی۔ دریا اسے ڈبو دیتے۔ لیکن چونکہ وہ میرے مقابلے کا نہیں ہر وقت میرے بس میں ہے میں اسے ڈھیل دیئے ہوئے ہوں اور اس سے بے پرواہی برت رہا ہوں۔ میں ہوں بھی ساری مخلوق سے بے پرواہ۔ حق تو یہ ہے کہ بے پرواہی صرف میری ہی صفت ہے۔ تو میری رسالت ادا کر۔ اسے میری عبادت کی ہدایت کر۔ اسے توحید و اخلاص کی دعوت دے۔ میری نعمتیں یاد دلا۔ میرے عذابوں سے دھمکا۔ میرے غضب سے ہوشیار کر دے۔ جب میں غصہ کر بیٹھتا ہوں تو امن نہیں ملتا۔ اسے نری سے سمجھاتا کہ نہ ماننے کا عذر ٹوٹ جائے۔ میری بخشش کی میرے رحم و کرم کی اسے خبر دے۔ کہہ دے کہ اب بھی اگر میری طرف جھکے گا تو میں تمام بد اعمالیوں سے قطع نظر کر لوں گا۔ میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ خبردار اس کا دنیوی ٹھٹھ دیکھ کر رعب میں نہ آ جانا۔ اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کی زبان چل نہیں سکتی۔ اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے۔ اس کی آنکھ پھڑک نہیں سکتی۔ اس کا سانس چل نہیں سکتا۔ جب تک میری اجازت نہ ہو۔ اسے سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آؤں گا۔ چار سو سال اسے سرکشی کرتے میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گزر چکے ہیں۔ تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی نہ پیداوار روکی نہ بیمار ڈالا نہ بوڑھا کیا نہ مغلوب کیا۔ اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔ تو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اس سے پوری طرح جہاد کرو اور میری مدد پر بھروسہ رکھ۔ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیج کر اس کا بھیجا نکال دوں۔ لیکن اس بودے بندے کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میری جماعت کا ایک بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ مدد میرے اختیار میں ہے۔ دنیاوی جاہ و جلال کی تو پرواہ نہ کرنا بلکہ آنکھ بھر کر دکھانا بھی نہیں۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں اتنا دے دوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ میں بھی نہ آ سکے۔ لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں تاکہ ان کی آخرت سنواری رہے۔ یہ اس لیے نہیں ہوتا وہ میرے نزدیک قابلِ اکرام نہیں بلکہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ دونوں جہان کی نعمتیں آنے والے جہان میں جمع مل جائیں۔ میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنی وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری۔ میں اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع و خضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں۔ ان کے چہرے سجدوں کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی سچے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر ایک کو بادوب رہنا چاہیے۔ اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع رکھنا چاہیے۔ سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ تو کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر سے اسے دیکھا اور اس کا تہس

نہیں ہوا۔ میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے۔ میرے مخالف میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ میں اپنے دوستوں کی آپ مدد کرتا ہوں۔ انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ دنیا آخرت میں انہیں سرخ رو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گودیوں میں گزارا تھا۔ جوانی تک ملک مصر میں اسی کی بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے۔ پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مر گیا تھا جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ تب سے لے کر آج تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرعون ایک سخت دل بطلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا۔ غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں رب کو جانتا ہی نہیں۔ اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا رب میں ہی ہوں۔ ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کروفر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسے ہدایت کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرا سینہ کھول دے اور میرے کام میں آسانی پیدا کر دے۔ اگر تو آپ میرا مددگار نہ بنا تو یہ سخت بار میرے کندھے نہیں اٹھا سکتے اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ چونکہ آپ کے بچپن کے زمانے میں آپ کے سامنے کھجور اور انگارے رکھے گئے تھے۔ آپ نے انگارے کر منہ میں رکھ لیا تھا۔ اس لیے زبان میں لکنت ہو گئی تھی تو دعا کی کہ میری زبان کی گرہ کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ادب کو دیکھئے کہ بقدر حاجت سوال کرتے ہیں۔ یہ نہیں عرض کرتے کہ میری زبان بالکل صاف ہو جائے۔ بلکہ دعا یہ کرتے ہیں کہ گرہ کھل جائے تاکہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے صرف حاجت روائی کے مطابق ہی عرض کرتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔ چنانچہ آپ کی زبان میں پھر بھی کچھ کسر رہ گئی تھی۔ جیسے کہ فرعون نے کہا تھا کہ کیا میں بہتر ہوں یا یہ؟ جو فرمایا ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ حسن بصری فرماتے ہیں ایک گرہ کھلنے کی دعا کی تھی جو پوری ہوئی۔ اگر پوری کی دعا ہوتی تو وہ بھی پوری ہوتی۔ آپ نے صرف اسی قدر دعا کی تھی کہ آپ کی زبان ایسی کر دی جائے کہ لوگ آپ کی بات سمجھ لیا کریں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ڈر تھا کہ کہیں وہ الزام قتل رکھ کر قتل نہ کر دیں۔ اس کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ زبان میں اٹکاؤ تھا اس کی بابت دعا کی کہ اتنی صاف ہو جائے کہ لوگ بات سمجھ لیں۔ یہ دعا بھی پوری ہوئی دعا کی کہ ہارون کو بھی نبی بنا دیا جائے یہ بھی پوری ہوئی۔ حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے ایک رشتے دار آئے اور کہنے لگے یہ تو بڑی کمی ہے کہ تم بولنے میں غلط بول جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا نتیجہ کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کہا ہاں سمجھ میں تو آ جاتی ہے۔ کہا بس یہی کافی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی اور اتنی ہی دعا کی تھی۔ پھر اور دعا کی کہ میری خارجی اور ظاہری امداد کے لیے میرا وزیر بنادے اور ہو بھی وہ میرے کنبے میں سے یعنی میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبوت عطا فرما۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی نبوت عطا فرمائی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عمرے کے لیے جاتے ہوئے کسی اعرابی کے ہاں مقیم تھیں کہ سنا ایک شخص پوچھتا ہے کہ دنیا میں کس بھائی نے اپنے بھائی کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا ہے؟ اس سوال پر سب خاموش ہو گئے اور کہہ دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے اس کا علم ہے۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا دیکھو یہ شخص کتنی بے جا جسارت کرتا ہے۔ بغیر ان شاء اللہ کے قسم کھا رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بتلاؤ اس نے جواب دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنی دعا سے نبوت دلوائی۔ میں بھی یہ سن کر دنگ رہ گئی اور دل میں کہنے لگی کہ بات تو سچ کہی۔ فی الواقع اس سے زیادہ کوئی بھائی اپنے بھائی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑے آبرو دار تھے اس دعا کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ میری کمر مضبوط ہو جائے۔ وہ میری =

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَٰمُوسَىٰ ۖ وَلَقَدْ مَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۖ إِذَا وَحِينَا إِلَىٰ
 أَمْرِكَ مَا يُؤْتِي ۖ أَنْ أَقْضِيهِ فِي التَّابُوتِ فَأَقْضِيهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ
 بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَعَدُوٌّ لَّهُ ۖ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۖ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ
 عَيْنِي ۖ إِذْ تَسْتَشِيْ أَخُتَكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَّكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَا إِلَىٰ
 أَمْرِكَ ۖ لَتَفَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۖ وَتَوَلَّتْ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا ۖ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تیرے تمام سوالات پر رے کر دیے گئے۔ [۳۶] ہم نے تو تجھ پر ایک بار اور بھی بڑا احسان کیا ہے [۳۷] جب کہ ہم نے تیری ماں کو وہ الہام کیا جو کیا جاتا تھا۔ [۳۸] کہ تو اسے صندوق میں بند کر کے دریا میں چھوڑ دے تو دریا اسے کنارے لا ڈالے گا اور میرا اور خود اس کا دشمن اسے لے لے گا۔ اور میں نے اپنی طرف کی خاص محبت و مقبولیت تجھ پر ڈال دی۔ تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔ [۳۹] جبکہ تیری بہن چل رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اگر تم کہو تو میں اسے بتا دوں جو اس کی نگہبانی کرے اس تدبیر سے ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچایا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہو۔ تو نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس پر بھی ہم نے تجھے غم سے بچالیا غرض ہم نے تجھے اچھی طرح آزمایا۔

= مشاورت میں رہے۔ میرے کام میں اسے بھی میرا ساتھی بنا دے تاکہ ہم تیری تسبیح اچھی طرح بیان کریں۔ ہر وقت تیری پاکیزگی بیان کرتے رہیں اور تیری یاد بکثرت کریں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کرنے والا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ بیٹھتے اٹھتے اور لیٹتے ذکر اللہ میں مشغول رہے تو ہمیں دیکھتا ہوا ہے۔ یہ تیرا رحم و کرم ہے کہ تو نے ہمیں برگزیدہ کیا۔ ہمیں نبوت عطا فرمائی اور ہمیں اپنے دشمن فرعون کی طرف اپنا نبی بنا کر اس کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لیے تمام تعریفیں سزاوار ہیں۔ تیری ان نعمتوں پر ہم تیرے شکر گزار ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی حالات: [آیت ۳۶-۴۰] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول ہوئیں اور فرما دیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان کا بھی ذکر کر دیا گیا کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے۔ تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونوں کا کھانا تھا کیونکہ اس سال وہ بنو اسرائیل کے لوگوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کا بچی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنالو۔ دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریا ئے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں۔ ایک رسی اس میں باندھ رکھی تھی جس کا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ لیتی تھیں۔ ایک مرتبہ باندھ رہی تھیں جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہا لے چلیں۔ اب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں۔ اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر نامکن تھا۔ راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا۔ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا۔ آل فرعون نے اسے اٹھالیا کہ جس غم سے وہ بچنا چاہتے تھے جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے

وہ ان کے سامنے آ جائے۔ جس کی شمع حیات کو بجھانے کے لئے وہ بے گناہ معصوموں کا قتل عام کر رہا تھے وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہوا اور اللہ تعالیٰ کے ارادے بے روک پورے ہو جائیں۔ ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے ہاں تربیت پائے۔

خود فرعون اور اس کی اہلیہ محترمہ نے جب بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سا گئی۔ لے کر پرورش کرنے لگے۔ آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے۔ شاہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے لگے۔ شاہی دربار میں رہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی۔ گو فرعون تیرا دشمن تھا لیکن رب کی بات کون بد لے؟ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو کون ٹالے؟ فرعون پر ہی کیا منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والد اور شیدا بن جاتا۔ یہ اس لیے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہو۔ ❶ شاہی خوراکیں کھا۔ عزت و وقعت کے ساتھ رہ۔ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھالیا، کھولا، بچے کو دیکھا پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ دے رہے تھے بلکہ منہ میں ہی نہیں لیتے۔ بہن جو صندوق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آرہی تھی وہ بھی موقع پر پہنچ گئیں۔ کہنے لگیں کہ اگر آپ اس کی پرورش کی تمنا کرتے ہیں اور معقول اجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے۔ سب نے کہا ہم تیار ہیں۔ آپ انہیں لیے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچیں۔ جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا آپ نے جھٹ سے منہ لگا دودھ پینا شروع کر دیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام و اکرام دیا گیا۔ تنخواہ مقرر ہو گئی۔ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت و اکرام بھی پائیں۔ دنیا بھی ملے دین بھی بڑھے۔

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ ”جو شخص اپنے کام کو کرے اور نیک نیتی سے کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔“ ❷ پس یہ بھی ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم و رنج جاتا رہے۔ پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعون قبطی مار ڈالا گیا تو بھی ہم نے تمہیں بچالیا۔ فرعونوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ راز فاش ہو چکا تھا۔ تمہیں یہاں سے نجات دی۔ تم بھاگ کھڑے ہوئے مدین کے کنوئیں پر جا کر تم نے دم لیا وہیں ہمارے ایک نیک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں۔ ان ظالموں سے تم نے نجات پالی۔ تجھے ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہیں پھر سہی۔ چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیا اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اسکے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا لیکن ان کی وفات تک جب وہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قوی و مذہبی ترقی ہوگی۔ یہ باتیں کر کے فرعونوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں یہ قرار دیا منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو زینہ اولاد ہوا اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور

ذبح کر دیا جائے۔ لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں جو بیگاریں ان سے وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گے۔ اس لیے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اس طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لیے بھی نہ مل سکیں۔

جتنے بوڑھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے۔ جس سال قتل موقوف تھا اس سال تو حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل عام بچوں کا جاری تھا اس برس حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ کی اس وقت کی گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی ایک فتنہ تو یہ تھا۔ چنانچہ یہ خطرہ اس وقت دفع ہو گیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔ چنانچہ حکم باری تعالیٰ آپ نے اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ جب صندوق نظروں سے اوجھل ہو گیا تو شیطان نے دل میں دوسو سے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا تو میں اسے خود ہی کفنانی دفنانی تو سہی لیکن اب تو میں نے آپ اسے مچھلیوں کا شکار بنایا۔ یہ صندوق یونہی بہتا ہوا خاص فرعون کی گھاٹ سے جا لگا۔ وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں۔ انہوں نے اس صندوق کو اٹھا لیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں لیکن پھر ڈر گئیں کہ ایسا نہ ہو کوئی چوری پڑے۔ یونہی مقفل صندوق ملکہ فرعون کے پاس پہنچا دیا۔ وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش سے اچھلنے لگا۔

ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہو گئی۔ سوائے اپنے اس پیارے بچے کے خیال کے دل میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا۔ ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز کئے ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ اے ابن جبر یہ دوسرا فتنہ تھا۔ آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے دیدیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو گا۔ اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو۔ میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بحلف بیان فرماتے ہیں کہ ”اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بیشک وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئیں۔ لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے محروم کر دیا۔“

الغرض فرعون کو جو توں کر کے راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں۔ اب محل کی جتنی دایہ تھیں سب کو جمع کیا ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا۔ آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرا ئیں کہ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ ادھر ادھر تلاش کرو اور اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کر لے تو اسے بہ منت سونپ دو۔ باہر بازاروں میں میلہ سالگ گیا۔ ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے وہ اس مجمع میں موجود تھیں اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں۔ جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو

آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی تنہائی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو بھی پہچانتی ہے۔ اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکی کو سمجھ دیدی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھتے کون بد نصیب ایسا ہوگا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہو۔ کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پلے تاکہ انعام و اکرام سے اسکا گھر بھر جائے۔ یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہتا ہوا تو کونسی دایہ اس کے لیے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی۔ دوڑی ہوئی لگئیں اور والدہ کو یہ خوشخبری سنائی۔ والدہ صاحبہ بہمہ شوق و امید آئیں۔ اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا۔ اپنا دودھ منہ میں دیا۔ بچے نے پیٹ بھر کر پیا۔ اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی۔ ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ۔ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوا دیا اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگئیں کہ دائی اماں مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں۔ تم یہیں محل میں رہو اور اس بچہ کی پرورش کرو۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ انہیں یقین کامل تھا۔ اس لیے آپ ذرا رکیں اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی۔ ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لیے ہوئے گھر آ گئیں۔ اس بچے کی وجہ سے اس محلے کے بنی اسرائیل بھی فرعون کی مظالم سے رہائی پا گئے جب زمانہ گزر گیا تو بادشاہ بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک دن مقرر ہو گیا۔ تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرانے تک لاؤ۔ چنانچہ جب سواری روانہ ہوئی وہاں سے محل سرانے سلطانی تک برابر تھے تحائف نذریں اور ہدیے پیش ہوتے رہے اور بڑے ہی عزت و اکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی اور بڑی شادی منائی گئی۔ پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گی وہ بھی اسے انعام و اکرام دیں گے۔ لے گئیں اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی داڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی۔ فرعون کھٹک گیا اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہوا آپ اسے فوراً قتل کرادیتے۔

اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ۔ ملکہ بے تاب ہو کر بول اٹھیں اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے تو آتے ہی داڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانے والا اور مجھے تاخت و تاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ! بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اسکے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو اور دو موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو۔ پھر دیکھو یہ کیا اٹھاتا ہے؟ اگر موتی اٹھا لے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں۔ جب عقل و تیز نہیں اور اس کے داڑھی پکڑ لینے پر اتنے لمبے خیالات کر کے اس کی جان کے دشمن بن جانا کونسی دانائی کی بات ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا۔ دونوں چیزیں آپ کے پاس رکھی گئیں۔ آپ نے دیکھتے ہوئے انگارے اٹھا لیے اسی وقت وہ چھین لیے کہ ایسا نہ ہو ہاتھ جل جائیں۔ اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور بدلا ہوا رخ ٹھیک ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے اس کے قدرتی

اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ گئے اور بالغ ہو گئے۔

اب تو فرعونوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے۔ ان میں بھی کمی ہو گئی تھی۔ سب انس و امان سے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ کو سخت غصہ آیا اس لیے کہ اس وقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا۔ آپ نے اسے ایک مکا مارا اللہ تعالیٰ کی شان مکا لگتے ہی وہ مر گیا۔ یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی طرفداری کرتے ہیں۔ لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے اس لیے ان کے طرفدار ہیں۔ اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا۔ اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو۔ اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا اور کھلا دشمن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ باری تعالیٰ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما۔ پروردگار نے بھی آپ کو اس خطا سے درگزر فرمایا۔ وہ تو غفور و رحیم ہے ہی۔ چونکہ قتل کا معاملہ تھا آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے۔ تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا۔ ادھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیلی نے مار ڈالا ہے۔ فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو۔ قاتل کی تلاش کر کے پکڑ لاؤ اور گواہ بھی پیش کرو اور جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا۔ لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا بار بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا برا معلوم ہوا اور کہا تم تو بڑے لڑاکا ہو۔ یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ اس کا یہ صرف بزدلانہ خیال تھا۔ آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے اور اسے بچانا چاہتے تھے۔ لیکن خوف و ہراس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ! جیسے کہ کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر وہ فرعونی اسے چھوڑ کر بھاگا دوڑا گیا اور سرکاری سپاہ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلاوطن کو حکم دیا کہ موسیٰ کو پکڑ کر قتل کر دو۔ یہ لوگ شارع عام سے آپ کی جستجو میں چلے۔ ادھر ایک بنی اسرائیلی نے راستہ کاٹ کر نزدیک کے راستے سے آ کر موسیٰ علیہ السلام کو خبر کر دی۔ اے ابن جبیر! یہ ہے پانچواں فتنہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سنتے ہی مٹھیاں بند کر کے مصر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے۔ شہزادوں کی طرح لاڈ لاؤ میں پلے تھے۔ نہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی کسی سفر کا اتفاق پڑا تھا۔ رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ اے اللہ مجھے سیدھی راہ لے چنا چل کھڑے ہوئے۔

یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے۔ یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ وہیں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلاتی؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا سکتے ہیں ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتی ہیں۔ آپ فوراً آگے بڑھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔

چونکہ بہت جلد پانی کھینچا آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا۔ یہ اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر روانہ ہوئیں۔ اور آپ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار! میں تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آگئیں اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔

تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے اور انہیں میرے پاس بلالائے۔ وہ آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا تو آپ نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ اس پر وہ فرمانے لگے اب کوئی ڈر کی بات نہیں۔ آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے۔ ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے۔ اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ اباجی! انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے اور یہ ہیں بھی قوت والے اور امانتدار شخص کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجیے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرا لیا کریں۔ باپ کو غیرت اور غضب آ گیا اور پوچھا بیٹی! تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بیٹی نے جواب دیا کہ قوت تو اس وقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے اور بڑی پھرتی اور سکی سے۔ امانتداری یوں معلوم ہوئی کہ میری آوازن کر انہوں نے نظر انداز کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے۔ واللہ! آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو مجھے دور سے راستہ بتا دیا کرنا۔ یہ بھی دلیل ہے ان کی رب ترسی اور امانتداری کی۔ باپ کی غیرت و حمیت بھی رہ گئی بیٹی کی طرف سے دل صاف ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت دل میں سما گئی۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال میرے ہاں کام کاج کرتے رہیں۔ ہاں اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے۔ ان شاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں۔ چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کئے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھے سے پوچھ بیٹھا تھا تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر جب میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا۔ اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہیں ہی۔ اب موسیٰ اس مدت کو پورا کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لیے ہوئے یہاں سے چلے۔ پھر وہ واقعات ہوئے جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ آگ دیکھی گئی، اللہ تعالیٰ سے کلام کیا، لکڑی کا اٹھا دیا، ہاتھ کا نورانی بننا ملاحظہ کیا، نبوت پائی، فرعون کی طرف بھیجے گئے تو قتل کے واقعہ کے بدلے کا اندیشہ ظاہر فرمایا۔ اس سے اطمینان حاصل کر کے زبان کی گرہ کشائی کی طلب کی۔ اس کو حاصل کر کے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی ہمدردی اور شرکت کا رچا ہی۔ یہ بھی حاصل کر کے لکڑی لیے ہوئے شاہ مصر کی طرف چلے۔

ادھر حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس وحی پہنچی کہ اپنے بھائی کی موافقت کریں اور ان کا ساتھ دیں۔ دونوں بھائی ملے اور فرعون کے دربار میں پہنچے۔ اطلاع کرائی بڑی دیر میں اجازت ملی گئے فرعون پر ظاہر کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر تیرے

پاس آئے ہیں۔ اب جو سوال و جواب ہوئے ہیں وہ قرآن میں موجود ہیں۔ فرعون نے کہا اچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اور واقعہ قتل یاد دلایا۔ جس کا عذر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا جو قرآن میں موجود ہے اور کہا ہمارا ارادہ یہ ہے کہ تو ایمان لا اور ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے رہائی دے اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ دکھلاؤ۔ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی۔ وہ زمین پر پڑتے ہی ایک زبردست خوفناک اثر دے کی صورت میں منہ پھاڑے کچلیاں نکالے فرعون کی طرف لپکا۔ مارے خوف کے فرعون تخت سے کود گیا اور بھاگتا ہوا عاجزی سے فریاد کرنے لگا کہ موسیٰ رب کے واسطے اسے پکڑ لو۔ آپ نے ہاتھ لگایا وہ اسی وقت اصلی حالت میں آگئی پھر آپ نے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ بغیر کسی مرض کے داغ کے چمکتا ہوا نکلا۔ جسے دیکھ کر وہ حیران ہو گیا۔ آپ نے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ اپنی اصلی حالت میں تھا۔ اب فرعون نے اپنے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ تم نے دیکھا یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال کر باہر کریں اور تمہارے ملک پر قابض ہو کر تمہارے طریقے مٹا دیں۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں آپ کی نبوت ماننے سے بھی انکار ہے۔ اور آپ کا کوئی مطالبہ بھی ہم پورا نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم اپنے جادوگروں کو تمہارے مقابلے کے لیے بلا رہے ہیں جو تمہارے اس جادو پر غالب آ جائیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی کوششوں میں مشغول ہو گئے۔ تمام ملک سے جادوگروں کو بڑی عزت سے بلوایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے پوچھا کہ اس کا جادو کس قسم کا ہے؟ فرعون والوں نے کہا لکڑی کا سانپ بنادیتا ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کیا ہے؟ ہم لکڑیوں کے رسیوں کے وہ سانپ بنائیں گے کہ روئے زمین پر ان کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن ہمارے لیے انعام مقرر ہو جانا چاہیے۔ فرعون نے ان سے قول و قرار کیا کہ انعام کیسا میں تو تمہیں اپنا مقرب خاص اور درباری بنا لوں گا اور تمہیں نہال کر دوں گا جو مانگو گے پاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ عید والے دن دن چڑھے فلاں میدان میں مقابلہ ہوگا۔ مروی ہے کہ ان کی یہ عید عاشورہ کے دن تھی۔

اس دن تمام لوگ صبح ہی صبح اس میدان میں پہنچ گئے کہ آج چل کر دیکھیں گے کہ کون غالب آتا ہے۔ ہم تو جادوگروں کے کمال کے قائل ہیں وہی غالب آئیں گے اور ہم انہی کی مانیں گے۔ مذاق سے اس بات کو بدل کر کہتے تھے کہ چلو انہی دونوں جادوگروں کے مطیع بن جائیں گے اگر وہ غالب رہیں۔ میدان میں آ کر جادوگروں نے انبیاء اللہ سے کہا کہ لو اب بتاؤ تم پہلے اپنا جادو ظاہر کرتے ہو یا ہم ہی شروع کریں؟ آپ نے فرمایا تم ہی ابتدا کرو تا کہ تمہارے حوصلے نکل جائیں۔ اب انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈالیں وہ سب سانپ اور بلائیں بن کر اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی طرف دوڑیں جس سے خوفزدہ ہو کر آپ پیچھے ہٹنے لگے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی وحی آئی کہ آپ اپنی لکڑی زمین پر ڈال دیجئے۔ آپ نے ڈال دی وہ ایک خوفناک بھیانک عظیم الشان اثر دیا بن کر ان کی طرف دوڑا۔ یہ لکڑیاں رسیاں سب گڈمڈ ہو گئیں اور وہ ان سب کو نگل گیا۔ جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں۔ یہ تو سچ اللہ تعالیٰ کی طرف کا نشان ہے۔ جادو میں یہ بات کہاں؟ چنانچہ سب نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ کے رب پر ایمان لائے اور ان دونوں بھائیوں کی نبوت ہمیں تسلیم ہے۔ ہم اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

فرعون اور فرعونوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ رسوا ہوئے منہ کالے پڑ گئے ذلت کے ساتھ خاموش ہو گئے خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو گئے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر فرعون کی بیوی صاحبہ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سگے بچے کی طرح پالا تھا بے قرار بیٹھی تھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہی تھیں کہ اللہ عز و جل اپنے نبی کو غالب کرے۔ فرعونوں نے بھی اس حال کو دیکھا تھا لیکن انہوں نے

خیال کیا کہ اپنے خاوند کی طرفداری میں ان کا یہ حال ہے۔ یہاں سے ناکام واپس جانے پر فرعون نے بے ایمانی پر کمر باندھ لی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بہت سے نشانات ظاہر ہوئے۔ جب کبھی کوئی پکڑا جاتی یہ گھبرا کر بلکہ گڑگڑا کر وعدہ کرتا کہ اچھا اس مصیبت کے ہٹ جانے پر میں بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دوں گا لیکن جب عذاب ہٹ جاتا پھر منکر بن کر سرکشی پر آ جاتا اور کہتا کہ تیرا رب اس کے سوا کچھ اور بھی کر سکتا ہے؟ چنانچہ ان پر طوفان آیا مٹیالیاں آئیں جوئیں آئیں مینڈک آئے خون آیا اور بھی بہت سی صاف صاف نشانیاں دیکھیں۔ جہاں آفت آئی دوڑا وعدہ کیا جہاں وہ ٹل گئی مگر گیا اور اکڑ گیا۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ آپ راتوں رات انہیں لے کر روانہ ہو گئے۔

صبح فرعونینوں نے دیکھا کہ رات کو سارے بنی اسرائیل چلے گئے ہیں۔ فرعون سے کہا اس نے سارے ملک میں احکام بھیج کر ہر طرف سے فوجیں جمع کیں اور بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔ راستے میں دریا پڑتا تھا اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی پہنچی کہ تجھ پر جب میرے بندے موسیٰ کی لکڑی پڑے تو تو انہیں راستہ دے دینا۔ تجھ میں بارہ راستے ہو جائیں کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے الگ الگ اپنی راہ لگ جائیں۔ پھر جب یہ پار ہو جائیں اور فرعون آ جائیں تو تو مل جانا اور ان میں سے ایک کو بھی بے ڈبوائے نہ چھوڑنا۔ موسیٰ علیہ السلام جب دریا پر پہنچے دیکھا کہ وہ موجیں مار رہا ہے۔ پانی چڑھا ہوا ہے۔ شور اٹھ رہا ہے گھبرا گئے اور لکڑی مارنا بھول گئے۔ دریا بے قرار یوں تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے کسی حصے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی مار دیں اور اسے خبر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں بسبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے پھنس جائے۔ اتنے میں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کے گلے پر جا پہنچا۔ یہ گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ موسیٰ ہم تو پکڑ لیے گئے۔ اب آپ وہ کیجئے جو اللہ تعالیٰ کا آپ کو حکم ہے۔ یقیناً نہ تو اللہ تعالیٰ جھوٹا ہے نہ آپ۔

آپ نے فرمایا مجھ سے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ جب تو دریا پر پہنچے گا وہ تجھے بارہ راستے دے دے گا تو گزر جانا۔ اسی وقت یاد آیا کہ لکڑی مارنے کا حکم ہوا ہے۔ چنانچہ لکڑی ماری۔ ادھر فرعونی لشکر کا اول حصہ بنی اسرائیل کے آخری حصے کے پاس آ چکا تھا کہ دریا خشک ہو گیا اور اس میں راستے نمایاں ہو گئے اور آپ اپنی قوم کو لیے ہوئے اس میں بے خطر اتر گئے اور با آرام جانے لگے۔ جب یہ نکل چکے فرعونی سپاہ ان کے تعاقب میں دریا میں اتری۔ جب یہ سارا لشکر اس میں اتر گیا تو فرمان رب تعالیٰ کے مطابق دریا رواں ہو گیا اور سب کو بیک وقت غرق کر دیا۔ بنو اسرائیل اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے تاہم انہوں نے کہا اے رسول اللہ! ہمیں کیا خبر کہ فرعون بھی مرا یا نہیں۔ آپ نے دعا کی اور دریائے فرعون کی بے جان لاش کو کنارے پر پھینک دیا جسے دیکھ کر انہیں یقین کامل ہو گیا کہ ان کا دشمن مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہو گیا۔ اب یہاں سے آگے چلے تو دیکھا کہ ایک قوم اپنے بتوں کی مجاور بن کر بیٹھی ہے تو کہنے لگے اے اللہ تعالیٰ کے رسول! ہمارے لیے بھی کوئی معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو! تم نے اتنی بڑی عبرتاک نشانیاں دیکھیں ایسے اہم واقعات سنے لیکن اب تک نہ عبرت ہے نہ غیرت۔ یہاں سے آگے بڑھ کر ایک منزل پر آپ نے قیام کیا اور یہاں اپنا خلیفہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنا کر قوم سے فرمایا کہ میری واپسی تک ان کی فرمانبرداری کرتے رہنا میں اپنے رب کے پاس جا رہا ہوں۔ تیس دن کا اس کا وعدہ ہے۔ چنانچہ قوم سے الگ ہو کر وعدے کی جگہ پہنچ کر تیس دن رات کے روزے کے پورے کر کے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا دھیان پیدا ہوا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ روزوں کی وجہ سے منہ سے بہہ کا نکل رہا ہو گا تھوڑی سی گھاس لے کر آپ نے چالی۔ اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ آپ نے جواب دیا صرف اس لئے کہ تجھ سے باتیں کرتے وقت

میرا منہ خوشبودار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ روزے دار کے منہ کی بو مجھے مشک و عنبر کی خوشبو سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ اب تو دس روزے اور رکھ پھر مجھ سے کلام کرنا۔ آپ نے روزے رکھنا شروع کر دیئے۔ قوم پر تمیں دن جب گزر گئے اور حسب وعدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ لوٹے تو وہ ٹمگین رہنے لگے۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے ان میں خطبہ کیا اور فرمایا کہ جب تم مصر سے چلے تھے تو قبطیوں کی رقبیں تم میں سے بعض پر ادھار تھیں۔ اسی طرح ان کی امانتیں بھی تمہارے پاس رہ گئی ہیں۔ یہ ہم انھیں واپس تو کرنے کے نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ ہماری ملکیت میں رہیں۔ اس لئے تم ایک گہرا گڑھا کھودو اور جو اسباب برتن بھانڈا زور سونا چاندی وغیرہ ان کا تمہارے پاس ہے سب اس میں ڈالو پھر آگ لگا دو۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔ ان کے ساتھ سامری نامی ایک شخص تھا۔ یہ گائے بچھڑے پوجنے والوں میں سے تھا بنی اسرائیل میں سے نہ تھا لیکن بوجہ پڑوسی ہونے کے اور فرعون کی قوم میں سے نہ ہونے کے یہ بھی ان کے ساتھ وہاں سے نکل آیا تھا۔ اس نے کسی نشان سے کچھ مٹھی میں اٹھالیا تھا حضرت ہارون نے فرمایا تو بھی اسے ڈال دے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو اس کے اثر سے ہے جو تمہیں دریا سے پار کرائے گیا خیر میں اسے ڈال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ آپ علیہ السلام اللہ سے دعا کریں کہ اس سے وہ بن جائے جو میں چاہتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی اور اس نے اپنی مٹھی میں جو تھا اسے ڈال دیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں اس کا ایک بچھڑا بن جائے۔ قدرت الہی سے اس گڑھے میں جو تھا وہ ایک بچھڑے کی صورت میں ہو گیا جو اندر سے کھوکھلا تھا۔ اس میں روح نہ تھی لیکن ہوا اس کے پیچھے کے سوراخ سے جا کر منہ سے نکلتی تھی۔ اس سے ایک آواز پیدا ہوتی تھی۔

بنو اسرائیل نے پوچھا سامری یہ کیا ہے؟ اس بے ایمان نے کہا یہی تمہارا سب کا رب ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے اور دوسری جگہ رب کی تلاش میں چلے گئے۔ اس بات نے بنی اسرائیل کے کئی فرقے کر دیئے ایک فرقے نے تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک ہم اس کی بابت کوئی بات طے نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے یہی رب ہو تو ہم اس کی بے ادبی کیوں کریں؟ اور اگر یہ رب نہیں ہے تو موسیٰ کے آتے ہی حقیقت کھل جائیگی۔ دوسری جماعت نے کہا محض واہیات ہے یہ شیطانی حرکت ہے۔ ہم اس لغویت پر مطلقاً ایمان نہیں رکھتے۔ نہ یہ ہمارا رب نہ ہمارا اس پر ایمان۔ ایک پاجی فرقے نے دل سے اسے مان لیا اور سامری کی بات پر ایمان لائے مگر بظاہر اس کی بات کو جھٹلادیا۔ ہارون علیہ السلام نے اسی وقت سب کو جمع کر کے فرمایا کہ لوگو یہ اللہ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے تم اس جھگڑے میں کہاں پھنس گئے تمہارا رب تو رحمان ہے۔ تم میری اتباع کرو اور میرا کہنا مانو۔ انھوں نے کہا آخر اس کی کیا وجہ کہ تیس دن کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے ہیں اور آج چالیس دن ہونے کو آئے لیکن اب تک لوٹے نہیں بعض بیوقوفوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے ان کا رب خطا کر گیا اب یہ اس کی تلاش میں ہوں گے۔ اوہ دس روزے اور پورے ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کے بعد آپ کی قوم کا اس وقت کیا حال ہے۔ آپ اسی وقت رنج و افسوس اور غم و غصے کے ساتھ واپس لوٹے اور یہاں آ کر قوم سے بہت کچھ کہا سنا۔ اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنے لگے۔ غصے کی زیادتی کی وجہ سے تختیاں بھی ہاتھ سے پھینک دیں۔

پھر اصل حقیقت معلوم ہو جانے پر آپ نے اپنے بھائی سے معذرت کی ان کے لئے استغفار کیا اور سامری کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کے بیچے ہوئے کے پاؤں تلے سے میں نے ایک مٹھی اٹھالی یہ لوگ اسے نہ پہچان سکے اور میں نے جان لیا تھا۔ میں نے وہی مٹھی اس آگ میں ڈال دی تھی۔ میری رائے میں یہی بات آئی۔ آپ نے

فرمایا جا اس کی سزا دنیا میں تو یہ ہے کہ تو یہی کہتا رہے کہ ”ہاتھ لگانا نہیں“ پھر ایک وعدے کا وقت ہے جس کا خلاف ناممکن ہے اور تیرے دیکھتے ہوئے ہم تیرے اس معبود کو جلا کر اس کی خاک بھی دریا میں بہا دیں گے۔ چنانچہ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ واقعی وہ رب نہ تھا۔ اب وہ بڑے نادم ہوئے اور سوائے ان مسلمانوں کے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے ہم عقیدہ رہے تھے باقی کے لوگوں نے عذر معذرت کی اور کہا اے نبی! اللہ سے دعا کیجئے وہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جو وہ فرمائے گا ہم بجا لائیں گے تاکہ ہماری یہ زبردست خطا معاف ہو جائے۔

آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ میں سے ستر آدمیوں کو چھانٹ کر علیحدہ کیا اور توبہ کیلئے لے چلے۔ وہاں زمین پھٹ گئی اور آپ کے سب ساتھی اس میں اتار دیئے گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فکر لاحق ہوئی کہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ آپ نے گریہ و زاری شروع کی اور دعا کی کہ اے خدا اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھے اور ان سب کو ہلاک کر دیتا ہمارے بیوقوفوں کے گناہ کے بدلے تو ہمیں ہلاک نہ کر۔ آپ تو ان کے ظاہر کو دیکھ رہے تھے اور اللہ کی نظریں ان کے باطن پر تھیں ان میں سے ایسے بھی تھے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لیکن دراصل ولی عقیدہ ان کا اس پھنسرے کے رب ہونے پر تھا۔ انہی منافقین کی وجہ سے سب کو تیر زمین کر دیا گیا تھا۔ نبی اللہ کی اس آہ و زاری پر رحمت الہی جوش پر آئی اور جواب ملا کہ یوں تو میری رحمت سب پر چھائے ہوئے ہے لیکن میں اسے ان کے نام ہبہ کروں گا جو متقی پر ہیزگار ہوں زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہوں میری باتوں پر ایمان لائیں اور میرے اس رسول و نبی کی اتباع کریں جس کے اوصاف وہ اپنی کتابوں میں لکھے پاتے ہیں یعنی تورات و انجیل میں۔

حضرت کلیم اللہ نے عرض کی کہ باری تعالیٰ! میں نے اپنی قوم کیلئے توبہ طلب کی تو نے جواب دیا کہ تو اپنی رحمت کو ان کے ساتھ کر دے گا جو آگے آنے والے ہیں۔ پھر اللہ مجھے بھی تو اپنے اسی رحمت والے نبی کی امت میں پیدا کرتا۔ رب العالمین نے فرمایا سنو ان کی توبہ اس وقت قبول ہو گی کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ نہ باپ بیٹے کو دیکھے نہ بیٹا باپ کو چھوڑے۔ آپس میں گتھ جائیں اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ بنو اسرائیل نے یہی کیا اور جو منافق لوگ تھے انھوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ جو بچ گئے تھے وہ بھی بخش دیئے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اب یہاں سے بیت المقدس کی طرف چلے تورات کی تختیاں اپنے ساتھ لیں اور انھیں احکام الہی سنائے جو ان پر بہت بھاری پڑے اور انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک پہاڑ ان کے سروں پر معلق کھڑا کر دیا گیا۔ وہ مثل سائبان کے سروں پر تھا اور ہر دم ڈر تھا کہ اب گرا۔ انھوں نے اب اقرار کیا اور تورات لے لی۔ پہاڑ بٹ گیا اس پاک زمین پر پہنچے جہاں کلیم اللہ انھیں لے جانا چاہتے تھے دیکھا کہ وہاں ایک بڑی طاقتور زبردست قوم کا قبضہ ہے۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے نہایت نامردی سے کہا کہ یہاں تو بڑی زور آور قوم ہے ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ یہ نکل جائیں تو ہم اس شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ تو یونہی نامردی اور بزدلی ظاہر کرتے رہے ادھر اللہ تعالیٰ نے ان سرکشوں میں سے دو شخصوں کو ہدایت دے دی۔ وہ شہر سے نکل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں آئے اور انھیں سمجھانے لگے کہ تم ان کے جسوس اور تعداد سے مرعوب نہ ہو جاؤ۔ یہ لوگ بہادر نہیں۔ ان کے دل گردے کمزور ہیں تم آگے تو بڑھو ان کے شہر کے دروازے میں گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہوئے یقیناً تم ان پر غالب آ جاؤ گے اور یہ بھی کہا گیا ہے یہ دونوں شخص جنہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھایا اور انھیں دیر بنایا خود بنی اسرائیل میں سے ہی تھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ لیکن ان کے سمجھانے بھانے اللہ کے حکم ہو جانے اور =

فَلَيْسَتْ سِنِينَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ لَّا تُمْ جُنْتُ عَلٰى قَدْرِ يُّهُوْسٰى ۝ وَاَصْطَنَعْتُكَ
لِنَفْسِيْ ۝ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوكَ بِاَيْتِيْ وَلَا تَنِيَّآ فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ
اِنَّهُ طَغٰى ۝ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيْسًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

ترجمہ: پھر تو کئی سال تک مدین کے لوگوں میں ٹھیرا رہا پھر نقدِ رالہی کے مطابق اے موسیٰ تو آیا۔ [۴۰] اور میں نے تجھے خاص اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا۔ [۴۱] اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں ہمراہ لئے ہوئے جا خبردار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ [۴۲] تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ [۴۳] سے نرمی سے سمجھاؤ کہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ [۴۴]

= حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وعدے نے بھی ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ انھوں نے صاف کورا جواب دے دیا کہ جب تک یہ لوگ شہر میں ہیں ہم تو یہاں سے چسکنے کے بھی نہیں موسیٰ تو آپ اپنے رب کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا اور ان سے لڑ بھڑ لے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہوسکا۔ آپ کے منہ سے ان بزدلوں اور ناقدروں کے حق میں بددعا نکل گئی اور آپ نے ان کا نام فاسق رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کا یہی نام مقرر ہو گیا اور انھیں اسی میدان میں قدرتی طور پر قید کر دیا گیا۔

چالیس سال انھیں یہیں گزر گئے۔ کہیں قرار نہ تھا۔ اسی بیابان میں پریشانی کے ساتھ بھٹکتے پھرتے تھے۔ اسی میدان قید میں ان پر ابر کا سایہ کر دیا گیا اور من و سلوئی اتار دیا گیا۔ کپڑے نہ پھٹتے تھے نہ میلے ہوتے تھے۔ ایک چار گوشہ پتھر رکھا ہوا تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی ماری تو اس میں سے بارہ نہریں جاری ہو گئیں۔ ہر طرف سے تین تین۔ یہ لوگ چلتے تھے چلتے چلتے آگے بڑھ جاتے تھک کر مقام کر دیتے۔ صبح اٹھتے تو دیکھتے کہ وہ پتھر وہیں ہے جہاں کل تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنی تو فرمایا کہ اس میں جو ہے کہ اس فرعون نے حضرت موسیٰ کے اگلے دن کے قتل کی خبر رسائی کی تھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ قطعی کے قتل کے وقت سوائے اس بنی اسرائیلی ایک شخص کے جو قطعی سے لڑ رہا تھا وہاں کوئی اور نہ تھا۔

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت بگڑے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور ان سے کہا آپ کو یاد ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس شخص کا حال بیان فرمایا تھا جس نے حضرت موسیٰ کے قتل کے راز کو کھولا تھا؟ بتاؤ وہ بنی اسرائیلی شخص تھا یا فرعون؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنی اسرائیلی سے اس فرعون نے سنا پھر اسی نے جا کر حکومت سے کہا اور خود اس کا شاہد بنا ❶ (سنن کبریٰ نسائی) یہی روایت اور کتابوں میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنے کلام سے بہت تھوڑا سا حصہ مرفوع بیان کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے بنو اسرائیل میں سے کسی سے یہ روایت لی ہو۔ کیونکہ ان سے روایتیں لینا مباح ہے۔ یا تو آپ نے حضرت کعب احبار سے ہی یہ روایت سنی ہوگی اور ممکن ہے کسی اور سے سنی ہو وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالحجاج حزی رحمہ اللہ سے بھی یہی سنا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں: [آیت: ۴۰-۴۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جناب باری عزوجل فرما رہا ہے کہ تم فرعون سے بھاگ

کر مدین پہنچے یہاں سسرال مل گئی اور شرط کے مطابق ان کی بکریاں برسوں تک چراتے رہے پھر اللہ تعالیٰ کے اندازے اور اس کے مقررہ وقت پر تم اس کے پاس پہنچے۔ اس رب کی کوئی چاہت نہیں چھوٹی، کوئی فرمان نہیں ٹوٹا۔ اس کے وعدے کے مطابق اسکے مقررہ وقت پر تمہارا اس کے پاس پہنچنا لازمی امر تھا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ تم اپنی قدر و منزلت کو پہنچنے یعنی رسالت و نبوت ملی۔ میں نے تمہیں اپنا برگزیدہ پیغمبر بنالیا۔ صحیح بخاری میں ہے ”حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا انھیں جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے ممتاز فرمایا اور اپنے لئے پسند فرمایا اور تورات عطا فرمائی۔ کیا اس میں آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ میری پیدائش سے پہلے یہ سب مقدر ہو چکا تھا؟ کہا ہاں۔ الغرض حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دلیل میں غلبہ پا گئے“ ① میری دی ہوئی دلیلیں اور معجزے لے کر تو اور تیرا بھائی دونوں فرعون کے پاس جاؤ میری یاد میں غفلت نہ کرنا، تھک کر بیٹھ نہ رہنا۔ چنانچہ فرعون کے سامنے دونوں ذکر اللہ میں لگے رہے تاکہ اللہ کی مدد ان کا ساتھ دے انہیں قوی اور مضبوط بنادے اور فرعون کی شوکت مائل دے۔

چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ ”میرا پورا اور سچا بندہ وہ ہے جو پوری عمر یاد کرتا رہے۔“ ② فرعون کے پاس تم میرا پیغام لے کر پہنچو اس نے بہت سراٹھا رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر دلیر ہو گیا ہے بہت پھول گیا ہے اور اپنے خالق مالک کو بھول گیا ہے۔ اس سے گفتگو نرم کرنا۔ دیکھو فرعون کس قدر برا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کس قدر بھلے ہیں لیکن حکم یہ ہو رہا ہے کہ نرمی سے سمجھانا۔ حضرت یزید رقاشی رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے ہیں (يَا مَنْ يَتَّعَبُ إِلَيَّ مَنْ يُعَادِيهِ فَكَيْفَ مَنْ يَتَوَلَّاهُ وَيُنَادِيهِ) یعنی اے وہ اللہ تعالیٰ جو دشمنوں سے بھی محبت اور نرمی کرتا ہے۔ تیرا کیسا کچھ برا تو ہوگا اس کے ساتھ جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور تجھے پکارا کرتا ہو۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نرم گفتگو کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے کہنا میرے غضب و غصے سے میرے مغفرت و رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔

تبلیغ نرم لہجہ سے کرو: عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نرم بات کہنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہو جائے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے کہنا کہ تیرا رب ہے تجھے مر کر اللہ تعالیٰ کے وعدے پر پہنچنا ہے جہاں جنت دوزخ دونوں ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسے میرے دروازے پر لا کھڑا کرو۔ الغرض تم اس سے نرمی اور آرام سے گفتگو کرنا تاکہ اس کے دل میں تمہاری باتیں بیٹھ جائیں۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿أَذْعُ إِلَيَّ سَبِيلَ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ③ یعنی اپنے رب کی راہ کی دعوت انہیں حکمت اور اچھے وعظ سے دے اور انہیں بہترین طریقے سے سمجھا بھجوادے تاکہ وہ سمجھ لے اور اپنی ضلالت ہلاکت سے ہٹ جائے یا اپنے رب تعالیٰ سے ڈرنے لگے اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْتَكِرَ أَنْ يَرَادَ أَنْ يَشْكُرَ﴾ ④ یہ نصیحت اس کے لیے ہے جو عبرت حاصل کر لے یا شکر گزار بن جائے۔ پس عبرت حاصل کرنے سے مراد برائیوں سے اور خوف کی چیز سے ہٹ جانا اور ڈر سے مراد اطاعت کی طرف مائل ہو جانا۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کی ہلاکت کی دعا نہ کرنا جب تک کہ اس کے تمام عذر ختم نہ ہو جائیں۔ زید بن عمرو بن

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة طہ ﴿وَاصْطَلْعَنَّكَ لِنَفْسِي﴾ ۴۷۳۶؛ صحیح مسلم ۲۶۵۲۔

② ترمذی، کتاب الدعوات ۳۵۸۰، وسندہ ضعیف اس کی سند میں عفیر بن معدان ضعیف اور ابو دوس مجہول الحال راوی ہے (الجرح

والتعديل، ۳۷/۷) ③ ۱۶/ النحل: ۱۲۵۔ ④ ۲۵/ الفرقان: ۶۲۔

قَالَا رَبَّنَا إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُقْرَطَ عَلَيْنَا أَوَانُ يَطْغَى ۝ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى ۝ فَأَتِيَهُ فَقُولا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ وَلَا تَعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى ۝ إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَى مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۝

ترجمہ: دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہمیں تو خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے۔ [۳۵] جواب ملا کہ تم مطلقاً خوف نہ کرو میں اب تمہارے ساتھ ہوں سنتا دیکھتا رہوں گا۔ [۳۶] تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے ان کی سزائیں موقوف کر ہم تو تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشان لے کر آئے ہیں دراصل سلامتی اسی کے لیے ہے جو ہدایت کا پابند ہو جائے۔ [۳۷] ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو بھلائے اور روگردانی کرے اسی کے لیے عذاب ہیں۔ [۳۸]

= نفیل کے یا امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں ہے کہ اے اللہ تو وہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے موسیٰ کو یہ کہہ کر باغی فرعون کی طرف بھیجا کہ اس سے پوچھو تو کہ کیا اس آسمان کو بے ستون کے تو نے تھام رکھا ہے؟ اور تو نے ہی اسے بنایا ہے؟ اور کیا تو نے ہی اس کے درمیان روشن سورج کو چڑھایا ہے؟ جو اندھیرے کو اجالے سے بدل دیتا ہے۔ ادھر صبح کے وقت وہ نکلا ادھر دنیا سے ظلمت دور ہوئی۔ بھلا بتلا تو کہ مٹی میں سے دانے نکالنے والا کون ہے؟ پھر اس میں بالیس پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیا ان تمام نشانیوں سے بھی تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا؟

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو: [آیت: ۳۵-۳۸] اللہ تعالیٰ کے ان دونوں پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اپنی کمزوری کی شکایت رب کے سامنے پیش کی کہ ہمیں خوف ہے کہ فرعون کہیں ہم پر کوئی ظلم نہ کرے اور بدسلوکی سے پیش نہ آئے ہماری آواز کو بانے کے لئے جلدی سے ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دے اور ہمارے ساتھ نا انصافی سے پیش نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی کشفی کردی گئی۔ ارشاد ہوا کہ اس کا کچھ خوف نہ کھاؤ۔ میں خود تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری اور اس کی بات چیت سنتا رہوں گا اور تمہارا حال دیکھتا رہوں گا۔ کوئی بات مجھ پر مخفی نہیں رہ سکتی۔ اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے وہ بغیر میری اجازت کے سانس بھی تو نہیں لے سکتا۔ میرے قبضے سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا۔ میری حفاظت و نصرت تائید و مدد تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی کہ مجھے وہ دعا تعلیم فرمائی جائے جو میں فرعون کے پاس جاتے ہوئے پڑھ لیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تعلیم فرمائی (ہیسا شر ہیا) جس کے معنی عربی میں ((أَنَا الْحَيُّ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَالْحَيُّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ)) یعنی میں ہی ہوں سب سے پہلے زندہ اور سب سے بعد بھی زندہ۔ پھر انہیں بتلایا گیا کہ یہ فرعون کو کیا کہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ گئے دروازے پر پٹھرے اجازت مانگی بڑی دیر کے بعد اجازت ملی۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں پیغمبر دو سال تک روزانہ صبح شام فرعون کے ہاں جاتے رہے۔ دربانوں سے کہتے رہے کہ ہم دونوں پیغمبروں کی آمد کی خبر بادشاہ سے کرو لیکن فرعون کے ڈر کے مارے کسی نے خبر نہ کی۔ دو سال کے بعد ایک روز اس کے ایک بے

تکلف دوست نے جو بادشاہ سے ہنسی دل لگی بھی کر لیا کرتا تھا کہا کہ آپ کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور ایک عجیب مزے کی بات کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ کے سوا اس کا کوئی اور رب ہے اور اسکے رب نے اسے آپ کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے کہا کیا میرے دروازے پر وہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ حکم دیا کہ اندر بلاؤ۔ چنانچہ آدمی گیا اور دونوں پیغمبر دربار میں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ فرعون نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ تو موسیٰ ہے۔

سدی ۱۱؎ کا بیان ہے کہ آپ مصر میں اپنے ہی گھر ٹھہرے تھے۔ ماں نے اور بھائی نے پہلے تو آپ کو پہچانا نہیں۔ گھر میں جو پکا تھا وہ مہمان سمجھ کر ان کے پاس لا رکھا اس کے بعد پہچانا سلام کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس بادشاہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں اور تمہاری نسبت فرمان ہوا ہے کہ تم میری تائید کرو۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پھر فرمایا بسم اللہ کیجیے۔ رات کو دونوں صاحب بادشاہ کے ہاں گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لکڑی سے کواڑ کھٹکھٹائے۔ فرعون آگ بگولا ہو گیا کہ اتنا بڑا دلیر آدمی کون آ گیا؟ جو یوں بے ساختہ دربار کے آداب کے خلاف اپنی لکڑی سے مجھے ہوشیار کر رہا ہے؟ درباریوں نے کہا حضرت کچھ نہیں یونہی ایک جمنون آدمی ہے کہتا پھرتا ہے کہ میں رسول ہوں۔ فرعون نے حکم دیا کہ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام کو لیے ہوئے آپ اس کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ انہیں سزائیں نہ کر۔ ہم رب العالمین کی طرف سے اپنی رسالت کی دلیلیں اور معجزے لے کر آئے ہیں اگر تو ہماری بات مان لے تو تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی نازل ہوگی۔

رسول کریم ﷺ نے بھی جو خط شاہ روم ہرقل کے نام لکھا تھا اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد یہ مضمون تھا کہ یہ ”خط محمد رسول کریم ﷺ کی طرف سے شاہ روم ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔ اسکے بعد یہ کہ تم اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اللہ تعالیٰ دو ہزار اجر عنایت فرمائے گا۔“ ① مسیلہ کذاب نے صادق مصدوق ختم المرسلین ﷺ کو ایک خط لکھا تھا جس میں تحریر تھا کہ یہ خط اللہ کے رسول مسیلہ کی جانب سے اللہ کے رسول محمد کے نام ہے۔ آپ پر سلام ہو۔ میں نے آپ کو شریک کار کر لیا ہے۔ شہری آپ کے لیے اور دیہاتی میرے لیے یہ قریشی تو بڑے ہی ظالم لوگ ہیں۔ اسکے جواب میں آنحضرت ﷺ نے اسے لکھا کہ ”یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسیلہ کذاب کے نام ہے۔ سلام ہو ان پر جو ہدایت کی تابعداری کریں۔ سن لے زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے۔ انجام کے لحاظ سے بھلے لوگ وہ ہیں جن کے دل خوف الہی سے پر ہوں۔“ ② الغرض پیغمبر الہی کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی کہا کہ سلامتی ان پر ہے جو ہدایت کے پیرو ہوں پھر فرمایا کہ ہمیں بذریعہ وحی الہی یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ عذاب کے لائق صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلائیں اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کے ماننے سے انکار کر جائیں جیسے ارشاد ہے ﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۖ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْحَيٰوةَ هِيَ النّٰوْءُ ۝﴾ ③ جو شخص سرکشی کرے اور دنیا کی زندگانی پر ترجیح کرا سی کو پسند کرے اس کا آخری ٹھکانا جہنم ہی ہے اور آیتوں میں ہے کہ میں تمہیں شعلے مارنے والی آگ جہنم سے ڈرا رہا ہوں جس میں صرف وہ بد بخت داخل ہوں گے جو جھٹلائیں اور منہ موڑ لیں۔ ④ اور آیتوں میں ہے کہ اس نے نہ تو مان کر دیا نہ نماز ادا کی بلکہ ان سے منکر رہا اور کام فرمان کے خلاف کئے۔ ⑤

① صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ؛ صحیح مسلم ۱۷۷۳۔

② الطبقات ۱/۲۵۹ تاریخ الاسلام للذہبی۔ ③ ۷۹/النازعات: ۳۷، ۳۹۔

④ ۹۲/البیل: ۱۶، ۱۷۔ ⑤ ۷۵/القیامۃ: ۳۱، ۳۲۔

قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يُوسَىٰ ۖ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيۤ اَعْطٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰی ۚ قَالَ
فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْاُولٰۤی ۚ قَالَ عَلٰیہَا عِنْدَ رَبِّیۡ فِیۡ کِتٰبٍ لَا یُضِلُّ رَبِّیۡ وَلَا یَنْسِیۡ ۚ
الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهَدًا وَّسَلَکَ لَکُمُ فِیۡہَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَآءً فَاکْخَرْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنۡ ثَبَاتٍ شَیْءٍ ۚ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ
ۚ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِیۡ الۡبَیِّنٰتِ ۚ مِنْہَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیۡہَا نُعِیۡدُکُمْ وَمِنْہَا
نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اٰخَرٰی ۚ وَلَقَدْ اَرٰیۡنٰہُ اٰیٰتِنَا کُلَّہَا فَکَذَّبَ وَاٰتٰی ۚ

ترجمہ: فرعون نے پوچھا کہ اسے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ [۴۹] جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت شکل عنایت فرمائی پھر راہ سجدادی [۵۰] اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ اگلے زمانے والوں کا حال کیا ہونا ہے؟ [۵۱] جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کے ہاں اس کتاب میں موجود ہے۔ نہ تو میرا رب غلطی کرے نہ بھولے۔ [۵۲] اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا ہے اور اس میں تمہارے لیے راستے چلا دیے ہیں اور آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے۔ پھر اس برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ [۵۳] تم خود کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو بھی چراؤ کچھ شک نہیں کہ اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [۵۴] اسی زمین میں سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تم سب کو نکال کھڑا کریں گے۔ [۵۵] ہم نے اسے اپنی سب نشانیاں دکھادیں لیکن پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔ [۵۶]

تمام صورتیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں: [آیت: ۳۹-۵۶] چونکہ یہ ناہنجار یعنی فرعون مصر و جود باری تعالیٰ کا منکر تھا پیغام باری تعالیٰ کلیم اللہ کی زبانی سن کر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجے والا اور تمہارا رب کون ہے؟ میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا اور کوئی نہیں اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑا عطا فرمایا ہے۔ ① انسان کو بصورت انسان گدھے کو اس کی صورت پر بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے۔ ہر ایک کی پیدائش زالی شان سے درست کر دی ہے۔ انسانی پیدائش کا طریقہ لگ ہے چوپائے لگ صورت میں ہیں ورنہ لگ وضع میں ہیں۔ ہر ایک کے جوڑے کی ہیئت ترکیبی علیحدہ ہے۔ کھانا پینا کھانے پینے کی چیزیں جوڑے سب الگ الگ اور ممتاز و مخصوص ہیں۔ ہر ایک کا اندازہ مقرر کر کے پھر ان کی ترکیب اسے بتلا دی ہے۔

ہر چیز کا علم اللہ کو ہے: عمل اجل رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگا دیا ہے۔ نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے کوئی اس سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے۔ یہ سب سن کر اس بے سمجھ نے پوچھا کہ اچھا پھر ان کا کیا حال ہونا ہے جو ہم سے پہلے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال =

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوسٰى ۝ فَلَنَاتَّبِعَكَ بِسِحْرِ مِثْلِهِ
فَاَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَا تُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ قَالَ

مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَاَنْ يُّخْشِرَ النَّاسُ ضَعْفٰى ۝

ترجمہ: کہنے لگا: موسیٰ! کیا تو اسی لیے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہمارے ملک سے باہر نکال دے؟ [۵۷] تو ہم بھی تیرے مقابلے میں اسی جیسا جادو ضرور لائیں گے تو تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدے کا گواہ مقرر کرے کہ نہ ہم اس کا خلاف کریں نہ تو صاف میدان میں مقابلہ ہو۔ [۵۸] جواب دیا کہ وعدہ زینت اور جشن کے دن کا ہے۔ لوگ دن چڑھے ہی جمع ہو جائیں۔ [۵۹]

= کو اس نے اہمیت کے ساتھ کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا۔ فرمایا ان سب کا علم میرے رب کو ہے۔ لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں۔ جزا سزا کا دن مقرر ہے۔ نہ وہ غلطی کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹ جائے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں۔ اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے اسکی ذات بھول چوک سے پاک ہے۔ نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف وہ کی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔ سب نعمتیں اللہ عطا کرتا ہے: موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف باری تعالیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی اللہ تعالیٰ نے زمین کے لوگوں کے لیے فرش بنایا ہے۔ ﴿مَهْدًا﴾ کی دوسری قرأت (مہڈا) ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے بطور فرش کے بنادی ہے کہ تم اس پر قرار کیے ہوئے ہو۔ اسی پر سوتے بیٹھتے رہتے سہتے ہو۔ اس نے زمین میں تمہارے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے لیے راہیں بنادی ہیں تاکہ تم راستہ نہ بھولو اور منزل مقصود تک آسانی پہنچ سکو۔ وہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ڈالتے دار کہ تم خود کھالو اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو۔ تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارہ خشک اور تر سب اسی سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لیے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے تمہاری ابتدا اسی سے ہے اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی سے ہوئی ہے۔ اسی میں تمہیں پھر لوٹا ہے۔ مگر اسی میں دفن ہونا ہے۔ اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔

ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے۔ ① جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گزرے گی۔ مگر کبھی اسی میں جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ ② سنن کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میت کے فن کے بعد اس کی قبر پر مٹی دیتے ہوئے پہلی بار فرمایا ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ﴾ دوسری لپ ڈالتے ہوئے فرمایا ﴿وَفِيْهَا نَعِيْذُكُمْ﴾ تیسری بار فرمایا ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ ③ الغرض فرعون کے سامنے دلیلیں آچکیں اس نے معجزے اور نشان دیکھ لیے لیکن سب کا انکار اور تکذیب کرتا رہا۔ کفر سرکشی اور ضد اور تکبر سے باز نہ آیا جیسے فرمان ہے =

① ۱۷/ الاسراء: ۵۲۔ ② ۷/ الاعراف: ۲۵۔ ③ احمد، ۵/ ۲۵۴ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۲/ ۳۷۹، بیہقی، ۳/ ۹

اس میں لہوں سے مٹی ڈالنے کا ذکر نہیں۔ اس کی سند میں عبید اللہ بن زحر الأفریقی (تہذیب الکمال، ۵/ ۳۴، رقم: ۴۲۲۲) اور علی بن یزید (المیزان، ۳/ ۱۶۱، رقم: ۵۹۶۶) ضعیف راوی ہیں۔

فَقُولِي فِرْعَوْنَ فُجِعَ كَيْدُهُ ثُمَّ اَنِي ۝ قَالَ لَهُمْ مُوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا
فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنۢ اَفْتَرٰى ۝ فَتَنَّا زُجْرًا ۙ اَمْرُهُمْ بَيْنَهُمْ وَاسْرًا ۙ وَالتَّجْوٰى ۙ
قَالُوْا اِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يَّرِيْدٰنِ اَنْ يُخْرِجُكُم مِّنۢ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا
بَطْرِيقَتِكُمُ الْمَثَلٰى ۙ فَاجْمَعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اَتُوا صَفًّا ۙ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنۢ اسْتَعٰى ۙ

ترجمہ: پس فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے دو گھات جمع کئے پھر آ گیا۔ [۶۰] موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا تمہاری شامت آ چکی اللہ پر جھوٹ افزانہ باندھو کہ وہ تمہیں عذابوں سے ملیا میٹ کر دے یا دیکھو وہ کبھی کامیاب نہ ہوگا جس نے تمہیں باندھی [۶۱] پس یہ لوگ اپنے آپس کے مشوروں میں مختلف رائے ہو گئے اور چھپ کر چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے۔ [۶۲] کہنے لگے ہیں تو یہ دونوں جادوگر اور ان کا پختہ ارادہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کریں اور تمہارے بہترین مذہب کو بر باد کریں [۶۳] تو تم بھی اپنی کوئی تدبیر اٹھانہ رکھو پھر صف بندی کر کے آ جاؤ۔ جو آج غالب آ گیا وہی بازی لے گیا۔ [۶۴]

﴿وَجَعَلُواۢ اِبْهًا وَّاسْتَفْتَنَهُآ۟ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ ❶ یعنی باوجود کہ ان کے دلوں میں یقین ہو چکا تھا لیکن تاہم ازراہ ظلم و زیادتی انکار سے باز نہ آئے۔

فرعون نے معجزات کو جادو کہا: [آیت: ۵۷-۵۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لکڑی کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے تو تو مغرور نہ ہو جا۔ ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو جائے۔ ہم بھی اس دن اس جگہ آ جائیں اور تو بھی ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے۔ کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے اور میرے خیال سے تو اس کے لیے تمہاری عید کا دن مناسب ہے۔ کیونکہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب آ جائیں گے اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لیں گے۔ معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ وقت دن چڑھے کار کھنا چاہیے تاکہ جو کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورے کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے اور ہر ایک پر کھل جائے۔ اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا بتلایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا کہ جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے۔ ❷ وہ بن معبد فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا۔ اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو۔ فرعون نے ۴۰ چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فرعون نے جادوگر بلا کر مقابلہ کی کوشش کی: [آیت: ۶۰-۶۳] جبکہ مقابلہ کی میعاد مقرر ہو گئی دن وقت اور جگہ بھی ٹھہری تو فرعون نے ادھر ادھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس زمانہ میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے فرعون نے عام طور سے حکم جاری کر دیا تھا کہ تمام ہوشیار جادوگروں کو میرے پاس بھیج دو وقت تک تمام جادوگر جمع ہو گئے۔ فرعون نے اسی میدان =

قَالُوا يٰمُوسٰى اِنَّا نُرٰى وَاِنَّا اَنۡ تَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ اَلْفٰى ۝ قَالَ بَلۡ اَلْقُوْا
 فَاِذَا جِبَالُهُمۡ وَعَصِيْهُمۡ بِجَبَلٍ اِلَيْهِمۡنۡ سَحَرَهُمۡ اَنۡهَآ تَسْعٰى ۝ فَوَجَسَ فِى
 نَفْسِهٖ خِيفَةً مُّوسٰى ۝ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنْتَ الَّا عَلٰى ۝ وَاَلْقٰ مَا فِى يَمِيْنِكَ
 تَلَقَّفَ مَا صَنَعُوْا ۝ اِنۡمَآ صَنَعُوْا كَيْدُ سَحِرٍ ۝ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝
 فَالْقٰى السَّحَرَةُ سُجۡدًا قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوسٰى ۝

ترجمہ: کہنے لگے کہ موسیٰ یا تو تو پہلے ڈال یا ہم اول ڈالنے والے بن جائیں۔ [۶۵] جواب دیا کہ نہیں تم ہی پہلے ڈالو اب تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں بوجہ ان کے جادو کے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ [۶۶] تو موسیٰ علیہ السلام اپنے دل ہی دل میں ڈرنے لگے۔ [۶۷] ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب اور اوپر رہے گا۔ [۶۸] تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال دے کہ ان کی تمام کاری گری کو وہ نکل جائے۔ انھوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادو گروں کے کرتب ہیں۔ اور جادو گر کہیں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا [۶۹] اب تو تمام جادو گر سجدے میں گر پڑے اور پکارا اٹھے کہ ہم تو ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لا چکے۔ [۷۰]

میں اپنا تخت نکلوایا اس پر بیٹھا۔ تمام امرا و وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ رعایا سب جمع ہو گئی۔ جادو گروں کی صفیں کی صفیں پر باندھے تخت کے آگے کھڑی ہو گئیں۔ فرعون نے اُن کی کمر ٹھونکنی شروع کی اور کہا دیکھو آج اپنا وہ ہنر دکھاؤ کہ دنیا میں یادگار رہ جائے۔ جادو گروں نے کہا اگر ہم بازی لے جائیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ کہا کیوں نہیں میں تو تمہیں اپنا خاص درباری بنالوں گا ادھر سے کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں تبلیغ شروع کی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ شامت اعمال بر باد کر دے گی۔ لوگوں کی آنکھوں میں خاک نہ جھونکو درحقیقت کچھ نہ ہوا ورنہ تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھاؤ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں جو فی الواقع کسی چیز کو پیدا کر سکے یا درکھو ایسے جھوٹے بہتانی لوگ فلاخ نہیں پاتے۔ یہ سن کر ان میں آپس میں چیمگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے یہ کلام جادو گروں کا نہیں۔ یہ تو جج اللہ کے رسول ہیں۔

بعضوں نے کہا نہیں بلکہ یہ جادو گر ہیں مقابلہ کرو۔ یہ باتیں بہت ہی احتیاط اور پوشیدگی سے کی گئیں۔ ﴿اِنَّ هٰٰلٰذٰلِکَ اٰیٰتِیۡنِیۡ لَکَیۡنِیۡ﴾ قرأت (اِنَّ هٰٰلٰذٰلِکَ) بھی ہے۔ مطلب اور معنی دونوں قرأتوں کا ایک ہی ہے۔ اب با واز بلند کہنے لگے کہ یہ دونوں بھائی سیانے اور پچھے ہوئے جادو گر ہیں۔ اس وقت تک تو تمھاری ہوا بندھی ہوئی ہے۔ بادشاہ کا قرب نصیب ہے۔ مال و دولت قدموں تلے لوٹ رہا ہے۔ لیکن آج اگر یہ بازی لے گئے تو ظاہر ہے کہ ریاست انہی کی ہو جائے گی تمہیں ملک سے نکال دیں گے عوام ان کے ماتحت ہو جائیں گے۔ ان کا زور بندھ جائیگا۔ بادشاہت چھین لیں گے اور ساتھ ہی تمہارے مذہب کو ملیا میٹ کر دیں گے۔ بادشاہت عیش و آرام سب چیزیں تم سے چھین جائیں گی۔ شرافت عقلمندی ریاست سب ان کے قبضے میں آ جائے گی تم یونہی بٹھے بھونٹے رہ جاؤ گے تمہارے اشراف ذلیل ہو جائیں گے۔ امیر فقیر بن جائیں گے۔ ساری رونق اور بہار جاتی رہے گی۔ بنی اسرائیل جو تمہارے لونڈی غلام بنے ہوئے ہیں یہ سب ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور تمھاری حکومت پاش پاش ہو جائے گی۔ تم سب اتفاق کر لو۔ ان کے

مقابلے میں صف بندی کر کے اپنا کوئی فن باقی نہ رکھو۔ جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے زور سے اسے دبا دو۔ ایک ہی دفع ہر استاد اپنی کارگیری دکھا دے تاکہ میدان ہمارے جادو سے پر ہو جائے۔ دیکھو اگر وہ جیت گیا تو یہ ریاست اسی کی ہو جائے گی اور اگر ہم غالب آگے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں اپنا مقرب اور دربار خاص کے اراکین بنا دے گا۔

جادو گروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برتری: [آیت: ۶۵-۷۰] جادو گروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتلاؤ تم اپنا دار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو تاکہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا اور پھر اللہ نے تمہارے کئے کو کس طرح مٹا دیا۔ اسی دقت انھوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں۔ کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ سانپ بن کر چل پھر رہی ہیں اور میدان میں در در بھاگ رہی ہیں۔ کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انھیں خوفزدہ کر دیا اور جادو کے زبردست کرتب دکھا دیئے۔ تھے بھی یہ لوگ بہت زیادہ۔ ان کی چھینکی ہوئی رسیوں اور لٹھیوں سے اب سارے کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا۔ وہ آپس میں گدبہ کر کے اوپر تلے ہونے لگے۔ اس منظر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوفزدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ ان کے کرتب کے قائل ہو جائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں اسی وقت جناب باری تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈال دو ہر اسان نہ بنو۔ آپ نے حکم برداری کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بے مثال اژدہا بن گئی جس کے پیچھے تھے اور سر بھی تھا کچلیاں اور دانت بھی تھے۔ اس نے سب کے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔ اس میں جادو گروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔ اب سب پر حق واضح ہو گیا معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی۔ حق و باطل میں پہچان ہو گئی۔ سب نے جان لیا کہ جادو گروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی۔ فی الواقع جادو گر کوئی چال چلیں لیکن اس میں غالب نہیں آسکتے۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے ترمذی میں بھی موقوفاً اور مرفوعاً مردی ہے کہ ”جادو گروں کو جہاں پکڑ مار ڈالو“ ❶ پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔ یعنی جہاں پایا جائے اسن نہ دیا جائے جادو گروں نے جب یہ دیکھا انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے۔ وہ جادو کے فن سے ماہر تھے بیک لگا پہچان گئے کہ واقعی یہ اس اللہ کا کام ہے جس کے فرمان اٹل ہیں۔ جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہو جاتا ہے۔ اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں۔ اس کا اتنا کامل یقین انھیں ہو گیا کہ اسی وقت اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں وہ اللہ کے سامنے سر بسجود ہو گئے اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لائے۔ سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادو گر تھے۔ اور شام کو پاکباز مومن اور راہ باری تعالیٰ کے شہید تھے۔ کہتے ہیں کہ انکی تعداد اسی ہزار کی تھی یا ستر ہزار کی یا کچھ اوپر تیس ہزار کی یا انیس ہزار کی یا پندرہ ہزار کی یا بارہ ہزار کی۔ یہ بھی مردی ہے کہ یہ ستر تھے۔ صبح جادو گر شام کو شہید۔ ❷ مردی ہے کہ ”جب یہ سجدے میں گرے ہیں اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت دکھا دی اور انھوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔“ ❸

❶ اس معنی کی روایت ان جگہوں پر موجود ہے۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد الساحر ۱۴۶۰ وسندہ ضعیف؛ دارقطنی، ۱۱۴/۳ حاکم، ۳۶۰/۴ بیہقی، ۱۳۶/۸ مسند الفردوس ۲۷۰۸، اس کی سند میں اسلعل بن مسلم الکی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۷۴/۱، رقم: ۵۵۲) ❷ الطبری، ۱۸/۳۴۰۔ ❸ ایضاً، ۱۸/۳۵۳۔

قَالَ اَمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ اَنْ اَذِنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيرٌ كُمْ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

فَلَا قَطْعَنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصْلَبَیْكُمْ فِیْ جُدُوْعِ النَّخْلِ

وَلَتَعْلَمَنَّ اَیُّنَا اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ؕ قَالُوْا لَنْ تُؤْوِیَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ

وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیْوةَ الدُّنْیَا ؕ اِنَّا

اَمَّا بِرَبِّنَا لَیَغْفِرَنَّ لَنَا خَطِیْئَنَا وَمَا اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ وَّاَبْقٰی ؕ

ترجمہ: فرعون کہنے لگا کہ کیا میری اجازت سے پہلے ہی تم اس پر ایمان لا چکے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا بزرگ ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے بن لو میں تو تمہارے ہاتھ پاؤں لائے سیدھے کٹوا کر تم سب کو کھجور کے تنوں میں سولی پر لٹکوا دوں گا اور تمہیں پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کی مار زیادہ سخت اور دیر پا ہے۔ [۷۱] انھوں نے جواب دیا کہ ناممکن ہے کہ ہم تجھے ترجیح دیں ان دلیلوں پر جو ہمارے سامنے آچکیں اور اس اللہ پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اب تو تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزرتو جو کچھ بھی حکم چلا سکتا ہے وہ اسی دنیوی زندگی میں ہی ہے [۷۲] ہم اس لالچ سے اپنے پروردگار پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطا میں معاف فرما دے اور جو کچھ تو نے ہم سے زبردستی کرایا ہے وہ تو جادو ہے اللہ ہی بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ [۷۳]

جادوگر ایمان لے آئے: [آیت: ۷۱-۷۳] شان ربانی دیکھئے چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا جن کو اس نے مقابلے کیلئے بلوایا تھا وہ عام مجمع میں ہارے۔ انھوں نے اپنی ہار مان لی۔ اپنے کروت کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کر لیا۔ خود وہ ایمان لائے جو مقابلے کیلئے بلوائے گئے تھے۔ مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انھوں نے دین برحق کو قبول کر لیا لیکن یہ اپنی شیطنیت میں اور بڑھ گیا اور لگا اپنی قوت و طاقت دکھانے۔ لیکن بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا کہ جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو تمہارے استاد ہیں۔ انھیں سے تم نے جادو سیکھا ہے تم سب آپس میں ایک ہی ہو۔ مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کے لئے تم نے پہلے انھیں بھیجا پھر اس کے مقابلے میں خود آئے اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے اور اسے جتا دیا اور پھر اس کا دین قبول کر لیا تاکہ تمہاری دیکھا دیکھی میری رعایا بھی اس چکر میں پھنس جائے۔ مگر تمہیں اپنی اس ساز باز کا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ میں اٹنی سیدھی طرف سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا اور اس بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کیلئے عبرت ہو۔ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے۔ تم جو اپنے تئیں ہدایت پر اور مجھے اور قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے؟ اس دھمکی کا اللہ کے ان ولیوں پر الٹا اثر ہوا۔ وہ اپنے ایمان میں کامل بن گئے اور نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ اس ہدایت و یقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب اللہ کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہم تیرا مذہب کسی طرح قبول کرنے کے نہیں۔ نہ تجھے ہم اپنے سچے خالق مالک کے سامنے کوئی چیز سمجھیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو یعنی اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں اولاً پیدا کیا ہے کہ ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے۔ خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کر لے۔ مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں =

اِنَّهُ مِّنْ يَّاتٍ رَبِّهِ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَبُوتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّٰلِحٰتِ فَاولٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنَّتْ عَدْنٌ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۝ وَذٰلِكَ جَزَآءُ مَنْ تَزَكٰى ۝

ترجمہ: بات یہی ہے کہ جو بھی گنہگار بن کر اللہ کے ہاں جائے گا اس کے لئے دوزخ ہے جہاں نہ موت ہوگی اور نہ زندگی۔ [۴۴] اور جو بھی اس کے پاس ایمان دے ہو کر جائے گا اور اس نے اعمال بھی نیک کئے ہوں گے اس کے لئے بلند و بالا درجے ہیں۔ [۴۵] بیشک والی جنتیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہی انعام ہے ہر اس شخص کا جو پاک ہے۔ [۴۶]

= بنایا نہ کہ تو جو خود اسی کا بنایا ہوا ہے۔ تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر۔ تو تو ہمیں اسی وقت تک سزائیں دے سکتا ہے جب تک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی خوشی و مسرت نصیب ہوگی۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ بالخصوص یہ قصور جو ہم سے اللہ کے سچے نبی کے مقابلہ پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لے کر انھیں جادو گروں کے سپرد کیا تھا کہ انھیں جادو کی پوری تعلیم دو۔ اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے ہم سے جبراً جادو گری کی خدمت لی۔ حضرت عبدالرحمن بن زید کا قول بھی یہی ہے۔ ① پھر فرمایا ہمارے لئے یہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے اور دائمی ثواب دینے والا ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈرنے تیرے انعام کا لالچ۔ اللہ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت و اطاعت کی جائے۔ اس کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں اگر اس کی نافرمانی کی جائے۔ پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ یہ کیا کہ سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا۔ وہ جماعت جو سورج نکلنے کے وقت کافر تھی وہی سورج ڈوبنے سے پہلے مؤمن اور شہید تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

جہنم میں موت نہ آئے گی: [آیت: ۴۴-۴۶] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جادو گروں نے ایمان قبول فرما کر فرعون کو جو نصیحتیں کیں انہی میں یہ آیتیں بھی ہیں۔ اے اللہ کے عذابوں سے ڈار ہے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا لالچ دے رہے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں موت تو کبھی آنے ہی کی نہیں لیکن زندگی بھی بڑی ہی مشقت والی موت سے بدتر ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿لَا يُفْقِطُ عَلَیْہِمْ فِیْمُوتُوْا﴾ ② الخ یعنی نہ تو موت ہی آئے گی نہ عذاب بلکہ ہوں گے کافروں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ اور آیتوں میں ہے ﴿وَتَجَنَّبُہَا الْاُشْقٰی ۝﴾ ③ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں سے بے فیض وہی رہے گا جو اذلی بد بخت ہو جو آخر کار بڑی سخت آگ میں گرے گا جہاں نہ تو موت آئے نہ چین کی زندگی نصیب ہو۔ اور آیت میں ہے کہ جہنم میں پھسلتے ہوئے کہیں گے کہ اے وارو غہ دوزخ تم دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موت ہی دے دے۔ لیکن وہ جواب دے گا کہ نہ تو تم مرنے والے ہو نہ نکلنے والے۔ ④ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اصلی جہنمی تو جہنم میں پڑے رہیں گے نہ وہاں انہیں موت آئے نہ آرام کی زندگی ملے۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں =

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَن أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمُ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ

يَبْسًا ۖ لَا تَخَفْ دَرَكًا وَلَا تَخْشَى ۚ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ

الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۚ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ۚ

ترجمہ: ہم نے موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تورا توں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لیے دریا میں خشک راستہ بنا لے پھر نہ تجھے کسی کے آ پکڑنے کا خطرہ نہ ڈر۔ [۷۷] فرعون نے اپنے لشکروں سمیت انکا تعاقب کیا پھر تودریا نے ان سب کو جیسا کچھ چھاپا لینا چاہے تھا چھاپا لیا۔ [۷۸] فرعون نے اپنی قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور سیدھا راستہ نہ دکھایا۔ [۷۹]

= گے جان نکل جائے گی پھر شفاعت کی اجازت کے بعد ان کا چورا نکالا جائے گا اور جنت کی نہروں کے کناروں پر بکھیر دیا جائے گا اور جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ان پر پانی ڈالو۔ تو جس طرح تم نے نہر کے کنارے کے کھیت کے دانوں کو اگتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح وہ اگیں گے یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا حضور اکرم ﷺ نے مثال تو ایسی دی ہے گویا آپ کچھ زمانہ جنگل میں گزر اچکے ہیں۔ ❶ عمل صالح کرنے والے کیلئے جنت: اور حدیث میں ہے کہ خطبے میں اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا اور جو اللہ سے قیامت کے دن ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جا ملا اسے اونچے بلا خانوں والی جنت ملے گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر درجہ میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ سب سے اوپر جنت الفردوس ہے اسی سے چاروں نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اس کی چھت رحمان کا عرش ہے۔ تم اللہ سے جب جنت مانگو تو جنت الفردوس کی دعا کیا کرو“ ❷ (ترمذی وغیرہ)۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر درجے کے پھر سو درجے ہیں۔ دو درجوں میں اتنی دوری ہے جتنی آسمان و زمین میں۔ ان میں یا قوت اور موتی ہیں اور زور بھی۔ ہر جنت میں امیر ہے جس کی فضیلت اور سرداری کے دوسرے قائل ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”اعلیٰ علیین والے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے تم لوگ آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا پھر یہ بلند درجے تو نبیوں کے لیے ہی مخصوص ہوں گے؟ فرمایا سنو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے نبیوں کو سچا جانا۔“ ❸ سنن کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ”ابو بکر و عمر انہی میں سے ہیں اور کتنے ہی اچھے مرتبے والے ہیں۔“ ❹ یہ جنتیں بیٹھکی کی اقامت کی ہیں۔ جہاں یہ ہمیشہ ابدالاباور ہیں گے۔ جو لوگ اپنے نفس پاک رکھیں گناہوں سے خباثت سے گندگی سے شرک و کفر سے دور رہیں اللہ واحد کی عبادت کرتے رہیں رسولوں کی اطاعت میں زندگی گزاریں ان کے لیے یہی قابل رشک مقامات اور قابل صدمبارک بادانعام ہیں رَزَقْنَا اللَّهُ اِيَّاهَا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کو لے کر رات کو نکلتا: [آیت: ۷۷-۷۹] چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان کو بھی فرعون نے =

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ و اخراج الموحلین من النار ۱۸۵؛ احمد، ۳/ ۱۱۱؛ ابن ماجہ ۴۳۰۹

❷ ابن حبان ۱۸۴۔ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنة ۲۵۳۱ و سندہ صحیح؛ احمد،

۳۱۶/۵؛ حاکم، ۸۰/ ۱۔ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة ۵۶/ ۳۲؛

صحیح مسلم ۲۸۳۱؛ احمد، ۵/ ۳۴۰؛ ابن حبان ۷۳۹۳۔ ❸ ابو داود کتاب الحروف والقرات ۳۹۸۷ و سندہ

ضعیف عطیہ العوفی راوی ضعیف ہے۔ ترمذی ۳۶۵۸؛ ابن ماجہ ۹۶؛ احمد، ۳/ ۲۷؛ مسند ابن یعلیٰ ۱۱۳۰۔

يَبْنِيْ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اُنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنِ
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوِيَّ ۝ كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ
فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ وَاِِنَّ
لِغَفَّارٍ لِّمَنْ تَابَ وَامِنْ وَعَمِلَ صَالِحًا ثَمَّ اهْتَدٰى ۝

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! دیکھو ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی اور تم سے کوہ طور کی داہنی طرف کا وعدہ کیا اور تم پر من و سلوے اتارا۔
[۸۰] تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ روزی کھاؤ اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہو جائے
وہ یقیناً تباہ ہوا۔ [۸۱] ہاں بیشک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔ [۸۲]

= مال دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دے۔ اس لیے جناب باری تعالیٰ
نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ راتوں رات ان کی بے خبری میں تمام بنی اسرائیل کو چپ چاپ لے کر یہاں سے چلے جائیں جیسے کہ اس کا
تفصیلی بیان قرآن کریم میں اور بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔ چنانچہ حسب ارشاد آپ نے بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے
ہجرت کی۔ صبح جب فرعوننی جاگے اور سارے شہر میں ایک بنی اسرائیل کو نہ دیکھا فرعون کو اطلاع دی وہ مارے غصے کے چکر کھاکر گیا اور ہر
طرف منادی دوڑا دیے کہ لشکر جمع ہو جائیں اور دانت پیس پیس کر کہنے لگا کہ اس مٹھی بھر جماعت نے ہماری ناک میں دم کر رکھا ہے۔
آج ان سب کو تہ تیغ کر دوں گا۔ سورج نکلنے ہی لشکر آ موجود ہوا۔ اسی وقت خود سارے لشکر کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔
بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچے ہی تھے۔ جو فرعوننی لشکر انہیں دکھائی دے گیا۔ گھبرا کر اپنے نبی علیہ السلام سے کہنے لگے لو حضرت اب کیا
ہوتا ہے۔ سامنے دریا ہے پیچھے فرعوننی ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں میری مدد پر خود میرا رب ہے وہ ابھی مجھے
راہ دکھا دے گا۔ اسی وقت وحی ربانی آئی کہ موسیٰ! دریا پر اپنی لکڑی مارو وہ ہٹ کر تمہیں راستہ دے دیگا۔ چنانچہ آپ نے یہ کہہ کر لکڑی
ماری کہ اے دریا بحکم باری تعالیٰ تو ہٹ جا۔ اسی وقت اس کا پانی پتھر کی طرح ادھر ادھر جم گیا اور بیچ میں راستے نمایاں ہو گئے۔ ادھر
ادھر پانی مثل بڑے بڑے پہاڑوں کے کھڑا ہو گیا اور تیز اور خشک ہواؤں کے جھونکوں نے راستوں کو بالکل سوکھی زمین کے راستوں
کی طرح کر دیا۔ نہ تو فرعون کی پکڑ کا خوف رہا نہ دریا میں ڈوب جانے کا خطرہ رہا فرعون اور اس کے لشکر یہ حال دیکھ رہے تھے۔
فرعون نے حکم دیا کہ انہی راستوں سے تم بھی پار جاؤ۔ چنانچہ خود مع تمام لشکر کے ان ہی راہوں میں اتر پڑا۔ ان کے اترتے ہی پانی کو
بہنے کا حکم ہو گیا اور چشم زدن میں تمام فرعوننی ڈبو دیے گئے۔ دریا کی موجوں نے انہیں چھاپ لیا۔ یہاں جو فرمایا کہ انہیں اس چیز نے
ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا یہ اس لئے کہ یہ مشہور و معروف ہے نام لینے کی ضرورت نہیں یعنی دریا کی موجوں نے۔

اسی جیسی آیت ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوٰى ۝ فَعَشٰهَا مَآءَ غَاشِی ۝﴾ ① ہے یعنی قوم لوط کی بستیوں کو بھی اسی نے دے پٹکا
تھا۔ پھر ان پر جو تباہی آئی۔ سو آئی عرب کے اشعار میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں الغرض فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور راہ

راست انہیں نہ دکھائی۔ جس طرح دنیا میں انہیں اس نے آگے بڑھ کر دریا برد کیا اسی طرح آگے ہو کر قیامت کے دن انہیں جہنم میں جا جمونے کا جو بدترین جگہ ہے۔ ①

جس پر اللہ کا غضب اترے وہ تباہ ہوا: [آیت: ۸۰-۸۲] اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے انہیں یاد دلایا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمنوں سے نجات دی اور اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا۔ ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ﴾ ② یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونوں کو ڈبو دیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ”مدینے کے یہودیوں کو عاشورے کے دن کاروزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر کامیاب کیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ہمیں بہ نسبت تمہارے ان سے زیادہ قرب ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو اس دن کے روزے کا حکم دیا۔“ ③ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا وعدہ دیا۔ آپ وہاں گئے اور پیچھے سے بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ جس کا بیان ابھی آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اسی طرح ایک احسان ان پر یہ کیا کہ من و سلویٰ کھانے کو دیا۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ وغیرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ من ایک میٹھی چیز تھی جو ان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرند تھے جو حکم باری تعالیٰ ان کے سامنے آ جاتے تھے۔ یہ بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے ہماری یہ وی ہوئی روزی کھاؤ اس میں حد سے نہ گزر جاؤ۔ حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو ورنہ میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب اترے یقیناً مانو کہ وہ بد بخت ہو گیا۔ ④ حضرت شعی بن مانع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم میں ایک اونچی جگہ بنی ہوئی ہے جہاں سے کافر کو جہنم میں گرایا جاتا ہے تو زنجیروں کی جگہ تک چالیس سال میں پہنچتا ہے۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ وہ گڑھے میں گر پڑا ہاں جو بھی اپنے گناہوں سے میرے سامنے توبہ کرے میں اس کی توبہ قبول فرماتا ہوں۔

دیکھو بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے پچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بخش دیا۔ غرض جس کفر و شرک گناہ و معصیت پر کوئی ہو پھر وہ اسے بخوف باری تعالیٰ چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ ہاں دل میں ایمان ہو اور اعمال صالحہ بھی کرتا ہو اور ہو بھی راہ راست پر شکی نہ ہو سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی روش پر ہو اس میں ثواب جانتا ہو۔ یہاں پر ٹھم کا لفظ خبر کی خبر پر ترتیب کرنے کے لیے آیا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ

أَمَنُوا﴾ ⑤

① ۱۱/ ۹۸۔ ② ۲/ البقرہ: ۵۰۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ طہ باب ﴿وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاصْرَبْ لَهُمْ﴾ ۴۷۳۷؛

صحیح مسلم ۱۱۳۰؛ ابو داؤد ۲۴۴۴؛ احمد، ۱/ ۲۹۱؛ ابن حبان ۳۶۲۵۔

④ الطبری، ۱۸/ ۳۴۷۔ ⑤ ۹۰/ البلد: ۱۷۔

وَمَا اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوسٰى ۝ قَالَ هُمْ اَوْلَآءِ عَلَىٰ اَثَرِيْ وَعَجَلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السّٰمِرِيُّ ۝ فَرَجَعَ مُوسٰى اِلٰى قَوْمِهِ غَضْبَانَ اَسْفَاۗهُ قَالَ يَقُوْمُ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعَدًّا حَسَنًاۤ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ۝ قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمِلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِلْنَا اَوْ زَارَ اَقْنٰ زِيْنَةُ الْقَوْمِ فَقَدْ فُتِنَا فَاِذَا لَكَ اَلْقٰى السّٰمِرِيُّ ۝ فَاُخْرِجْ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًاۤ اَلٰهَ خُورًا فَقَالُوْا هٰذَا اِلٰهُكُمُ وَاِلٰهَ مُوسٰى فَنَسِىَ ۝ اَفَلَا يَرُوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۝

ترجمہ: موسیٰ تجھے اپنی قوم سے غافل کر کے کوئی چیز جلدی لے آئی؟ [۸۳] کہا کہ وہ لوگ بھی میرے پیچھے ہی پیچھے ہیں اور میں نے اے رب حیرت طرف جلدی اس لیے کی کہ تو خوش ہو جا۔ [۸۴] فرمایا ہم نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں سامری نے بہکا دیا ہے [۸۵] پس موسیٰ سخت ناراض ہو کر فسوس کی کے ساتھ واپس لوٹا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم والو! کیا تم سے تمہارے پروردگار نے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا اس کی مدت تمہیں لمبی معلوم ہوئی؟ بلکہ تمہارا ارادہ ہی یہ ہے کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو؟ کہ تم نے میرے وعدے کا خلاف کیا۔ [۸۶] انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ وعدے کا خلاف نہیں کیا بلکہ ہم پر جو زیورات قوم کے لادے گئے تھے انہیں ہم نے ڈال دیا اور اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیے۔ [۸۷] پھر اس نے لوگوں کے لیے ایک بچھڑا نکال کھڑا کیا یعنی بچھڑے کا بت جس کی گائے کی آواز بھی تھی پھر کہنے لگے کہ یہی تمہارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی لیکن موسیٰ بھول گیا ہے۔ [۸۸] کیا یہ گمراہ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ تو انکی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کے کسی برے بھلے کا اختیار رکھتا ہے۔ [۸۹]

قوم موسیٰ کی آزمائش: [آیت: ۸۳-۸۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا پار کر کے نکل گئے تو ایک جگہ پہنچے جہاں کے لوگ اپنے بتوں کے مجاور بن کر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو بنی اسرائیل کہنے لگے موسیٰ ہمارے لیے بھی ان کی طرح کوئی معبود مقرر کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا تم بڑے جاہل لوگ ہو یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں اور ان کی عبادت بھی باطل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس روزوں کا حکم دیا۔ پھر دس بڑھادیئے گئے پورے چالیس ہو گئے۔ دن رات روزے سے رہتے تھے۔ اب آپ جلدی سے طور کی طرف چلے۔ بنی اسرائیل پر اپنے بھائی ہارون ان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ وہاں جب پہنچے تو جناب باری تعالیٰ نے اس جلدی کی وجہ دریافت فرمائی۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی طور کے قریب ہی ہیں آ رہے ہیں۔ میں نے جلدی کی ہے کہ تیری رضا مندی حاصل کر لوں اور اس میں بڑھ جاؤں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے چلے آنے کے بعد تیری قوم میں نیا فتنہ برپا ہوا اور انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی ہے۔ اس بچھڑے کو سامری نے بنایا اور انہیں اس کی عبادت میں لگا دیا ہے۔ اسرائیلی کتابوں میں ہے کہ سامری کا نام بھی ہارون تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمانے کے لیے تورات کی تختیاں لکھی گئی تھیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَكُتِبْنَا لَهُ فِي الْأَنْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةٌ﴾

وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ① یعنی ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر بارے کا تذکرہ اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی تھی اور کہہ دیا کہ اسے مضبوطی سے تھام لو اور اپنی قوم سے بھی کہو کہ اس پر عہدگی سے عمل کریں۔ میں تمہیں عنقریب فاسقوں کا انجام دکھا دوں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنی قوم کے مشرکانہ فعل کا علم ہوا تو سخت رنج ہوا اور غم و غصے میں بھرے ہوئے وہاں سے واپس قوم کی طرف چلے کہہ دیکھو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کے باوجود ایسے سخت احمقانہ اور مشرکانہ فعل کا ارتکاب کیا۔ غم و اندوہ رنج و غصہ آپ کو بہت آیا۔ واپس آتے ہی کہنے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم سے تمام نیک وعدے کئے تھے۔ تمہارے ساتھ بڑے بڑے نیک سلوک و انعام کئے۔ لیکن ذرا سے وقفے میں تم اللہ کی نعمتوں کو بھلا بیٹھے۔ بلکہ تم نے وہ حرکت کی جس سے اللہ تعالیٰ کا غضب تم پر اتر پڑا۔ تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کا مطلق لحاظ نہ رکھا۔ ② اب بنی اسرائیل معذرت کرنے لگے کہ ہم نے یہ کام اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ جوزیور فرعونوں کے ہمارے پاس مستعار لیے ہوئے تھے ہم نے بہتر یہی سمجھا کہ انہیں پھینک دیں۔ چنانچہ ہم نے سب کے سب بطور پرہیز گاری کے پھینک دیئے۔

ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ جلا کر ان سے فرمایا کہ وہ زیور سب اس میں ڈال دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ارادہ یہ تھا کہ سب زیور ایک جا ہو جائیں اور پکھل کر ڈال بن جائے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آجائیں جیسا وہ فرمائیں کیا جائے۔ سامری نے اس میں وہ مٹھی ڈال دی جو اس نے اللہ تعالیٰ کے قاصد کے نشان سے بھری تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری خواہش قبول فرمائے۔ آپ کو کیا خبر تھی آپ نے دعا کی۔ اس نے خواہش یہ کی کہ اس کا ایک بچھڑا بن جائے جس میں سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلے۔ چنانچہ وہ بن گیا اور بنی اسرائیل کے فتنے کا باعث ہو گیا۔ پس فرمان ہے کہ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیا ③ حضرت ہارون علیہ السلام ایک مرتبہ سامری کے پاس سے گزرے۔ وہ اس بچھڑے کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہ چیز بنا رہا ہوں جو نقصان دے اور نفع نہ دے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ خود اسے ایسا ہی کر دے اور آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ سامری کی دعا سے یہ بچھڑا بنا اور آواز نکالنے لگا۔

بنی اسرائیل بہکاوے میں آ گئے اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ اس کی آواز پر یہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے اور دوسری آواز پر سجدے سے سر اٹھاتے۔ یہ گروہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہکانے لگا کہ دراصل اللہ یہی ہے موسیٰ بھول کر اور کہیں اس کی جستجو میں چل دیئے ہیں وہ یہ کہنا بھول گئے کہ تمہارا رب یہی ہے۔ یہ لوگ مجاور بن کر اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ ان کے دلوں میں اس کی محبت رچ گئی۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ سامری اپنے سچے اللہ کو اور اپنے پاک دین اسلام کو بھول بیٹھا۔ ان کی بیوقوفی دیکھئے کہ یہ اتنا نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو محض بے جان چیز ہے۔

ان کی کسی بات کا نہ تو جواب دے نہ سنے۔ نہ دنیا آخرت کی کسی بات کا اسے اختیار نہ کوئی نفع نقصان اس کے ہاتھ میں۔ آواز جو نکلتی تھی اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ پیچھے کے سوراخ میں سے ہوا گزر کر منہ کے راستے نکلتی تھی۔ اسی کی آواز آتی تھی۔ اس بچھڑے کا نام انہوں نے ہموت رکھ چھوڑا تھا۔ ان کی دوسری حماقت دیکھئے کہ چھوٹے گناہ سے بچنے کے لیے بڑا گناہ کر لیا۔ فرعونوں کی امانتوں سے آزاد ہونے کے لیے شرک شروع کر دیا۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کسی عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما =

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ قَبْلُ يَقَوْمُ اِنَّمَا فَتِنْتُمْ بِهِ ۚ وَان رَّبُّكُمْ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُونِي
وَاطِيعُوا اَمْرِي ۚ قَالُوا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰلِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوسٰى ۚ قَالَ
يَهْرُوْنَ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْۤا ۙ اَلَا تَتَّبِعُن ۚ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۚ قَالَ
يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِلِحَيَّتِيْ ۚ وَلَا يَرٰ اِسِيْ ۚ اِنِّىْ خَشِيتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَقْتُ بَيْنَ بَنِي
اِسْرَءٰىلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۚ

ترجمہ: ہارون نے اس سے پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم والو! اس بچھڑے سے تو صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے تمہارا حقیقی پروردگار تو اللہ رحمن ہی ہے۔ پس تم سب میری تابعداری کرو اور میری بات مانتے چلے جاؤ۔ [۹۰] انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ کی واپسی تک تو ہم اسی کے مجاور بنے بیٹھے رہیں گے۔ [۹۱] موسیٰ کہنے لگے اے ہارون انہیں گمراہ ہوتا ہوا دیکھتے ہوئے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ [۹۲] کہ تو میرے پیچھے پیچھے آ جاتا کیا تو بھی میرے فرمان کا نافرمان بن بیٹھا؟ [۹۳] ہارون کہنے لگے اے میرے ماں جائے بھائی میری ڈاڑھی اور سر نہ پکڑ مجھے تو صرف یہ خیال دامن گیر ہوا کہ کہیں آپ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہ کیا۔ [۹۴]

= سے پوچھا کہ کپڑے پر اگر پھمکا خون لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ان عرائقوں کو دیکھو بت رسول کے تحت جگر کو تو قتل کر دیں اور پھمکے خون کے مسئلے پوچھتے پھریں۔ ①
معبود باطل کی پرستش فتنہ ہے: [آیت: ۹۰-۹۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اس سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں ہر چند سمجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو۔ رب رحمان کے سوا اور کے سامنے نہ بھگو۔ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے۔ سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے۔ وہی عرش مجید کا مالک ہے۔ وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ تم میری تابعداری اور حکم برداری کرتے رہو۔ جو میں کہوں وہ بجالاؤ۔ جس سے روکوں رک جاؤ۔ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے۔ تب تک تو ہم اس کی پرستش چھوڑتے نہیں۔ چنانچہ لڑنے اور مارنے کے واسطے تیار ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام پر ناراضی: حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے اور پورے غم میں لوٹے تھے تختیاں زمین پر ڈال دیں اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی طرف غصے سے بڑھ گئے اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۃ اعراف کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننادیکھنے کے مطابق نہیں۔ آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے کیوں خبر نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کا اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میری ماں جائے بھائی! یہ صرف اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ رحم و محبت آئے ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے باپ بھی ایک ہی تھے دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو =

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا مَرْيَمُ ۖ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً
 مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّيْتُ لِي نَفْسِي ۖ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ
 لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۚ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ يُخْلِفَهُ ۚ وَانْظُرْ
 إِلَى إِلْهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۖ
 إِنَّا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۖ

ترجمہ: مری نے پوچھا سامری تیرا کیا حال ہے؟ [۹۵] اس نے جواب دیا کہ مجھے وہ چیز دکھائی دی جو انہیں دکھائی نہیں دی تو میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے کے نقشے قدم سے ایک مٹھی بھر لی اسے اس میں ڈال دیا۔ میرے دل نے ہی یہ بات میرے لیے بنادی۔ [۹۶] کہا اچھا جا دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہی ہے کہ تو کہتا رہے کہ ہاتھ نہ لگانا اور ایک اور بھی وعدہ تیرے ساتھ ہے جو تیرے بارے میں کبھی بھی خلاف نہ کیا جائے گا اور اب تو اپنے اس اللہ کو بھی دیکھ لینا جس کا تو اعکاف کئے ہوئے تھا کہ ہم اسے جلا کر دریا میں ریڑھ اڑا دیں گے۔ [۹۷] اصل بات یہی ہے کہ تم سب کا معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں اس کا علم تمام چیزوں پر حاوی ہے۔ [۹۸]

= میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آ کر آپ کو اس کی خبر کروں لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں کہیں آپ مجھ پر نہ بگڑ بیٹھیں کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا؟ اولاد یعقوب میں یہ جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی تکہانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت بھی بہت کرتے تھے اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔ ①

سامری سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ اور بددعا: [آیت: ۹۵-۹۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا یہ شخص باجرما کارہنے والا تھا۔ اس کی قوم گائے پرست تھی۔ اس کے دل میں بھی گائے کی محبت گھر کئے ہوئے تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ کرمانی تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی بہتی کا نام سامرا تھا۔ ② اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کے لیے جبریل علیہ السلام آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ناپ تلے کی تھوڑی سی مٹی اٹھالی۔

اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور موسیٰ علیہ السلام کو لے کر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے ان کے گھوڑے کے سم تلے کی مٹی اٹھالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبریل علیہ السلام آسمان تک لے گئے اللہ تعالیٰ نے تورات لکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے۔ لیکن جب آپ کو آپ کی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے اور اس پتھر کو جلا دیا۔ لیکن اس اثر کی سند غریب ہے۔ اسی خاک کی چٹکی یا مٹھی کو اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلنے کے وقت ان میں ڈال دی جو خوبصورت پتھر بن گئے۔ اور چونکہ بیچ میں خلا تھا۔ =

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۖ
مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا ۖ خَلِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَاءَ لَهُمْ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ حِمْلًا ۖ

ترجمہ: اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی ہو چکی ہوئی وارداتیں بیان فرما رہے ہیں یقیناً ہم تو تجھے اپنے پاس سے نصیحت عطا فرما چکے ہیں۔ [۱۹۹] اس سے جو منہ پھیر لے گا وہ یقیناً قیامت کے دن اپنا بھاری بوجھ لادے ہوئے ہوگا۔ [۱۰۰] جس میں ہمیشہ ہی رہے گا ان کے لیے قیامت کے دن بڑا برا بوجھ ہے۔ [۱۰۱]

وہاں سے ہوا گھسکتی تھی اور اس سے آواز نکلتی تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھتے ہی اسکے دل میں خیال گزرا تھا کہ میں اسکے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھا لوں۔ میں جو چاہوں گا وہ اسی مٹی کے ڈالنے سے بن جائے گا۔ اسکی انگلیاں اسی وقت سوکھ گئی تھیں۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونین کے زیورات رہ گئے اور فرعون بنی ہلاک ہو گئے اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہو سکتے۔ تو غمزہ ہونے لگے۔

سامری نے کہا دیکھو اس کی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اسے جمع کر کے آگ لگا دو۔ جب وہ جمع ہو گئے اور آگ سے پکھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ وہ خاک اس پر ڈال دے اور اسے پچھڑے کی شکل میں بنا لے۔ چنانچہ یہی ہوا اور اس نے کہہ دیا کہ تمہارا اور موسیٰ کا رب یہی ہے۔ یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں نے اسے ڈال دیا اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھا دی۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا میں یہی ہے کہ اب نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگا سکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگا سکے باقی سزا تیری قیامت کو ہوگی جس سے چھٹکارا محال ہے۔ ان کے بقایا اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ جھوٹا۔

اب تو اپنے اللہ کا حشر بھی دیکھ لے جس کی عبادت پر او نہ ہا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ سونے کا پچھڑا اس طرح جل گیا جیسے خون اور گوشت والا پچھڑا جلے۔ پھر اسکی راکھ تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کر کے اڑا دی۔ مروی ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لیے ان کا پچھڑا بنایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھونک دیا اور دریا میں اس کی خاک بہا دی۔ جس نے بھی اسکا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے۔ اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی؟ حکم ہوا کہ ایک دوسروں کو قتل کرو۔ ① اس کا پورا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا معبود یہ نہیں۔ سستی عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی تمام جہاں اس کا محتاج ہے اور اس کے ماتحت ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے۔ اسکے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے۔ بلکہ اس کے پاس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہی پہنچاتا ہے۔ سب کی جگہ اسے معلوم ہے۔ سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ کا علم محیط کل اور سب کو حاوی ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

روز قیامت اپنا اپنا بوجھ اٹھانا ہوگا: [آیت: ۹۹-۱۰۱] فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ صلی رنگ میں آپ کے =

يَوْمَ يَنْفَعُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۖ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ

لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۚ

ترجمہ: جس دن صور پھونک دیا جائے گا اور گنہگاروں کو ہم اس دن نیلی پیلی آنکھوں کے کر کے گھیر لائیں گے۔ [۱۰۲] آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم تو صرف دس دن ہی رہے [۱۰۳] جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اسکی حقیقت سے باخبر ہم ہی ہیں ان میں سب سے زیادہ اچھی راہ والا کہہ رہا ہوگا کہ تم تو صرف ایک ہی دن رہے۔ [۱۰۴]

= سامنے بیان ہو رہا ہے ایسے ہی اور بھی حالات گزشتہ آپ کے سامنے ہم ہو ہو بیان فرما رہے ہیں۔ ہم نے تو آپ کو قرآن عظیم دے رکھا ہے جس کے پاس بھی باطل نہیں پھٹ سکتا۔ کیونکہ ہم حکمت و حمد والے ہیں۔ ① کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال والی اور اس سے زیادہ جامع اور اس سے زیادہ بابرکت نہیں ملی۔ ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ ہے۔ جس میں گزشتہ کی خبریں آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور ہیں اسے نہ ماننے والا اس سے منہ پھیرنے والا اس کے احکام سے بھاگنے والا اس کے سوا کسی اور میں ہدایت تلاش کرنے والا گمراہ ہے اور جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا اور اس میں دب جائے گا۔ اس کے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے۔ کتابی ہو یا غیر کتابی، مٹی ہو یا عرب اس کا منکر جہنمی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنے والا ہوں اور جسے بھی یہ پہنچے۔ ② پس اس کا تبع ہدایت والا اور اس کا مخالف ضلالت و شقاوت والا جو یہاں برباد ہوا اور وہاں دوزخی بنا۔ اس عذاب سے اسے تو کبھی چھٹکارا حاصل ہونہ پڑ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہوگا۔

جب صور پھونکا جائے گا: [آیت: ۱۰۲-۱۰۴] رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ صور کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ ایک قرن ہے جو پھونکا جائے گا۔“ ③ اور حدیث میں ہے کہ ”اس کا دائرہ بقدر آسمانوں اور زمینوں کے ہے۔“ حضرت اسرافیل علیہ السلام اسے پھونکیں گے ④ اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں کیسے آرام حاصل کروں حالانکہ صور پھونکنے والے فرشتے نے صور کا لقمہ بنا لیا ہے پیشانی جھکا دی ہے اور انتظار میں ہے کہ کب حکم دیا جائے۔“ لوگوں نے کہا پھر حضور ﷺ ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا کہو ((حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا)) ⑤ اس وقت تمام لوگوں کا حشر ہوگا۔ مارے ڈر اور گھبراہٹ کے گنہگاروں کی آنکھیں کیری ہو رہی ہوں گی۔ ایک دوسرے سے پوشیدہ پوشیدہ کہہ رہے ہوں گے کہ دنیا میں تو ہم بہت ہی کم رہے زیادہ سے زیادہ شاید دس دن وہاں گزرے ہوں گے ہم ان کی اس رازداری کی گفتگو کو بھی بخوبی جانتے ہیں جب کہ ان میں کا بڑا حافل اور کامل انسان کہے گا کہ میاں دس بھی کہاں کے؟ ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں رہے۔

① ۴۱/ فصلت: ۴۲۔ ② ۶/ الانعام: ۱۹۔ ③ ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب ذکر البعث والصور ۴۷۴۲ وسندہ صحیح؛

ترمذی ۳۲۴۴؛ ابن حبان ۷۳۱۲؛ حاکم، ۴۳۶/۲؛ احمد، ۱۶۲/۲۔

④ اس کا حکم سورۃ الکہف میں آیت نمبر ۹۹ کے تحت گزر چکا ہے۔

⑤ اس کی تخریج بھی سورۃ الکہف آیت نمبر ۹۹ کے تحت گزر چکی ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۖ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۚ

لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۚ

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۚ

ترجمہ: تجھ سے پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں سو تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا [۱۰۵] اور زمین کو بالکل ہموار صاف میدان کر چھوڑے گا۔ [۱۰۶] جس میں تو نہ کہیں موز توڑ دیکھے گا نہ اونچ نیچ [۱۰۷] جس دن پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے جس میں کوئی کبھی نہ ہوں گی۔ اللہ رحمان کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی سوائے ٹھس پھس کے تجھے کچھ بھی سنائی نہ دے گا۔ [۱۰۸]

غرض کفار کو دنیا کی زندگی ایک سپنے کی طرح معلوم ہوگی۔ اس وقت وہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ صرف ایک ساعت ہی دنیا میں ہم تو ٹھہرے ہوں گے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ نَعْمَرْكُمْ﴾ ① الخ ہم نے تمہیں عبرت حاصل کرنے کے قابل عمر بھی دی تھی۔ پھر ہوشیار کرنے والے بھی تمہارے پاس آچکے تھے۔ اور آیتوں میں ہے کہ اس سوال پر کہ تم کتنا عرصہ زمین پر گزار آئے؟ ان کا جواب ہے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ ② فی الواقع دنیا ہے بھی آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی۔ لیکن اگر اسی بات کو پہلے سے باور کر لیتے تو اس فانی کو اس باقی پر اس تھوڑی کو بہت پر پسند نہ کرتے بلکہ آخرت کا سامان اس دنیا میں کرتے۔

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے: [آیت: ۱۰۵-۱۰۸] لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کے دن یہ پہاڑ باقی رہیں گے یا نہیں؟ ان کا سوال نقل کر کے جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ہٹ جائیں گے اور مٹ جائیں گے چلتے پھرتے نظر آئیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین صاف چھیل ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیں گی۔ قاع کے معنی ہموار صاف میدان ﴿صَفْصَفًا﴾ اسی کی تاکید ہے۔ اور صفصف کے معنی بغیر روئیدگی کی زمین کے بھی ہیں۔ لیکن پہلے معنی زیادہ اچھے ہیں اور دوسرے معنی مرادی اور لازمی ہیں نہ اس میں کوئی وادی رہے گی نہ ٹیلہ نہ اونچان رہے گی نہ نیچائی۔ ③ ان دہشت ناک امور کے ساتھ ہی ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ جس کی آواز پر ساری مخلوق لگ جائے گی۔ دوڑتی ہوئی حسب فرمان ایک طرف چلی جا رہی ہوگی۔ نہ ادھر نہ ادھر ہوگی نہ میڑھی بانگی چلے گی۔ کاش کہ یہی روش دنیا میں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہتے۔ لیکن آج کی یہ روش بالکل بے سود ہے۔

اس دن تو خوب دیکھتے سنتے بن جائیں گے اور آواز کے ساتھ حکم برداری کریں گے۔ اندھیری جگہ حشر ہوگا۔ آسمان لپیٹ لیا جائے گا۔ ستارے جھڑ پڑیں گے۔ سورج چاند مٹ جائے گا۔ آواز دینے والے کی آواز پر سب چل کھڑے ہوں گے۔ اس ایک میدان میں ساری مخلوق جمع ہوگی۔ مگر اس غضب کا سناٹا ہوگا کہ داب ربانی کی وجہ سے ایک آواز نہ اٹھے گی۔ بالکل سکون و سکوت ہوگا صرف پیروں کی چاپ ہوگی اور کانا پھوسی ④ چل کر جا رہے ہوں گے تو پیروں کی چاپ تو لا محالہ ہونی ہی ہے۔ اور باجائز باری تعالیٰ کبھی کبھی کسی کی حال میں بولیں گے بھی لیکن چلنا بھی باداب اور بولنا بھی باداب جیسے ارشاد ہے ﴿يَوْمَ يَنْتَبِيْ لَا تَكَلِّمْ نَفْسًا اِلَّا بِاٰذِنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّْ وَسَعِيْذٌ﴾ ⑤ یعنی جس دن وہ میرے سامنے حاضر ہوں گے کسی کی مجال نہ ہوگی کہ بغیر میری اجازت کے زبان کھول لے۔ بعض نیک ہوں گے اور بعض بد ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۖ يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ ۖ عَلِيمًا ۖ وَعَنْتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ
الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَلَا يَخْفُ ظُلْمًا وَلَا هُزْمًا ۖ

ترجمہ: اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمان حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔ [۱۰۹] جو کچھ ان کے آگے پہنچے ہے اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ [۱۰۱] تمام چہرے اس زندہ اور خبر گیر اللہ تعالیٰ کے سامنے کمال عاجزی سے جھکے ہوئے ہیں یقیناً وہ برباد ہوا جس نے ظلم لا دلیا۔ [۱۱۱] اور جو نیک اعمال کرے اور ہو بھی ایماندار نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہوگا نہ حق تلفی کا۔ [۱۱۲]

روز قیامت شفاعت کا بیان: [آیت: ۱۰۹-۱۱۲] قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کے لیے شفاعت کرے جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے نہ آسمان کے فرشتے بے اجازت کسی کی سفارش کر سکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ۔ سب کو خود خوف لگا ہوگا۔ بے اجازت کسی کی سفارش نہ ہوگی۔ فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ بے اجازت الہی کوئی لب نہ کھول سکے گا۔ خود سید الناس اکرم الناس رسول اللہ ﷺ بھی عرشِ تہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی خوب حمد و ثنا کریں گے۔ دیر تک سجدے میں پڑے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر حد مقرر ہوگی۔ آپ ان کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائیں گے۔ پھر لوٹیں گے پھر یہی ہوگا۔ چار مرتبہ یہی ہوگا۔ ① صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء اور حدیث میں ہے ”حکم ہوگا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں ایک مشقال ایمان ہو۔ پس بہت سے لوگوں کو نکال لاؤں گے۔ پھر فرمائے گا جس کے دل میں آدھا مشقال ایمان ہوا اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں بقدر ایک ذرے کے ایمان ہوا اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں اس سے بھی کم اس سے بھی کم اس سے بھی کم ایمان ہوا اسے بھی جہنم سے آزاد کرواؤ۔“ ② اس نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

مخلوق اس کے علم کا احاطہ کر ہی نہیں سکتی۔ جیسے فرمان ہے اس کے علم میں سے صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے۔ تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی و ذلت و نرمی کیساتھ اس کے سامنے پست ہیں۔ اس لیے کہ وہ موت و فوٹ سے پاک ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے نہ وہ سوئے نہ اونگھے۔ خود اپنے آپ قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے۔ سب کی دیکھ بھال حفاظت اور سنبھال وہی کرتا ہے وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔ بغیر رب کی مرضی کے نہ پیدا ہو سکے نہ باقی رہ سکے۔ جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہوگا۔ کیونکہ ہر حقدار کو اللہ تعالیٰ اس دن اس کا حق دلوائے گا۔ یہاں تک کہ بے سینک کی بکری کو سینک والی بکری سے بھی بدلہ دلویا جائے گا۔ حدیث قدسی میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ عز و جل فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کسی ظالم کے ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا۔“ ③ =

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ۶۵۶۵؛ صحیح مسلم ۱۹۳۔

② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَجِئَهِ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ﴾ ۷۴۳۹؛ صحیح مسلم ۱۸۳۔

③ مسند الشامیین، ۲۰۶/۱۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ

يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعٰلٰی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ

اَنْ يُّقْضٰی اِلَيْكَ وَحْيُهُ ۚ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تم پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے اور طرح طرح سے اس میں ذکر بیان سنایا ہے تاکہ لوگ پرہیزگار بن جائیں یا ان کے دل میں یہ سوچ سمجھ تو پیدا کرے۔ [۱۱۳] پس اللہ تعالیٰ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے۔ تو قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر اس سے پہلے کہ تیری طرف جو وحی کی جاتی ہے وہ پوری کی جائے۔ ہاں یہ دعا کرتا رہ کہ پروردگار! میرا علم بڑھاتا رہ۔ [۱۱۳]

= صحیح حدیث میں ہے ”لوگو ظلم سے بچو۔ ظلم قیامت کے دن اندھیریاں بن کر آئے گا ① اور سب سے بڑھ کر نقصان یافتہ ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ سے شرک کرتا ہو اور امداد و تباہ و برباد ہو اس لیے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔“ خالموں کا بدلہ بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ نہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ انکی نیکیاں گھٹائی جائیں۔ ② گناہ کی زیادتی اور نیکی کی کمی سے وہ بے کھٹکے ہیں۔ قرآن برحق اور اللہ تعالیٰ کی وحی ہے: [آیت: ۱۱۳-۱۱۴] چونکہ قیامت کا دن آنا ہی ہے اور اس دن نیک و بد اعمال کا بدلہ ملنا ہی ہے لوگوں کو ہشیار کرنے کے لیے ہم نے بشارت والا اور دھمکانے والا اپنا پاک کلام عربی صاف زبان میں اتارنا تاکہ ہر شخص سمجھ سکے اور اس میں گونا گوں طور پر لوگوں کو ذرا یا طرح طرح سے ڈراوے سنائے تاکہ لوگ برائیوں سے بچیں بھلائیوں کے حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ یا ان کے دلوں میں غور و فکر نصیحت و پند پیدا ہو۔ اطاعت کی طرف جھک جائیں نیک کاموں کی کوشش میں لگ جائیں پس پاک اور برتر ہے وہ اللہ تعالیٰ جو حقیقی شہنشاہ ہے۔ دونوں جہاں کا تہما مالک ہے۔ وہ خود حق ہے اس کا وعدہ حق ہے اسکی وعید حق ہے۔ اس کے رسول حق ہیں جنت دوزخ حق ہے اس کے سب فرمان اور اس کی طرف سے جو ہوسر اسر عدل و حق ہے۔ اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ آگاہ کئے بغیر کسی کو سزا دے۔ وہ سب کے عذر کاٹ دیتا ہے کسی کے شبہ کو باقی نہیں رکھتا حق کو کھول دیتا ہے۔ پھر سرکشوں کو عدل کے ساتھ سزا دیتا ہے۔ جب ہماری وحی اتر رہی ہو اس وقت تم ہمارے کلام کو پڑھنے میں جلدی نہ کر دو پہلے پوری طرح سن لیا کرو۔

جیسے سورہ قیامہ میں فرمایا ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ ③ یعنی جلدی کر کے بھول جانے کے خوف سے وحی اترتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ اسے نہ پڑھنے لگو۔ اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے تلاوت کرنا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کے تابع ہو جائیں۔ پھر اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”پہلے آپ ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ جس میں آپ کو وقت ہوتی تھی۔ جب یہ آیت اتری آپ ﷺ اس مشقت سے چھوٹ گئے ① اور اطمینان ہو گیا کہ وحی الہی جتنی نازل ہوگی مجھے یاد ہو جایا کرے گی ایک حرف نہ بھولوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہو چکا۔“ یہی فرمان یہاں ہے کہ فرشتے کی قرأت چپکے سے سنبھالو وہ پڑھ چکے پھر تم پڑھو اور مجھ سے اپنے علم کی زیادتی کی دعا کیا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور انتقال تک علم میں بڑھتے ہی رہے۔ (ﷺ) حدیث میں ہے کہ وحی برابر پڑے درپے =

① صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم ۲۵۷۸۔ ② الطبری، ۱۸/۳۷۹۔ ③ ۷۵/القیامہ: ۱۶۔

④ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ: ۵، صحیح مسلم، کتاب الصلاة ۴۴۸۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَى وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۝ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى ۝ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَصْحَى ۝ فَوَسَّوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةٍ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى ۝ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَاوَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى ۝ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى ۝

ترجمہ: ہم نے آدم علیہ السلام کو پہلے ہی تاکید کی تھی کہ وہ بھول گیا ہم نے اس کا کوئی قصد نہیں پایا۔ [۱۱۵] اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا اس نے صاف انکار کر دیا۔ [۱۱۶] تو ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ تو مشقت میں پڑ جائے۔ [۱۱۷] یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ تو تو بھوکا ہونہ لگا۔ [۱۱۸] اور نہ تو تھیاں پیسا ہونہ دھوپ سے تکلیف اٹھا۔ [۱۱۹] لیکن شیطان نے اسے دوسرا ڈالا کہنے لگا کہ کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور وہ بادشاہت تلاش کروں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو۔ [۱۲۰] چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھالیا تو ان پر اپنے پردے کی چیزیں کھل گئیں اب بہشت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بہک گیا۔ [۱۲۱] پھر اے اس کے رب نے نواز اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی رہنمائی کی۔ [۱۲۲]

= آتی رہی۔ یہاں تک کہ جس دن آپ ﷺ فوت ہونے کو تھے اس دن بھی بکثرت وحی اتری۔ ① ابن ماجہ کی حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا منقول ہے ((اَللّٰهُمَّ اِنْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ)) ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ((وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ)) ② انسان خطا کا پتلا ہے: [آیت: ۱۱۵-۱۲۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا۔ ③ مجاہد اور حسن رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ اس حکم کو حضرت آدم علیہ السلام نے چھوڑ دیا۔ ④ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے۔ سورہ بقرہ، سورہ اعراف، سورہ حجر اور سورہ کہف میں شیطان کے سجدہ نہ کرنے والے واقعہ کی پوری تفسیر ہو چکی ہے اور سورہ ص میں بھی اس کا بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان تمام سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا پھر ان کی بزرگی کے اظہار کے لیے فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اور ابلیس کی مخفی عداوت کے اظہار کا بیان ہوا ہے۔ اس نے تکبر کیا اور حکم الہی کا انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو سمجھا دیا گیا کہ دیکھ یہ تیرا اور تیری بیوی حضرت حوا کا دشمن ہے اس کے بہکاوے میں نہ آ جانا ورنہ محروم ہو کر جنت سے نکال دیے جاؤ گے اور سخت مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ روزی کی

① صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی واول ما نزل ۴۹۸۲؛ صحیح مسلم ۳۰۱۶۔

② ترمذی، کتاب الدعوات، باب (سبق المفردون.....) ۳۵۹۹ وسندہ ضعیف مؤید بن عبیدہ اور محمد بن ثابت دونوں راوی ضعیف ہیں۔

ابن ماجہ ۳۸۳۳۔ ③ الطبری، ۱۸/۳۸۳۔ ④ ایضاً۔

تلاش کی محنت سر پڑ جائے گی یہاں تو بے محنت و مشقت روزی پہنچ رہی ہے۔ یہاں تو ناممکن ہے کہ بھوکے رہو۔ ناممکن ہے کہ ننگے رہو۔ اس اندرونی اور بیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہو۔ پھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی بیرونی طور پر پریشان کرے۔ اگر شیطان کے بہکاوے میں آگئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اور ان کے مقابل کی تکلیفیں سامنے آ جائیں گی لیکن شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا اور مکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا۔ قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلادیا۔ پہلے ہی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سے فرمادیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا۔ مگر شیطان نے انہیں اس قدر پھسلا دیا کہ آخرش یہ اس درخت میں سے کھا بیٹھے۔ اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ جو اس درخت کو کھا لیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔ صادق مصدوق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے سوار سوسال تک چلا جائے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا اس کا نام شجرۃ الخلد ہے“ ① (مسند احمد، ابوداؤد، طیالسی)

دونوں نے درخت میں سے کچھ کھایا ہی تھا جو لباس اتر گیا اور اعضاء ظاہر ہو گئے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو گندمی رنگ کا لیے قد و قامت والا زیادہ بالوں والا بنایا تھا۔ کھجور کے درخت جتنا قد تھا۔ ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن گیا۔ اپنے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے ایک درخت میں بال الجھ گئے جلدی سے چھٹانے کی کوشش کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے آدم! کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رنن سن کر ادب سے عرض کیا کہ اے پروردگار! مارے شرم مندی کے سر چھپاتا ہوں۔ اچھا یہ تو فرمادے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ ② یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات لے لیے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا۔“ یہ روایت منقطع ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انجیر کے پتوں سے اپنا آپ چھپانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے پھر انکی راہنمائی کی۔ توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام میں گفتگو ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو جنت سے نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا اے موسیٰ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا۔ آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے ہی مقدر اور مقرر کر لی تھی۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لا جواب کر دیا۔“ ③

اور روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ ”آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور آپ میں آپ کی روح اس نے پھونکی تھی اور آپ کے سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس =

① احمد، ۴۵۵/۲، وسندہ ضعیف ابوالضحاک مجہول الحال راوی ہے۔ ② ابن ابی حاتم، ۹۹/۱، الطبری، ۳۵۴/۱۲

وسندہ ضعیف یہ روایت منقطع ہے حسن کا الی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور علی بن عاصم الواسطی متکلم فیراوی ہے۔ (المیزان، ۱۳۵/۳، رقم)

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة طہ باب ﴿فَلَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ۴۷۳۸؛ صحیح مسلم ۲۶۵۲؛ ابو داؤد ۷۰۱؛ ابن ماجہ ۸۰؛ احمد، ۴۸/۲؛ ابن حبان ۶۱۸۰۔

قَالَ اٰطِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يٰٓاٰتِيَكُمْ مِّنِّي هُدًى ۙ
فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۚ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهُ
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَمَخْشَرَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰى ۚ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى
وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۙ قَالَ كَذٰلِكَ اَتٰنَا فَنَسِيْنَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمُ تَنْسٰى ۙ

ترجمہ: فرمایا تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو اب تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بھٹکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔ [۱۲۳] ہاں جو میری یاد سے روگردانی کرے اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے [۱۲۳] وہ کہے گا کہ اے اللہ مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا [۱۲۵] جواب ملے گا کہ اسی طرح ہونا چاہئے تھا تو نے میری آنکھوں سے غفلت برتی۔ آج تیری بھی مطلقاً خبر نہ لی جائے۔ [۱۲۶]

جواب میں یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا۔ بتلاؤ اللہ تعالیٰ نے تو رات کب لکھی تھی؟ جواب دیا چالیس سال پہلے۔ پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ بھول گیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الزام کیوں دیتے ہو؟ جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔ ①

حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے نکالا گیا: [آیت: ۱۲۳-۱۲۶] حضرت آدم وحواء علیہما السلام اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرما دیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ۔ سورہ بقرہ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو یعنی اولاد آدم اور اولاد ابلیس۔ تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی۔ میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے ہاں حکموں کے مخالف میرے رسولوں کی راہ کے تارک اور راہوں کے سالک دنیا میں بھی تنگ رہیں گے اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی۔ اپنی گمراہی کی وجہ سے تنگیوں میں ہی رہیں گے۔ گو بظاہر کھانے پینے پہننے اوڑھنے رہنے سہنے کی فراخی ہو لیکن دل میں یقین و ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ شک شبہ اور تنگی اور قلت میں ہی مبتلا رہیں گے۔ بد نصیب رحمت الہی سے محروم خیر سے خالی کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ اس کے وعدوں کا یقین نہیں۔ مرنے کے بعد نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمان ہیں۔ گئی ہوئی چیز کو آنے والی نہیں سمجھتے۔ خبیث روزیاں ہیں۔ گندے عمل ہیں۔ قبر تنگ و تاریک ہے۔ وہاں اس طرح دبوچا جائے گا کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی دائیں طرف میں گھس جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مومن کی قبر ہر ابھرا سرسبز باغیچہ ہے۔ ستر ہاتھ کشادہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چاند اس میں ہے۔ خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو۔ اس آیت کا شان نزول معلوم ہے کہ میرے ذکر سے منہ پھیرنے والوں کی معیشت تنگ ہے اس سے مراد کافر کی قبر میں اس پر عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس پر ننانوے اڑدھے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے سات سات سر ہوتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔“ ② اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل منکر ہے۔

وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ط وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ۝
 أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسْكِينِهِمْ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النَّهْيِ ۝ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ
 مُّسَمًّى ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ
 وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ۝

ترجمہ: ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ہر اس شخص کو جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور بہت دیر پا ہے۔ [۱۲۷] کیا ان کی رہبری اس بات نے بھی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دی ہیں جن کے رہنے سننے کی جگہ یہ چل پھر رہے ہیں۔ یقیناً اس میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ [۱۲۸] اگر تیرے رب کی بات پہلے ہی سے مقرر شدہ اور وقت معین کردہ نہ ہوتا تو ابھی ہی عذاب آ جھٹتا [۱۲۹] پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے۔ [۱۳۰]

ایک عمدہ سند سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ ① یہ قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھایا جائے گا سوائے جہنم کے کوئی چیز اسے نظر نہ آئے گی۔ نا بینا ہوگا اور میدانِ حشر کی طرف چلا جائے گا اور جہنم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا جیسے فرمان ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمًى وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّا وُهِمَّ جَهَنَّمَ﴾ ② یعنی ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اندھے گوئے بہرے بنا کر حشر میں لے جائیں گے۔ ان کا اصلی ٹھکانہ نادوزخ ہے یہ کہیں گے کہ میں تو دنیا میں آنکھوں والا خوب دیکھتا بھالتا تھا پھر مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا؟ جواب ملے گا کہ یہ بدلہ ہے اللہ کی آیتوں سے منہ موڑ لینے کا اور ایسا ہو جانے کا گویا خبر ہی نہیں۔ پس آج ہم بھی تیرے ساتھ ایسا معاملہ کریں گے کہ جیسے تو ہماری یاد سے اتر گیا۔

جیسے فرمان ہے ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسِفُهُمْ كَمَا نَسَوُا الْفَاءَ يَوْمَهُمْ هَٰذَا﴾ ③ آج ہم انہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔ پس یہ برابر کا اور عمل کی طرح کا بدلہ ہے۔ قرآن پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے احکام کے عامل ہوتے ہوئے کسی شخص سے اگر اس کے الفاظِ حفظ سے نکل جائیں تو وہ اس وعید میں داخل نہیں اس کے لیے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جذامی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔“ ④ (مسند احمد)۔ آخرت کے عذاب بہت سخت ہیں: [آیت ۱۲۷-۱۳۰] جو خود در بانی کی پرواہ نہ کریں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائیں انہیں ہم

① حاکم، ۳۸۱/۲، مسندہ حسن۔

② ۱۷/الاسراء: ۹۷۔ ③ ۷/الاعراف: ۵۱۔

④ احمد، ۵/۲۸۵؛ ابو داود، کتاب الوتر، باب التشدید فیمن حفظ القرآن ثم نسیہ ۱۴۷۴ و مسندہ ضعیف یزید بن ابی زیاد ضعیف اور یحییٰ بن خالد مجہول راوی ہے۔ البزار ۱۶۴۲۔

اسی طرح دنیا آخرت کے عذابوں میں مبتلا کرتے ہیں۔ خصوصاً آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے۔ دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اس کے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں وہ دائمی اور نہایت المناک ہیں۔ ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ ”دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں کے مقابلہ میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔“ ①

پہلی قوموں کی تباہی کا ذکر: جو لوگ تجھے نہیں مان رہے اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ ڈھنگ نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ آج ان کی ایک آنکھ کھلتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی ہوئی باقی نہیں بچی۔ ان کے بلند و بالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لیے بہت کچھ تھا۔ کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور فکر نہیں کرتے؟ کیا کانوں سے ان کے دردناک افسانے سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا انکی اجڑی ہوئی بستیوں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔ ② سورہ آلہ السجدہ میں بھی مندرجہ بالا آیت جیسی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ جب تک بندوں پر اپنی جنت ختم نہ کر دیے انہیں عذاب نہیں کرتا۔ ان کے لیے اس نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اسی وقت ان کو ان کے اعمال کی سزا ملے گی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ادھر گناہ کرتے ادھر پکڑ لیے جاتے تو انکی تکذیب پر صبر کر۔ ان کی بیہودہ باتوں پر سہار کر تسلی رکھ یہ میرے قبضے سے باہر نہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے سے مراد تو نماز فجر ہے اور سورج ڈوبنے سے پہلے سے مراد نماز عصر ہے۔

صبح و شام کے اذکار و دعا: بخاری و مسلم میں ہے کہ ”ہم ایک مرتبہ رسول مقبول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا کہ ”تم عنقریب اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو بغیر مزاحمت اور تکلیف کے دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز کی پوری طرح حفاظت کرو۔“ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ③ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”ان دونوں وقتوں کی نماز پڑھنے والا آگ میں نہ جائے گا۔“ ④ مسند اور سنن میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہے جو دو ہزار برس کی راہ تک اپنی ہی اپنی ملکیت دیکھے گا۔ سب سے دور کی چیز بھی اس کے لیے ایسی ہی ہوگی جیسے سب سے نزدیک کی اور سب سے اعلیٰ منزل والے تو دن میں دو دو دفعہ دیدار الہی کریں گے۔“ ⑤ پھر فرماتا ہے کہ رات کے وقتوں میں بھی تہجد پڑھا کر۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد مغرب و عشاء کی نماز ہے۔ اور دن کے وقتوں میں بھی اللہ کی پاکیزگی بیان کیا کرتا کہ اللہ کے اجر و ثواب سے تو خوش ہو جا۔ جیسے فرمان ہے کہ عنقریب تیرا اللہ تجھے وہ دے گا کہ تو خوش ہو جائے۔ ⑥ صحیح حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنتیو! وہ کہیں گے لَیْسَ لَکُمْ وَ لَیْسَ لَکُمْ وَ سَعْدَیْکُمْ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم خوش =

① صحیح مسلم کتاب اللعان ۱۴۹۳۔ ② ۲۲/الحج: ۴۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب فضل صلاة العصر ۵۵۴؛ صحیح مسلم ۶۳۳؛ ابو داؤد ۴۷۲۹؛ ترمذی

۲۵۵۱؛ ابن ماجہ ۱۷۷؛ احمد، ۴/۳۶۰؛ ابن حبان ۷۴۴۲۔ ④ صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی

الصبح والعصر ۶۳۴؛ ابو داؤد ۴۲۷؛ احمد، ۴/۱۳۶؛ ابن حبان ۱۷۴۰۔

⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة القيامة ۳۳۰ وسندہ ضعیف؛ احمد، ۲/۱۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۵۷۱۲، اس

کی سند میں ثور بن ابی فاختہ ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۱۲۱، رقم: ۵۴) ⑥ ۹۳/الضحیٰ: ۵۰۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۖ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝

ترجمہ: اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہے تاکہ انہیں اس میں آزمائیں۔ تیرے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ [۱۳۱] اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھو خود بھی اس پر جمارہ، ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں آخر میں بول بالا پر ہیز گاری ہی کا ہے۔ [۱۳۲]

= ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے اللہ! ہم بہت ہی خوش ہیں۔ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم راضی نہ ہوں۔ جناب باری ارحم الراحمین فرمائے گا لو میں تم کو ان سب سے افضل چیز دیتا ہوں۔ پوچھیں گے بارالہا! اس سے افضل چیز کیا ہے؟ فرمائے گا میں تم کو اپنی رضامندی دیتا ہوں کہ اب کسی وقت بھی میں تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔ ① اور حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے فرمایا جائے گا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ اسے پورا کرنے والا ہے۔ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے سب وعدے پورے ہوئے ہمارے چہرے روشن ہیں۔ ہماری نیکیوں کا پلہ گراں رہا۔ ہمیں دوزخ سے بھادیا گیا۔ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اب کوئی چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب اٹھ جائیں گے اور دیدار باری تعالیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہ ہوگی یہی زیادتی ہے۔“ ②

دنیا کا لالچ نہ کرو: [آیت ۱۳۱-۱۳۲] ان کفار کی دنیوی زینت اور ان کی ٹیپ ٹاپ کو تو حسرت بھری نگاہوں سے نہ تک۔ یہ تو ذرا سی دیر کی چیزیں ہیں۔ یہ صرف انکی آزمائش کیلئے انھیں یہاں ملی ہیں کہ دیکھیں شکر و تواضع کرتے ہیں یا ناشکری اور تکبر کرتے ہیں؟ حقیقتاً شکر گزاروں کی کمی ہے۔ ان کے مالداروں کو جو کچھ ملا ہے اس سے تجھے تو بہت ہی بہتر نعمت ملی ہے۔ ہم نے تجھے سات آیتیں دی ہیں جو دہرائی جاتی ہیں۔ اور قرآن عظیم عطا فرما رکھا ہے۔ پس اپنی نظریں ان کے دنیاوی ساز و سامان کی طرف نہ ڈال۔ ③ اسی طرح اے پیغمبر! آپ کے لیے اللہ کے پاس جو مہمانداری ہے اس کی نہ تو کوئی انتہا ہے نہ اس وقت کوئی اس کے بیان کی طاقت رکھتا ہے۔ تجھے تیرا پروردگار اس قدر دے گا کہ تو راضی رضامند ہو جائے گا۔ ④ اللہ کا دین بہتر اور باقی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایلاء کیا تھا اور ایک بالا خانے میں مقیم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک کھر درے بوریے پر لیٹے ہوئے ہیں۔ چڑے کا ایک ٹکڑا ایک طرف رکھا ہوا تھا اور کچھ مٹکیں لٹک رہی تھیں۔ یہ بے سرو سامانی کی حالت دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ کیسے روئیے؟ جواب دیا کہ حضور! یہ قیصر و کسری کس قدر عیش و عشرت میں ہیں اور آپ باوجود ساری مخلوق میں سے اللہ کے برگزیدہ ہونے کے کس حالت میں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ۶۵۴۹؛ صحیح مسلم ۲۸۲۹؛ ترمذی ۲۵۵۵؛ احمد، ۸۸/۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات روية المؤمنين في الآخرة ربهم سبحانه وتعالى ۱۸۱؛ ابن ماجہ ۱۸۷۔

③ ۱۵/الحجر: ۸۷، ۸۸۔ ④ ۹۳/الضحیٰ: ۵۰۔

”اے خطاب کے بیٹے! کیا اب تک تم شک میں ہو؟ ان لوگوں کی اچھائیوں نے دنیا میں ہی جلدی کر لی ہے۔“ ① پس رسول اللہ ﷺ باوجود قدرت اور دسترس کے دنیا سے نہایت ہی بے رغبت تھے۔ جو ہاتھ لگتا اسے راہ اللہ دے دیتے اور اپنے لئے ایک پیسہ بھی نہ اٹھا رکھتے۔

ابن ابی حاتم میں حضور کا فرمان مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے تو تم پر سب سے زیادہ خوف اس وقت کا ہے کہ دنیا تمہارے قدموں میں اپنا تمام ساز و سامان ڈال دے گی اپنی برکتیں تم پر الٹ دے گی۔“ ② الغرض کفار کو زینت زندگی دنیا صرف ان کی آزمائش کے لئے دی جاتی ہے اپنے گھرانے کے لوگوں کو نماز کی تاکید کرو کہ وہ عذاب اللہ سے بچ جائیں۔ خود بھی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگی کرو۔ اپنے آپ کو اور اپنی اہل و عیال کو جہنم سے بچالو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت مبارک تھی کہ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے۔ ہم تجھ سے رزق کے طالب نہیں۔ نماز کی پابندی کر لو رب ایسی جگہ سے روزی پہنچائے گا جو خواب و خیال میں بھی نہ ہو اللہ پر ہیز گاروں کے لئے چھکارا کر دیتا ہے اور بے شان و گمان جگہ سے روزی پہنچاتا ہے۔ تمام جنات اور انسان صرف عبادت الہی کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔ رزاق اور زبردست تو توں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فرماتا ہے ہم خود تمام مخلوق کے روزی رساں ہیں۔ ہم تمہیں طلب کی تکلیف نہیں دیتے۔ حضرت ہشام کے والد صاحب جب امیر امرا کے مکانوں پر جاتے اور ان کا ٹھانڈ دیکھتے تو واپس اپنے مکان پر آ کر اسی آیت کی تلاوت فرماتے اور کہتے میرے کنبے والوں نماز کی حفاظت کرو نماز کی پابندی کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے گا۔

گھر والوں کو نماز کی تاکید کرنا: ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور ﷺ کو کوئی تنگی ہوتی تو اپنے گھر کے سب لوگوں کو فرماتے ”اے میرے گھر والوں نمازیں پڑھو نمازیں قائم رکھو۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اپنی ہر گھبراہٹ اور ہر کام کے وقت نماز شروع کر دیتے۔“ ③ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کی قدسی حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ امیری اور بے پرواہی سے پر کر دوں گا۔ تیری فقیری اور حاجت کو دور کر دوں گا۔ اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو میں تیرا دل اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند ہی نہ کروں گا۔“ ④ ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جس نے اپنی تمام غور و فکر اور قصد و خیال کو اکٹھا کر کے آخرت کا خیال باندھ لیا اور اسی میں مشغول ہو گیا اللہ اسے دنیا کی تمام پریشانیوں سے محفوظ کر لے گا۔ اور جس نے دنیا کی فکریں پال لیں یہاں کے غم مول لے لئے اللہ تعالیٰ کو اس کی مطلقاً پرواہ نہ رہے گی خواہ کسی حیرانی میں ہلاک ہو جائے۔“ ⑤ اور روایت میں ہے کہ ”دنیا کے غموں میں ہی اس کی فکروں میں ہی گتہ جانے والے کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پریشانیاں ڈال دے گا اور اس کی فقیری اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔ اور جو اپنے دل کا مرکز آخرت کو بنا لے گا اپنی نیت وہی رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر کام کا اطمینان =

① صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلیة والمشرقة..... ۲۴۶۸؛ صحیح مسلم ۱۴۷۹۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنيا، ۶۴۲۷؛ صحیح مسلم ۱۰۵۲۔

③ ابن ابی حاتم، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ④ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب احادیث ابتلینا بالضراء ومن

كانت الآخرة همه..... ۲۴۶۶ و مسند حسن؛ ابن ماجہ ۴۱۰۷؛ احمد، ۲/۳۵۸؛ ابن حبان ۳۹۳۔

⑤ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب اللهم بالدنيا ۴۱۰۶ و مسند ضعیف جداً نضیل بن سعید متروک راوی ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّهِۦ ؕ اَوَلَمْ تَأْتِيْهِمُ بَيِّنَةٌ مَّا فِي الصُّحُفِ الْاَوَّلٰى ؕ
 وَلَوْ اَنَّا اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا
 فَتُنَبِّئَنَا اَنْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِيْلًا وَنَخْزٰى ؕ قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوْا ؕ
 فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحَبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنْ اِهْتَدٰى ؕ

ترجمہ: کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا؟ کیا ان کے پاس اگلی کتابوں کی واضح دلیل نہیں پہنچی؟ [۱۳۳] اگر ہم اس سے پہلے ہی انھیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یقیناً یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے [۱۳۳] کہہ دے کہ ہر ایک انجام کا منتظر ہے پس تم بھی انتظار میں رہو۔ ابھی ابھی قطعاً جان لو گے کہ راہِ راست والے کون ہیں؟ اور کون راہِ یافتہ ہیں؟ [۱۳۵]

= نصیب فرما دے گا اس کے دل کو سیر اور شیر بنا دے گا اور دنیا اس کے قدموں کی ٹھوکروں میں آیا کرے گی۔ ❶ پھر فرمایا دنیا آخرت میں نیک انجام پر ہمیز گار لوگ ہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ وہاں ہمارے سامنے ابنِ طاب کے باغ کی ترکھوریں پیش کی گئی ہیں میں نے اس کی تعبیر یہ لی ہے کہ دنیا میں بھی انجام کے لحاظ سے ہمارا ہی پلہ گراں رہے گا اور بلندی اور اونچائی ہم کو ہی ملے گی اور ہمارا وین پاک صاف طیب و طاہر کامل و مکمل ہے۔“ ❷

کفارِ جہنم سے نشانیاں مانگتے ہیں: [آیت: ۱۳۳-۱۳۵] کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ نبی اپنی سچائی کا کوئی معجزہ ہمیں نہیں دکھاتے؟ جواب ملتا ہے کہ یہ ہے قرآن کریم جو اگلی کتابوں کی خبر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی امی پر اتارا ہے جو نہ لکھنا جانیں نہ پڑھنا۔ ﷺ۔ دیکھ لو اس میں اگلے لوگوں کے حالات ہیں اور بالکل ان کتابوں کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے پہلے نازل شدہ ہیں۔ قرآن ان سب کا تمہبان ہے۔ چونکہ اگلی کتابیں کی بیشی سے پاک نہیں رہیں اس لئے قرآن اترا ہے کہ ان کی صحت غیر صحت کو ممتاز کر دے۔ سورہ عنکبوت میں کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا ﴿قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ❸ یعنی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہر قسم کے معجزات کے ظاہر کروینے پر قادر ہے۔ میں تو صرف تنبیہ کرنے والا رسول ہوں۔ میرے قبضے میں کوئی معجزہ نہیں۔ لیکن کیا انھیں یہ معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کے سامنے برابر تلاوت کی جا رہی ہے۔ جس میں ہر یقین والے کے لئے رحمت و عبرت ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انھیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے لیکن مجھے جتنا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی کے

❶ ابن ماجہ حوالہ سابق ۴۱۰۵ وسندہ صحیح؛ ابن حبان ۶۸۰؛ المعجم الاوسط ۷۲۶۷؛ شعب الایمان ۱۷۳۶۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البرویا، باب رویا النبی ﷺ؛ ۲۲۷۰؛ ابوداؤد ۵۰۲۵؛ احمد، ۳/۲۸۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۳۵۲۸۔

❸ ۲۹/المنکبوت: ۵۰۔

مجھ پر اتری ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔“ ① یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے معجزے اور تھے ہی نہیں۔ علاوہ اس پاک اور معجزہ قرآن کے آپ ﷺ کے ہاتھوں سے اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آ سکتے لیکن ان تمام بے شمار معجزوں سے بڑھ چڑھ کر آپ ﷺ کا سب سے اعلیٰ معجزہ یہ قرآن کریم ہے اگر اس محترم ختم المرسلین آخری پیغمبر ﷺ کو بھیجے سے پہلے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے سامنے کوئی پیغمبر آتا تو کوئی وحی ربانی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے اور اس کی تابعداری اور حکم برداری میں لگ جاتے اور اس ذلت و رسوائی سے بچ جاتے۔ اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا۔ رسول بھیج دیا کتاب نازل فرمادی انھیں ایمان نصیب نہ ہوا۔ عذابوں کے مستحق بن گئے اور عذر بھی دور ہو گئے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں آیتیں اور نشانات دیکھ کر بھی انھیں ایمان نہیں آنے کا۔ ہاں جب عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اس وقت ایمان لائیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے۔

جیسے فرمان ہے ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرمادی ہے جو بابرکت ہے تم اسے مان لو اور اس کی حکم برداری کرو تو تم پر رحم کیا جائیگا۔ ② یہی مضمون آیت ﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ﴾ ③ میں ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مؤمن بن جائیں گے معجزہ دیکھ کر ایمان قبول کر لیں گے۔ لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں۔ یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی! ان کافروں سے کہہ دیجیے کہ ادھر تم ادھر ہم منتظر ہیں۔ ابھی حال کھل جائے گا کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں مبتلا تھا۔ گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لو گے کہ کذاب شریر کون تھا؟ یقیناً مسلمان راہ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُلُوْبِيسِ پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
473	حضرت نوح علیہ السلام کی دعا	449	تفسیر سورہ انبیاء
474	حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ایک فیصلہ	449	تعارف سورت
478	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری، صبر اور وعائے صحت	449	قیامت قریب آگئی ہے
481	حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا تذکرہ	452	تمام رسول مرد اور بشر تھے
483	حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر	453	قرآن نصیحت ہے
486	حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ	454	آسمان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے
486	حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر خیر	454	فرشتے اللہ کے بندے ہیں
487	امت ایک رب ایک	455	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
488	یا جوج ماجوج کا تذکرہ	456	معبودان باطلہ کی حقیقت
490	مزید علامات قیامت کا ذکر	457	کفار مکہ کی بہتان بازی
491	معبودان باطلہ کا انجام	458	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تذکرہ
493	آسمان لپیٹ دیا جائے گا	460	موت اٹل حقیقت ہے
494	زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوں گے	461	کفار کا استہزا
497	اللہ ایک ہے	462	قیامت سب کو عاجز کر دے گی
498	تفسیر سورہ حج	462	پہلے لوگ بھی رسولوں سے مذاق کرتے رہے
498	قیامت کی ہولناکیاں	463	کفار اور اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں
499	میدان محشر	464	فضائل ذکر لا الہ الا اللہ
502	اللہ تعالیٰ کے متعلق بہتان بازی	465	تورات کی فضیلت
502	انسانی پیدائش کے مختلف ادوار	466	حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن سے ہی ہدایت یافتہ تھے
502	پیدا ہونے سے قبل تقدیر کا لکھا جانا	468	حضرت ابراہیم علیہ السلام بت توڑتے ہیں
503	انسان کی ضعیف العمری	470	جوں نفع نقصان کا مالک نہیں وہ معبود نہیں
504	مرنے کے بعد زندہ ہونے کی ایک اور دلیل	470	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوتی ہے
505	جاہل مقلدوں کی حالت	472	ملک شام اور مکہ مکرمہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
534	قیامت کے دن کی مقدار کا بیان	506	مفاد پرست لوگوں کا تذکرہ
536	وحی الہی میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی	507	قرآن کے احکام واضح ہیں
539	قرآن مجید اور کفار کی حالت	508	ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہی ہے
540	ہجرت اور جہاد کا ثواب	510	مؤمن اور کافر کا اختلاف
541	لیل و نہار کی گردش	512	جنتیوں پر انعامات
542	دوبارہ زندہ ہونے کی مثال سے وضاحت	513	مسجد حرام سے روکنا بڑا گناہ ہے
543	ہر قوم کی شریعت کا تذکرہ	516	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیت اللہ
544	سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا	519	شعائر اللہ کی تقدیس ایمان کی نشانی ہے
545	کلام اللہ سے بے اعتنائی قابل گرفت؟	520	قربانی کے مسائل
545	معبودان باطلہ کی بے بسی	523	قربانی کی اہمیت
546	منصب رسالت کا حقدار کون؟	528	تقویٰ کی فضیلت
547	اسلام آسان دین ہے	530	جہاد کی اجازت اور اس کا پس منظر
		533	انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے کا انجام

تفسیر سورہ انبیاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِشْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابَهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ مَا يَأْتِيَهُمْ مِّنْ ذِكْرِ
مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَا هِیَۃٌ قُلُوْبُهُمْ وَاَسْرَوْا
الْبَحْوٰی ۝۳ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْۙ اَفَتَاْتُوْنَ السَّحَرٰوَاَنْتُمْ
تُبْصِرُوْنَ ۝۴ قُلْ رَّبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ۝۵ بَلْ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلْ اِفْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۝۶ فَلِیَاۤتِنَا
بَاٰیةٍۭ كَمَاۤ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۷ مَاۤ اَمْنَتْۢ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۙ اَفْهَمْ

یُؤْمِنُوْنَ ۝۸

ترجمہ: رحم و کرم والے رب کے نام سے شروع

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ [۱] ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں۔ [۲] ان کے دل بالکل غافل ہوتے ہیں ان خالوں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ وہ تم ہی جیسا انسان ہے پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آ جاتے ہو۔ [۳] پیغمبر نے کہا میرا پروردگار ہر اس بات کو جو زمین و آسمان میں ہے بخوبی جانتا ہے وہ بہت ہی سننے والا اور پورا دانا ہے۔ [۴] اتنا ہی نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن پرانہ خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے از خود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسا نشان لائے جیسے کہ اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ [۵] ان سے پہلے جتنی بستیاں ہم نے اجاڑیں سب ایمان سے خالی تھیں تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟ [۶]

تعارف سورت: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”سورہ بنی اسرائیل“ سورہ کہف“ سورہ مریم“ سورہ طہ اور سورہ

انبیاء عتاق اول سے ہیں اور یہی تلاذ ہیں۔“ ①

قیامت قریب آگئی ہے: [آیت ۱-۶] اللہ تعالیٰ عزوجل لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لیے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں کام آئے بلکہ دنیا میں چھنے ہوئے ہیں اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَتٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ﴾ ②

امر ربانی آگے ب کیوں جلدی چار ہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿اَفْتَسْرَبْتَ السَّاعَةَ ۚ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ﴾ ③

ارخ قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا ارخ۔

ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے۔

النَّاسُ فِي غَفْلَتِهِمْ وَرُحَى الْمَنِيَةِ تَطُحُ

موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کے آئے انہوں نے بڑے اکرام اور احترام سے انہیں اپنے ہاں اتارا اور ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے بھی سفارش کی۔ ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فلاں وادی عطا فرمادی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا میں آپ کے نام کر دوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گزر کر کریں۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں آج ایک سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کر دی معلوم ہونے لگی ہے پھر آپ نے یہی ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ ①

اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام الہی اور وحی الہی کی طرف کان ہی نہیں لگاتے۔ یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں۔ دل ہنسی کھیل میں مشغول ہیں۔ بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے تو کتاب الہی میں بہت کچھ رد و بدل کر لیا تحریف اور تبدیل کر لی کی زیادتی کر لی اور تمہارے پاس تو اللہ کی ابھی کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی ملوثی نہیں ہونے پائی ② یہ لوگ کتاب اللہ سے بے پروائی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں بلکہ یہ ظالم اوروں کو بھی بہکاتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اس کے جادو میں آ جاتے ہیں۔ ان بد کرداروں کے جواب میں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہتان باندھتے ہیں ان سے کہیے کہ جو اللہ آسمان وزمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہئے۔

پھر کفار کی ضدنا سمجھی اور کٹ جتنی جتنی بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں کسی بات پر جم نہیں سکتے کبھی کلام الہی کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں اور کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت ﷺ کا از خود گھڑ لیا ہوا بتلانے لگتے ہیں۔ خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر آئے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے؟ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح علیہ السلام کی طرح کوئی آذنی لے آتا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا۔ بے شک اللہ ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عاوت الہی کی طرح عذاب الہی میں پکڑ لیے جائیں گے اور پس کر رکھ دیے جائیں گے۔ عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور عارت کر دیے گئے اسی طرح یہ بھی ایسے معجزے طلب کر رہے ہیں اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے =

① اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم دونوں ضعیف راوی ہیں۔ (میزان الاعتدال، ۲/۲۵۶، رقم: ۳۶۳۶، ۲/۵۶۴،

رقم: ۴۸۶۸) ② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ﴾ ۲/۷۵۲۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْ اِلَيْهِمْ فَاَسْأَلُوْا اَهْلَ الدِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلَّا يَكُوْنُ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ

صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو تو۔ [۷۱] ہم نے انہیں ایسے جتنے نہ بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ [۷۲] پھر ہم نے ان سے کیے ہوئے سب وعدے سچ کیے انہیں اور جن کو ہم نے چاہا نجات عطا فرمائی اور حد سے نکل جانے والوں کو عارت کر دیا۔ [۷۳]

= اور تباہ ہو جائیں گے۔

جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الْاٰدِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ﴾ ① الخ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں ایمان قبول نہ کریں گے ہاں عذاب الیم کے معاینہ کے بعد تو فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے بات بھی یہی ہے کہ انہیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کے بے شمار معجزات روزمرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے بلکہ آپ ﷺ کے یہ معجزے دیگر انبیاء سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے۔

ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کا ایک مجمع مسجد میں تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کر رہے تھے اتنے میں عبداللہ بن ابی بن سلول منافق آیا اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا، تھا بھی گورا چٹا بڑھ بڑھ کر فصاحت کے ساتھ باتیں بنانے والا کہنے لگا ابو بکر رضی اللہ عنہ تم حضور ﷺ سے کہو کہ آپ کوئی نشان ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء نشان لائے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام تختیاں لائے، داؤد علیہ السلام زبور لائے، صالح علیہ السلام اونٹنی لائے، عیسیٰ علیہ السلام انجیل لائے اور آسمانی دسترخوان۔ حضرت ابو بکر صدیق یہ سن کر رونے لگے اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اس منافق کی فرمائش دربار رسالت میں پہنچاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”سنو میرے لیے کھڑے نہ ہو جایا کرو صرف اللہ ہی کے لیے کھڑے ہوا کرو۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ابھی ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے ان فضائل کا اظہار کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو رب نے آپ کو عطا فرمائی ہیں میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنات کو بھی پیغام ربانی پہنچا دوں مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ میں محض بے پڑھا ہوں میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں میرا نام اذان میں رکھا ہے، میری مدد فرشتوں سے کرائی ہے، مجھے اپنی امداد نصرت عطا فرمائی ہے، رُعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے، مجھے حوض کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام اور حوضوں سے بڑا ہوگا، مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام محمود کا وعدہ دیا ہے اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پہلے گروہ میں کیا ہے جو لوگوں سے نکلے گا۔ میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر

حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے مجھے جنت نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالا خانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہوگی۔ میرے اور صرف وہ فرشتے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے میرے اور میری امت کے لیے غنیمتوں کے مال حلال کیے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہ تھے۔“ ①

تمام رسول مرد اور بشر تھے: [آیت: ۷۹-۹۰] چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان اللہ کا رسول ہو اس لیے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے فرماتا ہے تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى﴾ ② یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنْ الرُّسُلِ﴾ ③ یعنی کہہ دے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں ہی نہیں ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے نہ ماننے کا یہی حیلہ اٹھایا تھا جسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا تھا ﴿اَبَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ④ کیا ایک انسان ہمارا رہبر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اچھا تم اہل علم سے یعنی یہودیوں اور نصرا نیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ ان کے پاس انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے یا فرشتے؟ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کے پاس بیٹھ سکیں، ان کی تعلیم حاصل کر سکیں اور ان کی باتیں سمجھ سکیں۔ وہ اگلے پیغمبر سب کے سب ایسے جنے نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔

جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهُمْ لِيَاْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا فِي الْأَسْوَاقِ﴾ ⑤ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں آمد و رفت بھی کرتے تھے یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کام کاج بیوپار تجارت کے لیے بازاروں میں بھی آتا جانا رکھتے تھے۔ پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں جیسے مشرکین کا قول تھا ﴿مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط﴾ ⑥ اے یعنی یہ رسول کیسا ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا کہ وہ بھی اس کے دین کی تبلیغ کرتا اچھا یہ نہیں تو اسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں کر دیا جاتا یا اسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ با فراغت کھاپی تولیتا رخ۔ اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ﴾ ⑦ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کے لیے بیٹھگی نہیں کی۔ ان کے پاس البتہ وحی الہی آتی رہی فرشتہ اللہ کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا یعنی ان کے مخالفین بوجہ اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے اور وہ نجات پا گئے ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے اور حد سے گزر جانے والوں کو یعنی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

① یہ روایت ابن ابی عمیر کے اختلاف کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کی سند متصل بھی نہیں ہے۔

② ۱۲ / یوسف: ۱۰۹۔ ③ ۴۶ / الاحقاف: ۹۔

④ ۶۴ / التباہین: ۶۔ ⑤ ۲۵ / الفرقان: ۲۰۔

⑥ ۲۵ / الفرقان: ۷۔ ⑦ ۲۱ / الانبیاء: ۳۴۔

لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَكَمْ قَصَبْنَا مِنْ قُرْيَةٍ
كَانَتْ ظَالِمَةً ۖ وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَلَمَّا أَحْسَوْا بِأَسْنَا إِذَا هُمْ
مِنْهَا يَرْكُضُونَ ۝ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَى مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تُسْأَلُونَ ۝ قَالُوا لَوْ يَدُنَا إِنْكَارٌ ظَالِمِينَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّى
جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خُمِدِينَ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لیے نصیحت ہے کیا پھر بھی تم عقلمندی نہیں کرتے؟ [۱۰] اور بہت سی بستیوں میں ہم نے تباہ کر دیں جو تم گارتھیں اور ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کر دیں۔ [۱۱] جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کر لیا تو لگے اس سے بھاگنے۔ [۱۲] بھاگ دوڑ نہ کرو اور جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی وہیں واپس لوٹو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تاکہ تم سے سوال تو کر لیا جائے [۱۳] کہنے لگے ہائے خرابی ہماری بیشک تھے تو ہم ستم گار۔ [۱۴] پھر تو ان کا یہی قول رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں جڑ سے کٹے ہوئے اور بچھے ہوئے کر دیا۔ [۱۵]

قرآن نصیحت ہے: [آیت: ۱۰-۱۵] اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر رغبت دلانے کے لیے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے ① تمہارا دین تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں ہیں پھر تعجب ہے کہ تم اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے اور اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَأَنَّهُ لَبِذُنْ خُرْ لَكَ وَلَقَوْمِكَ﴾ ② الخ تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے نصیحت ہے اور تم اس کے بارے میں ابھی ابھی سوال کیے جاؤ گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کا چورا کر دیا ہے اور آیت میں ہے ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔ ③

اور آیت میں ہے کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اور انتہائی رونق پر تھیں لیکن پھر وہاں کے لوگوں کے ظلم کی بنا پر ہم نے ان کا چورا کر دیا ④ محسّس اُڑا دیا آبادی ویرانی سے اور رونق سنسانی سے بدل گئی ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنادیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔ جب ان لوگوں نے عذابوں کو اتنا دیکھ لیا یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی کے فرمان کے مطابق اللہ کے عذاب میں وہ آگئے تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے اور لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے۔ اب بھاگو دوڑو نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں میں پھرا جاؤ تاکہ تم سے سوال و جواب تو ہو جائے کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل و حقیر کرنے کے ہوگا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بے شک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت کا اقرار بالکل بے نفع۔ پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبا دی جائے اور یہ مسلسل دیئے جائیں ان کا چلنا پھرنا، آنا جانا، بولنا چالنا سب ایک قلم بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۝ كُوَارِدُنَا أَنْ تَتَّخِذَ لَهَوًا
لَّا تَخَذُنُهُ مِنْ لَدُنَّا ۚ إِنَّ كُنَّا فُعَلِينَ ۝ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ
فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ۝ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝
يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ۝

ترجمہ: ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کچھ بھی کھیل کرنے کے لیے نہیں بنایا۔ [۱۶۱] اگر ہم یوں ہی کھیل تماشے کا ارادہ کرتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنالیتے لیکن ہم کرنے والے ہی نہیں۔ [۱۶۲] بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لیے باعث خرابی ہیں۔ [۱۶۳] آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی رب کا ہے۔ جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکش کرتے ہیں نہ شکستے ہیں۔ [۱۶۴] دن رات تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور ذرا سی بھی کالی نہیں کرتے۔ [۱۶۵]

آسمان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے: [آیت: ۱۶-۲۰] آسمان و زمین کو اللہ تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تاکہ بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا دے اس نے انہیں بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور آیت میں اس مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے ① دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشائی چاہتے تو اسے بنالیتے ایک معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عورت کرنا چاہتے۔ ﴿لَهُوَ﴾ کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں یعنی اگر ہم بیوی بنانا چاہتے تو حور عین میں سے جو ہمارے پاس ہیں کسی کو بنالیتے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہم اگر اولاد چاہتے۔ لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم و ملزوم ہیں بیوی کے ساتھ ہی اولاد ہے جیسے فرمان ہے ﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ② الخ یعنی اگر اللہ کو بیبی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ پس وہ مطلق اولاد سے پاک ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام اس کا بیٹا ہے نہ عزیر علیہ السلام فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں، یہودیوں اور کفار مکہ کی اس لغو بات اور تہمت سے رب واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے۔

﴿إِنْ كُنَّا فُعَلِينَ ۝﴾ میں ان کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے۔ ③ بلکہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن

مجید میں ہر جگہ ان نفی کے لیے ہی ہے۔ ④ ہم حق کو واضح کرتے ہیں اسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے ٹوٹ کر چورا ہو جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے وہ ہے بھی اسی لائق وہ ٹھہر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے اللہ کے لیے جو لوگ اولادیں ٹھہرا رہے ہیں ان کے اس واپسی قول کی وجہ سے ان کے لیے دلیل ہے انہیں پوری خرابی ہے۔

فرشتے اللہ کے بندے ہیں: پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جز فرشتوں کو تم اللہ کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور اللہ کی الوہیت کی =

أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۖ فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ
وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: ان لوگوں نے جنہیں معبود بنا رکھا ہے کیا وہ مردوں کو زمین سے زندہ کر دیتے ہیں؟ [۲۱] اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔ [۲۲] کوئی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے اور اس کے سوا کوئی نہیں جس سے باز پرس نہ کی جاتی ہو۔ [۲۳]

== عظمت دیکھو آسمان و زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ہونے سے شرم نہ فرشتوں کو اللہ کی عبادت سے عار نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے یا عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آ رہا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے میدان محشر میں سب کے ساتھ ہوگا اور اپنا کیا بھرے گا۔ یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے جھکتے بھی نہیں، گھبراتے بھی نہیں سستی اور کاہلی ان کے پاس بھی نہیں پھنکتی۔ دن رات اللہ کی فرماں برداری میں، اس کی عبادت میں، اس کی تسبیح و اطاعت میں لگے ہوئے ہیں نیت اور عمل دونوں موجود ہیں اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تھے کہ فرمایا ”لوگو! جو میں سنتا ہوں کیا تم بھی سنتے ہو؟“ سب نے جواب دیا کہ حضرت! ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں آسمانوں کی چڑچڑاہٹ سن رہا ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اسے چڑچڑاہٹ ہی چاہیے اس لیے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کسی نے کسی فرشتے کا سر جھدے میں نہ ہو۔“ ①
عبد اللہ بن حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چاہنا اللہ کا پیغام لے کر جانا عمل کرنا یہ بھی انہیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چونکے ہو کر آپ نے فرمایا یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا بنو عبد المطلب میں سے ہے آپ نے میری پیشانی چومی اور فرمایا بیارے بچے! تسبیح ان فرشتوں کے لیے ایسی ہی ہے جیسے ہمارے لیے سانس لینا دیکھو چلتے پھرتے، بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے: [آیت: ۲۱-۲۳] شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مردوں کو جلا سکے۔ کسی میں یا سب میں مل کر بھی یہ قدرت نہیں پھر انہیں اس قدرت والے کو برابر ماننا یا ان کی بھی عبادت کرنا کس قدر نا انصافی ہے۔ پھر فرماتا ہے سنو اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے اللہ ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جائیں جیسے فرمان ہے ﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ﴾ ② الخ اللہ کی اولاد نہیں نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ==

① مشکل الآثار ۲/ ۴۳؛ المعجم الکبیر ۱/ ۳۱۲۲ یہ روایت سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ دونوں کی تہ لیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

② ۲۳/ المؤمنون: ۹۱۔

اِمَّا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اِلٰہَۃً ۭ قُلْ هَا تُوۡا بُرْہَانُکُمْ ۚ ہٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیْ
وَذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ ۭ بَلْ اَکْثَرُہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۭ الْحَقُّ فَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۭ وَمَا
اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْہِۭ اَنَّهُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا
فَاَعْبُدُوْنِ ۭ

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنارکھے ہیں ان سے کہہ دو لاؤ اپنی دلیل پیش کر دیے میرے ساتھ والوں کی دلیل اور مجھ سے اگلوں کی دلیل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ [۲۳] تجھے سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف بھی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔ [۲۵]

= ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مزہ اور مزہ ہے۔

یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالک عرش ان کے کہے ہوئے رذی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے اسی طرح شریک اور ساجھی سے مثل اور ساتھی سے بھی بلند بالا ہے۔ ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے اللہ کی ذات برتر ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے اس پر کوئی حاکم نہیں سب اس کے غلبے اور قہر تلے ہیں نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے نہ اس کے فرمان کو کوئی ٹال سکے۔ اس کی کبریائی اور عظمت، جلال اور حکومت، علم اور حکمت، لطف اور رحمت بے پایاں ہے کسی کی اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں سب پست اور عاجز ہیں لاچار اور بے بس ہیں کوئی نہیں جو چوں کرے کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چرا کا اختیار ہو۔ جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا ایسا کیوں ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی باز پرس کرے گا جیسے فرمان ہے ﴿قُوْرَبَّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اٰجَمِیْنَ ۝﴾ ① الخ تیرے رب کی قسم! ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل سے جو انہوں نے کیا وہی ہے کہ جو اس کی پناہ میں آ گیا سب شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔

معبودان باطلہ کی حقیقت: [آیت: ۲۳-۲۵] ان لوگوں نے اللہ کے سوا جن جن کو معبود بنا رکھا ہے ان کی عبادت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ہم جس اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اس میں سچے ہیں ہمارے ہاتھوں میں اعلیٰ تر دلیل کلام الہی موجود ہے اور اس سے پہلے کی تمام الہی کتابیں بھی اسی کی دلیل ہیں با واز بلند شہادت دیتی ہیں جو توحید کی موافقت میں اور کافروں کی خود پرستی کے خلاف میں ہے جو کتاب جس پیغمبر پر اتری اس میں یہ بیان موجود رہا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لیکن اکثر مشرک حق سے غافل ہیں اور اللہ کی باتوں سے منکر ہیں تمام رسولوں کو توحید الہی کی ہی تلقین ہوتی رہی فرمان ہے ﴿وَاَسْئَلُ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مَنْ رَّسَلْنَا﴾ ② الخ تجھ سے پہلے جو انبیاء گزرے ہیں تو آپ پوچھ لے کہ ہم نے ان کے لیے اپنے سوا اور کوئی معبود مقرر کیا تھا کہ وہ اس کی عبادت کرتے ہوں۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ
وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا
لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِّنْ
دُونِهِ فذٰلِكَ يُجْزِيهِ جَهَنَّمُ ۖ كَذٰلِكَ يُجْزَى الْغٰلِيُونَ ۝

ترجمہ: مشرک لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے غلط ہے اللہ پاک ہے بلکہ وہ اس کے ذی عزت بندے ہیں۔ [۲۶] کسی بات میں اللہ پر پیش دہی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔ [۲۷] وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہووے تو خود ہیبت باری تعالیٰ سے لرزاں وترساں ہیں۔ [۲۸] ان میں سے اگر کوئی بھی کہدے کہ اللہ کے سوا میں لائق عبادت ہوں تو ہم اسے دوزخ کی سزا دیں ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ [۲۹]

اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ① ہم نے ہر امت میں اپنا پیغمبر بھیجا جس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ تم سب ایک اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ پس انبیاء کی شہادت بھی یہی ہے اور خود فطرت الہی بھی اسی کی شاہد ہے اور مشرکین کی کوئی دلیل نہیں ان کی ساری محبتیں بے کار ہیں اور ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہیں۔

کفار مکہ کی بہتان بازی: [آیت: ۲۶-۲۹] کفار مکہ کا خیال تھا کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے فرشتے اللہ تعالیٰ کے بزرگ بندے ہیں بڑے بڑائیوں والے ہیں اور ذی عزت ہیں تو ان اور فعلاً ہر وقت اطاعت ربانی میں مشغول ہیں نہ تو کسی امر میں اس سے آگے بڑھیں نہ کسی بات میں اس کے فرمان کے خلاف کریں بلکہ جو وہ فرمائے دوز کر اس کی بجا آوری کرتے ہیں اللہ کے علم میں گھرے ہوئے ہیں اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں آگے پیچھے دائیں بائیں کا اسے علم ہے ذرے ذرے سے وہ دانا ہے۔ یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ اللہ کے کسی مجرم کی اللہ کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لیے لب ہلاکیں جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ② وہ کون ہے جو اس کی بے اجازت کسی کی سفارش اس کے پاس لے جائے۔

اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ ③ یعنی اس کے پاس کسی کی شفاعت بنا اس کی اپنی اجازت کے چل نہیں سکتی۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت باری تعالیٰ سے ہیبت الہی سے لرزاں وترساں رہا کرتے ہیں ان میں سے جو بھی رب ہونے کا دعوے کرے ہم اسے جہنم واصل کرویں ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں۔ یہ بات بطور شرط کے ہے اور شرط کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان الہی میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے۔ اسی طرح کی آیت ﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ ۖ لَأُكِّنَ لِأَخِي ۖ ثُمَّ يَرْجُو رَجْعًا ۚ لَوْلَا إِذْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ قَوْمٍ رَسُولًا مِّنْ عِندِ رَبِّهِمْ بِالْحَقِّ لَيَذَّكَّرُنَّ أُولَٰئِكَ ۚ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ④ اور ⑤ الخ ہے پس نہ تو رحمن کی اولاد نہ نبی کریم سے شرک ممکن۔

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ
 وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ
 رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝
 وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي
 خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

ترجمہ: کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین منہ بند ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں کھول کر جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی یقین نہیں کرتے۔ [۳۰] اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیے تاکہ وہ مخلوق کو ہلانہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنادیں تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں [۳۱] آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دھرتے۔ [۳۲] وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔ [۳۳]

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تذکرہ: [آیت: ۳۰-۳۳] اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلہ زبردست ہے فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے۔ پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو۔ ابتداءً زمین و آسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوستہ تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا۔ سات زمیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار لگائی ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خود مختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود ہاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے؟

فَقَسَىٰ كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ إِلَهٌ ۚ تَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ

یعنی ہر چیز میں اللہ کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ① ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اُگتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اُگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جرأت بڑھ گئی ہو لیکن آج وہ دوسرے دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے زمین کے مجموعے کو چیر کر

سات زمیں بنائیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمیںیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے کہ یہ دنوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دیا گیا پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنادی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ابو ہریرہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔“ اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ ① زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی منخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لیے کھلا ہوا ہے تا کہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو چشم خود ملاحظہ کر سکیں پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنادیں کہ لوگ با آسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دروازوں ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔

شان ربانی دیکھئے اس حصے اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت ربانی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے لوگ یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبة کے بنادیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں۔ ② فرماتا ہے قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ③ ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ ④ بنا کہتے ہیں قبة اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اسلام کی بنائیں پانچ ہیں ⑤ جیسے پانچ ستون پر کوئی قبة یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔“ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے۔ یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلند بالا اونچا اور صاف ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”زکی ہوئی موج ہے۔“ ⑥ یہ روایت سنداً غریب ہے۔

لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پروا ہیں جیسے فرمان ہے آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہیں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں ⑦ کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا

① احمد، ۲/۲۹۵ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۴/۱۶۰؛ مجمع الزوائد، ۵/۱۱۶؛ ابن حبان، ۶۴۲، وسندہ ضعیف، قتادہ مدلس وعنن۔ ② ۵۱/الذاریات: ۴۷۔ ③ ۹۱/الشمس: ۹۱۔ ④ ۵۰/ق: ۶۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب دعاؤکم ایمانکم ۸؛ صحیح مسلم ۱۱۶؛ ابن حبان، ۱/۳۷۴؛ ترمذی، ۲۶۰۶؛ مجمع الزوائد، ۱/۴۷؛ بیہقی، ۱/۳۵۸؛ مصنف عبد الرزاق، ۵/۱۷۳۔

⑥ ابن ابی حاتم وسندہ حسن، العظمة لأبی الشیخ ۵۳۹؛ الأحادیث المختارہ ۱۰/۱۱۸ ح ۱۱۷۔

⑦ ۱۲/یوسف: ۱۰۵۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَ فَهُمْ الْخَالِدُونَ ﴿۳۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَاللَّيْنُاطُ تَرْجِعُونَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ: تجھ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے دوام اور بیٹھتی نہیں دی کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے۔ [۳۴] ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ [۳۵]

= بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسان ہمارے سردوں پر بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دن ہے اس کا نہ نظر آتا رات ہے پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں انگلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایا ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا اس نے کہا ماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی بٹھالی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا۔ فرمایا بس یہی سبب ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو۔ پھر ایک کے بعد دوسرے کا پے در پے انتظام اور اہتمام کے ساتھ آجانا دیکھو ایک کا کم ہونا دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چال الگ ہے انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے ① اور حکم الہی کی بجا آوری میں مشغول ہے جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے وہی ذی عزت و غلبہ والا اور ذی علم والا ہے۔ ②

موت اٹل حقیقت ہے: [آیت ۳۴-۳۵] جتنے لوگ ہوئے سب کو ہی موت ایک روز فوت کرنے والی ہے تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں ہاں رب کی جلال و اکرام والی ذات بیٹھتی اور دوام والی ہے۔ اسی آیت سے علما نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر مر گئے یہ غلط ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہوں یا رسول ہوں تھے تو انسان ہی۔ ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مر جاؤ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے کسی کو بجز ذات باری کے بیٹھتی نہیں کوئی آگے ہے کوئی پیچھے۔ پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزو مند ہیں تو کیا اس بارے میں ہی اکیلا ہوں۔ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ پھر فرماتا ہے بھلائی بُرائی سے سکھ دھک سے مٹھاس کڑواں سے کشادگی بخشی سے ہم اپنے بندوں کو آزمائیت لیتے ہیں تاکہ شکر گزار اور ناشکرا صابر اور ناامید کھل جائے۔ صحت و بیماری، تو نگری، فقیری، بختی نرمی، حلال و حرام، ہدایت و گمراہی، اطاعت و معصیت سب =

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا الَّذِي يَذْكُرُ
الْهَتَمَ ۚ وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمَنَ هُمْ كَفَرُونَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَاقٍ ۚ
سَؤِيرٍ يُكْمَلُ الْيَتِيمَ فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ۝

ترجمہ: یہ منکر تجھے جب بھی دیکھتے ہیں بخول میں اڑانے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے اور وہ خود ہی رحمن کی یاد کے بالکل ہی منکر ہیں [۳۶-۳۷] انسان کی جبلت میں جلد بازی رکھی گئی ہے میں تمہیں اپنی نشانیاں ابھی ابھی دکھاؤں گا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ [۳۷]

= آزمائشیں ہیں اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں تمہارا سب کالوٹنا ہماری ہی طرف ہے اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا بروں کو سزائیوں کو جزا ملے گی۔ ①
کفار کا استہزاء: [آیت ۳۶-۳۷] ابو جہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے کہتے کہ لو میاں دیکھ لو یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے دوسرے یہ کہ خود ذکر رحمن کے منکر ہیں اللہ تعالیٰ کے منکر رسول اللہ کے منکر۔ اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے ﴿إِنْ كُنَّا لَنُضِلُّنَّكَ عَنْ آلِهَتِكَ﴾ ② یعنی وہ تو کہیے ہم جھے رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ خیر انہیں عذاب کے معاینہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب جب ان میں روح پھوکی گئی سر آکھ اور زبان میں جب روح آگئی تو کہنے لگے الہی مغرب سے پہلے ہی میری پیدائش مکمل ہو جائے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ”تمام دنوں میں بہتر و افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں داخل جنت ہوئے، اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت قائم ہوگی اسی دن میں ایک ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے۔“ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ ساعت کونسی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ③ پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی جبلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لیے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے لیکن عادت ربانی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں اسی لیے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی ہے۔ میرے نبی کو مذاق میں اڑانے والوں کی =

① الطبری ۱۸/ ۴۴۰۔ ② ۲۵/ الفرقان: ۴۲۔

③ ابوداؤد، کتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة وليلة الجمعة ۱۰۴۶ وسندہ صحیح؛ ترمذی ۴۹۱؛ احمد، ۲/ ۴۸۶؛ حاکم، ۱/ ۲۷۸؛ ابن حبان ۲۷۷۲؛ نسائی ۱۴۳۱؛ صحیح مسلم ۸۵۴ مختصرًا۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ كُوَيْعَلِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا
 حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٣٩﴾
 بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٤٠﴾
 وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ
 يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَن يَكْفُوكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ط بَلْ هُم عَنْ
 ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ط لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ
 أَنفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾

ترجمہ: کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتا دو کہ یہ وعدہ کب ہے۔ [۳۸] کاش کہ یہ کافر جانتے کہ اس وقت نہ تو یہ کافر آگ کو اپنے چروں سے
 ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی کمروں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ [۳۹] ہاں ہاں وعدے کی گھڑی انکے پاس اچانک آ جائے گی اور انہیں ہکا
 بکا کر دے گی نہ تو یہ لوگ اسے ٹال سکیں گے اور نہ ذرا سی بھی مہلت دیئے جائیں گے۔ [۴۰] تجھ سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی ایسی مذاق
 کیا گیا پس ہنسی کرنے والوں پر ہی وہ چیز اٹ پڑی جس کی ہنسی کر رہے تھے۔ [۴۱] پوچھ تو کہ اللہ کے سوا دن رات تمہاری حفاظت کون کرتا ہے۔
 بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے ٹال مٹول کرنے والے ہیں۔ [۴۲] کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو انہیں مصیبتوں سے
 بچالیں کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت بھی نہیں رکھتا اور نہ کوئی ہماری طرف سے رفاقت کیا جاتا ہے۔ [۴۳]

= کس طرح کھال ادھرتی ہے تم ابھی ہی دیکھ لو گے جلدی نہ بچاؤ دیر ہے اندھیر نہیں مہلت ہے بھول نہیں۔
 قیامت سب کو عاجز کر دے گی: [آیت: ۳۸-۴۳] عذاب باری تعالیٰ کو قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لیے
 جرأت سے کہتے تھے کہ بتلاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈرا دے کب پورے ہوں گے؟ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس
 دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ بچاتے اس وقت اللہ کا عذاب اوپر تلے سے اوڑھنا پھونکا بنے ہوئے ہوں گے طاقت نہ
 ہوگی کہ آگے پیچھے سے رب کا عذاب ہٹا سکو۔ گندھک کا لباس ہوگا جس میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے ہر طرف
 سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی کوئی نہ ہوگا جو مدد کو اٹھے جہنم اچانک دبوچ لے گی اس وقت بکے بکے رہ جاؤ گے مہوت اور بے ہوش ہو جاؤ
 گے حیران پریشان ہو جاؤ گے کوئی حیلہ نہ ملے گا اسے دفع کر اس سے بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی وٹیل اور مہلت ملے گی۔

پہلے لوگ بھی رسولوں سے مذاق کرتے رہے: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستیا جا رہا
 ہے مذاق اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا کافروں کی یہ عادت پرانی ہے اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں نے
 یہی کیا جس کی وجہ سے آفرش عذابوں میں پھنس گئے جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ فَصَبْرًا﴾ ① =

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَاٰبَاءَهُمْ حَتّٰی طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاتِي
 الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ۚ ۴۳ ۚ قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرُكُمْ
 بِالْوَحْيِ ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۚ ۴۴ ۚ وَلٰكِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ
 مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يَوْمَئِذٍ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۚ ۴۵ ۚ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ
 لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
 اَتَيْنٰ بِهَا طَوْنًا ۚ ۴۶ ۚ وَكُفِيَ بِنَاحِسِيْنَ ۚ ۴۷ ۚ

ترجمہ: بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدوں پر فائدے دیے یہاں تک کہ ان کی مدت عمر گزر گئی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں اب کیا وہی غالب ہیں۔ [۴۳] کہہ دے کہ میں تو تمہیں اللہ کی وحی کے ساتھ آگاہ کر رہا ہوں بہرے لوگ بات نہیں سنتے جب کہ انہیں آگاہ کیا جائے۔ [۴۴] اگر انہیں تیرے رب کے کسی عذاب کی بھاپ بھی لگ جائے تو پکار اٹھتے ہیں ہائے ہماری خرابی یقیناً ہم گنہگار تھے۔ [۴۵] ہم درمیان میں لا رہیں گے عدل کی ترازو کو قیامت کے دن پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا ایک رائی کے دانے کے برابر جو عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔ [۴۶]

== تجھ سے پہلے کے انبیاء بھی جھٹلائے گئے اور انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلے والا کوئی نہیں ہمارے پاس رسولوں کی خبریں آپچی ہیں پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں ﴿مِّنَ الرَّحْمٰنِ﴾ کے معنی رحمان کے بدلے یعنی رحمن کے سوا ہیں عربی شعروں میں بھی من بدل کے معنی میں ہے۔

اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو اللہ کے ہر ہر احسان کی ناشکری کرتے بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا ان کے معبود جو اللہ کے سوا ہیں انہیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے ان کا یہ گمان محض غلط ہے بلکہ ان کے معبود ان باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

کفار اور اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں: [آیت: ۴۳-۴۷] کافروں کے کہنے کی اور اپنی گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ انہیں کھانے پینے کو ملتا لمبی لمبی عمریں ملیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرمات اللہ کو پسند ہیں۔ اس کے بعد انہیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کی بستیاں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیا میٹ کر دیں۔ اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی کئے گئے ہیں جو سورہ رد میں ہم بیان کر آئے ہیں لیکن زیادہ ٹھیک معنی یہی ہیں جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا خَوْلَكُمْ مِّنْ

اَلْقُرْآنِ ﴿۱﴾ اَلْحَمْدُ لَہُم نے تمہارے آس پاس کی بستیوں کو ہلاک کیا اور اپنی نشانیاں ہیر پھیر کر کے تمہیں دکھادیں تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آجائیں۔ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں ﴿۲﴾ کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کر رہا ہے اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیا میٹ کر دیا اور مؤمن بندوں کو نجات دے دی کیا اب بھی یہ لوگ اپنے تئیں غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں ذلیل ہیں نقصان میں ہیں بربادی کے ماتحت ہیں میں تو اللہ کی طرف کا مبلغ ہوں جن جن عذابوں سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کا کہا ہوا ہے ہاں جن کی آنکھیں اللہ نے پٹم کر دی ہیں جن کے دل و دماغ بند کر دیے ہیں انہیں یہ اللہ کی باتیں سود مند نہیں پڑتیں۔ بہر کو آگاہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ تو سنتے ہی نہیں۔ ان گتھگاروں پر ایک ادنیٰ سا بھی عذاب آجائے تو اوویلا کرنے لگتے ہیں اور اس وقت بے ساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے ہیں۔ قیامت کے دن عدل کی ترازو قائم کی جائے گی۔ یہ ترازو ایک ہی ہوگی لیکن چونکہ جو اعمال اس میں تولے جائیں گے وہ بہت سے ہوں گے اس اعتبار سے لفظ جمع لائے۔ اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا اس لیے کہ حساب لینے والا خود اللہ ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق کے حساب کے لیے کافی ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا۔

اور آیت میں فرمایا تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ فرمان ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ﴿۳﴾ اَلْحَمْدُ لَہُم تعالیٰ ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا نیکی کو بڑھاتا ہے اور اس کا اجر اپنے پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا بچے! ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل ہو خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسانوں میں ہو یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ اسے لائے گا وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”دو کلمے ہیں جو زبان پر بلکہ ہیں میزان میں وزن دار ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ))“ ﴿۴﴾ فضائل ذکر لا اِلٰهَ اِلَّا اللہ: مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سود دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے وہاں تک کا ایک ایک دفتر ہوگا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کیے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ جواب دے گا اے اللہ! نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کا ظلم لکھا گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرایا ہوا ہوگا کہے گا کوئی نہیں پروردگار عالم فرمائے گا کیوں نہیں بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں ((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ)) لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کر دو کہہ گا اے اللہ! یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں کیا کرے گا؟ جناب باری تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچہ کا وزن ان تمام دفتروں سے بڑھ جائے گا۔ یہ جھک جائے گا اور وہ اونچے ہو جائیں گے اور رب رحمن ورحیم کے نام سے کوئی وزنی چیز نہ ہوگی۔“

﴿۱﴾ ۴۶/ الاحقاف: ۲۷۔ ﴿۲﴾ الطبری، ۱/ ۴۹۴۔ ﴿۳﴾ ۴/ النساء: ۴۰۔ ﴿۴﴾

صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَنُضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ ۷۵۶۳: صحیح مسلم ۲۶۹۴: ترمذی ۳۴۶۷: ابن ماجہ ۳۸۰۶: احمد ۲/ ۲۳۲: ابن حبان ۸۳۱۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يَحْكُمُونَ رِبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ۝ وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ

اَنْزَلْنَاهُ ۝ اَفَاَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ۝

ترجمہ: یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو فیصلہ کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لیے وعظ و پند والی کتاب عطا فرمائی ہے۔ [۳۸] جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے خوف کھاتے ہیں اور قیامت کا کھکا رکھنے والے ہیں۔ [۳۹] اور یہ نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم نے نازل فرمایا ہے کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو۔ [۵۰]

= ابن ماجہ اور ترمذی ① میں بھی یہ روایت ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”قیامت کے دن جب تر ازو تمیں رکھی جائیں گی پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ بھی رکھا جائے گا تو وہ پلڑا بھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہوگی جو اللہ کی طرف سے ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا اور کہے گا جلدی نہ کرو ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں ((لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ)) ہوگا وہ اس شخص کے ساتھ تر ازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا بھک جائے گا۔“ ②

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میرے غلام ہیں جو مجھے بھڑلاتے بھی ہیں میری خیانت بھی کرتے ہیں میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پیٹتا ہوں اور بُرا بھلا بھی کہتا ہوں۔ اب فرمائیے میرا ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ان کی خیانت نافرمانی بھڑلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا مارنا پیٹنا برا کہنا بھی اگر تیری سزا ان کی خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے اللہ کا فضل و کرم ملے گا اور اگر تیری سزا ان کر تو توں سے بڑھ گئی تو تجھ سے اس بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا۔“ یہ سن کر وہ صحابی رونے لگے اور چیخنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”اے کیا ہو گیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ﴿وَنَضْعُ الثَّوَابِ مِنَ الْقِسْطِ﴾“ الخ۔ یہ سن کر اس صحابی نے کہا یا رسول اللہ! ان معاملات کون کرو تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے تمام غلاموں کو آزاد کروں آپ گواہ رہیے کہ یہ سب راہ اللہ آزاد ہیں۔ ③

تورات کی فضیلت: [آیت: ۳۸-۵۰] ہم پہلے بھی اس بات کو بتا چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر اکثر ملامت جلا آتا ہے اور اسی طرح تورات اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے۔ فرقان سے مراد کتاب ④ یعنی تورات ہے جو حق و باطل حرام و حلال میں فرق کرنے والی تھی ⑤ اسی سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو مدد ملی۔ کل کی کل آسمانی کتابیں حق و باطل ہدایت و گمراہی =

① احمد، ۳۱۳/۲، ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فیمن یموت وهو یشہد ان لا اله الا الله ۲۶۳۹ وسندہ صحیح؛ ابن ماجہ ۴۳۰۰، حاکم، ۶/۱، ابن حبان ۲۲۵۔

② احمد، ۲/۲۲۱، ۲۲۲، الترمذی: ۲۶۳۹ وهو حدیث صحیح؛ مجمع الزوائد، ۶/۲۸۰۔

③ احمد، ۲/۲۸۰، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانبیاء ۳۱۶۵ وسندہ ضعیف ابن شہاب زہری مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ④ الطبری، ۱۸/۵۳۔ ⑤ ایضاً، ۱۸/۵۳۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا اِبْرٰهٖمَ رُسْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَلِيْمِيْنَ ۝۵۱ اِذْ قَالَ لِاٰیِهٖ وَقَوْمِهٖ
مَا هٰذِهٖ السَّمٰثِلُ الَّتِي اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا لَهَا
عٰبِدِيْنَ ۝۵۳ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۵۴ قَالُوْا اَجُنَّتْ
بَاِلٰحِ اُمُّرَاٰتُ مِنَ اللَّعِيْنِ ۝۵۵ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۝۵۶ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّٰهِدِيْنَ ۝۵۷

ترجمہ: یقیناً ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو چھپنے میں ہی انکی راہ یابی دے رکھی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی واقف تھے۔ [۵۱] جب کہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ سورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو ہیں کیا؟ [۵۲] سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ [۵۳] آپ نے فرمایا پھر تو تم آپ اور تمہارے باپ دادا سبھی سب یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔ [۵۴] کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ کا حق لائے ہیں یا یوں ہی کھلی بازی کر رہے ہیں؟ [۵۵] آپ نے فرمایا نہیں نہیں درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں۔ [۵۶]

= بھلائی برائی، حلال حرام میں جدائی کرنے والی ہوتی ہیں ان سے دلوں میں نورانیت، اعمال میں حقانیت، اللہ کا خوف و خشیت اور اللہ کی طرف رجوع حاصل ہوتا ہے اسی لیے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے یہ کتاب اللہ نصیحت و پند اور نور و روشنی ہے۔ پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اپنے اللہ سے عابانہ ڈرتے رہتے ہیں جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنََ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝۱﴾ ① جو حق سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں۔ اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا عابانہ ڈر رکھتے ہیں ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔ ②

ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھکار کھتے ہیں اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آسکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اترے۔ افسوس! کیا اس قدر وضاحت و حقانیت صداقت و نورانیت والا قرآن بھی اس قابل ہے کہ تم اس کے منکر بنے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بچپن سے ہی ہدایت یافتہ تھے۔ [آیت: ۵۱-۵۶] فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ و اللہ تعالیٰ نے ان کے بچپن ہی سے ہدایت عطا فرمائی تھی انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی بھائی تھی جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ حُبَّتُنَا اٰیٰتُنَا اِبْرٰهٖمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ۝۵۸﴾ ③ یہ ہیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھیں تاکہ وہ اپنی قوم کو قائل کر سکیں۔ یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دووہ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کی والدہ نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور اللہ کی مخلوقات پر خصوصاً چاند تاروں وغیرہ پر نظر ڈال کر اللہ کو پہچاننا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب و سنت وہ تو سچا ہے اور قابل =

وَتَاللّٰهِ لَا كَيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذَا اِلَّا
 كَبِيرًا ۝ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ قَالُوا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِالِهَيْتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ
 الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يِّذْكُرُهُمْ يَقَالُ لَهٗ اِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالُوا فَاَتُوْا بِهِ عَلٰى
 اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوا عَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِالِهَيْتِنَا
 يَا اِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْأَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کا علاج تمہارے پیٹھ پھیر کر جا چکے کے بعد ضرور کروں گا۔ [۵۷] پھر تو ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے
 ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لیے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں۔ [۵۸] کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا
 شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے۔ [۵۹] بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے تو سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ [۶۰] سب نے کہا
 اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں۔ [۶۱] کہنے لگے اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی
 ہے۔ [۶۲] آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے اس بڑے نے کیا ہے تم اپنے ان خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔ [۶۳]

= قبول ہے اس لیے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو موافقت و
 مخالفت کچھ نہ ہو گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کہہ سکتے ہیں نہ غلط۔

ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لیے کچھ سند نہیں نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع کامل
 شامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیلی روایتوں کو وار نہیں کرتے
 کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں
 روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا وہ سچ جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے ان میں جھوٹ سرائت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ
 ائمہ نے تشریح کی ہے۔ غرض یہ ہے کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت بخشی تھی اور
 ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے۔ بچپن میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر اللہ پرستی کو نا پسند فرمایا اور نہایت جرأت سے اس کا سخت
 انکار کیا اور قوم سے بر ملا کہا کہ ان بتوں کے ارد گرد ڈھنگ لگا کر کیا بیٹھے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راہ سے گزر رہے تھے جو دیکھا کہ شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا
 کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتا ہوا انگارالے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے باپ دادوں سے
 چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گراہی میں تمہارے
 بڑے بتلا ہوں اور تم بھی اس میں بتلا ہو جاؤ تو وہ کوئی بھلائی بنے سے رہی میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادے کبھی راہ حق سے
 برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گراہی میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقلمندوں کی توہین دیکھی

اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے کے کلمات سنے اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو ہم نے تو ایسی بات بھی نہیں سنی۔ آپ کو تبلیغ حق کا موقع ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب تو صرف خالق آسمان و زمین ہی ہے۔ تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک پھر معبود و معبود کیسے ہو گئے میری گواہی ہے کہ خالق و مالک اللہ ہی لائق عبادت ہے نہ اسکے سوا کوئی رب نہ معبود۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بت توڑتے ہیں: [آیت: ۵۷-۶۳] اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا اور جذبہ توحید میں آکر آپ نے قسم کھائی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کروں گا اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا۔ ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لیے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تاکہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ یہ آپ کو لے چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر پڑے اور فرمانے لگے ابا میں بیمار ہو گیا باپ آپ کو چھوڑ کر مرا سم کفر بجالانے کے لیے آگے بڑھ گیا اور جو لوگ راستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے میں کیسے بیٹھے ہو؟

جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں جب عام لوگ نکل گئے اور بڑھے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے خداؤں کی مرمت کر دوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جب کہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بُت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا پُورا کر دیا جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اس بڑے بُت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال جائے کہ شاید اس بڑے خدا نے ان چھوٹے خداؤں کو غارت کر دیا ہوگا کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہوگی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہو گئے چنانچہ اس خیال کی پختگی کو ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلباڑا بھی اس کی گردن میں رکھ دیا تھا جیسے کہ مروی ہے۔

جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے خدامنہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں اور اپنی حالت سے وہ ہتلا رہے ہیں کہ وہ محض بے جان بے نفع و نقصان ذلیل و حقیر چیز ہیں اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بیوقوفی پر وہ مہر لگا رہے تھے لیکن ان بیوقوفوں پر اُلٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟

اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا انہیں خیال آ گیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے ان خداؤں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جو ان جو عالم بنا جو ان اللہ کی شان دیکھیے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کی سزا کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ بھی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطی ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں اور انہیں بتاؤں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں کہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی جان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ چنانچہ مجمع ہوا سب چھوٹے بڑے آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم =

فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظَّالِمُونَ ۖ ثُمَّ نَكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ
لَقَدْ عَلِمْتُمَا هَٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ۖ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ
شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ۖ أَفِ لَكُمْ وَلِبَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۖ
قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۖ قُلْنَا يَبْنَؤُا بَرْدًا
وَسَلْبًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَآرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ۖ

ترجمہ: پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو۔ [۱۶۸] پھر سر ڈال کر کچھ سوچ سوچ کر باوجود قائل ہو جانے کے کہنے لگے کہ یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں۔ [۱۶۹] خلیل اللہ نے اسی وقت فرمایا فسوس کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان [۱۷۰] اتف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو کیا تمہیں اتنی ہی عقل بھی نہیں۔ [۱۷۱] کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو۔ [۱۷۲] ہم نے فرما دیا اے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا۔ [۱۷۳] گو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ہی نقصان پانے والا کر دیا۔ [۱۷۴]

= کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان خداؤں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے اڑانے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل اللہ کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل اللہ پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”خلیل اللہ علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں دو تو اللہ کی راہ میں ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں اور ایک مرتبہ آپ حضرت سارہ علیہا السلام کے ساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گزر رہے تھے آپ نے وہاں منزل کی تھی کسی نے بادشاہ سے جزدی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے۔ بادشاہ نے جھٹ سے سپاہی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میری بہن ہے اس نے کہا بادشاہ کے دربار میں بھیجو۔ آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتلا چکا ہوں اگر تم سے پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لیے دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے۔ حضرت سارہ ادھر چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت اللہ کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں ایٹھ گئے گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت اللہ سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا

چاہا وہیں پھر عذاب الہی آپہنچا اور یہ پہلی دفعہ ہے بھی زیادہ سخت کچڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا غرض تین دفعہ پے در پے یہی ہوا۔ تیسری دفعہ چھوٹے ہی اس نے اپنے قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسان عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطان کو لایا ہے جا اسے نکال اور ہاجر کو اس کے ساتھ کر دے۔ اسی وقت آپ وہاں سے نکال دی گئیں اور حضرت ہاجر آپ کے حوالے کی گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہ کیا گزری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹا دیا اور ہاجر میری خدمت کے لیے آگئیں۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ یہ ہیں تمہاری اماں اے آسمانی پانی کے لڑکو۔ ①

جو نفع نقصان کا مالک نہیں وہ معبود نہیں: [آیت: ۶۳-۷۰] بیان ہو رہا ہے کہ خلیل اللہ کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا۔ اپنے تئیں اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی اپنے خداؤں کے پاس کسی کو حفاظت کے لیے نہ چھوڑا اور چل دیے۔ پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں کہ یہ بُت بے زبان ہیں۔ عاجزی حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔ اب حضرت خلیل اللہ کو خاصا موقع مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع و ضرر چیز کی عبادت کیسی۔ تم کیوں اس قدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور رب واحد کو چھوڑ دیا جائے۔ یہی تھیں وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو وہ دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوتی ہے: یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو یانہی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قاتل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان خداؤں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی۔ زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے اسے پُر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا تو اب گھبرائے کہ خلیل اللہ کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک مخنچ تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھلا کر پھینک دو۔ مروی ہے کہ ”اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔“ ② جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا ”حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جوار لے کر آپ کے مقابلے کے لیے آ رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی پڑھا تھا۔ ③

یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الہی! تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور تو حید کے ساتھ

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيْلًا﴾ ۳۳۵۸، صحیح مسلم ۳۳۷۱؛ ابو داؤد ۲۲۱۲؛ احمد، ۴۰۳/۲؛ ابن حبان ۵۷۳۷؛ بیہقی، ۳۲۶/۷۔ ② الطبری، ۱۸/۴۶۵۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ آل عمران باب قوله ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ﴾ ۴۵۶۳۔

تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔ ① مروی ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا ”الہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تیری ذات پاک ہے تمام حمد و ثنا تیرے ہی لیے سزاوار ہے سارے ملک کا تو کیا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک و ساجھی نہیں۔“ حضرت شعیب جبانی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان و زمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے۔ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بارش کا دار و غنہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ جب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈا کر دوں لیکن براہ راست حکم ربانی آگ ہی کو پہنچا کہ میرے غلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ ② حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک روٹکے کو بھی آگ نہیں لگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آگ کو حکم ہوا کہ وہ غلیل اللہ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرور پہنچاتی ③ اس لیے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی سلامتی بن جا۔ ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اسے آگ سے پر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس میں غلیل اللہ کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھو تک نہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اسے بالکل ٹھنڈی کر دی۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کہ منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سائے کا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ مروی ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت و سرور حاصل تھا دیکھا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ ④ حضرت زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے فاسق کہا ہے۔ ⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگوں کو مار ڈالنے کے لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے یہ اور پھوٹک ہاتھا“ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے ⑥ پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر انٹ دیا کافروں نے اللہ کے نبی کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔ حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ =

① مسند البزار ۲۳۴۹ وسندہ حسن، وَاخْطَا الْاَلْبَانِي فُضِعْفُهُ فِي الضَّعِيفَةِ (۱۲۱۶) حَلِيَةِ الْاَوَلِيَاءِ، ۱۹/۱۔

② الطبري، ۱۸/۴۶۶۔ ③ الطبري، ۱۸/۴۶۵۔ ④ ايضاً، ۱۸/۴۶۷۔ ⑤ ايضاً۔

⑥ ابن ماجه، كتاب الصيد، باب قتل الوزغ ۳۲۳۱ وسندہ حسن۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ۝ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ
وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۝ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُهْدُونَ بِأَمْرِنَا
وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا الْتَاغِبِينَ ۝
وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۝
كَانُوا قَوْمٌ سَوِيءٌ فَسِيقِينَ ۝ وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

ترجمہ: ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔ [۷۱] اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اور زیادہ دیا اور ہر ایک کو ہم نے نیک کار کیا۔ [۷۲] اور ہم نے انہیں پیشوا بنادیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔ [۷۳] ہم نے لوط کو بھی حکمت و علم دیا اور اسے اس ہستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کاموں میں مبتلا تھے اور تھے بھی بدترین گنہگار۔ [۷۴] اور ہم نے لوط کو اپنی مہربانیوں میں داخل کر لیا بیشک وہ نیک کار لوگوں میں سے تھا۔ [۷۵]

= کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلانے کا تماشا دیکھنے کے لیے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا اور خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آ پڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلادیتی ہے جیسے روٹی جل جائے۔

ملک شام اور مکہ مکرمہ: [آیت: ۷۱-۷۵] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام بیٹھاپانی شام کے صحرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچا یا شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ بقول کعب رضی اللہ عنہ آپ حران کی طرف گئے تھے یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان کے اوپر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس اقرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں سے نکل چلے انہی کا نام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کر کے چلے آئی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ہجرت مکہ میں ختم ہوئی۔

مکہ ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے ① جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے اس میں آ جانے والا امن و سلامتی میں آ جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے ﴿فَبَشِّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ ② چونکہ خلیل اللہ کے سوال =

وَتُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَفَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَذِبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا سَوِيًّا ۝ فَاَغْرَقْنَاهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

ترجمہ: نوح علیہ السلام اس وقت کو یاد کیجیے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی ہم نے اسکی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی [۷۱-۷۲] اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے ان پر ہم نے اس کی مدد کی یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ [۷۷]

= میں ایک لڑکے ہی کی طلب تھی دعا کی تھی کہ ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیک کار بنایا۔ ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنادیا کہ بحکم الہی خلق الہی کوراہ الہی کی دعوت دیتے رہے۔ ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی۔ اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے۔ ① پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے لوط بن ہاران بن آزر۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی جیسے کلام اللہ میں ہے ﴿فَاَمِّنْ لَهُ لُوطٌ﴾ ② الخ۔ آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا اور سدوم اور اس کے پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا۔ انہوں نے نہ مانا اور مخالفت پر کمر بستگی کر لی جس کے باعث عذاب الہی میں گرفتار ہوئے اور فنا کر دیے گئے جن کی بربادی کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دیدی اور چونکہ وہ اعلیٰ نیک کار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا: [آیت: ۷۶-۷۷] نبی نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے ستایا تکلیفیں دیں تو آپ نے اللہ کو پکارا کہ باری تعالیٰ میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ در نہ یہ تیرے بندوں کو بہکا نہیں گے اور ان کی اولادیں بھی ایسی ہی فاجر کافر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی اور آپ کے اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی قوم کی سختی ایذا دہی اور تکلیف سے رب عالم نے اپنے نبی کو بچا لیا ساڑھے نو سو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک و کفر سے نہ ہٹے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو آپ کی ایذا دہی پر بھڑکاتے رہے ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت آبرو کے ساتھ کفار کی ایذا رسانیوں سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق روئے زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیے گئے۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمْنَ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَسَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ
 شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اَتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ
 الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُؤْسٍ لِّكُمُ
 لِتُخَصِّنْكُمْ مِّنْ بَاسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً
 تَجْرِىْ بِاَمْرِىْ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بَرَكْنَا فِيْهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ
 الشَّيْطٰنِ مَنُ يَّغْوِصُوْنَ لَهُ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝

ترجمہ: داؤد اور سلیمان علیہ السلام کی یاد کیجیے جب کہ وہ حکیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں اس میں چر چک گئی تھیں ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے [۷۸] ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا یاں ہر ایک کو ہم نے حکمت و علم دے رکھا تھا اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی ہم کرنے والے ہی تھے۔ [۷۹] اور ہم نے اسے تمہارے لیے لباس بنانے کی کار گیری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو کیا اب بھی تم شکر گزار بنو گے۔ [۸۰] ہم نے تیز و تند ہواؤں کو سلیمان کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھیں جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی اور ہم ہر چیز سے باخبر اور ادا ہیں۔ [۸۱] اسی طرح سے بہت سے شیاطین بھی ہم نے اس کے تابع کیے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے ان کے نگہبان ہم ہی تھے۔ [۸۲]

حضرت داؤد و سلیمان علیہ السلام کا ایک فیصلہ: [آیت: ۷۸-۸۲] ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے۔ ① ﴿نَفَسَتْ﴾ کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں هَمَل کہتے ہیں۔ ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے بگاڑ دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا کہ اے نبی اللہ! اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھیں تو باغ والے کو یہ اس کا باغ سوئپ دے اور باغ والا اسے اس کی بکریاں سوئپ دے۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ ③

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا سامنہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟ انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے

تم کیا فیصلہ کرتے؟ آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھالے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جب تک باغ اپنی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا۔ پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دی جائے۔ قاضی شریح کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا ہے تو کوئی معاوضہ نہیں اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ”باغ والوں پر دن کے وقت کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانوروں پر ہے۔“ ① اس حدیث میں عتیس نکالی گئی ہیں۔ اور ہم نے کتاب الاحکام میں اللہ کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ایاس بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب کہ قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور رو دیئے پوچھا گیا کہ اے ابوسعید! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ”اگر قاضی نے اجتہاد کیا پھر بھی غلطی کی وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا وہ بھی جہنمی ہے۔ ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا وہ جنت میں پہنچا۔“ حضرت حسن یہ سن کر فرمانے لگے سنو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قضا کا ذکر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام حکم ہوتے ہیں ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داؤد کی مذمت بیان نہیں فرمائی۔ پھر فرمانے لگے سنو تم باتوں کا عہد اللہ تعالیٰ نے قاضیوں سے لیا ہے ایک تو یہ کہ وہ احکام شرع دنیوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں، دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں، تیسرے یہ کہ اللہ کے سوائے کسی سے نہ ڈریں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿يٰۤاٰدٰۤاۤ اٰتٰنَاۤ جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاٰحْكُمۡ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰۤىۤ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط﴾ ② یعنی اے داؤد ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے تو لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کرتا رہ خواہش کے پیچھے نہ پڑ کہ راہ الہی سے بہک جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوُۥنَا﴾ ③ لوگوں سے نہ ڈرو۔ اور فرمان ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوۤاۤ سَالِسِيۤنَۤا فَمٰۤاۤ لَّيْسَ فِیْہِمْ اِجْتِهَادٌ﴾ ④ میری آیتوں کو معمولی نفع کی خاطر رچ نہ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کی معصومیت میں اور ان کی من جانب اللہ ہر وقت تائید ہوتے رہنے میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرے پھر صحت تک بھی پہنچ جائے تو اسے دوہرا جرم ملتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے“ ⑤ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاس رضی اللہ عنہ کو جو وہم تھا کہ باوجود پوری جدوجہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے یہ غلط ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

① احمد، ۴۳۵/۵؛ ابوداؤد، کتاب البیوع، باب المواشی تفسد زرع قوم ۳۵۶۹ وسندہ ضعیف ابن شہاب زہری مدلس ہیں اور تفسر بالمساع نہیں ہے۔ ابن ماجہ ۲۳۳۲؛ ابن الجارود، ۷۹۶؛ حاکم، ۴۷/۲؛ بیہقی، ۲۴۲/۸۔

② ۳۸/ص: ۲۶۔ ③ ۵/المائدہ: ۴۴۔ ④ ۵/المائدہ: ۴۴۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الإعتصام، باب اجر الحاکم إذا اجتہد فأصاب أو أخطأ ۷۳۵۲؛ صحیح مسلم، ۱۷۱۶؛ ابوداؤد، ۳۵۷۴؛ احمد، ۹۸/۴؛ ابن ماجہ، ۲۳۱۴؛ ابن حبان، ۵۰۶۱۔

سنن کی اور حدیث میں ہے ”قاضی تین قسم کے ہیں ایک جنتی دو دوزخی۔ جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی سے فیصلہ کیا وہ جنتی اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا وہ جہنمی۔“ ① قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعہ کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھالے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے وہ میرا بچہ ہے آخر یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دیدی کہ یہ بچہ تیرا ہے یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجیے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اسے کو دینے کیجیے۔ حضرت سلیمان اس معاملہ کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ②

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ دل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے اس کے خلاف کچھ کہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی اس پر وہ رؤسا کڑھ گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے۔ چاروں کے متفقہ بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ تیسرے نے کہا خاکی چوتھے نے کہا سفید۔ آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ لڑ بڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ نورانی گلا عطا فرمایا گیا تھا اور آپ ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر ختم جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ”رات کے وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی میٹھی رسیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ یہ تو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دیے گئے ہیں۔“ ③ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور میری قراءت سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔“ ④

- ① ابو داؤد، کتاب القضاء، باب القاضی یخضع ۳۵۷۳ وسندہ ضعیف خلف بن خلیفہ راوی کا حافظ خراب ہو گیا تھا۔ ترمذی، ۱۳۲۲ ابن ماجہ، ۲۳۱۵؛ شعب الایمان، ۷۵۳۱؛ حاکم، ۹۰/۴۔ ② احمد، ۳۲۲/۲؛ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ووهبنا لداؤد سلیمان نعم العبد.....﴾ ۳۴۲۷؛ صحیح مسلم، ۱۷۲۰؛ ابن حبان، ۵۰۶۶۔ ③ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراء للقرآن ۵۰۴۸؛ صحیح مسلم ۷۹۳؛ احمد، ۳۴۹/۵۔ ④ حاکم، ۴۶۶/۳ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۷۱۔

وَاَيُّوبَ اِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ اَنْتَ اِنِّى مُسْنِي الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِيْمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا

لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا يَهٗ مِنْ ضُرِّهِ وَاَتَيْنَاهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

وَذِكْرَىٰ لِلْعٰبِدِيْنَ ۝

ترجمہ: ایوب علیہ السلام کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ [۸۳] تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کے اہل و عیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لیے سب نصیحت ہو۔ [۸۳]

حضرت ابو عثمان ہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت ابو موسیٰ کی آواز میں تھا۔ پس اتنی خوش آوازی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا اب سمجھ لیجیے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہوگی۔ پھر اپنا ایک اور احسان بتاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زہر میں بنانی ہم نے سکھادی تھیں۔ آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈوں اور بغیر حلقوں کے زہر بنتی تھی۔ کنڈوں دار اور حلقوں والی زر ہیں آپ نے ہی بنائیں ① جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ وہ بہترین زر ہیں تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں حلقے بنائیں یہ زر ہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو اللہ کی شکر گزاری کرنی چاہیے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع چیزیں: ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ﴾ ② الخ یعنی ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی آپ سے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی۔ ③

عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش فرش کرنے کا حکم دیتے پھر پر دار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی کیونکہ آپ کو اپنی فردق کا علم تھا پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی اسی طرح سرکش جنات بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے ﴿وَالشَّیْطٰنُ کُلٌّ بَنَآءٌ وَغَوَاصٍ﴾ ④ الخ۔ ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو

① الطبری، ۱۸/ ۴۸۰۔ ② ۳۸/ ص: ۳۶۔ ③ حاکم، ۵۸۹/ ۲، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وسندہ ضعیف الاعمش مدلس وعن ابن اس میں (چھ سو کرسی) کا ذکر ہے۔ ④ ۳۸/ ص: ۳۷۔

معمار تھے جو غوطہ خور اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی انکے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان کے محافظ و نگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرماں بردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا، آپ کی حکمرانی ان پر چلتی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے، اسی کو فرمایا اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری، صبر اور دعائے صحت: [آیت: ۸۳-۸۴] حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد کی تھیں۔ ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے کھیتیاں باغات وغیرہ تھے اولاد دیں بیویاں لونڈی غلام جاکندا اور مال متاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی طرف سے آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا یہاں تک کہ آس پاس والے لگن کرنے لگے شہر کے ایک اوچر کو نے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کر لیا یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا کہ ”سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا۔“ ① اور روایت میں ہے کہ ”ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے تو امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے۔“ ② حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عوام ہے۔ یزید بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال مر گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ تلے باقی نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کیے مال دیا اولاد دیں اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ایلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ میرا بہت ہی حسد کرتا۔ ایلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی کہ اے اللہ! تو نے جب مجھے تو گمراہ اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور و تکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم و ستم کیا میرے پروردگار! تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم و گرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانت دیتا کہ تو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا تھا (ابن ابی حاتم) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے پچھلے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ مدتوں تک آپ بلاؤں میں مبتلا رہے۔

حضرت حسن اور قنادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ مبتلا رہے۔ بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم و کرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں۔ وہب بن معبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا صرف ہڈیاں اور چمڑا رہ گیا تھا آپ راکھ میں پڑے

① ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء ۲۳۹۸ وهو حسن، ابن ماجہ، ۴۰۲۳، ۴۰۲۴؛ احمد، ۱/۱۷۲؛ حاکم، ۱/۴۱؛ المختارہ، ۱۰۵۶۔ ② حوالہ سابق۔

رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں۔ جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ! آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے مٹا دے۔ آپ فرمانے لگے بیوی صاحبہ! سنو ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت و عافیت میں رکھا تو اگر ستر برس تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے۔ اس پر بیوی صاحبہ کا پٹھیں اب آپ شہر میں جاتیں تیرا میرا کام کاج کرتیں اور جو ملتا دے لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔ آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلاتا کر رونے لگے۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا۔ وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہو ننگے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے۔ آپ نے اپنی ننگا ہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا۔ میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری۔ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوالاے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی شراب ہے ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خمیشت لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھروالوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصہ کی نکلیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی نکیہ کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس زور سے آپ کو ٹکڑا ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب ایسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور نکیہ کے لیے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا اللہ ایوب پر رحم کرے اچھے موقع پر پہنچی نکیہ دیدی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک کھئی مار دیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔ جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان نے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خمیشت کا جادو تجھ پر چل گیا میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹنے کے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لے کر آپ آئیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارا اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا ایک امیر گھر کا کام کر دیتا تھا آپ نے کھالیا۔ دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتلا دے کہ یہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنی دو پٹیاں سر سے اتار دی دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرور پہنچا ہے اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس نام کا مبسوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی

تھیں کہ اللہ سے دعا کرو لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے۔ اس وقت بے ساختہ آپ کے زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آ سکے۔ دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا۔ اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوتا تھا اس وقت کہنے لگے اے اللہ! کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو۔ پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔ پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ! میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئیں۔ چنانچہ یہ دعا مقبول ہوئی اور آپ سراٹھائیں اس سے پہلے وہ تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دور ہو گئیں جو آپ پر اتریں تھیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے کا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے اللہ کا نام بے حق لیا ہو۔ آپ اپنی بیماری میں اس قدر رنڈ حال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لیے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی وقت آسمان سے ندا آئی اے ایوب اپنی ایزی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو۔“ ① اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنتی حلہ نازل فرمادیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں کہ اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار بے کس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں۔ تب آپ نے فرمایا نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں۔ بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دیدی اور یہ رنگ و روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی۔ وحی میں یہ خوشخبری بھی آپ کو سنادی گئی تھی اور فرمایا گیا کہ قربانی کرو اور استغفار کر دو تیرے گھر والوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے۔“ ② پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا =

① حاکم، ۵۸۱/۲، ۵۸۲؛ سندہ ضعیف الزہری عنعن، مسند البزار ۲۳۵۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۳۶۱۷؛ ابن حبان ۲۸۹۸؛

حلیۃ الاولیاء، ۳/۳۷۴۔ ② حاکم، ۵۸۲/۲، سندہ ضعیف قتادہ عنعن اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ دیکھئے (۲۷۹)

وَاسْمِعِيلَ وَاَدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۸۶ وَادْخُلْنَهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۸۷

ترجمہ: اور اسمعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صابر لوگ تھے۔ [۱۸۶] ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا یہ لوگ سب نیک تھے۔ [۱۸۷]

فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کیے گئے۔ ① آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دوران کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل چیز نہیں ابن عسا کرنے ان کا نام اپنی تاریخ میں لیا بتلایا ہے۔ یہ یثا بن یوسف بن یعقوب بن ائحق بن ابراہیم کی بیٹی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت لیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو ثوبہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ مروی ہے کہ ”آپ سے فرمایا گیا کہ تیرے اہل سب جنت میں ہیں تو کہے تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لادوں اور کہے تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔“ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ تمام اس لیے ہوئیں کہ مصیبتوں میں پھنسنے ہوئے لوگ اپنے لیے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے مقدرات پر اس کے امتحان پر انسان کو صبر و سہار کرنی چاہیے نہ جانے قدرت پوشیدہ پوشیدہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل علیہم السلام کا تذکرہ: [آیت: ۸۵-۸۶] حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ سورہ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ ذوالکفل بظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے۔ بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے بڑے ہی عادل اور بامروت۔ امام ابن جریر اس میں توقف کرتے ہیں ② وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیمان کیے اور ان پر قائم رہے۔ قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ حضرت یسوع علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے۔ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پورا کر دوں گا۔ آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں کو روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور کسی پر غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں یسوع علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب کل سہی۔ دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس عام میں سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لیے بھیجنا شروع کیا مگر کسی کی کچھ نہ چلی ابلیس خود چلا دو پہر کو قیلولے کے لیے آپ لیٹے ہوئے تھے جو خبیث نے کندیاں پیٹنی شروع کر دیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں

میری قوم مجھے ستارہی ہے میرے ساتھ اس نے یہ کیا یہ کیا اس نے جو لمبا قصہ سنا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لیے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کروں گا۔ اب شام کو آپ جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دوپہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے تو یہ خبیث آگیا اور دروازہ ٹھوکنے لگا آپ نے کھلوا دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آئے تو کہا تھا میں منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔ وہ کہنے لگا حضرت کیا بتاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور اب بھی کچھ لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دیے اور آج کی نیند بھی کھوئی۔ اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آتا تھا نہ آیا۔ تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ آپ ابھی لیٹے ہی تھے جو وہ مردود پھر آگیا چونک کر اسے روکا یہ ایک طاق سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹ کھٹانا شروع کیا۔ آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی دروازے پر کسی کو آنے دیا اس نے کہا میری طرف سے کوئی نہیں آیا اب غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا اور اس شخص کو اندر موجود پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ میں تجھ سے ہارنا تو تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقع پر غصے ہوا۔ پس اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا (ابن ابی حاتم) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی کچھ تفسیر کے ساتھ یہ قصہ مروی ہے اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں چنانچہ ان کا نام ذوالکفل ہوا۔ اس میں ہے کہ شیطان جب ان کے آرام کے وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل جچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لیے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت اشعری نے منبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس کی سی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا اس لیے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک منقطع روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے۔ ایک غریب حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں۔ واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا تھا ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساتھ دینا رد کر دیا بدکاری کے لیے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لیے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی اس نے کہا میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر روئے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ روز بد دکھایا۔ کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر تردد میں ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اسی وقت اسے چھوڑ کر اس سے الگ ہو گیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے قسم اللہ کی آج سے میں کسی قسم کی اللہ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ شان ربانی اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ نے کفل کو بخش دیا۔ ①

① احمد، ۲/۲۳، ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب فيه أربعة احاديث ۲۴۹۶، وسنده ضعيف اعش ملس راوى ہے اور روایت 'عن، کے ساتھ ہے۔ حاکم، ۴/۲۵۲، (التقریب، ۱/۲۹۰، رقم: ۱۱۲)، (التقریب، ۱/۳۳۱، رقم: ۵۰۰)

وَذَٰلِ التَّوْنِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۙ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ ۙ
وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۙ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ: مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام کو یاد کر جب کہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے شک نہ پکڑیں گے پھر تو اندھیر یوں کے اندر سے پکارا اٹھے کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں غالموں میں ہو گیا۔ [۸۷-۸۸] تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے ہم سے نجات دے دی ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں۔ [۸۸]

حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر: [آیت: ۸۷-۸۸] یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورہ صافات میں بھی ہے اور سورہ نون میں بھی ہے۔ یہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے انہیں موصل کے علاقے کی بستی نینوی کی طرف نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر اللہ کا عذاب آ جائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور ہلک ہلک کر نہایت گریہ وزاری سے جناب باری میں فریاد شروع کر دی۔ ادھر ان کی بین و بکا ادھر جانوروں کی بھیا بک صدا غرض اللہ کی رحمت متوجہ ہو گئی عذاب اٹھا لیا گیا جیسے فرمان ہے ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ﴾ ❶ الخ یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا بحرِ قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لیا اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچا لیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔ حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہیے۔ کہ وزن کم ہو جائے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا چنانچہ خود قرآن میں ہے ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ﴾ ❷ اب کے حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہو گئے کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے بحرِ اخضر سے بحکم اللہ ایک مچھلی پانی کا مٹی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کر گئی لیکن بحکم الہی نہ آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا آپ اس کے لیے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لیے قید خانہ تھا اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی۔ عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں آپ کا غضب و غصہ آپ کی قوم پر تھا۔ ❸ خیال یہ تھا کہ اللہ آپ کو تنگ نہ پکڑے گا۔ پس یہاں ﴿نَقْدِرَ﴾ کے یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے کیے ہیں۔ ❹ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی تائید آیت ﴿وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ﴾ ❺ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ نے یہ معنی کیے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے ﴿قَدِرَ﴾ اور ﴿قَدِرَ﴾ دونوں لفظ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت ﴿فَالْتَقٰی الْمَآءُ عَلٰی اَمْرِ قَدْ قَدِرَ﴾ ❻ بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ ان

❶ ۱۰/۹۸- یونس ۳۷/الصافات ۱۴۱- ❷ الطبری ۵۱۱/۱۸- ❸

❹ ابضا، ۵۱۴/۱۸- ❺ ۶۵/الطلاق ۷- ❻ ۵۴/القمر ۱۲-

اندھیروں میں پھنس کر اب یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ سمندر کے تلے کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے ① آپ نے سمندر کی تہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں گئے پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو وہ ہلا یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بارالہی! میں نے تیرے لیے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے تہجد نہ بنائی ہوگی۔ ② حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر کھرچ آئے۔ جب آپ سمندر کی تہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے چنانچہ آپ نے بھی اللہ کی تسبیح شروع کر دی۔ اسے سن کر فرشتوں نے کہا بارالہا! یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اس نے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی۔ اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ ③ تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے تئیں یونس بن متی سے افضل کہے اللہ کے اس بندے نے اندھیروں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔“ ④ اوپر جو روایت گزری اس کی وہی ایک سند ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے ارد گرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے آشا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے۔ جناب باری نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جن کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں اے اللہ! جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اگل دے۔“ ⑤ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دیدی ان اندھیروں سے نکال دیا اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دست گیری فرما کر تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونی کو پڑھیں۔ جس کی سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دلائی ہے۔

مسند احمد و ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے =

① حاکم، ۳۸۳/۲ و سندہ ضعیف ابو اسحاق و عن۔ ② الطبری، ۵۱۸/۱۸، حاکم، ۵۸۵/۲ و سندہ ضعیف،

سمید بن داود و ضعیف ہے۔ ③ الطبری، ۵۱۸/۱۸ و سندہ ضعیف اس میں ابن اسحاق کا استاد معلوم ہے جس کی وجہ سے یہ روایت

ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۱۰۱/۷۔ ④ مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۱۸۵۴، موقوفاً علی علی رضی اللہ عنہ، و سندہ حسن؛ سبیح للہ فی الظلمات کے علاوہ روایت صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيثُ مُوسٰی﴾، ۳۳۹۵ وغیرہ

میں موجود ہے۔ ⑤ ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف اس کی سند میں یزید الرقاشی ضعیف ہے۔ دیکھئے (التقريب، ۳۶۱/۲، رقم: ۲۲۰)

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا
لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَاهُ زَوْجَهُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ
وَيَدْعُونَ غَائِبًا وَرَهْبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خُشِعِينَ ۝ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا
فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝

ترجمہ: زکریا علیہ السلام کو یاد کر جب اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ تو سب سے بہتر وارث ہے۔ [۸۹]
ہم نے اس کی دعا کو قبول فرما کر اسے یحییٰ عطا فرمایا اور ان کی بیوی کو ان کے لیے بھلا چنگا کر دیا یہ بزرگ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑا کرتے
تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے رہتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔ [۹۰] اور وہ پاک دامن بنی بلی جس
نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے آپ ان میں اپنے پاس کی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے لیے نشان
قدرت کر دیا۔ [۹۱]

= آ کر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے واقعہ کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ
دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی
میرے مقابلے میں قسم کھائی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے کہ آپ نکلے تھے لیکن میں اس
وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی واللہ! جب مجھے وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں
بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے
اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا کہ جو ایک اعرابی آگیا اور آپ ﷺ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا بہت وقت گزر گیا آپ حضور ﷺ وہاں
سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا جب آپ ﷺ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر ہوا
کہ کہیں آپ ﷺ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں
کی آہٹ سن کر آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحق؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! میں ہی ہوں۔
آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا بات ہے“ میں نے کہا حضور! آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آگیا اور آپ کو مشغول کر لیا۔
آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے پھل کے پیٹ میں کی تھی یعنی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ سنو جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ
اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔“ ① ابن ابی حاتم میں ہے ”جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور
قبول کی جائیگی۔“ ② ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔
ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے گا وہ

① احمد، ۱/ ۱۷۰، ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعوة ذی النون..... ۳۵۰۵ وسندہ صحیح؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۷۲؛

السنن الکبریٰ للنسائی ۱۰۴۹۲؛ حاکم، ۱/ ۵۰۵ مختصرًا۔

② حاکم، ۲/ ۳۸۲ وسندہ صحیح؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۰۷۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام کی دعا میں ہے۔ "حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! وہ حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ فرمایا "ان کے لیے خاص اور تمام مسلمانوں کے لیے عام جو بھی یہ دعا کرے کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔" ① ابن ابی حاتم میں ہے کہ کثیر بن معبد فرماتے ہیں میں نے امام بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابوسعید! اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ مقبول فرمालے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادر زادے! کیا تم نے قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا جیجتے یہی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ: [آیت ۸۹-۹۱] اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے۔ سورۃ مریم اور سورۃ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے۔ آپ نے یہ دعا لوگوں کی پوشیدگی میں کی تھی۔ مجھے تہانہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا۔ ② بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی بعض کہتے ہیں ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے۔ یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور اللہ کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے ③ اور لالچ اور ڈر سے اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن رب کی باتیں ماننے والے اللہ کا خوف رکھنے والے تواضع اعساری اور عاجزی کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے۔ ④

مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا لوگوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا و صفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع خضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں دیکھو اللہ عز و جل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ⑤ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر خیر: حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصے کے ساتھ ہی ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے اس لیے کہ ان لوگوں میں پورا رابطہ ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پورے بڑھاپے کے عالم میں آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گزری ہوئی اور پوری عمر کی بے اولاد تھیں ان کے ہاں اولاد عطا فرمائی اس قدرت کو دکھا کہ پھر محض عورت کو بغیر شوہر کے اولاد عطا فرمانا یہ اور قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران اور سورۃ مریم میں بھی یہی ترتیب ہے۔ مراد عصمت والی عورت سے حضرت مریم علیہا السلام ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَمَرْيَمُ ابْنَتْ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ⑥ اے یعنی عمران کی لڑکی مریم جو پاک دامن تھیں انہیں اور ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی بے نظیر قدرت کا نشان بنایا کہ مخلوق =

① الطبری، ۱۸/۵۱۹، حاکم، ۱/۵۰۶، اس روایت میں علی بن زید ضعیف راوی ہیں۔

② الطبری، ۱۸/۵۲۰۔ ③ ایضاً، ۱۶/۲۔ ④ ایضاً۔

⑤ حاکم، ۲/۳۸۳، وسندہ ضعیف ذہبی نے اس روایت کو عبد الرحمن بن اسحاق کے ضعف کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

⑥ التحریم: ۱۲۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۖ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ
بَيْنَهُمْ ۖ كُلُّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۖ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا
كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۖ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ۖ وَحَرَّمَ عَلَيَّ قُرْيَةَ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۖ
حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ۖ وَاقْتَرَبَ
الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاذْهَبِي شَاخِصَةً أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يُؤْيِلُكَ أَقْدُ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ
مِّنْ هَذَا بَلَّ كُنَّا ظَالِمِينَ ۖ

ترجمہ: یہ ہے تم سب کا دین ایک ہی دین اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ [۹۲] لوگوں نے آپ اپنے دین میں فرقہ بندیاں کر لیں سب کے سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔ [۹۳] جو بھی نیک عمل کرے اور ہو بھی وہ مؤمن تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں۔ [۹۴] جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر لازم ہے کہ وہاں کے لوگ پھر نہ آئیں [۹۵] یہاں تک کہ یا جوج اور ماجوج کھول دیے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑے آئیں [۹۶] اور سچا وعدہ قریب آگے اس وقت کافروں کی نگاہیں اچانک اوپر کی طرف ہی سل جائیں ہائے افسوس ہم اس حال سے غافل تھے بلکہ فی الواقع ہم تصور وار تھے۔ [۹۷]

= کو اللہ کی ہر طرح کی قدرت اور اس کی پیدائش پر وسیع اختیارات اور تصرف، اپنے ارادے سے چیزوں کو بنانا معلوم ہو جائے عیسیٰ علیہ السلام قدرت الہی کی ایک علامت تھے۔ جنات کے لیے بھی اور انسانوں کے لیے بھی۔
امت ایک، رب ایک: [آیت ۹۲-۹۴] فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے کرنے نہ کرنے کے احکام تم سب میں یکساں ہیں ﴿هَذِهِ﴾ اسم ہے ﴿اِنَّ﴾ کا اور ﴿اُمْتُكُمْ﴾ خبر ہے اور ﴿اُمَّةً وَاحِدَةً﴾ حال ہے یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے جس کا اصلی مقصد اللہ کی توحید ہے جیسے آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ سے ﴿فَاتَّقُوْا﴾ ❶ تک ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہیں جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کو احکام شرع گونا گوں ہیں“ ❷ فرمان قرآن ہے ﴿وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ ❸ ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گانیکوں کو نیک بدلہ اور بروں کو بری سزا۔ جس کے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اس کے اعمال اکارت نہ ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ❹ نیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے ایسے اعمال کی قدر دانی کرتے ہیں ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے تمام اعمال لکھ لیتے ہیں کوئی چیز چھوڑتے نہیں۔

یا جوج ماجوج کا تذکرہ: ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھرتنا محال ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ یا جوج ماجوج نسل آدم سے ہیں بلکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے یا نسل کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل سے ترک ہیں یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیے گئے تھے۔ آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے اللہ کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا میرے رب کا وعدہ حق ہے ① ایلخ یا جوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچا دیں گے۔ ہر اونچی جگہ کو عربی میں حصب کہتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہوگی تو اس خبر کو اس طرح سن جیسے سننے والا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہوگی جو غیب اور حاضر کا جاننے والا۔ ہو چکی ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے کھیلتے دوڑتے ایک دوسرے کی چٹیاں لیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اسی طرح یا جوج ماجوج آئیں گے۔ ②

بہت سی احادیث میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”یا جوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے جیسے اللہ عز وجل کا فرمان ہے ﴿وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اور اپنے جانوروں کو بھی وہیں لے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یا جوج ماجوج جس نہر سے گزریں گے اس کا پانی صفا چٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگے گی ان میں دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانے میں پانی ہوگا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر کوئی نہ رہا اور واقع میں سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہوں گے کوئی اور وہاں ہوگا بھی نہیں تو یہ کہیں گے کہ اب زمین والوں سے تو ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں چنانچہ ان میں کا ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف چھینکے گا قدرت الہی سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہوگی اب ان کی گردنوں میں گٹھلی ہو جائے گی اور اسی دبا میں یہ سارے کے سارے ایک دم مر جائیں گے ایک بھی باقی نہ رہے گا سارا شور و غل ختم ہو جائے گا۔ مسلمان کہیں گے کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لیے قیصلی پر رکھ کر شہر کے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اور اپنے تئیں قتل شدہ سمجھ کر اللہ کی راہ میں مسلمانوں کی خدمت کے لیے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمانو! خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لیے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہوگا یہ ان کا گوشت کھا کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔“ ③

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے ایک دن صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اس طرح پر کہ ہم سمجھے شاید وہ ان درختوں کی آڑ میں ہے اور اب نکلا ہی چاہتا ہے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے ”مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تم میں سے ہر شخص اس سے بچے میں تمہیں اللہ کی امان میں دے رہا ہوں۔ وہ جوان عمر اچھے ہوئے بالوں والا کانی اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں گھومے گا اے بندگان الہی تم ثابت قدم

① ۱۸ / الکہف: ۹۸۔ ② الطبری، ۱۸ / ۵۲۸۔

③ احمد، ۳ / ۷۷۰؛ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم ۴۰۷۹ و مسند حسن؛ مسند ابی

یعلیٰ ۱۳۵۱؛ حاکم، ۴ / ۴۸۹؛ ابن حبان ۶۸۳۔

رہنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! وہ کتنا ٹھہرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”چالیس دن ایک دن مثل ایک برس کے ایک دن مثل ایک مہینے کے ایک دن مثل ایک جمعہ کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے۔“ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ہمیں یہی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا۔“ ہم نے دریافت کیا کہ اس کی رفتار کیسی ہوگی؟ فرمایا ”جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر بھگائے لیے جاتی ہو ایک قبیلے کے پاس جائے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے زمین سے کہے گا کہ ان کے لیے پیداوار اگائے ان کے جانور ان کے پاس موئے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے ایک قبیلے کے پاس جا کر اپنی تین منواتا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلے گا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے۔ یہ بھی دکھائے گا کہ ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دو ٹکڑے کر دے گا اور ادھر ادھر دور دراز بھینٹکوا دے گا پھر اس کا نام لے کر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اس کے پاس آ جائے گا۔ یہ اسی حال میں ہوگا جو اللہ عزوجل حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کو اتارے دے گا آپ دمشق کی مشرقی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اس کا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لد کے پاس اسے قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف اللہ کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب و طاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سیٹ لے جا۔ پھر جناب باری ماجوج ماجوج کو بھیجے گا جیسے فرمایا ﴿وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ﴾ ان سے جنگ آ کر حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی جناب باری میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گھنٹی کی بیماری بھیجے گا جو ان کی گردن میں لٹکے گی اور سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مرجائیں گے تب عیسیٰ علیہ السلام مع مومنوں کے آئیں گے دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔

آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ سختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر اللہ جانے کہاں پھینک آئیں گے۔ کعب بن لؤیؓ کہتے ہیں مہیل میں یعنی سورج کے طلوع ہونے کی جگہ میں پھینک آئیں گے۔ پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برے گی زمین و جل دھلا کر تھیلی کی طرح صاف ہو جائے گی پھر بحکم الہی اپنی برکتیں اگا دے گی۔ اس دن ایک جماعت کی جماعت ایک اتار سے سیر ہو جائے گی اور اس کے جھلکے تلے سایہ حاصل کر لے گی۔ ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کو ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا۔ پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائے گی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ ① امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن کہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو ایک بچھونے کاٹ کھایا تھا تو آپ ﷺ اپنی انگلی پر پیٹی باندھے ہوئے خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا ”تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یا جوج ماجوج آجائیں وہ جوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ان کے چہرے سے تیرہ تڑھالوں جیسے ہوں گے۔“ ②

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال ۲۹۳۷، احمد، ۴/۱۸۱، ترمذی ۲۲۴۰، ابن ماجہ ۴۰۷۵، ابو داؤد ۴۳۲۱ مختصر۔

② احمد، ۵/۲۷۱ ح ۲۲۳۳۱ وسندہ حسن خالد بن عبد اللہ بن حرملة صدوق وثقة الامام مسلم وابن حبان، مجمع الزوائد، ۸/۶۔

یہ روایت سورہ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”معراج والی رات میں حضرت ابراہیم، موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے اللہ نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے میرے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پکھلنے لگے گا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جب کہ وہ مجھے دیکھے یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکارا نہیں گے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سائے کا فخر آ اور اسے قتل کر پس اللہ انہیں ہلاک کرے گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے اس وقت یا جوج ماجوج نکلیں گے جو براہو نہجائی سے پھدکتے آئیں گے جو پائیں گے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے لوگ پھر تنگ آ کر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ شکایت کریں گے تو میں پھر اللہ سے دعا کروں گا اللہ انہیں غارت کر دے گا ساری زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برے گی اور پانی کا ریلہ ان کے سڑے ہوئے جسموں کو بہا کر دریا برد کر دے گا میرے رب نے مجھ سے فرمایا ہے جب یہ سب کچھ ظہور میں آ جائے گا پھر تو قیامت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے پورے دنوں حمل والی عورت کا وضع حمل ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہوا یا شام ہوا دن کو ہوا یا رات کو ہوا“ ① (ابن ماجہ)

اس کی تصدیق کلام اللہ کی اس آیت میں موجود ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں۔ مزید علامات قیامت کا ذکر: کعب بن علقمہ کا قول ہے کہ یا جوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھدویں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز آس پاس والے بھی سنیں گے رات ہو جائے گی ان میں سے ایک کہے گا کہ اب صبح آتے ہی اسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے صبح یہ آئیں گے تو جیسی کل تھی ویسے ہی آج بھی پائیں گے الغرض یونہی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کو ان کا نکالنا جب منظور ہوگا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل ان شاء اللہ اسے توڑ دیں گے اب جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی پائیں گے تو کھدو کر توڑ دیں گے اور باہر نکل آئیں گے ان کا پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلے گا سارا پانی پی جائے گا دوسرا آئے گا تو کچھ دھبی چاٹ جائے گا۔ تیسرا آئے گا تو کہے گا شاید یہاں کسی وقت پانی ہوگا۔ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے جب انہیں کوئی بھی نظر نہ پڑے گا تو یہ اپنے تیرا آسمان کی طرف پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلودہ ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان پر بدعا کریں گے کہ اے اللہ! ہم میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور زمین پر چلنا پھرنا بھی ضروری ہے تو ہمیں جس طریقے سے بھی چاہے ان سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کرے گا گھٹیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مرجائیں گے پھر ایک قسم کے پرند آئیں گے جو اپنی چونچ میں انہیں لے کر سمندر میں پھینک آئیں گے پھر اللہ تعالیٰ نہر حیات جاری کر دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے گی اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار ایک گھرانے کو کافی ہوگا اچانک ایک شخص آئے گا اور ندا کرے گا کہ ذوالسنتین نکل آیا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سات آٹھ سو لشکریوں کا ہلالیہ بھیجیں گے یہ ابھی راستے میں ہی ہوں گے جو یمنی پاک ہونا نہایت لطافت سے چلے گی جو تمام مومنوں کی روح قبض کر جائے گی پھر تو روئے زمین پر ردی کھدی لوگ رہ جائیں گے جو چوپایوں جیسے ہوں گے ان پر قیامت قائم ہوگی اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی گھوڑی جو چھنے کے قریب ہو اور گھوڑی والا آس پاس گھوم =

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَرِدُّونَ ؕ لَوْ كَانَ
 هٰؤُلَاءِ اِلٰهَةً مَا وَرَدُّوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُونَ ؕ لَهُمْ فِيْهَا زَوْجٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا
 يَسْمَعُونَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ؕ لَا
 يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ؕ وَهُمْ فِيْهَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُونَ ؕ لَا يَحْزَنُهُمْ
 الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ؕ

ترجمہ: تم اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے تم سب دوزخ میں جانے والے ہو۔ [۹۸] اگر یہ
 سچے معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ [۹۹] وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ
 بھی نہ سن سکیں گے۔ [۱۰۰] جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ظہور چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔ [۱۰۱] وہ تو
 دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے [۱۰۲] وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے
 گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے رہے۔ [۱۰۳]

رہا ہو کہ کب بچہ ہو۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو شخص میرے اس قول اور اس علم کے بعد بھی کچھ کہے اس
 نے تکلف کیا۔ “کعب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت صحیح احادیث میں بھی پائی جاتی ہے۔ احادیث
 میں یہ بھی آیا ہے ”کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں بیت اللہ کا حج بھی کریں گے۔“

چنانچہ مسند احمد میں یہ حدیث مرفوعہ مروی ہے کہ ”آپ یا جوج ماجوج کے خروج کے بعد یقیناً بیت اللہ کا حج کریں گے“ ❶ یہ
 حدیث بخاری میں بھی ہے۔ جب یہ ہولناکیاں، جب یہ زلزلے، جب یہ بلائیں اور آفتیں آجائیں گی تو اس وقت قیامت بالکل
 قریب آجائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہم تو
 غفلت میں ہی رہے ہائے ہم نے اپنا آپ بگاڑا گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

معبودان باطلہ کا انجام: [آیت: ۹۸-۱۰۳] بت پرستوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی
 لکڑیاں بنو گے جیسے فرمان ہے ﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ❷ اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ حبشی زبان میں حطب کو
 حصب کہتے ہیں ❸ یعنی لکڑیاں۔ بلکہ ایک قراءت میں بجائے حصب کے حطب ہے۔ تم سب عابد و معبود جہنمی ہو اور وہ بھی
 ہمیشہ کے لیے۔ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے یہاں تو پرستار اور پرستش کیے جانے والے ابدی طور پر دوزخی ہو
 گئے۔ وہ الٰہی سانس میں چھین گئے جیسے فرمان ہے ﴿لَهُمْ فِيْهَا زَوْجٌ وَّهَبَقُۢوۡا﴾ ❹ وہ سیدھی الٰہی سانسوں سے چھین گئے اور

❶ احمد، ۲۸/۳ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكُفَّةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ ۱۱۵۹۳
 صحیح ابن خزمہ ۲۵۰۷/۲ ابن حبان ۲۸۳۲۔ ❷ ۶۶/التحریم: ۶۔
 ❸ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانبیاء ۴۷۳۹۔ ❹ ۱۱/ہود: ۱۰۶۔

چیئوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہ جائیں گے انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوگا کہ جہنم میں اس کے سوا کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن جریر)

حسنیٰ سے مراد رحمت و سعادت ہے۔ ① جہنم والوں اور ان کے عذابوں کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کی جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ لوگ با ایمان تھے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے ﴿لِّلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا اَلْحُسْنٰی وَرِیَادَةٌ﴾ ② نیکوں کے لیے نیک اجر ہے اور زیادتی اجر بھی۔ فرمان ہے ﴿هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ ③ نیکی کا بدلہ نیک ہی ہے۔ ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا عذاب سے بچے اور رحمت الہی سے سرفراز ہوئے۔ یہ جہنم سے دور کر دیے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں سنتے نہ جہنم والوں کا جلنا دہ سنتے ہیں۔ پل صراط پر دوڑ خیلوں کو زہریلے ناگ ڈستے ہیں اور یہ وہاں حس حس کرتے ہیں جنتی لوگوں کے کان بھی اس دردناک آواز سے نا آشنا ہیں گے اتنا ہی نہیں کہ خوف ڈر سے یہ الگ ہو گئے بلکہ ساتھ ہی راحت و آرام بھی حاصل کر لیا۔ من مانی چیزیں موجود ہیں مگر کیسی راحت حاضر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا میں عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما اور طلحہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہما انہی لوگوں میں ہیں یا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ اتنے میں نماز کی تکبیر ہوئی تو آپ چادر گھسیٹتے ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ حَسْبَسَهَا﴾ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور روایت ہے کہ آپ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایسے ہی ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں بجلی سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے پار ہو جائیں گے اور کافرو ہیں گھٹنوں کی بل گر پڑیں گے بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ بزرگان دین ہیں جو اللہ والے تھے شرک سے بیزار تھے لیکن ان کے بعد لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی تھی جیسے حضرت عزیرؑ حضرت مسیح علیہ السلامؑ فرشتے سورج، چاند حضرت مریم علیہا السلام وغیرہ۔

عبداللہ بن زبیری آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا تیرا خیال ہے کہ اللہ نے آیت ﴿اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ اتاری ہے؟ اگر یہ سچ ہے تو کیا سورج، چاند، فرشتے، عزیر، عیسیٰ سب کے سب ہمارے بتوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ اس کے جواب میں آیت ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ④ اتری اور آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی﴾ نازل ہوئی۔ سیرت ابن اہلق میں ہے حضور اکرم ﷺ ایک دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جو نصر بن حارث آیا اس وقت مسجد میں اور قریش بھی بہت سارے تھے نصر بن حارث رسول اللہ ﷺ سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لا جواب ہو گیا تو آپ ﷺ نے آیت ﴿اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾ سے ﴿لَا يَسْمَعُوْنَ ۝﴾ تک تلاوت فرمائی جب آپ ﷺ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ بن زبیری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نصر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بے طرح چٹ ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گئے اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود عزیر کو، نصرانی مسیح کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے؟ سب کو یہ جواب بہت پسند آیا جب حضور ﷺ سے اس کا ذکر آیا آپ ﷺ نے فرمایا ”جس نے عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے یہ بزرگ اپنی عبادت نہیں کراتے تھے بلکہ یہ تو انہیں نہیں شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے ان کی عبادت کی راہ بتلائی ہے آپ ﷺ کے جواب کے ساتھ ہی قرآنی جواب اس کے بعد کی آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ﴾ میں اترا =

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِ لِلْكِتَابِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ط وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَعْلِينَ ۝

ترجمہ: جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے پر جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدا کیں تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔ [۱۰۴]

= تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے متشی ہو گئے چنانچہ قرآن میں ہے ﴿وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ اِنِّي اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلْيَكُنْ لَهُ جِزْيَةُ جَهَنَّمَ﴾ ① یعنی ان میں سے جو اپنی معبودیت اوروں سے منوانی چاہے اس کا بدلہ جہنم ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور آیت ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ ② الخ اتزی کہ اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ متعجب ہو گئے اور کہنے لگے ہمارے معبود اچھے یا وہ یہ تو صرف دھینگا مشی ہے اور یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں وہ ہمارا انعام یافتہ بندہ تھا اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا اگر ہم چاہیں تو تمہارے جانشین فرشتوں کو کر دیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نشان قیامت ہیں ان کے ہاتھ پر جو معجزات صادر ہوئے وہ شکی چیزیں نہیں وہ قیامت کی دلیل ہیں تجھے اس میں شک نہ کرنا چاہیے میری مانتا چلا جا یہی صراط مستقیم ہے ابن زبیری کی جرأت کو دیکھئے خطاب اہل مکہ سے ہے اور ان کی ان تصویروں اور پتھروں کے لئے کہا گیا ہے جنہیں وہ سوائے اللہ کے پوجا کرتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ پاک نفس موحّدوں کے لئے جو غیر اللہ کی عبادت سے روکتے تھے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں لفظ ماجو یہاں ہے وہ عرب میں ان کے لئے آتا ہے جو بے جان اور بے عقل ہوں گے یہ ابن زبیری اس کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ بڑے مشہور شاعر تھے پہلے انہوں نے مسلمانوں کی دل کھول کر پھینک اڑائی تھی لیکن مسلمان ہونے کے بعد بڑی معذرت کی موت کی گھبراہٹ، نفع کی گھبراہٹ، لوگوں کی جہنم کے داخلے کے وقت کی گھبراہٹ، اس گھڑی کی گھبراہٹ جب کہ جہنم پر ڈھکن ڈھک دیا جائے گا جب کہ موت کو دوزخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا غرض کسی اندیشے کا درد ان پر نہ ہو گا وہ غم، ہراس سے دور ہو گئے پورے سرور ہوں گے خوش ہوں گے اور ناخوشی سے کوسوں دور ہو گئے فرشتوں کے پرے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہو گئے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا اس وقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے منتظر رہو۔

آسمان لپیٹ دیا جائے گا: [آیت: ۱۰۴] یہ قیامت کے دن ہو گا۔ جب کہ ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے فرمایا ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ ③ ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ کی تھی جانی ہی نہیں تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جیسے لوگ اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے“ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ساتوں آسمانوں کو اور وہاں کی کل مخلوق کو، ساتوں زمینوں کو اور اس کی کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا وہ اس کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ۔ بجل سے مراد کتاب ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں =

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾

إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾

ترجمہ: ہم زبور میں پسند و نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہو کر ہی رہیں گے [۱۰۵] عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں کفایت ہے [۱۰۶] ہم نے تجھے تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔ [۱۰۷]

= ایک فرشتہ ہے جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے اسے نور لکھ لو۔ یہ فرشتہ اعمال نامہ پر مقرر ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی کتاب کو اور کتابوں کے ساتھ پلیٹ کرا سے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے کہا گیا ہے یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور ﷺ کا کاتب وحی تھا ① لیکن یہ روایت ثابت نہیں اکثر حافظان حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابوالحاج مزنی رحمہ اللہ نے۔

میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے امام ابو جعفر ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی خوب تردید کی اور فرمایا کہ سبیل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں حضور ﷺ کے تمام منشیوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سبیل نہیں۔ فی الواقع امام صاحب نے صحیح اور درست فرمایا یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اسی حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو چھوڑ دو کہ سر تا پا غلط ٹھہرا صحیح یہی ہے کہ سبیل سے مراد حیفہ ہے ② جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور لفظ بھی یہی بات ہے پس فرمان ہے جس دن ہم آسمان کو پلیٹ لیں گے مثل پلیٹیں کتاب کے لکھے ہوئے کے لام یہاں پر معنی میں علی کے ہے جیسے ﴿تَلَّهٖ لِّلْحَبِیْنِ ۝﴾ ③ میں لام یہاں معنی میں علی کے ہے لغت میں اس کی نظیریں بھی ہیں، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

یہ یقیناً ہو کر رہے گا اس دن اللہ تعالیٰ نے سرے سے مخلوق کو پہلے کی طرح پیدا کرے گا جو ابتدا پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اس کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ نہ کبھی بدلیں نہ ان میں خلاف ہو وہ تمام چیزوں پر قادر ہے وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا تم لوگ اللہ کے سامنے جمع ہونے والے ہونگے پیر، ننگے بدن، بے ختنے جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔ ④ (بخاری) سب چیزیں نیست ہو جائیں گی پھر بنائی جائیں گی۔

زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوں گے: [آیت: ۱۰۵-۱۰۷] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت دیتا ہے اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک و مال دیتا ہے کہ اللہ کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے جیسے فرمایا ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ ⑤ زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کار پر ہمیز گاروں کا حصہ ہے اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی

① ابو داود، کتاب الخراج، باب فی اتخاذ الکتاب ۲۹۳۵، وسندہ ضعیف اس روایت میں یزید بن کعب العوذی مجہول راوی ہے۔

② الطبری، ۵۴۳/۱۸، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانبیاء ۴۷۳۹۔ ③ ۳۷/الصافات: ۱۰۳۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانبیاء ۴۷۴۰، صحیح مسلم ۲۸۶۰، احمد، ۱/۲۳۵۔

⑤ ۷/الاعراف: ۱۲۸۔

اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں۔ ① اور فرمان ہے تم میں کے ایمان داروں اور نیک لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے ② اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں میں مرقوم ہے یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ زبور سے مراد بقول سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تورات انجیل اور قرآن ہے ③ مجاہد کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے ④ بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتاری تھی ذکر سے مراد یہاں پر تورات ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ذکر وہ ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ۔ یہ بھی مروی ہے کہ زبور وہ آسمانی کتابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ۔ فرماتے ہیں تورات زبور اور علم الہی میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہو کر جنت میں جائے گی یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے۔ ⑤

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں مراد اس سے با ایمان لوگ ہیں اس قرآن میں جو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے پوری نصیحت و کفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گزار بندے ہیں جو ہماری مانتے ہیں اپنی خواہش کو ہمارے نام پر قربان کر دیتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پاس سے اس نبی کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گزاری کرنے والا دنیا و آخرت میں شادماں ہے اور نا قدری کرنے والا دونوں جہان میں برباد و ناشاد ہے جیسے ارشاد ہے کہ تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کر دیا ⑥ اس قرآن کی نسبت فرمایا کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے ہاں بے ایمان بہرے اندھے ہیں۔ ⑦

صحیح مسلم میں ہے کہ ”ایک موقعہ پر اصحاب رسول نے عرض کی کہ حضور ان کافروں کے لیے بدعا کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت و ہدایت ہوں“ ⑧ اور حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں“ ⑨ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ”مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے“ ⑩ طبرانی میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اے قریشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یشرب میں چلا گیا ہے اپنے طلائیے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے وہ خار کھائے ہوئے ہے کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں میں تو اسے یا اسکے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں تم جانتے ہو کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے ابوالحکم سنو تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلا وطن کر دیا ہے میں نے تو کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا اب جب کہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے چھوڑ دو تمہیں چاہیے اس سے بالکل الگ تھلگ رہو اس پر ابو سفیان بن حارث کہنے =

① ۴۰/ غافر: ۵۱۔ ② ۲۴/ النور: ۵۵۔ ③ الطبری، ۱۸/ ۵۴۷۔ ④ ایضاً۔

⑤ ایضاً، ۱۸/ ۵۴۹۔ ⑥ ۱۴/ ابراہیم: ۲۸۔ ⑦ ۴۱/ فصلت: ۴۴۔

⑧ صحیح مسلم، کتاب البر، باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا ۲۵۹۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۱۷۴۔

⑨ حاکم، ۱/ ۳۵ و مسند ضعیف الاعمش عنعن، المعجم الأوسط ۳۰۰۵۔

⑩ اس روایت میں رجل مجہول ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

قُلْ إِنَّمَا يُؤْتِي إِلَىٰ آبَائِكُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا
فَقُلْ أَذْنَبْتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَذِرِيَّ أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ۚ إِنَّهُ
يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۚ وَإِنْ أَذِرِيَّ لَعَلَّاهُ فَتَنَةٌ لَّكُمْ
وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۚ قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۚ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ
مَا تَصِفُونَ ۚ

ترجمہ: کہہ دے کہ میری تو ساری وحی کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے تو کیا تم بھی اس کو تسلیم کرنے والے ہو؟ (۱۰۸) پھر اگر یہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے کہ میں نے تو تمہیں یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے مجھے مطلقاً علم نہیں کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا دور ہے۔ (۱۰۹) البتہ اللہ تعالیٰ تو کھلی اور ظاہر بات کو بھی جانتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اسے جانتا ہے۔ (۱۱۰) مجھے اس کا بھی علم نہیں ممکن ہے یہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک مقررہ وقت تک کا فائدہ ہو۔ (۱۱۱) نبی نے کہا کہ اے رب انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان کیا کرتے ہو۔ (۱۱۲)

= لگا نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہیے یاد رکھو اگر اس کے طرفدار تم پر غالب آ گئے تو تم کہیں کے نہیں رہو گے نہ وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہیے کہ یا تو وہ محمد کو نکال دیں اور وہ بیک بنی دو گوش تن تنہا رہ جائے یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہیے اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کوئے کوئے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انھیں ناکوں چنے چو بادوں گا جب حضور ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑوں گا میں رحمت ہوں میرا بھیجنے والا اللہ ہے وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائیگا جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے میرے پانچ نام ہیں محمد احمد ماحی کہ میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹا دے گا۔ حاشر کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور عاقب۔“ ① مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا ایک دن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حذیفہ! ایک دن رسول اکرم ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ ”جسے میں نے غصے سے برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمت للعالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لیے موجب رحمت بنادے“ ② دینی یہ بات کہ کفار کے لیے آپ ﷺ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے

① طبرانی ۱۵۳۲ و سندہ ضعیف۔

② ابو داود، کتاب السنۃ، باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ ۶۶۵۹ و سندہ حسن؛ احمد، ۴۳۷/۵۔

سے، آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ اگلی امتوں کے مشکروں پر یہ عذاب آئے۔ ①
اللہ ایک ہے: [آیت: ۱۰۸-۱۱۲] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمادیں کہ میری جانب بھی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے تم سب بھی اسے تسلیم کر لو اور اگر تم میری بات باور نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں تم ہمارے دشمن ہو ہم تمہارے۔

جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کرتوتوں سے بیزار ہوں ② اور آیت میں ہے ﴿وَاِنَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ ③ یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بد عہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دے دو۔

اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر تم علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے ہو وہ اس کا خود مجھے علم نہیں۔ ظاہر و باطن کا عالم اللہ ہی ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاؤ اسے سب کا علم ہے بندوں کا کل علم اعمال ظاہری اور پوشیدہ اس پر آشکار ہیں چھوٹا بڑا کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ممکن ہے اس کی تاخیر بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگی تک نفع دینا ہو انبیاء علیہم السلام کو جو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ! ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا جب حضور اکرم ﷺ کسی بھی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ ”میرے رب تو سچا فیصلہ فرما ہم اپنے مہربان رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹ افتراؤں کو ہم سے نالے اس میں ہمارا مددگار رہی ہے۔“ ④

الْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ انبیاء ختم ہوئی۔



تفسیر سورہ حج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝

تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى

النَّاسُ سُكْرِىَ وَمَاهُمْ بِسُكْرِىَ وَلَكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ ۝

ترجمہ: سب سے زیادہ مہربان والے اللہ کے نام سے۔

لوگو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کرو قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے [۱] جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ [۲]

قیامت کی ہولناکیاں: [آیت: ۱-۲] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم فرماتا ہے اور آنے والے دہشتناک امور سے ڈرا رہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے۔ اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہوتے ہوئے اٹھے گا جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زُلْزَالَهَا﴾ ① الخ زمین خوب اچھی طرح جھجھوڑ دی جائے گی اور فرمایا ﴿وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُخَانَ دَحْجَةٍ وَّاحِدَةٍ﴾ ② الخ یعنی زمین اور پہاڑ اٹھا کر ٹکڑا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے اور فرمان ہے ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًا﴾ ③ الخ یعنی جب کہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ جب آسمان و زمین کی پیدائش کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیا وہ اسے منہ میں لیے ہوئے آنکھیں اوپر کو اٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم ربانی ہو اور وہ صور پھونک دیں۔“ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! صور کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایک پھونکنے کی چیز ہے بہت بڑی جس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلا نغمہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بے ہوشی کا تیسرا اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین و آسمان والے گھبرا اٹھیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے بغیر کے بغیر سانس لیے بہت دیر تک برابر اسے پھونکتے رہیں گے۔“ اسی پہلے صور کا ذکر آیت ﴿وَمَا يَنْظُرُ هُوَ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ ④ میں ہے اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے زمین کپکپانے لگے گی جیسے فرمان ہے ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ⑤ الخ جب کہ زمین لرزنے لگے گی اور یکے بعد دیگرے زبردست جھٹکے لگیں گے دل دھڑکنے لگیں گے۔ زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قندیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں چاروں طرف جھلا رہی ہوں۔ آہ! یہی

① ۹۹/ الزلزال: ۱۔ ② ۶۹/ الحاقة: ۱۔ ③ ۵۶/ الواقعة: ۴۔

④ ۳۸/ ص: ۵۱۔ ⑤ ۷۹/ النازعات: ۶۔

وقت ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگے لگیں گے زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئیں گے لوگ ادھر ادھر حیران پریشان بھاگنے دوڑنے لگیں گے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگیں گے۔ اسی لیے اس دن کا نام قرآن نے یوم التلاذذ رکھا۔ اسی وقت زمین ایک طرف سے دوسری طرف تک پھٹ جائے گی اس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر ہوں گے سورج چاند بے نور ہو جائیں گے ستارے جھڑنے لگیں گے اور کھال ادھر نے لگے گی زندہ لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بے خبر ہوں گے۔ آیت قرآن ﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ ① میں جن لوگوں کا استثناء کیا گیا ہے کہ وہ بے ہوش نہ ہوں گے۔

اس سے مراد شہید لوگ ہیں یہ گھبراہٹ زندوں پر ہوگی شہدا اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھے گا اللہ کا یہ عذاب صرف بدترین مخلوق کو ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔ ② یہ حدیث طبرانی، ابن جریر، ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت مطول ہے اس حصے کو وارد کرنے سے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے یہ قیام قیامت سے پہلے ہوگا اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے جیسے کہا جاتا ہے اشرط الساعۃ وغیرہ واللہ اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے بعد میدان محشر میں ہو گا جب کہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے امام ابن جریر اسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ میدان محشر: حضور ﷺ ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب تیز تیز چل رہے تھے جو آپ ﷺ نے آواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی صحابہ رضی اللہ عنہم کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لے کر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے کہ شاید آپ ﷺ کچھ اور فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائے گا کہ اے آدم! جہنم کا حصہ نکال وہ کہیں گے اے اللہ! کتنوں میں سے کتنے؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) جہنم کے لیے اور ایک جنت کے لیے۔“ یہ سنتے ہی صحابہ کے دل دہل گئے چپ لگ گئی آپ ﷺ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ ”غم نہ کرو خوش ہو جاؤ عمل کرتے رہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہو اسے بڑھا دے یعنی یا جوج اور ماجوج بنی آدم میں سے جو ہلاک ہو گئے اور ابلیس کی اولاد۔“ اب صحابہ کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے تم تو اور لوگوں کے مقابلے میں اتنے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ۔“ ③ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت سفر میں اتری اس میں ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کا وہ فرمان سن کر رونے لگے آپ ﷺ نے فرمایا ”قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو ہر نبوت کے پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی اس گنتی کو پوری کر دے گا ورنہ منافقوں سے وہ گنتی پوری ہوگی۔“ اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہو گے۔“ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا۔ ارشاد ہوا ”کیا تم مجھ تک تہائی ہو۔“ اس پر انہوں نے پھر تکمیر کہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے امید ہے کہ تم ہی نصف نصف ہو گے۔“ انہوں نے پھر تکمیر کہی۔ ”راوی کہتے

① ۲۷/ النمل: ۸۷۔ ② ابن ابی حاتم ۱۲/ ۱۶۳؛ الطبری، ۱۸/ ۵۵۹۔

③ احمد، ۴/ ۴۳۵ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحج ۳۱۶۹ وسندہ ضعیف قتادہ اور حسن بصری دونوں راوی

مدرس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں، حاکم، ۱/ ۲۸۔

ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپ ﷺ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں۔ ①

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے ایسی میں مدینے کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ نے تلاوت آیت شروع کی۔ ② ایک اور روایت میں ہے کہ ”جو ہلاک ہوئے جنوں اور انسانوں میں“ ③ اور روایت میں ہے کہ ”تم تو ایک ہزار اجڑا میں سے ایک جز ہی ہو۔“ ④

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا۔ وہ جواب دیں گے ((لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ)) پھر آواز آئے گی کہ اللہ تعالیٰ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکال پوچھیں گے اے اللہ! کتنا؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سونانوے۔ اس وقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے بچے بوڑھے ہو جائیں گے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے کسی نشے سے نہیں بلکہ اللہ کے عذابوں کی ختی کی وجہ سے۔ یہ سن کر صحابہ کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یا جوج یا جوج میں سے نو سونانوے اور تم میں سے ایک تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ تیل کے سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں یا مثل چند سفید بالوں کے جو چند سیاہ رنگ بال تیل کے پہلو میں ہوں۔“ پھر فرمایا ”مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی گنتی میں تمہاری گنتی چوتھے حصے کی ہوگی“ ہم نے اس پر تکبیر کہی۔ پھر فرمایا ”آدمی تعداد میں سب اور آدمی تعداد صرف تمہاری۔“ ⑤ اور روایت میں ہے صحابہ نے کہا حضور! پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہوگا جب کہ حالت یہ ہے۔ ⑥ اور روایت میں ہے کہ ”تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں، ننگے بدن، بے خندہ جمع کیے جاؤ گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور! مرد و عورتیں ایک ساتھ؟ ایک دوسرے پر نظر پڑیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”عائشہ! وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا“ ⑦ (صحیحین)

مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”عائشہ! تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا اعمال کی تول کے وقت جب تک کسی زیادتی نہ معلوم ہو جائے اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جب تک دائیں بائیں ہاتھ میں نہ آجائیں اس وقت جب کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ و غضب میں ہوگی اور کہے گی میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے ہیں دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور ہر سرکش ضدی متکبر پر پھر تو وہ انہیں سمیٹ لے گی اور جن جن کر اپنے پیٹ میں پچانچا دے گی۔ جہنم پر بل صراط ہوگی جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی اس پر آنکس اور کانٹے ہوں گے جسے اللہ چاہے پکڑ لے گی اس پر سے گزرنے والے مثل بجلی کے ہوں گے اور مثل آنکھ جھپکنے کے اور مثل ہوا کے اور مثل تیز گھوڑوں اور افنوں کے۔ فرشتے چاروں طرف کھڑے دعائیں کرتے ہوں گے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچا دے پس بعض تو بالکل صحیح سالم گزر جائیں گے بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔“ ⑧ قیامت کے آثار =

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب من حورہ الحج ۳۱۶۸ وسندہ ضعیف بن جدهان راوی ضعیف ہے۔ احمد، ۴/۴۳۲؛ مسند حمیدی ۸۳۱۔ ② یہ روایت مرسل ہے۔ ③ مسند ابی یعلیٰ ۳۱۲۲ وسندہ ضعیف قتادہ مرسل ہیں۔ حاکم، ۱/۲۹؛ ابن حبان ۷۳۵۴۔ ④ وسندہ ضعیف عباد بن منصور ضعیف ہے۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الحج باب قوله ﴿وَتُرَى النَّاسُ سَكَرًا﴾ ۴۷۴۱؛ صحیح مسلم ۲۲۲؛ احمد، ۳/۳۲۔ ⑥ احمد، ۱/۳۸۸ وسندہ ضعیف ابراہیم بن مسلم الجری ضعیف راوی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ ۵۱۲۴۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الحشر ۶۵۲۷؛ صحیح مسلم ۲۸۵۹۔ ⑧ احمد، ۶/۱۱۰ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۳۵۹۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ ۝ كَتَبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن نُّرَابٍ ثُمَّ مِمَّنْ نُطْفِئُ نَمًّا مِّنْ عَلَاقَةٍ ثُمَّ مِمَّنْ مُضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنَبِّينَ لَكُمْ وَنُقَرِّي فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبَلِّغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُم مَّن يَمُوتُ وَمِنْكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مَن بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ ۝

ترجمہ: بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ سرکش شیطان کی ماتحتی میں [۳] جس پر قضاۃ الہی لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے وہ اسے گمراہ کر دے گا اور اسے آگ کے عذاب کی طرف لے چلا گا۔ [۴] لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو تو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون رستہ سے پھر گوشت کے ٹوٹنے سے جو صورت دیا گیا تھا اور پے نقشہ تھا یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں پھر تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لیے جاتے ہیں اور بعض ناکارہ عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے تو دیکھتا ہے کہ زمین بھر اور خشک ہے پھر جب کہ ہم اس پر بارشیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگتی ہے۔ [۵] یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ [۶] اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ [۷]

== میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن کی جگہ اور ہے۔ یہاں فرمایا قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے بہت سخت ہے نہایت مہلک ہے دل دہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا ہے۔ زلزلہ رعب و گھبراہٹ کے وقت دل کے پٹنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو مبتلا کیا گیا اور سخت چٹخوڑ دیئے گئے۔ ① جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیرِ شان کی قسم

سے ہے اسی لیے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس تختی کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے لوگ بدحواس ہو جائیں گے۔ ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشے میں بدمست ہو رہا ہو دراصل وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ عذابوں کی تختی نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہوگا۔

اللہ کے متعلق بہتان بازی: [آیت: ۳-۷] جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور اللہ کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان الہی سے ہٹ کر نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی کرتے ہیں ان کی جناب باری ترید فرما رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی مانند لگتے ہیں ان کی رائے اور خواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں اس لیے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا یہ جس کی مانند ہیں وہ ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکا رہا ہے اور آخرش انہیں عذابوں میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کے جلانے والے آگ کے ہیں۔ یہ آیت نصر بن حارث کے بارے میں اتری ہے ① اس خبیث نے کہا تھا کہ ذرا تلاء تو اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا۔ اس کے اس سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا اسی وقت آسمانی کڑا کے نے اسے ہلاک کر دیا۔ ②

انسانی پیدائش کے مختلف ادوار: مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری باری زندگی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جن کی نسل تم سب ہو پھر تم سب کو ذلیل پانی کے قطرے سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی پھر گوشت کا ایک لوتھر بنا۔ چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بجکم ربانی اس میں خون کی سرخ پھلکی پڑتی ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت و شبیہ نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اسے صورت عنایت فرماتا ہے سر ہاتھ سینہ پیٹ رانیں پاؤں اور کل اعضاء بنتے ہیں کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے یہ تمہارے مشاہدے کی بات ہے اور کبھی ٹھہر جاتا ہے۔ جب اس لوتھرے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے اللہ کی چاہت ہو خوبصورت بد صورت مرد و عورت بنا دیا جاتا ہے۔ رزق اجل نیکی بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھرے کی پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے رزق، عمل، اجل اور شقی یا سعید ہونا لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔“ ③

پیدا ہونے سے قبل تقدیر کا لکھا جانا: عبد اللہ ﷺ فرماتے نطفے کے رحم میں ٹھہرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ! یہ مخلوق ہو گا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جتنا ہی نہیں خون کی شکل میں رحم اسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی؟ نیک ہو گا یا بد؟ اجل کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون

① الطبری، ۱۸/۵۶۶۔ ② سندہ ضعیف، لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات اللہ علیہم ۳۲۰۸، صحیح مسلم، ۲۶۴۳، ابوداؤد،

۴۷۰۸، ترمذی، ۲۱۳۷، ابن ماجہ، ۱۷۶، احمد، ۱/۳۸۲، ابن حبان، ۶۱۷۴۔

ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ۔ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا۔ پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گزارتا ہے، مقرر رزق پاتا ہے، مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے پھر موت آتی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہونا مقرر ہے پھر حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مفعہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کی طرف لوٹایا جاتا ہے ذی روح بنتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ چالیس پینتالیس دن جب نطفے پر گزر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا جنتی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے لڑکا ہو گا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے۔ پھر عمل، اثر، رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ لیا جاتا ہے جس میں نہ کی ممکن ہے نہ زیادتی۔ ① پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ ہے کمزور ہے اور تمام اعضاء ضعیف ہیں پھر اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو پروان چڑھاتا ہے یہاں تک کہ عقوان جوانی کا زمانہ آتا ہے خوبصورت تو مند ہو جاتا ہے بعض تو جوانی میں ہی چل بستے ہیں بعض بوڑھے پھونس ہو جاتے ہیں۔

انسان کی ضعیف العمری: کہ پھر سے عقل و خرد کو ٹیٹتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں حافظہ فہم سب میں فور پڑ جاتا ہے علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ﴾ ② الخ اللہ نے تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس قوت و طاقت کے بعد ضعف اور بڑھاپا آیا۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔ مسند حافظ ابو یعلیٰ موصلیٰ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی نہ اس پر ہوتی ہے نہ ان پر۔ بلوغت پر پہنچتے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کہ فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے۔ جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے جنوں سے، جذام سے اور برص سے، جب اسے اللہ کے دین پر پچاس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا ہے۔ جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاویز فرماتا ہے جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اس کے گھر والوں کے لیے اسے سفارشی اور شفیق بنا دیتا ہے وہ اللہ کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور زمین میں اللہ کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے۔

جب بہت بڑی ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جب کہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامہ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں اور اگر کوئی برائی اس سے ہو گئی تو وہ نہیں لکھی جاتی۔“ ③ یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں سخت نکارت ہے باوجود اس کے اسے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً

① صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق آدمی فی بطن امہ..... ۲۶۴؛ احمد، ۶/۴؛ مشکل الآثار ۲۶۶۳، السنۃ لا بن ابی عاصم ۱۷۹ ابن حبان ۶۱۷۷۔ ② ۳۰/ الروم: ۵۴۔

③ مسند ابی یعلیٰ ۳۶۷۸، وسندہ ضعیف اس روایت میں خالد الثریات اور داؤد بن سلیمان دونوں مجہول راوی ہیں۔

بھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے از فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً یہی وارد کی ہے۔ ① حافظ ابو بکر بن بزار رحمہ اللہ نے بھی اسے بہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث مرفوع میں بیان کیا ہے ② (اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین)

مرنے کے بعد زندہ ہونے کی ایک اور دلیل: مردوں کو زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ چٹیل میدان بے روئیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تر تازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھول پھل میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا ہے مردہ زمین ایک دم زندگی کے کشادہ سانس لیے لگتی ہے جس جگہ ڈر لگتا تھا وہاں اب راحت روح اور نور عین اور سرور قلب موجود ہو جاتا ہے قسم قسم کے طرح طرح کے بیٹھے کھٹے خوش ذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میوں سے لدے ہوئے خوبصورت چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی آج دل کا سرور اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے پھولوں کے چھوٹے چھوٹے پودے دماغ کو طبلہ عطار بنادیتے ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کتنے خوشگوار معلوم ہوتے ہیں فسبحان اللہ وبحمدہ۔ سچ ہے خالق مدبر اپنی چاہت کے مطابق کرنے والا خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں کے سامنے ہے وہ ہر انقلاب پر ہر قلب مابیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ فرماتا ہے کہتا ہے ہو چاہتا ممکن ہے کہ وہ کہتے ہی نہ ہو جائے۔ یاد رکھو قیامت قطعاً بلا شک و شبہ آنے والی ہی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدیر اللہ زندہ کر کے اٹھانے والا ہے۔ وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور ہے اور رہے گا۔ سورہ یس میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یا دولا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب مابیت کو بھی دلیل میں پیش فرمایا گیا۔ ③ اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں۔

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ عنہ جو ابو رزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھیں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے؟“ ہم نے کہا ہاں۔ فرمایا ”پھر اللہ تو بڑی عظمت والا ہے“ پھر پوچھا حضور! مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ ”کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گزرتے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں خاک اڑ رہی ہو خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ٹکڑا سبزے سے اور قسم قسم کے درختوں سے ہرا بھرا زندہ نوپید ہو جاتا ہے بارونق بن جاتا ہے اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں بھی دیکھی ہوئی مثال اس کا کافی نمونہ اور ثبوت ہے“ ④ (ابوداؤد وغیرہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت =

① احمد، ۸۹/۲، وسندہ ضعیف اس روایت میں فرج بن فضالہ ہے۔

② احمد، ۲۱۷/۳، ۲۱۸، وسندہ ضعیف؛ مسند ابی یعلیٰ ۴۲۴۶؛ الموضوعات، ۱/۱۷۹۔

③ ۳۶/نسخ: ۷۸، ۸۰۔

④ احمد، ۱۱/۴، ابو داؤد کتاب السنۃ، باب فی الرزقۃ ۴۷۳۱ وسندہ حسن؛ ابن ماجہ ۱۸۰ مختصرًا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُبِينٍ ۚ ثَانِي
عَظْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
عَذَابَ الْحَرِيقِ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدُكَ وَأَنَّ اللَّهَ كَيْسٌ بِظُلَامٍ لِّلْعَبِيدِ ۚ

ترجمہ: بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں [۱۸] اپنا بازو موڑنے والے بن کر اس لیے کہ اللہ کی راہ سے بہکادے اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جہنم میں چلنے کا عذاب چکھائیں گے [۹] ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ [۱۰]

== قطعاً بے شبہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقینی جنتی ہے۔

جاہل مقلدوں کی حالت: [آیت: ۸-۱۰] چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہا ہے کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے اللہ کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں حق سے اعراض کرتے ہیں تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں حق کو قبول کرنے سے بے پروائی کے ساتھ انکار کر جاتے ہیں۔ جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزوں کو دیکھ کر بھی بے پروائی کی اور نہ مانا۔ اور آیت میں ہے جب ان سے اللہ کی وحی کی تابعداری کو کہا جاتا ہے اور رسول اللہ کے فرمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو تو دیکھے گا کہ اے رسول! یہ منافق تجھ سے رک جایا کرتے ہیں۔ ① سورۃ منافقون میں ارشاد ہوا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اپنے لیے رسول اللہ سے استغفار کراؤ تو وہ اپنے سر گھما کر گھمنڈ میں آ کر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں۔ ②

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَلَا تُصَغِّرْ حَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ ③ لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلادیا کر یعنی اپنے تئیں بڑا سمجھ کر ان سے تکبر نہ کر۔ اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سن کر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے ④ ﴿لِيُضِلَّ﴾ کلام یا تو لام عاقبت ہے یا لام تعلیل ہے اس لیے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد معاند اور انکار بھی ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ ہم نے اسے ایسا بدخلق اس لیے بنا دیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار ہو جائے۔ اس کے لیے دنیا میں بھی ذلت و خواری ہے جو بدلہ ہے اس کے تکبر کا یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اسے اور چھوٹا کر دیں گے یہاں بھی اپنی چاہت میں ناکام اور بے مراد رہے گا اور آخرت کے دن بھی نار جہنم کا لقمہ ہوگا۔ اسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے اللہ کی ذات ظلم سے پاک ہے جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کا دھار بہاؤ۔ لے اب اپنی عزت اور بڑائی کا بدلہ لیتا جا۔ یہی ہے وہ جس سے عمر بھر شک و شبہ میں رہا۔ ⑤

حضرت حسن بصری علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا پھر

زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا (اعاذنا اللہ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ
وَأِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَلِكَ هُوَ
الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا نِفْعَةَ ۚ ذَلِكَ هُوَ
الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝ يَدْعُوا لَكُنْ ضَرَّةً أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَيْسَ الْمَوْلَى
وَلَيْسَ الْعَشِيرُ ۝

ترجمہ: بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی نفع مل گیا تو دل جسی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آگئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھالیا واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔ [۱۳] اللہ کے سوا انہیں پکارا کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے۔ [۱۴] سے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے قریب ہے یقیناً برے والی ہیں اور برے ساتھی۔ [۱۵]

مفاہ پرست لوگوں کا تذکرہ: [آیت: ۱۱-۱۳] حرف کے معنی شک کے ① ایک طرف کے ہیں گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو تو پھولے نہیں سماتے نقصان دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ”ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے ہیں یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوئے تو کہتے یہ دین نہایت برا ہے۔“ ②

ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے مروی ہے کہ اعراب حضور ﷺ کے پاس آتے اسلام قبول کرتے واپس جا کر اگر اپنے ہاں مینہ پانی پاتے جانوروں میں گھربار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے کچھ نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ بروایت عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے یہاں آ کر ان کے ہاں لڑکا، ان کی اونٹنی کو بچہ آیا انہیں صحت ہوئی تو خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا مصیبت آگئی، مدینے کی ہوا موافق نہ آئی، گھر میں لڑکی پیدا ہوگئی، صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی وسوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے۔“ ③

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا فوراً پہلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں مرد کا فر ہو جاتے ہیں ④ پورے بدنقصیب ہیں دنیا و آخرت برباد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی۔ جن ٹھاکروں اور بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں جن سے فریاد کرتے ہیں جن کے پاس اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں جن سے روزیاں مانگتے ہیں وہ تو محض عاجز ہیں نفع نقصان ان کے ہاتھ ہے ہی نہیں سب سے بڑی گمراہی یہی ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے بیشتر ہی ہو جاتا ہے اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچے گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ یہ بت تو ان کے

① الطبری، ۱۸/۵۷۶۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحج باب ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ﴾

۴۷۴۲۔ ③ الطبری، ۱۸/۵۷۵۔ ④ ایضاً، ۱۸/۵۷۶۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ
مَا يَغِيظُ ۝ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝

ترجمہ: ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ بہت سی جنتیں دے گا۔ اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے رہتا ہے۔ [۱۴]
جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دے گا وہ ادنیٰ پر ایک رسد باندھ کر اپنے خلق میں پسند اچانک لے پھر دیکھ لے
کہ اس کی چالاکیوں سے وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے ترپا رہی ہے؟ [۱۵] ہم نے اسی طرح اس قرآن کو واضح آیتوں میں اتارا ہے جسے اللہ
چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ [۱۶]

= نہایت برے ولی اور نہایت برے ساتھی ثابت ہوں گے ① یا یہ مطلب کہ ایسا کرنے والے خود بہت ہی بد اور بڑے ہی برے
ہیں۔ لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

[آیت: ۱۴-۱۶] برے لوگوں کا بیان کر کے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں
سنت کا ظہور ہے بھلائیوں کے خواہاں برائیوں سے گریزاں ہیں یہ بلند مقامات میں عالی درجات ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ان کے
سوائے لوگ حواس باختہ ہیں اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے۔

قرآن کے احکام واضح ہیں: یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ
اس کا یہ خیال محض خیال ہے آپ ﷺ کی مدد ہو کر ہی رہے گی گویا اپنے غصہ میں مر ہی جائے بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے مکان کی
محبت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پسند اڑال کر اپنے تئیں ہلاک کر دے۔ ② ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی اللہ کی مدد اس کے نبی کے
لیے نہ آئے گویا جل جل کر مرجائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر ہی رہیں گی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کے
خلاف ہو کر ہی رہے گا اللہ کی امداد آسمان سے نازل ہوگی ہاں اگر اس کے بس میں ہو تو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس
اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں ان کی پوری عاجزی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے
دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی ﷺ کو ترقی دے گا ہی چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لیے انہیں چاہیے کہ یہ مرجائیں اپنے تئیں
ہلاک کر ڈالیں جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ ③ الخ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہی
ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کس طرح بجھا سکتا ہے۔
اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جس کی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ
حجت ہے۔ ہدایت گمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کی حکمت وہی جانتا ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا وہ سب کا حاکم ہے وہ
رحمتوں والا، عدل والا، غلبہ والا، حکمت والا، عظمت والا اور علم والا ہے کوئی اس پر غفلت نہیں جو چاہے کرے سب سے حساب لینے والا =

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ
حَقٌّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝

ترجمہ: ایمان دار اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور مشرکین ان سب کے درمیان قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا۔
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ [۱۷] کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج
اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی۔ ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے
جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ: جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ [۱۸]

= وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد۔

[آیت: ۱۷-۱۸] صابین کا بیان مع اختلاف سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ
قیامت کے دن صاف ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم واصل کرے گا۔ سب کے اقوال افعال ظاہر
باطن اللہ پر عیاں ہیں۔

ہر چیز اللہ کو سجدہ کر رہی ہے: مستحق عبادت صرف وہی لاشریک اللہ ہے اسکی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ
بخوشی خواہ بے خوشی ہر چیز کا سجدہ اپنی وضع میں ہے۔ چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں اللہ کے سامنے سر بسجود ہونا بھی آیت
﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهَا سُلْطَانٌ عَلَى شَيْءٍ﴾ ① اٹ میں بیان فرمایا ہے۔ آسمانوں کے فرشتے، زمین کے حیوان، انسان، جنات،
پرند چرند سب اس کے سامنے سر بسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں سورج چاند ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے
ہوئے ہیں۔ ان تینوں چیزوں کو الگ اس لیے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے سامنے جھکے ہوئے
ہیں اسی لیے فرمایا سورج، چاند کو سجدے نہ کرو اسے سجدے کرو جو ان کا خالق ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت
ابو رافع رضی اللہ عنہ سے پوچھا ”جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟“ آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی کو۔ آپ ﷺ نے
فرمایا ”یہ عرش کے تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اسے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ
جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا“ ② سنن ابی داؤد نسائی ابن ماجہ اور مسند احمد میں گہن کی حدیث میں ہے کہ ”سورج چاند اللہ کی
مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے

① ۱۶ / النحل: ۴۸۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر ۳۱۹۹؛ صحیح مسلم ۱۵۹؛

السنن الکبریٰ للنسائی ۱۱۱۷۶؛ ابن حبان ۶۱۵۳۔

جگہ جاتا ہے۔“ ①

ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور اللہ سے اجازت مانگ کر وہی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑتا ہے۔ آپ شخص نے نبی ﷺ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ اس جب سجدے میں گیا تو وہ درخت بھی سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ لِيْ بِهَذَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَضَعْتَ عَنِّيْ بَهَا وَزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ)) یعنی اے اللہ اس سجدے کی وجہ سے میرے لیے اپنے پاس اجر و ثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی آیت پڑھی سجدہ کیا اور یہی دعا آپ ﷺ نے اپنے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا (ترمذی وغیرہ) ②

تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنالیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں ③ اور زیادہ ذکر کرنے والی ہوتی ہیں اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے اللہ کی عبادت بجالاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تاہم کرتے ہیں سرکشی کرتے ہیں۔ اللہ جسے ذلیل کرے اسے عزیز نہ کر سکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔“

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو اللہ کے رسولوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے شخص! تلا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی چاہت کے مطابق۔ فرمایا یہ بھی بتلا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ اس نے کہ سب سے چاہتا ہے۔ پوچھا پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ کے ارادے سے؟ جواب دیا اللہ کے ارادے سے۔ فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا پھر کیا بات رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو میں واللہ تیرا سراڑا دیتا۔ مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم فرمایا اس نے سجدہ کر لیا جنتی ہو گیا میں نے انکار کر دیا جہنمی بن گیا۔“ ④ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! سورہ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اور جو ان دونوں پر سجدہ نہ کرے اسے چاہیے کہ اسے پڑھے ہی نہیں“ ⑤ (ترمذی وغیرہ)

① احمد، ۴/۲۶۹؛ ابن خزیمہ ۱۴۰۴؛ نسائی، کتاب الکسوف، باب نمبر ۱۶، حدیث ۱۴۸۶؛ ابن ماجہ، ۱۶۶۲؛ ابو داؤد،

۱۱۹۳ مختصرًا وسندہ ضعیف۔ ② ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول فی سجود القرآن ۳۴۲۴ وسندہ حسن؛

ابن ماجہ ۱۰۵۳؛ ابن حبان ۲۷۶۸؛ ابن خزیمہ ۵۶۲؛ حاکم، ۱/۲۱۹ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے

(صحیح ترمذی ۴۷۳) ③ احمد، ۳/۴۴۱؛ سندہ ضعیف ابن لہید کا اختلاط سے پہلے یہ روایت بیان کرنا ثابت نہیں۔

④ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة، ۸۱؛ ابن ماجہ، ۱۰۵۲؛ احمد، ۲/۴۴۳؛

ابن حبان ۲۷۵۹۔ ⑤ ابو داؤد، کتاب سجود القرآن، باب تفریع ابواب السجود، کم سجدة فی القرآن، ۱۴۰۲ وسندہ

حسن؛ ترمذی، ۵۷۸؛ احمد، ۴/۱۵۱؛ حاکم، ۱/۴۰۸۔

هٰذِیْنَ خَصَّمُوا فِیْ رِیْبِهِمْ ۚ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ
تَّارٍ یُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِیْمُ ۖ یَصْهَرُ بِهِ مَا فِیْ بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۖ
وَلَهُمْ مَّقَامٌ مِّنْ حَدِیدٍ ۖ كُلُّهَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرَجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اَعِیْدُوا
فِیْهَا ۚ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝

ترجمہ: یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں پس کافروں کے لیے تو آگ کے کپڑے ہیونت کر کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی کا تریڑا بہایا جائے گا۔ [۱۹] جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی۔ [۲۰] اور ان کی سزا کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ [۲۱] یہ جب بھی وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دیے جائیں گے جلنے کا عذاب بچھتے رہو۔ [۲۲]

۲۱۹

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحب کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہ رحمہ اللہ نے اپنی سماعت کی اس میں تصریح کر دی ہے اور ان پر بڑی جرح تدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے۔ ابوداؤد میں فرمان رسالت مآب ﷺ ہے کہ ”سورۃ حج کو قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں۔ ① امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مسند بھی بیان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دو بار سجدہ کیا اور فرمایا اسے ان دو سجدوں کی فضیلت دی گئی ہے“ (ابوبکر بن عدی) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے تین سورۃ مفصل میں دوسورۃ حج میں ② (ابن ماجہ وغیرہ) پس یہ روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کر دیتی ہیں۔

مؤمن اور کافر کا اختلاف: [آیت: ۱۹-۲۲] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کے مقابلے میں بدر کے دن جو کافر آئے تھے عتبہ اور اس کے دوستوں کے بارے میں اتری ہے ③ صحیح بخاری میں ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے علی اور حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ اور شیبہ اور عتبہ اور ولید۔ ④ اور قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں۔ اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لیے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں اور مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اس لیے تم سے اولیٰ ہیں پس اللہ نے اسلام کو غالب

① المراسیل لابی داؤد ۷۸ وسندہ ضعیف۔ ② ابو داؤد، کتاب سجود القرآن، باب تفریع ابواب السجود، کم سجدۃ فی القرآن ۱۴۰۱ وسندہ ضعیف حارث بن سعید راوی مجہول الحال ہے۔ ابن ماجہ، ۱۰۵۷؛ حاکم، ۱/۲۲۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الحج باب قوله ﴿هٰذِیْنَ خَصَّمَانِ خِصَمًا مَّا فِیْ رِیْبِهِمْ﴾ ۴۷۴۳؛ صحیح مسلم ۳۰۳۳؛ ابن ماجہ ۲۸۳۵۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الحج ۴۷۴۴؛ ابن ابی شیبہ ۵/۴۵۷۔

کیا اور یہ آیت اتری۔

قنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد اس سے سچانے والے اور جھٹلانے والے ہیں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت میں مؤمن و کافر کی مثال ہے جو قیامت میں مختلف تھے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد جنت و دوزخ کا قول ہے۔ دوزخ کا سوال تھا کہ مجھے سزا کی چیز بنا اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا۔ مجاہد کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آ سکتا ہے۔ مؤمن اللہ کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجائے حق کو پست کرنے اور باطل کو ابھارنے کی فکر میں تھے۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لیے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دیے جائیں گے یہ تانبے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے ① پھر اوپر سے گرم ایلٹے ہوئے پانی کا تریزا ڈالا جائے گا جس سے آنتیں اور چربی گھل جائے گی اور کھال بھی جھل کر جھڑ جائے گی۔ ترمذی میں ہے کہ ”اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر بیروں پر گر پڑیں گی پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا۔“ ② عبد اللہ بن سری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈوپٹے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا تھوڑا مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”ان تھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی کٹائی ہوگی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے“ ③ (مسند)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیے جائیں گے۔ اگر غساق کا جو جہنم والوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبو کے مارے ہلاک ہو جائیں“ ④ (مسند احمد) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے واغے کا غل بچ جائے گا۔ ⑤ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیے جائیں گے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ⑥ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ہے جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ انہیں چھوٹے کی تو آس ہی نہیں رہے گی بیروں میں جو جھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط پتکڑیاں ہیں ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گھن کھا کر تہہ میں اتر جاتے ہیں ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزہ چکھو جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے ⑦ زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی۔

① الطبری، ۱۸/۸۹۰۔ ② ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب ماجاء فی صفة شراب اهل النار ۲۵۸۲ وسندہ حسن

حاکم، ۳۸۷/۲، حلیۃ الاولیاء، ۱۸۲/۸؛ شرح السنة ۴۴۰۶۔

③ احمد، ۲۹/۳ وسندہ ضعیف دراج کی ابوالاثیم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ ۱۳۸۸، حاکم، ۶۰۰/۴۔

④ احمد، ۸۳/۳ وسندہ ضعیف دیکھئے حدیث سابق مسند ابی یعلیٰ ۱۳۷۷۔ ⑤ الطبری، ۱۸/۵۹۳۔

⑥ حاکم، ۳۸۷/۲۔ ⑦ ۳۲/السجدة: ۲۰۔

إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝
وَهُدُودٌ إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۝ وَهُدُودٌ إِلَى صِرَاطٍ الْحَمِيدِ ۝

ترجمہ: ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں بہریں لے رہی ہیں جہاں وہ سونے کے نگین پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی وہاں ان کا لباس خالص ریشم کا ہوگا (۲۳) ان کو پاکیزہ بات کی رہنمائی کردی گئی اور قابلِ صد تعریف کی راہ کی ہدایت کردی گئی۔ [۲۴]

جنتیوں پر انعامات: [آیت: ۲۳-۲۴] اوپر جہنمیوں کا اور ان کی سزاؤں کا ان کے طوق و زنجیر کا ان کے جلنے جھلنے کا ان کے آگ کے لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے۔ آمین! فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات کے چاروں طرف پانی کی نہریں بہریں مار رہی ہوں گی جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں گے موتیوں میں تل رہے ہوں گے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے ”مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔“ ① کعب احبار فرماتے ہیں جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام بھی مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے لیے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا اگر ان میں سے ایک نگین بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اسی طرح جاتی رہے جس طرح اس کے نگین سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہاں بہشتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے جیسے سورہ ہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے چاندی کے نگین ہوں گے اور شرابِ طہور کے جام پر جام پی رہے ہوں گے یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آور سچی کا نتیجہ۔ ②

صحیح حدیث میں ہے ”ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔“ ③ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔ ④ ان کو پاک بات سکھا دی گئی جیسے فرمان ہے ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ ⑤ ایماندار بحکم ربانی جنت میں جائیں گے جہاں ان کا تحفہ آپس میں سلام ہوگا۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہیں گے تمہارے صبر کا کیا اچھا انجام ہوا۔ ⑥

اور جگہ فرمایا ﴿لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ۖ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا﴾ ⑦ وہاں کوئی لغو بات اور رنجیدہ بات نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے پس انہیں وہ مکان دے دیا گیا جہاں صرف دل بہانے والی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے =

① صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور ۵۹۵۳، صحیح مسلم ۲۵۰ ② ۷۶ / الذہر: ۲۱-۲۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال وقد ما يجوز منه ۵۸۳۰، ۵۸۳۴، صحیح مسلم ۲۰۶۹ السنن الکبریٰ ۹۵۸۴ ④ احمد، ۱ / ۳۷، سندہ صحیح واصلہ عند البخاری: ۵۸۳۷، مسلم: ۲۰۶۹۔

⑤ ۱۴ / ابراہیم: ۲۳۔ ⑥ ۱۳ / الرعد: ۲۳، ۲۴۔ ⑦ ۵۶ / الواقعة: ۲۵، ۲۶۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي
جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ
نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا اور راہ الہی سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لیے مساوی کر دیا ہے وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب پکھائیں گے۔ [۲۵]

= ہیں جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخ کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں جہڑ کے جاتے ہیں اور سرزنش کی جارہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو غیرہ۔ اور انہیں وہ جگہ دی گئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بے ساختہ ان کی زبانوں سے اللہ کی حمد ادا ہونے لگی کیونکہ بے شمار بے نظیر رحمتیں پالیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ ”جیسے بے قصد و بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح جنت والوں کو تسبیح و حمد کا الہام ہوگا۔“ ① بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ہے حدیث کے اور دوا ذکر ہیں اور صراطِ حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے۔ یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

مسجد الحرام سے روکنا بڑا گناہ ہے: [آیت: ۲۵] اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ذکر ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے کا ہے جیسے سورہ بقرہ کی آیت ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ ② الخ میں ہے۔ یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے پھر یہ بھی فعل ہے کہ اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں۔ یہی ترتیب اس آیت کی ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ﴾ ③ یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

مسجد حرام جو اللہ نے سب کے لیے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے مقیم مسافر کے حقوق میں کوئی کی زیادتی نہیں رکھی اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی ④ وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور بیرونجات کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں۔ اس مسئلے میں امام شافعی امام اسحق بن راہویہ رحمہما اللہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی موجودگی میں اختلاف کیا امام شافعی رحمہما اللہ تو فرمانے لگے کہ کی حویلیاں ملکیت میں لائی جاسکتی ہیں ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جاسکتی ہیں دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کل آپ کے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ”عقیل نے ہمارے لیے کون سی حویلی چھوڑی ہے؟“ پھر فرمایا کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا۔ ⑤

① صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب فی صفات الجنۃ واهلها..... ۲۸۳۵۔ ② البقرۃ: ۲۱۷۔ ③ ۱۳/الرعد: ۲۸۔

④ الطبری، ۵۹۶/۱۸۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ابن رکن النبی ﷺ الراية يوم الفتح ۴۲۸۲،

۴۲۸۳؛ صحیح مسلم ۱۳۵۱؛ ابو داؤد ۲۹۱۰؛ ابن ماجہ ۲۷۳۰؛ احمد، ۵/۲۰۱؛ ابن حبان ۵۱۴۹؛ بیہقی، ۳۴/۶۔

اور دلیل یہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے ہمنوا ہیں۔

امام اسحق بن راہویہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ درٹے میں نہیں بٹ سکتے نہ کرائے پر دیے جاسکتے ہیں۔ سلف میں سے ایک جماعت یہی کہتی ہے۔ مجاہد اور عطاء کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن نھلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں اور صدیقی و فاروقی خلافت میں کے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت کہی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اور کو بسنے کے لیے دے دیتے۔ ❶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نہ تو کے کے مکانون کو بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا۔ حضرت عطاء بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے کے گھروں کے دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ محن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے گھر کا دروازہ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا۔ انہوں نے آ کر کہا مجھے معاف فرمایا جائے میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔ آپ نے فرمایا پھر خیر ہم اسے تیرے لیے ہی جائز رکھتے ہیں۔ اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں مروی ہے کہ اے اہل مکہ! اپنے مکانون کے دروازے نہ رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں۔ عطاء فرماتے ہیں شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کے کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے ان دونوں باتوں کے درمیان مسلک پسند فرمایا ہے یعنی ملکیت کو اور درٹے کو تو جائز بتلایا ہاں کرایے کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ﴿بِالْحَادِ﴾ میں باز آمد ہے جیسے ﴿تَبَسُّتْ بِالدُّهْنِ﴾ ❷ میں اور اعشیٰ کے شعر (صَمَنَتْ بِرِزْقِ عِبَالِنَا اَوْ مَاحُنَا) الخ میں یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیزوں پر موقوف ہیں الخ اور شاعروں کے اشعار میں با کا ایسے موقعوں پر باز آمد آنا مستعمل ہوا ہے لیکن اس سے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل ﴿يَهْمُ﴾ کے معنی کا متضمن ہے اس لیے با کے ساتھ متعدی ہوا ہے۔ الحاد سے مراد کبیرہ شرمناک گناہ ہے۔ ﴿بِظُلْمٍ﴾ سے مراد قصد ہے تاویل کی رو سے نہ ہونا ہے اور معنی شرک کے غیر اللہ کی عبادت کے بھی کیے گئے ہیں ❸ یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں اللہ کے حرام کیے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے گناہ قتل بے جا ظلم و ستم وغیرہ ایسے لوگ دردناک عذابوں کے سزاوار ہیں۔ ❹ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو بھی یہاں برا کام کرے۔ یہ حرم کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بد کام کا عزم کر لیں تو انہیں سزا ہوتی ہے گوا سے نہ کریں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحاد و ظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا۔

حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نے تو اسے مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع بیان نہیں کرتا۔ ❺ اس کی اور سند بھی =

❶ ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب اجر بیوت مکة ۳۱۰۷ وسندہ ضعیف سند مرسل ہے۔ علقمہ بن نھلہ صحابی نہیں ہیں۔

❷ ۲۳/ المؤمنون: ۲۰۔ ❸ الطبری، ۱۸/ ۶۰۰۔ ❹ ایضاً۔

❺ احمد، ۱/ ۴۲۸ وسندہ حسن؛ وصححه الحاكم ۲/ ۳۸۸ علی شرط مسلم ووافقه الذہبی، مسند ابی یعلیٰ ۵۳۸۴؛

مسند البزار (زوائد) ۲۲۳۶۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ
لِطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ ۝ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ
رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝

ترجمہ: جب کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف
قیام رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا۔ [۲۶] لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پایادہ بھی آئیں
گئے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آجائیں گے۔ [۲۷]

= ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے۔ عموماً قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔
اور روایت میں ہے ”کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی“ لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن میں بیٹھ کر بھی یہاں کے
کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ① حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاں ان پر یہاں
قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما
کا قول ہے امیر شخص کا یہاں آ کر تجارت کرنا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مکے میں اناج کا بیچنا۔ حبیب بن ابوثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
گراں فروشی کے لیے اناج کو یہاں روک رکھنا۔

ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول ﷺ سے یہی منقول ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عبد اللہ بن انیس
کے بارے میں اتری ہے اسے حضور ﷺ نے ایک مہاجر اور ایک انصار کے ساتھ بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب پر فخر
کرنے لگا اس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ
جو الحاد کرے مکہ کی پناہ لے۔ ان آثار سے گو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ عام
ہے بلکہ اس میں تشبیہ ہے اس سے بڑی چیز پر اسی لیے کہ جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر
پرندوں کے غول کے غول بھیج دیے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لیے باعث عبرت بنا
دیے گئے۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ”ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا جب وہ پہنچیں گے تو سب کے سب مع
اول آخر کے دھنسا دیے جائیں گے“ ③ الخ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد
کرنے سے بچیں میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ”یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا اس کے گناہ اگر تمام جن و انس کے گناہوں سے
تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں دیکھو خیال رکھو تم وہی نہ بن جانا“ ④ (مسند احمد) اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ نصیحت آپ نے

① حاکم، ۳۸۸/۲ و مسند حسن۔ ② ابوداؤد، کتاب المناسک، باب تحریم مکة ۲۰۲۰، و مسند ضعیف موسیٰ بن
بازان جعفر بن مکي اور عمارۃ بن ثوبان مجہول و مستور ای ہیں۔ ③ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الأسواق ۲۱۱۸؛ ابن
حبان ۶۷۵۵۔ ④ احمد، ۱۳۶/۲ و مسند حسن؛ مجمع الزوائد، ۳/۲۸۵۔

انہیں حطیم میں بیٹھ کر رکھی تھی۔ ①

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیت اللہ: [آیت: ۲۶-۲۷] یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے اللہ کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا۔ اس گھر کے بانی خلیل اللہ ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا۔ آنحضرت ﷺ سے ابو ذر نے سوال کیا کہ حضور! سب سے پہلے کوئی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا ”مسجد حرام“ میں نے کہا پھر؟ فرمایا ”بیت المقدس“ میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا ”چالیس سال کا۔“ ② اللہ کا فرمان ہے ﴿إِنَّا أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا﴾ ③ دوا آیتوں تک۔ اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھنا۔“ ④ بیت اللہ کی بنا کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لیے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے ⑤ اور اسے خاص کر دے ان کے لیے جو موحد ہیں۔ طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین پر بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے۔ پھر طواف کے ساتھ نماز کو ملایا قیام رکوع سجدے کا ذکر فرمایا اسی لیے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے نماز کا قبلہ بھی یہی ہے ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بے شک قبلے کی طرف رخ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائے گی، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کیا کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارتا ہے آواز پہنچاتا میرے ذمے ہے۔ پس آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابو قیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی ہر چتر، درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند لبیک پکارا بہت سے سلف سے یہ منقول ہے ⑥ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے۔ اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لیے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لیے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے ⑦ پھر سواری کا تو ان کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش کے میں پیدل حج کرتا اس لیے کہ فرمان الہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود کمال قدرت و قوت کے پایادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور ﷺ کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا در دراز سے حج کے لیے آئیں گے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ ﴿فَاَجْعَلْ اَفْنَدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ﴾ ⑧ لوگوں کے دلوں کو اے اللہ تو ان کی طرف متوجہ کر دے۔ آج دیکھ لو وہ کون سا مسلمان ہے جس کا دل کعبہ کی زیارت کا مشتاق نہ ہو اور جس کے دل میں طواف کی تمنا نہیں تڑپ نہ رہی ہوں۔ (اللہ ہمیں نصیب فرمائے)

① احمد، ۲/۲۱۹ ح ۷۰۴۳ وسندہ حسن۔ ② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نمبر ۱۰، حدیث

۳۳۶۶؛ صحیح مسلم ۵۲۰؛ ابن ماجہ ۷۵۳؛ احمد، ۵/۱۵۰؛ ابن حبان ۱۵۹۸۔ ③ ۳/ آل عمران: ۹۶۔

④ ۲/ البقرة: ۱۲۵۔ ⑤ الطبری، ۱۸/۶۰۴۔

⑥ الطبری، ۱۸/۶۰۵، حاکم، ۲/۳۸۸۔ ⑦ الدر المنثور، ۶/۳۵۔ ⑧ ۱۴/ ابراہیم: ۳۷۔

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ
مِّنَ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفَقِيرِ ۝ ثُمَّ لِيَقْضُوا
تَقَاتِهِم وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝

ترجمہ: اپنے فائدے کے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوبیسوں پر جو پالتو ہیں۔ پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ [۲۸] پھر اپنا نیل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف ادا کریں۔ [۲۹]

[آیت: ۲۸-۲۹] دنیا آخرت کے فوائد حاصل کرنے کو آئیں اللہ کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاد تجارت وغیرہ کا بھی لیں ① جیسے فرمایا (لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ) ② الخ۔ موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں۔ مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے ”کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں۔ بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنا جان و مال اللہ کی راہ میں کھپا دیا“ ③ (صحیح بخاری) میں نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) اور (اَللَّهُ اَكْبَرُ) اور (اَلْحَمْدُ لِلَّهِ) بکثرت پڑھا کرو ④ انہی دس دنوں کی قسم (وَلِكُلِّ يَوْمٍ عَشْرٌ) ⑤ کی آیت میں ہے۔ بعض سلف کہتے ہیں (وَأَتَمُّنَهَا بَعَثُ) ⑥ سے مراد بھی یہی دن ہیں۔ ابو داؤد میں ہے حضور ﷺ ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے۔ ⑦ بخاری میں ہے حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان دنوں بازار میں آتے اور بکیر پکارتے بازار والے بھی آپ کے ساتھ بکیریں پڑھنے لگتے۔ ⑧ ان ہی دس دنوں میں عرفہ کا دن ہے جس دن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں“ ⑨ (صحیح مسلم) ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ”اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے۔“ الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث میں ہے ”یہ دس دن رمضان مبارک کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں“ کیونکہ نماز روزہ صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری دہے میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان مبارک کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ ان میں لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل اور راتیں رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں۔ اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل میں جمع ہو

① الطبری، ۱۸/۶۰۹۔ ② ۲/البقرة: ۱۹۸۔ ③ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام

التشریق ۹۶۹؛ ترمذی ۷۵۷؛ ابو داؤد ۲۴۳۸؛ ابن ماجہ ۱۸۲۷؛ احمد، ۱/۲۲۴۔ ④ احمد، ۲/۷۵ وسندہ ضعیف

یزید بن ابی زید ضعیف ہے۔ شعب الایمان ۳۷۵۰؛ مشکل الآثار ۲۹۷۱۔ ⑤ ۸۹/الفجر: ۲۔ ⑥ ۷/الاعراف: ۱۴۲۔

⑦ ابو داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر ۲۴۳۷ وسندہ صحیح؛ نسائی ۲۴۲۰۔ ⑧ صحیح بخاری، کتاب

العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق قبل رقم: ۹۶۹ تعلیقاً۔ ⑨ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب

صیام ثلاثة ایام من کل شهر ۱۱۶۲؛ ابو داؤد، ۲۴۲۵؛ ترمذی، ۷۵۲؛ ابن ماجہ، ۱۷۳۰؛ ابن حبان، ۳۶۳۳۔

جاتی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ﴿اَيَّامٌ مَّعْلُومَاتٍ﴾ کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہی مروی ہے اور ایک روایت سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد کے دو دن۔ اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اسکے بعد کے تین دن اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک صحیح ہے۔ سدی رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری ﴿عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْاَنْعَامِ﴾ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفہ کا دن بقرہ عید کا دن اور اسکے بعد کا ایک دن ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے حضرت اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہیں۔ بہیمۃ الانعام سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں جیسے سورۃ الانعام کی آیت ﴿فَمِیْنَةُ اَزْوَاجٍ﴾ ① میں مفصل موجود ہے۔ پھر فرمایا اسے خود کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ۔ اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ اکثر بزرگوں کا مذہب ہے کہ یہ رخصت ہے یا استحباب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ”ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکالیا جائے“ پھر آپ ﷺ نے وہ گوشت کھایا اور شور بایا۔ ② امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا کھالے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے اس کے برخلاف مسلمانوں کو اس گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی اب جو چاہے کھائے جو چاہے نہ کھائے۔ حضرت مجاہد اور حضرت عطاء رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہاں کا یہ حکم ﴿وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ ③ کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کھیلو اور سورۃ جمعہ میں فرمان ہے ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِی الْاَرْضِ﴾ ④ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ ⑤ مطلب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کے لیے پھیل جانے کا لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے دو حصے کر دیے جائیں ایک حصہ خود قربانی کرنے والے کا دوسرا حصہ فقیر فقرا کا۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہیں تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لیے اور تہائی صدقہ کرنے کے لیے پہلے قول والے اوپر کی آیت کی سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت ﴿وَاطْعَمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ ⑥ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں اس کا پورا بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ ⑦ سے مراد وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو۔ ⑧ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو دست سوال دراز نہ کرتا ہو، بیمار ہو، کم بینا ہو، والا ہو۔ ⑧ پھر وہ احرام کھول ڈالیں، سر منڈا لیں، کپڑے پہن لیں، ناخن کٹوا ڈالیں وغیرہ احکام حج پورے کر لیں ⑨ نذریں پوری کر لیں ⑩ حج کی قربانی کی اور جو ہوں۔ پس جو شخص حج =

① ۶/ الانعام: ۱۴۳۔ ② احمد، ۱/ ۳۱۴ و مسندہ ضعیف اس روایت کا بعض حصہ دوسری سند کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی ہے۔ دیکھیے مرقم: ۱۲۱۸۔ ③ ۵/ المائدة: ۲۔ ④ ۶۲/ الجمعة: ۱۰۔ ⑤ الطبری ۱۸/ ۶۱۱۔ ⑥ ۲۲/ الحج: ۳۶۔ ⑦ الطبری، ۱۸/ ۶۱۲۔ ⑧ ایضاً، ۱۸/ ۶۱۲۔ ⑨ ایضاً، ۱۸/ ۲۱۳۔ ⑩ ایضاً، ۱۸/ ۲۱۴۔

ذَلِكَ وَمَنْ يُعِظْمُ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَأُحِلَّتْ لَكُمْ
الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ
الزُّورِ ۚ حُنْفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۖ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ
السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝

ترجمہ: یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لیے اس کے رب کے پاس بہتری ہے اور تمہارے لیے چوپائے جانور
حلال کر دیے گئے بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کیے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہیے اور جھوٹی بات سے بھی
پرہیز کرنا چاہیے [۳۰] اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا
آسمان سے گر پڑا اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہو کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔ [۳۱]

= کے لیے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ طواف صفا مروہ عرفات کے میدان میں جانا مزدلے کی حاضری شیطانوں کو کنکر مارنا
وغیرہ سب کچھ لازم ہے ان تمام احکام کو پورا کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے حضور ﷺ نے بھی کیا جب آپ ﷺ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف
واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو کنکریاں ماریں سات سات پھر قربانی کی پھر سرمنڈ دیا پھر لوٹ کر بیت اللہ آ کر طواف بیت
اللہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو یا البتہ
حائضہ عورتوں کو تخفیف کر دی گئی ہے۔ ① بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی اپنے
طواف کے اندر لے لینا چاہئے اس لیے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا میں یہ داخل تھا گو قریش
نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ۔ اسی لیے حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے
طواف کیا اور فرمایا بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ میں داخل ہے اور آپ ﷺ نے دونوں شای رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بنا
ابراہیمی کے مطابق پورے نہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا۔ ② پہلے اسی طرح کی
عمارت تھی کہ یہ اندر تھا اسی لیے اسے پرانا گھر کہا گیا ہے یہی سب سے پہلا خانہ اللہ ہے ③ اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طوفان نوح میں
سلامت رہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آ سکا یہ ان سب کی دست برد سے آزاد ہے جس نے بھی اس سے برا قصد
کیا وہ تباہ ہوا اللہ نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا۔ ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے ④ جو حسن غریب
ہے اور ایک اور سند سے مرسل بھی مروی ہے۔

شعائر اللہ تقدیس ایمان کی نشانی ہے: [آیت: ۳۰-۳۱] فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور ان پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان اب اور =

① صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف الوداع؛ ۱۷۵۵، صحیح مسلم ۱۳۲۸، بیہقی، ۱۶۱/۵۔

② سندہ ضعیف ال روایت میں "رجل" مجہول ہے۔ ③ الطبری، ۱۸/۶۱۵۔ ④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن،

باب ومن سورة الحج ۳۱۷۰ وسندہ ضعیف ابن صہاب زہری مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ حاکم، ۲/۳۸۹۔

ذَلِكَ وَمَنْ يُعِظْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۖ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۖ

ترجمہ: یہ سن لیا اب اور سنو اللہ کی نشانیں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔ [۳۳] ان میں تمہارے لیے ایک مقرر وقت تک کا فائدہ ہے پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔ [۳۳]

== سنو جو شخص حرمت باری تعالیٰ کی عزت کرے یعنی گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچے ان کے کرنے سے اپنے تئیں روکے اور ان سے بھاگتا رہے اس کے لیے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے۔ مکہ حج عمرہ بھی حرمت باری تعالیٰ ہیں۔ تمہارے لیے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں جو مشرکوں نے بھیرہ سائبہ وصیلہ اور حام نام رکھ چھوڑے ہیں یہ اللہ نے نہیں بتلائے اللہ کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور بوقت ذبح بہا ہوا خون، سور کا گوشت، اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا ہوا، گلا گھونٹا ہوا وغیرہ۔ ①

تمہیں چاہیے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور رہو من یہاں پر بیان جنس کے لیے ہے۔ اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت ﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ ذَاتِ الْبَيْنِ﴾ ② الخ یعنی میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کر دیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور گناہ اور سرکشی کو اور بے علمی کے ساتھ اللہ پر باتیں بنانے کو از، میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ نے پوچھا ”کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ارشاد ہو۔ فرمایا ”اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ پھر تنکی سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا۔“ اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ ﷺ اب نہ فرماتے۔ ③ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے اپنے خطبے میں کھڑے ہو کر تین بار فرمایا ”جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی۔“ پھر آپ ﷺ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا ④ اور روایت میں ہے کہ ”صبح کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔“ ⑤ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی مروی ہے اللہ کے دین کو خلوص کے ساتھ تمام لو باطل سے ہٹ کر حق کی طرف آ جاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ بنو۔ پھر شرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرند ہی اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ کافر کی روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور دیں سے اسے پھینک دیا جاتا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ ⑥ یہ حدیث پوری بحث کے ساتھ سورہ ابراہیم میں گزر چکی ہے۔ سورہ انعام میں ان مشرکوں کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ مثل اس کے ہے جسے شیطان باؤلا بنا دے۔ ⑦

قربانی کے مسائل: [آیت ۳۲-۳۳] اللہ کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت و عزت بیان ہو رہی ہے کہ

① الطبری، ۱۸/۶۱۸۔ ② ۷/الاعراف: ۳۳۔ ③ صحیح بخاری کتاب الشهادات باب ما قبل فی شہادۃ الزور

④ ۲۶۵۴: صحیح مسلم ۸۷: ترمذی ۱۹۰۱۔ ⑤ احمد، ۴/۱۷۸، ترمذی کتاب الشهادات باب ما جاء فی شہادۃ الزور

⑥ ۲۲۹۹: وسندہ ضعیف فائق راوی مجهول الحال ہے۔ ⑦ احمد، ۴/۳۲۱: ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی شہادۃ الزور ۳۵۹۹

وسندہ ضعیف حبیب بن نعمان راوی مجهول الحال ہے نیز محمد بن عبید مجہول العین راوی ہے۔ ترمذی ۲۳۰۰: ابن ماجہ ۲۳۷۲۔

⑧ احمد، ۴/۲۸۷: وهو حدیث صحیح۔ ⑨ ۶/الانعام: ۷۱۔

احکام الہی پر عمل کرنا اللہ کے فرمان کی توقیر کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو قربہ اور عمدہ کرنا۔ ①
 سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں قربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا ② (بخاری)
 رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”دوسیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون اللہ کو زیادہ محبوب ہے“ ③
 مسند احمد، ابن ماجہ۔ پس گواور رنگت کے جانور بھی جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے جانور افضل ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ
 نے دو بھیڑے چتکبرے بڑے بڑے سینگ والے اپنی قربانی میں ذبح کیے۔ ④ ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک
 بھیڑا بڑے سینگ والا چتکبر اذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور پیروں پر سیاہ رنگ تھا (سنن) ⑤

امام ترمذی رحمہ اللہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے دو بھیڑے بہت موٹے تازے چکنے
 چتکبرے خسی ذبح کیے۔“ ⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور
 خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں اور آگے سے کئے ہوئے کان والے کی پیچھے سے کئے
 ہوئے کان والے کی لمبائی میں چرے ہوئے کان والے کی سوراخ والے کی قربانی نہ کریں“ ⑦ (احمد اہل سنن) اسے امام
 ترمذی رحمہ اللہ صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ”سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کئے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے“
 اس کی شرح میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب کہ آدھایا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو۔ ⑧ بعض اہل لغت
 کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں قصماء کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے غضب کہتے
 ہیں اور حدیث میں لفظ غضب ہے اور کان کا کچھ حصہ کٹ گیا ہو تو اسے بھی عربی میں اعضب کہتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسے جانور کی قربانی گو جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز ہی
 نہیں (بظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے
 وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور قربانی میں جائز نہیں وہ کان جانور جس کا بھیجکا پن ظاہر ہو اور وہ
 بیمار جانور جس کی بیماری کھلی ہوئی ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گودے بغیر کا ہو گیا ہو ⑨ (احمد)

① الطبری، ۱۸/۶۲۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب اضحیۃ النبی ﷺ بکشین اقربین..... تعلیقاً
 قبل حدیث ۵۵۵۳۔ ③ احمد، ۲/۴۱۷ وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۴/۲۲۷۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الاضاحی،
 باب اضحیۃ النبی ﷺ بکشین اقربین..... ۵۵۵۴؛ صحیح مسلم ۱۹۶۶؛ ابو داود، ۱۷۹۴؛ ترمذی ۱۴۹۴؛ ابن ماجہ ۳۱۲۰؛
 احمد، ۳/۱۷۰؛ ابن حبان ۵۹۰۔ ⑤ ابو داود، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا ۲۷۹۶ وهو صحیح، ترمذی
 ۱۴۹۶؛ نسائی، ۴۳۹۵؛ ابن ماجہ ۳۱۲۸۔ ⑥ ابورافع سے روایت احمد، ۸/۶ میں موجود ہے لیکن وہ شریک کی وجہ سے ضعیف ہے
 جب کہ ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب اضاحی رسول اللہ ﷺ ۳۱۲۲ وهو حسن، میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔

⑦ احمد، ۱/۱۰۸؛ ابو داود، کتاب الضحایا، باب مایکرہ من الضحایا ۲۸۰۴ وسندہ ضعیف ابواسحاق دلس کے سماع کی تصریح
 ثابت نہیں ہے۔ ترمذی ۱۴۹۸؛ نسائی ۴۳۷۷؛ ابن ماجہ ۳۱۴۲؛ حاکم، ۴/۲۲۴؛ امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی
 موافقت کی ہے اور امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے صحیح نہیں ہے۔

⑧ ابو داود حوالہ سابق ۲۸۰۵، ۲۸۰۶؛ ترمذی ۱۵۰۴؛ نسائی ۴۳۸۲؛ ابن ماجہ ۳۱۴۵ وسندہ حسن۔

⑨ ابو داود، کتاب الضحایا، باب مایکرہ من الضحایا ۲۸۰۲ وسندہ صحیح؛ ترمذی ۱۴۹۷؛ نسائی ۴۳۷۴؛ ابن ماجہ ۳۱۴۴۔

اہل سنن)۔ اسے امام ترمذی رحمہ اللہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے اس کا گوشت ناقص ہو جاتا ہے اور بکریاں چرتی چگتی رہتی ہیں مگر یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا۔ اسی لیے اسی حدیث کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی نہ ہو بہت کم ہو امام صاحب رحمہ اللہ کے دونوں قول ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا ”بالکل سینگ کٹے جانور سے اور سینگ ٹوٹے جانور سے اور کانے جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ہی ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانور سے۔“ ① پس ان کل عیوب والے جانور کی قربانی ناجائز ہے ہاں اگر قربانی کے لیے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد اتفاقاً اس میں کوئی ایسی بات آجائے مثلاً لولا لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے خلاف ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے قربانی کے لیے جانور خرید اس پر ایک بھیڑ پے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا پونا توڑ لیا میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اسی جانور کی قربانی کر سکتے ہو۔“ ② پس خریدتے وقت جانور کا فربہ ہونا تیار ہونا بے عیب ہونا چاہیے۔ جیسے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ آنکھ کان دیکھ لیا کرو۔ ③ ”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لیے تازہ کیا۔ لوگوں نے اس کی قیمت تین سواشرنی لگائی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے بیچ دوں اور اس کی قیمت سے اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہ اللہ قربان کروں۔ آپ ﷺ نے منع فرما دیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو۔“ ④

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ محمد بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جہار اور سرمنڈا نا اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ ہے۔ پھر فرماتا ہے ان جانوروں کے بالوں میں اون میں تمہارے لیے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لیے کارآمد ہیں یہ سب ایک مقررہ وقت تک یعنی جب تک اسے راہ اللہ نہیں ⑤ کیا ان کا دودھ پوان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لیے مقرر کر دیا پھر وہ اللہ کی چیز ہو گیا۔ اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری لے سکتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ”ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا حضور! میں اسے قربانی کی نیت کا کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔“ ⑥

① ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا ۲۸۰۳ وسندہ ضعیف اس روایت میں ابو حمید الرعینی مجہول راوی ہے (التقریب، ۲/۱۴۱) ② احمد، ۳/۳۲ ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب من اشتری ضحیۃ فاصابھا عندہ شیء ۳۱۴۶ وسندہ ضعیف اس کی سند میں جابر بن یزید الجعفی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۱۲۳)

③ ابن ماجہ، کتاب الاضاحی، باب ما یکرہ ان یضحی بہ ۳۱۴۳ وسندہ حسن۔

④ احمد، ۲/۱۴۵ ابوداؤد کتاب المناسک باب تبدیل الہدی ۱۷۵۶ وسندہ ضعیف جمہ یا فہم راوی ضعیف ہے۔

⑤ الطبری، ۱۸/۶۲۳۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب رکوب البدن ۱۶۸۹ صحیح مسلم ۱۳۲۲ ترمذی ۹۱۱؛ ابن ماجہ ۳۱۰۴۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ
فَالَهُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ
قُلُوبُهُمُ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمُ وَالْبَاقِي الصَّلَاةِ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

ترجمہ: ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں کچھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ اے نبی عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے۔ [۳۳] انہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت و اقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں۔ [۳۵]

صحیح مسلم میں ہے ”جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو۔ ① ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر بھی اگر بچ رہے تو خیر اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس بچے کو دونوں کو بنام اللہ ذبح کر دے۔“

پھر فرماتا ہے ان کی قربان گاہ بیت اللہ ہے جیسے فرمان ہے ﴿هَذَا بَالِغُ الْكَعْبَةِ﴾ ② اور آیت میں ہے ﴿وَالْهَدْيِ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحَلَّهُ﴾ ③ بیت العقیق کے معنی اس سے پہلے ابھی ابھی بیان ہو چکے ہیں فَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرنے والا احرام سے حلال ہو جاتا ہے دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

قربانی کی اہمیت: [آیت: ۳۴-۳۵] فرمان ہے کہ کل استوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا ان کے لیے ایک دن عید کا مقرر تھا وہ بھی اللہ کے نام ذبح کرتے تھے سب کے سب کے میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے تاکہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں۔ ”حضور ﷺ کے پاس بھی دو بھیڑے چتکبرے بڑے بڑے سینگوں والے لائے گئے آپ نے انہیں لٹا کر انکی گردن پر پاؤں رکھ کر بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا۔“ ④

مسند احمد میں ہے کہ ”صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت پوچھا ہمیں اس میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ دریافت کیا اور ان کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ان کو ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی۔“ اسے امام ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔ ⑤ تم سب کا اللہ ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام اول بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں اللہ کی یگانگت میں کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا سب اللہ کی توحید اور اسی کی عبادت کی طرف تمام جہان کو بلاتے رہے سب پر اول وجہی نبی نازل ہوتی رہی پس تم سب اس کی طرف جھک جاؤ اس کے ہو کر =

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز ركوب البدنة ۱۳۲۴۔

② ۵/ المائدة: ۹۵۔ ③ ۴۸/ الفتح: ۲۵۔

④ صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح ۵۵۶۵؛ صحیح مسلم ۱۹۶۶۔

⑤ احمد، ۴/ ۳۶۸؛ ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ثواب الأضحية ۳۱۲۷ وسندہ ضعیف جدًّا۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافً ۚ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَصِرَ ۚ
كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

ترجمہ: قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر دیے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا نام اللہ پڑھ کر خرچ کرو پھر جب ان کے پہلوؤں میں سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارا ماتحت کر رکھا ہے کہ تم شکر گزاری کرو۔ [۳۶]

= رہو اس کے احکام کی پابندی کرو اس کی اطاعت میں استحکام کرو جو لوگ مطمئن ہیں جو متواضع ہیں جو تقویٰ والے ہیں جو ظلم سے بیزار ہیں مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خوگر نہیں مرضی مولارضائے رب پر راضی ہیں انہیں خوشخبریاں سنا دیں وہ مبارکباد کے قابل ہیں جو ذکر الہی سنتے ہی دل نرم کر کے خوف ربانی سے پر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں۔ کٹھن کاموں پر صبر کرتے ہیں مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واللہ! اگر تم نے صبر و سہار کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیے جاؤ گے۔ ﴿وَالْمُقِيمِ﴾ کی قرأت اضافت کے ساتھ توجہ ہو کر ہے لیکن ابن سنیق نے ﴿وَالْمُقِيمِ﴾ پڑھا ہے اور ﴿الصَّلَوة﴾ کا زبر پڑھا ہے۔ امام حسن رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کے ساتھ لیکن ﴿الصَّلَوة﴾ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ تخفیف کے ہے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زبر لازم ہے اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو مطلب یہ ہے کہ فریضہ ربانی کے پابند ہیں اور حق اللہ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا دینے رہتے ہیں اپنے گھرانے کے لوگوں کو فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورت مند ہوں سب کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں۔ سورہ برآۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی بھرا اللہ ہم کر آئے ہیں۔

قربانی کے فضائل: [آیت: ۳۶] یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کیے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھریلو قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا ﴿لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ﴾ ① الخ نہ تو اللہ کے ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے مہینوں کی گستاخی کرو الخ پس ہر اونٹ گائے جو قربانی کے لیے مقرر کر دیا جائے وہ بدن میں داخل ہے ② گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی گائے بھی اس میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔“ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ”ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔“ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ مسند احمد میں اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا خروید نفع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

① ۵/ المائدة: ۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام..... ۱۲۱۳؛ ابوداؤد ۲۸۰۹؛ ترمذی

فرماتے ہیں ”بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو“ ① (ابن ماجہ و ترمذی)۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”کسی خرچ کا فضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز نہیں“ ② (دارقطنی)۔ پس اللہ فرماتا ہے تمہارے لیے ان جانوروں میں ثواب ہے نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو سوار ہو سکتے ہو پھر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے عید الاضحیٰ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھیڑ لایا گیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے“ ③ (احمد، ابوداؤد، ترمذی) فرماتے ہیں عید والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو بھیڑ لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ((وَجْهَتْ وَجْهِي لِلدِّيِّ فَطَوَّ السَّمُوتَ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمِّهِ)) پڑھ کر ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ)) کہہ کر ذبح کر ڈالا۔“ ④

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”قربانی کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو بھیڑے مولے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چست کمرے خریدتے جب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پاتے ایک جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں عید گاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ یہ میری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح کر کے فرماتے یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے بھی کھاتے“ ⑤ (احمد، ابن ماجہ)

((صَوَّأَتْ)) کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اونٹ کو تین پیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر ((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ)) پڑھ کر اسے نحر کرنے کے کیے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو نحر کرنے کے لیے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر دے اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ⑥ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے

① ترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء فی فضل الاضحية ۱۴۹۳ وسندہ ضعیف ابوالہی راوی ضعیف ہے۔ ابن حبان ۳۱۲۶۔

② دارقطنی، ۲۸۲/۴، سندہ ضعیف جداً، اس کی سند میں ابراہیم بن یزید الخوزی متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/۷۵، رقم: ۲۵۴)

③ احمد، ۳۵۶/۳؛ ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاة یضحی بها عن جماعة ۲۸۱۰ وهو حسن؛ ترمذی ۱۵۲۱؛

احمد، ۳۶۲/۳؛ حاکم، ۲۲۹/۴؛ بیہقی، ۲۸۵۔

④ ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا ۲۷۹۵ وهو حسن؛ ابن ماجہ ۳۱۲۱۔

⑤ احمد، ۸/۶، سندہ ضعیف، اس روایت میں علی بن حسین کا ابورافع سے سماع ثابت نہیں۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب الحج،

باب نحر الابل مقیدۃ ۱۷۱۳؛ صحیح مسلم ۱۳۲۰؛ ابوداؤد ۱۷۶۸؛ احمد، ۳/۲؛ ابن حبان ۵۹۰۳۔

ہی نحر کرتے تھے ① (ابوداؤد) حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن عبد الملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو۔ جیتہ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تریٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حربہ تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی کر رہے تھے۔ ② ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں (صوافن) ہی یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر۔ صواف کے معنی خالص کے بھی کیے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں خدا کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے تھے تم نہ کرو صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اوروں کو بھی کھلاؤ نیزہ مارتے ہی کٹڑے کاٹنے شروع نہ کر دو جب تک روح نہ نکل جائے اور ٹھنڈا نہ پڑ جائے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ ”روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو۔“ ③ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے۔ دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرنے کے وقت اچھی طرح سے نرمی کے ساتھ ذبح کرو چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔“ ④ فرمان ہے کہ ”جانور میں جب تک جان ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حرام ہے“ ⑤ (احمد، ابوداؤد، ترمذی) پھر فرمایا اسے خود کھاؤ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی خواہ وہ گھروں میں بیٹھنے والے ہوں خواہ در بدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے اور معتز وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے لیکن تاہم سوال نہ کرے ⑥ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر بس کرے اور معتز وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی مسکینی کا اظہار کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو آنے جانے والا اور معتز سے مراد دوست اور ناتواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گو مالدار ہوں لیکن تمہارے ہاں آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لیے دراز کرتا ہے اور معتز سے مراد وہ جو ہیرے پھیرے کرے کہ کچھ مل جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہیں تہائی اپنے کھانے کو تہائی دوستوں کو دینے کو تہائی صدقہ کرنے کو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”میں نے تمہیں قربانی کا گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع کر دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جس طرح چاہو“ ⑦ اور روایت میں ہے کہ ”کھاؤ جمع کرو“ اور صدقہ کرو اور روایت میں ہے ⑧ ”کھاؤ کھلاؤ اور راہ اللہ دو۔“ ⑨ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی =

① ابوداؤد، کتاب المناسک، باب کیف تنحر البدن ۱۷۶۷ وسندہ ضعیف البوزیر اور ابن جریج دونوں راوی مدلس ہیں اور سماع کی

تصریح نہیں ہے۔ ② صحیح مسلم کتاب الحج باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۱۸۔

③ دارقطنی، ۴/ ۲۸۳ وسندہ ضعیف جداً۔

④ صحیح مسلم، کتاب الصيد، باب الامر باحسان الذبیح والقتل ۱۹۵۵؛ ابوداؤد ۲۸۱۵؛ ترمذی ۱۴۰۹؛ ابن ماجہ ۱۳۷۰؛ ابن حبان ۵۸۸۲؛ احمد، ۴/ ۱۲۳۔

⑤ احمد، ۵/ ۲۱۸؛ ابوداؤد، کتاب الاضاحی، باب اذا قطع من الصيد

قطعة ۲۸۵۸ وسندہ حسن، ترمذی ۱۴۸۰؛ حاکم، ۴/ ۲۳۹؛ بیہقی ۲۳/ ۱؛ دارقطنی ۵۴۸؛ دارمی، ۱۸۔

⑥ الطبری، ۱۸/ ۶۳۶۔ ⑦ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ماکان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی

بعد ثلاث..... ۱۹۷۷؛ ترمذی ۱۵۱۰۔ ⑧ صحیح مسلم حوالہ سابق ۱۹۷۱؛ ابوداؤد ۲۸۱۲؛ ابن حبان ۵۹۲۷۔

⑨ صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منها ۵۵۶۹۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ
سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۚ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکرے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو۔ نیک لوگوں کو خوش خبری سنا دے۔ [۳۷]

= آدھا صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ اور حدیث میں یہ بھی ہے ”کہ کھاؤ جمع ذخیرہ کرو اور راہ اللہ دو۔“ اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں۔ بعض کہتے ہیں اس پر ویسی ہی قربانی یا اس کی قیمت کی ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدھی قیمت دے بعض آدھا گوشت بعض کہتے ہیں اس کے اجزائیں سے چھوٹے سے چھوٹے جز کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے۔ کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ ”کھاؤ اور فی اللہ دو اس کے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں۔“ ① بعض علما نے بیچنے کی رخصت دی ہے بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کر دیے جائیں (مسئلہ)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سب سے پہلے ہمیں اس دن نماز عید ادا کرنی چاہیے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اس نے سنت کی ادائیگی کی اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے گھروالوں کے لیے گوشت جمع کر لیا اسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں“ ② (بخاری و مسلم)۔ اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ اور علما کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل آئے۔ اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کر لے کیونکہ صحیح مسلم میں ہے ”امام جب تک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو۔“ ③ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لیے کہتے ہیں کہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہو لے قربانی نہ کریں واللہ اعلم۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور قول ہے کہ شہر والوں کے لیے تو یہی ہے کیونکہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں لیکن گاؤں والوں کے لیے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایام تشریق۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارہویں تاریخ سب کے لیے قربانی کی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو ایام تشریق کے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ایام تشریق سب قربانی کے ہیں“ ④ (احمد ابن حبان) کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرمانبردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چا ہو سواری لو جب چا ہو دو وہ نکال لو جب چا ہو

① احمد، ۱۵/۴ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۲۶/۴۔

② صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخطبة بعد العید ۹۶۵، صحیح مسلم ۱۹۶۱، ابوداؤد ۲۸۰۱، ترمذی ۱۵۰۸،

احمد، ۳۰۳/۴ ابن حبان ۵۹۰۶۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب من الاضاحی ۱۹۶۴۔

④ احمد، ۸۲/۴ وسندہ ضعیف؛ بیہقی، ۵/۲۹۵ اس روایت کی تمام سندیں ضعیف ہیں۔

ذبح کر کے گوشت کھا لو جیسے سورۃ البس میں ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا﴾ سے ﴿اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ① تک بیان ہوا ہے۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری ناقدری نہ کرو۔

تقویٰ کی فضیلت: [آیت: ۳۷] ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت اللہ کا نام بڑائی سے لیا جائے اسی لیے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ کہ قربانیوں کے گوشت و خون سے اللہ کو کوئی نفع ہوتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے۔ جاہلیت کی بیوقوفیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ پر قربانی کا خون چھڑکتے۔ مسلمان ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظر میں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہ میں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔“ ② اور حدیث میں ہے کہ ”خیرات صدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے قربانی کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے“ ③ اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ عارضی رحمہ اللہ سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ گوشت و خون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو اگر چاہو خور کھ لو اگر چاہو اور اللہ دے دو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں کر دیا ہے کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور تار مرضی کے کاموں سے رک جاؤ اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو جو لوگ نیک کار ہیں حدود الہی کے پابند ہیں شریعت کے عامل ہیں رسولوں کو سچاتے ہیں وہ مستحق مبارک باد اور لائق خوش خبری ہیں (مسئلہ) امام ابو حنیفہ، مالک اور ثوری رحمہم کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ”جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“ ④ اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اسے منکر بتلاتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کرتے رہے“ ⑤ (ترمذی) امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب و فرض نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ”مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں“ ⑥ یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی“ پس وجوب ساقط ہو گیا۔ حضرت ابو شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پڑوس میں رہتا تھا یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی سنت کفایہ ہے جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی باقی سب پر سے ہٹ گئی اس لیے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ =

① ۳۶/۷۱، ۷۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم ۲۵۶۴/۳۴۔

③ ترمذی، کتاب الاضاحی، باب ماجاء فی فضل الاضاحی ۱۴۹۳ وسندہ ضعیف الباقی راوی ضعیف ہے۔ ابن ماجہ ۳۱۲۶ شیخ البانی نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفة ۵۲۶)

④ احمد، ۲/۳۲۱، ابن ماجہ ۳۱۲۳ وسندہ حسن، حاکم، ۲/۳۸۹؛ دارقطنی، ۴/۲۸۵۔ ⑤ ترمذی، کتاب الاضاحی، باب الدلیل علی ان الاضاحی سنة ۱۵۰۷ وسندہ ضعیف، حجاج بن ارطاة ضعیف و دلس راوی ہے۔ احمد، ۲/۳۸۔

⑥ ابن ماجہ، کتاب الزکاة، باب ما ادى زکاتہ لیس بکنز ۱۷۸۹، وسندہ ضعیف الباقی راوی ضعیف ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۖ
 أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتُلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۖ الَّذِينَ
 أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۖ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ
 النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهْجَمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ
 فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَلَٰكِنْ صَرَّنَا اللَّهُ مِنْ يَتَصَرَّ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

ترجمہ: سن رکھو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دے گا کوئی خیانت کرنے والا نا شکر اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔ [۳۸]
 جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے [۳۹]
 یہ وہ ہیں جنہیں بلا وجہ ان کے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے
 سے نہ ہٹاتا تو ہتایت عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ویران کر دی جاتیں جہاں اللہ کا نام بہ کثرت
 لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔ [۴۰]

= رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں فرمایا ”ہر گھروالوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے۔ جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے
 تم رھیہ کہتے ہو“ ① اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی
 میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ للذبح کرو یا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے اوروں کو بھی کھلاتے پھر لوگوں نے اس
 میں وہ کر لیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو ② (ترمذی، ابن ماجہ)۔ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اپنی اور اپنے گھروالوں کی طرف سے ایک
 بکری کی قربانی کیا کرتے تھے ③ (بخاری)۔ اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے
 ہیں ”لذبح“ کرو مگر منہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے تو پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو۔“ ④ زہری رضی اللہ عنہ تو
 کہتے ہیں کہ جذع یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام آئی نہیں سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے ہر جانور کا
 جزء کافی ہے لیکن یہ دونوں قول افراط و تفریط والے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو شی ہو اور بھیڑ کا چھ
 ماہ کا بھی جائز ہے۔ اونٹ تو شی ہوتا ہے جب پانچ سال کر کے چھٹے میں لگ جائے اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں
 لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گز ار کر چوتھے میں لگ گئی ہو اور بکری کا شی وہ ہے جو دو سال گز ار چکا ہو اور جذع کہتے ہیں اسے
 جو سال بھر کا ہو گیا ہو اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو اس سے کم مدت کا کوئی قول

① ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی ایجاب الأضاحی ۲۷۸۸ وسندہ ضعیف ابوداؤد مجہول الحال راوی ہے۔ ترمذی ۱۵۱۸؛

نسائی ۴۲۲۹؛ ابن ماجہ ۳۱۲۵۔

② ترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء ان الشاة الواحدة تجزی عن أهل البيت ۱۵۰۵ وهو صحیح؛ ابن ماجہ ۳۱۴۷۔

③ صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب بیعة الصغیر ۷۲۱۰۔

④ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحية ۱۹۶۳؛ ابوداؤد ۲۷۴۱؛ احمد، ۳/۳۱۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۳۲۴۔

نہیں اس سے کم عمر والے کو حمل کہتے ہیں جب تک کہ اس کی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذع کہا جاتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

[آیت: ۳۸-۴۰] اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿الَّذِينَ يَكُفُّونَ عَنِ اللّٰهِ﴾ ① یعنی کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟

اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ② ارح جو اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ آپ اسے کافی ہے ارح۔ دعا باز شکرے اللہ کی محبت سے محروم ہیں اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے اللہ کی نعمتوں کے منکر اللہ کے پیار سے دور ہیں۔

جہاد کی اجازت اور اس کا پس منظر: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جب حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب مدینے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار مکہ سے چڑھ دوڑے تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری ③ بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے جو قرآن میں اتری ④ اس سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا کہ افسوس ان کفار نے اللہ کے پیغمبر کو وطن سے نکالا یقیناً یہ تباہ ہوں گے پھر یہ آیت اتری تو صدیق رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ جنگ ہو کر رہے گی ⑤ اللہ اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کر دے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اس لیے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو ارح۔ اور آیت میں ہے فرمایا ﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ﴾ ⑥ ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے زبردے گا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کے حوصلے نکالنے کا وقت دے گا کہ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں ساتھ ہی جسے چاہے گا تو فتنے تو بدے گا اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمْ يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ﴾ ⑦ ارح یعنی کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ اب تک وہ تو نہیں کھلے جو مجاہد ہیں اور اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے سمجھ لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اور آیت میں ہے کیا تم نے یہ گمان کیا کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک مجاہدین صابریں دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے۔ ⑧ اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَلَقَبَلُوْا نَفْسَكُمْ حَتّٰى تَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَتَبْلُوْا اَخْبَارَكُمْ﴾ ⑨ ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنے والے ہمارے سامنے ظاہر ہو جائیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ان کی امداد پر قادر ہے اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا۔ ⑩ جہاد کو شریعت نے جس وقت مشروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لیے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک تھا جب تک کہ حضور ﷺ کے میں رہے مسلمان بہت ہی کمزور تھے تعداد میں بھی دس کے مقابلے میں ایک بمشکل بیٹھتا چنانچہ جب لیۃ العقبہ میں انصاریوں نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو انہوں نے کہا کہ اگر حضور حکم دیں تو اس وقت منیٰ میں جتنے

① ۳۹/ الزمر: ۳۶ ② ۶۵/ الطلاق: ۳ ③ الطبری، ۱۸/ ۶۴۳۔ ④ ایضاً۔

⑤ احمد، ۱/ ۲۱۶؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحج ۳۱۷ وهو صحيح؛ السنن الكبرى للنسائی ۱۱۳۴۵۔

⑥ ۹/ التوبة: ۱۴ ⑦ ۹/ التوبة: ۱۶ ⑧ ۳/ آل عمران: ۱۴۲۔

⑨ ۴۷/ محمد: ۳۱ ⑩ الطبری، ۱۸/ ۶۴۳۔

شرکین جمع ہیں ان پر بخون ماریں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ابھی اس کا حکم نہیں دیا گیا یہ یاد رہے کہ یہ بزرگ صرف اسی (80) سے کچھ اوپر تھے۔ جب مشرکوں کی بغاوت بڑھ گئی جب وہ سرکشی میں حد سے گزر گئے حضور ﷺ کو سخت ایذا میں دیتے دیتے اب آپ ﷺ کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے آپ ﷺ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے کا غصے لگے اسی طرح صحابہ کرام پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے بیک بنی دو گوش وطن مال اسباب اپنوں غیروں کو چھوڑ کر جہاں جس کا موقعہ بنا گھبرا کر چل دیا کچھ تو حبشہ پہنچے کچھ مدینے گئے یہاں تک کہ خود آفتاب رسالت کا طلوع بھی مدینے میں ہوا اہل مدینہ محمدی جھنڈے تلے جوش و خروش سے جمع ہو گئے لشکر کی صورت مرتب ہو گئی کچھ مسلمان ایک جھنڈے تلے دکھائی دینے لگے قدم ٹکانے کی جگہ مل گئی اب دشمنان دین سے جہاد کے احکام نازل ہوئے پس سب سے پہلے یہی اتری۔ اس میں بیان فرمایا گیا کہ یہ مسلمان مظلوم ہیں ان۔ کے گھرباران سے چھین لیے گئے ہیں بے وجہ گھر سے بے گھر کر دیے گئے ہیں کے سے خارج کیے گئے مدینے میں بے سرد سامانی میں پہنچے ① ان کا کوئی جرم بجز ازیں نہ تھا کہ صرف اللہ کے پرستار تھے رب کو ایک مانتے تھے اپنا پروردگار صرف اللہ کو جانتے تھے۔ یہ استثنا منقطع ہے گو مشرکین کے نزدیک تو یہ امر اتنا بڑا جرم ہے جو ہرگز کسی صورت سے معافی کے قابل نہیں فرمان ہے ﴿يُخَوِّجُونَ الرُّسُلَ وَيَأْتِيَهُمْ أَن تَوْلُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾ ② الخ تمہیں اور تمہارے رسول کو صرف اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو جو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ خندقوں والوں کے قصے میں فرمایا ﴿وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ یعنی دراصل ان کا کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب مہربان ذی احسان پر ایمان لائے تھے۔ مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھودتے ہوئے اپنے رجز میں کہہ رہے تھے۔

لَا تَصَلُّوْنَا وَلَا تَصَلِّیْنَا
وَكَبِیْتُ الْأَقْدَامُ إِنَّ لَاقِیْنَا
إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَعِیْنَا

لَا هُمْ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
فَأَنْزَلْنَا مَكِیْنَةً عَلَيْنَا
إِنَّ الْأَوَّلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

خود رسول اللہ ﷺ بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور (اَعِیْنَا) کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے۔ ③ پھر فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا اگر ہریر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین پر شر فساد مچ جاتا ہر قوی ہر کمزور کو نکل جاتا۔ عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں ④ ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مجوسیوں کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں ﴿بَيْعٌ﴾ ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں ⑤ بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کیسے ہیں صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کیے گئے ہیں ⑥ بعض کہتے ہیں مراد گر جا ہیں بعض کا قول ہے صابی لوگوں کا عبادت خانہ راستوں پر جو عبادت گھراہل کتاب کے ہوں انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد ⑦ ﴿فِيْهَا﴾ کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لیے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع نصرانیوں کے بیچ یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں جن =

① الطبری، ۱۸/۶۴۳۔ ② ۶۰/الممتحنة: ۱۔ ③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهي الاحزاب، ۴۱۰۶؛ صحیح مسلم ۱۸۰۳۔ ④ الطبری، ۱۸/۶۴۷۔ ⑤ ایضاً، ۱۸/۶۴۸۔ ⑥ ایضاً، ۱۸/۶۴۹۔ ⑦ ایضاً، ۱۸/۶۵۰۔

الَّذِينَ اِنْ مَكَتَهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَامَرُوا
 بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ ۝۱۰۰ وَاِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ
 كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ۝۱۰۱ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ۝۱۰۲ وَاَصْحٰبُ
 مَدْيَنَ ۚ وَكَذَّبَ مُوسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِيْنَ ثُمَّ اخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ
 نَكِيرِ ۝۱۰۳ فَكَانَ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَفِيْهَا خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرْوٰثِهَا
 وَبِئْرٍ مُّعْتَلَةٍ وَقَصْرِ مَّشْيُودٍ ۝۱۰۴ اَفَلَمْ يَسِيرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنُ لَهُمْ قُلُوْبٌ
 يَعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اَذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاتَّهٰا لَا تَعْمٰى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ
 تَعْمٰى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ ۝۱۰۵

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں ادا کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے [۱۰۱] اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد و ثمود [۱۰۲] اور قوم ابراہیم اور قوم لوط [۱۰۳] اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں مویٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں تو میں نے کافروں کو یوں ہی سی مہلت دی پھر دھربایا پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ [۱۰۴] بہت سی بستیوں میں جنہیں ہم نے تہ و بالا کر دیا اس لیے کہ وہ ظالم تھے پس وہ اپنی جھٹوتوں کے بل اور اندھی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے کچے اور بلند گن ویران پڑے ہیں [۱۰۵] کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ [۱۰۶]

= میں اللہ کا نام خوب لیا جاتا ہے۔ ①

بعض علما کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کی طرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح نیک نیت عمل صالح ہے وہ مسجد ہیں۔ پھر فرمایا اللہ اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار ہے جیسے فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ ② الخ یعنی اگر اے مسلمانو! تم اللہ کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا وہ تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا کفار پر افسوس ہے اور ان کے اعمال غارت ہیں۔ پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا عزت والا ہونا کہ سب اس کے ماتحت ہر ایک اس کے سامنے ذلیل و پست سب اسکی مدد کے محتاج وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب جس پر اسکی مدد دہٹ جائے وہ مغلوب فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۰۶ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝۱۰۷﴾ ③ الخ یعنی ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کر لیا

ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کی جائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَ اَنَا وَرُسُلِي﴾ ① اِنْ تَرَبَّعَا اللہ تعالیٰ کہہ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب ہیں بے شک اللہ تعالیٰ قوت و عزت والا ہے۔

[آیت ۴۱: ۴۶] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے ہم بے سبب خارج از وطن کئے گئے تھے پھر ہمیں اللہ نے سلطنت دی ہم نے نماز روزہ کی پابندی کی بھلے احکام دیے اور برائی سے روک جاری کی پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے ابو العالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الہی تم سے برابر لے اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوئے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے تم پر اس کا حق یہ ہے کہ ظاہر باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ﴾ ② میں ہے۔ کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے عمدہ نتیجہ پر ہیزگاروں کا ہوگا ہرنیکی کا بدلہ اسی کے ہاں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے کا انجام؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں نوح علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک کے کل انبیاء کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں دلائل سامنے تھے حق کھل چکا لیکن منکروں نے مان کر نہ دیا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کر لیں لیکن جب وہ نمک حرامی سے باز نہ آئے تو آخرش میرے عذابوں میں گرفتار ہوئے دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی ہے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے خدائی دعوے اور اللہ کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھکارا نہیں ہوتا پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخَذْنَا مِنْكَ اِذَا اَخَذْنَا الْقُرٰى وَهٰى ظٰلِمَةٌ اِنَّ اَخَذَهُ اِكْبَمُ شَدِيْدًا﴾ ③ پڑھی ④ پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے عارت کر دیا جن کے محلات کھنڈ رہنے پڑے ہیں اوندھے گھرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہو گئیں ان کی آبادیاں اجڑ گئیں ان کے کنوئیں خالی پڑے ہیں جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں ان کے چونچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند بالا اور پختہ تھے وہ آج اجڑ پڑے ہیں وہاں ⑤ الو بول رہا ہے ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتی اور پائیداری بے کار ثابت ہوئی رب کے عذاب نے انہیں تہس نہس کر دیا جیسے فرمان ہے ﴿اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَذْرَءُكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشِيْدَةٍ﴾ ⑥ یعنی گو تم چونچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں نہ سہی کبھی غور و فکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی۔ امام ابن ابی الدنیا رضی اللہ عنہ کتاب التفکر والاقتدار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! لو ہے کے نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لے کر زمین میں چل پھر کر آثار و عبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔ اسی کتاب میں =

① ۵۸ / المجادلة: ۲۱۔ ② ۲۴ / النور: ۵۵۔ ③ ۱۱ / ہود: ۱۰۲۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة ہود باب قوله ﴿وَكَذٰلِكَ اَخَذْنَا مِنْكَ اِذَا اَخَذْنَا الْقُرٰى وَهٰى ظٰلِمَةٌ﴾؛ ۴۶۸۶؛ صحیح مسلم ۲۵۸۳؛ ترمذی، ۳۱۱۰؛ ابن ماجہ، ۴۰۱۸؛ ابن حبان، ۵۱۷۵؛ بیہقی، ۹۴ / ۶۔

⑤ الطبری، ۱۸ / ۶۵۳۔ ⑥ ۴ / النساء: ۷۸۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۖ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ
كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ
أَخَذْتُهَا ۖ وَإِلَى الْمَصِيرِ ۝

ترجمہ: عذاب کو تجھ سے جلدی طلب کر رہے ہیں اللہ ہرگز اپنا وعدہ نہیں ٹالنے کا ہاں البتہ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔ [۴۷] بہت سی نا انصافی کرنے والوں کی ہمتوں کو میں نے ڈھیل دی پھر آخراً انہیں پکڑ لیا میری ہی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ [۴۸]

== بعض دانش مندوں کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر اور زہد اور دنیا سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اسے قوی کر لے اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے زمانے کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے دنوں کے الٹ پھیر سمجھا کر اسے بیدار کر دے گزشتہ واقعات سے اسے عبرت ناک بنا اگلوں کے قصے اسے سنا کر ہوشیار رکھ ان کے شہروں میں اور ان کے سوانح میں اسے غور و فکر کرنے کا عادی بنا اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا کچھ ہوا کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیے گئے۔ پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ ان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے برا اندھا پن دل کا ہے گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں۔ دل کے اندھا پے کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد ابن حیان اندلسی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے وہ فرماتے ہیں اے شخص جو گناہوں میں لذت پارہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور برے آپے سے بھی توبہ خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے! آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق نہ حاصل کیا جائے یا درکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج چاند۔ گوجی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل نا خواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا کیا امیر ہو کیا غریب کیا شہری ہو کیا دیہاتی۔

قیامت کے دن کی مقدار کا بیان: [آیت: ۴۷-۴۸] اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ یہ لمحہ کفار اللہ کو اس کے رسول کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانے والے تجھ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد ان عذابوں کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جن سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے بھی کہتے تھے کہ الہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگباری کر یا اور کسی طرح کا درد ناک عذاب بھیج کہتے تھے کہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا درکھو اللہ کا وعدہ اٹل ہے قیامت اور عذاب آ کر ہی رہیں گے۔ اولیاء اللہ کی عزت اور اعداء اللہ کی ذلت یقینی اور شدنی چیز ہے۔ اصمعی کہتے ہیں میں ابو عمرو بن علا کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عمرو کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے اسی وقت عذاب کی آیت تلاوت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تو عجبی ہے؟ سن عرب میں وعدہ کا یعنی اچھی بات کے وعدے کا خلاف برا سمجھا جاتا ہے لیکن ایجاد کا یعنی سزا کے احکام کا رد و بدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم =

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ ۖ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ آيَاتِهِ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ ۖ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۖ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

ترجمہ: اعلان کر دو کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہی ہوں۔ [۳۹۱] پس جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں ان ہی کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ [۵۰] اور جو لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں۔ [۵۱] ہم نے تجھ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا پس شیطان کی ملاوت کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے پھر اپنی باتیں پکی کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے۔ [۵۲] یہ اس لیے کہ شیطانی ملاوت کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنادے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں بے شک گنہگار لوگ دور دراز کی مخالفت میں ہیں۔ [۵۳] اور اس لیے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کر لیں کہ یہ تیرے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہے پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو راہِ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے۔ [۵۴]

= سمجھا جاتا ہے دیکھو شاعر کہتا ہے (فانی) وان او عدتہ او وعدتہ لمخلف ایعادی ومنجز موعدی) میں کسی کو سزا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں تو یہ تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کا خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہر گز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا۔ الغرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں لیکن رحمت و انعام کا وعدہ کر کے پھر روک لینا یہ بری صفت ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن اللہ کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار دونوں کے برابر ہے یہ باعتبار اس کے حلم اور بردباری کے ہے اسے علم ہے کہ وہ ہر وقت ان کی گرفت پر قادر ہے اس لیے غلت کیا ہے گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور پکڑ لے گا اسی لیے اس کے بعد ہی فرمان ہوتا ہے بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کمر کئے ہوئے تھے میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے حاضر ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”فقرا

مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھان پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے۔“ ①

اور روایت میں ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں۔ تو یہی آیت سنائی“ یعنی اللہ کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ② ابوداؤد کی کتاب الملاحم کے آخر میں لکھا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور موخر رکھے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا گیا آدھان کتنے عرصہ کا ہوا۔ آپ نے فرمایا پانچ سو سال کا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (ابن جریر)۔

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس بات کو کھلے لفظ میں بیان کیا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت ﴿يَذُكِّرُ الْأُمَمَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ﴾ ③ الخ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر اس کی طرف چڑھ جاتا ہے ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ ایک نو مسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو اللہ نے دنیا کی اہل چھ دن کی کی ہے ساتویں دن قیامت ہے اور ایک دن مثل ہزار ہزار سال کے ہے پس چھ دن تو گزر گئے اور تم ساتویں دن میں ہو اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح ہے جو پورے دنوں ہونہ جانے کب بچہ ہو جائے۔

[آیت: ۴۹-۵۴] چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی مچاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کر دیا جا رہا ہے کہ لوگو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذابوں سے جو تمہارے آگے ہیں چوکنہ کر دوں تمہارا حساب میرے ذمے نہیں عذاب اللہ کے بس میں ہے چاہے اب لائے چاہے دیر سے لائے مجھے کیا معلوم کہ تم میں سے کس کی قسمت میں ہدایت ہے اور کون اللہ کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے چاہت اللہ کی ہی پوری ہونی ہے حکومت اسی کے ہاتھ ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے کسی کو اس کے سامنے چوں چرا کی مجال نہیں وہ بہت حساب لینے والا ہے میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنے والے کی ہے۔ جن دلوں میں یقین و ایمان ہے اور اس کی شہادت ان کے اعمال سے بھی ثابت ہے ان کے کل گناہ معافی کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدردانی کے قابل۔ رزق کریم سے مراد جنت ہے۔ جو لوگ اوروں کو بھی اللہ کی راہ سے اطاعت رسول ﷺ سے روکتے ہیں وہ جہنمی ہیں ④ سخت عذابوں اور تیز آگ کا ایندھن ہیں اللہ ہمیں بچائے اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو ان کے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں۔ ⑤

وحی الہی میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی: یہاں پر اکثر مفسرین نے غرائق کا قصہ نقل کیا ہے اور یہ بھی کہ اس واقعہ کی وجہ سے اکثر مہاجرین جش یہ سمجھ کر کہ اب مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے واپس مکے آ گئے۔ لیکن یہ روایت ہر سند سے مرسل ہے کسی صحیح سند سے مندرجہ مروی نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ چنانچہ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ نے مکہ میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی جب یہ آیتیں آپ پڑھ رہے

① ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء ان الفقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل اغنيائهم ۲۳۵۴، ۲۳۵۵ وهو حسن؛

السنن الكبرى للنسائی ۱۱۳۴۸؛ ابن ماجہ ۴۱۲۲؛ احمد، ۲/۲۹۶؛ ابن حبان ۶۷۶۔

② ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب قیام الساعة ۴۳۵۰ وسندہ ضعیف سند منقطع ہے۔

③ ۳۲/ السجدة: ۵۔ ④ الطبری، ۱۸/ ۶۶۲۔ ⑤ ۱۶/ النحل: ۸۸۔

تھے ﴿اَفَرَأَيْتُمُ اللَّتَّ وَالْعُزَّىٰ وَمِنْلُوَ الثَّالِثَةَ الْاٰخِرٰی﴾ ❶ تو شیطان نے آپ کی زبان سے ایک پر یہ الفاظ ڈالے (تلك الغرائق العلیٰ و ان شفاعتهم ترجی) پس مشرکین خوش ہو گئے کہ آج تو حضور ﷺ نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جو اس سے پہلے آپ ﷺ نے کبھی نہیں کی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے سجدہ کیا ادھر وہ سب بھی سجدے میں گز پڑے اس پر یہ آیت اتری۔ اسے ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے یہ مرسل ہے مسند بزار میں بھی اس کے ذکر کے بعد ہے کہ صرف اسی سند سے ہی یہ مصلہ مروی ہے صرف امیر بن خالد ہی اسے وصل کرتے ہیں ہیں وہ مشہور ثقہ۔ یہ صرف طریق کلبی سے ہی مروی ہے ابن ابی حاتم نے اسے دوسندوں سے لیا ہے لیکن دونوں مرسل ہیں۔ ابن جریر میں بھی مرسل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھتے ہوئے حضور ﷺ کو ادھکائی اور شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر ڈالا (وان شفاعتهما لترجی وانھا لمع الغرائق العلیٰ) مشرکین نے ان لفظوں کو پکڑ لیا اور شیطان نے یہ بات پھیلا دی۔ اس پر یہ آیت اتری اور اسے ذلیل ہونا پڑا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ سورہ النجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ یہود و نصاریٰ اور جو لوگ اس کے دینی مخالف ہیں ان سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت حضور ﷺ پر اور آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے آپ ﷺ کو ان کی ہدایت کا لالچ تھا جب سورہ نجم کی تلاوت آپ ﷺ نے شروع کی اور ﴿وَلَهُ الْاُتْسٰی﴾ ❷ تک پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے وقت یہ کلمات ڈال دیے (وانھن لھن الغرائق العلیٰ و ان شفاعتھن لھی التی ترجی) یہ شیطان کی مفشی عبادت تھی ہر مشرک کے دل میں یہ کلمات بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ آئے ہیں اور جب رسول اللہ نے سورہ نجم کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین سجدے میں گر پڑے ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس لیے اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لے جا کر اسی کو اپنے ماتھے سے لگا لیا۔ اب ہر ایک کو تعجب معلوم ہونے لگا کیونکہ حضور ﷺ کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے مسلمانوں کو تعجب تھا کہ یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں یقین نہیں پھر ہمارے ساتھ حضور ﷺ کے سجدے پر سجدہ انہوں نے کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں پھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل کھل رہے تھے کیونکہ شیطان نے اس طرح آواز میں آواز ملائی کہ مشرکین اس میں کوئی تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے وہ تو سب کو اسی پر یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود حضور ﷺ نے اسی سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے بتوں کو تھا شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی پہنچا۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اسی پر سر رکھا لیا اور مسلمان اب پورے امن اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکہ پہنچانے کے پہنچنے سے پہلے شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھلی تھی اللہ نے ان الفاظ کو بھادیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں نے مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیے تھے۔ یہ روایت بھی مرسل ہے بیہقی کی کتاب دلائل النبوة میں بھی یہ روایت ہے۔ امام محمد بن اسحاق بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں لیکن یہ سندیں مرسلات اور مقطعات ہیں۔ واللہ اعلم۔ =

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مَرِيَّةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۖ أَوْ
يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يُّومٍ عَقِيمٌ ۝۵۵ أَلَمْ لِكُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۖ فَالَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝۵۶ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۵۷ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا
أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝۵۸ لَيَدْخُلَنَّهُمْ
مُّدْخَلًا يََّرْضَوْنَهُ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝۵۹ ذَٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِبُشْلٍ مَّا
عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصِرَنَّهُ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝۶۰

ترجمہ: کافراں وحی الہی میں ہمیشہ شک شبہ ہی کرتے رہیں گے اچانک ان کے سروں پر قیامت آ جائے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آ جائے جو خیر سے خالی ہے۔ [۵۵] اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی وہی ان میں فیصلے فرمائے گا ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھرپور جنتوں میں ہوں گے۔ [۵۶] اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو نہ مانا تھا ان کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب ہی ہوں گے۔ [۵۷] اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بہترین روزیاں عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ [۵۸] انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی راضی ہو جائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ علم اور بردباری والا ہے [۵۹] بات یہی ہے اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔ [۶۰]

== امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہوگئی پھر بہت سے جواب دیے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز، وَاللَّهِ أَغْلَمُ۔ اور بھی اس قسم کے بہت سے جواب متکلمین نے دیے ہیں قاضی عیاض نے بھی شفا میں اسے چھڑا ہے اور ان کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ اسی طرح ہے بسبب اس کے ثبوت کے۔ اور فرمان رب کہ جب کہ وہ آرزو کرتا ہے الخ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ اس میں پریشان خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں اور رسولوں پر بھی ایسے اتفاقات آئے۔ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کی آرزو میں جب وہ بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں بول ڈال دیتا ہے پس شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر کے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے۔ ① مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ﴿تَمَنَّى﴾ کا معنی (قَالَ) کے ہیں ② ﴿أَمْنِيَّتِهِ﴾ کے معنی (قَوْلًا) کے ہیں ﴿الْأَمَانِيَّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں۔ بغوی اور اکثر مفسرین کہتے ہیں ﴿تَمَنَّى﴾ کے معنی

(تَلَا) کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈال دیتا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدرج میں شاعر نے کہا ہے (تمنی کتاب اللہ اول لیلۃ و آخرھا لا قی حمام المقادر) یہاں بھی لفظ تمنی پڑھنے کے معنی میں ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے۔ ① نسخ کے حقیقی معنی لغۃ ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے کے اور مٹا دینے کے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ شیطان کے القا کو باطل کر دیتا ہے ② جبرئیل علیہ السلام بحکم ربانی زیادتی شیطان کو مٹا دیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں مضبوط رہ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے کوئی مخفی بات بھی کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں یہ اس لیے کہ جن کے دلوں میں شک شرک کفر نفاق ہے ان کے لیے فتنہ بن جائے چنانچہ مشرکین نے اسے اللہ کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے پس مریض دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں۔ ③ یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے جیسا تو اس قدر اس کی حفاظت صیانت اور نگہداشت ہے کہ کسی جانب سے کسی طریق سے اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی حکیم و حمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ پس ان کے دل تصدیق سے پر ہو جاتے ہیں جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے صراط مستقیم سمجھا دیتا ہے اور آخرت میں عذابوں سے بچا کر درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

قرآن مجید اور کفار کی حالت: [آیت: ۵۵-۶۰] یعنی ان کافروں کو جو شک شبہ اللہ کی اس وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جانے کا ④ شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آ جائیں گے یہ محض بے شعور ہوں گے اس وقت جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں جس قوم کے پاس اللہ کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نذر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے اللہ کے عذابوں سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ مجرم ہوں یا انہیں بے خیر دن کا عذاب پہنچے جو دن ان کے لیے منکوس ثابت ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے یہی قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لیے عذاب اللہ کا دن تھا اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے ⑤ اور آیت میں ہے اس دن رحمن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا ⑥ فیصلے خود اللہ کرے گا جن کے دلوں میں اللہ پر ایمان رسول کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنتوں کی نعمتوں میں مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا جو حق کو جھٹلاتے تھے نبیوں کا خلاف کرتے تھے اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿لَئِنْ اَلَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ ⑦ جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

① الطبری، ۱۸/۶۶۶ ② ایضاً، ۱۸/۶۶۸ ③ ایضاً، ۱۸/۶۶۹

④ ایضاً، ۱۸/۶۷۰ ⑤ ۱/ الفاتحة: ۴ ⑥ ۲۵/ الفرقان: ۲۶ ⑦ ۴۰/ غافر: ۶۰

ہجرت اور جہاد کا ثواب: یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل و عیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر اللہ کی رضا مندی کے لیے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول کی اور اس کے دین کی مدد کے لیے پہنچے پھر وہ میدان جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا اپنے بستر پر اسے موت آ جائے اسے بہت بڑا اجر اور زبردست ثواب اللہ کی طرف سے ہے جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ ① یعنی جو شخص اپنے گھر اور دیس کو چھوڑ کر اللہ رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ثابت ہو چکا ان پر اللہ کا فضل ہوگا انہیں جنت کی روزیاں ملیں گی جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لیے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت و رزق اور جنت ملے گی۔ ② اپنی راہ کے سچے مہاجرین کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اپنی نعمتوں کے مستحق لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہ بڑے حلم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت قبول کرتا ہے ان کے توکل کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ راہ اللہ میں شہید ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ ③ خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں۔ پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر بڑا ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی حدیثوں سے بھی۔ حضرت شریح بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعہ کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر گئی اتفاق سے حضرت سلمان فارسیؓ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ”جو شخص اللہ کی راہ کی تیاری میں مرجائے تو اس کا اجر اور رزق برابر اللہ کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے اگر تم چاہو تو آیت ﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا﴾ پڑھ لو۔ ④ حضرت ابو بکرؓ اور ربیعہ بن سیف معافریؓ کہتے ہیں ہم روہس کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبیدؓ بھی تھے دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے پر جھک پڑے۔ حضرت فضالہؓ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ! مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی۔ سنو کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ⑤ اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہیے جنت میں جگہ اور روزی عمدہ۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس وقت امیر تھے۔ یہ آخری آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی۔ اللہ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نچا دکھایا اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔ ⑥

① ۴/ النساء: ۱۰۰۔ ② ۵۶/ الواقعة: ۸۸، ۸۹۔ ③ ۳/ آل عمران: ۱۶۹۔
 ④ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل ۱۹۱۳ بدون الآیۃ۔
 ⑤ الطبری، ۹/ ۱۸۲۔ ⑥ ایضاً، ۱۸/ ۶۷۴۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ النُّجُومَ فِي الْبَلِّ وَانَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ
 بَصِيرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ
 وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتَخْضِبُ الْاَرْضَ
 فَتُخْضَرُّ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۝ وَاِنَّ اللّٰهَ
 لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ وَاَلْفُلَكَ تَجْرِي
 فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۝ وَيُمَسِّكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۝ اِنَّ اللّٰهَ
 بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِي اَحْيَاكُمْ ثُمَّ مُمِيتَكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ
 اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ رات کو دن میں پہنچاتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ [۶۱] یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہی ہے اور بے شک اللہ ہی بلند و بالا کبریائی والا ہے۔ [۶۲] کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا اور باخبر ہے۔ [۶۳] آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا۔ [۶۴] کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے بس میں کر دی ہیں اور اس کے فرمان سے پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی۔ وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی پروا لگی بغیر گرنے پڑے بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت و مہربانی کرنے والا اور مہربان ہے [۶۵] اسی نے تمہیں جلایا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر وہی تمہیں زندہ کر دے گا بے شک انسان البتہ ناشکر ہے۔ [۶۶]

لیل و نہار کی گردش: [آیت: ۶۱-۶۶] اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمان ہے ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ﴾ ❶ الخ الہی تو ہی مالک الملک ہے جسے چاہے ملک دے جس سے چاہے لے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے جسے چاہے درد سے درد کرے ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تو ہی ہر چیز پر قادر ہے دن کو رات میں رات کو دن میں تو ہی لے جاتا ہے زندہ کو مرد دے سے مرد کو زندہ سے تو ہی نکالتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے۔ پس کبھی کے دن بڑے راتیں چھوٹی کبھی کی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جازوں میں ہوتا ہے بندوں کی تمام باتیں اللہ سنتا ہے ان کی تمام حرکات و سکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا کوئی حاکم نہیں بلکہ کوئی چوں چرا بھی اس کے سامنے نہیں کر سکتا۔ وہی سچا معبود ہے عبادتوں کے لائق اس کے سوا کوئی اور نہیں زبردست غلبے والا بڑی شان والا وہی ہے جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ناممکن کہ وہ ہو جائے ہر شخص اس کے سامنے فقیر ہر ایک اس کے آگے عاجز اس کے سوا جسے لوگ پوجیں

وہ باطل کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں وہ بلند یوں والا ہے ہر چیز اس کے ماتحت اس کے زیر حکم اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی رب نہ اس سے کوئی بڑا نہ اس پر کوئی غالب وہ تقدس والا وہ عزت و جلالت والا ظالموں کی کبی ہوئی تمام کبی باتوں سے پاک سب خوبیوں والا تمام نقصانات سے دور۔

دو بارہ زندہ ہونے کی مثال سے وضاحت: اپنی عظیم الشان قدرت اور زبردست غلبے کو بیان فرما رہا ہے کہ سوکھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں ابر کو لاتے ہیں جو پانی برساتا ہے اور وہی زمین آباد لہلہاتی ہوئی سرسبز ہو جاتی ہے گویا جی اٹھتی ہے۔ یہاں پر ”ف“ تعقیب کے لیے ہے ہر چیز کی تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے۔ نطفے کا علاقہ ہونا پھر علاقے کا مضغ ہونا جہاں بیان فرمایا ہے وہاں بھی ”ف“ آئی ہے اور ہر د صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاصر خ و سرسبز ہو جاتی ہیں فَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ زمین کے گوشوں میں اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب اللہ کے علم میں ہے ایک ایک دانہ اس کی دانست میں ہے پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ آگ آتا ہے جیسے حضرت لقمان کے قول میں ہے کہ اے بچے اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانے برابر ہو پھر وہ بھی کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو اللہ اسے ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے۔ ① اور آیت میں ہے زمین و آسمان کی پوشیدگیوں اللہ ظاہر کر دے گا ② اور آیت میں ہے ہر پتے کے جھرنے کا ہر دانے کا جو زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تر و خشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے ③ اور جگہ ہے کوئی ذرہ آسمان و زمین میں اللہ سے پوشیدہ نہیں کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو۔ امیہ بن ابوصلت یا زید بن عمرو بن نفیل کے قصیدے میں ہے۔

وَقَوْلًا لَهُ: مَنْ يُنْبِئُ الْحَبَّ فِي النَّرَى
وَيَخْرُجُ مِنْهُ حَبُّهُ فَيُرْوِيهِ
فِيضٌ مِنْهُ الْفُجْلُ يَهْتَزُّ رَابِعًا
فِي ذَاكَ اَيَّامٍ لِّمَنْ كَانَ وَاَعْيًا

اے میرے دونوں پیغمبرو! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھونے لگتا ہے اور اس کے سرے پر بال نکل آتی ہے عقلمند کے لیے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ تمام کائنات کا مالک وہی ہے وہ ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے ہر ایک اس کے سامنے فقیر اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے سب انسان اس کے غلام ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ کل حیوانات جمادات کھیتیاں باغات اس نے تمہارے فائدے کے لیے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں آسمان و زمین کی چیزیں تمہارے لیے سرگرداں ہیں اسی کا احسان و فضل و کرم ہے کہ اس کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہیں تمہارے مال و متاع اس میں یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں پانی کو چیرتی ہوئی موجوں کو کاٹتی ہوئی بحکم اللہ ہواؤں کے ساتھ کشتیاں تمہارے نفع کے لیے چل رہی ہیں یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی رہتی ہیں وہ آپ آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ زمین پر گر نہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ۔

انسانوں کے گناہوں کے باوجود اللہ ان پر رافت و شفقت بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ﴾ ④ اس لوگوں کے گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان پر صاحب مغفرت ہے۔ ہاں بے شک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہیں فنا کرے گا وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا جیسے فرمایا ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ﴾

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُكَ فِي الْأَمْرِ وَاذْعُرْ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٌ ۝ وَإِنْ جَدَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ: ہر امت کے لیے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں پس انہیں اس امر میں تجھ سے جھگڑانہ کرنا چاہیے تو اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاتا رہ یقیناً تو ٹھیک ہدایت پر ہی ہے [۶۷] پھر بھی اگر یہ لوگ تجھ سے الجھے لگیں تو تو کہہ دینا کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے [۶۸] بے شک تمہارے سب کے اختلاف کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کو دے گا۔ [۶۹]

بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ﴿۱﴾ اے تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر دوبارہ زندہ کر دے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور آیت میں ہے ﴿قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾ ﴿۲﴾ اے اللہ ہی تمہیں جلاتا ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا۔ اور جگہ فرمایا وہ کہیں گے کہ اے اللہ تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ جلایا۔ ﴿۳﴾ پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اللہ کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ اور وہی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنے والا فقط وہی روزی دینے والا صرف وہی مالک و مختار فقط وہی تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کر دیا پھر تمہاری موت کے بعد پھر سے پیدا کرے گا یعنی قیامت کے دن انسان بڑا ہی ناشکر ہے اور بے قدر ہے۔

ہر قوم کی شریعت کا تذکرہ: [آیت: ۶۷-۶۹] اصل میں عربی زبان میں ﴿مَنْسَكٌ﴾ کا لفظی ترجمہ اس جگہ کا ہے جہاں کے جانے آنے کی انسان عادت ڈال لے احکام حج کی بجا آوری کو اسی لیے ﴿مَنْسَكٌ﴾ کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ منقول ہے کہ مراد یہاں یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کے لیے ہم نے شریعت مقرر کی ہے تو اس امر میں یہ لوگ نہ لڑیں سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان کے افعال کا مقرر کرنا ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک لیے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے ﴿۱﴾ یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجالانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ سب اللہ کی قدرت اور ارادہ رب سے کر رہے ہیں تو ان کے جھگڑنے سے تو بد دل نہ ہو اور حق سے نہ ہٹ جا اپنے رب کی طرف بلاتا رہ اور اپنی ہدایت و استقامت کے کامل یقین پر رہ۔ یہی راستہ حق سے ملانے والا اور مقصود کو کامیابی سے گودیوں میں لا ڈالنے والا ہے جیسے فرمایا ہے ﴿وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ﴾ ﴿۵﴾ اے خبردار! کہیں یہ لوگ تجھے اللہ کی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی ان سے روک نہ دیں اپنے رب کے راستے کی دعوت عام دیتا رہ اس پر بھی اگر کوئی ٹھہر جائے تو اس سے پلہ جھاڑ لے کہہ دے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دہرایا ہے ایک جگہ ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے کر تو تے سے بیزار ہوں ﴿۶﴾ پس یہاں بھی ان کے کان کھول دیے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے وہ تمہاری ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے۔ قیامت کے دن ہم =

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ فِیْ كِتٰبٍ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝ وَّیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ یُنْزَلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَیْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۚ وَمَا لِلظَّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ۝ وَاِذَا نَتَلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا الْمُنْكَرَ ۚ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ۚ قُلْ اَفَاَنْتُمْ بَشَرٌ مِّنْ ذٰلِكُمُ النَّارُ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝

ترجمہ: کیا تجھے اتنا بھی علم نہیں کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ پر تو یہ اسرار بالکل آسان ہے۔ [۴۰] اللہ کے سوا انہیں پوج رہے ہیں جس کی کوئی رب ہونے کی دلیل نازل نہیں ہوئی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ [۴۱] جب ان کے سامنے ہمارے کلام کی کھلی ہوئی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تو کافروں کے چہروں پر ناخوشی کے صاف آثار پہچان لیتا ہے۔ وہ تو قریب ہوتے ہیں کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دے کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناخوشی کی خبر دوں وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کر رکھا ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ [۴۲]

= تم میں فیصلہ اللہ آپ کر دے گا اور اس وقت سارے اختلافات مٹ جائیں گے جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر جمارہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کر دے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر میرا ایمان ہے الخ۔ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا: [آیت: ۷۰-۷۲] رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوق کی تقدیریں لکھیں۔“ ① سنن کی حدیث میں ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے۔ پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے قلم نے قلم بند کر لیا۔“ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کی متعلق قیامت تک کا ہے پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم اللہ میں تھے اس نے لکھ لیے۔ پس اسی کو اپنے نبی ﷺ سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یونہی واقع میں =

① صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ صلی اللہ علیہما وسلم ۲۶۵۳، ترمذی ۲۱۵۶، احمد، ۱۶۲/۲،

ابن حبان ۶۱۳۸۔ ② ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر ۷۰۰، وهو صحیح، ترمذی ۳۳۱۹، ۲۱۵۵۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبَ مَثَلٍ ۖ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۖ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
 اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا
 يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۚ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ
 إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

ترجمہ: لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سن تو لو اللہ کے سوا جن جن کو تم پکار رہے ہو وہ ایک کبھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو
 سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں بلکہ اگر کبھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے بڑا ہوا ہے طلب
 کرنے والا اور بڑا ہوا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے۔ [۷۳-۷۴] انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں اللہ تعالیٰ
 بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے۔ [۷۴]

== ہونے والا ہے بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے اللہ کو ہے وہ جو کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا ہر
 فرمانبردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے کے اندر ہی اندر تھی اور یہ امر اللہ
 پر کچھ مشکل نہ تھا سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان۔

کلام اللہ سے بے اعتنائی قابل گرفت ہے: بغیر دلیل کے بلا سند کے اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا پاٹ عبادت بندگی کرنے
 والوں کا جہل و کفر بیان فرماتا ہے کہ سوائے شیطانی تقلید اور باپ دادوں کی دیکھا دیکھی کے نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی۔
 چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا﴾ ❶ جو بھی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے اللہ خود باز
 پرس کر لے گا ناممکن کہ ایسے ظالم جھٹکارا جائیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ اللہ کے کسی عذاب سے انہیں بچا
 لے۔ ان پر اللہ کے پاک کلام کی آیتیں صحیح لیں واضح حجتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اللہ کی
 توحید رسولوں کے اتباع کو صاف طور پر بیان کیا کہ انہیں مرجیں لگیں شکلیں بدل گئیں تیوریوں پر مل پڑنے لگے آستینیں چڑنے لگیں۔
 اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں ایک لفظ بھی حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں اسی وقت مگاہونٹ دیں۔ ان سچے خیر خواہوں کی اللہ کے دین
 کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں اور ممکن ہو تو ہاتھ بھی ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے۔
 فرمان ہوتا ہے کہ نبی! ان سے کہہ دو کہ ایک طرف تو تم جو دکھ ان اللہ کے دین کے متولوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کرو دوسری
 طرف اس دکھ کا وزن کرو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر و انکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے پھر دیکھو کہ بدترین چیز کون سی ہے؟ وہ آتش و دوزخ
 اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب؟ یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں۔
 اب تم بھی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے کس قدر ہول ناک ہے کس قدر ایزد ہندہ ہے اور کتنی مشکل والی جگہ ہے۔ یقیناً وہ نہایت ہی
 بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے جہاں راحت و آرام کا نام بھی نہیں۔

معبودان باطلہ کی بے بسی: [آیت: ۷۳-۷۴] اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے بچار یوں کی کم

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿۵۶﴾

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانت لیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ [۵۶] وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔ [۵۷]

عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جن کی عبادت اللہ کے سوا کرتے ہیں رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل مطابق واقعہ بیان ہو رہی ہے۔ ذرا توجہ سے سنو! کہ ان کے تمام کے تمام بت ٹھاکرو وغیرہ جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں جمع ہو جائیں اور ایک مکھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آ جائیں گے اور ایک مکھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔ مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان باری ہے ”اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ (یا ایک مکھی) یا ایک دانہ نانج کا ہی خود بنادیں۔“ ① بخاری و مسلم میں الفاظ یوں ہیں کہ ”وہ ایک ذرہ یا ایک جوہی بنا دیں۔“ ② اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو! کہ یہ ایک مکھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھیننے چلی جا رہی ہے یہ بے بس ہیں یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی چیزیں واپس لے لیں۔ بھلا مکھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور اور بوداضعیف ناتواں بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں طالب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد مکھی ہے۔ ③ امام ابن جریر رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی یہی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد اللہ کے سوا اور معبود۔ اللہ کی قدر و عظمت ہی ان کے دلوں میں نہیں رچی اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے تو ان اللہ کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے جسے مکھی اڑانے کی بھی قدرت نہ ہو جیسے مشرکین قریش کے بت تھے۔ اللہ اپنی قدرت و قوت میں کیسا ہے۔ تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں بلا اس کے کہ کسی ایک سے بھی مدد لے مشورہ لے شریک کرے۔ پھر سب کو ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ بڑی مضبوط پکڑ والا ابتدا اور اعادہ کرنے والا رزق دینے والا اور بے انداز قوت رکھنے والا ہے۔ سب کچھ اس کے سامنے پست ہے کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا اس کے فرمان کو ٹالنے والا اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں وہ واحد و قہار ہے۔

منصب رسالت کا حقدار کون؟ [آیت: ۷۵-۷۶] اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول ﷺ تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو چاہتا ہے مقرر کر لیتا ہے۔ اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ بندوں کے اقوال سب وہ سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ مستحق منصب نبوت کون ہے جیسے فرمایا ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ ④ رب ہی کو علم ہے کہ منصب رسالت کا صحیح طور پر اہل کون ہے؟ رسولوں کے آگے پیچھے کا اللہ کو علم ہے کیا اس تک پہنچا کیا اس نے پہنچا یا سب اس پر ظاہر باہر =

① احمد، ۲/۳۹۱، ۲/۲۳۲ ح ۷۱۶۶ و سندہ صحیح، البخاری: ۵۹۵۳ و مسلم: ۲۱۱۱۔

② صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب نقض الصور: ۵۹۵۳؛ صحیح مسلم ۲۱۱۱؛ ابن حبان ۵۸۵۹؛ بیہقی، ۷/۲۶۸۔

③ الطبری، ۱۸/۶۸۵۔ ④ الانعام: ۱۲۴۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۖ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۖ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۖ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۖ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! رکوع سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کا میاب ہو جاؤ۔ [۷۷]
اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا اس کا حق ہے اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی
دین تمہارے باپ ابراہیم کا اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہو جائے اور تم اور
تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ پس تمہیں چاہیے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوٰتیں ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو وہی تمہارا ولی اور مالک ہے
پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔ [۷۸]

= ہے جیسے فرمان ہے ﴿عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا﴾ ① یعنی وہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب کا کسی پر اظہار
نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے تو اس کے آگے پیچھے پھرے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے
پیغام پہنچا دیے اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے۔
پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو انہیں کہاں جاتا ہے اس پر خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان کا مددگار بھی ہے جیسے فرمان
ہے ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ ② اے رسول! جو کچھ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اترا ہے پہنچا دے اگر ایسا
نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا تیرا بچاؤ اللہ کے ذمے ہے۔

اسلام آسان دین ہے: [آیت: ۷۷-۷۸] اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلے سجدے کی آیت کے
موقعہ پر ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سورۃ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی جو
یہ سجدے نہ کرے وہ یہ پڑھے ہی نہیں۔“ ③ پس رکوع سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے اپنے مالوں اپنی جانوں اور
اپنی زبانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو جیسے حکم دیا ہے کہ اللہ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اسی
نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے اور امتوں پر تمہیں شرافت و کرامت عزت و بزرگی عطا فرمائی کامل رسول اور کامل شریعت

① ۷۲/ الجن: ۲۶۔ ② ۵/ المائدہ: ۶۷۔

③ ابوداؤد، کتاب سجود القرآن، باب تفریع ابواب السجود..... ۱۴۰۲ وسندہ حسن؛ ترمذی ۵۷۸؛ احمد، ۴/ ۱۵۱؛

حاکم، ۱/ ۲۲۱؛ دار قطنی، ۱/ ۴۰۸۔

سے تمہیں سر پر آوردہ کیا تمہیں آسان سہل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں جنہیں تم بجا نہ لاسکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے اسے دیکھیے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوئے ہوں تو چار رکعتیں فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت ① وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو رد بقبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں۔ پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے ساقط ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لینے لینے ادا کر لے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میں ایک طرف اور بالکل آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ ② آپ ﷺ نے جب حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا ”خوش خبری سنانا، نفرت نہ دلانا، آسانی کرنا، سختی نہ کرنا۔“ ③ اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی تنگی و سختی نہیں۔ ④ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مِلَّةٌ کا نصب بہ زرع خفض ہے گویا اصل میں (کھلے آبیکم) تھا اور ہو سکتا ہے کہ (الزموا) کو مخذوف مانا جائے اور ﴿مِلَّةٌ﴾ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے ⑤ اس صورت میں یہ اس آیت کی طرح ہو جائے گا۔ ﴿دِينًا قِيَمًا﴾ ⑥ الخ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے ⑦ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دے لیکن امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جتنا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے سے ہو اس لیے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا تو ”پہلے سے“ کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر میں اور اس پاک اور آخری کتاب میں۔ یہی قول حضرت مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے کیوں کہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے۔ پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لیے بتلایا جا رہا ہے کہ یہ وہ دین ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ پھر اس امت کی بزرگی کے لیے اور انہیں مائل کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا ذکر میری اگلی کتابوں میں بھی ہے۔

مدتوں سے انبیاء کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آ رہے ہیں۔ اگلی کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود اللہ کا رکھا ہوا۔ نسائی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے یعنی باپ دادوں پر حسب نسب پر فخر کرے اور دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے وہ جہنم کا ایندھن ہے۔“ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ روزے رکھتا ہو اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نام تمہارے رکھے ہیں انہی ناموں سے پکارا اور پکروا“ مسلمین، مؤمنین اور

① صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها ۶۸۷۔

② احمد، ۲۶۶/۵ وسندہ ضعیف۔

③ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ما یکرہ التنازع والاختلاف فی الحرب ۳۰۳۸؛ صحیح مسلم ۱۷۳۳۔

④ الطبری، ۱۸/۶۸۹۔ ⑤ ایضاً، ۱۸/۶۹۱۔

⑥ ۱۶۱/۶ الانعام۔ ⑦ الطبری، ۱۸/۶۹۱۔

عباد اللہ۔ ① سورۃ بقرہ کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا﴾ ② الح کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو پوری بیان کر چکے ہیں۔ پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہتر امت اس لیے بنایا ہے اور اس لیے اور تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کر دی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد ﷺ کی بزرگی اور فضیلت کی اقراری ہوں گی۔ اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لیے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے پیغام ربانی انہیں پہنچا دیا ہے۔ وہ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے ہیں۔ اور خود رسول اللہ ﷺ اس امت پر شہادت دیں گے کہ آپ ﷺ نے انہیں دین الہی پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا۔ اس کی بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس بارے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورۃ بقرہ کے سترہویں رکوع کی آیت ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ ③ الح کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں اس لیے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں وہیں دیکھ لی جائے وہیں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ فرائض اللہ کے تم پر ہیں انہیں شوق سے دل کی خوشی سے بجالاؤ خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو۔ جو کچھ اللہ نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجالاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان کے پاس بھی نہ پہنکو۔ پس نماز جو خالص رب کی ہے اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے اس میں بھی اللہ کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک ہی مرتبہ۔ زکوٰۃ کے کل احکام سورۃ توبہ کی آیت زکوٰۃ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ﴾ ④ الح کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیے ہیں وہیں دیکھ لیے جائیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھو اسی پر توکل کرو اپنے تمام کاموں میں اسی سے مدد طلب کیا کرو۔ اعتماد ہر وقت اسی پر رکھو اسی کی تائید پر نظریں رکھو وہ تمہارا مولیٰ ہے، تمہارا حافظ ہے، ناصر ہے، تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے، وہ جس کا ولی بن گیا اسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں سب سے بہتر والی وہی ہے سب سے بہتر مددگار وہی ہے تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے زیادہ قوی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن وردی اللہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کریں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی عطا فرما دیا کروں گا اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان میں سے بچاؤں گا برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا اے ابن آدم جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر و سہار سے کام لے مجھ پر ننگا ہیں رکھ میری مدد پر بھروسہ رکھ میری امداد پر راضی رہ یا رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے اپنی امداد نصیب فرمائے آمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سورۃ حج کی تفسیر ختم ہوئی اور اسی کے ساتھ اللہ کے فضل و کرم سے سترہویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔



- ① ترمذی، کتاب الامثال، باب ما جاء فی مثل الصلاة والصيام والصدقة ۲۸۶۳ وسندہ صحیح؛ احمد، ۴ / ۱۳۰؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۵۷۱؛ ابن خزیمہ ۱۸۹۵؛ ابن حبان ۶۲۳۳؛ حاکم، ۱ / ۱۱۷؛ مسند الطیالسی ۱۱۶۱۔
- ② ۲ / البقرہ: ۲۱۔ ③ ۲ / البقرہ: ۱۴۳۔ ④ ۹ / التوبہ: ۶۰۔

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
582	کفار کی پشیمانی	553	تفسیر سورہ مومنون
583	دوزخیوں کو اللہ تعالیٰ کی ڈانٹ	553	اللہ کے نیک بندوں کی صفات
584	انسان بے کار نہیں بنایا گیا	557	انسان کی پیدائش اور اس کی حقیقت
586	مصیبت میں کام آنے والا کون ہے؟	559	آسمان کی تخلیق کا تذکرہ
587	تفسیر سورہ نور	560	چند بڑی نعمتوں کا تذکرہ
587	حدر جم اور کوڑوں کی سزا	561	نوح علیہ السلام اور منکبر سردار
590	بدکار عورتیں اور بدکار مرد	562	نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم
592	پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا	563	قوم نوح کے بعد عاد و ثمود
593	لعان کب اور کیسے؟	564	مختلف امتوں کا ذکر
597	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور فضیلت	565	حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور فرعون
603	صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا آسمانی اعلان	565	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، اللہ تعالیٰ کی قدرت
604	صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی عظمت کا بیان	566	کاملہ کا اظہار
605	برائی کی اشاعت حرام ہے	566	تمام انبیاء کی دعوت ایک تھی
606	شیطان راہیں	568	مؤمن نیک اعمال کر کے بھی ڈرتے ہیں
607	عظمت و سخاوت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	569	اسلام آسان ترین دین ہے
608	عفت مآب عورتوں پر تہمت کی سزا	571	قرآن بے مثل اور بے نظیر کتاب ہے
610	بدکار عورتیں بدکار مردوں کے لئے اور صالح عورتیں	574	اللہ تعالیٰ کے عذاب اور کفار کی ہٹ دھرمی
611	نیک مردوں کے لئے ہیں	575	مشرکین بھی اللہ تعالیٰ ہی کو خالق و مالک مانتے تھے
615	گھروں میں داخلے کے آداب	577	آسمانوں اور زمین کا نظام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے
617	نظریں جھکا کے چلو	578	برائی کا جواب بھلائی سے دینا ہمت کا کام ہے
621	پردہ کے شرعی احکام	579	برزخ اور عذاب قبر
	نکاح کے احکام	581	میدان محشر کا نقشہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
649	آداب مجلس	623	لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو
650	احترام مصطفیٰ ﷺ	624	اللہ تعالیٰ کے نور کی خوبصورت مثال
651	ہر ایک کی ہر حرکت کو وہ جانتا ہے	527	آداب مسجد
652	تفسیر سورہ فرقان	633	کافر و مشرک کے نیک اعمال کی مثال
652	اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس بابرکت ہے	634	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے
653	بے اختیار معبود کیسے؟	635	اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں
654	رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا بیان	636	مختلف جانداروں کی تخلیق کا تذکرہ
656	مقام نبوت اور جاہلانہ اعتراضات	636	کامیاب اور ناکام لوگ
658	جنت اور اہل جنت	638	زبان مؤمن اور دل کافر
659	مشرک اور ان کے معبود اللہ تعالیٰ کی عدالت میں	639	اہل ایمان سے خلافت و حکومت کا وعدہ
660	یہ سب کچھ نبوت کے منافی نہیں	643	اعمال خیر کی ترغیب
		644	جائز گھروں میں داخلہ ممنوع ہے
		647	قریبی رشتہ داروں کے گھر اور متعلقہ آداب

تفسیر سورۃ مؤمنون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝۱ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ ۝۲ وَالَّذِیْنَ هُمْ

عَنِ اللّٰغُوْ مُعْرِضُونَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُونَ ۝۴ وَالَّذِیْنَ هُمْ

لِفِرْوَجِهِمْ حٰفِظُونَ ۝۵ اِلَّا عَلٰی اٰزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غٰیِرُ

مَلُومِیْنَ ۝۶ فَمَنْ اَبْتَغٰی وَّرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ ۝۷ وَالَّذِیْنَ هُمْ

لِاَمْتِنَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُونَ ۝۸ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلٰوةِهِمْ یَحَافِظُونَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ

هُمُ الْوَارِثُونَ ۝۱۰ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۝۱۱ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُونَ ۝۱۲

ترجمہ: اللہ رحمن رحیم کے نام سے شروع

یقیناً ایمانداروں نے نجات حاصل کر لی [۱] جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں [۲] جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں [۳] جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں [۴] جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں [۵] جو اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں [۶] اس کے سوا جو اور ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں [۷] جو اپنی امانتوں اور وعدے کے حفاظت کرنے والے ہیں [۸] جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کیا کرتے ہیں [۹] یہی وارث ہیں [۱۰] جو فردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے [۱۱]

اللہ کے نیک بندوں کی صفات: [آیت: ۱-۱۱] نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ ”حضرت رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھین بھین ہلکی ہلکی سی آواز آپ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھینبھانٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ ﷺ نے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ یا اللہ! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کراہانت نہ کر ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے عربی کے الفاظ یہ ہیں ((اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاکْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّنَا وَاعْظِمْنَا وَلَا تُخَرِّمْنَا وَاثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَارْضْنَا)) پھر فرمایا مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہو گیا پھر آپ ﷺ نے مندرجہ بالا دس آیتیں تلاوت فرمائیں“ ❶ امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو منکر بتلاتے ہیں کیونکہ اس کا راوی صرف یونس بن سلیم ہے جو محدثین کے نزدیک معروف نہیں نسائی میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

❶ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمنین ۳۱۷۳ وسندہ ضعیف، السنن الکبریٰ للنسائی ۱۴۳۹: ۱/ ۳۴

حاکم، ۲/ ۳۹۲، اس کی سند یونس بن سلیم مجہول راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۳۸۵، رقم: ۴۷۹)

آنحضور ﷺ کے عادات و اخلاق کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ”حضور ﷺ کا خلق قرآن تھا پھر ان آیتوں کی ﴿يُحَافِظُونَ﴾ تک تلاوت فرمائی اور فرمایا یہی اخلاق حضور کے تھے۔“ ① مروی ہے کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی اور اس میں درخت وغیرہ اپنے ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا کچھ بول اس نے یہی آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں ② ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے“ الخ۔ ”فرشتے اس میں جب داخل ہوئے تو کہنے لگے واہ واہ یہ تو بادشاہوں کی جگہ ہے“ اور روایت میں ہے ”اس کا گارہ مشک کا تھا“ ③ اور روایت میں ہے کہ ”اس میں وہ وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی دل میں سائیں“ ④ اور روایت میں ہے کہ ”جنت نے جب ان آیتوں کی تلاوت کی تو جناب باری نے فرمایا مجھے اپنی بزرگی اور جلال کی قسم تجھ میں بخیل ہرگز داخل نہیں ہو سکتا“ ⑤ اور حدیث میں ہے کہ ”اس کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے اور دوسری سرخ یا قوت کی اور تیسری سبز زبرجد کی اس کا گارہ مشک کا ہے اس کی گھانسی زعفران ہے۔“ اس کے آخر میں ہے کہ اس حدیث کو بیان فرما کر حضور ﷺ نے آیت ﴿وَمَنْ يُّؤْتِكْ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ⑥ پڑھی۔ ⑦

الغرض فرمان ہے کہ مومن مراد کو پہنچ گئے وہ سعادت پا گئے انہوں نے نجات پالی ان مومنوں کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں خوف الہی رکھتے ہیں خشوع اور سکون کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں ⑧ دل حاضر رکھتے ہیں نگاہیں نیچی ہوتی ہیں بازو جھکے ہوئے ہوتے ہیں محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اصحاب رسول ﷺ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی نگاہیں نیچی ہو گئیں۔ سجدے کی جگہ سے اپنی نگاہ نہیں ہٹاتے تھے اور یہ بھی مروی ہے کہ جب نماز سے ادا دھران کی نظر نہیں جاتی تھی اگر کسی کو اس کے سوا عادت پڑ گئی ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی کر لے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ بھی اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایسا کیا کرتے تھے ⑨ پس یہ خضوع و خشوع اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل فارغ ہو خلوص حاصل ہو اور نماز میں پوری دلچسپی ہو اور تمام کاموں سے زیادہ اسی میں دل لگتا ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے خوشبو اور عورتیں زیادہ پسند ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے“ (نسائی)۔ ⑩ ”ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز کے وقت لوٹتی سے کہا کہ پانی لاؤ نماز پڑھ کر راحت حاصل کروں تو سننے والوں کو انکی یہ بات گراں گزری۔ آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے ”اے بلال اٹھو اور نماز کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ“ ⑪ پھر اور وصف بیان ہوا کہ وہ باطل سے شرک سے گناہ سے اور ہر ایک بے ہودہ اور بے فائدہ قول و عمل سے بچتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ ⑫ وہ لغویات سے بزرگانہ گزر جاتے ہیں وہ برائی اور

① حاکم، ۳۹۲/۲، وسندہ حسن۔ ② ایضاً۔

③ مسند الزار، ۳۵۰۸؛ حلیۃ الاولیاء ۶/۲۰۴ وسندہ ضعیف جداً عدی بن الفضل متروک۔

④ المعجم الكبير ۱۱۴۲۹؛ المعجم الأوسط ۷۴۲ وسندہ ضعیف بقیۃ لم یصرح بالسماع المسلسل، الترغیب والترہیب

۵۴۶۸۔ ⑤ المعجم الأوسط ۵۵۱۴ وسندہ ضعیف حماد بن عیسی ضعیف۔

⑥ ۵۹/الحشر: ۹۔ ⑦ ابن ابی الدنیا وسندہ ضعیف محمد بن زیاد الکلبی ضعیف۔

⑧ الطبری، ۹/۱۹۔ ⑨ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

⑩ نسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء ۳۳۹۱ وسندہ حسن؛ احمد، ۱۲۸/۳؛ ابویعلیٰ ۳۴۸۲۔

⑪ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی صلاة العتمة ۴۹۸۶ وهو صحیح؛ احمد، ۳۷۱/۵؛ مشکل الآثار ۵۵۴۹۔

⑫ ۲۵/الفرقان: ۷۲۔

بے سود کاموں سے اللہ کی روک کی وجہ سے رک جاتے ہیں اور وصف ان کا یہ ہے کہ یہ زکوٰۃ مال ادا کرتے ہیں اکثر مفسرین یہی فرماتے ہیں لیکن اس میں ایک بات یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی ہے پھر مکی آیت میں اسکا بیان کیسے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ تو مکہ میں ہی واجب ہو چکی تھی ہاں اس کی مقدار مال کا نصاب وغیرہ یہ سب احکام مدینے میں مقرر ہوئے۔ دیکھئے سورۃ انعام بھی مکہ میں ہے اور اس میں بھی زکوٰۃ کا حکم موجود ہے ﴿وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ ① یعنی کھیتی کے کٹنے والے دن اسکی زکوٰۃ ادا کر دیا کرو ہاں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ مراد زکوٰۃ سے یہاں نفس کو شرک و کفر کے میل کچیل سے پاک کرنا ہو جیسے فرمان ہے ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهُ﴾ ② اس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اس نے فلاح پالی اور جس نے اسے خراب کر لیا وہ ناکراد ہوا یہی ایک قول آیت ﴿وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ﴾ ③ الخ میں بھی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں دونوں زکوٰۃ میں ایک ساتھ مراد لی جائیں یعنی زکوٰۃ نفس بھی اور زکوٰۃ مال بھی فی الواقع مومن کامل وہی ہے جو اپنے نفس کو بھی پاک رکھے اور اپنے مال کی بھی زکوٰۃ دے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے اور عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں زنا لواطت وغیرہ سے اپنے تئیں بچاتے ہیں ہاں ان کی بیویاں جو اللہ نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں ان کے ساتھ ملنے میں کوئی ملامت اور حرج نہیں جو شخص ان کے سوا اور طریقوں سے یا اوروں سے خواہش پوری کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے غلام کو لے لیا اور اپنی سند میں یہی آیت پیش کی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے اس معاملہ کو پیش کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اس نے غلط معنی مراد لئے اس پر فاروق اعظم نے اس غلام کا سر منڈوا کر جلا وطن کر دیا اور اس عورت سے فرمایا اس کے بعد تو ہر مسلمان پر حرام ہے لیکن یہ اثر منقطع ہے اور ساتھ ہی غریب بھی ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اسے سورۃ مائدہ کی تفسیر کے شروع میں وارد کیا ہے لیکن اس کے وارد کرنے کی موزوں جگہ یہی تھی اسے عام مسلمانوں پر حرام کرنے کی وجہ اس کے ارادے کے خلاف اس کے ساتھ معاملہ کرنا تھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے خاص پانی نکال ڈالنا حرام ہے کیوں کہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشمت زنی کرنے والا شخص بھی حد سے آگے گزر جانے والا ہے امام حسن بن عرفہ رحمہ اللہ نے اپنے مشہور جز میں ایک حدیث وارد کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور نہ انہیں عالموں کے ساتھ جمع کرے گا اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کر لیں۔ توبہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی سے رجوع فرماتا ہے ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنے والا یعنی مشمت زنی کرنے والا اور اغلام بازی کرنے اور کرانے والا اور نشے باز شراب کا عادی اور اپنے ماں باپ کو مارنے پینے والے یہاں تک کہ وہ چیخ پکار کرنے لگیں اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہنچانے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت بھیجے لگیں اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا۔“ ④ لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور وصف ہے کہ وہ اپنی امانتیں اور اپنے وعدے پورے کرتے ہیں امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ امانت کی ادائیگی میں سبقت کرتے ہیں وعدے پورے کرتے ہیں اس کے خلاف عادی متنافقوں کی ہوتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے =

① ۱/ الانعام: ۱۴۱۔ ② ۹۱/ الشمس: ۹۔ ③ ۴۱/ فصلت: ۶۔

④ شعب الایمان، ۵۴۷۰ و سندہ ضعیف مسلمہ بن جعفر اور حسان بن حمید دونوں مجہول الحال ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۚ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا الْعِظَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے انسان کو بچتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ [۱۳] پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ [۱۴] پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنادیا پھر اس خون کے ٹوٹنے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہم نے ہڈیاں پیدا کر دیں پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے۔ [۱۵] اس کے بعد پھر تم الخلقین ۝ تم انکم بعد ذلك لمیتون ۝ تم انکم یوم القیمة تبعثون ۝

سب یقیناً مر جانے والے ہو۔ [۱۵] پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔ [۱۶]

== جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔ ①

پھر اور وصف بیان فرمایا کہ وہ نمازوں کی ان کے اوقات پر حفاظت کرتے ہیں رسول کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ ”سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر ادا کرنا پوچھا گیا پھر؟ فرمایا ماں باپ سے سلوک کرنا پوچھا گیا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا“ ② (بخاری و مسلم) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وقت سے رکوع بعدے وغیرہ کی حفاظت مراد ہے ان پر دوبارہ نظر ڈالو شروع میں بھی نماز کا بیان ہوا اور آخر میں بھی نماز کا بیان ہوا جس سے ثابت ہوا کہ نماز سب سے افضل ہے۔

حدیث میں ہے ”سیدھے سیدھے رہو اور تم ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے جان لو کہ تمہارے تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے دیکھو وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔“ ③ ان سب صفات کو بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے دائمی وارث ہوں گے حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”اللہ سے جب جنت مانگو جنت الفردوس مانگو وہ سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت ہے وہیں سے جنت کی سب نہریں جاری ہوتی ہیں اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔“ ④ (بخاری و مسلم)

فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی دودھ جگہیں ہیں ایک منزل جنت میں ایک جہنم میں۔ جب کوئی دوزخ میں گیا تو اس کی منزل کے وارث جنتی بنتے ہیں اسی کا بیان اس آیت میں ہے ⑤ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنتی تو اپنی جنت کی جگہ سنوار لیتا ہے اور جہنم کی جگہ ڈھا دیتا ہے اور دوزخی اس کے خلاف کرتا ہے کفار جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے انھوں نے عبادت ترک کر دی تو ان کے لئے جو انعامات تھے وہ ان سے چھین کر سچے مومنوں کے حوالے کر دیئے گئے اسی لئے انھیں وارث کہا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے کچھ مسلمان

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق ۳۳؛ صحیح مسلم ۵۹؛ ترمذی ۲۶۳۳؛ احمد، ۲/۳۵۷؛

مسند ابی یعلیٰ ۶۵۳۳؛ مسند ابی عوانہ، ۱/۲۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب فضل الصلاة

لوقتها ۵۲۷؛ صحیح مسلم ۸۵؛ ترمذی ۱۷۳؛ احمد، ۱/۵۵۱؛ ابن حبان ۱۴۷۷۔

③ ابن ماجہ، کتاب الطہارة، باب المحافظة علی الوضوء ۲۷۷ وهو حسن؛ احمد، ۵/۲۷۶؛ حاکم، ۱/۱۳۰۔

④ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ ۲۷۹۰؛ احمد، ۲/۳۳۵؛ ابن حبان ۴۶۱۱۔

⑤ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب صفة الجنة ۴۳۴۱ وهو صحیح۔

پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر ڈال دے گا اور انھیں بخش دے گا۔ ①
اور سند سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک ایک یہودی یا نصرانی دے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے جہنم سے
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث سنی تو راوی حدیث ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو قسم دی انھوں نے تین مرتبہ قسم کھا کر حدیث
کو دہرایا۔ ② اسی جیسی آیت یہ بھی ہے ﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ ③ الخ اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ
الَّتِي أُورِثُوهَا﴾ ④ الخ۔ فردوس روی زبان میں باغ کو کہتے ہیں بعض سلف کہتے ہیں کہ اس باغ کو جس میں انگوڑی بیلے ہوں
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

انسان کی پیدائش اور اسکی حقیقت: [آیت: ۱۲-۱۶] اللہ تعالیٰ انسانی پیدائش کی ابتدا بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کچھ
کی اور بننے والی مٹی کی صورت میں تھی پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی
سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلایا۔ ⑤ مسند میں ہے ”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا
جسے تمام زمین پر سے لی تھی پس اسی اعتبار سے اولاد آدم کے رنگ و روپ مختلف ہوئے کوئی سرخ ہے کوئی سفید ہے کوئی سیاہ ہے کوئی
اور رنگ کا ہے ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں ⑥ ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ﴾ میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی طرف ہے جیسے ارشاد ہے
﴿وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝﴾ ⑦ اور آیت میں ہے ﴿الَّذِينَ نَحْنُخْلُقُهُمْ مِّنْ
مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَوَارِرٍ مَّكِينٍ ۝﴾ ⑧ پس انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے جہاں
ایک حال سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا
پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے پھر اسے گوشت کے
ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں سر ہاتھ پاؤں بڑی رگ
پٹھے وغیرہ بنائے پیٹھ کی ہڈی بنائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”انسان کا تمام جسم گل سڑ جاتا ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے
پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے“ ⑨ پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں پھر اس میں
روح پھونکتا ہے جس سے وہ بڑھنے، چلنے، پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور
حرکت و سکون کی قدرت عطا فرماتا ہے وہ بابرکت اللہ سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جب نطفہ پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیروں میں اس میں روح پھونکتا ہے یہی معنی ہے
کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے پس ایک حالت
سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ بڑھتا جاتا

① صحیح مسلم، کتاب التوحید، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ علی المؤمنین وفداء کل مسلم بکافر من النار ۲۷۶۷۔

② صحیح مسلم حوالہ سابق۔ ③ ۱۹ / مریم: ۶۳۔ ④ ۴۳ / الزخرف: ۷۳۔ ⑤ ۳۰ / الروم: ۲۰۔

⑥ ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی القدر ۴۶۹۳ وسندہ صحیح؛ ترمذی ۲۹۵۵؛ احمد، ۴ / ۴۰۰؛ حاکم، ۲ / ۲۶۱؛ ابن

حبان ۶۱۶۰۔ ⑦ ۳۲ / السجدة: ۷، ۸۔ ⑧ ۷۷ / المرسلات: ۲۲، ۲۳۔

⑨ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الزمر باب قوله ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصُعِقَ.....﴾ ۴۸۱۴؛ صحیح مسلم ۲۹۵۵؛

ابوداؤد ۴۷۴۳؛ ابن ماجہ ۴۲۶۶؛ احمد، ۲ / ۳۲۲؛ ابن حبان ۳۱۳۹۔

ہے یہاں تک کہ وہ جوان بن جاتا ہے پھر اسے ادھیڑ پن آتا ہے پھر بوڑھا ہو جاتا ہے پھر بالکل ہی بڑھا ہو جاتا ہے الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہو جاتا ہے ① وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ صادق و صدوق آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم الہی چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں روزی، اجل، عمل اور نیک یا بد برابرا بھلا ہونا۔ پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص ہفتی کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آ جاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہو کر داخل فردوس بریں ہو جاتا ہے“ ② (بخاری و مسلم وغیرہ)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جسے ہوئے خون جیسی ہو جاتی ہے مسند احمد کہ ”حضور اکرم ﷺ اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے جو ایک یہودی آگیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا مرد و عورت کے نطفے سے مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے اس نے کہا آپ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے ③ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب نطفہ کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ یا اللہ یہ نیک ہو گا یا بد؟ مرد ہو گا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل اور عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے“ ④ بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے یا اللہ! اب نطفہ ہے یا اللہ! اب لوتھڑا ہے یا اللہ! اب گوشت کا ٹکڑا ہے جب جناب باری تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے یا اللہ! مرد ہو یا عورت؟ شقی ہو یا سعید؟ رزق کیا ہے؟ اجل کیا ہے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے“ اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں ⑤ ان سب باتوں اور اپنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بھتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے ﴿قَبَّارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ نکلا اور وہی پھر اترا۔ ⑥ ”زید بن ثابت =

① الطبری، ۱۸/۱۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات اللہ علیہم ۳۲۰۸؛

صحیح مسلم ۲۶۴۳؛ ابو داؤد ۴۷۰۸؛ ترمذی ۳۱۳۷؛ ابن ماجہ ۷۶؛ احمد، ۱/۳۸۲؛ ابن حبان ۶۱۷۴۔

③ احمد، ۱/۴۶۵، وسندہ ضعیف حسین بن الحسن الاشقر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف اور عطاء بن السائب غلط راوی ہے۔

④ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق آدمی فی بطن امہ..... ۲۶۴۴؛ احمد، ۴/۶؛ مشکل الآثار ۲۶۶۳۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم و ذریئہ ۳۳۳۳؛ صحیح مسلم ۲۶۴۶؛ احمد، ۳/۱۴۸۔

⑥ مسند الطیالسی ۴۱، وسندہ ضعیف اس کی سند میں علی بن زید بن جعدان مشہور ضعیف راوی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَفِيلِينَ ۝۱۷ وَأَنْزَلْنَا
 مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَدِيرُونَ ۝۱۸
 فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَوَاكِهٌ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا
 تَأْكُلُونَ ۝۱۹ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالذَّهْنِ وَصَبْغٍ لِّلْأَكْلِينَ ۝۲۰
 وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ
 كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝۲۱ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝۲۲

ترجمہ: ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔ [۱۷] ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں۔ [۱۸] اسی پانی کے ذریعہ سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں کہ تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ [۱۹] اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ [۲۰] تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض بعض کو ختم کھاتے بھی ہو [۲۱] اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔ [۲۲]

= انصاری رحمہ اللہ کو جب رسول کریم ﷺ اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے ﴿فَمِنْ أَنْشَأَاهُ خَلْقًا آخَرَ﴾ تک لکھوا چکے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ کہا ﴿فَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ اسے سن کر اللہ کے نبی ﷺ ہنس دیے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! آپ کیسے ہنسے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اس آیت کے خاتمہ پر بھی یہی ہے" ① اس حدیث کی سند کا ایک راوی جابر جعفی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے اور یہ روایت بالکل منکر ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تب وحی مدینہ میں تھے نہ کہ مکہ میں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ بھی مدینہ کا واقعہ ہے اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے پس مندرجہ بالا روایت بالکل منکر ہے وَاللَّهِ أَغْلَمُ۔ اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہوگا خیر و شر کا بدلہ ملے گا۔

آسمان کی تخلیق کا تذکرہ: [آیت: ۱۷-۲۲] انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے سورہ الم سجدہ میں بھی اسی کا بیان ہے جسے حضور ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اول رکعت میں پڑھا کرتے تھے وہاں پہلے آسمان وزمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا ذکر ہے پھر قیامت کا اور سزا جزا کا ذکر ہے وغیرہ۔ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے جیسے فرمان ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ

① المعجم الأوسط ۴۶۵۷ اس کی سند میں جابر بن یزید الجعفی سخت ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱/ ۱۲۳) جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا۔ لہذا یہ روایت مردود ہے۔

السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ» ❶ الخ ساتوں آسمان اور سب زمینوں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں۔ اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے غافل نہیں جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں سمندروں کی تہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہے پہاڑوں کی ٹیلوں کی ریت کی سمندروں کی میدانوں کی درختوں کی سب کی اسے خبر ہے درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو کوئی دانہ زمین کی اندھیروں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

چند بڑی نعمتوں کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت و ضرورت بارش برساتا ہے نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سرنگل جائے نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس انداز سے کہ کھیتی سرسبز رہے باغات ہرے بھرے رہیں حوض تالاب نہریں ندیاں نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہونے پلانے کی یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے وہاں زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور تالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے جیسے کہ مھر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی گھنچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقے میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر پھرنے لگتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شورش زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ سبحان اللہ! اس لطیف و خجیر و غفور و رحیم اللہ کی کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں زمین میں اللہ پانی کو پھرا دیتا ہے زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گھنٹیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے۔

پھر فرماتا ہے ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں شور و سگناخ زمین پر اور پہاڑوں اور بے کار بنوں میں برسا دیں۔ اگر چاہیں پانی کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کار ہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لئے بے کار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکیو خاص اللہ کا فضل و کرم اور اس کا لطف و رحم ہے کہ وہ بادلوں سے بیٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو نہاتے دھوتے ہو پاکیزگی اور سترائی حاصل کرتے ہو فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ آسمانی بارش سے رب العلمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے لہلاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سرسبز باغ ہیں جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں کھجور انگور جواہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقگی سے =

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لَا يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً ۚ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جَنَّةٌ مَقْرَبَةٌ لِّقَوْمٍ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم تقویٰ نہیں رکھتے۔ [۲۳] اسکی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانوں میں سنا ہی نہیں۔ [۲۴] یقیناً اس شخص کو جنوں ہے پس تم اسے ایک وقت مقرر تک ڈھیل دو۔ [۲۵]

== بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے ارد گرد کی پہاڑیاں۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہر اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے حدیث میں ہے ”زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے“ ① (احمد) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انھیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہے پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دروازے تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے جیسے فرمان ہے ﴿أَوَلَمْ يَسْرِؤْا اَنَّا خَلَقْنٰهُمْ﴾ ② الخ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انھیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں کیا اب بھی ان پر ہماری شکرگزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

نوح علیہ السلام اور متکبر سردار: [آیت: ۲۳-۲۵] نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشر و نذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا آپ نے ان میں جا کر پیغام الہی پہنچایا کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہاری عبادتوں کا حقدار کوئی نہیں تم اللہ کے سوا اسکے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا کہ یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بنا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی؟ اللہ کا ارادہ نبی بھیجے گا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیج دیتا۔ یہ تو ہم نے کیا؟ ہمارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنا کہ انسان اللہ کا رسول بن جائے یہ تو کوئی دیوانہ شخص ہے کہ ایسے

① احمد، ۳/ ۴۹۷ و سندہ ضعیف سفیان الثوری مدلس و عنعن، حاکم، ۲/ ۳۹۷۔

② ۳۶/ ۷۱۔

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَدَّبُونِ ۝ فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اِنْ اَصْنَعُ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا
وَوْحَيْنَا فَاِذَا جَاءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۝ فَاَسْلُكُ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ
اثنَيْنِ وَاَهْلِكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۝ وَلَا تَحْطِطْنِي فِي الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ۝ اِنَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاِذَا اسْتَوَيْتْ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكَ فَقُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ۝ وَقُلِ رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا
مُّبَرَكًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَبٰتِلِيْنَ ۝

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے دعا کی اے میرے پالنے والے ان کے جھٹلانے پر تو میری مدد کر۔ [۲۶] تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنا جب ہمارا حکم آ جائے اور تو راتوں میں پڑے تو ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اس میں رکھ لے اور اپنی اہل کو بھی مگر ان میں سے جس کی بابت ہماری بات پہلے گزر چکی ہے۔ خبردار جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کرنا وہ تو سب ڈبوئے جائیں گے۔ [۲۷] جب تو اور تیرے ساتھی کشتی پر باطمینان بیٹھ جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔ [۲۸] اور کہنا کہ اے میرے رب مجھے بابرکت اتارنا اتار دو تو ہی بہتر اتارنے والا ہے۔ [۲۹] یقیناً اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور ہم بے شک آزمائش کرنے والے ہیں۔ [۳۰]

= دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے اچھا خاموش رہو دیکھ لو ہلاک ہو جائے گا۔

نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم: [آیت: ۲۶-۳۰] جب نوح علیہ السلام ان سے شک آ گئے اور مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار میں لاچار ہو گیا ہوں تو میری مدد فرما جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر اسی وقت فرمان الہی سرزد ہوا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط جوڑی چٹکی اس میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو حیوانات نباتات پھل وغیرہ وغیرہ اور اسی میں اپنے والوں کو بھی بٹھا مگر جس پر اللہ کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے جو ایمان نہیں لائے جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آنا دیکھ لو پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا پھر ان پر رحم نہ کرنا نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا بس پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگا اس کا پورا قصہ سورہ ہود کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس لئے ہم یہاں نہیں دہراتے جب تو اور تیرے ساتھی مومن کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تاکہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو کہ وہ اللہ پاک ہے جس نے ان جانوروں کو ہمارا تابع بنا دیا حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ① حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کہا اور فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جاؤ اللہ کے نام =

ثُمَّ اَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۚ فَارْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنْ اَعْبُدُوْا
 اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۚ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۚ وَقَالَ الْبَلَاۗءُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
 وَكَذَّبُوْا بِاِلْقَاءِ الْاٰخِرَةِ ۚ وَاتَّرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ مَا هٰذَا اِلَّا اَبَشْرٌ مِّثْلُكُمْ لَا
 يَأْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۚ وَلٰكِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ
 اِنَّكُمْ اِذَا الْخُسِرٰوْنَ ۚ اَيَعِدْكُمْ اَنْتُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنْتُمْ
 تُخْرَجُوْنَ ۚ هِيَ اَتَٰتِ هِيَ اَتَتْ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ
 وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ اِفْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ
 بِمُؤْمِنِيْنَ ۚ قَالَ رَبِّ انصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۚ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لِّيُصْبِحَنَّ
 نٰدِيْنَ ۚ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمُ غُثًا ۙ فَبَعْدَ اللِّقَوْمِ الظَّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: ان کے بعد ہم نے اور بھی امتیں پیدا کیں۔ [۳۱] پھر ان میں خود ان میں سے ہی رسول بھی بھیجے کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے
 سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم کیوں نہیں ڈرتے؟ [۳۲] سرور ان قوم نے جواب دیا جو قوم کفر کرتی تھی اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتی تھی اور ہم
 نے انہیں دنیوی زندگی میں خوش حال کر رکھا تھا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ
 بھی پیتا ہے۔ [۳۳] اگر تم نے اپنے جیسے ہی انسان کی تابعداری کر لی تو بے شک تم سخت خسارے والے ہو۔ [۳۴] کیا یہ تمہیں اس بات سے
 دھمکا تا ہے کہ جب تم مر کر صرف خاک اور ہڈی رہ جاؤ گے تو تم پھر زندہ کئے جاؤ گے۔ [۳۵] انہیں نہیں دور اور بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ
 دیے جاتے ہو۔ [۳۶] یہ تو صرف زندگانی دنیا ہی ہے ہم مرتے جیتے رہتے ہیں یہ نہیں کہ ہم پھر بھی اٹھائے جائیں۔ [۳۷] یہ تو وہ شخص ہے
 جس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لیا ہے ہم تو اس پر یقین لانے والے نہیں ہیں۔ [۳۸] نبی نے دعا کی کہ پروردگار ان کے جھٹلانے پر تو
 میری مدد کر۔ [۳۹] جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی جلد اپنے کئے پر پھچتانے لگیں گے۔ [۴۰] بالآخر عدل کے تقاضے کے مطابق انہیں جحیم کے پلڑے
 لیا اور ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا پس ظالموں کے لئے دوری ہو۔ [۴۱]

= کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے پس شروع چلنے کے وقت بھی اللہ کو یاد کیا اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی اللہ کو یاد کیا اور دعا کی کہ یا
 اللہ! مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں
 انبیاء کی تصدیق کی نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی علامتیں ہیں اس کی قدرت اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے یقیناً رسولوں کو بھیج کر اللہ
 تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

قوم نوح کے بعد عاد و ثمود: [آیت: ۳۱-۳۲] اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی امتیں آئیں جیسے
 کہ عاد کی کہ ان کے متصل ہی تھے یا ثمودی کہ ان پر جحیم کا عذاب آیا تھا جیسے کہ اس آیت میں ہے۔ ان میں بھی اللہ کے رسول آئے =

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۳۳ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۳۴ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۝۳۵ كُلُّهَا جَاءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيْثَ ۝۳۶ فَبَعْدَ الْقَوْمِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۷ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۝۳۸ بِآيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۹ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَٲِيْهِ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عٰلِيْنَ ۝۴۰ فَقَالُوْا اَنْتُمْ اَنْتُمْ لِبَشَرِيْنَ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمْ لَنَا عِْدُوْنَ ۝۴۱ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝۴۲ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوْسٰى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۴۳

ترجمہ: ان کے بعد ہم نے اور بھی بہت سی امتیں پیدا کیں [۳۳] نہ تو کوئی امت اپنی اجل سے آگے بڑھی اور نہ پیچھے رہی۔ [۳۴] پھر ہم نے لگا تار رسول بھیجے جس امت کے پاس اس کا رسول آیا اس نے جھٹلایا پس ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگا دیا اور انھیں افسانہ بنا دیا ان لوگوں کو دوری ہے جو ایمان قبول نہیں کرتے۔ [۳۵] پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر غلبے کے ساتھ بھیجا۔ [۳۶] فرعون اور اس کے لشکروں کی طرف پس انھوں نے تکبر کیا اور تھے ہی وہ سرکش لوگ [۳۷] کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو شخصوں پر ایمان لائیں حالانکہ خود ان کی قوم بھی ہمارے ماتحت ہے۔ [۳۸] پس انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا آخر وہ بھی ہلاک شدہ لوگوں میں مل گئے۔ [۳۹] ہم نے تو موسیٰ علیہ السلام کو کتاب بھی دے رکھی تھی کہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ [۴۰]

= اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی تعلیم دی۔ لیکن انھوں نے جھٹلایا مخالفت کی۔ اتباع سے انکار کیا محض اس بنا پر کہ یہ انسان ہیں۔ قیامت کو بھی نہ مانا جسمانی حشر کے منکر بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دور از قیاس ہے۔ بعث و نشر و حشر و قیامت کوئی چیز نہیں۔ اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑ لی ہیں ہم ایسی وادی تباہی باتوں کے ماننے والے نہیں نبی نے دعا کی اور ان پر مدد و طلب کی اسی وقت جواب ملا کہ تیری ناموافقت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں گے آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ سب تلف کر دیئے گئے اور اسی کے وہ مستحق بھی تھے تیز و تند آندھی اور پوری طاقتور ہوا کے ساتھ ہی فرشتے کی دل دہلا نے والی خوف ناک آواز نے انھیں پارہ پارہ کر دیا وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے بھوسی سی اڑ گئی صرف مکانات کے کھنڈر ان گئے گزرے ہوئے لوگوں کی نشان دہی کے لئے رہ گئے وہ کوڑے کرکٹ کی طرح تاجڑ محض ہو گئے ایسے خالموں کے لئے دوری ہے ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جو ان کے سامنے آیا پس لوگو تمہیں بھی مخالفت رسول ﷺ سے ڈرنا چاہیے۔

مختلف امتوں کا ذکر: [آیت: ۳۲-۳۹] ان کے بعد بھی بہت سی امتیں اور مخلوق آئی جو ہماری پیدا کردہ تھی ان کی پیدائش سے پہلے ان کی اجل جو قدرت نے مقرر کی تھی اسے اس نے پوری کی نہ تقدیم ہوئی نہ تاخیر پھر ہم نے پے در پے لگا تار رسول بھیجے ① =

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَامَّةً اٰیَةً ۚ وَارْتَبَعْنَا اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ۚ^ع
يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۰ وَانَّ
هَذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۚ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنَ ۝۵۱ فَتَقَطَّعُوا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا
كُلٌّ حِزْبٌ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۲ فَذَرُهُمْ فِیْ غَمَرٍ تِهْمٍ حَتّٰی حِجْنٌ ۝۵۳ اَیْحَسِبُوْنَ
اَنْتَابُ مَدَّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَبَنِيْنَ ۝۵۴ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَيْرَاتِ ۖ بَلْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۵۵

ترجمہ: ہم نے ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی والی جگہ میں پناہ دی۔ [۵۰] اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ [۵۱] یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔ [۵۲] پھر انھوں نے خود ہی اپنے امر کے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لئے ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر اتارا ہے [۵۳] پس تو بھی انھیں ان کی غفلت میں ہی کچھ مدت پڑا رہنے دے۔ [۵۴] کیا یہ یوں سمجھ بیٹھے ہیں؟ کہ ہم جو بھی ان کے مال و اولاد بڑھا رہے ہیں۔ [۵۵] وہ ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں نہیں بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔ [۵۶]

== ہر امت میں پیغمبر آیا اس نے لوگوں کو پیغام رب پہنچایا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ماسوا کسی کی پوجا نہ کرو بعض راہ راست پر آ گئے اور بعض پر کلمہ عذاب راست آ گیا تمام امتوں کی اکثریت نبیوں کی منکر رہی جیسے سورہ یس میں فرمایا ﴿يَا حَسْرَةً عَلٰی الْعِبَادِ﴾ ① الخ افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس جو رسول آیا انھوں نے اسے مذاق میں اڑایا ہم نے یکے بعد دیگرے سب کو غارت اور فنا کر دیا ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ﴾ ② نوح علیہ السلام کے بعد بھی ہم نے کئی ایک بستیاں تباہ کر دیں انھیں ہم نے پرانے افسانے بنادینے قصے ان کے باقی رہ گئے اور وہ تیس تیس ہو گئے پارہ پارہ کر دیئے گئے بے ایمانوں کے لئے رحمت سے دوری ہے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام اور فرعون: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور فرعونوں کے پاس پوری دلیلوں اور زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا لیکن انھوں نے بھی اپنے سے اگلے کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب و مخالفت کی اور اگلے کفار کی طرح یہی کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں ان کے دل بھی بالکل ان جیسے ہی ہو گئے بالآخر ایک ہی دن میں ایک ساتھ سب کو اللہ تعالیٰ نے ویرانہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تو رات ملی پھر سے مومنوں کے ہاتھوں کافر ہلاک کئے گئے جہاد کے احکام اترے اس طرح عام عذاب سے کوئی امت فرعون اور قوم فرعون قط کے بعد ہلاک نہیں ہوئی اور آیت میں فرمان ہے اگلی امتوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ③

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار: [آیت: ۵۰-۵۶] حضرت عیسیٰ اور مریم علیہ السلام کو اللہ

رسولوں کو دیا ہے کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے اعمال کا عالم ہوں یہی حکم ایمان والوں کو دیا کہ اے ایمان دارو! جو چیزیں حلال ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ پھر آپ نے ایک اس شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے پراگندہ بالوں والا غبار آلود چہرہ والا ہوتا ہے لیکن کھانا پینا پہننا حرام کا ہوتا ہے وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر اے رب اے رب کہتا ہے لیکن ناممکن ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے“ ① امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔

پھر فرمایا اے پیغمبرو! تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے ایک ہی ملت ہے یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا اسی لئے اسی کے بعد فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو سورۃ انبیاء میں اس کی تفسیر و تشریح ہو چکی ہے ﴿اِنَّكَ وَاحِدٌ﴾ پر نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے جن امتوں کی طرف حضرات انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے تھے انھوں اللہ کے دین کے ٹکڑے کر دیئے اور جس گمراہی پر اڑ گئے اسی پر نازاں و فرحاں ہو گئے اس لئے کہ اپنے نزدیک اسی کو ہدایت سمجھ بیٹھے پس بطور ڈانٹ کے فرمایا انھیں ان کے بہکنے بھٹکنے ہی میں چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ان کی تباہی کا وقت آ جائے کھانے پینے دے مست دے خود ہونے دے ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کیا یہ مغرور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد انہیں دے رہے ہیں وہ ان کی بھلائی اور نیکی کی وجہ سے ان کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں ہرگز نہیں یہ تو انہیں دھوکہ لگا ہے یہ اس سے سمجھ بیٹھے ہیں کہ جیسے ہم یہاں خوش حال ہیں وہاں بھی بے سزا رہ جائیں گے یہ محض غلط ہے جو کچھ انہیں دنیا میں ہم دے رہے ہیں وہ تو صرف ذرا سی دیر کی مہلت ہے لیکن یہ بے شعور ہیں اصل تک پہنچے ہی نہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَلَا تَعْبُدْكَ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ﴾ ② تجھے ان کے مال و اولاد دھوکے میں نہ ڈالیں اللہ کا ارادہ تو یہ ہے کہ اس سے انھیں دنیا میں عذاب کرے اور آیت میں ہے یہ ڈھیل صرف اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں ③ اور جگہ ہے مجھے اور اس بات کے جھلانے والوں کو چھوڑ دے ہم انھیں اس طرح بتدریج پکڑیں گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہو۔ ④ الخ اور آیتوں میں فرمایا ہے ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا﴾ ⑤ الخ یعنی مجھے اور اسے چھوڑ دے جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے اور بہ کثرت مال دیا ہے اور حاضر باش فرزند دے ہیں اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا ہے پھر اسے ہوس ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ ہماری باتوں کا مخالف ہے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِاِلٰهِي تَفَرِّقُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ⑥ الخ تمہارے مال اور تمہاری اولاد میں تمہیں مجھ سے ملا نہیں سکتیں مجھ سے قریب تو وہ ہے جو ایماندار اور نیک عمل ہو۔ الخ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا شکر ہے پس تم انسانوں کو مال اور اولاد سے نہ پرکھو بلکہ انسان کی کسوٹی ایمان اور نیک عمل ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخلاق بھی تم میں اسی طرح تقسیم کئے ہیں جس طرح روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھے اور اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت نہ رکھے ہاں دین صرف اسی کو دیتا ہے جس سے پوری محبت رکھتا ہو پس جسے اللہ دین دے سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائے اور بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اسکی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں لوگوں نے پوچھا کہ ایذاؤں سے کیا مراد ہے فرمایا دھوکہ بازی ظلم وغیرہ سنو جو بندہ مال حرام حاصل کر لائے اسکے خرچ میں اسے برکت نہیں ہوتی اس کا صدقہ قبول =

① صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب و تربیتہ ۱۰۱۵، ترمذی ۲۹۸۹، احمد، ۲/۳۲۸۔

② ۹/التوبة: ۵۵۔ ③ ۳/آل عمران: ۱۷۸۔ ④ ۶۸/القلم: ۴۴۔

⑤ ۷۴/المذثر: ۱۱۔ ⑥ ۳۴/سبا: ۳۷۔

إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ
يُؤْمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ
وَجَلَّةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝

ترجمہ: یقیناً جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں [۵۷-۵۸] اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں [۵۸] اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے [۵۹] اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں [۶۰-۶۱] یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کر رہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں [۶۱]۔

= نہیں ہوتا جو چھوڑ کر جاتا ہے وہ اس کا جنم کا توشہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا ہاں برائی کو بھلائی سے دفع کرتا ہے
خبیث خبیث کو نہیں مٹاتا۔“ ①

مؤمن نیک اعمال کر کے بھی ڈرتے ہیں: [آیت: ۵۷-۶۱] فرمان ہے کہ احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھر تھرانا اور کانپتے رہنا یہ ان کی صفت ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مؤمن نیکی اور خوف خدا کا مجموعہ ہوتا ہے منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بے خوف ہوتا ہے ② یہ اللہ تعالیٰ کی شرعی اور پیدا نشی آیتوں اور نشانیوں کو باور کرتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں اللہ کی قدرت قضا اور شرع کا انھیں کامل یقین تھا اللہ تعالیٰ کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں اللہ کے منع کردہ ہر کام کو وہ ناپسند رکھتے ہیں ہر خبر کو وہ سچ مانتے ہیں وہ موحّد ہوتے ہیں شرک سے بیزار رہتے ہیں اللہ کو واحد اور بے نیاز جانتے ہیں اسے بے اولاد اور بے بیوی کا مانتے ہیں بے نظیر اور بے کفو سمجھتے ہیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اللہ کے نام پر خیراتیں کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو قبول نہ ہوئی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جن سے زنا چوری اور شراب خوری ہو جاتی ہے لیکن ان کے دل میں خوف ربانی ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے صدیق کی لڑکی یہ وہ نہیں بلکہ یہ وہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں صدقے کرتے ہیں لیکن قبول نہ ہونے سے ڈرتے ہیں یہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں“ ③ (ترمذی)۔ اس آیت کی دوسری قراءت (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا) بھی ہے یعنی کرتے ہیں جو کرتے ہیں لیکن دل ان کے ڈرتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ابو عاصم گئے آپ نے مرحبا کہا اور کہا برابر آتے کیوں نہیں ہو جواب دیا اس لیے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہواں میں آج ایک آیت کے الفاظ کی تحقیق کے لئے حاضر ہوا ہوں (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا) ہیں یا (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا) ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سے ہونے تمہارے لئے زیادہ پسند ہیں؟ میں نے کہا آخر کے الفاظ اگر ہوں تو گویا میں نے ساری دنیا پالی بلکہ اس سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی آپ نے فرمایا پھر تم خوش ہو جاؤ واللہ! میں نے اسی طرح انہی الفاظ کو پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا =

① احمد، ۱/۳۸۷ وسندہ ضعیف، شعب الایمان، ۵۵۲۴ مجمع الزوائد، ۱/۱۵۳، اس کی سند میں صباح بن محمد ضعیف راوی ہے

(المیزان، ۲/۳۰۶، رقم: ۳۸۴۸ وتقريب التهذيب: ۲۸۹۸) ② الطبری، ۱۹/۴۵

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المؤمنین ۳۱۷۵ وهو حسن، احمد، ۶/۱۵۹۔

وَلَا تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْصُطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٧﴾
 بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هَذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَلِكَ هُمْ لَهَا
 عَمِلُونَ ﴿١٨﴾ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيَهُم بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْرُونَ ﴿١٩﴾ لَا تَجْرُوا
 الْيَوْمَ ۖ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ ﴿٢٠﴾ قَدْ كَانَتْ آيَتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَلَنْتُمْ عَلَىٰ
 أَعْقَابِكُمْ تُنْكَصُونَ ﴿٢١﴾ مُسْتَكْبِرِينَ ﴿٢٢﴾ بِهِ سِيرَاتُهُمْ يَجْرُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: ہم کسی نفس کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے ان کے اوپر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ [۱۷] بلکہ ان کے دل اس طرف سے غفلت میں ہیں اور ان کے لئے اس کے سوا بھی بہت سے اعمال ہیں جنہیں وہ کرنے والے ہیں۔ [۱۸] یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیا تو وہ فریاد و زاری کرنے لگے۔ [۱۹] آج مت چلاؤ یقیناً تم ہمارے مقابلہ پر مدد نہ کئے جاؤ گے۔ [۲۰] میری آیتیں تو تمہارے سامنے پڑھی جایا کرتی تھیں پھر بھی تم اپنی ایزبوں کے بل اٹالے بھاگتے تھے۔ [۲۱] اگرتے اینٹھے افسانہ گوئی کرتے اسے چھوڑ دیتے تھے۔ [۲۲]

== ہے“ ① اس کا ایک راوی اسماعیل بن مسلم کی ضعیف ہے ساتوں مشہور قراءتوں اور جمہور کی قراءت میں وہی ہے جو موجودہ قرآن میں ہے اور معنی کی رو سے بھی زیادہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انھیں سابق قرار دیا ہے اور اگر دوسری قراءت کو لیں تو یہ سابق نہیں بلکہ درمیانہ اور ہلکے ہو جاتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اسلام آسان ترین دین ہے: [آیت: ۶۲-۶۷] اللہ تعالیٰ نے شریعت آسان رکھی ہے ایسے احکام نہیں دیئے جو انسانی طاقت سے خارج ہوں پھر قیامت کے دن وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا جو سب کے سب کتابی صورت میں لکھے ہوئے موجود ہوں گے یہ نامہ اعمال صحیح صحیح طور پر ان کا ایک ایک عمل بتا دے گا کسی طرح کا ظلم کسی پر نہ کیا جائے گا کوئی نیکی کم نہ ہوگی ہاں اکثر مومنوں کی برائیاں معاف کر دی جائیں گی لیکن مشرکوں کے دل قرآن سے بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں اس کے سوا بھی ان کی اور بد اعمالیاں بھی ہیں جیسے شرک وغیرہ جسے یہ دھڑلے سے کر رہے ہیں ② تاکہ ان کی برائیاں انھیں جہنم سے ورے نہ رہنے دیں چنانچہ وہ حدیث گزر چکی جس میں فرمان ہے کہ ”انسان نیکی کا کام کرتے کرتے جنت سے صرف ہاتھ بھر کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے جو اس پر نقدیر کا لکھا غالب آ جاتا ہے اور بد اعمالیاں شروع کر دیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا کہ جہنم داخل ہو جاتا ہے“ ③ یہاں تک کہ جب ان میں سے آسودہ حال دولت مند لوگوں پر عذاب الہی آ پڑتا ہے تو اب وہ فریاد کرنے لگتے ہیں سورہ مزمل میں فرمان ہے کہ مجھے اور ان مالدار جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے انھیں کچھ مہلت اور دیجئے ہمارے پاس بیڑیاں بھی ہیں اور جہنم بھی ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا ہے اور درونا ک سزا ہے ④ اور آیت =

① احمد، ۹۵/۶، وسندہ ضعیف اسماعیل بن مسلم اسکی مشہور ضعیف ہے۔

② الطبری، ۴۹/۱۹۔ ③ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات اللہ علیہم ۳۲۰۸،

صحیح مسلم ۲۶۴۳، احمد، ۳۸۲/۱، ابن حبان ۱۶۷۴ ④ ۷۳/المزمل: ۱۱، ۱۳۔

اَفَكُمۡ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَاءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ اَبَاءَهُمُ الْاَوَّلِينَ ۝۱۸۰ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا
رُسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكَرُوْنَ ۝۱۸۱ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهِۦ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ
وَكَثُرَهُمُ لِلْحَقِّ كِرْهُوْنَ ۝۱۸۲ وَلَوْ اَتَّبَعُ الْحَقُّ اَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱۸۳
اَمْ تَسْأَلُهُمْ خُرْجًا فَرَّاجٍ رَبِّكَ خَيْرٌ ۭ وَهُوَ خَيْرُ الرَّزٰقِيْنَ ۝۱۸۴ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۸۵ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ
لَنَكِبُوْنَ ۝۱۸۶ وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا يَهِيمُ مِّنْ ضُرٍّ لِّلْجَنّٰتِ فِى طُعْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۸۷

ترجمہ: کیا انھوں نے اس بات میں غور و فکر ہی نہیں کیا؟ یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آیا تھا؟ [۱۸۰] یا انھوں نے اپنے پیغمبر کو پہچانا نہیں کہ اس کے منکر ہو رہے ہیں [۱۸۱] یا یہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لایا ہے ہاں ان میں کے اکثر حق سے چڑنے والے ہیں [۱۸۲] اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے حق تو یہ ہے کہ ہم نے انھیں انکی نصیحت پہنچادی ہے لیکن اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ [۱۸۳] کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ یاد رکھ کہ تیرے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے [۱۸۴] یقیناً تو تو انھیں راہ راست کی طرف بلارہا ہے [۱۸۵] بے شک جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے مڑ جانے والے ہیں [۱۸۶] اگر ہم ان پر رحم فرمائیں اور ان کی تکلیفیں دور کر دیں تو یہ تو اپنی اپنی سرکشی میں جم کر اور بیکٹے لگیں۔ [۱۸۷]

میں ہے ﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قُرُونٍ فَسَادُوا وَآلَاتٍ حِينَ مَنَاصٍ﴾ ① یعنی ہم نے ان سے پہلے اور بھی بہت سی بستیوں کو تباہ کر دیا اس وقت انھوں نے واویلا شروع کی جبکہ وہ محض بے سود تھی یہاں فرماتا ہے کہ آج تم کیوں شور مچا رہے ہو؟ کیوں فریاد کر رہے ہو؟ کوئی بھی تمہیں آج کام نہیں آ سکتا تم پر عذاب الہی آپڑے اب چننا چلانا سب بے سود ہے کون ہے؟ جو میرے عذابوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے پھر ان کا ایک بڑا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ میری آیتوں کے منکر تھے انھیں سنتے تھے اور مال جاتے تھے بلائے جاتے تھے لیکن انکار کر دیتے تھے توحید کا انکار کرتے تھے شرک پر عقیدہ کرتے تھے حکم تو بلند و برتر اللہ ہی کا چلتا ہے ﴿مُسْتَكْبِرِينَ﴾ حال ہے ان کے حق سے ہٹنے اور حق کا انکار کرنے سے کہ یہ اس وقت تکبر کرتے تھے اور حق اور اہل حق کو حقیر سمجھتے تھے اس معنی کی رو سے ————— کی ضمیر کا مرجع یا تو حرم ہے یعنی مکہ کہ یہ اس میں بے ہودہ بکواس کہتے تھے یا قرآن ہے جسے یہ مذاق میں اڑاتے تھے کبھی شاعری کہتے تھے کبھی کہانت وغیرہ یا خود آنحضرت ﷺ ہیں کہ راتوں کو بے کار بیٹھے ہوئے اپنی گپ شپ میں کبھی حضور ﷺ کو شاعر کہتے، کبھی کاہن کہتے، کبھی جادوگر کہتے، کبھی جھوٹا کہتے، کبھی مجنون بتلاتے حالانکہ حرم اللہ کا گھر ہے قرآن اللہ کا کلام ہے حضور ﷺ اللہ کے رسول ہیں جنھیں اللہ نے اپنی مدد پہنچائی اور مکہ پر قابض کیا ان مشرکوں کو وہاں سے ذلیل و پست کر کے

نکالا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مرویہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کی وجہ سے فخر کرتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ اولیاء اللہ ہیں حالانکہ یہ خیال محض وہم تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ مشرکین قریش بیت اللہ پر فخر کرتے تھے ① اپنے تئیں اس کا مہتمم اور متولی بتلاتے تھے حالانکہ نہ اسے آباد کرتے تھے نہ اس کا صحیح ادب کرتے تھے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے یہاں پر بہت کچھ لکھا ہے حاصل سب کا یہی ہے۔ قرآن بے مثل اور بینظیر کتاب ہے: [آیت: ۶۸-۷۵] اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس فعل پر انکار کر رہا ہے جو وہ قرآن کے نہ سمجھنے اور اس میں غور و فکر نہ کرنے میں کر رہے تھے اور اس سے منہ پھیر لیتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی وہ پاک اور برتر کتاب نازل فرمائی تھی جو کسی نبی پر نہیں اتاری گئی یہ سب سے اکمل اشرف اور افضل کتاب ہے ان کے باپ دادا جہالت میں مرے تھے جن کے ہاتھوں میں کوئی خدائی کتاب نہ تھی ان میں کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا تو انھیں چاہیے تھا کہ اللہ کے رسول کی بات ماننے کتاب اللہ کی قدر کرتے اور دن رات اس پر عمل کرتے جیسے کہ ان میں کے سمجھداروں نے کیا کہ وہ مسلمان متبع رسول ہو گئے اور اپنے اعمال سے اللہ کو رضامند کر دیا افسوس کفار نے عقلمندی سے کام نہ لیا۔ قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ کر ہلاک ہو گئے کیا یہ لوگ محمد مصطفیٰ کو جانتے نہیں کیا آپ کی صداقت امانت دیانت انھیں معلوم نہیں؟ آپ مصطفیٰ تو انہی میں پیدا ہوئے انہی میں پلے انہی میں بڑے ہوئے پھر کیا وجہ ہے کہ آج اسے جھوٹا کہنے لگے جسے اس سے پہلے سچا کہتے تھے دوہرے دوہرے تھے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شاہ جیش نجاشی سے سرور بارہی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین وحدہ لا شریک نے ہم میں ایک رسول بھیجا ہے جس کا نسب جس کی صداقت جس کی امانت ہمیں خوب معلوم تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ سے بوقت جنگ میدان میں یہی فرمایا تھا ابوسفیان صحرا بن حرب نے شاہ روم سے یہی فرمایا تھا جبکہ سرور بارہا نے ان سے اور ان کے ساتھیوں سے پوچھا تھا حالانکہ اس وقت تک وہ مسلمان بھی نہیں تھے لیکن انھیں آپ کی صداقت امانت دیانت سچائی اور نسب کی عمدگی کا اقرار کرنا پڑا ② کہتے تھے کہ اسے جنون ہے یا اس نے قرآن اپنی طرف لئے گھڑ لیا ہے حالانکہ بات اس طرح نہیں حقیقت صرف یہ ہے کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں یہ قرآن پر نظریں نہیں ڈالتے اور جو زبان پر چڑھتا ہے بک دیتے ہیں قرآن تو وہ کلام ہے جس کی مثل اور نظیر سے ساری دنیا عاجز آگئی باوجود سخت مخالفت کے اور باوجود پوری کوشش اور انتہائی مقابلے کے کسی سے نہ بن پڑا کہ اس جیسا قرآن خود بنا لیتا یا سب کی مدد لے کر اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاتا یہ تو سراسر حق ہے اور انھیں حق سے چڑ ہے پچھلا جملہ حال ہے اور ہو سکتا ہے کہ خبر یہ مستانفہ ہو وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ مذکور ہے کہ حضور مصطفیٰ نے ایک شخص سے ایک مرتبہ فرمایا ”مسلمان ہو جا اس نے کہا اگرچہ مجھے اس سے نفرت ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ ہو۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”ایک شخص حضور مصطفیٰ کو راستے میں ملا آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر اس پر یہ بہت بھاری پڑا اور اس کا چہرہ تمنا اٹھا آپ نے فرمایا دیکھو اگر تم کسی غیر آباد خطرناک غلط راستے پر جا رہے ہو اور تمہیں ایک شخص ملے جس کے نام و نسب سے جس کی سچائی اور امانت داری سے تم بخوبی واقف ہو وہ تم سے کہے کہ اس راستے چلو جو وسیع آسان سیدھا اور صاف ہے بتاؤ تم اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلو گے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا بس تو یقین مانو! اللہ کی قسم! تم اس دنیوی سخت دشوار گزار اور خطرناک راہ سے بھی زیادہ بری راہ پر ہو اور میں تمہیں سیدھی راہ کی دعوت دیتا ہوں میری مان لو۔“ مذکور ہے کہ ”ایک اور ایسے ہی شخص سے رسول اللہ مصطفیٰ نے فرمایا تھا جبکہ اس نے دعوت اسلام کا برامنا کیا کہ تیرے دوست ساقی ہوں ایک سچا امانت دار اور دوسرا جھوٹا خیانت پیشہ بتا تو کس سے محبت کرے گا اس نے کہا سچے امین سے فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب

کے نزدیک ہو“ ① حق سے مراد بقول سدی خود اللہ تعالیٰ ہے ② یعنی اللہ تعالیٰ اگر انہی کی مرضی کے مطابق شریعت مقرر کرتا تو زمین و آسمان بگڑ جاتے جیسے اور آیت میں ہے کہ کافروں نے کہا ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص پر یہ قرآن کیوں نازل ہوا؟ اس کے جواب میں یہ فرمان ہے کہ کیا رحمت ربانی کی تقسیم ان کے ہاتھوں میں ہے؟ ③ اور آیت میں ہے کہ اگر رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک یہ ہوتے تو یہ اپنی بخیلی کی وجہ سے دنیا کو ترسادیتے ④ اور آیت میں ہے کہ اگر انہیں ملک کے کسی حصہ کا مالک بنادیا گیا ہوتا تو یہ تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پرکھاتے۔ ⑤ پس ان آیتوں میں جناب باری تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ انسانی دماغ مخلوق کے انتظام کی قابلیت میں نا اہل ہے یہ اللہ ہی کی شان ہے کہ اس کی صفتیں اس کے فرمان اس کے افعال اس کی شریعت اس کی تقدیر اس کی تدبیر تمام مخلوق کو حاوی ہے اور تمام مخلوق کی حاجت برآری اور ان کی مصلحت کے مطابق ہے اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ پالنے والا ہے پھر فرمایا اس قرآن کو ان کی نصیحت کے لیے ہم لائے اور یہ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ تو تبلیغ قرآن پر ان سے کوئی اجرت نہیں مانگتا تیری نظر میں اللہ پر ہیں وہی تجھے اس کا اجر دے گا جیسے فرمایا جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ بھی تمہیں ہی دیا میں تو اجر کا طالب صرف اللہ سے ہی ہوں ⑥ اور آیت میں حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ اعلان کر دو نہ میں کوئی بدلہ چاہتا ہوں نہ تکلف کرنے والوں میں ہوں ⑦ اور جگہ ہے کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا صرف قربت داری کے میل کا جوش ہے۔ ⑧ سورہ یس میں ہے کہ شہر کے دور کے کنارے سے جو شخص دوڑا ہوا آیا اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو نبیوں کی اطاعت کرو جو تم سے کسی اجر کے خواہاں نہیں ⑨ یہاں فرمایا وہی بہترین رزاق ہے تو لوگوں کو راہ راست کی طرف بلا رہا ہے مسند احمد میں ہے ”حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے جو دو فرشتے آئے ایک آپ کی پائنتیوں بیٹھا دوسرا سر ہانے۔ پہلے نے دوسرے سے کہا اس کی امت کی مثالیں بیان کرو اس نے کہا ان کی مثال مثل ان مسافروں کے قافلے کے ہے جو ایک بیابان چنیل میدان میں تھے نہ ان کے پاس تو شہ بھٹا تھا نہ پانی دانہ اور نہ آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی طاقت۔ حیران تھے کہ کیا ہوگا اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بھلا آدمی ایک شریف انسان عمدہ لباس پہنے ہوئے آ رہا ہے اس نے آتے ہی ان کی گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر تم میرا کہا کرو اور میرے پیچھے چلو تو میں تمہیں چلوں سے لدے ہوئے باغوں اور پانی سے بھرے ہوئے حوضوں پر پہنچا دوں سب نے اس کی بات مان لی اور اس نے انہیں فی الواقع ہرے بھرے تروتازہ باغوں اور جاری چشموں میں پہنچا دیا جہاں ان لوگوں نے بے روک ٹوک کھایا پیا اور آسودہ حالی کی وجہ سے مونے تازے ہو گئے ایک دن اس نے کہا دیکھو میں تمہیں اس ہلاکت و افلاس سے بچا کر یہاں لایا اور اس فارغ البالی میں میں پہنچا یا اب اگر تم میری مانو تو میں تمہیں اس سے بھی اعلیٰ باغات اور اس سے طیب جگہ اور اس سے بھی زیادہ لہر دار نہروں کی طرف لے چلوں اس پر ایک جماعت تو تیار ہو گئی اور انہوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن دوسری جماعت نے کہا ہمیں اور کی ضرورت نہیں بس ہم تو یہیں رہ پڑے۔“ ⑩ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے ”حضور ﷺ فرماتے ہیں میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم سے روک رہا ہوں لیکن تم پروانوں اور برساتی کیڑوں کی طرح میرے ہاتھوں سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گر رہے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں؟ سنو میں تو حوض کوثر پر بھی تمہارا پیشوا اور میرا سامان ہوں وہاں تم اکاؤ کاؤ اور گروہ =

① یہ روایت مرسل ہے۔ ② الطبری، ۱۹/۵۷۔ ③ ۴۳/الزخرف: ۳۱، ۳۲۔

④ ۱۷/الاسراء: ۱۰۰۔ ⑤ ۴/النساء: ۵۳۔ ⑥ ۳۴/سبا: ۴۷۔

⑦ ۳۸/ص: ۸۶۔ ⑧ ۴۲/الشوری: ۲۳۔ ⑨ ۳۶/یس: ۲۰۔

⑩ احمد، ۱/۲۶۷، وسندہ ضعیف اس کی سند میں علی بن زید بن جعدان ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۳۷، رقم: ۲۴۴۲)

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ۖ حَتَّىٰ إِذَا
 فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۖ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ
 لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۖ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ
 فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۖ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ
 وَالنَّهَارِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۖ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ۖ قَالُوا إِذَا امْتَنَّا
 وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا إِنَّا لَبَعُوثُونَ ۖ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَذَا مِن
 قَبْلُ إِن هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۖ

ترجمہ: ہم نے انہیں بھی عذاب میں پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی۔ [۷۶] یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہو گئے۔ [۷۷] وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ [۷۸] وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔ [۷۹] یہ وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے اور رات دن کے رد بدل کا مختار بھی وہی ہے کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں؟ [۸۰] بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگے کہتے چلے آئے [۸۱] کہ کیا جب ہم مرکز مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا پھر بھی ہم کھڑے کئے جانے والے ہیں۔ [۸۲] ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ [۸۳]

= گروہ بن کر میرے پاس آؤ گے میں تمہیں تمہاری نشانیں علامتوں اور ناموں سے پہچان لوں گا جیسے ایک نووارد انجان آدمی اپنے اونٹوں کو دوسروں کے اونٹوں سے تمیز کر لیتا ہے میرے دیکھتے ہوئے تم میں سے بعض کو بائیں طرف والے عذاب کے فرشتے پکڑ کر لے جاتا چاہیں گے تو میں جناب باری تعالیٰ سے عرض کروں گا کہ اے اللہ! یہ میری قوم کے میری امت کے لوگ ہیں پس جواب دیا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں یہ تو آپ کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل لونتے ہی رہے ہیں۔ انہیں بھی پہچان لوں گا جو قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لئے ہوئے آئے گا جو بکری چیخ رہی ہوگی وہ میرا نام لے کر آوازیں دے رہا ہوگا لیکن میں اس سے صاف کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے سامنے تجھے کچھ کام نہیں آسکتا میں نے تو اللہ کی باتیں پہنچا دی تھیں اسی طرح کوئی ہوگا جو اونٹ کو لئے ہوئے آئے گا جو بلبل رہا ہوگا نہ کرے گا کہ اے محمد! اے محمد! میں کہہ دوں گا کہ میں اللہ کے ہاں تیرے لئے کچھ احتیاج نہیں رکھتا میں تو پہنچا چکا تھا بعض آئیں گے جن کی گردن پر گھوڑا سوار ہوگا جو چہنار رہا ہوگا وہ بھی مجھے آواز دے گا اور میں یہی جواب دوں گا بعض آئیں گے مشکیں لاوے ہوئے پکاریں گے یا محمد! یا محمد! میں کہوں گا میں تو تیرے کسی امر کا مالک نہیں میں تو پہنچا چکا تھا۔ ① امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند ہے تو حسن لیکن اس کا ایک راوی حفص بن حمید مجہول ہے لیکن امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اسے صالح کہا ہے اور نسائی اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ کہا ہے آخرت کا یقین نہ رکھنے والے راہ

راست سے بٹے ہوئے ہیں جب کوئی شخص سیدھی راہ سے ہٹ گیا تو عرب کہتے ہیں (نَكَبَ فَلَانٌ عَنِ الطَّرِيقِ) ان کے کفر کی پچھلی بیان ہو رہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سے سختی کو ہٹا دے اور انھیں قرآن سنا سمجھا دے تو بھی یہ اپنے کفر و عناد سے سرکشی اور تکبر سے نہ ہٹیں گے جو کچھ نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا اس کا علم اللہ کو ہے اس لئے اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی دیکھتا تو ضرور انھیں سنا تا اور اگر انہیں سنا تا بھی تو وہ منہ پھیرے ہوئے اس سے گھوم جاتے ① یہ تو جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر ہی یقین کریں گے اس وقت کہیں گے کاش کہ ہم لوٹا دیئے جاتے اور رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور یقین مند ہو جاتے۔ اس سے پہلے جو چھپا تھا وہ اب کھل گیا بات یہ ہے کہ اگر یہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر سے منع کر دہ کاموں کی طرف لوٹ آئیں گے الخ پس یہ وہ بات ہے جو ہوگی نہیں لیکن اگر ہو تو کیا ہو؟ اسے اللہ جانتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (لَوْ) سے جو جملہ قرآن کریم میں ہے وہ کبھی واقع ہونے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب اور کفار کی ہٹ دھرمی: [آیت: ۷۶-۸۳] فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان کی برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انہوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ اللہ کی طرف جھکے بلکہ کفر و ضلالت پر اڑے رہے نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جیسے فرمان ہے (فَلَوْلَا اِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا) ② الخ ہمارے عذابوں کو دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں الخ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے ”جو قریش پر حضور ﷺ کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابوسفیان رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے اور آپ ﷺ کو اللہ کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں“ ③ (نسائی) بخاری و مسلم میں ہے کہ ”قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ ﷺ نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی ایسے ہی قحط سے یا اللہ تو ان پر میری مدد فرما۔“ ④ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”حضرت دہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا گیا وہاں ایک نو عمر شخص نے کہا میں آپ کو جی بھلانے کے لیے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا اس وقت ہم عذاب الہی میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی اللہ کی طرف نہ جھکیں پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر روزے کیسے؟ تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی یعنی قید تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت“ یہاں تک کہ حکم الہی آپہنچا اچانک وقت آ گیا اور جن عذابوں کا خواب و خیال بھی نہ تھا وہ آپڑے تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ رہ گئے۔ اللہ کی نعمتوں کو دیکھو اس نے کان دیئے آنکھیں دیں دل دیئے عقل فہم عطا فرمائی کہ غور و فکر کر سکو اللہ کی وحدانیت کو اس کی با اختیار کو سمجھ سکو۔ لیکن جوں جوں نعمتیں بروہیں شکر کم ہوئے۔ جیسے فرمان ہے تو گو حرص کر لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔ ⑤ پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ مخلوق کو اس نے پیدا کر کے وسیع زمین پر بانٹ دیا ہے پھر قیامت کے دن ان بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا۔ اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلایے گا۔ کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچے گا وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے رات آتی ہے ایک نظام سے ایک کے بعد ایک آتا۔“

① ۸/ الانفال: ۲۳۔ ② ۶/ الانعام: ۴۳۔ ③ الطبرانی ۲۰۳۸ ابن حبان ۹۶۷ وسندہ حسن، حاکم، ۲/ ۳۹۴۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الروم ۴۷۷۴؛ صحیح مسلم ۲۷۹۸؛ احمد، ۱/ ۳۸۰؛ ترمذی ۳۲۵۴۔

⑤ ۱۲/ یوسف: ۱۰۳۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۳﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۸۴﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۵﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۸۶﴾ قُلْ مَنْ مِّنْ بِيْدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِیْدُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۷﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَلَيْ سٰكِرُونَ ﴿۸۸﴾ بَلْ اَتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَانَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: پوچھ تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو۔ [۸۳] فوراً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی کہہ دے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ [۸۴] دریافت کر کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت با عظمت عرش کا رب کون ہے؟ [۸۵] وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کہہ دے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ [۸۶] پوچھ کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر تم جانتے ہو تو بتلا دو۔ [۸۷] یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کہہ دے پھر تم کدھر سے جادو کر دیتے جاتے ہو؟ [۸۸] حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بیشک جھوٹے ہیں۔ [۸۹]

= جاتا ہے نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات کو دیکھ کر اپنے اللہ کو پہچان لو؟ اور اس کے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا اگلے زمانوں کے دل ان سب کے یکساں ہیں زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو اگلوں کی تھی پچھلوں کی ہے کہ مرکز مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جانے کے بعد بھی نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں یہ سمجھ سے باہر ہے۔ ہم سے بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی سے دھڑکایا گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مرکز زندہ ہوتے دیکھا نہیں ہم تو جانتے ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کئے جائیں گے؟ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا جسے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آ جائیگی۔ سورہ یاسین میں بھی یہ اعتراض اور جواب ہے کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش کو بھول بسر گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلانے گا؟ اے نبی! تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ اللہ پیدا کرے گا جس نے انہیں اول بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔ ①

مشرکین بھی اللہ تعالیٰ ہی کو خالق و مالک مانتے تھے: [آیت: ۸۳-۹۰] اللہ تعالیٰ جل و علا اپنی وحدانیت خالقیت تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہئے۔ وہ واحد ہے اور بے شریک ہے پس اپنے محترم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتلائیں گے۔ آپ انہیں کے جواب کو لے کر انہیں قائل معقول کریں کہ جب خالق مالک صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی

عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق اللہ اور مملوک اللہ جانتے تھے لیکن انہیں مقربان الہی سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقرب بارگاہ الہی بنادیں گے۔ پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو۔ ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق و رزاق وہی ہے۔ پھر پوچھو کہ اس بلند و بالا آسمان کا اس کی مخلوق کا خالق کون ہے جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے؟ جو مخلوق کی چھت ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے قبہ کی طرح بنا کر بتلایا“ ① (ابوداؤد) اور حدیث میں ہے ”ساتوں آسمان ساتوں زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو۔ اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان وزمین کے درمیان ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آسمان وزمین بمقابلہ عرش الہی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی وسیع چٹیل میدان میں پڑا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عرش کی قدر و عظمت کا کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ یا قوت کا ہے۔ اس آیت میں عرش عظیم کہا گیا ہے اور اس سورت کے آخر میں عرش کریم کہا گیا ہے یعنی بہت بڑا اور بہت حسن و خوبی والا پس لمبائی چوڑائی و مسعت و عظمت حسن و خوبی میں وہ بہت ہی اعلیٰ اور بالا ہے اسی لیے لوگوں نے اسے یا قوت سرخ کہا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذابوں اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادتیں کر رہے ہو۔

کتاب المفکر والا اعتبار میں امام ابو بکر ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ ”جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے۔ پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ بچے نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ! اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ پس اس قدر عظمت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ساگتی کہ وہ تھر تھر کاپٹنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان بحق تسلیم کر دی۔“ اس کا ایک راوی ذرا ٹھیک نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ دریافت کر کہ تمام ملک کا مالک ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضور ﷺ کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جب کوئی تاکید کی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے۔ ② =

① ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی الجہمیۃ ۴۷۲۶ وسندہ ضعیف محمد بن اسحاق مدلس کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ ۶۶۲۸؛ ابوداؤد ۶۲۶۳؛ ترمذی ۱۵۴۰

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا الذَّهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ
وَلَعَلَّا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ عَلِيمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَتَعَلَّى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ: نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیے لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر بلند ہونا چاہتا۔ جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ نالا ہے۔ [۹۱] وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے۔ [۹۲]

= پھر یہ بھی پوچھ کر وہ کون ہے؟ جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں یعنی اتنا بڑا سید و مالک کہ تمام خلق ملک حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے بتلا وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دیدے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں۔ پس یہاں اللہ کی عظمت و سلطنت بیان ہو رہی ہے کہ وہ قادر مطلق حاکم کل ہے اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا اس کی چاہت کے بغیر پتہ مل نہیں سکتا۔ وہ سب سے باز پرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے۔ اس کی عظمت اس کی کبریائی اس کا غلبہ اس کا دباؤ اس کی قدرت اس کی عزت اس کی حکمت اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے مخلوق سب اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی ان کے پاس بجز اس کے اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے۔ کہہ دے کہ پھر تم پر کیا نیکی پڑی ہے؟ ایسا کونسا جادو تم پر ہو گیا ہے کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو۔ ہم تو ان کے سامنے حق لا چکے تو حیدر و بیعت کے ساتھ ساتھ تو حیدر الوہیت بیان کر دی صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گونا گونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر و باہر ہے جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسروں کے پکارنے کی کوئی سند نہیں ① الخ صرف باپ دادوں کی تقلید پراڑ ہے اور یہی وہ کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اس پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

آسمانوں و زمین کا نظام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے: [آیت: ۹۱-۹۲] اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو۔ ملک میں تصرف میں عبادت کا مستحق ہونے میں وہ کیسا ہے نہ اس کی اولاد ہے نہ اس کا شریک ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک اللہ ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہیے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی آسمان و زمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں دستور سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق مالک اللہ ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک۔ اور اللہ بہت سے مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پست مغلوب کرنا اور خود غالب اور زور آور ہونا چاہے گا اگر غالب آ گیا تو مغلوب اللہ نہ رہا اگر غالب نہ آیا تو وہ خود اللہ نہیں۔ پس یہ دونوں دلیلیں بتلا رہی ہیں کہ اللہ ایک ہی ہے۔ متکلمین کے طور پر اس دلیل کو دلیل تمام حق کہتے ہیں۔ ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر وہ اللہ مانے جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کر لے اور دوسرا =

قُلْ رَبِّ اِمَّا تُرِيْنِيْ مَا يُوعَدُوْنَ ۝ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنَّا
عَلٰى اَنْ تُرِيْكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝ اِدْفَعْ بِاَلَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّبِيْئَةِ ط
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٍ الشَّيْطٰنِ ۝
وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۝

ترجمہ: تو دعا کیا کر کہ اے پروردگار اگر تو مجھے وہ دکھائے جس کا وعدہ انہیں دیا جا رہا ہے۔ [۹۳] تو اے رب تو مجھے ان ظالموں کے گروہ
میں نہ کرنا۔ [۹۴] ہم جو کچھ وعدے انہیں دے رہے ہیں سب کو تجھے دکھائے پر یقیناً قادر ہیں۔ [۹۵] برای کو اس طریقے سے دور کر جو
سراسر بھلائی والا ہو۔ جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ہم بخوبی واقف ہیں۔ [۹۶] اور دعا کر کہ اے میرے پروردگار میں شیطانوں کے دوسوں
سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ [۹۷] اور اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ جائیں۔ [۹۸]

= اس کے سکون کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو اللہ نہیں ہو سکتے
کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے تو دونوں کی
مراد کا حاصل ہونا محال ہے اور یہ محال لازم ہوا ہے اس وجہ سے کہ دیا دے سے زیادہ اللہ فرض کئے گئے تھے۔ پس یہ تعدد باطل ہو گیا۔
اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی
پوری نہ ہوئی وہ مغلوب اور ممکن ہوا۔ کیونکہ واجب کی یہ صفت نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی معبودوں کی زیادتی تعداد باطل
ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ ایک ہے۔ وہ ظالم سرکش حد سے گزر جانے والے مشرک جو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور اس کے
شریک بتلاتے ہیں ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات اللہ بلند بالا برتر و منزہ ہے۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ
ہے اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے پس وہ ان تمام شرکاء سے پاک ہے جسے منکر اور مشرک شریک اللہ بتلاتے ہیں۔

برائی کا جواب بھلائی سے دینا ہمت کا کام ہے: [آیت: ۹۳-۹۸] غیثیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو
ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں تو مجھے ان عذابوں سے بچالینا۔ مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ
حضور ﷺ کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ ”یا اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے
اٹھالے“ ① اللہ تعالیٰ اس کی تعلیم دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھائے پر قادر ہیں جو ان کفار پر ہماری جانب
سے اترنے والے ہیں۔ پھر وہ بات سکھائی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کو دور اور دفع کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنے والے سے
بھلائی کی جائے تاکہ اسکی عداوت محبت سے اور نفرت الفت سے بدل جائے۔ جیسے اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی
دشمن دلی دوست بن جائیگا۔ ② لیکن یہ کام انہیں سے ہو سکتا ہے جو صبر کر نیا لے ہوں یعنی اس حکم کی تعمیل اور اس صفت کی تحصیل
صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے
جائیں۔ یہ وصف ان ہی لوگوں کا ہے جو بڑے با نصیب ہوں دنیا اور آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو۔ انسان کی برائی سے =

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۚ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا
تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے۔ [۹۹] کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں۔ ہرگز ایسا نہیں ہونے کا یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔ [۱۰۰]

= بچنے کی بہترین ترکیب بتلا کر پھر شیطان کی برائی سے بچنے کی ترکیب بتلائی جاتی ہے کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہیں شیطان سے بچالے اس لیے کہ اس کے فن فریب سے بچنے کے ہتھیار تمہارے پاس بجز اس کے اور نہیں۔ وہ سلوک و احسان سے بس میں نہیں آنے کے استعاذہ کے بیان میں ہم لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ((أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمِّهِ وَنَفْسِهِ وَنَفْسِهِ)) پڑھا کرتے تھے ① اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان میرے کسی کام میں حائل ہو اور وہ میرے پاس پہنچ جائے۔ پس ہر ایک کام کے شروع میں اللہ کا ذکر شیطان کی شمولیت کو روک دیتا ہے کھانا پینا جماع ذبح وغیرہ کل کاموں کے شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہئے۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ کی ایک دعایہ بھی تھی ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَمِنَ الْغَرَقِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ)) ② ”اے اللہ! میں تجھ سے برے بڑھاپے سے اور دب کر مر جانے سے اور ڈوب کر مر جانے سے پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی کہ موت کے وقت شیطان مجھ کو بہکا دے۔“ مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیندا چاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لیے ہم سوتے وقت پڑھا کریں ((بِسْمِ اللَّهِ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمْزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ))۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہو شیار ہوتے انہیں تو یہ دعا سکھا دیا کرتے اور جو چھوٹے نا سمجھ ہوتے یا نہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے ③ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔

برزخ اور عذاب قبر: [آیت ۹۹: ۱۰۰] بیان ہو رہا ہے کہ موت کے وقت کفار اور بدترین گنہگار سخت نادم ہوتے ہیں اور حسرت و افسوس کے ساتھ آرزو کرتے ہیں کہ کاش کے ہم دنیا کی طرف لوٹا جائے جاکیں تاکہ ہم نیک اعمال کر لیں لیکن اس وقت یہ امید فضول یہ آرزو لا حاصل ہے چنانچہ سورہ منافقون میں فرمایا جو ہم نے دیا ہے ہماری راہ میں دیتے رہو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے اس وقت وہ کہے کہ یا اللہ ذرا سی مہلت دیدے تو میں صدقہ خیرات کو لوں اور نیک بندہ بن جاؤں لیکن اجل آچکنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی تمہارے تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔ ④ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں

① ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب من رأى الاستفتاح سبحانه اللهم ويحمدك ۷۷۵ وسنده حسن۔

② ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فى الاستعاذه ۱۵۵۲ وسنده حسن؛ نسائی ۵۵۳۴۔

③ ابو داؤد، کتاب الطب، باب كيف الرقى ۳۸۹۳ وسنده ضعيف محمد بن اسحاق مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ترمذی ۳۵۲۸؛

عمل اليوم والليله ۷۴۸؛ احمد، ۲/ ۱۸۱۔

④ ۶۳/ المنافقون: ۱۰-۱۱۔

مثلاً ﴿يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ﴾ سے ﴿مِنْ رَسُولٍ﴾ ① تک اور ﴿يَوْمَ يَأْتِيهِمُ نَارُ الْبُلَّةِ﴾ سے ﴿نَعْمَلُ﴾ ② تک اور ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُنْجَرِمُونَ﴾ سے ﴿مُوقِنُونَ﴾ ③ تک اور ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا﴾ سے ﴿لَگَاذِبُونَ﴾ ④ تک اور ﴿وَقَرَىٰ الظَّالِمِينَ﴾ سے ﴿مِنْ سَبِيلٍ﴾ ⑤ تک اور آیت ﴿قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا﴾ ⑥ اور اس کے بعد کی آیت ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا﴾ ⑦ الخ وغیرہ۔ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایسے بدکار لوگ موت کو دیکھ کر قیامت کے دن اللہ کے سامنے کی پیشی کے وقت جہنم کے سامنے کھڑے ہو کر دنیا میں واپس آنے کی تمنا کریں گے اور نیک اعمال کرنے کا وعدہ کریں گے لیکن ان وقتوں میں ان کی طلب پوری نہ ہوگی۔ یہ تو وہ کلمہ ہے جو بہ مجبوری ایسے آڑے وقتوں میں ان کی زبان سے نکل ہی جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کہتے ہیں مگر کرنے کے نہیں اگر دنیا میں واپس لوٹائے بھی جائیں تو عمل صالح نہیں کریں گے بلکہ دیے ہی رہیں گے جیسے پہلے رہے تھے۔ یہ تو جھوٹے اور لٹاڑے ہیں۔ کتنا مبارک ہے وہ شخص جو اس زندگی میں نیک عمل کر لے اور کیسے بد نصیب ہیں یہ لوگ کہ آج نہ انہیں مال و اولاد کی تمنا ہے نہ دنیا اور زینت دنیا کی خواہش ہے صرف یہ چاہتے ہیں کہ دوروز کی زندگی اور ہو جائے تو کچھ نیک اعمال کر لیں لیکن تمنا بے کار آرزو ہے سود خواہش ہے جا۔ یہ بھی مروی ہے کہ ان کی تمنا پر انہیں اللہ ڈانٹ دے گا اور فرمادے گا کہ یہ بھی تمہاری بات ہے عمل اب بھی نہیں کرو گے۔ حضرت علاء بن زیاد رضی اللہ عنہ کیا ہی عمدہ بات فرماتے ہیں آپ فرماتے ہیں تم یوں سمجھ لو کہ میری موت آچکی تھی لیکن میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دیدی جائے تاکہ میں نیکیاں کر لوں اللہ تعالیٰ نے مجھے مہلت دیدی ہے تو اب مجھے چاہیے کہ دل کھول کر نیکیاں کر لوں۔ قادمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کافر کی آس امید کو یاد رکھو اور خود زندگی کی گھڑیاں اطاعت رب میں بسر کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کافر اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اپنا جہنم کا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب! مجھے لوٹا دے میں توبہ کر لوں گا اور نیک اعمال کرتا رہوں گا۔ جواب ملتا ہے کہ جتنی عمر تجھے دی گئی تھی تو ختم کر چکا۔ پھر اس کی قبر اس پر سمٹ جاتی ہے اور تنگ ہو جاتی ہے اور سانپ بچھو چھٹ جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں گنہگاروں پر ان کی قبریں بڑی مصیبت کی جگہ ہوتی ہیں۔ ان کی قبروں میں انہیں کالے ناگ ڈستے رہتے ہیں جن میں سے ایک بہت بڑا اس کے سر ہانے ہوتا ہے اور ایک اتنا ہی بڑا پانچھویں کی طرف ہوتا ہے وہ سر کی طرف سے ڈسنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہ پیروں کی طرف سے کاٹنا اور اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے یہاں تک کہ سچ کی جگہ آ کر دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پس یہ ہے وہ برزخ جہاں یہ قیامت تک رہیں گے۔ ﴿مِنْ وَرَائِهِمْ﴾ کے معنے کئے گئے ہیں کہ ان کے آگے برزخ ایک حجاب اور آڑ ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ وہ نہ تو صحیح طور پر دنیا میں ہیں نہ کھائیں پئیں نہ آخرت میں ہیں کہ اعمال کے پورے بدلے میں آجائیں بلکہ سچ ہی سچ میں ہیں۔ پس اس آیت میں ظالموں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ انہیں عالم برزخ میں بھی بڑے بھاری عذاب ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ ⑧ ان کے آگے جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ﴾ ⑨ ان کے آگے بہت سخت عذاب ہے۔ برزخ کا قبر کا یہ عذاب ان پر قیامت کے قائم ہونے تک برابر جاری رہے گا جیسے حدیث میں ہے کہ ”وہ اس میں برابر عذاب میں رہے گا یعنی زمین میں۔“ ⑩

- ① ۱۴ / ابراہیم: ۴۴۔ ② ۷ / الاعراف: ۵۳۔ ③ ۳۲ / السجدة: ۱۲۔ ④ ۶ / الانعام: ۲۷، ۲۸۔ ⑤ ۴۲ / الشوری: ۴۴۔ ⑥ ۴۰ / غافر: ۱۱۔ ⑦ ۳۵ / فاطر: ۳۷۔ ⑧ ۴۵ / الجاثیہ: ۱۰۔ ⑨ ۱۴ / ابراہیم: ۱۷۔ ⑩ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر ۱۰۷۱ و سندہ حسن۔

فَاِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِينُهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا
اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهُهُمْ اَلْاُتَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ ۝

ترجمہ: پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ [۱۰۱] جن کی ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے۔ [۱۰۲] اور جن کی ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوئے۔ [۱۰۳] ان کے چہروں کو آگ جھلکتی رہے گی اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوئے ہوں گے۔ [۱۰۴]

میدان محشر کا نقشہ: [آیت: ۱۰۱-۱۰۴] جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپا دھاپی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ کوئی دوست کسی دوست سے باوجود ایک دوسرے کو دیکھنے کے کچھ نہ پوچھے گا۔ ① صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے مصیبت میں ہے گناہوں کے بوجھ میں دب رہا ہے لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا نہ کچھ پوچھے گا بلکہ آنکھ پھیر لے گا۔ جیسے خود قرآن میں ہے کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا۔ ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا کوئی حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے یا اپنی بیوی کے ذمے ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا ③ جیسے اس آیت میں ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میرا نسب میرا حسب میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی۔“ ④ اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیزیں مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہیں۔“ ⑤ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر فرمایا ”لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ واللہ! میرا رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میرا سامان ہوں جب تم آؤ گے ایک شخص کہے گا کہ یا رسول اللہ! میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں جواب دوں گا کہ ہاں نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن تم لوگوں =

① ۷۰/المعارف: ۱۰۔ ② ۸۰/عبس: ۳۴۔ ③ الطبری، ۷۲/۱۹۔

④ احمد، ۴/۳۲۳ وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۹/۲۰۳؛ حاکم، ۳/۱۵۸۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ذب الرجل عن ابنته فی الغیرۃ والایضاف ۵۲۳۰؛ صحیح مسلم ۲۴۴۹؛ ابوداؤد

۲۰۷۱؛ ترمذی ۳۸۶۶؛ ابن ماجہ ۱۹۹۸؛ احمد، ۴/۳۳۸۔

اَلَمْ تَكُنْ اِلٰتِيْ نَتْلٰى عَلَيْكُمْ فَلَنْتُمْ بِهَا تُكْذِبُوْنَ ۝۱۰۵ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا
شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّیْنَ ۝۱۰۶ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُوْنَ ۝۱۰۷

ترجمہ: کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ ۱۰۵ کہیں گے کہ اے پروردگار! ہماری بد بختی ہم پر غالب آگئی واقعی ہم تھے ہی گمراہ۔ ۱۰۶ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں۔ ۱۰۷

= نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔ ① مسند امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب میں ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ! مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”ہر حسب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور حسب۔“ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”کل رشتے ناتے اور سرسالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے دن کٹ جائیں گے“ ایک اور حدیث میں ہے کہ ”میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔“ جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی وہ کامیاب ہو گیا جہنم سے آزاد اور جنت میں داخل ہو گیا اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا اس سے بچ گیا اور جس کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں وہ ہلاک ہوئے نقصان میں آ گئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”قیامت کے دن تر از دو پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا جو ہر ایک انسان کو لا کر تر از دو کے پاس بچوں بچ کھڑا کرے گا پھر نیکی بدی تولی جائے گی اگر نیکی بڑھ گئی تو بے آواز بلند اعلان کرے گا کہ فلاں ابن فلاں نجات پا گیا اب اس کے بعد ہلاکی اس کے پاس بھی نہیں آنے کی اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سنا کر کہے گا فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوا۔ اب وہ بھلائی سے محروم ہو گیا۔“ اس کی سند ضعیف ہے۔ داؤد بن جریر راوی ضعیف و متردک ہے۔ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے دوزخ کی آگ ان کے منہ جھلس دے گی۔ چہرہ کو جلا دے گی کمر کو سلا دے گی۔ یہ بے بس ہوں گے آگ کو ہٹانہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”پہلے ہی شعلے کی لپٹ ان کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ کر کے ان کے قدموں میں ڈال دے گی وہ وہاں بد شکل ہوں گے دانت نکلے ہوئے ہوں گے ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرہا ہوا ہوگا۔ اوپر کا ہونٹ تو تالونک پہنچا ہوا ہوگا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آ جائے گا۔“ ②

کفار کی پشیمانی: [آیت: ۱۰۵-۱۰۷] کافروں کو ان کے کفر اور گناہوں پر اور نہ ماننے پر قیامت کے دن جو ڈانٹ ڈپٹ ہوگی اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تمہاری طرف رسول بھیجے تھے تم پر کتابیں نازل فرمائی تھیں تمہارے شک شبے زائل کر دیئے تھے تمہاری کوئی حجت باقی نہیں رکھی تھی جیسے فرمان ہے کہ تاکہ لوگوں کا عذر رسولوں کے آنے کے بعد باقی نہ

① احمد ۱۸/۳ وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ ۱۲۳۸، مجمع الزوائد ۱۰/۳۶۴، عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المؤمنین ۳۱۷۶ وسندہ ضعیف دراج کی ابوالہشیم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

مسند ابی یعلیٰ ۱۳۶۷، احمد، ۸۸/۳، حاکم، ۲/۲۴۶؛ حلیۃ الاولیاء، ۸/۱۸۲۔

قَالَ اخْسَوْا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا
 اَمْنًا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذَتْهُمْ سَخِرِيًا حَتَّى
 اَسْوَكُمْ ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝ اِنِّى جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا ۝
 اِنَّهُمْ هُمُ الْفَاكِزُونَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھٹکارے ہوئے نہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ [۱۰۸] میرے بندوں کی ایک جماعت تھی جو برابر یہی
 کہتی رہی کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لا چکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ [۱۰۹] لیکن تم
 انہیں مذاق میں ہی اڑاتے رہے یہاں تک کہ ان کے پیچھے تم میری یاد بھلا بیٹھے اور تم ان سے غول ہی کرتے رہے۔ [۱۱۰] میں نے آج
 انہیں ان کے اس صبر کا بدلہ دیدیا ہے کہ وہ خاطر خواہ اپنی مراد کو پہنچ چکے ہیں۔ [۱۱۱]

= رہے۔ ① اور فرمایا ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ ② اور آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جائے
 گی اس سے وہاں کے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہ کرنے والے آئے نہ تھے؟ ③ اس وقت
 یہ حرمان نصیب لوگ اقرار کریں گے کہ بیشک تیری حجت پوری ہو گئی تھی لیکن ہم اپنی بد قسمتی اور سخت دلی کے باعث درست نہ ہوئے
 اپنی گمراہی پر اڑ گئے اور راہ راست پر نہ چلے۔ یا اللہ! اب تو ہمیں پھر دنیا کی طرف بھیج دے اگر اب ایسا کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں اور
 مستحق سزا ہیں جیسے فرمان ہے ﴿لَا عِشْرَ فَنَّا بِلَدْنُونَا فَلَهُ الْاِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ﴾ ④ ہمیں اپنی تصفیروں کا اقرار ہے کیا اب کسی
 طرح بھی پھٹکارے کی راہ مل سکتی ہے؟ الخ لیکن جواب دیا جائے گا کہ اب سب راہیں بند ہیں دار عمل فنا ہو گیا اب وار جزا ہے۔ توحید
 کے وقت شرک کیا اب پچھتانے سے کیا حاصل؟

دوزخیوں کو اللہ تعالیٰ کی ڈانٹ: [آیت: ۱۰۸-۱۱۱] کافر جب جہنم سے نکلنے کی آرزو کریں گے تو انہیں جواب ملے گا کہ اب تو تم
 اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو گے خبردار اب یہ سوال مجھ سے نہ کرنا۔ آہ! یہ کلام رحمن ہو گا جو جہنمیوں کو ہر خیر سے مایوس کر دے گا
 (اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے۔ اے رحمتوں والے پروردگار ہمیں اپنے رحم کے دامن میں چھپالے اور اپنی ڈانٹ ڈپٹ اور غصے سے بچالے
 آمین) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہنمی تو پہلے داروغہ جہنم کو بلائیں گے چالیس سال تک اسے پکارتے رہیں گے لیکن کوئی
 جواب نہ پائیں گے چالیس برس کے بعد جواب ملے گا کہ تم یہیں پڑے رہو۔ ان کی پکار کی نہ تو کوئی وقعت داروغہ جہنم کے پاس ہوگی
 نہ اللہ جل و علا کے پاس۔ پھر براہ راست اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ یا اللہ! ہم اپنی بد بختی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہم
 اپنی گمراہی میں ڈوب گئے یا اللہ! اب تو ہمیں یہاں سے نجات دے۔ اگر اب بھی ہم یہی برے کام کریں تو جو چاہے سزا کرنا۔ اس کا
 جواب انہیں دنیا کی دگنی عمر تک نہ دیا جائے گا۔ پھر فرمایا جائے گا کہ رحمت سے دور ہو کر ذلیل و خوار ہو کر اسی دوزخ میں پڑے رہو اور
 مجھ سے کلام نہ کرو۔ اب یہ محض مایوس ہو جائیں گے اور گدھوں کی طرح چلا تے اور شور مچاتے چلتے بھٹکتے رہیں گے۔ اس وقت ان =

قُلْ كَمْ لَبِئْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا الْبَيْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ فَسَلِ

الْعَادِينَ ۝ قُلْ إِنْ لَبِئْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اَفَحَسِبْتُمْ أَنْبَاءَ خَلْقِكُمْ عَبَثًا

وَأَنْتُمْ الْبَيِّنَاتُ تَرْجِعُونَ ۝ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ تم زمین میں باعتبار برسوں کی کتنی کے کس قدر رہے؟ [۱۱۲] وہ کہیں گے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم کتنی گنتے والوں سے بھی پوچھ لیجئے [۱۱۳] اللہ تعالیٰ فرمائے گا کافی الواقعہ تم وہاں بہت ہی کم رہے ہو اے کاش تم اسے پہلے ہی سے جان لیتے [۱۱۴] کیا تم یہ گمان کئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟ [۱۱۵] اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔ [۱۱۶]

= کے چہرے بدل جائیں گے صورتیں مسخ ہو جائیں گی یہاں تک کہ بعض مؤمن شفاعت کی اجازت لے کر آئیں گے لیکن یہاں کسی کو نہیں پہچانیں گے جہنمی انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ میں فلاں ہوں لیکن یہ جواب دیں گے کہ غلط ہے ہم تمہیں نہیں پہچانتے۔ اب دوزخی لوگ اللہ کو پکاریں گے اور وہ جواب پائیں گے جو ادھر مذکور ہوا۔ پھر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور یہ وہیں سڑتے رہیں گے۔ انہیں شرمندہ اور پشیمان کرنے کے لیے ان کا ایک زبردست گناہ پیش کیا جائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے بندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کی دعاؤں پر دل لگی کرتے تھے۔ وہ مؤمن اپنے رب سے بخشش و رحمت طلب کرتے تھے اسے ارحم الراحمین کہہ کر پکارتے تھے لیکن یہ اسے ہنسی میں اڑاتے تھے اور ان کے بغض میں ذکر رب چھوڑ بیٹھتے تھے اور ان کی عبادتوں اور دعاؤں پر ہنستے تھے جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ﴾ ۱ یعنی گنہگار ایمانداروں سے ہنستے تھے اور انہیں مذاق میں اڑاتے تھے۔ اب ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اپنے ایماندار صبر گزار بندوں کو بدلہ دے دیا ہے وہ سعادت سلامت نجات و فلاح پا چکے ہیں اور پورے کامیاب ہو چکے ہیں۔

انسان بے کار نہیں بنایا گیا: [آیت: ۱۱۲-۱۱۶] بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکو کار رہتے تو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ اپنی ان نیکیوں کا بڑا اجر پاتے۔ آج ان سے سوال ہو گا کہ تم دنیا میں کس قدر رہے؟ جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس سے بھی کم حساب دان لوگوں سے دریافت کر لیا جائے۔ جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقعہ میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جادوئی پرترجیح نہ دیتے اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر اللہ کو ناراض نہ کر دیتے۔ وہ ذرا سا وقت اگر صبر و سہار سے اطاعت الہی میں بسر کر دیتے تو آج راج تھا خوشی ہی خوشی تھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جب جنتی اور دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مؤمنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سے دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت رضا مندی اور جنت حاصل کر لی جہاں بیٹھتی ہے۔ پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہو گا وہ بھی اتنی ہی مدت بتلائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھائے والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے

میری ناراضی غصہ اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے۔“ کیا تم لوگ یہ سمجھ ہوئے ہو کہ تم بیکار بے قصہ دارادہ پیدا کیے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟ ثواب و عذاب کے مستحق نہ ہوؤ؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی بجا آوری کے لیے پیدا کئے گئے ہو۔ کیا تم یہ خیال کر کے بے پرواہ ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے جیسے فرمایا ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ﴾ سُورۃ ۱۰۰ ﴿۱﴾ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے بیکار بنائے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق کو مثل چھت کے چھایا ہوا ہے وہ بہت بھلا اور بہت عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمان ہے زمین میں ہم نے ہر بھلی جوڑ کو پیدا کر دیا ہے۔ ﴿۲﴾ خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ لوگو تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیئے گئے یا رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لیے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بد بخت ہو گیا وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا جو اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا اور جنت سے روک دیا گیا جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن وہ عذاب رب سے بچ جائے گا جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لیے بے لگان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے اگلے ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام اب تم ہو اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سٹ کر اس خیر الوار شین کے دربار میں حاضری دے گی لوگو خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں اپنی قبر کی طرف جا رہے ہو تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہوگا نہ تکیہ دوست احباب چھوٹ جائیں گے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اعمال سامنے آ جائیں گے جو چھوڑ آئے ہو وہ دوسروں کا ہو جائے گا جو آگے بھیج چکے اسے سامنے پاؤ گے نیکیوں کے محتاج ہو گے بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بند اللہ سے ڈرو اس کی باتیں سامنے آ جائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے اس سے پہلے جواب دی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اتنا کہا تھا جو رونے کے غلبے نے آواز بلند کر دی منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آواز داری شروع ہو گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستارہ تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے ﴿اَلْحَسْبُكُمْ﴾ سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں۔ وہ اچھا ہو گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا ”عبداللہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟“ آپ نے تلاوت یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا واللہ ان آیتوں کو اگر کوئی بایمان یا یقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔“ ﴿۳﴾ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے =

وَمَنْ يَدْعُمَهُ اللّٰهُ اِلٰهَا اٰخَرًا لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ لَا فَاِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط اِنَّهُ لَا يُقْلِعُ الْكَافِرُونَ ﴿۱۷﴾ وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَاَرْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيْمِ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔
بیک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔ [۱۷] تو دعا کرتا رہ کر اے میرے رب تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی والا ہے۔ [۱۸]

روایت نقل کی ہے ابراہیم بن الحارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح وشام ﴿اَفْحَبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَدًا وَّاَنْتُمْ اِلٰنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ پڑھتے رہیں۔ ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی الحمد للہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے ((بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبٰهَا وَمُرْسٰلٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)) ① مصیبت میں کام آنے والا کون ہے: [آیت: ۱۱۷-۱۱۸] مشرکوں کو اللہ واحد و رازگار ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط ﴿فَاِنَّمَا﴾ والے جملے کے ضمن میں ہے یعنی اس کا حساب اللہ کے ہاں ہے۔ کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”تو کس کس کو پوجتا ہے؟“ اس نے کہا اللہ کو اور فلاں فلاں کو۔ آپ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ (تعالیٰ جل شانہ) کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہ ہوگا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجالا سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی؟ جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو۔ اب کوئی جواب بن نہ پڑا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے مجھے حضور ﷺ نے قائل کر دیا۔ ”یہ حدیث مرسل ہے ترمذی میں بھی مسند امروہی ہے۔ ② پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی۔ غفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں۔

الحمد للہ سورہ مؤمنون کی تفسیر ختم ہوئی۔



① ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف جداً أنبھل بن سعید متروک راوی ہے اور باقی سند بھی مردود ہے۔

② سنن الترمذی، ۳۴۸۳ و سندہ ضعیف۔

تفسیر سورۃ نور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةٌ اَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَا آيٰتٍ بَّيِّنٰتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
الْزَانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَاْخُذْكُمْ
بِهَمَارُافَةٍ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلَيْسَ هٰذَا
عَذَابُهُمْ طَآئِفَةً مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اللہ رحمن الرحیم کے نام سے شروع

یہ ہے وہ سورت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اور مقرر کر دی ہے اور جس میں ہم نے کھلے احکام اتارے ہیں تاکہ تم یاد رکھو۔ [۱] انا کا رعورت
دمرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے اگر تمہیں اللہ پر
اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔ [۲]

حد رجم اور کوڑوں کی سزا: [آیت: ۱-۲] اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو
ظاہر کرنا ہے لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اور سورتیں ضروری اور بزرگی والی نہیں۔ ﴿فَرَضْنَاهَا﴾ کے معنی مجاہد و قتادہ جہنم اللہ نے یہ
بیان کئے ہیں کہ حلال و حرام امر و نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے۔ ① امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور
تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے ② اس میں صاف صاف کھلے کھلے روشن احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم نصیحت و عبرت حاصل
کر دو احکام الہی کو یاد رکھو۔ اور پھر ان پر عمل کرو پھر زنا کاری کی شرعی سزایمان فرمائی۔ زنا کار یا تو بے شادی شدہ ہو گا یا شادی
شدہ ہو گا۔ یعنی وہ جو حریت بلوغت اور عقل کی حالت میں نکاح شرعی کے ساتھ کسی عورت سے ملا ہو۔ پس کنوارا جس کا نکاح ابھی نہیں
ہوا وہ اگر زنا کر بیٹھے تو اس کی حد وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی یعنی سو (۱۰۰) کوڑے۔ اور جمہور علماء رحمہم اللہ کے نزدیک اسے سال
بھر کی جلا وطنی بھی دی جائے گی۔ ہاں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ جلا وطنی امام کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے دے چاہے نہ
دے۔ جمہور کی دلیل تو بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ ”دعا عربی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ایک نے کہا یا رسول
اللہ! میرا بیٹا اس کے ہاں ملازم تھا وہ اس کی بیوی سے زنا کر بیٹھا میں نے اس کے فدیے میں ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی پھر میں
نے علماء سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے بیٹے پر شرعی سزا سو کوڑوں کی ہے اور ایک سال کی جلا وطنی اور اس کی بیوی پر رجم یعنی
سنگساری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”سنو۔ میں تم میں اللہ کی کتاب کا صحیح فیصلہ کرتا ہوں۔ لونڈی اور بکریاں تو تجھے واپس دلوادی
جائیں گی اور تیرے بچے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اے انیس تو اس کی بیوی کا بیان لے (یہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ)

قبیلہ اسلم کے ایک شخص تھے) اگر وہ اپنی سیاہ کاری کا اقرار کر لے تو تو اسے سنگسار کر دینا۔ چنانچہ اس بیوی صاحبہ نے اقرار کیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔“ ① اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کنوارے پرسوکڑوں کے ساتھ ہی سال بھر تک کی جلا وطنی بھی ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو وہ رجم کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مؤطا مالک میں ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اس کتاب اللہ میں رجم کرنے کے حکم کی آیت بھی تھی جسے ہم نے تلاوت کیا یا کیا اس پر عمل بھی کیا۔ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی رجم ہوا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا مجھے ڈر لگتا ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے اس فریضے کو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اتارا چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں۔ کتاب اللہ میں رجم کا حکم مطلق حق ہے اس پر جو زنا کرے اور شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو خواہ عورت جب کہ اس کے زنا پر شرعی دلیل ہو یا حمل ہو یا اقرار ہو۔“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں اس سے بھی مطول ہے۔ ② مسند احمد میں ہے کہ ”آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ رجم یعنی سنگساری کا مسئلہ ہم قرآن میں نہیں پاتے قرآن میں صرف کوڑے مارنے کا حکم ہے یاد رکھو خود رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے قرآن میں جو نہ تھا عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ دیا تو میں آیت رجم کو اسی طرح لکھ دیتا جس طرح نازل ہوئی تھی۔“ ③ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ نے اپنے خطبہ میں رجم کا ذکر کیا اور فرمایا ”رجم ضروری ہے وہ اللہ کی حدوں میں سے ایک حد ہے خود حضور ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا۔ اگر لوگوں کے اس کہنے کا کھٹکانہ ہوتا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ میں زیادتی کی جو اس میں نہ تھی تو میں کتاب اللہ کے ایک طرف آیت رجم لکھ دیتا۔“ عمر بن خطاب، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما اور فلاں اور فلاں کی شہادت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ یاد رکھو تمہارے بعد ایسے لوگ آنے والے ہیں جو رجم کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو چھٹائیں گے اور اس بات کو بھی کہ کچھ لوگ جہنم سے اس کے بعد نکالے جائیں گے کہ وہ کوئلے ہو گئے ہوں۔“ ④ مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رجم کے حکم کے انکار کرنے کی ہلاکت سے بچنا۔“ ⑤ الخ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ بھی اسے لائے ہیں اور اسے صحیح کہا ہے۔ ⑥ ابویعلیٰ موصلیٰ میں ہے کہ ”لوگ مروان کے پاس بیٹھے تھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے فرمایا ہم قرآن میں پڑھتے تھے کہ شادی شدہ مرد یا عورت جب زنا کاری کریں تو انہیں ضرور رجم کر دو۔ مروان نے کہا پھر تم نے اس آیت کو قرآن میں نہ لکھ لیا؟ فرمایا سنو ہم میں جب اس کا ذکر چلا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہاری تشفی کر دیتا ہوں۔ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ سے ایسا ایسا ذکر کیا اور رجم کا بیان کیا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ! آپ رجم کی آیت لکھ لیجیے آپ نے فرمایا اب تو میں اسے لکھ نہیں سکتا۔“ یا اسی کے مثل یہ روایت نسائی میں بھی ہے۔ ⑦

① صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطالحوا علی صلح جور فالصلح مردود ۲۶۹۵؛ صحیح مسلم ۱۶۹۷؛ ابوداؤد ۴۴۴۵؛ ترمذی ۱۴۳۳؛ ابن ماجہ ۲۵۵۹؛ احمد، ۴/۱۱۵؛ ابن ماجہ ۴۴۳۷۔

② صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب رجم الحبلى في الزنا اذا احصنت ۶۸۳۰؛ صحیح مسلم ۱۶۹۱ مؤطا امام مالک، ۲/۸۲۳؛ ترمذی ۱۴۳۲؛ ابن ماجہ ۲۵۵۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۵۱۔ ③ احمد، ۱/۲۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۷۱۵۱۔

④ احمد، ۱/۲۳ وسندہ ضعیف؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۴۶۔

⑤ احمد، ۱/۳۶ وسندہ صحیح؛ بیہقی ۲۱۲/۸؛ مسند الشافعی ۱/۱۶۳؛ ترمذی ۱۴۳۱ بتصرف یسیر۔

⑥ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء في تحقيق الرجم ۱۴۳۱ وهو صحیح۔

⑦ السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۱۴۸ وسندہ ضعیف۔

پس ان سب احادیث سے ثابت ہوا کہ رجم کی آیت پہلے لکھی ہوئی تھی پھر تلاوت میں منسوخ ہو گئی اور حکم باقی رہا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ خود آنحضرت ﷺ نے اس شخص کی بیوی کے رجم کا حکم دیا جس نے اپنے ملازم سے بدکاری کرائی تھی۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ماعز بن جندبہ کو اور ایک غامدیہ عورت کو رجم کرایا۔ ان سب واقعات میں یہ مذکور نہیں کہ رجم سے پہلے آپ نے انہیں کوڑے بھی لگوائے ہوں۔ بلکہ ان سب صحیح اور صاف حدیثوں میں صرف رجم کا ذکر ہے کسی میں بھی کوڑوں کا بیان نہیں۔ اسی لیے جمہور علمائے اسلام کا یہی مذہب ہے۔ ابو حنیفہ مالک شافعی رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے اسے کوڑے مارنے چاہئیں پھر رجم کرنا چاہیے تاکہ قرآن حدیث دونوں پر عمل ہو جائے جیسے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ کے پاس سربلہ لائی گئی جو شادی شدہ عورت تھی اور زنا کاری میں آئی تھی تو آپ نے جمعرات کے دن تو اسے کوڑے لگوائے اور جمعہ کے دن سنگسار کر دیا اور فرمایا کہ کتاب اللہ پر عمل کر کے میں نے کوڑے پٹوائے اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کر کے سنگسار کرایا۔ ①

مسند احمد، سنن ابن ماجہ اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری بات لے لو میری بات لے لو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راستہ نکال دیا کنوارا کنواری کے ساتھ زنا کرے تو سو کوڑے اور سال بھر کی جلا وطنی اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ کرے تو رجم۔“ ② پھر فرمایا اللہ کے حکم کے ماتحت اس حد کے جاری کرنے میں تمہیں ان پر ترس اور رحم نہ کھانا چاہیے۔ دل کا رحم اور چیز ہے وہ تو ضرور ہو گا لیکن حد کے جاری کرنے میں امام کو کی اور سستی بری چیز ہے۔ جب امام یعنی سلطان کے پاس کوئی ایسا واقعہ جس میں حد ہو پہنچ جائے تو اسے چاہیے کہ حد کو جاری کرے اور اسے نہ چھوڑے۔ حدیث میں ہے کہ ”اپنے آپس میں حدود سے درگزر کرو جو بات مجھ تک پہنچی اور اس میں حد ہو تو وہ تو واجب اور ضروری ہو گئی۔“ ③ اور حدیث میں ہے کہ ”ایک حد کا زمین میں قائم ہونا زمین والوں کے لیے چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔“ ④ یہ بھی قول ہے کہ ترس کھا کر مار کو نرم نہ کر دو بلکہ درمیانہ طور پر کوڑے لگاؤ یہ بھی نہ ہو کہ ہڈی توڑ دو۔ تہمت لگانے والے کی حد کے جاری کرنے کے وقت اس کے جسم پر پکڑے ہونے چاہیں ہاں زانی کے حد کے وقت نہ ہوں۔ یہ قول حضرت حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ کا ہے اسے بیان فرما کر آپ نے یہی جملہ ﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ﴾ الخ پڑھا تو حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ نے پوچھا یہ حکم میں ہے کہا ہاں حکم میں ہے اور کوڑوں میں یعنی حد کے قائم کرنے میں اور سخت چوٹ مارنے میں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کوٹھی نے جب زنا کیا تو آپ نے اس کے پیروں پر اور کمر پر کوڑے مارے تو حضرت عبید اللہ رحمہ اللہ نے اسی آیت کا یہ جملہ تلاوت کیا کہ حد ربانی کے جاری کرنے میں تمہیں ترس نہ آنا چاہئے۔ تو آپ نے فرمایا کیا تیرے نزدیک میں نے اس پر کوئی ترس کھایا ہے؟ سنو اللہ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا نہ یہ فرمایا ہے کہ اس کے سر پر کوڑے مارے جائیں۔ میں نے اسے طاقت سے کوڑے لگائے ہیں اور پوری سزا دی ہے۔ پھر فرمایا اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت پر ایمان ہے تو تمہیں اس حکم کی بجا آوری کرنی چاہیے اور زانیوں پر حدیں قائم کرنے میں پہلو تہی نہ کرنی چاہیے۔ اور انہیں ضرب بھی شدید مارنی چاہیے لیکن ہڈی توڑنے والی نہیں۔ تاکہ وہ اپنے اس گناہ سے باز رہیں اور ان کی یہ سزا دوسروں کے لیے بھی عبرت بنے رجم بری چیز نہیں۔ =

① احمد، ۱/۹۳ ح ۷۱۶ وسندہ صحیح۔ ② صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزانی ۱۶۹۰؛ ابوداؤد ۴۱۵؛

ترمذی ۱۴۳۴؛ السنن الکبریٰ ۷۱۴۲؛ احمد، ۵/۳۱۳؛ ابن حبان ۴۲۵؛ بیہقی، ۸/۲۲۲۔

③ ابوداؤد، کتاب الحدود، باب یعنی عن الحدود مالم تبلغ السلطان ۴۳۷۶ وسندہ ضعیف ابن جریر طبرانی کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ نسائی ۴۸۹؛ حاکم، ۴/۳۸۳۔ ④ نسائی، کتاب قطع السارق، باب الترغیب فی إقامة الحد

۴۹۰۹؛ ابن ماجہ ۲۵۳۷، ۲۵۳۸ وسندہ ضعیف جریر بن یزید الجلی راوی ضعیف ہے۔ ابن حبان ۴۳۹۷۔

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ

وَحَرَّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: زانی مرد مجوزانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے زنا کاری نہیں کر سکتا۔ اور زنا کار عورت بھی مجوزانی یا مشرکہ مرد کے اور سے بدکاری نہیں کرتی۔ ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا۔ [۳۱]

= ایک حدیث میں ہے کہ ”ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں بکری کو ذبح کرتا ہوں لیکن میرا دل دکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس رحم پر بھی تجھے اجر ملے گا۔“ ① پھر فرماتا ہے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا جمع ہونا چاہیے تاکہ سب کے دل میں ڈر بیٹھ جائے اور زانی کی رسوائی بھی ہو تاکہ اور لوگ اس سے رک جائیں اسے علانیہ سزا دی جائے مخفی طور پر مار پیٹ کر نہ چھوڑا جائے۔ ایک شخص اور اس سے زیادہ بھی ہو جائیں تو جماعت ہوگئی اور آیت پر عمل ہو گیا۔ اسی کو لے کر امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ ایک شخص بھی طائفہ ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دو ہونے چاہئیں سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں چار ہوں۔ زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں تین یا تین سے زیادہ۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار اور اس سے زیادہ کیونکہ زنا میں چار سے کم گواہ نہیں ہیں چار ہوں یا اس سے زیادہ۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ ربیعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں پانچ ہوں۔ حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک دس۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ایک جماعت ہوتا کہ نصیحت عبرت اور سزا ہو۔ نصر بن علقمہ رحمہ اللہ نے اس جماعت کی موجودگی کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے جن پر حد جاری کی جا رہی ہے دعائے مغفرت درج کریں۔

بدکار عورتیں اور بدکار مرد: [آیت: ۳۱] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زنا کاری پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی۔ ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرکہ ہو جو اس کی حرمت کا قائل ہی نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح مروی ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زنا کاری مشرکہ مرد ہی زنا کرتا ہے۔ یہی قول مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، ضحاک، کھول، مقاتل بن حیان رحمہ اللہ اور بہت سے بزرگ مفسرین سے مروی ہے کہ مؤمنوں پر یہ حرام ہے یعنی زنا کاری کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا یا عقیقہ اور پاک دامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مراد اس آیت سے یہ ہے کہ زنا مسلمانوں پر حرام ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مَثْجَذَاتٍ اخْتَدَان﴾ ② یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاک دامن ہوں، وہ بدکار نہ ہوں، نہ چھپ لک کر برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں ہونے بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔ اسی لیے امام احمد رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے اسی طرح بھولی بھالی پاک دامن عقیقہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کر لیں کیونکہ فرمان الہی ہے کہ یہ مؤمنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ”ایک شخص نے ام مہرول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کر لینے کی اجازت آنحضرت ﷺ سے طلب کی تو آپ نے

① احمد، ۳/۴۳۶؛ ح ۱۵۵۹۲ وسندہ صحیح وصححه الحاكم ۴/۲۳۱ ووافقه الذہبی، مجمع الزوائد، ۴/۳۲، ۳۳۔

② النساء: ۲۵۔

یہی آیت پڑھ کر سنائی۔“ ① اور روایت میں ہے کہ اس کی طلب اجازت پر یہ آیت اتری۔ ② ترمذی میں ہے کہ ”ایک صحابی جن کا نام مرثد بن ابومرثد تھا یہ مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینے پہنچا دیا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکار عورت مکہ میں رہا کرتی تھی۔ جاہلیت کے زمانہ میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لیے مکہ گیا۔ ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا چاندنی چٹکی ہوئی تھی۔ اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا اور آواز دے کر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی چلو رات میرے ہاں گزارنا۔ میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کر دی ہے جب وہ مایوس ہوگئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے کیلئے غل مچانا شروع کیا کہ اے خیمے والو! ہوشیار ہو جاؤ دیکھو چور آ گیا ہے یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرایا کرتا ہے۔ لوگوں میں جاگ ہوگئی اور آٹھ آدمی میرے پکڑنے کو میرے پیچھے دوڑے میں مٹھیاں بند کر کے خندق کے راستے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا۔ یہ لوگ میرے پیچھے ہی پیچھے غار پر آ پہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا۔ یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ! ان کا پیشاب میرے سر پر آ رہا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا۔ ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں۔ ادھر ادھر ڈھونڈ بھال کر واپس چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر گزار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ پھر سو گئے ہوں گے تو یہاں سے نکلا پھر مکہ کی راہ لی اور وہیں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پر چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا۔ چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے۔ میں جب اخذ میں پہنچا تو تھک گیا میں نے انہیں کمر سے اتار کر ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا۔ اب اٹھاتا چلاتا مدینے پہنچ گیا۔ چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کر لوں۔ آپ خاموش ہو رہے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ”اے مرثد! زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔“ امام ابو داؤد اور نسائی رحمہما اللہ بھی اسے اپنی سنن کی کتاب النکاح میں لائے ہیں۔ ③ ابو داؤد وغیرہ میں ہے زانی جس پر کوڑے لگ چکے ہوں وہ اپنے جیسے سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔ ④

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے اور جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا ماں باپ کا نافرمان وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت کریں اور دیوث اور تین قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھے گا ماں باپ کا نافرمان ہمیشہ کا نشہ کا عادی اور راہ الہی میں دے کر احسان جتانے والا۔“ ⑤ مسند احمد میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں ”تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے ہمیشہ کا شرابی ماں باپ کا نافرمان اور اپنے گھر والوں میں خباثت کو برقرار رکھنے والا۔“ ⑥ ابو داؤد و طحاوی میں ہے کہ ”جنت میں کوئی دیوث نہیں جائے گا۔“ ⑦ ابن ماجہ میں =

① احمد، ۱۵۹/۲، وسندہ حسن و اخطأ من ضعفہ۔

② احمد، ۲۲۵/۲، وسندہ حسن، بیہقی، ۱۵۳/۷، حاکم، ۱۹۳/۲۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ النور ۳۱۷۷ وسندہ حسن، ابو داؤد ۲۰۵۱، نسائی ۳۲۳۰، بیہقی، ۱۵۳/۷، حاکم، ۱۶۶/۲، مختصر۔ ④ ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی قولہ تعالیٰ ﴿الزانی لا ینکح الا زانیۃ﴾ ۲۰۵۲ وسندہ حسن، احمد، ۳۲۴/۲، مشکل الآثار ۴۵۴۸، حاکم، ۱۶۶/۲۔

⑤ نسائی، کتاب الزکاة، باب المنان بما اعطی ۲۵۶۳ وسندہ حسن، احمد، ۱۳۴/۲۔

⑥ احمد، ۱۳۴/۲، وسندہ حسن و صحیحہ الحاکم ۷۲/۱ ووافقہ الذہبی، مجمع الزوائد، ۳۲۷/۴۔

⑦ مسند الطیالسی ۶۴۲ وسندہ ضعیف، فیہ من لم یسم۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ
ثَمَنِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۖ إِلَّا
الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں آتی کوڑے لگاؤ اور کسی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں۔ [۳] ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ [۵]

== ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پاک دامن عورتوں سے نکاح کرے جو لونڈیاں نہ ہوں“ ① اس کی سند ضعیف ہے۔ دیوٹ کہتے ہیں بے غیرت شخص کو۔ نسائی میں ہے کہ ”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اپنی بیوی سے بہت ہی محبت ہے لیکن اس میں یہ عادت ہے کہ کسی کے ہاتھ کو واپس نہیں لوٹاتی۔ آپ نے فرمایا طلاق دیدے۔ اس نے کہا مجھے تو صبر نہیں آنے کا۔ آپ نے فرمایا پھر جا اس سے فائدہ اٹھا۔“ ② لیکن یہ حدیث ثابت نہیں اس کا راوی عبدالکریم قوی نہیں دوسرا راوی اس کا ہارون ہے جو اس سے قوی ہے مگر ان کی روایت مرسل ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ یہی روایت مسند ابی مروی ہے۔ لیکن امام نسائی کا فیصلہ یہ ہے کہ مسند کرنا خطا ہے اور صواب یہی ہے کہ یہ مرسل ہے یہ حدیث اور کتابوں میں اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تو اسے منکر کہتے ہیں امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو لوٹاتی نہیں اس سے مراد بے حد سخاوت ہے کہ وہ کسی سائل سے انکار ہی نہیں کرتی لیکن اگر یہی مطلب ہوتا تو حدیث میں بجائے ((لَا مِسِّ)) کے لفظ ((مُلْتَمِسِ)) کا لفظ ہونا چاہیے تھا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی خصلت ایسی معلوم ہوتی تھی نہ یہ کہ وہ برائی کرتی تھی کیونکہ اگر یہی عیب اس میں ہوتا تو پھر آنحضرت ﷺ اس صحابی کو اس کے رکھنے کی اجازت نہ دیتے کیونکہ یہ تو دیوٹی ہے جس پر سخت وعید آئی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ خاندان کو اس کی عادت ایسی لگی ہو اور اس کا اندیشہ ظاہر کیا ہو تو آپ ﷺ نے مشورہ دیا کہ پھر طلاق دے دو لیکن جب اس نے کہا کہ مجھے اس سے بہت ہی محبت ہے تو آپ نے بسانے کی اجازت دیدی کیونکہ محبت تو موجود ہے اسے ایک خطرے کے صرف وہم پر توڑ دینا ممکن ہے کوئی برائی پیدا کر دے وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔ الغرض زانیہ عورتوں سے پاک دامن مسلمانوں کو نکاح منع ہے ہاں جب وہ توبہ کر لیں تو نکاح حلال ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ایسی ہی وادی عورت سے میرا برا تعلق تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں توبہ کی توفیق دی تو میں چاہتا ہوں کہ اس سے نکاح کر لوں لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ زانیہ ہی زانیہ اور مشرکہ سے نکاح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس آیت کا یہ مطلب نہیں تم اس سے اب نکاح کر سکتے ہو جاؤ۔ اگر کوئی گناہ ہو تو میرے ذمے۔ حضرت یحییٰ رحمہ اللہ سے جب یہ ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کے بعد کی آیت ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ ③ سے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والے کی سزا: [آیت ۴-۵] جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں ==

① ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب تزویج الحرائر والودود ۱۸۶۲ وسندہ ضعیف جداً سلام بن سوار اور اس کا شیخ کثیر بن سلیم دونوں ضعیف راوی ہیں۔ الموضوعات، ۲/ ۲۶۱۔ ② نسائی، کتاب النکاح، باب تزویج الزانیۃ ۳۲۳۱ وهو صحیح

وَالَّذِينَ يَزْمُونَ أَرْوَاحَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَذَّابِينَ ۝ وَيَذَرُوا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَذَّابِينَ ۝ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۝

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ، جبر و خوان کی اپنی ذات کے نہ ہوں ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ وہ جہوں میں سے ہے [۶] اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ [۷] اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔ [۸] اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اس کا خاندان جہوں میں ہو۔ [۹] اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ توبہ قبول کرنے والا با حکمت ہے۔ [۱۰]

= اور ثبوت نہ دے سکیں تو انہیں اتنی کوڑے لگائے جائیں گے ہاں اگر شہادت پیش کر دیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے انہیں ان کی حد ماری جائی گی اگر شہادت نہ پیش کر سکے تو اتنی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لیے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔ بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔ امام مالک، احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسخ ہٹ جائے گا۔ سیدنا ابوعبید بن جریج حضرت سعید بن مسیب رحمہم اللہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے ① لیکن امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ صرف فسخ دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعی اور ضحاک رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اس نے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔ ② وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

لعان کب اور کیسے؟ [آیت: ۶-۱۰] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاندانوں کے لیے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر حد زنا ثابت ہو جائیگی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملنا عذر کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ

اس کا خاندن جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس لطیف کو بھی خیال میں رکھیے کہ عورت کے لیے غضب کا لفظ کہا گیا اس لیے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے تئیں بلکہ اپنے کنبہ کو بھی بدنام کرے۔ عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی لیے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوا یا گیا کہ اگر اس کا خاندن سچا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ ہوتے ہیں جو حق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسی ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو۔ وہ حکیم ہے اپنی شرع میں اپنے حکموں میں اپنی ممانعت میں۔

اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے مسند احمد میں ہے ”جب یہ آیت (نمبر ۴) اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”انصار یو! سنتے نہیں ہو یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ درگزر فرمائیے یہ صرف انکی چڑھی غیرت کے سبب ہے اور کچھ نہیں ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ یہ صرف کنواری سے نکاح کرتے ہیں اور ہم میں سے کوئی ان کی مطلقہ سے نکاح کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ اگر میں کسی کو بیوی کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کر لے گا۔ اس بات کو ذرا سی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ہیں جن کی توبہ قبول ہوئی تھی یہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر آئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک غیر مرد ہے جسے خود انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ صبح آ کر رسول اللہ ﷺ سے یہ ذکر کیا۔ آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ انصار سب جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی وجہ سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے اب تو اس صورت میں رسول اللہ ﷺ ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں گے اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں گے۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ! میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کر دے گا کہنے لگے یا رسول اللہ! میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا یا رسول اللہ! مجھے اللہ کی قسم ہے میں سچا ہوں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں حد مارنے کو فرمائیں اتنے میں وحی اترنی شروع ہوئی صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا ”اے ہلال خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کشادگی اور چھٹی نازل فرمادی۔“ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے الحمد للہ مجھے رب رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا ”دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔“ ہلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یا رسول اللہ! میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو۔ تو ہلال رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ جب چار بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو ان سے کہا گیا کہ ہلال! اللہ تعالیٰ سے ڈر جا دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! قسم اللہ کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی وجہ سے بچایا

اسی طرح آخرت کے عذابوں سے بھی میری سچائی کی وجہ سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔ پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی جھکی زبان کو سنبھالا قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لیے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت ﷺ نے ان دونوں میں جدائی کرادی اور حکم دے دیا کہ اس سے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے۔ جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے وہ حد لگایا جائے گا یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو اسے ہلال رضی اللہ عنہ کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہوا تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔“ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے تھے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی۔“ (ابوداؤد) ①

اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں بخاری میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ ”شریک بن حماء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی اور حضور ﷺ کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تھا گواہ پیش کر دو ورنہ تمہاری پچھہ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ دھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت ﷺ یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟“ اور روایت میں ہے کہ ”پانچویں دفعہ آپ نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی اور فرمایا کہ اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا“ الخ۔ ② سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرادی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! سب پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر زبان سے نکالے تو بھی بڑی بے شری کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بے غیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ وعظ کہا بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں =

① ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی اللعان ۲۲۵۶ وسندہ ضعیف عباد بن منصور ضعیف و مدلس راوی ہے۔ احمد، ۱/ ۲۳۸؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۷۴۰۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور باب ﴿ویدرؤا عنها العذاب﴾ ۴۷۴۷؛ ابوداؤد ۲۲۵۴؛ ترمذی ۳۱۷۶؛ ابن ماجہ ۲۰۶۷؛ مشکل الآثار ۲۹۶۲۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ①

ترجمہ: جو لوگ یہ بہت بڑا طوفان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے۔ تم اسے اپنے لیے برانہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سہرا بنایا ہے اس کے لیے عذاب بھی بڑا ہے۔ [۱]

= نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ نے ان میں جدائی کرادی۔ ① اور روایت میں ہے کہ ”صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا جو ایک انصاری نے کہا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بڑی بے غیرتی اور بے حیائی ہے۔ واللہ! اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت ﷺ سے اس کی بابت دریافت کروں گا۔ چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور ﷺ سے پوچھا اور دعا کی کہ اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما۔ پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا۔ ② اور روایت میں ہے کہ ”حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذرا جا کر رسول اللہ سے دریافت کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ اس سوال سے بہت ناراض ہوئے۔ جب عویمیر رضی اللہ عنہ عاصم رضی اللہ عنہ سے ملے تو پوچھا کہ کہو تم نے حضور ﷺ سے دریافت کیا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی انھوں نے میرے اس سوال کو رسول اللہ ﷺ نے عیب پکڑا اور برامانا۔ عویمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں خود جا کر آپ ﷺ سے دریافت کرتا ہوں۔ یہاں آئے تو حکم نازل ہو چکا تھا۔ چنانچہ لعان کے بعد عویمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس نے عورت کو جدا کر دیا پھر تو لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا۔“ ③ الخ۔ اور روایت میں ہے کہ ”یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہو۔ اس لیے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا رہا پھر سنت طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ ④ ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ ”آپ نے حضرت صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔“ ⑤ ایک روایت میں ہے کہ ”سب سے پہلے لعان مسلمانوں میں ہلال بن

① احمد، ۱۹/۲، صحیح مسلم، کتاب اللعان ۱۴۹۳، ترمذی ۱۲۰۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب اللعان ۱۴۹۵

احمد، ۴۲۱/۱، ابوداؤد ۲۵۳۳، بیہقی، ۷/۴۰۵، ابن حبان، ۴۲۸۱۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث..... ۵۲۵۹، صحیح مسلم ۱۴۹۲، ابوداؤد ۲۲۴۷، ابن ماجہ ۲۰۶۶، ابن حبان ۴۲۸۵۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿الْعَاصِمَةُ أَنْ لَعَنَتِ اللَّهُ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ﴾ ۴۷۴۶، صحیح مسلم ۱۴۹۲، ابوداؤد ۲۲۴۵، ابن ماجہ ۲۰۶۶، احمد، ۳۳۶/۵، ابن حبان، ۴۲۸۵۔

⑤ مسند الزوار، ۲۲۳۷، مسندہ ضعیف ابو اسحاق ومذلس وعنن، مجمع الزوائد، ۷/۷۴۔

امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا۔ اُن۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور فضیلت: [آیت: ۱۱] اس آیت سے لے کر دس آیتوں تک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ منافقین نے آپ پر بہتان باندھا تھا جس پر اللہ کو بسبب قربت داری رسول اللہ ﷺ غیرت آئی اور یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی آبرو پر حرف نہ آئے۔ ان بہتان بازوں کی ایک پارٹی تھی۔ اس لعنتی کام میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جو تمام منافقوں کا گرد گھٹنال تھا۔ اسی بے ایمان نے ایک ایک کے کان میں بنانا کر اور مسالہ چڑھا چڑھا کر یہ باتیں خوب گھڑ گھڑ کر پہنچائی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کی زباں بھی کھلنے لگی تھی اور چمکیوں یاں قریب قریب مہینے بھر تک چلتی ہی رہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس واقعہ کا پورا بیان صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر میں جانے کے وقت آپ اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ ایک غزوے کے موقع پر میرا نام نکلا۔ میں آپ کے ساتھ چلی یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔ میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار لیا جاتا میں اسی میں بیٹھی رہتی۔ جب قافلہ کہیں چٹا یونہی ہودج رکھ دیا جاتا۔ ہم گئے آنحضرت ﷺ غزوے سے فارغ ہوئے واپس لوٹے مدینے کے قریب آ گئے رات کو چلنے کی آواز لگائی گئی۔ میں قضائے حاجت کے لیے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضائے حاجت کی پھر واپس لوٹی۔ لشکر گاہ کے قریب آ کر میں نے اپنے گلے کو ٹولا تو ہار نہ پایا میں واپس اس کے ڈھونڈنے کے لیے چلی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا۔ جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ میں حسب عادت اندر ہی ہوں ہودج اٹھا کر اوپر رکھ دیا اور چل پڑے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت تک عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بو جھل تھیں۔ تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے نہ ہونے کا مطلق پتہ نہ چلا۔ اور میں اس وقت اوائل عمر کی ہی تو تھی۔ الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار ملا یہاں جو میں پہنچی تو کسی آدمی کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنے نشان کے مطابق وہیں پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہیں آئیں گے مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔ اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلسی ذکوانی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہے تھے اور پچھلی رات کو چلے تھے صبح کے چاند نے میں یہاں پہنچ گئے۔ ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آتا ہی تھا غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھے ہوئے تھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور ہا واز بلند ان کی زبان سے ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ نکلا۔ ان کی آواز سننے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منڈھانپ کر سنبھل بیٹھی۔ انہوں نے جھٹ سے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اسکی ٹانگ پر اپنا پاپاؤں رکھا۔ میں انھی اور اونٹ پر سوار ہو گئی انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے۔ قسم اللہ کی نہ وہ مجھ سے کچھ بولے نہ میں نے ان سے کوئی کلام کیا نہ سوائے ﴿اِنَّا لِلّٰہِ﴾ کے میں نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ نہ سنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے ہنگامہ نہ کیا۔ ان کا سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ مدینے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینے بھر تک بیماری میں گھر میں رہی نہ میں نے کچھ نہ کسی نے مجھ سے کہا جو کچھ غل غپاڑہ لوگوں میں ہو رہا تھا میں اس سے محض بے خبر تھی البتہ میرے جی میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور ﷺ

کو میرے ساتھ ہوتی تھی اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی اس لیے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس آنحضرت ﷺ تشریف لاتے سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔

اب سینے اس وقت تک گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہ تھے اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ میدان میں قضاے حاجت کے لئے جایا کرتے تھے عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں گھروں میں پاخانے بنانے سے عام طور پر نفرت تھی۔ حسب عادت میں ام مسطح بنی النخعا بنت ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبدمناف کے ساتھ قضاے حاجت کے لیے چلی اس وقت میں بہت ہی کمزور ہو رہی تھی۔ یہ ام مسطح بنی النخعا میرے والد صاحب کی خالہ تھیں ان کی والدہ صحر بن عامر لڑکی تھیں ان کے لڑکے کا نام مسطح بن عباد بن عبدالمطلب تھا۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت ام مسطح کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ مسطح غارت ہو۔ مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا کلمہ بولا تو یہ کرو تم اسے گالی دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح بنی النخعا نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم؟ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی میں ان کے سر ہونگی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے رنج و غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا مارے صدمے کے میں تو اور بیمار ہو گئی۔ بیمار تو پہلے سے ہی تھی اس خبر نے تو نڈھال کر دیا جوں توں کر کے گھر پہنچی۔ اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اچھی طرح معلوم تو کر لوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے؟ اتنے میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور سلام کیا اور دریافت فرمایا کیا حال ہے؟ میں نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو اپنے والد صاحب کے ہاں ہو آؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں یہاں آئی اپنی والدہ سے پوچھا کہ اماں جان! لوگوں میں کیا باتیں پھیل رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے تم اتنا اہنادل بھاری نہ کرو۔ کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سونکیں بھی ہوں وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا تو لازمی امر ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں؟ اب تو مجھے رنج و غم نے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر کے لیے میرے آنسو نہیں تھے۔ میں سر ڈال کر روتی رہی، کس کا کھانا پینا، کس کا سونا بیٹھنا، کہاں کی بات چیت، غم و رنج اور رونا ہے اور میں ہوں۔ ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسو کی لڑی نہ تھمی۔ دن کو بھی یہی حال رہا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ دُحیٰ میں دیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی اس لیے آپ ﷺ نے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ مجھے الگ کر دیں یا کیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے تو صاف کہا کہ یا رسول اللہ! ہم آپ کی اہل پر کوئی برائی نہیں جانتے۔ ہمارے دل انکی محبت عزت اور شرافت کی گواہی دینے کے لیے حاضر ہیں۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ! اللہ کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی نہیں عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں اگر آپ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ ﷺ کو صحیح واقعہ معلوم ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ عائشہ کی کوئی بات شک و شبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتلاؤ۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی۔ ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ

کبھی کبھی گندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور سو جاتی ہیں تو بکری آ کر کھا جاتی ہے اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔ چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا اس لیے اسی دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا ”کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذا نہیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھروالیوں میں بھی مجھے ایذا نہیں پہنچانی شروع کر دی ہیں واللہ! میں جہاں تک جانتا ہوں مجھے اپنی گھروالیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں۔ جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں میری دانست میں تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں وہ میرے ساتھ ہی گھر میں آتا تھا۔“ یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! میں موجود ہوں اگر وہ قبیلہ اس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے الگ کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے خزانہ بھائیوں سے ہے تو بھی آپ جو حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہو گا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ خزانہ کے سردار تھے۔ تھے تو یہ بڑے نیک بخت مگر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلہ کی حیثیت آگئی اور ان کی طرف داری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے نہ تو تو اسے قتل کرے گا نہ اس کے قتل پر تو قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلہ کا ہوتا تو تو اس کا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا۔ یہ سن کر حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہوتے تھے۔ کہنے لگے اے سعد بن عبادہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے آپ منافق آدمی ہیں کہ منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں۔ اب ان کی طرف سے ان کا قبیلہ اور ان کی طرف سے ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گیا اور قریب تھا کہ اس خزانہ کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں۔ حضور ﷺ نے منبر پر سے ہی انہیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی۔ حضور ﷺ بھی چپکے ہو رہے۔ یہ تو تھا وہاں کا واقعہ میرا حال یہ تھا کہ یہ سارا دن بھی رونے میں ہی گزارا۔ میرے اس رونے نے میرے ماں باپ کی بھی شئی گم کر دی تھی وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ یہ رونامیرا کیچہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ منگوم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے تو رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ انصار کی ایک عورت آئیں اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگیں ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے جو اچانک رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ قسم اللہ کی جب سے یہ بہتان بازی ہوئی تھی آج تک رسول اللہ ﷺ میرے پاس کبھی نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور ﷺ کی یہی حالت تھی کوئی دجی نہیں آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے۔ آپ نے بیٹھے ہی اول تو تشہد پڑھا پھر ابجد فرما کر فرمایا کہ ”اے عائشہ! تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاکدامن ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی ظاہر فرمادے گا اور اگر فی الحقیقت تو کسی گناہ میں آلود ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور توبہ کر۔ بندہ جب گناہ کر کے اپنے گناہ کے اقرار کے ساتھ اللہ کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ آپ اتنا فرما کر خاموش ہو گئے یہ سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا آنسو ختم گئے یہاں تک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہیں پاتی تھی۔ میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو آپ ہی جواب دیجئے۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ واللہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟ اب میں نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔ لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں نہیں سمجھ سکتی کہ میں کیا جواب دوں؟ آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا۔ میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی اور نہ مجھے زیادہ قرآن حفظ تھا۔ میں نے کہا آپ سب نے ایک بات سنی اسے اپنے دل میں بٹھالی اور گویا چ سمجھ لی اب اگر میں کہوں گی کہ میں اس سے بالکل بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ واقع میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں

ماننے کے ہاں اگر میں کسی امر کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے۔ میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کا یہ قول ہے ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ط وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝﴾ ① پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ ہی میری مدد کرے۔ اتنا کہہ کر میں نے کروٹ پھیری اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ قسم اللہ کی مجھے یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں اللہ تعالیٰ میری براءت اپنے رسول ﷺ کو ضرور معلوم کر دے گا لیکن یہ تو میرے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس سے بہت کمتر جانتی تھی کہ میرے بارے میں کلام اللہ کی آیتیں اتریں۔ ہاں مجھے زیادہ سے زیادہ یہ خیال ہوتا تھا کہ ممکن ہے خواب میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو میری براءت دکھا دے۔ واللہ! ابھی تو نہ رسول اللہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی گھر کے باہر نکلا تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہو گئی اور چہرے پر وہی نشان ظاہر ہوئے جو وحی کے وقت ہوتے تھے اور پیشانی مبارک سے پسینے کی پاک بوندیں نکلنے لگیں۔ سخت جاڑوں میں بھی وحی کے نزول کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ جب وحی اتر چکی تو ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ ہنسی سے شگفتہ ہو رہا ہے سب سے پہلے آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ عائشہ! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت نازل فرمادی۔ اسی وقت میری والدہ نے فرمایا بیٹی حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جا۔ میں نے جواب دیا کہ واللہ! نہ تو میں آپ کے سامنے کھڑی ہوؤں اور نہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی تعریف کروں اسی نے میری براءت اور پاکیزگی نازل فرمائی ہے۔ پس ﴿إِنَّ الْكَاذِبِينَ جَاءُوا بِآيَاتِهِ لَكُ﴾ سے لے کر دس آیتوں تک نازل ہوئیں۔

ان آیتوں کے اترنے کے بعد اور میری پاک دائمی ثابت ہو چکنے کے بعد چونکہ اس شر کے پھیلانے میں حضرت مطح بن اثاثہ بھی شریک تھے اور انہیں میرے والد صاحب ان کی محتاجی اور ان کی قربت داری کی وجہ سے ہمیشہ کچھ دیتے رہتے تھے اب انہوں نے کہا جب اس شخص نے میری بیٹی پر تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو اب میں اس کے ساتھ کچھ بھی سلوک نہ کروں گا۔ اس پر آیت ﴿وَلَا يَأْتَلِي أُولُو الْفَضْلِ﴾ ② الخ نازل ہوئی یعنی تم میں سے جو لوگ بزرگی اور وسعت والے ہیں انہیں نہ چاہئے کہ قربت داروں اور مسکینوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہدوں سے سلوک نہ کرنے کی قسم کھا بیٹھیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ بخشش والا اور مہربانی والا اللہ تمہیں بخش دے؟ اسی وقت اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم اللہ کی میں تو بخشش کا خواہاں ہوں۔ چنانچہ اسی وقت سے حضرت مطح رضی اللہ عنہ کا وظیفہ جاری کر دیا اور فرمادیا کہ واللہ! اب عمر بھر تک اس میں کمی یا کوتاہی نہ کروں گا۔ میرے اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے بھی جو آپ کی بیوی صاحبہ تھیں دریافت فرمایا تھا یہی بیوی صاحبہ تھیں جو حضور ﷺ کی تمام بیویوں میں میرے مقابلہ کی تھیں لیکن یہ اپنی پرہیز گاری اور دینداری کی وجہ سے صاف بیچ گئیں اور جواب دیا کہ حضور! میں تو سوائے بہتری کے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اور کچھ نہیں جانتی میں اپنے کانوں کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھتی ہوں۔ گو انہیں ان کی بہن حنہ بنت جحش نے بہت کچھ بہلا دئے بھی دیئے بلکہ لڑ پڑیں لیکن انہوں نے اپنی زبان سے میری برائی کا کوئی کلمہ نہیں نکالا۔ ہاں ان کی بہن نے تو زبان کھول دی اور میرے بارے میں ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو گئی۔ یہ روایت بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں ہے۔ ③ ایک سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ”آپ نے اپنے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جس شخص کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ سفر حضر میں میرے ساتھ رہا، میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر نہیں آیا۔ اس میں ہے کہ

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں جو صاحب کھڑے ہوئے انہی کے قبیلہ میں ام حسان تھیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اسی خطبے کے دن کے بعد رات کو میں ام مطح کے ساتھ نکلی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ یہ پھسلیں اور انہوں نے اپنے بیٹے مطح کو کوسا میں نے منع کیا پھر پھسلیں پھر کوسا میں نے پھر روکا۔ پھر الجھیں پھر کوسا تو میں نے انہیں ڈانٹنا شروع کیا۔ اس میں ہے کہ اسی وقت سے مجھے بخار چڑھ آیا۔ اس میں ہے کہ میری والدہ کے گھر پہنچانے کے لیے میرے ساتھ حضور ﷺ نے ایک غلام کر دیا تھا۔ میں جب وہاں پہنچی تو میرے والد اور پر کے گھر میں تھے تلاوت قرآن میں مشغول تھے اور والدہ نیچے کے مکان میں تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی میری والدہ نے دریافت فرمایا آج کیسے آنا ہوا؟ تو میں نے تمام پتا کہہ سنائی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ انہیں یہ بات نہ کوئی انوکھی بات معلوم ہوئی نہ اتنا صدمہ اور رنج ہوا جس کی توقع مجھے تھی اس میں ہے کہ میں نے والدہ سے پوچھا کہ کیا میرے والد صاحب کو بھی اس کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اور رسول اللہ ﷺ تک بھی یہ بات پہنچی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ اب تو مجھے پھوٹ پھوٹ کر رونا آنے لگا یہاں تک کہ میری آواز میرے والد صاحب کے کان میں بھی پہنچی وہ جلدی سے نیچے آئے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میری والدہ نے کہا کہ انہیں اس تہمت کا علم ہو گیا ہے جو ان پر لگائی گئی ہے۔ یہ سن کر اور میری حالت دیکھ کر میرے والد صاحب کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ ابھی ہی اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس چلی۔ یہاں میرے پیچھے گھر کی خادمہ سے بھی میری بابت رسول اللہ ﷺ نے اور لوگوں کی موجودگی میں دریافت فرمایا تھا جس پر اس نے جواب دیا کہ میں عائشہ میں کوئی برائی نہیں دیکھتی، بجز اس کے کہ وہ آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں بے خبری سے سو جاتی ہیں بسا اوقات آٹا بکریاں کھا جاتی ہیں۔ بلکہ اسے بعض لوگوں نے بہت ڈانٹا چنانچہ کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ سچ بات جو ہو بتادے اس پر بہت سختی کی لیکن اس نے کہا واللہ! ایک سنا خالص سونے میں جس طرح کوئی عیب کسی طرح بھی تپتا کر بھی بتا نہیں سکتا اسی طرح میں صدیقہ پر کوئی انگلی لگا نہیں سکتی۔ جب اس شخص کو یہ اطلاع پہنچی جسے بدنام کیا جا رہا تھا تو اس نے کہا قسم اللہ کی میں نے تو آج تک کسی عورت کا بازو کبھی کھولا ہی نہیں۔ بالآخر یہ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس عصر کی نماز کے بعد تعریف لائے تھے اس وقت میری ماں اور میرے باپ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انصاریہ عورت جو آئی تھیں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے مجھے نصیحت شروع کی اور مجھ سے دریافت احوال کیا تو میں نے کہا ہائے کسی بے شرمی کی بات ہے اس عورت کا بھی تو خیال نہیں؟ اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے بھی اللہ کی حمد و ثناء کے بعد جواب دیا تھا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے اس وقت ہر چند حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کیا لیکن واللہ! وہ زبان پر نہ چڑھا اس لیے میں نے ابو یوسف کہہ دیا۔ اس میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے وحی کے اترنے کے بعد مجھے خوشخبری سنائی واللہ! اس وقت میرا غم بھرا غصہ بہت ہی بڑھ گیا تھا میں نے اپنے ماں باپ سے کہا تھا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری بھی شکر گزار نہیں۔ تم سب نے ایک بات سنی لیکن نہ تم نے انکار کیا نہ تمہیں ذرا غمیر آئی۔ اس میں ہے کہ اس قصہ کو زبان پر لانے والے حسنہ مطح، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق تھے یہ سب کا بڑا تھا اور یہی زیادہ تر لگاتا تھا۔ ① اور حدیث میں ہے کہ ”میرے عذر کی یہ آیتیں اترنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں اور ایک عورت کو تہمت کی حد لگائی یعنی حسان بن ثابت، مطح بن اثاثہ اور حسنہ بنت جحش کو۔“ ② ایک روایت میں ہے

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة النور باب ﴿ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة في الذين امنوا﴾ ۴۷۵۷۔

② ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی حد القاذف ۴۷۴ وهو حسن، ترمذی ۳۱۸۱ ابن ماجہ ۲۵۶۷ السنن الكبرى للنسائی،

کہ ”جب مالی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر تہمت لگنے کا اور اس کا علم آپ کے والد کو اور حضور ﷺ کو ہو جانے کا واقعہ معلوم ہوا تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ جب ذرا ہوش میں آئیں تو سارا جسم بھسک رہا تھا اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور کانپ رہی تھیں۔ آپ کی والدہ نے اسی وقت لحاف اوڑھا دیا اور رسول اللہ ﷺ آئے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ میں نے کہا جاڑے سے بخار چڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا شاید اس خبر کو سن کر یہ حال ہو گیا ہوگا؟ جب میرے عذر کی آیتیں اتریں تو میں نے انہیں سن کر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے نہ کہ آپ ﷺ کا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ سے اس طرح کہتی ہو؟ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں۔“ ①

اب آیتوں کا مطلب سنئے جو لوگ جھوٹ بہتان گھڑی ہوئی بات لے آئے اور ہیں بھی وہ کئی ایک۔ اسے تم اے آل ابی بکر اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ انجام کے لحاظ سے دین و دنیا میں وہ تمہارے لیے بھلا ہے۔ دنیا میں تمہاری صداقت ثابت ہوگی آخرت میں بلند مراتب ملیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت قرآن کریم میں نازل ہوگی جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مالی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے آخری وقت آئے تو فرمانے لگے ام المؤمنین! آپ خوش ہو جائیے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ رہیں اور حضور ﷺ محبت سے پوش آتے رہے اور حضور ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی براءت آسمان سے نازل ہوئی۔ ② ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اتر ا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن کریم میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ مجھے اپنی سواری پر بٹھالائے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ تو بتلاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھی تو تم نے کیا کلمات کہے تھے؟ آپ نے فرمایا ﴿حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مؤمنوں کا کلمہ کہا تھا۔ پھر فرمایا جس جس نے پاک و امن صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہوگا اور جس نے اس کی ابتدا اٹھائی ہے جو اسے ادھر ادھر پھیلاتا رہا ہے اس کے لیے سخت تر عذاب ہیں۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔ ٹھیک قول یہی ہے گو کسی کسی نے کہا کہ مراد اس سے حسان ہیں لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔ چونکہ یہ قول بھی ہے اس لیے ہم نے اسے بیان کر دیا ورنہ اس کے بیان میں چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بڑے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں ان کی بہت سی فضیلتیں اور بزرگیاں احادیث میں موجود ہیں۔ یہی تھے جو کافر شاعروں کی ہجو کے شعروں کا اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ انہی سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم کفار کی مذمت بیان کرو جو بریکل تمہارے ساتھ ہیں ③ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا حکم دیا کہ ان کے لیے گدی بچھا دو۔ جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ انہیں کیوں آنے دیتی ہیں؟ ان کے آنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ان میں سے جو تہمت کا والی ہے اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ تو مالی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اندھا پے سے بڑا عذاب اور کیا ہوگا۔ یہ ناپیدا ہو گئے تھے تو فرمایا شاید یہی عذاب عظیم ہو۔ پھر فرمایا تمہیں نہیں =

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک ۱۴۳، ۴، احمد، ۶/۳۶۷، ۳۶۸، مسند الطیالسی ۱/۱۶۶۵ ابن حبان ۷۱۰۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة النور باب ﴿وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا اَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا﴾ ۴۷۵۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب هجاء المشركين، ۶۱۱۵۳، صحیح مسلم ۲۴۸۶۔

لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا
إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝ لَوْلَا جَاءُ وَعَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشَّهَدَاءِ
قَالُوا لَكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَذِبُونَ ۝

ترجمہ: اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو حکم کھلا صریح بہتان ہے۔ [۱۲]
وہ اس بات پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں۔ [۱۳]

= خبر یہی تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کافروں کے جھوٹے اشعار کا جواب دینے پر مقرر تھے۔ ① ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسان بن علیؓ نے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں شعر پڑھا تھا کہ آپ پاکدامن بھولی تمام اوجھے کاموں سے اور غیبت اور برائی سے پرہیز کرنے والی ہیں تو آپ نے فرمایا تم تو ایسے نہ تھے۔ ② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے حسان بن علیؓ کے شعروں سے زیادہ اچھے اشعار نظر نہیں آتے اور میں جب کبھی ان شعروں کو پڑھتی ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ حسان جتنی ہیں۔ وہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کو خطاب کر کے اپنے شعروں میں فرماتے ہیں تو نے محمد ﷺ کی جھوکی ہے جس کا میں جواب دیتا ہوں اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ سے پاؤں گا۔ میرے باپ دادا اور میری عزت آبرو سب محمد ﷺ پر سے قربان ہے میں ان سب کو فنا کر کے بھی تمہاری بدزبانوں کے مقابلہ سے ہٹ نہیں سکتا۔ تجھ جیسا شخص جو میرے نبی ﷺ کے کف پاکی ہمسری بھی نہیں کر سکتا حضور ﷺ کی جھوکرے؟ یاد رکھو کہ تم جیسے بد حضور ﷺ جیسے نیک پر خدا ہیں جب تم نے حضور ﷺ کی جھوکی ہے تو اب میری زبان سے جو تیز دھار وار بے عیب تلوار سے بھی تیز ہے بچ کر تم کہاں جاؤ گے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا یہ لغو کلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ لغو کلام تو شاعروں کی وہ بکواس ہے جو عورتوں وغیرہ کے بارے میں ہوتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کیا قرآن میں نہیں کہ اس تہمت میں بڑا حصہ لینے والے کے لیے بڑا عذاب ہے؟ فرمایا ہاں لیکن کیا جو عذاب نہیں ہوا بڑا نہیں؟ آنکھیں ان کی جاتی رہیں تلوار ان پر اٹھی وہ تو کہتے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ رک گئے ورنہ عجب نہیں کہ اپنی نسبت یہ بات سن کر انہیں قتل ہی کر ڈالتے۔“

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا آسمانی اعلان: [آیت: ۱۲-۱۳] ان آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں جو کلمات منہ سے نکالے وہ ان کی شایان شان نہ تھے بلکہ انہیں چاہئے تھا کہ یہ کلام سنتے ہی اپنی شرعی ماں کے ساتھ کم از کم وہ خیال کرتے جو اپنے نفسوں کے ساتھ کرتے جبکہ وہ اپنے تئیں بھی ایسے کام کے لائق نہ پاتے تو شان ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو اس سے بہت اعلیٰ اور بالا جانتے۔ ایک واقعہ بھی بالکل اسی طرح کا ہوا تھا۔ حضرت ابویوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی صاحبہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے وہ بھی سنا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کہا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ یقیناً جھوٹ ہے ام ایوب اتم ہی بتلاؤ کیا تم کبھی ایسا کر سکتی ہو؟ انہوں نے کہا نعوذ باللہ تا ممکن۔ آپ نے =

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک ۴۱۴۶؛ صحیح مسلم ۲۴۸۸۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة النور باب ﴿وَبَيْنَ اللَّهِ لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ۴۷۵۶۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ
فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّتِمْ وَتَقُولُونَ بَاقُوا هَكُمْ مَا لَيْسَ
لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا ۝ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو یقیناً تم نے جس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے اس بارے میں تمہیں
بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ ۱۳۱ جب کہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل و نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کی تمہیں مطلق
خبر نہ تھی گو تم اسے ممکن بات سمجھتے رہے لیکن اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔ ۱۳۱

= فرمایا پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو تم سے کہیں افضل اور بہتر ہیں۔ پس جب آیتیں اتریں تو پہلے تو بہتان بازوں کا ذکر ہوا یعنی
حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا پھر ان آیتوں میں ذکر ہوا حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی اس بات
چیت کا جو اوپر مذکور ہوئی۔ یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ مقولہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ الغرض مومنوں کو صاف باطن رہنا چاہئے۔
اور اچھے خیال کرنے چاہئیں بلکہ زبان سے بھی ایسے واقعہ کی تردید اور تکذیب کروینی چاہیے اس لیے کہ جتنا کچھ واقعہ گزرا اس میں
شک شبہ کی گنجائش بھی نہ تھی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کھلم کھلا سواری پر سوار دن دو پہر کو بھرے لشکر میں پہنچتی ہیں۔ خود پیغمبر الہی صلی اللہ علیہ وسلم
موجود ہیں اگر اللہ نہ کرے خاکم بدہن کوئی بھی ایسی بات ہوتی تو یہ اس طرح کھلے بندوں عام مجمع میں نہ آتے بلکہ خفیہ اور پوشیدہ طور پر
شامل ہو جاتے جو کسی کو کانوں کان خبر تک نہ پہنچے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ بہتان بازوں کی زبان نے جو فقرہ گھڑا وہ محض جھوٹ بہتان
اور افترا ہے جس سے انہوں نے اپنے ایمان اور اپنی عزت کو غارت کیا پھر فرمایا کہ ان بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اپنی سچائی پر چار گواہ
واقعہ کے کیوں پیش نہیں کرتے؟ اور جبکہ یہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو شرعاً اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹے ہیں فاسق ہیں فاجر ہیں۔

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی عظمت کا بیان: [آیت: ۱۳۰-۱۵۰] فرمان ہے کہ اے وہ لوگو! جنہوں نے صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بابت اپنی زبانوں
کو ہری حرکت دی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں تمہاری توبہ قبول کر لے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے
معاف فرمادے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن
کے دلوں میں ایمان تھا لیکن ررواری میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح، حضرت حسان، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم، لیکن جن کے دل ایمان سے
خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں کیونکہ نہ اس کے پاس
ایمان تھا نہ عمل صالح۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر جو عید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی
یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو۔ جب کہ تم اس بات کو پھیلا رہے تھے اس سے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی۔ حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت میں (اِذْ تَلَقَّوْنَهُ) ہے ① یعنی جب کہ تم اس جھوٹ کی اشاعت کر رہے تھے۔ پہلی قراءت جمہور کی ہے اور یہ
قراءت ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے
لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا۔ کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے اوپر ایسا کلمہ سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہوا؟ اسی لیے رب کی غیرت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جوش میں آئی اور =

وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا اَنْ نَّكَلِمَ بِهَذَا سُبْحَانَ هَذَا بُهْتَانٍ عَظِيمٍ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْذُوْا لِلْبَيْلَةِ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيَبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: تم نے اسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ اے اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے۔ [۱۶] اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔ [۱۷] اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرما رہا ہے اور اللہ تو علم و حکمت والا ہے۔ [۱۸] جو لوگ مسلمانوں میں بُرائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ [۱۹]

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی ثابت فرمائی۔ ہرنبی کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار تمام نبیوں سے افضل اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیوی اس میں آلودہ ہوں۔ حاشا وکلا۔ پس تم کو اس کلام کو بے وقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے بخاری و مسلم میں ہے کہ ”انسان بعض مرتبہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کی کوئی وقعت اسکے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ بخشی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچا ہوتا ہے۔“ [آیت: ۱۶-۱۹] پہلے تو نیک گمانی کا حکم دیا یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے کہ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بے تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے۔ برے خیالات، گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہئے کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہیں گو دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں“ (بخاری، مسلم) تمہیں چاہئے تھا کہ ایسے داعی کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ہم ایسی لغوبات سے اپنی زبان نہیں لگاؤتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور اس کے رسول ﷺ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کوئی ایسی لغوبات کہیں۔ اللہ کی ذات پاک ہے دیکھو خبر دار آئندہ ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ بے ادب گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے احکام شرعیہ کو اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

برائی کی اشاعت حرام ہے: یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے اسے اس کا پھیلا نا حرام ہے۔ جو ایسی بری خبروں =

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ۶۶۷۷، ۶۶۷۸؛ صحیح مسلم ۲۹۸۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب اذا حنث ناسی فی الایمان ۶۶۶۴؛ صحیح مسلم ۱۲۷۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَعُوفٌ رَحِيمٌ ۝ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ
بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ
أَحَدٍ أَبَدًا ۖ وَلٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے اور یہ بھی کہ اللہ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے۔ [۲۰] ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ جو شخص شیطانی قدموں کی پیروی کرے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کے کاموں کا ہی حکم کرے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے پاک کرنا چاہے کر دیتا ہے۔ اللہ سب سننے والا سب جاننے والا ہے۔ [۲۱]

= کواڑاتے پھرتے ہیں انہیں دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا۔ اللہ عالم ہے تم بے علم ہو۔ پس تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں۔ حدیث میں ہے ”اللہ کے بندوں کو ایذا نہ دو انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی پوشیدگیوں نہ ٹٹلو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا اللہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔“ ①

شیطانی راہیں: [آیت: ۲۰-۲۱] یعنی اگر اللہ کا فضل و کرم لطف و رحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو پڑتی مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمائی۔ پاک ہونے والوں کو بذریعہ حد شرعی کے پاک کر دیا۔ شیطانی طریقوں پر شیطانی راہوں پر نہ چلو اس کی باتیں نہ مانو۔ وہ تو برائی کا بدی کا بدکاری کا بے حیائی کا حکم دیتا ہے پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے اس کے عمل سے بچنا چاہئے۔ اس کے دوسوں سے دور رہنا چاہئے۔ اللہ کی ہر نافرمانی میں قدم شیطان کی پیروی ہے۔ ② ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے فلاں چیز نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان کا بہکاوا ہے اپنی قسم کا کفارہ دیدو اور اسے کھالو۔ ایک شخص نے حضرت ضعی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے ایسا نہ کرو اس کے بدلے ایک بھیڑ ذبح کر لے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو پڑا۔ وہ مجھ کو کہتے لگیں ایک دن وہ یہودیہ ہے اور ایک دن نصرانیہ ہے اور اس کے تمام غلام آزاد ہیں اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دیدے۔ میں نے آکر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے۔ نہ نب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس وقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا۔ اور عاصم ابن عمر نے بھی یہی بتلایا پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی اپنے تئیں شرک و کفر سے برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا۔ یہ رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے (اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کو سننے والا ان کے احوال کو جاننے والا ہے۔ مستحق ہدایت اور ہر وضالت سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اس میں بھی اس حکیم مطلق کی بے پایاں حکمت ہے)

وَلَا يَأْتِلْ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ
لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ
لَعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تُشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ
وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَذِ يُوقَفُ لَهُمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ
وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝

ترجمہ: تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجرین کو روادار دینے سے قسم نہ کھانی
چاہیے بلکہ معاف کر دینا اور درگزر کر لینا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہارے قصور معاف فرما دے اللہ تعالیٰ تصوروں کا معاف
فرمانے والا مہربان ہے۔ [۲۳] جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی با ایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان
کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔ [۲۴] جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ [۲۵]
اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور وہی ظاہر کرنے والا ہے۔ [۲۵]

عظمت و سخاوت صدیق اکبر ﷺ: [آیت: ۲۲-۲۵] تم میں سے جو کشادہ روزی والے صاحب مقدرت ہیں صدقہ اور احسان
کرنے والے ہیں انہیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہئے کہ وہ اپنے قرابت داروں کو مسکینوں کو مہاجرین کو کچھ دیں گے ہی نہیں۔ اس
طرح انہیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کرنے کے لیے فرمایا کہ ان کی طرف سے کوئی تصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انہیں معاف کر دینا چاہئے۔
ان سے کوئی برائی یا ایذا پہنچی ہو تو ان سے درگزر کر لینا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو
بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔ یہ آیت حضرت صدیق ﷺ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ نے حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے
ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنے سے قسم کھالی تھی کیونکہ بہتان صدیقہ میں یہ بھی شامل تھے جیسے کہ پہلے کی آیتوں کی تفسیر میں یہ واقعہ گزر چکا
ہے۔ تو جب اصل بات اللہ نے ظاہر کر دی حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بری ہو گئیں مسلمانوں کے دل روشن ہو گئے مؤمنوں کی توبہ قبول
ہو گئی تہمت رکھنے والوں میں سے بعض کو حد شرعی لگ چکی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ فرمایا
جو آپ کی خالہ صاحبہ کے فرزند تھے اور مسکین شخص تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی ان کی پرورش کرتے رہے تھے یہ مہاجر تھے لیکن اس
بارے میں اتفاقہ زبان کھل گئی تھی انہیں تہمت کی حد بھی لگائی گئی تھی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی سخاوت مشہور تھی کیا اپنے کیا غیر سب
کے ساتھ آپ کا سلوک عام تھا۔ آیت کے خصوصاً جب یہ الفاظ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے کہ کیا تم بخشش الہی کے
طالب نہیں ہو؟ آپ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ہاں قسم ہے اللہ کی ہماری تو عین چاہت ہے کہ اللہ ہمیں بخشے اور اسی وقت سے
سطح رضی اللہ عنہ کو جو کچھ دیا کرتے تھے جاری کر دیا۔ گویا ان آیتوں میں ہمیں تلقین ہوئی کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہماری تفسیریں
معاف ہو جائیں ہمیں چاہیے کہ دوسروں کی تفسیروں سے بھی درگزر کر لیا کریں۔ یہ بھی خیال میں رہے کہ جس طرح آپ نے پہلے یہ

فرمایا تھا کہ واللہ! میں اس کے ساتھ کبھی بھی سلوک نہ کروں گا اب عہد کیا کہ واللہ! میں اس سے کبھی بھی اس کا مقررہ روزینہ نہ روکوں گا۔ سچ ہے صدیق صدیق ہی تھے۔

عفت مآب عورتوں پر تہمت کی سزا: جب کہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانے والوں کی سزایہ ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ اور خصوصاً اس بیوی پر جو صدیق اکبر ؓ کی صاحبزادی تھیں۔ علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہو چکنے کے بعد بھی جو شخص مائے صاحبہ ؓ کو اس الزام سے یاد کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن سے خلاف کیا آپ کے اور ازواج مطہرات ؓ کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل صدیق ؓ کے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ فرماتا ہے کہ ایسے موذی بہتان پرداز دنیا اور آخرت میں لعنت ربانی کے مستحق ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُّؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ① الخ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھینکا رہے اور ان کے لیے رسوا کرنے والے عذاب تیار ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مخصوص ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کے ساتھ۔ ابن عباس ؓ یہی فرماتے ہیں۔ سعید بن جبیر، مقاتل بن حیان کا بھی یہی قول ہے ابن جریر ؓ نے بھی حضرت عائشہ ؓ سے یہ نقل کیا ہے لیکن پھر جو تفصیل وار روایت لائے ہیں اس میں آپ پر تہمت لگنے، حضور ﷺ پر وحی آنے اور اس آیت کے نازل ہونے کا ذکر ہے لیکن اس حکم کے آپ کے ساتھ مخصوص ہونے کا ذکر نہیں پس سب نزول کو خاص ہو لیکن حکم عام رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ ابن عباس ؓ وغیرہ کے قول کا بھی یہی مطلب ہو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ کل ازواج مطہرات ؓ کا تو یہ حکم ہے لیکن اور مؤمنہ عورتوں کا یہ حکم نہیں۔ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ اس آیت سے تو مراد حضور ﷺ کی بیویاں ہیں کہ اہل نفاق جو اس تہمت میں تھے سب راندہ درگاہ ہوئے، لعنتی ٹھہرے اور غضب الہی کے مستحق بن گئے۔ اس کے بعد مؤمنہ عورتوں پر بدکاری کے بہتان باندھنے والوں کے حکم میں آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ كُنَّ يٰۤاتُوْنَ﴾ ② الخ اتری۔ پس انہیں کوڑے لگیں گے۔ اگر انہوں نے توبہ کی تو توبہ قبول ہے لیکن ان کی گواہی پھر سے ہمیشہ تک غیر معتبر رہے گی۔

حضرت ابن عباس ؓ نے ایک مرتبہ سورہ نور کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت تو حضور ﷺ کی بیویوں کے بارے میں اتری ہے۔ ان بہتان بازوں کی توبہ بھی قبول نہیں۔ اس آیت میں ابہام ہے۔ اور چار گواہ نہ لاسکنے کی آیت عام ایماندار عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے حق میں ہے ان کی توبہ مقبول ہے۔ یہ سن کر مجمع میں سے لوگوں کا ارادہ ہوا کہ آپ کی پیشانی چوم لیں۔ کیونکہ آپ نے نہایت ہی عمدہ تفسیر کی تھی۔ ابہام سے مراد یہ ہے کہ حرمت تہمت عام ہے ہر پاکدامن عورت کی شان میں اور ایسے لوگ سب ملعون ہیں حضرت عبدالرحمن ؓ فرماتے ہیں کہ ہر ایک بہتان باز اس حکم میں تو ہے لیکن حضرت عائشہ ؓ بطور اولیٰ ہیں۔ ③ امام ابن جریر ؓ بھی عموم کو ہی پسند فرماتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے۔ اور عموم کی تائید میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”سات گناہوں سے بچو جو مہلک ہیں پوچھا گیا وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، کسی کو بے وجہ مار ڈالنا، سوکھانا، یتیم کا مال مارنا جہاد سے بھاگنا پاکدامن بھولی مؤمنہ پر تہمت لگانا“ ④ (بخاری و مسلم) اور حدیث میں ہے کہ =

① ۳۳/ الاحزاب: ۵۷۔ ② ۲۴/ النور: ۴۔ ③ الطبری، ۱۹/ ۱۳۹۔

④ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يٰۤاَكُوْنُوْنَ اَمْوَالِ الْيَتٰمٰی ظُلْمًا.....﴾ ۲۷۶۶: صحیح مسلم

۸۹: ابوداؤد ۲۸۷۴، ابن حبان ۵۵۶۱، بیہقی ۸/ ۲۴۹۔

الْحَيِثُ لِلْحَيِثِينَ وَالْحَيِثُونَ لِلْحَيِثَاتِ وَالطَّيِّبُونَ

لِلطَّيِّبَاتِ اُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ طَهُمُ مَغْفِرَةً وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

ترجمہ: خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ کہو اس بہتان باز کر رہے ہیں وہ ان سے بالکل بے لگاؤ ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ [۲۶]

”پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے کی سو سال کی نیکیاں غارت ہیں“ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازیوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے آؤ ہم بھی انکار کر دیں۔ چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کر دیں گے اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائیگا اور ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپانہ سکیں گے۔ ② حضور ﷺ فرماتے ہیں ”کافروں کے سامنے جب ان کی بد اعمالیاں پیش کی جائیں گی تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بے گناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا یہ ہیں تمہارے پڑوسی یہ تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں یہ کہیں گے یہ سب جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبہ قبیلے کے لوگ موجود ہیں۔ یہ کہہ دیں گے یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا اچھا تم قسمیں کھاؤ یہ قسمیں کھالیں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں گونگا کر دے گا اور خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بد اعمالیوں کی گواہی دیں گے پھر انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔“ ③ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے جو آپ ہنس دیئے اور فرمانے لگے جانتے ہو کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی جانتا ہے آپ نے فرمایا بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کرے گا اس پر۔ یہ کہے گا کہ اے اللہ کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں روکا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا بس آج جو گواہ میں سچا مانوں اسی کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جائے اور وہ گواہ سوائے میرے اور کوئی نہیں۔ اللہ فرمائے گا اچھا یونہی سبھی تو ہی اپنا گواہ رہ۔ اب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء سے سوال ہوگا تو وہ سارے عقدے کھول دیں گے۔ اس وقت بندہ کہے گا تم غارت ہو جاؤ تمہیں بربادی آئے تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا۔“ ④ (مسلم) قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تو خود اپنی بد اعمالیوں کا گواہ ہے تیرے کل جسم کے اعضاء تیرے خلاف بولیں گے ان کا خیال رکھ اللہ تعالیٰ سے پوشیدگی اور ظاہری میں ڈرتا رہ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اندھیرا اس کے سامنے چاندنا ہے چھپا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو اللہ ہی کے ساتھ۔ ان قوتیں ہیں یہاں دین سے مراد حساب ہے۔ ⑤ جمہور کی قراءت میں حق کا زبر ہے۔ کیونکہ وہ دین کی صفت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے حق پڑھا ہے اس بنا پر کہ یہ لغت ہے لفظ اللہ کی۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں (بِسْمِ اللّٰهِ يُؤْفِقُهُمُ اللّٰهُ الْحَقُّ دِينُهُمْ) بعض سلف سے پڑھنا مروی ہے۔ اس وقت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں۔ اس کا =

① المعجم الكبير ۳۰۲۳؛ مسند البزار، ۲۹۲۹؛ مسند ضعيف؛ مجمع الزوائد، ۱۶/۲۷۹۔ ② الطبري، ۸/۳۷۳۔

③ حاکم، ۴/۶۰۵؛ مسند ضعيف دراج کی الواسعہ سے روایت ضعیف ہوئی ہے۔ مسند ابیعی ۱۳۹۲، اور شیخ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعیفة ۲۷۰۸)۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر ۲۹۶۹؛ السنن الكبرى للنسائي ۱۱۶۵۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۳۹۷۷؛ ابن حبان ۷۳۵۸۔ ⑤ الطبري، ۱۹/۱۴۱۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام کر دینی تمہارے لیے سراسر بہتری ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ [۱۲۷] اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو بھی پروا لگی ملے بغیر اندر نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاؤ یہی بات تمہارے لئے سہرائی والی ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔ [۱۲۸] ہاں غیر آباد گھروں میں جہاں تمہارا کوئی فائدہ یا اسباب ہو جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں تم جو کچھ بھی ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ [۱۲۹]

= حساب عدل والا ہے ظلم سے دور ہے۔

بدکار عورتیں بدکار مردوں کے لیے اور صالح عورتیں نیک مردوں کے لیے ہیں: [آیت: ۲۶] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لیے ہے بھلی بات کے حقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں۔ یعنی اہل نفاق نے صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بد الفاظی کی اس کے لائق وہی ہیں اس لیے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ پاک ہیں اس لیے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتانوں سے بری ہیں یہ آیت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جو ہر طرح طیب ہیں محض ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیث ہو۔ خبیث عورتیں تو خبیث مردوں کے لائق ہوتی ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو اللہ کے دشمن باندھ رہے ہیں انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج و اذیت پہنچی وہ بھی ان کے لیے باعث مغفرت گناہ بن جائیگی اور یہ چونکہ حضور ﷺ کی بیوی ہیں جنت عدن میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہیں گی۔ ایک مرتبہ اسیر بن جابر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ آج تو میں نے ولید بن عقبہ سے ایک نہایت ہی عمدہ بات سنی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے مومن کے دل میں ایک بات اترتی ہے اور وہ اس کے سینے میں آ جاتی ہے پھر وہ اسے زبان سے بیان کرتا ہے وہ بات چونکہ بھلی ہوتی ہے بھلے سننے والے اسے اپنے دل میں بٹھالیتے ہیں اور اسی طرح بری بات برے لوگوں کے دلوں سے سینوں تک اور وہاں سے زبانوں تک آتی ہے برے لوگ اسے سنتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھاتے ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ ”جو شخص بہت سی باتیں سنے پھر ان میں جو سب سے خراب ہو اسے بیان کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بکریوں والے سے ایک بکری مانگے وہ اسے کہے کہ جا اس ریوڑ میں سے تجھے جو پسند ہو لے لے یہ جائے ② اور ریوڑ کے کتے کا کان پکڑ کر

① الطبری، ۱۹/۱۴۲۔ ② ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحکمة ۴۱۷۲ و مسندہ ضعیف، احمد، ۲/۴۰۵؛ مسند الطیالسی

۹۰؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۳۸۸، اس کی سند علی بن زید بن جدعان ضعیف راوی ہے (التقریب، ۲/۳۷، رقم: ۳۴۲)

لے جائے اور حدیث میں ہے کہ ”حکمت کا کلمہ مومن کی گم گشتہ دولت ہے جہاں سے پائے لے لے۔“ ①

گھروں میں داخلے کے آداب: [آیت: ۲۷-۲۹] شرعی ادب بیان ہو رہا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو جب اجازت ملے جاؤ پہلے سلام کرو اگر پہلی دفعہ کی اجازت طلبی پر جواب نہ ملے تو پھر اجازت مانگو تین مرتبہ اجازت چاہو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تین دفعہ اجازت مانگی جب کوئی نہ بولا تو آپ واپس لوٹ گئے تھوڑی دیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا دیکھو عبد اللہ بن قیس آنا چاہتے ہیں انہیں بلا لو۔ لوگ گئے دیکھا تو وہ چلے گئے ہیں واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ دوبارہ جب حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ واپس کیوں چلے گئے تھے؟ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تین دفعہ اجازت چاہنے کے بعد بھی اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ میں نے تین بار اجازت چاہی جب جواب نہ آیا تو میں اس حدیث پر عمل کر کے واپس لوٹ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پر کسی گواہ کو پیش کر دو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ آپ وہاں سے اٹھ کر انصار کے ایک مجمع میں پہنچے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنا ہو تو میرے ساتھ چل کر عمر سے کہہ دے۔ انصار نے کہا یہ مسئلہ تو عام ہے بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم سب نے سنا ہے ہم اپنے سب سے نو عمر لڑکے کو تیرے ساتھ کر دیتے ہیں یہی گواہی دے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت افسوس کرنے لگے کہ بازاروں کے لین دین نے مجھے اس مسئلہ سے غافل رکھا۔ ②

”ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی فرمایا السلام علیکم ورحمة اللہ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمة اللہ تو کہہ دیا لیکن ایسی آواز سے کہ آپ نہ سنیں۔ چنانچہ تین بار یہی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرتے اور وہ جواب دیتے لیکن اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنیں نہیں۔ اسکے بعد آپ وہاں سے لوٹ چلے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے لپکے ہوئے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ کی تمام آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں میں نے ہر سلام کا جواب بھی دیا۔ لیکن اس خیال سے کہ آپ کی دعائیں بہت ساری لوں اور زیادہ برکت حاصل کروں اب آپ چلیے تشریف رکھئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے۔ انہوں نے آپ کے سامنے کشمش لا رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمائیں اور فارغ ہو کر فرمانے لگے ”تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا فرشتے تم پر رحمت بھیج رہے ہیں۔ تمہارے روزہ داروں نے روزہ کھولا۔“ ③ اور روایت میں ہے کہ ”جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آہستہ جواب دیا تو ان کے لڑکے حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سلام کہیں گے ہمیں دوبارہ آپ کی دعا ملے گی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے زعفران یا درس سے رنگی ہوئے ایک چادر پیش کی جو آپ نے جسم مبارک سے لپیٹ لی پھر ہاتھ اٹھا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے دعا

① ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادۃ ۲۶۸۷ وسندہ ضعیف جداً، ابن ماجہ ۴۱۶۹، اس کی سند میں ابراہیم بن الفضل الخرمی متروک راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۴۱، رقم: ۲۵۵) ② صحیح بخاری، کتاب الیوم، باب الخروج فی التجارة ۲۰۶۲، صحیح مسلم ۲۱۵۳، ابوداؤد ۵۱۸۱، ابن حبان ۵۸۰۷۔ ③ احمد، ۱۳۸/۳، ابوداؤد، ۳۸۵۴، وهو حدیث حسن، مشکل الآثار للطحاوی، ۱/۴۹۸، ۴۹۹، وسندہ حسن، مسند الزوار ۱۹۶۰، مجمع الزوائد، ۸/۳۴۔

کی کہ اے اللہ! سعد بن عبادہ کی آل پر اپنے درود و رحمت نازل فرما۔ پھر حضور ﷺ نے وہیں کھانا تناول فرمایا جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر پالان کس لائے حضور ﷺ کی سواری کے لیے اسے پیش کیا اور اپنے لڑکے قیس رضی اللہ عنہ سے کہا تم حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ جاؤ یہ ساتھ چلے مگر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا قیس آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا حضور! مجھ سے تو یہ نہ ہو سکے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”دو باتوں میں سے ایک تمہیں ضرور کرنی ہوگی یا تو میرے ساتھ اس جانور پر سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے واپس جانا منظور کر لیا۔“ ① یہ باور ہے کہ اجازت مانگنے والا گھر کے دروازے کے بالمقابل کھڑا نہ رہے بلکہ دائیں بائیں قدرے کھسک کے کھڑا رہے کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ ”حضور ﷺ جب کسی کے ہاں جاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ ادھر ادھر قدرے دور ہو کر زور سے سلام کہتے۔ اس وقت تک دروازوں پر پردے بھی لٹکے نہیں رہا کرتے تھے۔“ ② حضور ﷺ کے مکان کے دروازے کے سامنے ہی کھڑے ہو کر ایک شخص نے اجازت مانگی تو آپ نے اسے تعلیم دی کہ نظر نہ پڑے اسی لیے تو اجازت مقرر کی گئی ہے پھر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دینے کے کیا معنی؟ یا تو ذرا سا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔“ ③ ایک اور حدیث میں ہے کہ ”اگر کوئی تیرے گھر میں تیری بلا اجازت جھانکنے لگے اور تو اسے کنکر مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا۔“ ④ ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے والد مرحوم کے قرضے کی ادائیگی کے فکر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے دروازہ کھٹکھٹانے لگے تو آپ نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں میں گویا آپ نے اس کے کہنے کو ناپسند فرمایا“ ⑤ کیونکہ میں کہنے سے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون ہے جب تک کہ نام یا مشہور کنیت نہ بتائی جائے۔ میں تو ہر شخص اپنے لیے کہہ سکتا ہے۔ پس اجازت طلبی کا اصلی مقصور حاصل نہیں ہو سکتا۔

(اِسْتِئْذَانٌ اِسْتِنَاسٌ) ایک ہی بات ہے۔ ⑥ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے ﴿تَسْتَأْنِسُوا﴾ کاتبوں کی غلطی ہے۔ (تَسْتَأْذِنُوا) لکھنا چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی قراءت تھی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بھی لیکن یہ بہت غریب ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے مصحف میں (حَتَّى تَسْلِمَ زَا عَلٰی اَهْلِهَا وَتَسْتَأْذِنُوا) ہے۔ ”صفوان بن امیہ جب مسلمان ہو گئے تو ایک مرتبہ کلدہ بن حنبل کو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا آپ اس وقت وادی کے اونچے حصے میں تھے۔ یہ سلام کئے بغیر اور اجازت لیے بغیر ہی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں آؤں؟“ ⑦ اور حدیث میں ہے کہ ”قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص آپ کے گھر آیا اور کہنے لگا میں اندر آ جاؤں؟ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھاؤ کہ

- ① ابوداؤد، کتاب الادب، باب کم مرة یسلم ۱۱ جل فی الاستئذان ۵۱۸۵ وسندہ ضعیف، سند میں انقطاع ہے۔ السنن الکبریٰ للنسائی ۱۰۱۵۷۔
- ② ابوداؤد حوالہ سابق ۵۱۸۶ وسندہ حسن۔
- ③ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الاستئذان ۵۱۷۴ وسندہ ضعیف الاعمش عنمن۔
- ④ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤوا عینہ فلاذیہ لہ۔ ۶۹۰۲؛ صحیح مسلم ۲۱۵۸؛ احمد، ۲/۲۴۳؛ ابن حبان، ۶۰۰۲۔
- ⑤ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب اذا قال من ذا فقال انا ۲۶۵۰؛ صحیح مسلم ۲۱۵۵؛ ابوداؤد ۵۱۸۷؛ ترمذی ۲۷۱۱؛ ابن ماجہ ۳۷۰۹؛ احمد، ۳/۳۲۰؛ ابن حبان ۵۸۰۸۔
- ⑥ الطبری، ۱۹/۱۴۶۔
- ⑦ ابوداؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان ۵۱۷۶ وسندہ حسن، ترمذی ۲۷۱۰؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۶۷۳۵؛ احمد، ۳/۴۱۴۔

پہلے تو سلام کرے پھر دریافت کرے۔ اس شخص نے یہ سن لیا اور اسی طرح سلام کر کے اجازت چاہی آپ نے اجازت دیدی اور وہ اندر گئے۔“ ① اور حدیث میں ہے کہ ”آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا تھا“ ② (ترمذی) اور حدیث میں ہے کہ ”کلام سے پہلے سلام ہونا چاہیے۔“ ③ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حاجت سے فارغ ہو کر آ رہے تھے لیکن دھوپ کی تاب نہ لاسکے تو ایک قریشی عورت کی جھوپڑی کے پاس پہنچ کر فرمایا السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟ اس نے کہا سلامتی سے آ جاؤ۔ آپ نے پھر یہی کہا اس نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ کے پاؤں جل رہے تھے کبھی اس قدم پر سہارا لیتے کبھی اس قدم پر۔ فرمایا یوں کہو کہ آ جاؤ۔ اس نے کہا کہ آ جاؤ۔ اب آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چار عورتیں گئیں اجازت چاہی کیا ہم آ جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں تم میں جو اجازت کا طریقہ جانتی ہو اسے کہو کہ وہ اجازت لے تو ایک عورت نے پہلے سلام کیا پھر اجازت مانگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی ماں اور بہنوں کے پاس بھی جانا ہو تو ضرور اجازت لے لیا کرو۔ انصار کی ایک عورت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں بعض دفعہ گھر میں اس حالت میں ہوتی ہوں کہ اگر میرے باپ بھی آ جائیں یا میرا اہل لڑکا بھی اس وقت آ جائے تو مجھے برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ حالت ایسی نہیں ہوتی کہ اس وقت کسی کی بھی نگاہ مجھ پر پڑے تو میں ناخوش نہ ہوؤں اور گھروالوں میں کوئی آ ہی جاتا ہے۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تین آیتیں ہیں کہ لوگوں نے ان پر عمل چھوڑ رکھا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوف الہی رکھتا ہو اور لوگوں کا خیال یہ ہے کہ سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ امیر ہو اور اب کی آیتیں بھی لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا میرے گھر میں میری یتیم بہنیں ہیں جو ایک ہی گھر میں رہتی ہیں اور میں ہی انہیں پالتا ہوں۔ کیا ان کے پاس جانے کے لیے بھی مجھے اجازت کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور اجازت طلب کیا کرو۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا کہ شاید کوئی رخصت کا پہلو نکل آئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کیا تم انہیں ننگا دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر ضرور اجازت مانگا کرو۔ میں نے پھر یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کا حکم ماننے لگا نہیں؟ میں نے کہا ہاں مانوں گا۔ آپ نے فرمایا پھر بے اطلاع ہرگز ان کے پاس بھی نہ جاؤ۔ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں محرمات ابد یہ پران کی عربیائی کی حالت میں نظر پڑ جائے اس سے زیادہ برائی میرے نزدیک اور کوئی نہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اپنی ماں کے پاس بھی گھر میں بغیر اطلاع نہ جاؤ۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ بیوی کے پاس بھی بغیر اجازت کے نہ جائے؟ فرمایا یہاں اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ قول بھی محمول ہے اس پر کہ اس سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں لیکن تاہم اطلاع ضرور ہونی چاہئے ممکن ہے وہ اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ وہ نہیں چاہتی کہ خاوند بھی اس حالت میں اسے دیکھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب میرے پاس گھر میں آتے تو کھنکھار کر آتے۔ کبھی بلند آواز سے دروازے کے باہر کسی سے باتیں کرنے لگتے تاکہ گھروالوں کو آپ کے آنے کی اطلاع ہو جائے۔ ⑤

① ابوداؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستئذان ۵۱۷۷ وسندہ صحیح۔ ② الطبری ۱۹/۱۴۶۔ ③ ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ما جاء فی السلام قبل الکلام ۲۶۹۹ وسندہ ضعیف جداً، مسند ابی یعلیٰ ۲۰۵۹، عنسبة بن عبدالرحمن اور محمد بن زاذان متروک راوی ہیں۔ (التقریب، ۲/۸۸، رقم: ۷۸۳، ۲/۱۶۱، رقم: ۲۱۷) ④ اس کی سندیں اشعث بن سوار ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۱/۲۶۳، رقم: ۹۹۶) لہذا یہ روایت مردود ہے۔ ⑤ ابن ماجہ، کتاب الطب، باب تعلیق التماثم ۳۵۳۰ وسندہ ضعیف أمش راوی مدلس ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ احمد، ۱/۳۸۱، الطبری، ۱۹/۱۴۸۔

چنانچہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿تَسْتَأْنِسُوا﴾ کے معنی بھی یہی کئے ہیں کہ کھنکھار دینا، تھوک دینا وغیرہ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مستحب ہے کہ جب انسان اپنے گھر میں جانا چاہے باہر سے ہی کھنکھار دے یا جوتیوں کی آہٹ سنا دے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”سفر سے رات کے وقت بے اطلاع گھر آ جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کیونکہ اس سے گویا گھروالوں کی خیانت کا پوشیدہ طور پر نٹولنا ہے۔ ① آپ ایک مرتبہ ایک سفر سے صبح کے وقت آئے تو حکم دیا کہ بستی کے پاس لوگ اتریں تاکہ مدینہ میں خبر مشہور ہو جائے شام کو اپنے گھروں میں جانا اس لیے کہ اس اثنا میں عورتیں اپنی صفائی ستھرائی کر لیں۔“ ② اور حدیث میں ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سلام تو ہم جانتے ہیں لیکن استیناس کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر بلند آواز سے کہہ دینا یا کھنکھار دینا جس سے گھروالے معلوم کر لیں کہ فلاں آ رہا ہے۔“ ③ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین بار کی اجازت اس لیے مقرر کی ہے کہ پہلی دفعہ میں تو گھروالے معلوم کر لیں کہ فلاں ہے دوسری دفعہ میں وہ سن سنبھل جائیں اور ہوشیار ہو جائیں۔ تیسری مرتبہ میں اگر وہ چاہیں اجازت دیں چاہیں منع کر دیں۔ جب اجازت نہ ملے پھر دروازے پر ٹھہرا رہنا برا ہے لوگوں کو اپنے کام اور اشغال ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت اجازت نہیں دے سکتے۔ مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں سلام کا دستور نہ تھا ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن سلام نہ کرتے تھے کسی کے گھر جاتے تھے تو اجازت نہیں لیتے تھے۔ یونہی جا دھمکے پھر کہہ دیا کہ میں آ گیا ہوں تو بسا اوقات یہ گھروالے پر گراں گزرتا۔ ایسا بھی ہوا کہ وہ اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتا کہ اسے اس کا آنا بہت برا لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام برے دستوراچھے آداب سکھا کر بدل دیئے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اس میں مکان والے کو آنے والے کو دونوں کو راحت ہے۔ یہ چیزیں تمہاری نصیحت اور خیر خواہی کی ہیں اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو بے اجازت اندر نہ جاؤ کیونکہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ مالک مکان کو حق ہے کہ اگر وہ چاہے اجازت دے چاہے روک دے۔ اگر تمہیں کہا جائے لوٹ جاؤ تو تمہیں واپس چلا جانا چاہیے اس میں برامانے کی بات نہیں بلکہ یہ تو بڑا ہی پیارا طریقہ ہے۔ بعض مہاجرین افسوس کیا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی پوری عمر میں اس آیت پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا کہ کوئی ہم سے کہتا لوٹ جاؤ اور ہم اس آیت کے ماتحت وہاں سے واپس ہو جاتے۔ ④ اجازت نہ ملنے پر دروازے پر ٹھہرے رہنا بھی منع فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔ یہ آیت اگلی آیت سے مخصوص ہے اس میں ان گھروں میں بلا اجازت جانے کی رخصت ہے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں اس کا کوئی سامان وغیرہ ہو جیسے کہ مہمان خانہ وغیرہ۔ یہاں جب پہلی مرتبہ اجازت مل گئی پھر ہر بار کی اجازت ضروری نہیں۔ تو گویا یہ آیت پہلی آیت سے استثناء ہے اسی طرح کے ایسے ہی تاجروں کے گودام مسافر خانے وغیرہ ہیں اور اول بات زیادہ ظاہر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے بیت الشعر ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یطرق اہلہ لیلًا اذا اطال الغیبة..... ۵۲۴۳؛ صحیح مسلم ۷۱۵؛ ابو داؤد ۲۷۷۶؛

احمد، ۳/۱۲۹۹ ابن حبان ۴۱۸۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب طلب الولد ۵۲۴۶، ۵۲۴۵؛ صحیح مسلم

۷۱۵؛ احمد، ۳/۳۰۳، مسند ابی یعلیٰ ۱۸۵۰۔ ③ اس کی سندیں واصل بن السائب متروک راوی ہے جب کہ ابوسورہ کے متعلق

امام بخاری نے عندہ مناکیر کہا ہے۔ (المیزان، ۴/۳۲۸، رقم: ۹۳۲۲/۴، ۵۳۵، رقم: ۱۰۲۸۲) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

④ الطبری، ۱۹/۱۵۰۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ أَزْكَى لَّهُمْ

إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے۔ [۳۰]

نظریں جھکا کے چلو: [آیت: ۳۰] حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے ان پر نگاہیں نہ ڈالو۔ حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کر لو اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ یا نظر بھر کر نہ دیکھو۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت جریر بن عبد اللہ بنی النضرؓ نے حضور ﷺ سے اچانک نگاہ کے جانے کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنی نگاہ فوراً ہٹالو۔“ ① نیچی نگاہ کرنا یا ادھر ادھر دیکھنے لگ جانا اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے۔ “حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا ”علیٰ نظر پر نظر نہ جماؤ اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے قصد امعاف نہیں۔“ ② حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا ”راستوں پر بیٹھنے سے بچو“ لوگوں نے کہا حضور! کام کاج کے لیے وہ تو ضروری ہے آپ ﷺ نے فرمایا ”اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو۔ انہوں نے کہا وہ کیا؟ فرمایا نگاہ نیچی رکھنا کسی کو ایذا نہ دینا سلام کا جواب دینا اچھی باتوں کا تعلیم کرنا بری باتوں سے روکنا۔“ ③ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔ نظر نیچی رکھو۔ ہاتھوں کو نظم سے بچائے رکھو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔“ صحیح بخاری میں ہے ”جو شخص زبان اور شرمگاہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ماتحت رکھے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔“ ④ عبیدہ بن جراحؓ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ نافرمانی الہی ہو وہ کبیرہ گناہ ہے چونکہ نگاہ پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے اس لیے شرمگاہ کو بچانے کے لیے نظریں نیچی رکھنے کا فرمان ہوا۔ نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے اور نگاہ نیچی رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے ⑤ حرمت کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے اور ان کے دل بھی نورانی کر دیتا ہے۔“ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹالے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔“ ⑥ اس حدیث کی سندیں تو ضعیف ہیں مگر یہ =

① صحیح مسلم، کتاب الادب، باب نظر الفجاء ۲۱۵۹؛ ابوداؤد ۲۱۴۸؛ ترمذی ۲۷۷۶؛ احمد، ۳۵۸/۴؛ ابن حبان ۵۵۷۱۔

② ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی ما یؤمر بہ من غرض البصر ۲۱۴۹ وسندہ ضعیف شریک قاضی مدس کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ترمذی ۲۷۷۷؛ احمد، ۳۵۱/۵؛ حاکم، ۱۹۴/۲۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا.....﴾ ۲۶۶۹؛ صحیح مسلم ۲۱۲۱؛ احمد، ۳۶/۳؛ ابن حبان ۵۹۵۔

④ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان ۶۴۷۴؛ ترمذی ۳۴۰۸۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الحمام، باب فی التعری ۴۰۱۷ وسندہ حسن، ترمذی ۲۷۶۹؛ ابن ماجہ ۱۹۲۰؛ احمد، ۳/۵؛ مشکل

الآثار ۱۳۸۱۔ ⑥ احمد ۲۶۴ وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد ۶۳/۸؛ طبرانی، ۷۸۴۲ اس کی سندیں علی بن

یزید الالہانی متروک راوی ہے (المیزان، ۱۶۱/۳، رقم: ۵۹۶۶)

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اُخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اُخْوَانِهِنَّ اَوْ نِسَائِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ اُولَى الْاَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۖ وَتُوبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اِنَّهُ الْمُوْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بلکل مارے رہیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں۔ اے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا اپنے غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانو! تم

سب کے سب اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔ [۳۱]

= رغبت دلانے کے بارے میں اور ایسی حدیثوں میں سند کی اتنی زیادہ دیکھ بھال نہیں ہوتی۔ طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا عاذا اللہ من کل عذابہ۔ نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص خوف الہی سے اپنی نگاہ روک رکھے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزہ آنے لگتا ہے۔ لوگوں کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں وہ آنکھوں کی خیانت کو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پالے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے زبان کا زنا بولنا ہے کانوں کا زنا سننا ہے ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے پیروں کا زنا چلنا ہے دل خواہش، تمنا اور آرزو کرتا ہے پھر شرمگاہ یا توبہ کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے ① رواہ البخاری تعلیقاً۔ اکثر سلف لڑکوں کی گھورا گھوری سے بھی منع کرتے تھے۔ ائمہ صوفیہ میں کے بہتوں نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے۔ اہل علم کی جماعت نے اسے مطلق حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی مگر وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو خوف الہی سے روئے گا اس میں سے آنسو صرف کھس کے

سر کے برابر ہی نکلا ہو۔“^①

پردہ کے شرعی احکام: [آیت: ۳۱] یہاں اللہ تعالیٰ مؤمنہ عورتوں کو حکم دیتا ہے تاکہ ان کے باغیر مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں۔ مروی ہے کہ اسماء بنت مرثد رضی اللہ عنہا کا مکان بنو حارثہ کے محلہ میں تھا ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زور اور سینے اور بال کھولے ہوئے آیا کرتی تھیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اُتریں۔ پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہیے سوائے اپنے خاوند کے کسی کو بغیر شہوت نہ دیکھنا چاہیے۔ اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ بغیر شہوت کے۔ ابو داؤد اور ترمذی میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں جو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اُترنے کے بعد کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پردہ کرلو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ تو نایابا ہیں نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہنچائیں گے۔ آپ نے فرمایا تم تو نایابا نہیں ہو کہ اسے نہ دیکھو؟“^② ہاں بعض علما نے بے شہوت نظر کو حرام نہیں کہا ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ ”عید کے دن حبشی لوگوں نے مسجد میں ہتھیا روں کے کرتب شروع کئے اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا آپ دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ جی بھر گیا اور تھک کر چلی گئیں۔“^③ عورتوں کو بھی اپنی عصمت کا بچاؤ چاہیے۔ بدکاری سے دور رہیں اپنا آپ کسی کو نہ دکھائیں۔ اجنبی غیر مردوں کے سامنے اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ کریں۔ ہاں جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو اسکی اور بات ہے۔ جیسے چادر اور اوپر کا کپڑا وغیرہ^④ جن کا پوشیدہ رکھنا عورتوں کے لیے ناممکن ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد چہرہ پہنچوں تک کے ہاتھ اور انگوٹھی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ یہی زینت کے وہ محل ہیں جن کے ظاہر کرنے سے شریعت نے ممانعت کر دی۔ جیسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں یعنی بالیاں ہار پاؤں کا زور وغیرہ۔^⑤ فرماتے ہیں کہ زینت دو طرح کی ہے ایک تو وہ جسے خاوند ہی دیکھے جیسے انگوٹھی اور کنگن اور دوسری زینت وہ جسے غیر بھی دیکھیں جیسے اوپر کا کپڑا۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جن رشتہ داروں کا ذکر ہے ان کے سامنے تو کنگن دوپٹا بالیاں کھل جائیں تو حرج نہیں لیکن لوگوں کے سامنے صرف انگوٹھیاں ظاہر ہو جائیں تو پکڑ نہیں۔ اور روایت میں انگوٹھیوں کے ساتھ ہی پیر کے خلفال کا بھی ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ ﴿مَا ظَهَرُ مِنْهَا﴾ کی تفسیر ابن عباس وغیرہ نے منہ اور پہنچوں سے کی ہو جیسے ابو داؤد میں ہے کہ ”اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں کپڑے باریک پہنے ہوئے تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا اور فرمایا جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو سوائے اس کے اور اس کے یعنی چہرے کے اور پہنچوں کے اس کا کوئی عضو دکھانا ٹھیک نہیں۔“^⑥ لیکن یہ مرسل ہے خالد بن دریک رحمہ اللہ اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور ان کا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کرنا ثابت نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① سندہ ضعیف اس کی سند میں عمر بن محمد بن صہبان کزور راوی ہے (المیزان، ۳/ ۲۲۰، رقم: ۶۱۹۵)

② ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله تعالیٰ ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ بَغْضَاضٍ مِّنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ۴۱۱۲ وسندہ حسن، ترمذی

③ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الحواب ۲۷۷۸؛ احمد، ۶/ ۲۹۶؛ بیہقی، ۷/ ۹۱؛ ابن ماجہ ۵۵۷۵۔

④ الطبری، ۱۹/ ۱۵۶۔ ⑤ ایضاً۔

⑥ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المرأة من زینتها ۴۱۰۴، وسندہ ضعیف ولید بن مسلم مدلس کے سماع کی صراحت نہیں نیز اس کی سند میں سعید بن بشر ضعیف راوی ہے۔

عورتوں کو چاہیے کہ اپنے دو پٹوں سے یا اور کپڑے سے نکل مار لیں تاکہ سینہ اور گلے کا زیور چھپا ہو اور ہے۔ جاہلیت میں اس کا بھی رواج نہ تھا۔ عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں۔ بسا اوقات گردن اور بال چوٹی بالیاں وغیرہ صاف نظر آتی تھیں۔ اور آیت میں ہے اے نبی! اپنی بیویوں سے اپنی بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ ① خمر خمار کی جمع ہے۔ خمدار کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو ڈھانپ لے چونکہ وہ بیٹیاں سر کو ڈھانپ لیتا ہے اس لیے اسے بھی خمار کہتے ہیں۔ پس عورتوں کو چاہیے کہ یا تو اپنی اوڑھنی سے یا کسی اور کپڑے سے اپنا گلا اور سینہ بھی چھپائے رکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر رحم فرمائے جنہوں نے شروع شروع ہجرت کی تھی کہ جب یہ آیت اتری تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر دوپٹے بنائے۔ بعض نے اپنے تہ کے کنارے کاٹ کر ان سے سر ڈھک لیا۔ ② ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عورتوں نے قریش عورتوں کی فضیلت بیان کرنی شروع کی تو آپ نے فرمایا ان کی فضیلت کی قائل میں بھی ہوں لیکن واللہ! میں نے انصار کی عورتوں سے افضل عورتیں نہیں دیکھیں ان کے دلوں میں جو کتاب اللہ کی تصدیق اور اس پر کامل ایمان ہے وہ بے شک قابل قدر ہے۔ سورہ نور کی آیت ﴿وَلْيَضْحَكُنَّ يَخْمُرِهِنَّ﴾ جب نازل ہوئی اور ان کے مردوں نے گھر میں جا کر یہ آیت انہیں سنائی اسی وقت ان عورتوں نے اس پر عمل کر لیا اور صبح کی نماز میں وہ آئیں تو سب کے سروں پر دوپٹے موجود تھے گویا ڈول رکھے ہوئے ہیں۔ ③ اس کے بعد ان مردوں کا بیان فرمایا جن کے سامنے عورت ہو سکتی ہے اور بغیر بناؤ چٹاؤ کے ان کے سامنے شرم و حیا کے ساتھ آ جا سکتی ہے۔ گویا ہری بعض زینت کی چیزوں پر بھی ان کی نظر پڑ جائے سوائے خاند کے کہ اس کے سامنے تو عورت اپنا پورا بناؤ چٹاؤ زیب زینت کرے۔ گو چچا اور ماموں بھی ذی محرم ہیں لیکن ان کا نام یہاں اس لیے نہیں لیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے بیٹوں کے سامنے ان کے محاسن بیان کریں اس لیے ان کے سامنے بغیر دوپٹے کے نہ آنا چاہیے۔ پھر فرمایا تمہاری عورتیں یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اس زینت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔ اہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اس لیے رخصت نہیں دی گئی کہ بہت ممکن ہے وہ اپنے مردوں میں ان کی خوبصورتی اور زینت کا ذکر کریں۔ مؤمن عورتوں سے بھی گویہ خوف ہے مگر شریعت نے چونکہ اسے حرام قرار دیا ہے اس لئے مسلمان عورتیں تو ایسا نہ کریں گی لیکن ذمی کافروں کی عورتوں کو اس سے کون سی چیز روک سکتی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”کسی عورت کو جائز نہیں کہ دوسری عورت سے مل کر اس کے اوصاف اپنے خاند کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ④ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عورتیں عام حمام میں جاتی ہیں ان کے ساتھ مشرک عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ سنو کسی مسلمان عورت کو حلال نہیں کہ وہ اپنا جسم کسی غیر مسلمہ عورت کو دکھائے۔“ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بھی ﴿اَوْنِسَاءٌ هُنَّ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد اس سے مسلمان عورتیں ہیں تو ان کے سامنے وہ زینت ظاہر کر سکتی ہے جو اپنے ذی محرم رشتے داروں کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے یعنی گلابیاں ہار۔ پس مسلمان عورت کو ننگے سر کسی مشرک عورت کے سامنے ہونا جائز نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ”جب صحابہ رضی اللہ عنہم بیت المقدس پہنچے تو ان کی

① ۳۳/ الاحزاب: ۵۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النور باب ﴿وَلْيَضْحَكُنَّ يَخْمُرِهِنَّ﴾ علی جوہر ۴۷۵۸۔

③ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی قول اللہ تعالیٰ ﴿يَدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْہِمْ﴾ ۴۱۰۰ مختصراً وسندہ حسن۔

④ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا تبشر المرأة فتنتها لزوجها ۵۲۴۰ ابو داؤد ۲۱۵۰ ترمذی ۲۷۷۲ احمد، ۱/ ۴۴۰

مسند ابی یعلیٰ ۵۰۸۳ ابن حبان ۴۱۶۰۔

بیویوں کے لیے دایہ یہودیہ اور نصرانیہ عورتیں ہی تھیں۔“ پس اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو محمول ہوگا ضرورت پر یا ان عورتوں کی ذلت پر۔ پھر اس میں غیر ضروری جسم کا کھانا بھی نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ہاں شرک عورتوں میں سے جو لونڈیاں باندیاں ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ ① بعض کہتے ہیں کہ غلاموں کا بھی یہی حکم ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے دینے کو ایک غلام لے کر آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے دیکھ کر اپنے تئیں اپنے دوپٹے میں چھپانے لگیں۔ لیکن چونکہ کپڑا چھوٹا تھا سر ڈھانپتی تھیں تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانپتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا بیٹی کیوں تکلیف کرتی ہو میں تو تمہارا والد ہوں اور یہ تمہارا غلام ہے۔“ ② ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اس غلام کا نام عبداللہ بن مسعد تھا۔ یہ فزاری تھے سخت سیاہ قام۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے انہیں پرورش کر کے آزاد کر دیا تھا۔ صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت مخالف تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس کسی کا مکاتب غلام ہو جس سے یہ شرط ہوگئی ہو کہ اتنا اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد۔ پھر اس کے پاس اتنی رقم بھی جمع ہوگئی ہو تو چاہیے کہ اس سے پردہ کرے۔“ ③ پھر بیان فرمایا کہ نوکر چاکر کام کاج کرنے والے ان مردوں کے سامنے جو مردانگی نہیں رکھتے عورتوں کی خواہش جنہیں نہیں۔ اس مطلب کے ہی وہ نہیں ان کا حکم بھی ذی محرم مردوں کا ہے۔ یعنی ان کے سامنے بھی اپنی ایسی زینت کے اظہار میں مضائقہ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ست ہو گئے ہیں عورتوں کے کام کے ہی نہیں لیکن وہ عنث اور تیجرے جو بد زبان اور برائی پھیلانے والے ہوتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ ”ایک ایسا ہی شخص حضور ﷺ کے گھر آیا تھا چونکہ اسی آیت کے ماتحت آپ کی ازواج مطہرات نے سمجھا اسے منع نہ کیا تھا اتفاق سے اسی وقت رسول اللہ ﷺ آ گئے۔ اس وقت وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب طائف کو فتح کرائے گا تو میں تجھے غیلان کی لڑکی دکھاؤں گا کہ آتے ہوئے اس کے پیٹ پر چار شکنیں پڑتی ہیں اور واپس جاتے ہوئے آٹھ نظر آتی ہیں۔ اسے سنتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا ”خبردار! ایسے لوگوں کو ہرگز نہ آنے دیا کرو ④ اس سے پردہ کرلو۔“ چنانچہ اسے مدینہ سے نکال دیا گیا۔ بیداء میں یہ رہنے لگا وہاں سے جمعہ کے روز آ جاتا اور لوگوں سے کھانے پینے کو کچھ لے جاتا۔“ چھوٹے بچوں کے سامنے ہونے کی اجازت ہے جو اب تک عورتوں کے مخصوص اوصاف سے واقف نہ ہوں۔ عورتوں پر ان کی لپٹائی ہوئی نظریں نہ پڑتی ہوں۔ ہاں جب وہ اس عمر کو پہنچ جائیں کہ ان میں تمیز آجائے عورتوں کی خوبیاں ان کی نگاہوں میں چھپنے لگیں خوبصورت بدصورت کا فرق معلوم کر لیں پھر ان سے بھی پردہ ہے گو وہ پورے جوان نہ بھی ہوئے ہوں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! دیور جیٹھ؟ آپ نے فرمایا: ”وہ تو موت ہے۔“ ⑤ پھر فرمایا کہ عورتیں اپنے پیردوں کو زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں۔ جاہلیت میں اکثر ہوتا تھا کہ وہ زور سے پاؤں زمین پر رکھ کر چلتی تھیں تاکہ پیر کا زیور بجے۔ اسلام نے اسے =

① الطبری، ۱۹/۱۶۰۔ ② ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ ۴۱۰۶ وسندہ حسن، بیہقی،

۹۵/۷۔ ③ ابو داؤد، کتاب العتق، باب المکاتب یؤدی بعض کتابۃ فیعجز او یموت ۳۹۲۸ وسندہ حسن، ترمذی، ۱۲۶۱،

ابن ماجہ ۲۵۲۰؛ احمد، ۶/۲۸۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۹۵۶؛ بیہقی، ۱۰/۳۲۷۔ ④ صحیح بخاری، کتاب المغازی،

باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان ۴۳۲۴؛ صحیح مسلم ۲۱۸۰، ۲۱۸۱؛ ابو داؤد ۴۹۲۹؛ ابن ماجہ ۱۹۰۲؛ احمد، ۶/۲۹۰؛

مسند ابی یعلیٰ ۶۹۶۰۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأة الا ذو محرم..... ۵۲۳۲؛

صحیح مسلم ۲۱۷۲؛ ترمذی، ۲۱۷۱؛ احمد، ۴/۱۴۹؛ ابن حبان ۵۵۸۸؛ بیہقی، ۷/۹۰۔

وَأَنْكَحُوا الْأَيَّامَ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۖ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ
يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ وَلَيْسَتْ عَفِيفٌ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ
نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَأَتَوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي التَّكْمُ ۖ
وَلَا تُكْرَهُوا فَتِيَّتِكُمْ عَلَى الْبَغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ
وَمَنْ يُّكْرِهْنَهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ
آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

ترجمہ: تم میں سے جو مرد عورت مجرد ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک بخت غلام لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے امیر بنادے گا۔ اللہ تعالیٰ کثادگی والا اور علم والا ہے۔ [۳۲] اور ان لوگوں کو پاکدامن رہنا چاہیے جو اپنا نکاح کرنے کا مقصد نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنادے۔ تمہارے غلاموں میں سے جو کوئی کچھ تمہیں دے کر آزادی کی تحریر کرانی چاہے تو تم ایسی تحریر انہیں کر دیا کرو اگر تم کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی ہو اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو تمہاری جو لونڈیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں۔ انہیں دنیا کی زندگی کے فائدے کی غرض سے بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو انہیں مجبور کر دے تو اللہ ان پر جبر کے بعد بخش دینے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ [۳۳] ہم نے تمہاری طرف کھلی اور روشن آیتیں اتاری ہیں اور ان لوگوں کی کہاوٹیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت۔ [۳۴]

== منع قرار دیا۔ پس عورت کو ہر ایک ایسی حرکت منع ہے جس سے اس کا کوئی چھپا ہوا سنگھار کھل سکے۔ پس اسے گھر سے عطر اور خوشبو لگا کر باہر نکلتا بھی ممنوع ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ”ہر آنکھ زانیہ ہے۔ عورت جب عطر لگا کر پھول پہن کر مہکتی ہوئی مردوں کی کسی مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔“ ① ابوداؤد میں ہے کہ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک عورت خوشبو سے مہکتی ہوئی ملی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو مسجد سے آ رہی ہے؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے حبیب ابوالقاسم ﷺ سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لیے خوشبو لگائے اسکی نماز نامقبول ہے جب تک کہ وہ لوٹ کر جنابت کی طرح غسل نہ کرے۔“ ② ترمذی میں ہے کہ ”اپنی زینت کو غیر جگہ ظاہر کرنے والی عورت کی مثال قیامت کے اس اندھیرے جیسی ہے جس میں نور نہ ہو۔“ ③ ابوداؤد میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے مردوں عورتوں کو راستے

① ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی کراہیۃ خروج المرأة متعطرة ۲۷۸۶ وسندہ حسن، احمد، ۴/۱۴۱؛ ابن ماجہ ۴۴۲۴؛ حاکم، ۳۹۶/۲۔ ② ابوداؤد، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج ۴۱۷۴ وهو حسن، ابن ماجہ ۴۰۰۲؛ نسائی ۵۱۳۰ مختصرًا؛ احمد، ۲/۲۴۶۔ ③ ترمذی، کتاب الرضا، باب ما جاء فی کراہیۃ خروج النساء فی الزینۃ ۱۱۶۷ وسندہ ضعیف مویٰ بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔

میں ملے جلے چلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا عورتو! تم ادھر ادھر ہو جاؤ تمہیں بیچ راہ میں نہ چلنا چاہیے۔ یہ سن کر عورتیں دیواروں سے لگی لگی چلنے لگیں یہاں تک کہ ان کے کپڑے دیواروں سے رگڑتے تھے۔^① پھر فرماتا ہے کہ مؤمنو! میرا کہا کرو ان نیک صفتوں کو لے لو جاہلیت کی بدخصلتوں سے رک جاؤ۔ پوری فلاح اور نجات اور کامیابی اسی کے لیے ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہوا سکے منع کردہ کاموں سے رک جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

نکاح کے احکام: [آیت ۳۲-۳۳] اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام بیان فرمادیئے ہیں اولاً نکاح کا، علماء رحمہم اللہ کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جو شخص نکاح کی قدرت رکھتا ہو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے۔ نکاح نظر کو نیچی رکھنے والا شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے طاقت نہ ہو وہ لازمی طور پر روزے رکھے۔ یہی اسکے لیے خفی ہوتا ہے“^② (بخاری و مسلم)۔ سنن میں ہے کہ ”آپ ﷺ فرماتے ہیں زیادہ اولاد جن سے ہونے کی امید ہو ان سے نکاح کر دتا کہ نسل بڑھے۔ میں تمہارے ساتھ اور امتوں میں فخر کرنے والا ہوں۔“^③ ایک روایت میں ہے کہ ”یہاں تک کہ کچے گرے ہوئے بچے کی گنتی کے ساتھ بھی ﴿ایامی﴾ جمع ہے (ایم) کی۔ جو ہری رحمہم اللہ کہتے ہیں اہل لغت کے نزدیک بے بیوی کا مرد اور بے خاوند کی عورت کو ایم کہتے ہیں خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ پھر مزید رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اگر وہ مسکین بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے مالدار بنادے گا خواہ وہ آزاد ہوں خواہ وہ غلام ہوں“^④ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تم نکاح کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم مانو وہ تم سے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امیری کو نکاح میں طلب کرو۔^⑤ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”تین قسم کے لوگوں کی مدد کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ حق ہے نکاح کرنے والا جو حرام کاری سے بچنے کی نیت سے نکاح کرے وہ لکھت لکھ دینے والا غلام جس کا ارادہ ادا نیکی کا ہو۔ وہ غازی جو اللہ کی راہ میں نکلا ہو“^⑥ (ترمذی وغیرہ)۔ اسی کی تائید میں وہ روایت ہے جس میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا نکاح ایک عورت سے کرا دیا جس کے پاس بجز تہمد کے اور کچھ نہ تھا یہاں تک کہ لوہے کی انگوٹھی بھی اس کے پاس سے نہیں نکلی تھی۔ باوجود اس فقیری اور مفلسی کے آپ نے اس کا نکاح کرا دیا اور میر پھر بھرا یا کہ جو قرآن اسے یاد ہے اپنی بیوی کو یاد کرا دے۔“^⑦ یہ اسی بنا پر کہ نظریں اللہ کے فضل و کرم پر تھیں کہ وہ مالک انہیں وسعت دے گا اور اتنی روزی پہنچائے گا کہ اسے اور اس کی بیوی کو کفایت ہو۔ ایک حدیث اکثر لوگ وارد کیا کرتے ہیں کہ ”فقیری میں بھی نکاح کیا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا۔“ میری نگاہ سے تو یہ حدیث گزری نہیں نہ کسی قوی سند سے نہ ضعیف سند سے اور نہ ہمیں ایسی لاپتہ روایت کی اس مضمون میں کوئی ضرورت ہے کیونکہ قرآن کی اس آیت اور ان حدیثوں میں یہ

① ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطريق ۵۲۷۲، وسندہ ضعیف شہادہ راوی مجهول اور اس کا والد مستور ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم ۵۰۶۶؛ صحیح مسلم ۱۴۰۰؛ ابوداؤد ۲۰۴۶؛ ترمذی ۱۰۸۱؛ ابن ماجہ ۱۸۴۵؛ احمد، ۱/۳۷۸؛ ابن حبان ۴۰۲۶۔

③ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب النہی عن تزویج من لم یلد النساء ۲۰۵۰ وهو حسن؛ نسائی ۳۲۲۹؛ احمد، ۳/۱۵۸؛ ابن حبان ۴۰۲۸؛ بیہقی، ۷/۸۱۔

④ الطبری، ۱۹/۱۶۶۔ ایضاً۔

⑤ ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما جاء فی المجاہد والنکاح المکاتب وعون اللہ إیاهم ۱۶۵۵ وسندہ حسن، نسائی ۳۲۲۰؛ ابن ماجہ ۲۵۱۸؛ احمد، ۲/۲۵۱؛ ابن حبان ۴۰۳۰؛ حاکم، ۲/۱۶۰۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج المعسر ۵۰۸۷؛ صحیح مسلم ۱۴۲۵۔

چیز موجود ہے قَالَ حَمْدُ اللَّهِ۔ پھر حکم دیا کہ جنہیں نکاح کا مقدور نہیں وہ حرام کاری سے بچیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اے نوجوان عمر کے لوگو! تم میں سے جو نکاح کی وسعت رکھتے ہوں وہ نکاح کر لیں یہ نگاہ کو بچنی کرنے والا شرمگاہ کو بچانے والا ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو وہ اپنے ذمے روزوں کا رکھنا ضروری کر لے یہی اس کے لیے خصی ہونا ہے۔“ یہ آیت مطلق ہے اور سورۃ نساء کی اس سے خاص ہے یعنی یہ فرمان ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا﴾ ❶ پس لوٹد یوں سے نکاح کرنے سے بہتر صبر کرنا ہے اس لیے کہ اس صورت میں اولاد پر غلامی کا حرف آتا ہے مگر نہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو مرد کسی عورت کو دیکھے اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہو اسے چاہئے کہ اگر اس کی بیوی موجود ہو تو اس کے پاس چلا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں نظریں ڈالے اور صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے فرماتا ہے جو غلاموں کے مالک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادی کی بابت کوئی تحریر کرنی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی کمائی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دیدے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ اکثر علما فرماتے ہیں کہ یہ حکم ضروری نہیں فرض و واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔ آقا کا اختیار ہے کہ غلام جب کہ کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اتنا اتنا روپیہ لے لو اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا معاہدہ کرے یا نہ کرے۔ علامہ ﷺ کی ایک جماعت آیت کے ظاہری الفاظ کو لے کر کہتی ہے کہ آقا پر واجب ہے کہ جب اس کا غلام اس سے اپنی آزادی کی بابت تحریر چاہے تو وہ اس کی بات قبول کر لے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام سیرین نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کر لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کیا دربار فاروقی میں یہ مقدمہ گیا آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور ان کے نہ ماننے پر کوڑے لگوائے اور یہی آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر لکھوا دی ❷ (بخاری) عطاء رضی اللہ عنہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا پہلا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ”مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی خوشی کے حلال نہیں۔“ ❸ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادی کی تحریر کر دے اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔ یہی قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ خیر سے مراد امانت داری سچائی مال اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اگر تم اپنے ان غلاموں میں جو تم سے مکاتبیت کرنا چاہیں مال کے کمانے کی صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پورا کر دو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالیں گے ❹ یعنی ان سے سوال کریں گے اور رقم پوری کرنا چاہیں گے۔“ اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ یعنی جو رقم ٹھہر چکی ہے اس میں سے کچھ معاف کر دو چوتھی یا تہائی یا آدھا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو۔ آقا بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تاکہ وہ مقررہ رقم پوری کر کے آزاد ہو جائے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جن تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ پر برحق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ابوامیہ نے مکاتبیت کیا تھا۔ جب وہ اپنی رقم کی پہلی قسط لے کر آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اپنی اس رقم میں دوسروں سے بھی مدد طلب کرو۔ اس نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! آپ آخری قسط تک تو مجھے ہی محنت کرنے دیجئے۔ فرمایا نہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو

❶ ۴/النساء: ۲۵۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب المکاتب، باب المکاتب ونجومہ فی کل سنة نجم قبل وحديث ۲۵۶۰۔

❸ احمد، ۵/۷۲ وسندہ ضعیف علی بن زید بن جعدان ضعیف راوی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ ۱۵۷۰ دارقطنی، ۳/۲۶؛ بیہقی،

۱۰۰/۶۔ ❹ ابو داؤد فی (المراسیل) ۱۴۳ وسندہ ضعیف۔

ہم چھوڑ نہ بیٹھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا وہ مال دو جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے۔ پس یہ پہلی قسطیں تھیں جو اسلام میں ادا کی گئیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ شروع شروع میں آپ نہ کچھ دیتے تھے نہ معاف فرماتے تھے۔ کیونکہ خیال ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو آخر میں یہ رقم پوری نہ کر سکے تو میرا دیا ہوا مجھے ہی واپس آ جائے۔ ہاں آخری قسطیں ہوتیں تو جو چاہتے اپنی طرف سے معاف کر دیتے۔ ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ جو تھائی چھوڑ دو ① لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

لوٹنیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو: پھر فرماتا ہے کہ اپنی لوٹنیوں سے زبردستی بدکاریاں نہ کراؤ۔ جاہلیت کے بدترین طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی لوٹنیوں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ زنا کاری کرائیں اور وہ رقم اپنے مالکوں کو دیں۔ اسلام نے آ کر اس بد رسم کو توڑا۔ منقول ہے کہ ”یہ آیت عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق کے بارے میں اتری ہے وہ ایسا ہی کرتا تھا تاکہ روپیہ بھی ملے اور لوٹنی زادوں سے شان ریاست بھی بڑھے اس کی لوٹنی کا نام معاذہ تھا۔“ اور روایت میں ہے کہ ”اس کا نام مسیکہ تھا اور غشی یہ اسلام والی۔ تو یہ بدکاری سے انکار کرتی تھی۔ جاہلیت میں تو یہ کام چلتا رہا یہاں تک اس سے ناجائز اولاد بھی ہوئی۔ لیکن اسلام لانے کے بعد اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس منافق نے اسے زود کو ب کیا پس یہ آیت اتری۔“ ② مروی ہے کہ ”بدر کا ایک قریشی قیدی عبد اللہ بن ابی کے پاس تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی لوٹنی سے ملے۔ لوٹنی بوجہ اپنے اسلام کے حرام کاری سے بچی تھی عبد اللہ کی خواہش تھی کہ یہ اس قریشی سے ملے اس لیے اسے مجبور کرتا تھا اور مارتا پیٹتا تھا۔ پس یہ آیت اتری۔“ اور روایت میں ہے کہ ”یہ سردار منافقین اپنی اس لوٹنی کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے بیچ دیا کرتا تھا۔ اسلام کے بعد اس لوٹنی سے جب یہ ارادہ کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی یہ مصیبت بیان کی۔ حضرت صدیق نے دربار محمدی میں یہ بات پہنچائی۔ آپ نے حکم دیا کہ اس لوٹنی کو اس کے ہاں نہ بھیجو۔ اس نے لوگوں میں غل مچانا شروع کیا کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری لوٹنیوں کو چھین لیتا ہے۔ اس پر یہ آسانی حکم اتر۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”مسیکہ اور معاذہ دو لوٹنیاں دو شخصوں کی تھیں جو ان سے بدکاری کراتے تھے۔ اسلام کے بعد مسیکہ اور اس کی ماں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اس پر یہ آیت اتری۔“ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ لوٹنیاں پاکدامنی کا ارادہ کریں اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اگر ان کا ارادہ یہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس وقت واقعہ یہی تھا اس لیے یوں فرمایا گیا۔ پس اکثریت اور غلبہ کے طور پر یہ فرمایا گیا ہے کوئی قید اور شرط نہیں ہے۔ اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مال حاصل ہو اولادیں ہوں جو لوٹنیاں غلام بنیں۔ حدیث میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپنے لگانے کی اجرت، بدکاری کی اجرت، کاہن کی اجرت سے منع فرما دیا۔“ ③ اور روایت میں ہے کہ ”زنا کی خرچی اور چھپنے لگانے والے کی کمائی اور کتے کی قیمت خبیث ہے۔“ ④ پھر فرماتا ہے جو شخص ان لوٹنیوں پر جبر کرے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بوجہ ان کی مجبوری کے بخش دے گا اور ان کے مالکوں کو جنہوں نے ان پر دباؤ زور زبردستی ڈالی تھی انہیں پکڑ لے گا۔ اس صورت میں یہی گنہگار رہیں گے۔ بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں رحیم کی بعد (وَالْمَهْنُ عَلَى مَنْ اُكْرِهَهُنَّ) ⑤ ہے یعنی اس حالت میں جبر اور زبردستی کرنے والوں پر گناہ ہے۔ مرفوع حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ =

① حاکم، ۳۹۷/۲ و سندہ ضعیف، عطاء بن السائب کا اختلاط سے پہلے یہ روایت بیان کرنا ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ روایت موقوف ہے۔

② البزار، و سندہ موضوع، محمد بن الحجاج اللخمی راوی کذاب ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب ۲۳۲۷؛ صحیح مسلم ۱۵۶۷؛ بدون ذکر الحجام لیکن اس کا ذکر صحیح مسلم

۱۵۶۸ میں ہے۔ ④ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب و حلوان الکاهن و مہربانی ۱۵۶۸۔

⑤ الطبری، ۱۹۰/۱۷۵۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ط الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ط الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ لَا يَكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُورٌ عَلَى نُورٍ ط يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو۔ اور چراغ شیشہ کی قدیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ شرقی ہے نہ مغربی خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے گواے مطلقاً آگ لگی ہی نہ ہو نور پر نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے لوگوں کے سمجھانے کو یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے [۳۵]

۱ = نے میری امت کی خطا سے بھول سے اور جن کاموں پر وہ مجبور کر دیئے جائیں ان پر زبردستی کی جائے ان سے دگر فرمایا ہے۔
ان احکام کو تفصیل وار بیان کرنے کے بعد فرمان ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے پاک کلام قرآن کریم کی یہ روشن دواضح آیات تمہارے سامنے بیان فرمادیں۔ اگلے لوگوں کے واقعات بھی تمہارے سامنے آچکے کہ ان کی مخالفت حق کا انجام کیا اور کیسا ہوا؟ وہ ایک افسانہ بنا دیئے گئے اور آنے والوں کے لیے ایک عبرت ناک واقعہ بنا دیئے گئے کہ متقی ان سے عبرت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قرآن میں تمہارے اختلاف کے فیصلے موجود ہیں تم سے اگلوں کی خبریں موجود ہیں بعد میں ہونے والے امور کے احوال بیان ہیں۔ یہ مفصل ہے بکواس نہیں۔ اسے جو بھی بے پرواہی سے چھوڑے گا اسے اللہ تعالیٰ برباد کر دے گا۔ اور جو اس کے سوا دوسری کتاب میں تلاش کرے گا اسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا۔ ۲

اللہ تعالیٰ کے نور کی خوبصورت مثال: [آیت: ۳۵] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہادی ہے آسمان والوں کا اور زمین والوں کا۔ ۳ وہی ان دونوں میں سورج چاند اور ستاروں کی تدبیر کرتا ہے۔ ۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا نور ہدایت ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسکے نور کی مثال یعنی اس کا نور رکھنے والے مومن کی مثال جس کے سینے میں ایمان و قرآن ہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اولاً اپنے نور کا ذکر کیا پھر مومن کی نورانیت کا کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے کے نور کی مثال۔ بلکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کو اس طرح پڑھتے تھے (مَثَلُ نُورٍ مَنْ اَمَنَ بِهِ) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس طرح پڑھنا بھی مردی ہے (كَذَلِكَ نُورٌ مَنْ اَمَنَ بِاللَّهِ) بعض کی قراءت میں (اللَّهُ نُورٌ) ہے یعنی اس نے آسمان و زمین کو نورانی بنا دیا ہے۔ سدی فرماتے ہیں اسی کے نور سے آسمان و زمین روشن ہیں۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ جس دن اہل طائف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا پہنچائی تھی۔ آپ نے اپنی دعا میں فرمایا تھا ((اعُوذُ بِسُورِ وَجْهِكَ الْبَدِيِّ

① ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی ۲۰۴۳ سندہ ضعیف والحديث صحيح بالشواهد۔

② ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل القرآن ۲۹۰۶ وسندہ ضعیف حارث الاورادی ضعیف ہے۔

③ الطبری، ۱۷۷/۱۹۔ ④ ایضاً۔

اَنْشَرَفَتْ لَهُ الظُّلُمْتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اَنْ يَحِلَّ بِى غَضَبُكَ اَوْ يَنْزِلَ بِى سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبَى حَتَّى تَرْضَى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) اس دعا میں ہے کہ ”میں تیرے چہرے کے اس نور کی پناہ میں آ رہا ہوں جو اندھیریوں کو روشن کر دیتا ہے اور جس پر دنیا اور آخرت کی صلاحیت موقوف ہے“ الخ۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ ”حضور ﷺ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تب یہ فرماتے کہ اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریف سزاوار ہے تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے“ ① الخ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے رب کے ہاں رات اور دن نہیں اس کے چہرے کے نور سے اس کے عرش کا نور ہے۔ ﴿نُورُہ﴾ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو لفظ اللہ ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے اس کی مثال یہ ہے۔ ② اور بعض کے نزدیک مومن ہے جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے۔ یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے جیسے فرمان ہے کہ ایک شخص ہے جو اپنے رب کی دلیل اور ساتھ ہی شاہد لیے ہوئے ہے ③ الخ۔ پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے مشابہت دی اور پھر قرآن اور شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے اس کی تشبیہ دی زیتون کے اس تیل سے جو خود صاف شفاف چمکیلا اور روشن ہے۔ پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ۔ یہودیوں نے اعتراضاً کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی۔ پس فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں کا اور نور ہے زمین کا۔ مشکوٰۃ کے معنی گھر کے طاق کے ہیں۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے اپنی فرماں برداری کی دی ہے اور اپنی طاعت کو نور فرمایا ہے۔ پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لغت حبشہ میں اسے طاق کہتے ہیں۔ ④ بعض کہتے ہیں ایسا طاق جس میں کوئی اور سوراخ وغیرہ نہ ہو۔ فرماتے ہیں اسی میں قندیل رکھی جاتی ہے پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی قندیل رکھنے کی جگہ۔ چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ اس میں چراغ ہے۔ پس مصباح سے مراد نور ہے یعنی قرآن اور ایمان جو مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں چراغ مراد ہے۔ پھر فرمایا یہ روشنی جس میں بہت ہی جوت ہے یہ صاف قندیل میں ہے۔ یہ مثال ہے مومن کے دل کی۔ پھر وہ قندیل ایسی ہے جیسے موتی جیسا چمکیلا روشن ستارہ۔ اس کی دوسری قراءت ذُرْعٌ مَعِیٌّ ہے یہ ماخوذ ہے (ذُرْعٌ) سے جس کے معنی دفع کے ہیں جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے اس وقت وہ بہت روشن ہوتا ہے اور جو ستارے غیر معروف ہیں انہیں بھی عرب دراری کہتے ہیں۔ مطلب چمکدار اور روشن ستارہ ہے جو خوب ظاہر ہو اور بڑا ہو۔ پھر اس چراغ میں تیل بھی مبارک درخت زیتون کا ہو۔ ﴿زَيْتُونَةٍ﴾ کا لفظ بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ پھر وہ زیتون کا درخت بھی نہ مشرقی ہے کہ اول دن سے اس پر دھوپ آ جائے اور نہ مغربی ہے کہ غروب سورج سے پہلے اس پر سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط جگہ میں ہے صبح سے شام تک سورج کی صاف روشنی میں رہے۔

پس اس کا تیل بھی بہت صاف چمکدار اور معتدل ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ درخت میدان میں ہے کوئی درخت یا پہاڑ یا غار یا کوئی اور چیز اسے چھپائے ہوئے نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس درخت کا تیل بہت صاف ہوتا ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے پہنچتی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ کھلے میدان میں درمیان کی جگہ ہے اسی وجہ سے اس کا تیل بہت پاک صاف اور روشن چمکدار ہوتا ہے اور اسے نہ مشرقی کہہ سکتے ہیں نہ مغربی۔ ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے۔ پس جیسے یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ =

① صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب التہجد باللیل ۱۱۲۰؛ صحیح مسلم ۷۶۹؛ احمد، ۱/۳۵۸؛ ابن حبان ۲۵۹۷۔

② الطبری، ۱۹/۱۷۹۔ ③ ۱۱/ہود: ۱۷۔ ④ حاکم، ۲/۳۹۷۔

فِي بُيُوتِ اٰذِنِ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ ۖ يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْاَصَالِ ۗ رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاَقَامِ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَاَ الزَّكٰوةَ ۚ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۚ لِيُجْزِيَهُمُ اللّٰهُ
اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ: ان گھروں میں جن کے ادب و احترام کا اور نام باری تعالیٰ وہاں لیے جانے کا حکم الہی ہے وہاں صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ [۳۰] ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ [۳۱] اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے۔ [۳۸]

== اگر کسی فتنہ کی آزمائش میں پڑتا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے۔ پس اسے چار صفتیں قدرت دے دیتی ہے بات میں سچ حکم میں عدل بلا پر صبر نعمت پر شکر پھر وہ تمام اور انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ جو مردوں میں ہو۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درخت دنیا میں زمین پر ہوتا تو ضرور تھا کہ مشرقی ہوتا یا مغربی لیکن یہ تو نور الہی کی مثال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک مرد کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ ان سب اقوال میں بہترین قول پہلا قول ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک بے روک ہوا اور دھوپ پہنچتی ہے کیونکہ چو طرف سے کوئی آؤ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف اور چمکدار ہوگا۔ اسی لیے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلانے روشنی دے نور پر نور ہے یعنی ایمان کا نور پھر اس پر نیک اعمال کا نور۔ ① خود زیتون کا تیل روشن پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے پس اسے پانچ نور حاصل ہو جاتے ہیں اس کا کلام نور ہے اس کا عمل نور ہے اس کا آنا نور ہے اس کا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت۔ کعب بن العتہ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ گو آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ جیسے یہ زیتون کہ بغیر روشن کئے روشن ہے تو دونوں یہاں جمع ہیں ایک زیتون کا ایک آگ کا۔ ان کے مجموعے سے روشنی حاصل ہوئی اسی طرح نور قرآن نور ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مؤمن کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمائے اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ قلم اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق چل کر خشک ہو گیا۔“ ② (مسند وغیرہ)۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لیے بیان فرما رہا ہے۔ اس کے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں وہ ہدایت و ضلالت کے ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے ”دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن ایک غلاف دار بندھا ہوا ایک الٹا اور اونڈھا ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔ پہلا دل تو مؤمن کا دل ہے جو نورانی ہوتا ہے اور دوسرا دل کا فر کا دل ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا پھر انجان ہو گیا پچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا

دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے نفاق بھی ہے۔ ایمان کی مثال تو اس میں مثل ترکاری کے درخت کے ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور نفاق کی مثال اس میں مثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے اب جو غالب آ گیا وہ اس دل پر چھا جاتا ہے۔“ ①

آداب مسجد: [آیت: ۳۶-۳۸] مؤمن کے دل کی اور اس میں جو ہدایت و علم ہے اس کی مثال اوپر والی آیت میں اس روشن چراغ سے دی تھی جو شیشہ کی ہانڈی میں ہو اور صاف زیتون کے روشن تیل سے جل رہا ہو۔ اس لیے یہاں اس کی جگہ بیان فرمائی کہ جو بھی ان مکانات یعنی مسجدوں میں جو سب سے زیادہ بہترین اور باری تعالیٰ کی محبوب جگہیں ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کی توحید بیان ہوتی ہے جن کی نگہبانی کا اور جن کے پاک صاف رکھنے کا اور بے ہودہ اقوال و افعال سے جن کے بچانے کا حکم باری تعالیٰ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ ﴿أَنْ تَرْفَعَهُ﴾ کے معنی اس میں بے ہودگی نہ کرنے کے ہیں۔ ② قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہی مسجدیں ہیں جن کے بنانے کا اور آبادی کا اور ادب کا اور پاکیزگی کا حکم باری تعالیٰ ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ تو رات میں لکھا ہوا ہے کہ زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں جو بھی با وضو میرے گھر پر میری ملاقات کے لیے آئے گا میں اس کی عزت کروں گا۔ ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لیے کوئی اس کے گھر آئے حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم) مسجدوں کے بنانے اور ان کا ادب و احترام کرنے انہیں خوشبودار اور پاک صاف رکھنے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو بحمد اللہ میں نے ایک مستقل کتاب میں لکھی ہیں یہاں بھی ان میں سے تھوڑی بہت وارد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے اسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی جیسا گھر جنت میں بناتا ہے۔“ ③ (بخاری مسلم) ”فرماتے ہیں نام اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کے لیے جو شخص مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے“ ④ (ابن ماجہ) ”حضور ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور پاک صاف اور خوشبودار رکھی جائیں“ ⑤ (ترمذی وغیرہ)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ”لوگوں کے لیے مسجدیں بناؤ جہاں انہیں جگہ ملے لیکن سرخ یا زرد رنگ سے بچو کہ لوگ فتنے میں نہ پڑیں“ ⑥ (بخاری) ایک ضعیف سند سے مرفوعاً مروی ہے کہ ”جب تک کسی قوم نے اپنی مسجدوں کو شیپ ٹاپ والی نقش و نگار اور رنگ و روغن والی نہ بنایا ان کے اعمال برے نہیں ہوئے“ ⑦ (ابن ماجہ)۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”مجھے مسجدوں کو بلند و بالا اور پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی حدیث فرماتے ہیں کہ تم یقیناً مسجدوں کو مزین منقش اور رنگ دار کرو گے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے کیا“ ⑧ (ابوداؤد) فرماتے ہیں کہ

① احمد، ۱۷/۳، وسندہ ضعیف، المعجم الصغیر ۱۰۷۵۔ ② الطبری، ۱۹۱/۱۹۔

③ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب من بنی مسجداً ۴۵۰؛ صحیح مسلم ۵۳۳؛ ترمذی ۳۱۸؛ احمد، ۱/۶۱؛ ابن حبان ۱۶۰۹؛ بیہقی، ۲/۴۳۷۔ ④ ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب من بنی للہ مسجداً ۷۳۵ وسندہ ضعیف سند منقطع ہے۔ عثمان بن عبد اللہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔ احمد، ۱/۲۰؛ ابن حبان ۱۶۰۸۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور ۴۵۵، وهو صحیح، ترمذی ۵۹۴؛ ابن ماجہ ۷۵۹؛ احمد، ۶/۲۷۹؛ ابن حبان ۱۶۳۴؛ بیہقی، ۲/۴۴۰۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب بنیان المسجد قبل حدیث ۴۴۶۔

⑦ ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب تشیید المساجد ۷۴۱ وسندہ ضعیف جداً؛ جبارہ بن المغلس کذاب اور لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ ⑧ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب فی بناء المساجد ۴۴۸ وسندہ ضعیف سفیان ثوری مدلس راوی کے سماع کی صراحت نہیں ہے۔

”قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں آپس میں ایک دوسرے پر فخر و غرور نہ کرنے لگیں“ ① (ابوداؤد وغیرہ)۔ ”ایک شخص مسجد میں اپنے اونٹ کو ڈھونڈتا ہوا آیا اور کہنے لگا ہے کوئی جو مجھے میرے سرخ رنگ اونٹ کا پتہ دے؟ آپ نے بددعا کی کہ اللہ کرے مجھے نہ ملے مسجد میں تو جس مطلب کے لیے بنائی گئی ہیں اسی کام کے لیے ہیں“ ② (مسلم) حضور ﷺ نے مسجدوں میں بیوپار تجارت خرید و فروخت کرنے سے اور وہاں اشعار کے گائے جانے سے منع فرمادیا ہے“ ③ (احمد وغیرہ) فرمان ہے کہ ”جسے مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب کسی کو گم شدہ جانور مسجد میں تلاش کرتا ہوا پاؤ تو کہو کہ اللہ تعالیٰ کرے نہ ملے“ ④ (ترمذی)۔ ارشاد ہے کہ ”بہت سی باتیں مسجد کے لائق نہیں۔ مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے۔ مسجد میں ہتھیار نہ لگائے جائیں۔ مسجد میں تیرکمان پر نہ لگایا جائے۔ نہ تیر پھیلانے جائیں۔ نہ کچا گوشت لایا جائے۔ نہ یہاں حد ماری جائے۔ نہ یہاں باتیں اور قصے کہے جائیں۔ نہ اسے بازار بنایا جائے“ ⑤ (ابن ماجہ)۔ فرمان ہے کہ ”ہماری مسجدوں سے اپنے بچوں کو اور دیوانوں کو اور خرید و فروخت کو اور لڑائی جھگڑے کو اور بلند آواز سے بولنے کو اور حدوں کے جاری کرنے کو اور تلواروں کے نشی کرنے کو روکو ان کے دروازوں پر وضو وغیرہ کی جگہ بناؤ اور جمعہ کے دن انہیں خوشبو سے مہکاؤ“ ⑥ (ابن ماجہ)۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ بعض علما نے بلا ضرورت شدید مسجدوں کو گزرگاہ بنانا مکروہ کہا ہے۔ ایک اثر میں ہے کہ ”جو شخص بغیر نماز پڑھے مسجد سے گزر جائے فرشتے اس پر تعجب کرتے ہیں“ ہتھیاروں اور تیروں سے جو شخص فرمایا یہ اس لیے کہ مسلمان وہاں بکثرت جمع ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے لگ جائے اسی لیے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ ”کوئی تیر یا نیزہ لے کر گزرے تو اسے چاہیے کہ اس کا پھل اپنے ہاتھ میں رکھے۔ نہ کسی کو ایذا نہ پہنچے۔“ ⑦ کچا گوشت لانا اس لیے منع ہے کہ خوف ہے اس میں سے خون نہ نچکے جیسے کہ حائضہ عورت کو بھی اسی وجہ سے مسجد میں آنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ مسجد میں حد لگانا اور قصاص لینا اس لیے منع کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ شخص مسجد کو بخش کر دے۔ بازار بنانا اس لیے منع ہے کہ وہ خرید و فروخت کی جگہ ہے اور مسجد میں یہ دونوں باتیں منع ہیں کیونکہ مسجدیں ذکر اللہ اور نماز کی جگہ ہیں جیسے کہ حضور ﷺ نے اس اعرابی سے فرمایا تھا جس نے مسجد کے کسی گوشے میں پیشاب کر دیا تھا کہ ”مسجدیں اس لیے نہیں بنیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی جگہ ہے پھر اس کے پیشاب پر ایک بڑا ڈول پانی کا بہانے کا حکم دیا۔“ ⑧ دوسری حدیث میں ہے

- ① ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب فی بناء المساجد ۴۴۹ وسندہ صحیح، نسائی ۶۹۰، ابن ماجہ ۷۳۹، احمد، ۱۴۵/۳
ابن حبان ۱۶۱۳، بیہقی، ۴۳۹/۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد.....
۵۶۹، ابن ماجہ ۷۶۵، ابن حبان ۱۶۵۲۔ ③ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلاة ۱۰۷۹
وسندہ حسن، ترمذی ۳۲۲، نسائی ۷۱۵، ابن ماجہ ۷۴۹، احمد، ۱۷۸/۲۔
④ ترمذی، کتاب البیوع، باب النهی عن البیع فی المسجد ۱۳۲۱ وسندہ صحیح، ابن حبان ۱۶۵۰، حاکم، ۲/۵۲ اس کی اصل صحیح مسلم ۵۶۸ وغیرہ میں موجود ہے۔ ⑤ ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب ما یکرہ فی المساجد ۷۴۸ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں زید بن جبیر مترک راوی ہے (التقریب، ۱/۲۷۳، رقم: ۱۶۶)
⑥ ابن ماجہ حوالہ سابق ۷۵۰، وسندہ موضوع الإسعیاء المصلوب کذاب اور حارث بن یحنا مترک راوی ہے۔
⑦ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب يأخذ بنصول النبل اذا مر فی المسجد ۴۵۱، ۴۵۲؛ صحیح مسلم ۲۶۱۴، ۲۶۱۵؛
ابوداؤد ۲۵۸۷، ابن ماجہ ۳۷۷۸، احمد، ۴/۴۱۰، ابن حبان ۱۶۴۹، بیہقی، ۲۳/۸۔
⑧ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب ترك النبی ﷺ والناس الأعرابی..... ۲۱۹؛ صحیح مسلم ۲۸۵، ابن ماجہ ۵۲۸؛ احمد، ۳/۲۲۶، ابن حبان ۱۴۰۱۔

کہ ”اپنے بچوں کو اپنی مسجدوں سے روکواس لیے کہ کھیل کود ہی ان کا کام ہے اور مسجد میں یہ مناسب نہیں۔“ چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی بچے کو مسجد میں کھیلتا ہوا دیکھ لیتے تو اسے کوڑے سے پیٹتے اور عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں کسی کو نہ رہنے دیتے۔ دیوانوں کو بھی مسجدوں سے روکا گیا کیونکہ وہ بے عقل ہوتے ہیں اور لوگوں کے مذاق کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مسجد اس تماشے کے لائق نہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ ان کی نجاست وغیرہ کا خوف ہے۔ بیچ و شر اسے روکا گیا کیونکہ وہ ذکر الہی سے مانع ہے جھگڑے اور جھگڑوں کی چکوتیاں اس لیے منع کر دی گئیں کہ اس میں آوازیں بلند ہوتی ہیں ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف ہیں۔ اکثر علما کا قول ہے کہ فیصلہ مسجد میں نہ کئے جائیں اسی لیے اس جملہ کے بعد بلند آوازی سے منع فرمایا۔ سائب بن یزید کندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ اچانک مجھ پر کسی نے ننگر پھینکا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے مجھ سے فرمانے لگے جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب میں آپ کے پاس انہیں لایا تو آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ یا پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم یہاں کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم مسجد نبوی میں اونچی اونچی آوازوں سے بول رہے ہو؟ ① (بخاری) ایک شخص کی اونچی آواز سن کر جناب فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا جانتا بھی ہے کہ تو کہاں ہے؟ (نسائی) اور مسجد کے دروازوں پر وضو کی اور پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ بنانے کا حکم دیا۔ مسجد نبوی کے قریب ہی کنوئیں تھے جن میں سے پانی کھینچ کر پیتے تھے اور وضو اور پاکیزگی حاصل کرتے تھے۔ جمعہ کے دن اسے خوشبودار کرنے کا حکم ہوا کیونکہ اس دن لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر جمعہ کے دن مسجد نبوی کو مہکا دیا کرتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جماعت کی نماز انسان کی اکیلی نماز پر جو گھر میں یا دکان پر پڑھی جائے پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے یہ اس لیے کہ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے صرف نماز کے ارادے سے چلتا ہے تو ہر ہر قدم کے اٹھانے پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور جب نماز پڑھ چلتا ہے پھر جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ رہے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک جماعت کے انتظار میں رہے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔“ ② دارقطنی میں ہے کہ ”مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔“ ③ سنن میں ہے کہ ”اندھیروں میں مسجد جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ انہیں قیامت کے دن پورا پورا نور ملے گا۔“ ④ یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں جانے والا پہلے اپنا داہنا قدم رکھے اور یہ دعا پڑھے جو بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مسجد میں آتے یہ کہتے ((أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ وَبِسُلْطَانِهِ الْقُدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ)) فرمانے ہیں کہ ”جب کوئی شخص یہ پڑھتا ہے شیطان کہتا ہے میرے شر سے یہ تمام دن کے لیے محفوظ ہو گیا۔“ ⑤ مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ ”تم میں سے جب کوئی مسجد میں جانا چاہے تو یہ دعا

① صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد ٤٧٠۔

② صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة ٦٤٧؛ صحیح مسلم ٦٦١؛ ابوداؤد ٥٥٩؛ ترمذی ٦٠٣؛ ابن ماجہ ٢٨١؛ ابن حبان ٢٠٤٣؛ احمد ٢٠٢/٢؛ بیہقی ٦١/٣۔ ③ حاکم، ٢٤٦/١؛ وسندہ ضعیف جداً، دارقطنی، ٤٢٠/١؛ بیہقی، ٥٧/٣، اس سند میں سلیمان بن داؤد الیہامی منکر الحدیث ہے (المیزان، ٢٠٢/٢، رقم: ٣٤٤٩)۔

④ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب ما جاء في المشي الى الصلاة في الظلم ٥٦١ وهو صحیح، ترمذی ٢٢٣؛ ابن ماجہ ٧٨١۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل عند دخول المسجد ٤٦٦ وسندہ صحیح۔

پڑھے ((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے باہر جائے یہ کہے ((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ)) پروردگار! تو میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ ① ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں جائے تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر سلام بھیجے پھر ((اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو نبی ﷺ پر سلام بھیج کر ((اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) پڑھے۔ ② ترمذی وغیرہ میں ہے کہ جب آپ مسجد میں آتے تو درود پڑھ کر ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) پڑھتے اور جب مسجد سے نکلے تو درود کے بعد ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ)) پڑھتے۔ ③ اس حدیث کی سند متصل نہیں الغرض یہ اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں اس آیت کے متعلق ہیں جو مسجد اور احکام مسجد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور آیت میں ہے تم ہر مسجد میں اپنا منہ سیدھا رکھو اور خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ ④ اور آیت میں ہے کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔ اسی کا نام ان میں لیا جائے ⑤ یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کی جائے۔ ⑥ صبح شام وہاں اس اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ آصال جمع ہے اصل کی شام کے وقت کو اصل کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہاں کہیں قرآن میں تسبیح کا لفظ ہے وہاں مراد نماز ہے پس یہاں مراد صبح کی اور عصر کی نماز ہے پہلے پہلے یہی دو نمازیں فرض ہوئی تھیں پس وہی یاد دلائی گئیں۔ ایک قراءت میں (مُسَبِّحٌ) ہے اور اس قراءت پر آصال پر پورا وقف ہے اور ﴿رَجُلًا﴾ سے پھر دوسری بات شروع ہے گویا کہ وہ مفسر ہے فاعل محذوف کے لیے۔ تو گویا کہا گیا کہ وہاں تسبیح کون کرتے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ ایسے لوگ۔ اور (مُسَبِّحٌ) کی قراءت پر ﴿رَجُلًا﴾ فاعل ہے تو وقف فاعل کے بیان کے بعد چاہئے۔ ﴿رَجُلًا﴾ کہنے میں اشارہ ہے ان کے بہترین مقاصد اور ان کی پاک نیتوں اور اعلیٰ کاموں کی طرف کہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھروں کے آباد رکھنے والے ہیں اس کی عبادت کی جگہیں ان سے زینت پاتی ہیں تو حید اور شکر گزاری کے کرنے والے یہ ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رَجُلًا﴾ ⑦ الخ یعنی مومنوں میں ایسے بھی مرد ہیں کہ جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیے تھے وہ پورے کر دکھائے الخ۔ ہاں عورتوں کے لیے تو مسجد کی نماز سے افضل گھر کی نماز ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”عورت کی نماز اپنے گھر میں بہتر ہے اسکے حجرے کی نماز سے اور اسکے حجرے کی نماز سے اندر والے کمرے کی نماز افضل ہے۔“ ⑧ مسند میں ہے کہ ”عورتوں کی بہترین مسجد گھر کے اندر کا کونا ہے۔“ ⑨ مسند احمد میں ہے کہ ”حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا حضور ﷺ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا بہت پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تیری اپنے گھر کی نماز انگنائی کی نماز سے اور حجرے کی نماز گھر کی نماز سے اور گھر کی کوٹھڑی کی نماز حجرے کی نماز سے افضل ہے اور محلے کی مسجد سے افضل گھر کی نماز ہے اور محلے کی مسجد کی

① صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب ما يقول اذا دخل المسجد ۷۱۳۔

② ابن ماجہ، کتاب المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد ۷۷۳ وهو صحیح، حاکم، ۲۰۷/۱؛ ابن حبان ۲۰۴۷۔

③ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء ما يقول عند دخول المسجد، ۳۱۴ وسندہ ضعیف لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے۔

ابن ماجہ ۷۷۱۔ ④ ۷/ الاعراف: ۲۹۔ ⑤ ۷۲/ الجن: ۱۸۔ ⑥ الطبری، ۱۹/ ۱۹۱۔

⑦ ۲۳/ الاحزاب: ۲۳۔ ⑧ ابو داود، کتاب الصلاة، باب التشديد في ذلك ۵۷۰ وسندہ ضعیف قتادہ ملس کے سامع کی

تصریح نہیں ہے۔ ابن خزیمہ ۱۶۹۰؛ الترغیب والترہیب ۵۰۸۔ ⑨ احمد، ۶/ ۲۹۷ وسندہ ضعیف السائب مولیٰ ام سلمہ

مجهول الحال وثقه ابن حبان وحده، ابن خزیمہ ۱۶۸۳؛ حاکم، ۲۰۹/۱؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۰۲۵۔

نماز میری مسجد کی نماز سے افضل ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے گھر کے بالکل انتہائی حصے میں ایک جگہ کو بطور مسجد کے مقرر کر لیا اور آخری گھڑی تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔“ ① ہاں البتہ عورتوں کے لیے بھی مسجد میں مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ضرور ہے بشرطیکہ مردوں پر اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں اور نہ خوشبو لگا کر نکلیں۔ صحیح حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی بندویں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو“ ② (بخاری و مسلم وغیرہ)۔ ابوداؤد میں ہے کہ ”عورتوں کے لیے ان کے گھر افضل ہیں۔“ ③ اور حدیث میں ہے کہ ”وہ خوشبو استعمال کر کے نہ نکلیں۔“ ④ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ”آپ نے عورتوں سے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد آنا چاہے تو خوشبو کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔“ ⑤ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”مسلمان عورتیں صبح کی نماز میں آتی تھیں پھر وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی چلی جاتی تھیں ⑥ اور بوجہ رات کے قدرے اندھیرے کے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے یہ جوئی نئی باتیں نکالی ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو پالیتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے جیسے کہ بیواسرکیل کی عورتیں روک دی گئیں۔“ ⑦ (بخاری و مسلم)

ایسے لوگ جنہیں خرید و فروخت یا اللہ تعالیٰ سے نہیں روکتی۔ جیسے ارشاد ہے ایمان والو! مال اولاد تمہیں ذکر اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے۔ سورہ جمعہ میں ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر ذکر اللہ کی طرف چل پڑو اور تجارت چھوڑ دو۔ ⑧ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو دنیا اور متاع دنیا آخرت اور ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی انہیں آخرت پر اور وہاں کی نعمتوں پر یقین کامل ہے اور انہیں باقی سمجھتے ہیں اور یہاں کی چیزوں کو فانی جانتے ہیں اس لیے انہیں چھوڑ کر اس طرف توجہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی محبت کو اسکے احکام کو مقدم کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تجارت پیشہ حضرات کو اذان سن کر اپنے کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا۔ یہ لوگ انہی میں سے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یو پار تجارت کروں اگر چہ اس میں مجھے ہر دن تین سو اشرفیاں ملتی ہوں لیکن میں نمازوں کے وقت ضرور سب چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ میرا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تجارت کرنا حرام ہے بلکہ ہم میں یہ وصف ہونا چاہئے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نماز کے لیے جا رہے تھے دیکھا کہ مدینہ شریف کے سوداگر اپنی اپنی دوکانوں پر کپڑے ڈھک کر نماز کے لیے گئے ہوئے ہیں اور کوئی بھی دوکان پر موجود نہیں تو یہی آیت پڑھی اور فرمایا یہ انہیں میں سے ہیں جن کی تعریف جناب باری تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس بات کا سلف میں یہاں تک خیال تھا کہ ترازا وٹھائے تول رہے ہیں اور اذان کان میں پڑی تو ترازو رکھ دی اور مسجد کی طرف چل دیے۔ فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کا انہیں عشق تھا۔ وہ وقتوں کی ارکان کی آداب کی حفاظت کے ساتھ نمازوں کے پایند تھے۔ یہ اس لیے کہ دلوں میں خوف الہی تھا قیامت کا آنا برحق جانتے تھے اس دن کی خوفناکی سے واقف تھے کہ سخت تر گھبراہٹ =

① احمد، ۳۷۱/۶، وسندہ حسن، ابن خزیمہ ۱۶۸۹، ابن حبان ۲۲۱۷، مجمع الزوائد، ۳۳/۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب ۱۳، حدیث ۹۰۰، صحیح مسلم ۴۴۲۔ ③ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب

ما جاء فی خروج النساء الی المسجد ۵۶۷ وهو صحیح۔ ④ ابوداؤد، حوالہ سابق ۵۶۵ وسندہ حسن، احمد، ۵۲۸/۲، ابن

حبان ۲۲۱۴۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترب۔ ۴۴۳، احمد، ۳۶۳/۶، ابن

حبان ۲۲۱۵۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب مواقیات الصلاة، باب وقت الفجر ۵۷۸، صحیح مسلم ۶۴۵، ابوداؤد

۴۲۳، ترمذی ۱۵۳، احمد، ۱۷۹/۶، مسند ابی یعلیٰ ۴۴۵۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب انتظار الناس

قیام الامام العالم ۱۸۶۹، صحیح مسلم ۴۴۵۔ ⑧ ۶۲/ الجمعة۔ ۹۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ يَفْعِلَةُ يَحْسَبُهُ الظَّالِمَانُ مَاءً طَحَّىٰٓ اِذَا جَاءَهُ لَمْ

يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللّٰهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابًا ط وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٍ فِي

بَحْرٍ لَّيِّسَ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ط ظَلُمْتُ بَعْضُهَا فَوْقَ

بَعْضٍ ط اِذَا اُخْرِجَ يَدُّهُ لَمْ يَكْذِبْهَا ط وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوْرًا فَاِنَّ لَهُ نُوْرًا ۝

ترجمہ: کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے۔ اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔ [۳۹] یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی مویوں نے ڈھانپ رکھا ہے پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں۔ الغرض اندھیریاں ہیں جو اوپر تلے پر پڑے ہیں۔ جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی غالباً نہ دیکھ سکے۔ بات یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔ [۴۰]

= اور کامل پریشانی اور بے حد الجھن کی وجہ سے آنکھیں پتھر جانیں گی دل اڑ جائیں گے کلیجہ دہل جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ میرے نیک بندے میری محبت کی بنا پر مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور یتیموں اور قیدیوں کو بھی اور کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کھلا رہے ہیں ہمارا مقصد تم سے شکریہ طلب کرنے یا بدلہ لینے کا نہیں۔ ہمیں تو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر ہے جب کہ لوگ مارے رنج و غم کے منہ بسورے ہوئے اور تیوریاں بدلے ہوئے ہوں گے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی مصیبتوں سے نجات دے گا اور انہیں تروتازگی بشارتی ہنسی خوشی اور راحت و آرام سے ملادے گا۔ اور ان کے صبر کے بدلے انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ ①

یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان کی نیکیاں مقبول ہیں ان کی برائیاں معاف ہیں ان کے ایک ایک عمل کا بہترین بدلہ مع زیادتی اور فضل باری تعالیٰ کے انہیں ضرور ملنا ہے جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ بقدر ایک ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا ② اور آیت میں ہے نیکی دس گنی کر دی جاتی ہے ③ اور آیت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے گا اسے اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر زیادہ سے زیادہ کر کے دے گا ④ فرمان ہے ﴿يُضَاعَفُ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ ⑤ وہ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔ یہاں فرمان ہے وہ جسے چاہے بے حساب دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ دو دوھ لایا گیا آپ نے اپنی مجلس کے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو پلانا چاہا مگر سب روزے سے تھے اس لیے آپ ہی کے پاس پھر سے برتن آیا۔ آپ نے یہی آیت ﴿يَا خَافُؤْنَ﴾ سے پڑھی اور کہا لیا۔ ⑥ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”قیامت کے دن جب اول آخر سب جمع ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم دے گا جو باواز بلند ندا کرے گا جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ پھر فرمائے گا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں بیوہ تجارت ذکر اللہ تعالیٰ سے روکتا نہ تھا پس وہ کھڑے ہو جائیں گے اور وہ بہت ہی کم ہوں گے سب سے

① ۷۶ / الدھر: ۸-۱۲۔ ② ۴ / النساء: ۴۰۔ ③ ۶ / الانعام: ۱۶۰۔

④ ۲ / البقرة: ۲۴۵۔ ⑤ ۲ / البقرة: ۲۶۱۔ ⑥ حاکم، ۲ / ۳۹۹۔

پہلے انہیں حساب سے فارغ کر دیا جائے گا ① آپ فرماتے ہیں ان کی نیکیوں کا اجر یعنی جنت بھی انہیں ملے گی اور زائد فضل الہی یہ ہو گا کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ احسان کئے ہوں گے اور ہوں گے وہ مستحق شفاعت ان سب کی شفاعت کا منصب انہیں حاصل ہو جائے گا۔ ②

کافرو مشرک کے نیک اعمال کی مثال: [آیت ۳۹-۴۰] یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں ایک آگ کی ایک پانی کی۔ اور جیسے کہ سورہ رد میں ہدایت و علم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے ایسی ہی دو مثالیں آگ اور پانی کی بیان ہوئی ہیں دونوں سورتوں میں ان آیتوں کی تفسیر کامل گزر چکی ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰہ۔ یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں اور اپنے تئیں ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ محض بے راہ ہیں ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اسے پانی کا موج دریا سمجھ بیٹھتا ہے۔ قُبْعَةُ جَمْع ہے قَاعٌ مکی جیسے جار کی جمع ہے جہرہ اور قاع واحد بھی ہوتا ہے اور جمع قیعان ہوتی ہے جیسے جار کی جمع جیران ہے معنی اس کے چٹیل وسیع پھیلے ہوئے میدان کے ہیں۔ ایسے ہی میدانوں میں سراب نظر آ کر کرتے ہیں۔ دوپہر کے وقت بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ پانی کا وسیع دریا لہریں لے رہا ہے جنگل میں جو پیاسا ہو پانی کی تلاش میں اس کی باجھیں کھل جاتی ہیں اور اسے پانی سمجھ کر جان توڑ کوشش کر کے وہاں تک پہنچتا ہے لیکن حیرت و حسرت سے اپنا منہ پیٹ لیتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہاں پانی کا قطرہ چھوڑ نام و نشان بھی نہیں۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں یا تو ان کی بدینتی سے وہ غارت ہو چکی ہے یا مطابق شرع نہ ہونے سے وہ برباد ہو گئی ہے۔ غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔ حساب کتاب کے موقع پر اللہ تعالیٰ خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور کوئی عمل ان کا قابل ثواب نہیں نکلتا۔ ③ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”یہودیوں سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے رہے؟ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی۔ کہا جائے گا کہ جھوٹے ہو اللہ کا کوئی بیٹا نہیں اچھا تلو ذاب کیا جاتے ہو؟ وہ کہیں گے اے اللہ ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں ہمیں پانی پلویا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو وہ کیا نظر آ رہا ہے؟ تم وہاں کیوں نہیں جاتے؟ اب انہیں دور سے جہنم ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر جاری پانی کا دھوکا ہوتا ہے یہ وہاں جاکیں گے اور دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔“ ④ یہ مثال تو قہمی جہل مرکب والوں کی۔

اب جہل بسیط والوں کی مثال سنئے جو کورے مقلد تھے اپنی گرہ کی عقل مطلق نہیں رکھتے تھے اگلی مثال والے ائمہ کفر کی کوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی مثال گہرے سمندر کی تہ کی اندھیروں جیسی ہے جسے اوپر سے تہ بہ تہ موجدوں نے ڈھانپ رکھا ہوا اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں۔ یعنی اندھیروں پر اندھیریاں ہوں یہاں تک کہ ہاتھ کو ہاتھ بھی بھائی نہ دیتا ہو۔ یہی حال ان سفلیہ جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں یہاں تک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں۔ کوئی ہے جس کے پیچھے ہو لیے ہیں لیکن نہیں معلوم کہ =

① ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف۔ ② المعجم الکبیر، ۱۰۴۶۲ و سندہ ضعیف، فیہ علل منها ضعف اسماعیل بن عبد اللہ الکندی و تدلیس الاعمش و غیرہما۔ ③ الطبری، ۱۹/۱۹۶۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَجُوهٌ یُّومِنُذَاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاطِرَةٌ.....﴾ ۷۴۳۹؛ صحیح مسلم ۱۸۳۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْخَرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صَفَّتْ طُغْيٰنُ كُلِّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۱۰۷ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۰۸

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتا کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔ [۱۰۷] زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ [۱۰۸]

== وہ انہیں کہاں لے جا رہا ہے؟ چنانچہ مثلاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ پس جیسے اس سمندر پر موجیں اٹھ رہی ہیں اسی طرح کافر کے دل پر اس کے کانوں پر اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے ① الخ۔ اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے ﴿اَفَرَاٰیْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْاِلٰهَ هُوَ﴾ ② تو نے انہیں دیکھا جنہوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے الخ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں کلام عمل، جان، آنا اور انجام سب اندھیروں میں ہیں ③ جسے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے وہ نورانیت سے خالی رہ جاتا ہے جہالت میں مبتلا رہ کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ﴾ ④ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کے لیے کوئی ہادی نہیں ہوتا۔ یہ بمقابلہ اس کے ہے جو مومنوں کی مثال کے بیان میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے جسے چاہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم و کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں میں نور پیدا کر دے اور ہمارے دامن بائیں بھی نور عطا فرمائے اور ہمارے نور کو بڑھا دے اور اسے بہت بڑا اور زیادہ کرے آمین۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے: [آیت: ۳۱-۳۲] کل کے کل انسان اور جنات اور فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں۔ اور مقام پر ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اڑنے والے پرند بھی اپنے رب کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں ہیں۔ ⑤ ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھا دی ہے سب کو اپنی عبادت کے مختلف جدا گانہ طریقے سکھا دیے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کوئی کام مخفی نہیں وہ عالم کل ہے حاکم متصرف مالک مختار کل معبود حقیقی آسمان وزمین کا بادشاہ صرف وہی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا۔ برے لوگ بد بدلے پائیں گے نیک نیکوں کا پھل حاصل کریں گے۔ خالق مالک وہی ہے دنیا اور آخرت کا حاکم وہی ہے اور اسی کی ذات لائق حمد و ثناء ہے۔

① ۲/ البقرة: ۷۔ ② ۴۵/ الجاثیة: ۲۳۔ ③ الطبری، ۱۹/ ۱۹۸، حاکم، ۲/ ۳۹۹، ۴۰۰، وسندہ ضعیف۔

④ ۷/ الاعراف: ۱۸۶۔ ⑤ ۱۷/ الاسراء: ۴۴۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزِجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَّامًا فَتَرَى الْوَدْقَ
يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ
مَنْ يَّشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَّشَاءُ ۚ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۚ
يَقْلِبُ اللّٰهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ
دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّمْشِيْ عَلَى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّمْشِيْ عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ
مَنْ يَّمْشِيْ عَلَى اَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَا
اٰيٰتٍ مُّبِيْنٰتٍ ۚ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے پھر انہیں ملاتا ہے پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان
میں سے مینہ برستا ہے۔ وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑوں میں سے اولے برساتا ہے پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں
برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں بنادے۔ بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا آب آکھوں کی روشنی لے
چلی۔ [۳۳] اللہ تعالیٰ ہی دن اور رات کو رد و بدل کرتا رہتا ہے۔ آنکھوں والوں کے لیے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ [۳۴] تمام
کے تمام چلتے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض دو پاؤں پر
چلتے ہیں۔ بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۵] بلاشبہ شب و ہم نے روشن اور
واضح آیتیں اتار دی ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدمی راہ دکھا دیتا ہے۔ [۳۶]

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: [آیت: ۳۳-۳۶] پتلے دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت باری تعالیٰ سے اٹھتے ہیں پھر مل
جل کر وہ جیم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برتی ہے ہوائیں چلتی ہیں زمین کو قابل بناتی
ہیں پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں پھر برس پڑتے ہیں۔ ① پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا
ذکر ہے۔ اس جملے میں پہلا من ابتدائے غایت کا ہے دوسرا تعجیض کا تیسرا بیان جنس کا۔ یہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنی یہ کہے
جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لیے ہی بطور کنایہ ہے ان کے نزدیک من ثانی بھی
ابتدائے غایت کے لیے ہے لیکن وہ پہلے سے بدل ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں
اللہ تعالیٰ برساتا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں جاتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے
کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچا لیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب
ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھودے دن رات کا تعارف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات بڑی کر دیتا ہے اور
جب چاہتا ہے رات چھوٹی کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو آشکارا =

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ
 ذٰلِكَ ۖ وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۸ وَاِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا
 فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱۹ وَاِنْ يَكُنْ لَّهُمْ الْحَقُّ يَآتُوْا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝۲۰ اَفِىْ
 قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمْ اُرَاتَبُوْا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّخِيفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهُ ۖ بَلْ
 اُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝۲۱ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
 لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۲۲ وَمَنْ
 يُطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَخْشِ اللّٰهَ وَيَتَّقْهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۳

ترجمہ: کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہوئے پھر ان میں سے ایک فرقہ اس کے بعد بھی بھرجاتا ہے۔ یہ ایمان والے ہیں ہی نہیں۔ [۱۸] جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان کے جھگڑے چکاڑے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے۔ [۱۹] ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں۔ [۲۰] کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان کی حق تلفی نہ کر دیں؟ بات تو یہ ہے کہ لوگ خود ہی بڑے بے انصاف ہیں۔ [۲۱] ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ [۲۲] جو بھی اللہ تعالیٰ کی اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں خوف الہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں۔ [۲۳]

= کرتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ مختلف جانداروں کی تخلیق کا تذکرہ: اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے۔ سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ قادر کل ہے۔

یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ہی نے بیان فرمائی ہیں عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے۔ رب تعالیٰ جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

کامیاب اور ناکام لوگ؟ [آیت: ۴۷-۵۲] مناقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ زبان سے تو ایمان و اطاعت کا اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے اس کے خلاف ہیں عمل کچھ ہے قول کچھ ہے اس لیے کہ دراصل ایمان داند نہیں۔ حدیث میں ہے کہ ”جو شخص بادشاہ کے سامنے بلویا جائے اور وہ نہ جائے وہ ظالم ہے“ اور ناحق پر ہے جب انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے قرآن وحدیث کے ماننے کو کہا جاتا =

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَا تُقْسِمُوا
طَاعَةً مَّعْرُوفَةً ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا
الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكُمْ مَّاحِطٌ ۖ وَعَلَيْكُمْ مَّا حِطْلُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوهُ
تَهْتَدُوا ۖ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝

ترجمہ: بڑی پختگی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ہوتے ہی یہ نکل کھڑے ہوں گے۔ کہہ دے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ [۵۳] کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو پھر بھی اگر تم نے رد گردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جوادی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے۔ ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو سنو رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔ [۵۴]

= ہے تو یہ منہ پھیر لیتے ہیں اور تکبر کرنے لگتے ہیں جیسے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ﴾ سے ﴿صُدُّوْا﴾ ① تک کی آیتوں میں بیان گزر چکا ہے۔ ہاں اگر انہیں شرعی فیصلے میں اپنا نفع نظر آتا ہو تو لمبے لمبے پڑھتے ہوئے گردن ہلاتے ہوئے ہنسی خوشی چلے آئیں گے اور جب معلوم ہو جائے کہ شرعی فیصلہ ان کی طبعی خواہش کے خلاف ہے دنیوی مفاد کے مخالف ہے تو مرکز حق کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں پس ایسے لوگ محض کافر ہیں اس لیے کہ متن حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہ ان کے دلوں میں ہی بے ایمانی گھر کر گئی ہے یا انہیں دین اللہ تعالیٰ کی حقانیت میں شکوک ہیں یا خوف ہے کہ کہیں اللہ رسول ان کا حق نہ مار لیں ان پر ظلم و ستم نہ کر لیں اور یہ تینوں صورتیں کفر کی ہیں اللہ ان میں سے ہر ایک کو جانتا ہے جو جیسا باطن میں ہے اس کے پاس وہ ظاہر ہے۔ دراصل یہی لوگ فاجر ہیں ظالم ہیں اللہ اور رسول اللہ اس سے پاک ہیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے بہت سے تھے انہیں جب اپنا مطلب قرآن و حدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمت نبوی ﷺ میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر پڑتی تو سرکار محمدی ﷺ میں آنے سے صاف انکار کر جاتے۔ پس یہ آیت اتری اور حضور ﷺ نے فرمایا ”جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ اس سے انکار کرے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔“ ② یہ حدیث غریب ہے پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے۔ وہ تو قرآن و حدیث سنت ہی اس کی طرف کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا۔ یہ کامیاب بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں انصاری ہیں انصاریوں کے ایک سردار ہیں انہوں نے اپنے بھتیجے جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ سے بوقت انتقال فرمایا کہ آؤ مجھ سے سن لو کہ تمہارے ذمے کیا ہے؟ سننا اور ماننا سختی میں بھی آسانی میں بھی خوشی میں بھی ناخوشی میں بھی اس وقت بھی جبکہ تیرا حق دوسرے کو دیا جا رہا ہو اپنی زبان کو عدل اور سچائی کے ساتھ سیدھی رکھ کام کے اہل لوگوں سے کام کو نہ چھین۔ ہاں اگر کسی کھلی نافرمانی کا وہ حکم دیں تو نہ ماننا۔ کتاب اللہ کے خلاف کوئی بھی کہے ہرگز نہ ماننا۔ کتاب اللہ کی پیروی میں لگے رہنا۔ ابودرواء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نہیں اور بہتری

جو کچھ ہے وہ جماعت میں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور خلیفۃ المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی میں ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کا مضبوط کڑا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی نماز کی پابندی زکوٰۃ کی ادائیگی اور مسلمانوں کے بادشاہ کی اطاعت ہے جو احادیث و آثار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اطاعت کے بارے میں اور مسلمان بادشاہوں کی ماننے کے بارے میں مروی ہیں وہ اس قدر کثرت سے ہیں کہ سب یہاں کسی طرح بیان ہو ہی نہیں سکتے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کا فرمانبردار بن جائے جو حکم ملے بجالائے جن چیزوں سے روک دیں رک جائے جو گناہ ہو جائے اس سے خوف کھاتا رہے آئندہ کے لیے اس سے بچتا رہے ایسے لوگ تمام بھلائیوں کو میسر کرنے والے اور تمام برائیوں سے بچ جانے والے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں وہ نجات یافتہ ہیں۔

زبان مؤمن اور دل کافر: [آیت ۵۳-۵۴] امل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لیے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں آپ کے حکم کی دیر ہے فرمان ہوتے ہی گھریا بال بچے چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے زبانی ڈینگیں بہت ہیں عملی حصہ صفر ہے۔ تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے۔ جتنی زبان مؤمن ہے اتنا ہی دل کافر ہے۔ یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت کی اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ہیں اتنے بزدل کہ ان کا ساتھ بھی خاک نہیں دے سکتے۔ اس جملے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہیے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا۔ تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں دیکھو نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ ہر عاصی اور مطیع اس پر ظاہر ہے ہر ایک کے باطن پر بھی اس کی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر گوتم ظاہر کچھ کر لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی یعنی قرآن کی اور حدیث کی اتباع کرو اگر تم اس سے منہ موڑ لو اسے چھوڑ دو تو تمہارے اس گناہ کا وبال میرے نبی پر نہیں اس کے ذمے تو صرف پیغام الہی کا پہنچانا اور ادائے امانت کر دینا ہے۔ تم پر وہ ہے جس کے ذمے دار تم ہو یعنی قبول کرنا عمل کرنا وغیرہ۔ ہدایت صرف اطاعت رسول ﷺ میں ہے اس لیے کہ صراط مستقیم کا داعی وہی ہے جو صراط مستقیم اس باری تعالیٰ تک پہنچاتی ہے جس کا راج پاٹ تمام زمین آسمان ہے۔ رسول ﷺ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہی ہے حساب سب کا ہمارے ذمے ہے جیسے فرمان ہے ﴿لَقَدْ تَكْوَرُ اِنَّمَا اَنْتَ مُدْ تَكْوَرُ﴾ ① الخ۔ تو صرف ناصح و داعی ہے انہیں نصحت کر دیا کہ کچھ تو ان کا وکیل یا داروغہ نہیں۔

وہ بن معبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شعباء علیہ السلام کی طرف وحی الہی آئی کہ تو بنی اسرائیل کے مجمع میں کھڑا ہو جائیں تیری زبان سے جو چاہوں گا نکلواؤں گا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو آپ کی زبان سے بحکم باری تعالیٰ یہ خطبہ بیان ہوا اے آسمان اے زمین خاموش رہو اللہ تعالیٰ ایک شان پوری کرنا اور ایک امر کی تدبیر کرنا چاہتا ہے جسے وہ پورا کرنے والا ہے وہ چاہتا ہے کہ جنگوں کو آباد =

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
 كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ
 لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا
 وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا۔
 جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان
 کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا کہ میری عبادت کرتے رہیں گے میرے ساتھ کسی کو
 بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اسکے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہی ہیں۔ [۵۵]

= کروئے دیرانے کو بسادے صحراؤں کو سرسبز بنادے، فقیروں کو غنی کر دے، چرواہوں کو سلطان بنادے، ان پڑھوں میں سے ایک
 امی کو نبی بنا کر بھیجے جو نہ بدگو ہو نہ بد اخلاق ہو نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والا ہو اتنا مسکین صفت اور متواضع ہو کہ اس کے دامن کی
 ہوا سے وہ چراغ بھی نہ بجھے جس کے پاس سے وہ گزرا ہو اگر وہ سوکھے بانسوں پر پیر رکھ کر چلے تو بھی چرچراہٹ کسی کے کان میں نہ
 پہنچے میں اسے بشیر و نذیر بنا کر بھیجوں گا، وہ زبان کا پاک ہوگا، اندھی آنکھیں اس کی وجہ سے روشن ہو جائیں گی، بہرے کان اس کے
 باعث سننے لگیں گے غلاف والے دل اس کی برکت سے کھل جائیں گے ہر بھلے کام سے میں اسے سنواروں گا، ہر خلق کریم سے
 میں اسے سرفراز فرماؤں گا سکینت اس کا لباس ہوگی، نیکی اس کا دھیرہ ہوگی، تقویٰ اس کا ضمیر ہوگا، حکمت اس کی باتیں ہوں گی صدق و
 وفا اس کی طبیعت ہوگی، غفور و درگزر کرنا اور عمرگی و بھلائی چاہنا اس کی خصلت ہوگی حق اس کی شریعت ہوگی، عدل اس کی سیرت ہوگی،
 ہدایت اس کی امام ہوگی، اسلام اس کی ملت ہوگی احمد اس کا نام ہوگا (ﷺ) مگر ابی کے بعد اس کے ذریعہ سے میں ہدایت پھیلا دوں
 گا۔ جہالت کے بعد علم چمک اٹھے گا پستی کے بعد اس کی وجہ سے ترقی ہوگی انجمن پنااس کی ذات سے پہنچانے سے بدل جائے گا کمی
 زیادتی سے بدل جائے گی فقیری کو اس کے ذریعہ میں امیری سے بدل دوں گا اس کی ذات سے جدا جدا لوگوں کو میں ملا دوں گا فرقت
 کے بعد الفت ہوگی پھوٹ کے بعد ایک ہوگا اختلاف کے بعد اتفاق ہوگا مختلف دل جدا جدا نہ خواہشیں ایک ہو جائیں گی بے شمار اللہ تعالیٰ
 کے بندے ہلاکت سے بچ جائیں گے اس کی امت کو میں تمام امتوں سے بہتر کر دوں گا جو لوگوں کے نفع کے لیے ہوگی بھلائیوں کا حکم
 کرنے والی برائیوں سے روکنے والی ہوگی موحد مومن مخلص ہوں گے اللہ تعالیٰ کے جتنے رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لائے
 ہیں یہ سب کو مانیں گے کسی کے انکاری نہ ہوں گے۔

اہل ایمان سے خلافت و حکومت کا وعدہ: [آیت: ۵۵] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کی
 امت کو وہ زمین کا مالک بنادے گا لوگوں کا سردار کر دے گا ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا اللہ تعالیٰ کے بندے ان سے دل شاد ہوں
 گے۔ آج یہ لوگوں سے لرزاں و ترساں ہیں کل یہ با امن و اطمینان ہوں گے۔ حکومت ان کی ہوگی سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی۔
 الحمد للہ یہی ہوا بھی۔ مکہ خیر، بحرین جزیرہ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی موجودگی میں فتح ہو گیا ہجر کے مجوسیوں نے

جزیرہ دے کے ماتحت قبول کر لی شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا۔ شام روم ہرقل نے تحفہ تحائف روانہ کئے۔ مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفہ بھیجے۔ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے اور عمان کے شاہوں نے یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا۔ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رضی اللہ عنہ تو مسلمان ہو ہی گئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہو اس نے بھی سرکار محمدی میں عقیدت مندی کے ساتھ تحائف روانہ کئے۔ پھر جب کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے محترم رسول ﷺ کو اپنی مہمانداری میں بلوایا آپ کی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی جزیرہ عرب کی حکومت مضبوط اور مستقل بنائی ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگا دیئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ امرا کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکر اسلام کے جانبازوں کو روانہ فرمایا انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے۔ مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ بصری دمشق حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بچا ہوئے اور بہاہام باری تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آسمان کے تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک خلیفوں کا دور نہیں ہوا۔ آپ کی قوت طبیعت آپ کی نیکی سیرت آپ کے عدل کا کمال آپ کی اللہ ترسی کی مثال دنیا میں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لا حاصل ہے۔ تمام ملک شام پورا علاقہ مصر اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے خود کسریٰ کو منہ چھپانے کے لیے کوئی جگہ ملی کاہل ذلت و اہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا۔ قیصر کو فتنا کر دیا نام مٹا دیا شام کی سلطنت سے دستبردار ہونا پڑا قسطنطنیہ میں جا کر منہ چھپایا۔ ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کیے ہوئے بے شمار خزانے ان اللہ کے بندوں نے اللہ تعالیٰ کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور اللہ تعالیٰ کے وہ وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم ﷺ کی زبانی کئے تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق و مغرب کی انتہا تک اللہ تعالیٰ کا دین پھیل جاتا ہے۔ لشکر الہی ایک طرف اقصائے مشرق تک اور دوسری طرف انتہائے مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں۔ اور مجاہدین کی آب و داتلواریں اللہ کی توحید کو دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچا دیتی ہیں۔ اندلس قبرص قبروان و سبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے کسریٰ قتل کر دیا گیا اس کا ملک چھوڑ نام و نشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بچھا دیئے گئے اور ہر اونچے نیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی۔ دوسری جانب مدائن عراق خراسان اہواز سب فتح ہو گئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخر ان کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا ذلیل و خوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثمانی میں پہنچوائے۔ حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے۔ قرآن کے جمع کرنے اس کے حفظ کرنے اس کی اشاعت کرنے اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث سے نمایاں ہوئیں وہ یقیناً عظیم الشان ہیں۔ آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اس پیشگوئی کو دیکھو کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا تھا میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق و مغرب دیکھ لی۔ عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے“ ① (مسلمانو! باری تعالیٰ

کے اس وعدے کو بغیر کی اس پیشگوئی کو دیکھو پھر تاریخ کے اوراق پلٹو اور اپنی گزشتہ عظمت و شان کو دیکھو! و نظریں ڈالو کہ آج تک اسلام کا پرچم بجز اللہ بلند ہے اور مسلمان ان مجاہدین کرام کی مفتوح زمینوں میں شاہانہ حیثیت سے چل پھر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سچے ہیں۔ مسلمانو! حیف اور صد حیف اس پر جو قرآن و حدیث کے دائرے سے باہر نکلے حسرت اور صد حسرت اس پر جو اپنے آبائی ذخیرے کو غیر کے حوالے کرے۔ اپنے آباء و اجداد کے خون کے قطروں سے خریدی ہوئی چیز کو اپنی نالائقیوں اور بے دینیوں سے غیر کی بھینٹ چڑھا دے اور سکھ سے بیٹھا لیٹا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کامل ایمان عطا کر اللہ ہمیں سچا ذوق دے اللہ ہمیں اسلامی سپاہ بنا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے لشکر کی توفیق دے اللہ ہمیں اپنا لشکر بنا لے آمین ثم آمین) حضور ﷺ فرماتے ہیں ”لوگوں کا کام بھلائی سے جاری رہے گا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفے ہوں۔ پھر آپ نے ایک جملہ آہستہ بولا جو راوی حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سن نہ سکے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بیان کیا کہ یہ فرمایا ہے یہ سب کے سب قریشی ہوں گے“ ① (مسلم)۔ آپ نے یہ بات اس شام کو بیان فرمائی تھی جس دن حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا۔ ② پس معلوم ہوا کہ ان بارہ خلیفوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ یہ وہ خلیفے نہیں جو شیعوں نے سمجھ رکھے ہیں کیونکہ شیعوں کے اماموں میں تو بہت سے وہ بھی ہیں جنہیں خلافت و سلطنت کا کوئی حصہ بھی پوری عمر میں نہیں ملا تھا اور یہ بارہ خلفا ہوں گے سب کے سب قریشی ہوں گے حکم میں عدل کرنے والے ہوں گے ان کی بشارت اگلی کتابوں میں بھی ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یہ سب کے سب یکے بعد دیگرے ہوں گے بلکہ ان کا ہونا یقینی ہے خواہ پے در پے کچھ ہوں خواہ متفرق زمانوں میں کچھ ہوں۔ چنانچہ چاروں خلیفے تو بالترتیب ہوئے اول ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہ۔ ان کے بعد پھر سلسلہ ٹوٹ گیا پھر بھی ایسے خلیفہ ہوئے اور ممکن ہے آگے چل کر بھی ہوں۔ ان کے صحیح زمانوں کا علم اللہ ہی کو ہے ہاں اتنا یقینی ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی انہی بارہ میں سے ہوں گے جن کا نام حضور ﷺ کے نام سے جن کی کنیت حضور ﷺ کی کنیت سے مطابق ہوگی تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے کہ وہ ظلم و نا انصافی سے بھر گئی ہوگی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر کاٹ کھانے والا ملک ہو جائے گا۔“ ③

ابو العالیہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم دس سال تک مکہ میں رہے اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دنیا کو دعوت دیتے رہے لیکن یہ زمانہ پوشیدگی کا ڈر خوف کا اور بے اطمینانی کا تھا جہاد کا حکم نہیں آیا تھا۔ مسلمان بے حد کمزور تھے اس کے بعد ہجرت کا حکم ہوا۔ مدینے پہنچے اب جہاد کا حکم ملا جہاد شروع ہوا دشمنوں نے چوطرف سے گھیرا ہوا تھا اہل اسلام بہت خائف تھے۔ خطرے سے کوئی وقت خالی نہیں جاتا تھا صبح شام صحابہ رضی اللہ عنہم ہتھیاروں سے آراستہ رہتے تھے۔ ”ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اسی طرح خوفزدہ ہی رہیں گے؟ یا رسول اللہ! کیا ہماری زندگی کی کوئی گھڑی بھی اطمینان سے نہیں گزرے گی؟ یا رسول اللہ! کیا ہتھیار اتار کر بھی ہمیں کبھی آسودگی کا سانس لینا میسر آئے گا؟ آپ نے پورے سکون سے فرمایا کچھ دن اور صبر کر لو پھر تو اس قدر امن و اطمینان ہو جائے گا کہ پوری مجلس میں بھرے دربار

① صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب الاستخلاف ۷۲۲۲، ۷۲۲۳؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۱؛ ابوداؤد ۴۲۷۹؛ ترمذی ۲۲۲۳؛

احمد، ۸۶/۵؛ ابن حبان ۶۶۶۶؛ دلائل النبوة، ۵۱۹/۶۔ ② صحیح مسلم حوالہ سابق ۱۸۲۲۔

③ ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی الخلفاء ۴۶۴۶؛ سندہ حسن، ترمذی ۲۲۲۶؛ احمد، ۲۲۰/۵؛ ان میں (کاٹ کھانے والا) کے لفظ نہیں ہیں۔

میں گوٹ لگائے آرام سے بیٹھے ہوئے ہو گئے ایک کے پاس کیا کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ ہوگا کیونکہ کامل امن وامان پورا اطمینان ہوگا۔“ اسی وقت یہ آیت اتری۔ پھر تو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جزیرہ عرب پر غالب آ گئے۔ عرب بھر میں کوئی کافر نہ رہا مسلمانوں کے دل خوف سے خالی ہو گئے اور ہتھیار ہر وقت لگائے رہنے ضروری نہ رہے۔ پھر اسی امن و راحت کا دور دورہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی تین خلافتوں تک رہا یعنی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک۔ پھر مسلمان ان جھگڑوں میں پڑ گئے جو رونما ہوئے پھر خوفزدہ رہنے لگے اور پھرے دارچوکیدار داروغے وغیرہ مقرر کئے۔ اپنی حالتوں کو متغیر کیا تو متغیر ہو گئے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں اس آیت کو پیش کیا۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت اتری ہے اس وقت ہم انتہائی خوف اور اضطراب کی حالت میں تھے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَاذْكُرُوا اِذَا نْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْاَرْضِ﴾ ① الخ یعنی وہ وقت بھی تھا کہ تم بے حد کمزور اور تھوڑے تھے اور قدم قدم اور دم دم پر خوفزدہ رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی تمہیں قوت و طاقت عنایت فرمائی اور امن وامان دیا۔ پھر بیان فرمایا کہ جیسے ان سے پہلے کے لوگوں کو اس نے زمین کا مالک کر دیا تھا جیسے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا ﴿عَلَيْ رِبِّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَصَدُوكُمْ﴾ ② الخ بہت ممکن ہے بلکہ بہت قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے اور تمہیں ان کا جانشین بنا دے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَنُرِيدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الْاٰدِيْنَ اَسْتَضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ③ یعنی ہم نے ان پر احسان کرنا چاہا جو زمین بھر میں سب سے زیادہ ضعیف اور ناتواں تھے۔

پھر فرمایا کہ ان کے وین کو جو پسندیدہ اللہ تعالیٰ ہے جمادے گا اور اسے قوت و طاقت دے گا۔ ”حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب بطور وفد آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تو نے حیرہ دیکھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں حیرہ کو نہیں جانتا ہاں نام سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ میرے اس دین کو کامل طور پر پھیلانے گا یہاں تک امن وامان ہو جائے گا کہ حیرہ سے ایک ساندنی سوار عورت تنہا نکلے گی اور وہ بیت اللہ تک پہنچ کر طواف سے فارغ ہو کر واپس ہوگی نہ خوف زدہ ہوگی نہ وہ کسی کی امان میں ہوگی۔ یقیناً مان کہ کسریٰ بن ہرمز شاہ ایران کے خزانے فتح ہوں گے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا کہ شاہ ایران کسریٰ بن ہرمز کے خزانے مسلمانوں کے فتوحات میں آئیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے۔ سنو اس قدر مال بڑھ جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اب تم دیکھ لو کہ فی الواقع حیرہ سے عورتیں بغیر کسی کی پناہ کے آتی جاتی ہیں۔ اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے دیکھ لیا۔ دوسری پیشین گوئی تو میری نگاہوں کے سامنے پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح کرنے والوں میں خود میں موجود تھا اور تیسری پیشین گوئی بھی یقیناً پوری ہو کر رہے گی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔“ ④ مسند احمد میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”اس امت کو ترقی اور بڑھوتری کی مدد اور دین کی اساعت کی بشارت دو۔ ہاں جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے حاصل کرنے کے لیے کرے وہ جان لے کہ آخرت میں اسے کوئی حصہ نہ ملے گا۔“ ⑤

① ۸/ الانفال: ۲۶۔ ② ۷/ الاعراف: ۱۲۹۔

③ ۲۸/ القصص: ۵۰۔ ④ احمد، ۴/ ۲۵۷ و مسندہ ضعیف، دلائل النبوة، ۵/ ۳۴۳، اس کی اصل صحیح بخاری،

کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام ۳۵۹۵ میں ہے اور وہی صحیح ہے۔

⑤ احمد، ۵/ ۱۳۴ ح ۲۱۲۲۳ و مسندہ حسن، حاکم، ۴/ ۳۱۱، ابن حبان ۴۰۵۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا الرُّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: نماز کی پابندی کرو زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۵۶] یہ خیال تو کبھی بھی نہ کرنا کہ مکر لوگ زمین میں ادھر ادھر بھاگ کر ہمیں ہرا دینے والے ہیں۔ ان کا اصلی ٹھکانا تو جہنم ہے۔ جو یقیناً بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ [۵۷]

پھر فرماتا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ منہ میں ہے کہ ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ ﷺ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی آپ نے میرے نام سے مجھے آواز دی۔ میں نے لبیک و سعیدیک کہا۔ پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد اسی طرح مجھے پکارا اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ پھر تھوڑی سی دیر چلنے کے بعد مجھے پکارا اور میں نے جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو جب بندے حق ربانی ادا کریں تو اللہ کے ذمے بندوں کا کیا حق ہے میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ انہیں عذاب نہ کرے“ ① (صحیحین)۔ پھر فرمایا اس کے بعد جو مکر ہو جائے وہ یقیناً فاسق ہے۔ یعنی اس کے بعد بھی جو میری فرمانبرداری چھوڑ دے اس نے میری حکم عدولی کی اور یہ گناہ سخت اور بہت بڑا ہے۔ شان باری تعالیٰ دیکھو جتنا جس زمانہ میں زور اسلام رہا اتنی ہی مدد باری تعالیٰ ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ایمان میں بڑھے ہوئے تھے فتوحات میں بھی سب سے آگے نکل گئے جوں جوں ایمان کمزور ہوتا گیا دنیوی حالت سلطنت و شوکت بھی گرتی گئی۔ بخاری و مسلم میں ہے ”میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ برسر حق رہے گی اور وہ غالب رہے گی۔ ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے قیامت تک اسی طرح رہے گی۔“ اور روایت میں ہے ”یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے۔“ ② اور ایک روایت میں ہے ”یہاں تک کہ یہی جماعت سب سے آخر دجال سے جہاد کرے گی۔“ اور حدیث میں ہے کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے تک یہ لوگ کافروں پر غالب رہیں گے“ ③ یہ سب روایتیں صحیح ہیں اور ایک ہی مطلب سب کا ہے۔

اعمال خیر کی ترغیب: [آیت: ۵۶-۵۷] اللہ تعالیٰ اپنے با ایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اسی کے لیے نمازیں پڑھتے رہو اور ساتھ ہی اسی کے بندوں کیساتھ احسان و سلوک کرتے رہو۔ ضعیفوں، مسکینوں، فقیروں کی خبر گیری کرتے رہو۔ مال میں سے حق ربانی یعنی زکوٰۃ نکالتے رہو۔ اور ہر امر میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو جس بات کا وہ حکم فرمائیں بجالاؤ جس امر سے وہ روکیں رک جاؤ۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ﴾ ④ یہی لوگ ہیں جن پر ضرور ضرور اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اے نبی! یہ گمان نہ کرنا کہ =

① صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ارداف الرجل خلفه الرجل ۵۹۶۷؛ صحیح مسلم ۳۰؛ احمد، ۵/۲۴۲؛ ابن حبان ۳۶۲۔

② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿انما قولنا لشيء إذا أردناه﴾ ۷۴۵۹؛ صحیح مسلم، ۱۹۲۰؛

ابوداؤد ۲۴۸۴؛ ترمذی ۲۱۷۷۔ ③ مسند ابی یعلیٰ ۲۰۷۸، وسندہ ضعیف اس کی اصل صحیح مسلم ۱۵۶ میں موجود ہے۔ اور بھی صحیح ہے۔

④ ۹/ التوبة: ۷۱۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ
 مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهْرِ
 وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ طَيْسٌ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ
 بَعْدَ هُنَّ طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ط
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵۱ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ
 الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ط كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵۲ وَالْقَوَاعِدُ
 مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
 غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ط وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں اپنے آنے کی تین وقتوں میں
 اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تینوں
 وقت تمہاری خلوت اور پردہ کے ہیں۔ [۵۸] ان وقتوں کے ماسوائے تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر۔ تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس
 بکثرت آنے جانے والے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت
 والا ہے۔ تم میں کے بچے بھی جب بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے کے بڑے لوگ اجازت مانگ لیا کرتے ہیں انہیں بھی
 اجازت مانگ کر آنا چاہیے۔ [۵۹] اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہی علم حکمت والا ہے۔ بوڑھی بڑی عورتیں
 جنہیں نکاح کی امید و خواہش ہی نہ رہی ہو وہ اگر اپنے کپڑے اتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ
 ہوں۔ لیکن تاہم اگر ان سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے بہت افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے شہنا جانا۔ [۶۰]

== آپ کو جھٹلانے والے اور آپ کی نہ ماننے والے ہم پر غالب آجائیں گے یا ادھر ادھر بھاگ کر ہمارے بے پناہ غذاہوں سے بچ
 جائیں گے۔ ہم تو ان کا اصلی ٹھکانا جہنم میں مقرر کر چکے ہیں۔ جو نہایت بری جگہ ہے قراگاہ کے اعتبار سے بھی اور بازگشت کے اعتبار
 سے بھی۔

بلا اجازت گھروں میں داخلہ ممنوع ہے: [آیت: ۵۸-۶۰] اس آیت میں قریبی رشتے داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی
 اجازت حاصل کر کے آیا کریں۔ اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا وہ اجنبیوں کے لیے تھا۔ پس فرماتا ہے
 کہ تین وقتوں میں غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہئے۔ صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سو نہ کا وقت ہوتا ہے اور دوپہر
 کو جب کہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے لیے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اتار کر سوتا ہے اور عشاء کی نماز کے بعد کیونکہ
 وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے۔ پس تین وقتوں میں نہ معلوم انسان بے فکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو؟ اس

لیے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں۔ ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انہیں آنے کی اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے بار بار کے آنے جانے والے ہیں ہر وقت کی اجازت طلبی ان کے لیے اور نیز تمہارے لیے بڑی حرج کی چیز ہوگی۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”بلی نجس نہیں وہ تو تمہارے گھروں میں تمہارے آس پاس گھومنے پھرنے والی ہے۔“ ① حکم تو یہی ہے اور عمل اس پر بہت کم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تین آیتوں پر عموماً لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے۔ ایک تو یہی آیت اور ایک سورہ نساء کی آیت ﴿وَإِذَا أَحْضَرَ الْقِسْمَةَ﴾ ② اور ایک سورہ حجرات کی آیت ﴿إِنَّا أَنْكُرُكُمْ﴾ ③ الخ۔ شیطان لوگوں پر چھا گیا اور انہیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا گویا ان پر ایمان ہی نہیں۔ میں نے تو اپنی اس لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے۔ ④ پہلی آیت میں تو ان تینوں وقتوں میں لونڈی غلاموں اور نابالغ بچوں کو بھی اجازت لینے کا حکم ہے۔ دوسری آیت میں ورثے کی تقسیم کے وقت جو قرابت دار اور یتیم مسکین آجائیں انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ دے دینے اور ان سے نرمی سے بات کرنے کا حکم ہے۔ اور تیسری آیت میں حسب نسب پر فخر نہ کرنے بلکہ قابل اکرام خوف الہی کے ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اس نے کہا پھر لوگوں نے اس پر عمل کیوں چھوڑ رکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرنی چاہیے۔ ⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت پر عمل کے ترک کی ایک بڑی وجہ مال داری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنے والے بھی شرم جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گزرتا تب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی کمرے جدا گانہ بن گئے دروازے باقاعدہ لگ گئے دروازوں پر پردے پڑ گئے تو محفوظ ہو گئے حکم الہی کی مصلحت پوری ہو گئی اس لیے اجازت کی پابندی اٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی۔ ⑥ سدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے گھر میں ہوتا ہے اللہ جانے کس حالت میں ہو اس لیے لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھر والیوں سے ملتے ہیں تاکہ نہادھو کر آرام گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ ”ایک انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ کھانا پکا یا لوگ بلا اجازت ان کے گھر میں لگے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نہایت بری بات ہے کہ غلام بے اجازت گھر میں آجائے ممکن ہے کہ میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں۔“ پس یہ آیت اتری۔ ⑦ اس آیت کے منسوخ نہ ہونے پر اس آیت کے خاتمے کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں ان تینوں وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں بھی اجازت لیننی چاہیے۔ چھوٹے بچوں کو گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لیے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اوپر گزرا اجازت مانگنی ضروری ہے۔ لیکن =

① ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب سؤر الہرۃ ۷۵، ۷۶ وسندہ صحیح، ترمذی ۹۲؛ نسائی ۶۸؛ ابن ماجہ ۳۶۷؛ احمد،

۳۰۳/۵؛ ابن حبان، ۱۲۹۹؛ حاکم، ۱/۱۶۰۔ ② ۴/النساء۔ ③ ۴۹/الحجرات: ۱۳۔

④ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الاستئذان فی العورات الثلاث ۵۱۹۱ وسندہ ضعیف سفیان بن عیینہ دلس راوی ہے اور ترمذی

بالسماع ثابت نہیں۔ ⑤ الطبری، ۱۹/۲۱۳۔ ⑥ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الاستئذان فی العورات الثلاث

۵۱۹۲ وهو حسن۔ ⑦ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرْجٌ وَلَا
 عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
 إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
 أَخَوَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَلَتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتْهُنَّ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ
 جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا وَأَشْتَاتًا فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً
 مِمَّنْ عِنْدَ اللَّهِ مُبْرَكَةً طَيِّبَةً ۖ كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: اندھے پر تلکڑے پر بیمار پر اور خود تم پر مطلقاً کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے گھروں سے کھا لو یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی چھو بھیموں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیوں کے مالک تم ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھا لو۔ تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ۔ پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے والوں کو سلام کر لیا کرو دعائے خیر ہے جو بابرکت اور پاکیزہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ کھول کھول کر تم سے اپنے احکام بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔ [۶۱]

== بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے ہی جانا چاہئے جیسے کہ اور بڑے لوگ اجازت مانگ کر آتے ہیں خواہ اپنے ہوں خواہ پرانے۔ جو بڑھیا عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی توقع حیض بند ہو جائے عمر سے اتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آیت ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ﴾ ۱ الخ سے یہ آیت مستثنیٰ ہے۔ ۲ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے میں اور کرتے پا جامے میں رہیں۔ ۳ آپ کی قرأت بھی (أَنْ يَضَعْنَ مِنْ فُسَابِيهِنَّ) ہے مراد اس سے دوپٹے کے اوپر کی چادر ہے۔ تو بڑھیا عورتیں جب کہ موٹا چوڑا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہوں تو انہیں اس کے اوپر اور چادر ڈالنا ضروری نہیں۔ لیکن مقصود اس سے بھی اظہار زینت نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے بناؤ سنگھار بیشک حلال طیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے نہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا جب بالکل بڑھیا پھوس ہو گئیں تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں میں مہندی لگوائی جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں ان عمر رسیدہ عورتوں میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی۔ آخر میں فرمایا گو چادر کا نہ لینا ان بڑی بوڑھی عورتوں کے لیے جائز ہے مگر تاہم افضل یہی ہے کہ چادروں اور برقعوں میں ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

① ۲۴/النور: ۳۱۔ ② ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی قوله تعالیٰ ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾

③ الطبری، ۱۹/۲۱۷۔ ۴۱۱۱ وسندہ حسن۔

قریبی رشتہ داروں کے گھر اور متعلقہ آداب: [آیت: ۶۱] اس آیت میں جس حرج کے نہ ہونے کا ذکر ہے اس کی بابت حضرت عطاء رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں مراد اس سے اندھے لوے لنگڑے کا جہاد میں نہ آنا ہے۔ جیسے کہ سورہ فتح میں ہے تو یہ لوگ اگر جہاد میں شامل نہ ہوں تو ان پر بوجہ ان کے معقول شرعی عذر کے کوئی حرج نہیں۔ سورہ براءت میں ہے ﴿لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ﴾ ① بڑھے بڑوں پر اور بیماروں پر اور مفلسوں پر جبکہ وہ تہ دل سے دین الہی کے اور رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ ہوں کوئی حرج نہیں بھلے لوگوں پر کوئی سرزنش نہیں اللہ غفور و رحیم ہے۔ ان پر بھی اسی طرح کوئی حرج نہیں جو سواری نہیں پاتے اور تیرے پاس آتے ہیں تو تیرے پاس سے بھی انہیں سواری نہیں مل سکتی رنج۔ حضرت سعید رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ لوگ اندھوں لنگڑوں اور بیماروں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج جانتے تھے کہ ایسا نہ ہو وہ کھانا کھیں اور ہم زیادہ کھالیں یا اچھا کھالیں تو اس آیت میں انہیں اجازت ملی کہ اس میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ ② بعض لوگ گھن کر کے بھی ان کے ساتھ کھانے کو نہیں بیٹھتے تھے یہ جاہلانہ عادتیں شریعت نے اٹھادیں۔ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کو اپنے باپ بھائی بہن وغیرہ قریبی رشتہ داروں کے ہاں پہنچا آتے تھے کہ وہ وہاں کھالیں یہ لوگ اس سے عار کرتے کہ ہمیں اوروں کے گھر لے جاتے ہیں اس پر یہ آیت اتری۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انسان جب اپنے بھائی بہن وغیرہ کے گھر جاتا وہ نہ ہوتے اور عورتیں کوئی کھانا انہیں پیش کرتیں تو یہ اسے نہیں کھاتے تھے کہ مرد تو ہیں ہی نہیں نہ ان کی اجازت ہے تو جناب باری تعالیٰ نے اس کے کھالینے کی رخصت عطا فرمائی۔ یہ جو فرمایا کہ خود تم پر بھی حرج نہیں۔ یہ تو ظاہر ہی تھا بیان اس کا اس لیے کیا گیا کہ اور چیز کا اس پر عطف ہو اور اس کے بعد کا بیان اس حکم میں برابر ہو۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے گو لفظوں میں بیان نہیں آیا لیکن ضمناً ہے بلکہ اسی آیت سے استدلال کر کے بعضوں نے کہا ہے کہ بیٹے کا مال بمنزلہ باپ کے مال کے ہے۔ مسند اور سنن میں کئی سندوں سے حدیث ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“ ③ اور جن لوگوں کے نام آئے ہیں ان سے استدلال کر کے بعض نے کہا ہے کہ قربت داروں کا مان و فقہ بعض کا بعض پر واجب ہے جیسے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب کا مشہور مقولہ ہے۔ جس کی کنجیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اس سے مراد غلام اور داروغے ہیں کہ وہ اپنے آقا کے مال سے حسب ضرورت دوستور کھا پی سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ”جب رسول اللہ ﷺ جنگ میں جاتے تو ہر ایک کی چاہت یہی ہوتی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ جاتے ہوئے اپنے خاص دوستوں کو اپنی کنجیاں دے جاتے اور ان سے کہہ دیتے کہ جس چیز کے کھانے کی تمہیں ضرورت ہو ہم تمہیں رخصت دیتے ہیں۔ لیکن تاہم یہ لوگ اپنے تئیں امین سمجھ کر اور اس خیال سے کہ مبادا ان لوگوں نے باول ناخواستہ اجازت دی ہو کسی کھانے پینے کی چیز کو نہ چھوتے۔“ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمہارے دوستوں کے گھروں سے بھی کھالینے میں تم پر کوئی پکڑ نہیں جب کہ تمہیں علم ہو کہ وہ اس کا برائہ مانیں گے اور ان پر یہ شاق نہ گزرے گا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تو جب اپنے دوست کے ہاں جائے تو اس کی بلا اجازت اس کے کھانے کو کھا لینے کی تجھے رخصت ہے۔ پھر فرمایا تم پر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں اور جدا جدا ہو کر کھانے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ① اتری یعنی ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی مال ہیں تو ہمیں یہ بھی حلال نہیں کہ ایک دوسرے

① ۹/ التوبة: ۹۱۔ ② الطبری، ۱۹/ ۲۲۱۔ ③ ابوداؤد، کتاب السیوع، باب الرجل يأكل من مال ولده ۳۵۳۰

وسندہ حسن، ابن ماجہ ۲۲۹۲: ۱۷۹/ ۲۔ ① ۴/ النساء: ۲۹۔

کے ساتھ کھائیں۔ چنانچہ وہ اس سے بھی رک گئے اس پر یہ آیت اتری۔ ① اسی طرح تنہا خوری سے بھی کراہیت کرتے تھے جب تک کوئی ساتھ نہ ہونے کھاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں دونوں باتوں کی اجازت دی یعنی دوسروں کے ساتھ کھانے کی اور تنہا کھانے کی۔ قبیلہ بنو کنانہ کے لوگ خصوصیت سے اس مرض میں مبتلا تھے بھوکے ہوتے تھے لیکن جب تک ساتھ کھانے والا کوئی نہ ہو کھاتے نہ تھے سواری پر سوار ہو کر ساتھ کھانے والے کی تلاش میں نکلتے تھے۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنہا کھانے کی رخصت نازل فرما کر جاہلیت کی یہ سخت رسم مٹا دی۔ ② اس آیت میں گو تنہا کھانے کی رخصت ہے لیکن یہ یاد رہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا افضل ہے اور زیادہ برکت بھی اسی میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ”ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ! ہم کھاتے تو ہیں لیکن آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے جمع ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ تو تمہیں برکت دی جائے گی۔“ ③ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا مل کر کھاؤ تنہا نہ کھاؤ برکت مل بیٹھنے میں ہے۔“ ④ پھر تعلیم ہوئی کہ گھروں میں سلام کر کے جایا کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم گھروں میں جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا سکھایا ہوا بابرکت بھلا سلام کہا کرو میں نے تو آزمایا ہے کہ یہ سراسر برکت ہے۔ ابن طاووس رحمہ اللہ فرماتے ہیں تم میں سے جو گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کہے۔ ⑤ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا مجھے تو یاد نہیں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی ہو لیکن ہاں مجھے تو یہ بہت ہی پسند ہے کہ جب بھی گھر میں جاؤ سلام کر کے جاؤ۔ میں تو اسے کبھی نہیں چھوڑتا ہاں یہ اور بات ہے کہ بھول جاؤں۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مسجد میں جاؤ تو کہو (اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ) اور جب اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے ہاں بچوں کو سلام کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو اس طرح کہو۔ (اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ) یہ بھی مروی ہے کہ یوں کہو (بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ)۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کے پاس سلام کر کے جاؤ اور غیر آباؤ گھروں میں جاتے ہوئے یوں سلام کرو (اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ) یہی حکم دیا جا رہا ہے ایسے وقتوں میں تمہارے سلام کا جواب اللہ تعالیٰ کے فرشتے دیتے ہیں۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ فرمایا اے انس! کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی۔ جو میرا امتی طے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔ گھر میں سلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔ فضیٰ کی نماز پڑھتے رہو۔ تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔ اے انس! چھوٹوں پر رحم کر بڑوں کی عزت و توقیر کرو تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔“ ⑥ پھر فرماتا ہے یہ دعا خیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں تعلیم کی گئی ہے۔ برکت والی اور عمدہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے تو اتحیات قرآن سے ہی سیکھی ہے نماز کی اتحیات یوں ہے (اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ) اسے پڑھ کر نمازی کو اپنے لئے دعا کرنی چاہئے پھر سلام پھیر دے انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما =

① الطبری، ۱۹/۲۲۴۔ ② ایضاً۔ ③ ابوداؤد، کتاب الاطعمه، باب فی الاجتماع علی الطعام ۳۷۶۴

وسندہ ضعیف حرب بن دؤبہ مجمل الحال ہے نیز ولید بن مسلم دس کے سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔ ابن ماجہ ۲۳۸۶؛ احمد، ۵۰۱/۳

ابن حبان ۵۲۲۴۔ ④ ابن ماجہ، کتاب الاطعمه، باب الاجتماع علی الطعام ۳۲۸۷ وهو حسن۔

⑤ الطبری، ۱۹/۲۲۵۔ ⑥ اس کی سند غویہ بن ابی عمران کے تحت ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهُ عَلٰى اَمْرٍ جَامِعٍ
لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَاْئِهِمْ فَاَذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ
مِنْهُمْ وَاَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ
كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِيَاْذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ
يَخٰلِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ يُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: یا ایمان لوگ تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے۔ جو لوگ ایسے موقع پر تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ پس جب ایسے لوگ تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت طلب کریں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دیا کرو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگا کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ [۶۲] تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلائے کو ایسا معمولی بلا دانہ کرلو جیسے آپس میں ایک ایک کایک ہوتا ہے تم میں سے انہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا کوئی دکھ کی مار نہ پڑے۔ [۶۳]

= سے مرفوعاً صحیح مسلم میں اس کے سوا بھی مروی ہے ❶ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس سورت کے احکام کا ذکر کر کے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے واضح احکام مفید فرمان کھول کھول کر اسی طرح بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ وہ غور و فکر کریں سوچیں سمجھیں اور عقل مندی حاصل کریں۔

آداب مجلس: [آیت ۶۲-۶۳] اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو ایک ادب اور بھی سکھاتا ہے کہ جیسے آتے ہوئے اجازت مانگ کر آتے ہو ایسے ہی جانے کے وقت بھی میرے نبی سے اجازت مانگ کر جاؤ۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ مجمع ہوا اور کسی ضروری امر پر مجلس ہوئی ہو مثلاً نماز جمعہ ہے یا نماز عید ہے یا جماعت ہے یا کوئی مجلس شوریٰ ہے وغیرہ وغیرہ تو ایسے موقعوں پر جب تک حضور ﷺ سے اجازت نہ لے لو ہرگز راہ راہر نہ جاؤ مؤمن کامل کی ایک نشانی یہ بھی ہے۔ پھر اپنے نبی ﷺ سے فرمایا جب یہ اپنے کسی ضروری کام کے لئے آپ ﷺ سے اجازت چاہیں تو آپ ﷺ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لئے طلب بخشش کی دعائیں بھی کرتے رہیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے ”جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو اہل مجلس کو سلام کر لیا کرے اور جب وہاں سے آنا چاہے تو بھی سلام کر لیا کرے آخری دفعہ کا سلام پہلی مرتبہ کے سلام سے کچھ کم نہیں ہے۔“ یہ حدیث ترمذی ❷ میں بھی ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے حسن فرمایا ہے۔

❶ صحیح مسلم کتاب الصلاة باب التشهد فی الصلاة ۴۰۳۔ ❷ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی السلام اذا قام من المجلس ۵۲۰۸ وسندہ حسن، ترمذی ۲۷۰۶، احمد، ۲/۲۸۷، الادب المفرد ۱۰۰۸، ابن حبان ۴۹۴۔

احترام مصطفیٰ ﷺ: لوگ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ ﷺ کے نام یا کنیت سے معمولی طور پر جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس گستاخی سے منع فرمایا کہ نام نہ لو بلکہ یا نبی اللہ! یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارا کرتا کہ آپ ﷺ کی بزرگی اور عزت و ادب کا پاس رہے۔ ① اسی کے مثل آیت ﴿لَا تَقُولُوا رَا عِنَّا﴾ ② ہے اور اسی جیسی آیت ﴿لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ﴾ ③ ہے یعنی ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کرو آپ ﷺ کے سامنے اونچی اونچی آوازیں نہ بولو جیسے کہ بے تکلفی سے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو اگر ایسا کیا تو سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور پتہ بھی نہ چلے گا الخ یہاں تک فرمایا جو لوگ تجھے جحروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ مبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ پس یہ سب آداب سکھائے گئے کہ آپ ﷺ سے خطاب کس طرح کریں۔ آپ ﷺ سے بات چیت کس طرح کریں۔ آپ کے سامنے کس طرح بولیں چالیں۔ بلکہ پہلے تو آپ ﷺ سے سرگوشیاں کرنے کے لئے صدقہ کرنے کا بھی حکم تھا۔ ایک مطلب تو اس آیت کا یہ ہوا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا و قائم آپس کی اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو آپ ﷺ کی دعا تو مقبول و مستجاب ہے خبردار! کبھی ہمارے نبی ﷺ کو تکلیف نہ دینا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے تو تمہیں نہس ہو جاؤ۔ ④ اس سے اگلے جملے کی تفسیر میں مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن خطبے میں بیٹھا رہنا منافقوں پر بہت بھاری پڑتا تھا اور مسجد میں آجانے اور خطبہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص بغیر آنحضرت ﷺ کی اجازت کے نہیں جاسکتا تھا جب کسی کو کوئی ایسی ہی ضرورت ہوتی تو اشارے سے آپ ﷺ سے اجازت چاہتا اور آپ ﷺ اجازت دے دیتے اس لئے کہ خطبے کی حالت میں بولنے سے جمعہ باطل ہو جاتا ہے تو یہ منافق آڑی آڑ میں نظریں پچا کر سرک جاتے تھے۔ ⑤ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جماعت میں جب یہ منافق ہوتے تو ایک دوسرے کی آڑ لے کر بھاگ جاتے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ سے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہٹ جاتے۔ صف سے نکل جاتے خلاف پر آمادہ ہو جاتے۔ جو لوگ امر رسول کا سنت کا رسول کا فرمان رسول کا طریقہ رسول کا شرع رسول کا خلاف کریں وہ سزا یاب ہوں گے۔ انسان کو اپنے اقوال افعال رسول اللہ ﷺ کی سنتوں اور حدیثوں سے ملانے چاہئیں جو موافق ہوں اچھے ہیں جو موافق نہ ہوں مردود ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”حضور ﷺ فرماتے ہیں جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔“ ⑥ ظاہر یا باطن میں جو بھی شریعت محمدیہ ﷺ کے خلاف کرے اس کے دل میں کفر و نفاق بدعت و برائی کا بیج بودیا جاتا ہے یا اسے سخت عذاب ہوتا ہے یا تو دنیا میں ہی قتل، قید، وغیرہ سے یا آخرت میں عذاب اخروی سے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ ”حضور ﷺ فرماتے ہیں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی جب وہ روشن ہوئی تو پتنگوں پر وانون کا اجتماع ہو گیا اور وہ دھڑا دھڑا اس میں گرنے لگے اب یہ انہیں ہر چند روک رہا ہے لیکن وہ ہیں کہ شوق سے اس میں گرے جاتے ہیں اور اس شخص کے روکنے سے نہیں رکتے۔ یہی حالت میری اور تمہاری ہے کہ تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں کہ آگ میں نہ گھسوا آگ سے بچو لیکن تم میری نہیں مانتے اور اس آگ میں گھسے چلے جا رہے ہو۔“ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ⑦

① الطبری، ۱۹/۲۳۰ ② البقرة: ۱۰۴ ③ الحجرات: ۲ ④ الطبری، ۱۹/۲۳۰

⑤ الدر المنثور، ۶/۲۳۱ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الاقصیة، باب نقض الاحکام الباطلة ورد محدثات الامور ۱۷۱۸

صحیح بخاری ۲۶۹۷؛ ابو داؤد ۴۶۰۶؛ ابن ماجہ ۱۴؛ احمد، ۶/۲۴۰؛ ابن حبان ۲۶ بلفظ مختلف ⑦ صحیح بخاری،

کتاب الرقاق، باب الانتہاء عن المعاصی ۶۴۸۳؛ صحیح مسلم ۲۲۸۴؛ احمد، ۲/۳۱۲؛ ترمذی ۲۸۷۴؛ ابن حبان ۶۴۰۸

إِلَّا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ ۖ وَيَوْمَ
يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيَنْبِتُ لَهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جس روش پر تم ہو وہ اسے بخوبی جانتا ہے اور جس دن یہ سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے اس دن ان کو ان کے کئے سے وہ خبردار کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔ [۶۴]

ہر ایک کی ہر حرکت کو وہ جانتا ہے: [آیت: ۶۴] مالک زمین و آسمان عالم غیب و حاضر بندوں کے چھپے کھلے اعمال کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ﴿قَدْ يَعْلَمُ﴾ میں ﴿قَدْ﴾ تحقیق کے لئے ہے جیسے اس سے پہلے کی آیت ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ﴾ ① میں اور جیسے ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ﴾ ② میں اور جیسے ﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ﴾ ③ میں اور جیسے ﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ﴾ ④ میں اور جیسے ﴿قَدْ نَرَى﴾ ⑤ میں۔ اور جیسے مؤذن کہتا ہے ﴿قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ﴾ تو فرماتا ہے کہ جس حال پر تم ہو جن اعمال و عقائد کے تم ہو اللہ پر خوب روشن ہے۔ آسمان و زمین کا ایک ذرہ بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ جو عمل تم کرو جو حالت تمہاری ہو اس باری تعالیٰ پر عیاں ہے۔ کوئی ذرہ اس سے چھپا ہوا نہیں ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے۔ بندوں کے تمام خیر و شر کا وہ عالم ہے کپڑوں میں ڈھک جاؤ چھپ لک کر کچھ کر دو ہر پوشیدگی اور ہر ظاہر اس پر یکساں ہیں سرگوشیاں اور بلند آواز کی باتیں اس کے کانوں میں ہیں تمام جانداروں کا روزی رساں وہی ہے۔ ہر ایک جاندار کے ہر حال کو جاننے والا وہی ہے۔ اور سب کچھ لوح محفوظ میں پہلے سے ہی درج ہے غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ خشکی تری کی ہر ہر چیز کو وہ جانتا ہے۔ کسی پتے کا جھڑنا اس کے علم سے باہر نہیں۔ زمین کی اندھیروں کے اندر کا دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ جب مخلوق اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائے گی اس وقت ان کے سامنے ان کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی پیش کر دی جائے گی۔ تمام اگلے پچھلے اعمال دیکھ لے گا۔ عمل نامے کو ڈرتا ہوا دیکھے گا اور اپنی پوری سوانح عمری اس میں پاک حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ یہ کیسی کتاب ہے جس نے بڑی تو بڑی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی جو جس نے کیا تھا وہاں موجود پائے گا۔ تیرے رب کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ آخر میں فرمایا اللہ تعالیٰ بڑا ہی دانا ہے ہر چیز اسکے علم میں ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ نُوْرٍ كِي تَفْسِيْر خْتَمِ هُوْنِي۔



تفسیر سورہ فرقان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ
وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ رَءَاهُ تَقْدِيرًا ۝

ترجمہ: بڑے مہربان بہت ہی رحمت والے اللہ کے نام سے شروع

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔ [۱] اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی اس کا ساتھی ہے ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس بابرکت ہے: [آیت: ۱-۲] اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تاکہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے سورہ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی وصف سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا یہاں لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ فرمایا جس سے بار بار بکثرت اترتا ثابت ہوتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَيْنَا دُسُورُهُ وَالْكِتَابِ الَّذِي نُنَزِّلُ مِنْ قَبْلُ ط﴾ ① پس پہلی کتابوں کو لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ سے اور اس آخری کتاب کو لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ سے بیان فرماتا اسی لئے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا۔ کبھی کبھی آیتیں کبھی کبھی سورتیں کبھی کبھی احکام۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لئے دل کھل جائے جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی ﷺ پر ایک ساتھ کیوں نہ اترتا؟ جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لئے اترتا کہ اس کے ساتھ تیری دل بستگی رہے اور ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل فرمایا یہ جو بھی بات بنائیں گے ہم اس کا صحیح اور چھٹا جواب دیں گے جو خوب تفصیل والا ہوگا ② یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا اس لئے کہ یہ حق و باطل میں ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے اس سے بھلائی برائی میں حلال و حرام میں تمیز ہوتی ہے قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر قرآن اترتا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں اس کے مخلص بندے ہیں یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے اسی لئے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے جیسے معراج کے موقع پر فرمایا ﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَتْهُ بِعَبْدِهِ﴾ ③ اور جیسے اپنی خاص عبادت نماز کے موقع پر فرمایا ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ﴾ ④ اور جب اللہ کے بندے یعنی حضرت محمد ﷺ اللہ کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں الخ۔ یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کے موقع پر بیان فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ ﷺ کی

وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَوةً وَلَا نَشُورًا ۝

ترجمہ: ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا شدہ ہیں یہ تو اپنی جان کے نقصان نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے نہ موت و حیات کے اور دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔ [۳]

= طرف اتنا اس لئے ہے کہ آپ ﷺ تمام جہان کے لئے آگاہ کرنے والے بن جائیں ایسی کتاب جو سر اسر حکمت و ہدایت والی ہے جو مفصل معظم و مبین اور محکم ہے جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے آپ ﷺ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں۔ ہر سرخ و سفید کو ہر دور و نزدیک والے کو اللہ کے عذابوں سے ڈرا دیں۔ جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ ﷺ کی رسالت ہے جیسے کہ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”میں تمام سرخ و سفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ① اور فرمان ہے کہ مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ② خود قرآن کہتا ہے ﴿قُلْ بَيَّأْتُهَا النَّاسُ إِنَّنِي رَسُولٌ إِلَيْكُمْ بِمِيعَاتٍ﴾ ③ اے نبی! اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔“ پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجئے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ اللہ ہے جو آسمان و زمین کا تہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتا ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کے زیر پرورش ہے سب کا خالق مالک رزاق معبود رب وہی ہے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

بے اختیار معبود کیسے؟ [آیت: ۳] مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق مالک قادر مختار بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک چمچر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں وہ اپنے تئیں بھی کسی نفع نقصان کے پہچانے کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا بھلا کر دیں یا دوسرے کا نقصان کر دیں یا دوسری کوئی بات کر سکیں وہ اپنی موت زلیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ ہی ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا اس پر یہ کام مشکل نہیں ایک کا پیدا کرنا اور سب کو پیدا کرنا ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہوگی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی ④ وہی معبود برحق ہے اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ لائق عبادت ہے اس کا چاہا =

① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاة ۵۲۱؛ احمد، ۴/۴۱۶؛ مجمع الزوائد، ۸/۲۵۸۔

② صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب تنقیہ، حدیث ۳۳۵؛ احمد، ۳/۳۰۴؛ ابن حبان ۶۳۹۸۔

③ ۷/الاعراف: ۱۵۸۔ ④ ۳۶/یس: ۵۳۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا فُكٌّ بِقُتْرِهِ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ
فَقَدْ جَاءَ وَظَلَمًا وَزُورًا ۖ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ
بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۖ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ
كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

ترجمہ: کافر کہنے لگے یہ تو بس خود ای کا گھڑا گھڑایا جھوٹ ہے جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی ہمت افزائی کی ہے دراصل یہ کافر بڑے
بی ظلم اور سرتا سر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ [۱۴] اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو انگوٹوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھ رکھے ہیں بس وہی صبح
شام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں [۱۵] جواب دے کہ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمان و زمین کی تمام پوشیدگیوں کو جانتا ہے بے
شک وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ [۱۶]

= ہوا ہوتا ہے بن اس کے چاہے کچھ بھی نہیں ہوتا وہ ماں باپ سے لڑکی لڑکوں سے عدیل و بدیل سے وزیر و نظیر سے شریک و ہم
سے پاک ہے وہ احد و صد ہے وہ لم یلد ولم یولد ہے اس کا کفو کوئی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا بیان: [آیت: ۳-۶] مشرکین کی ایک جہالت اور پرکی آیتوں میں بیان ہوئی جو ذات باری کی
نسبت تھی یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذات رسول ﷺ کی نسبت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی
مدد سے خود ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کا ظلم اور جھوٹ جس کے باطل ہونے کا خود انھیں بھی علم ہے کہتے
ہیں لیکن خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں کبھی ہانک لگانے لگتے ہیں کہ انکی کتابوں کے قصے اس نے کھوا لیے ہیں وہی صبح شام
اس کی مجلس میں پڑھے جارہے ہیں یہ جھوٹ بھی وہ ہے جس میں کسی کو کوئی شک نہ ہو سکے اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا
جانتی ہے کہ ہمارے نبی امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ ﷺ نے انھیں لوگوں میں
گزاری تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ ﷺ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے ایک
ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت بلند اخلاقی اور خوش
معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ہر دل میں آپ کے لئے جگہ تھی عام زبانیں آپ کو محمد امین کے پیارے خطاب سے پکارتی تھیں دنیا
آپ ﷺ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی کونسا دل تھا جو محمد ﷺ کا گھر نہ ہو؟ کونسی آنکھ تھی جس میں احمد کی عزت نہ ہو؟ کونسا
مجمع تھا جس میں آپ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ ﷺ کی بزرگی صداقت امانت نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟ پھر
جبکہ اللہ کی بلند ترین عزت سے آپ ﷺ معزز کئے گئے آسمانی وحی کے آپ ﷺ امین بنائے گئے تو صرف باپ دادوں کی روش کو
پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بے وقوف بے پندے کی بدھنی کی طرح لڑھک گئے تھالی کے بیگن کی طرح ادھر ادھر ہو گئے۔ لگے باتیں
بنانے اور عیب جوئی کرنے لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ کبھی آپ ﷺ کو شاعر کہتے، کبھی ساحر، کبھی مجنون اور کبھی کذاب۔ حیران
تھے کہ کیا کہیں؟ اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اونڈھے نہ ہونے دیں؟ اور کس طرح
ظلمت مکہ دنیا کو نور اللہ سے نہ جگمگانے دیں اب انھیں جواب ملتا ہے کہ قرآن کی سچی مطابق واقع اور حق خبریں اللہ کی دی ہوئی ہیں =

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَبْشَىٰ فِي الْأَسْوَاقِ ۖ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۖ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ۖ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۖ تَبَرَّكَ الَّذِي إِن شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلُ لَكَ قُصُورًا ۖ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ۖ إِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَزَفِيرًا ۖ وَإِذَا أَلْقَاوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مَّقْرَتَيْنِ ۖ دَعَا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۖ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۖ

ترجمہ: کہنے لگے کہ یہ کیا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا یا اس کے پاس کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس میں سے یہ کھاتا۔ یہ ظالم کہنے لگے کہ تم تو ایسے آدمی کے پیچھے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ [۸] خیال تو کر کہ یہ لوگ تیری نسبت کیسی کیسی باتیں بناتے پھرتے ہیں جس سے خود ہی بہک رہے ہیں اور کسی طرح راہ پر نہیں آسکتے۔ [۹] اللہ تو ایسا بابرکت ہے کہ اگر چاہے تو تجھے بہت سے ایسے باغات عنایت فرما دے جو ان کے کہے ہوئے باغ سے بہت ہی بہتر ہوں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہوں اور تجھے بہت سے پختہ محل بھی دیدے۔ [۱۰] بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں اور قیامت کے جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکنی ہوئی دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ [۱۱] جب وہ انھیں دور سے دیکھے گی تو یہ اس کا غصے سے جھنجھٹانا اور چلانا سننے لگیں گے۔ [۱۲] اور جب کہ یہ جہنم کی کسی تنگ و تاریک جگہ میں مشکلیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو وہاں اپنے لئے موت ہی موت پکاریں گے۔ [۱۳] آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔ [۱۴]

== جو عالم الغیب ہے جس سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں جو گزشتہ کا بیان اس میں ہے حق ہے جو آئندہ کی خبر اس میں ہے سچ ہے اللہ کے سامنے ہو چکی ہوئی اور ہونے والی بات یکساں ہے وہ غیب کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر کو۔

اس کے بعد اپنی شانِ غفاریت اور شانِ رحم و کرم بیان فرمائی تاکہ بدلوگ بھی اس سے مایوس نہ ہوں کچھ بھی کیا ہو اب بھی اس کی طرف جھک جائیں تو بہ کریں اپنے کئے پر چھتاکیں نادم ہوں اور رب کی رضا چاہیں رحمت رحیم کے قربان جائیے کہ ایسے سرکش و دشمن اللہ و رسول ایسے بہتان باز اس قدر اذیم دینے والے لوگوں کو بھی اپنی عام رحمت کی دعوت دیتا ہے اور اپنے کرم کی طرف انھیں بلاتا ہے وہ اللہ کو برا کہیں وہ رسول ﷺ کو برا کہیں وہ کلام اللہ پر باتیں بنائیں اور اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت کی طرف رہنمائی کرے اپنے فضل و کرم کی طرف دعوت دے اسلام اور ہدایت ان پر پیش کرے اپنی بھلی باتیں ان کو سمجھائے اور سمجھائے چنانچہ اور آیت میں عیسائیوں کی تثلیث پرستی کا ذکر کر کے ان کی سزا کا بیان کر کے فرمایا: أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ

رَجَحْنُم ۱۰ ﴿۱﴾ یہ لوگ کیوں اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کرتے؟ اور کیوں اس کی طرف جھک کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی شخص ہار اور بہت ہی مہربان ہے۔ مومنوں کو ستانے اور انھیں فتنے میں ڈالنے والوں کا ذکر کر کے سورہ بروج میں فرمایا کہ ایسے لوگ بھی توبہ کر لیں اپنے برے کاموں سے ہٹ جائیں تو میں بھی ان پر سے اپنے عذاب ہٹا لوں گا اور رحمتوں سے نواز دوں گا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے مزے کی بات بیان فرمائی ہے آپ فرماتے ہیں اللہ کے رحم و کرم کو دیکھو یہ لوگ اس کے نیک چہیتے بندوں کو ستائیں ماریں پیش قتل کریں اور وہ انھیں توبہ کی طرف اور اپنے رحم و کرم کی طرف بلائے قُسْبَحَانَهُ اَعْظَمَ شَانَهُ۔

مقام نبوت اور جاہلانہ اعتراضات: [آیت: ۷۷-۱۴] اس حماقت کو ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں ہے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا اور عذاب اللہ سے آگاہ کرتا۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ ﴿فَلَوْلَا الْفَقَىٰ عَلَيْهِ اَسْوَدَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ ﴿۲﴾ الخ اس پر سونے کے ٹکٹن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے چونکہ دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار نے بھی کہا کہ اچھا یہ نہیں تو اسے کوئی خزانہ ہی دے دیا جاتا کہ یہ خود بآرام اپنی زندگی بسر کرتا اور دوسروں کو بھی دیتا یا اس کے ساتھ کوئی چلتا پھرتا باغ ہوتا کہ یہ اپنے کھانے پینے سے توبہ فکر ہو جاتا بے شک یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے لیکن سر درست ان چیزوں کے نہ دینے میں بھی حکمت ہے یہ ظالم مسلمانوں کو بھی بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کے پیچھے لگ گئے ہو جس پر کسی نے جادو کیا ہے دیکھو تو سہمی کیسی بے بنیاد باتیں بناتے ہیں؟ کسی ایک بات پر جم ہی نہیں سکتے ادھر ادھر کر دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ جادو گر کہہ دیا تو کبھی جادو کیا ہوا بتا دیا کبھی شاعر کہہ دیا کبھی جن کا سکھایا ہوا کہہ دیا کبھی کذاب کہا کبھی مجنون حالانکہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں اور ان کا غلط ہونا اس سے بھی واضح ہے کہ خود ان میں تضاد ہے کسی ایک بات پر خود ان مشرکین کا اعتماد نہیں گھڑتے ہیں پھر چھوڑتے ہیں پھر گھڑتے ہیں پھر بدلتے ہیں کسی ٹھیک بات پر جتے ہی نہیں جدھر متوجہ ہوتے ہیں راہ بھولتے ہیں اور ٹھو کریں کھاتے ہیں حق تو ایک ہوتا ہے اس میں تحالف اور تعارض نہیں ہو سکتا ناممکن ہے کہ یہ لوگ ان بھول بھلیوں سے نکل سکیں بے شک اگر رب تعالیٰ چاہے تو جو یہ کافر کہتے ہیں اس سے بہتر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں ہی دیدے وہ بڑی برکتوں والا ہے پھر سے بنے ہوئے گھر کو عرب قصر کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ ﴿۳﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو جناب باری تعالیٰ کی جانب سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو زمین کے خزانے اور یہاں کی کھجیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی جائیں اور اس قدر دنیا کا مالک کر دیا جائے کہ کسی اور کو اتنی نہ ملی ہو ساتھ ہی آخرت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام نعمتیں جو ان کی توں برقرار ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا اور جواب دیا کہ نہیں میرے لئے تو سب کچھ آخرت میں ہی جمع ہو۔ ﴿۴﴾

پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں یہ صرف تکبر عناد و ضد اور ہٹ کے طور پر کہتے ہیں یہ نہیں کہ ان کا کہا ہوا ہو جائے تو یہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت پھر اور کچھ حیلہ بہانہ ٹھول نکالیں گے ان کے دل میں تو یہ خیال جما ہوا ہے کہ قیامت ہونے کی نہیں اور ایسے لوگوں کے لئے ہم نے بھی عذاب الیم تیار کر رکھا ہے جو ان کی برداشت سے باہر ہے جو بھڑکانے اور سلگانے والی جھلس دینے والی تیز

آگ کا ہے ابھی تو جہنم ان سے سو سال کے فاصلے پر ہوگی جو اس کی نظریں ان پر اور اس کی نگاہیں الہی پر پڑیں گی وہیں جہنم بیچ و تاب کھائے گی اور جوش خروش سے آوازیں نکالے گی جسے یہ بد نصیب سن لیں گے اور ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے ہوش جاتے رہیں گے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ جہنم ان بدکاروں پر دانت پیس رہی ہوگی اور غصے کے مارے بل کھا رہی ہوگی اور شور مچا رہی ہوگی کہ کب ان کفار کا نوالہ بناؤں اور کب ان ظالموں سے انتقام لوں؟ سورۃ تبارک میں ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جائیں گے تو دور رہی سے اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور وہ ایسی بھڑک رہی ہوگی کہ ابھی ابھی مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ ① ابن ابی حاتم میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرا نام لے کر میرے ذمے وہ بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو اور جو شخص اپنے ماں باپ کے سوا دوسروں کو اپنا ماں باپ کہے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا اور کی طرف اپنی غلامی کی نسبت کرے وہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنا لے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی یہ آیت نہیں سنی ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِنْ مَّكَانٍۭ ۙ بَعِيْدٍۭ﴾“ الخ۔ ② ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ساتھ لئے ہوئے کہیں جا رہے تھے راستے میں لوہار کی دوکان آئی آپ وہاں ٹھہر گئے اور لوہا جو آگ میں تپتا جا رہا تھا اسے دیکھنے لگے۔ حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کا تو برا حال ہو گیا عذاب رب کا نقشہ آنکھوں تلے پھر گیا قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ اس کے بعد آپ فرات کے کنارے گئے وہاں آپ نے تور کو دیکھا کہ اس کے پیچ میں آگ شعلے مار رہی ہے بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ آیت نکل گئی اسے سنتے ہی حضرت ربیع رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے چار پائی پر ڈال کر آپ کو گھر پہنچایا گیا۔ صبح سے لے کر دوپہر تک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے رہے اور چارہ جوئی کرتے رہے لیکن حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کو ہوش نہ آیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھر جھری لے گی کہ کل اہل عرش خوف زدہ ہو جائیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ ”بعض لوگوں کو جب دوزخ کی طرف لے چلیں گے دوزخ سمٹ جائیگی اللہ تعالیٰ مالک و رحمن اس سے پوچھے گا یہ کیا بات ہے؟ وہ جواب دے گی کہ یا اللہ یہ تو اپنی دعاؤں میں تجھ سے جہنم سے پناہ مانگا کرتا تھا آج بھی پناہ مانگ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آجائے گا حکم ہوگا کہ اسے چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگوں کو لے چلیں گے وہ کہیں گے پروردگار ہمارا گمان تو تیری نسبت یہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تم کیا سمجھ رہے تھے؟ یہ کہیں گے یہی کہ تیری رحمت ہمیں چھپا لے گی تیرا کرم ہمارے شامل حال ہوگا تیری وسیع رحمت ہمیں اپنے دامن میں لے لے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی آرزو بھی پوری کرے گا اور حکم دے دیگا کہ میرے ان بندوں کو بھی چھوڑ دو۔ کچھ اور لوگ گھسیٹے ہوئے آئیں گے انھیں دیکھتے ہی جہنم ان کی طرف شور مچاتی ہوئی بڑھے گی اور اس طرح جھر جھری لے گی کہ تمام مجمع عرش خروہ ہو جائے گا۔“ حضرت عید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جہنم مارے غصے کے تھر تھرائے گی اور شور و غل اور چیخ پکار اور جوش خروش شروع کرے گی اس وقت تمام مقرب فرشتے اور ذی رتبہ انبیاء کا بچنے لگیں گے یہاں تک کہ غلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور کہنے لگیں گے کہ یا اللہ میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کا بچاؤ چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا۔ یہ لوگ جہنم کے ایسے تنگ و تاریک مکان میں ٹھونس دیئے جائیں گے جیسے بھالا کسی سوراخ میں۔ اور روایت میں ”حضور ﷺ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو آپ ﷺ کا یہ فرمانا مروی ہے کہ جیسے کیل دیوار میں بمشکل گاڑی جاتی ہے اس طرح ان دوزخیوں کو ٹھونسنا جائزگا یہ اس وقت خوب جکڑے ہوئے ہوں گے بال بال بندھا ہوا ہوگا۔ وہاں وہ موت کو فوت کو“ =

قُلْ أَذَلِكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءٌ
وَمَصِيرًا ۝ لَّهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خُلْدٌ ۖ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ وَعْدٌ مَسْئُورًا ۝

ترجمہ: پوچھ تو کہ کیا یہ بہتر ہے یا وہ ہمیشگی والی جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے۔ جو ان کا بدلہ ہے اور ان کے لوٹنے کی اصلی جگہ ہے۔ [۱۵] وہ جو چاہیں گے ان کے لئے وہاں موجود ہوگا ہمیشہ یہ تو تیرے رب تعالیٰ کے ذمے وعدہ ہے جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ [۱۶]

= ہلاکت کو حسرت کو پکارنے لگیں گے۔ "ان سے کہا جائے گا ایک موت کو کیوں پکارو؟ کیوں نہ صمد ہا ہزار ہا موتوں کو پکارو؟ مسند احمد میں ہے "سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائیگا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے لگائے ہوئے موت و ہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا۔" اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی سب حسرت و افسوس موت و عارت کو پکار رہے ہوں گے۔ اس وقت ان سے یہ کہا جائے گا ① ثور سے مراد موت 'ہلاکی' ویل 'حسرت' خسارہ بربادی وغیرہ ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا ﴿وَأَنَّىٰ لَآ ظَنُّكَ يَا مُعْرِضٌ﴾ ② فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو میرے برباد ہو کر رہے گا۔ شاعر بھی لفظ ثور کو ہلاکت و بربادی کے معنے میں لائے ہیں۔

جنت اور اہل جنت: [آیت: ۱۵-۱۶] اوپر بیان فرمایا ان بدکاروں کا جو ذلت و خواری کے ساتھ اوندھے منہ جہنم کی طرف مھینے جائیں گے اور سر کے بل وہاں پھینک دیئے جائیں گے۔ بندھے بندھائے ہوں گے اور تنگ دتاریک جگہ ہوں گے نہ چھوٹ سکیں نہ حرکت کر سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نکل سکیں۔ پھر فرماتا ہے تلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے رہے اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے یعنی جنت میں جہاں من مانی نعمتیں ابدی لذتیں دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں عمدہ کھانے اچھے بچھونے بہترین سواریاں پر تکلف لباس بہت بہتر مکانات بنی سنوری پاکیزہ حوریں راحت افزا منظر ان کے لئے مہیا ہیں جہاں تک کسی کی نگاہیں تو کہاں خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے نہ ان راحتوں کے بیانات کسی کان میں پہنچے۔ پھر ان کے کم ہو جانے خراب ہو جانے ٹوٹ جانے ختم ہو جانے کا بھی کوئی خطرہ نہیں نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں کم ہوں۔ لازوال بہترین زندگی ابدی رحمت ہمیشگی کی دولت انھیں مل گئی اور ان کی ہوگئی۔ یہ رب کا احسان و انعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے۔ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمے کر لیا ہے۔ جو ہو کر رہنے والا ہے جس کا عدم ایفا ناممکن ہے جس کا غلط ہونا محال ہے۔ اس سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کا سوال کرو اس سے جنت طلب کرو۔ اسے اس کا وعدہ یاد دلاؤ۔ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے اس سے دعائیں کرتے ہیں کہ رب العالمین مومن بندوں سے جو تیرا وعدہ ہے اسے پورا کرو اور انھیں جنت عدن میں لے جا۔ قیامت کے دن مومن کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! تیرے وعدے کو سامنے رکھ کر ہم عمل کرتے رہے آج تو اپنا وعدہ پورا کر۔ یہاں پہلے جہنمیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جنتیوں کا ذکر ہوا۔ سورہ صافات میں جنتیوں کا ذکر کر کے پھر سوال کے بعد جہنمیوں کا ذکر ہوا کہ کیا یہی بہتر ہے یا تو تم کا درخت؟ جسے ہم نے خالوں کے لئے فتنہ بنا رکھا ہے جو جہنم کی جز سے نکلتا ہے جس کے پھل ایسے بد نما ہیں جیسے سانپ کے بچن۔ دوزخی اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا پھر کھولنا ہو گرم پانی پیپ وغیرہ =

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنْتُمْ أَضَلَلْتُمْ
 عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۚ قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ
 نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ
 وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ فَقَدْ كَذَّبُكُمْ بِمَا تَقُولُونَ ۚ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا
 نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَظْلِمُ مِّنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ۝

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ انھیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے جنھیں یہ پوجتے رہے انھیں جمع کر کے پوچھے گا کہ کیا میرے ان بندوں کو تم نے گمراہ کیا یا یہ خود ہی راہ سے گم ہو گئے؟ [۱۸] وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ذات ہے خود ہمیں ہی یہ زبان نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو اپنا کارساز بناتے بات یہ ہے کہ تو نے انھیں اور ان کے باپ دادوں کو آسودگیاں عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ فصاحت بھلا بیٹھے۔ یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے [۱۸] تو انھوں نے تو تمہیں تمہاری تمام باتوں میں جھوٹا کہا۔ اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے نہ مدد کرنے کی۔ تم میں سے جس جس نے ظلم کیا ہے ہم اسے سخت عذاب چکھائیں گے۔ [۱۹]

== سے ملا جلانے کو دیا جائے گا پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ انھوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا اور بے تحاشان کے پیچھے لپکنا شروع

کر دیا۔ ①

مشرک اور ان کے معبود اللہ تعالیٰ کی عدالت میں: [آیت: ۱۷-۱۹] بیان ہو رہا ہے کہ مشرک جن جن کی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کرتے رہے قیامت کے دن انھیں ان کے سامنے اس پر علاوہ عذاب کے زبانی سرزنش بھی کی جائے گی تاکہ وہ نادم ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ، حضرت عزیرؑ اور فرشتے جن جن کی عبادت ہوئی تھی ② سب موجود ہوں گے اور عابد بھی سب اسی مجمع میں حاضر ہوں گے۔ اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ ان معبودوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں سے اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا یا یہ از خود ایسا کرنے لگے؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی یہی سوال ہوگا۔ جس کا وہ جواب دیں گے کہ میں نے انھیں ہرگز اس بات کی تعلیم نہیں دی جیسا کہ تجھ پر خوب روشن ہے میں نے تو انھیں وہی کہا تھا جو تو نے مجھ سے کہا تھا کہ عبادت کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے ③ یہ سب معبود جو اللہ تعالیٰ کے سوا تھے اور اللہ تعالیٰ کے سچے بندے تھے اور شرک سے بیزار تھے جواب دیں گے کہ کسی مخلوق کو ہم کو یا ان کو یہ لائق ہی نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کریں۔ ہم نے ہرگز انھیں شرک کی تعلیم نہیں دی۔ خود ہی انھوں نے اپنی خوشی سے دوسروں کی پوجا شروع کر دی تھی ہم ان سے اور ان کی عبادتوں سے بیزار ہیں ہم ان کے اس شرک سے بری الذمہ ہیں ہم تو خود تیرے عابد ہیں پھر کیسے ممکن تھا کہ معبودیت کے منصب پر آ جاتے؟ یہ تو ہمارے لائق ہی نہ تھا۔ تیری ذات اس سے بہت پاک اور برتر ہے کہ کوئی تیرا شریک ہو۔ چنانچہ اور آیت میں صرف فرشتوں سے اس سوال جواب کا ہونا بھی بیان ہوا ہے۔ (نَسْخَذُ) کی دوسری قراءت (نَتَّخِذُ) بھی ہے یعنی یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا نہ یہ ہمارے لائق تھا کہ لوگ ہمیں =

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۖ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۖ أَتَصْدِرُونَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ۙ

ترجمہ: ہم نے تجھ سے پہلے جنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب تعالیٰ سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (۱۳۰)

پوچھنے لگیں اور تیری عبادت چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہم تو خود تیرے بندے ہیں تیرے در کے بھکاری ہیں۔ مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک ہی ہے۔ ان کے بہکنے کی وجہ ہماری سمجھ میں تو یہ آتی ہے کہ انھیں عمریں ملیں کھانے پینے کو ملتا رہا بدستی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ جو نصیحت رسولوں کی معرفت پہنچی تھی اسے بھلا دیا تیری عبادت سے اور کچی توحید سے ہٹ گئے یہ لوگ تھے ہی بے خبر ہلاکت کے گڑھے میں گر پڑے تباہ و برباد ہو گئے۔ ﴿بُورًا﴾ سے مطلب ہلاکت والے ہی ہے ❶ جیسے ابن زبیری رضی اللہ عنہ نے اپنے شعر میں اس لفظ کو اس معنی میں باندھا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرمایا گا لواب تو تمہارے یہ معبود خود تمہیں جھٹلا رہے ہیں تم تو انھیں اپنا سمجھ کر اس خیال سے کہ یہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے مقرب بنا دیں گے ان کی پوجا پاٹ کرتے رہے آج یہ تم سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں تم سے یکسو ہو رہے ہیں اور بیزاری ظاہر کر رہے ہیں جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَنْسِجِبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ۚ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۚ﴾ ❷ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی چاہت پوری نہ کر سکیں بلکہ وہ تو ان کی دعا سے محض غافل ہیں اور محشر کے دن یہ سب ان سب کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادتوں کے صاف منکر ہو جائیں گے پس قیامت کے دن یہ مشرکین نہ تو اپنی جالوں سے عذاب اللہ ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی مدد کر سکیں گے نہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے تم میں سے جو بھی اللہ کے واحد کے ساتھ شریک کرے ہم اسے زبردست اور نہایت سخت عذاب کریں گے۔

یہ سب کچھ نبوت کے منافی نہیں: [آیت: ۲۰] کافر جو اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ نبی کو کھانے پینے اور تجارت ہو پار سے کیا مطلب؟ اس کا جواب ہو رہا ہے کہ اگلے سب پیغمبر بھی انسانی ضرورتیں رکھتے تھے کھانا پینا ان کے ساتھ بھی لگا ہوا تھا۔ بیوپار تجارت اور کسب معاش وہ بھی کیا کرتے تھے یہ چیزیں نبوت کے خلاف نہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ عز و جل اپنی عنایت خاص سے انھیں وہ پاکیزہ اوصاف، نیک خصائل، عمدہ اقوال، مختار افعال، ظاہر دلیلیں، اعلیٰ معجزے دیتا ہے کہ ہر عقل سلیم والا ہر دانا بینا مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کی نبوت کو تسلیم کر لے اور ان کی سچائی کو مان لے۔ اسی آیت جیسی اور آیت ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا﴾ ❸ الخ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے نبی آئے سب شہروں میں رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ﴾ ❹ الخ ہم نے انھیں ایسے جتنے نہیں بنائے تھے کہ کھانے پینے سے وہ آزاد ہوں۔ ہم تو تم میں سے ایک ایک کی آزمائش ایک ایک سے کر لیا کرتے ہیں تاکہ فرما نبردار اور نافرمان ظاہر ہو جائیں۔ صابر اور غیر صابر معلوم ہو جائیں۔ تیرا رب تعالیٰ دانا بینا ہے۔ خوب جانتا ہے کہ مستحق نبوت کون ہے؟ جیسے فرمایا ﴿الَّذِي أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ ❺ منصب رسالت کی اہلیت کس

❶ الطبری، ۱۹/۲۴۸۔

❷ ۴۶/الاحقاف: ۶۰۔

❸ ۱۲/یوسف: ۱۰۹۔

❹ ۶/الانعام: ۱۲۴۔

❺ ۲۱/الانبیاء: ۸۰۔

میں ہے؟ اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اسی کو اس کا بھی علم ہے کہ مستحق ہدایت کون ہیں اور کون نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بندوں کا امتحان لینے کا ہے اس لئے نبیوں کو عموماً معمولی حالت میں رکھتا ہے ورنہ اگر انھیں بکثرت دنیا دیتا تو ان کے مال کی لالچ میں بہت سے ان کے ساتھ ہو جاتے تو پھر سچے جھوٹے مل جاتے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں خود تجھے اور تیرے ذریعہ سے اور لوگوں کو آزمائے والا ہوں۔“ ① مسند میں ہے کہ ”آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے چاندی کے پہاڑ چلتے رہتے۔“ ② اور صحیح حدیث شریف میں ہے کہ ”آنحضرت ﷺ کو نبی اور بادشاہ بننے میں اور نبی اور بندہ بننے میں اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے بندہ اور نبی بننا پسند فرمایا۔“ ③ (فَصَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اٹھارہواں پارہ مکمل ہوا۔



① صحیح مسلم، کتاب الجنۃ، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا اهل الجنة واهل النار ۲۸۶۵۔

② مسند ابی یعلیٰ ۴۹۲۰، ومنہ ضعیف اس کی سند میں ابو معشر ضعیف راوی ہے۔

③ احمد، ۲/۲۳۱، ابن حبان ۶۳۳۱ ومنہ صحیح۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

تفسیر ابن کثیر

